إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ

بلاشبہ یہ قرآن نہایت سیدھی راہ دکھاتا ہے

تفسیر

ہدایت القرآن

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآن کریم سے بہت قریب کردے گی

جلد ششم

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احوالِ واقعی

اس تفسیر کی تقریباً پچاس سال پہلے حضرت مولانا محمد عثمان صاحب کاشف الہاشمی قدس سرہ نے بسم اللہ کی تھی، آپ دیوبند کے قریب قریہ راجوپور کے باشندے تھے اور دیوبند میں مقیم ہوگئے تھے، انھوں نے دس سال کے عرصہ میں دس پارے لکھے، آخری پارہ اور شروع سے پارہ نہم تک۔ پھر چالیس سال پہلے راقم الحروف دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس آیا، مکتبہ حجاز کے مالک میرے ہم سبق جناب قاضی انوار صاحب زید مجدہ تھے، مولانا کاشف صاحب لکھتے تھے اور قاضی صاحب چھاپتے تھے، جب وہ تھک گئے اور لکھنا بند کردیا تو میرے رفیق نے اصرار کیا کہ میں اس کو لکھوں، میں متردد تھا، مولانا کاشف صاحب اردو کے ادیب تھے، شاعر بھی تھے، اور میں گجراتی: ادب نا آشنا اور علمی صلاحیت بھی میری فروتر تھی، مگر رفیق محترم کا اصرار بڑھا تو میں نے قلم پکڑا، اور دسواں پارہ لکھا، جب یہ پارہ قاضی صاحب نے مولانا کاشف رحمہ اللہ کو بھیجا تو انھوں نے پڑھ کر تبصرہ کیا: پیوند کچھ برا تو نہیں! اس سے میرا حوصلہ بڑھا، اور میں نے وقفہ وقفہ سے لکھنا شروع کیا، تا آنکہ قاضی صاحب نے اقتصادی مجبوری سے مکتبہ حجاز میرے ہاتھ فروخت کردیا، اب کام میں تیزی آنی چاہئے تھی، مگر رفتار سست ہوگئی، کیونکہ کوئی سر پے مسلط نہیں تھا، لشٹم پشٹم کئی سال میں سورۃ المؤمنون کے ختم تک پہنچا، پھر سلسلہ رک گیا، رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ کا کام شروع ہوگیا، پانچ ضخیم جلدوں میں وہ شرح مکمل ہوئی، پھر تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی کا کام شروع ہوگیا، آٹھ جلدوں میں یہ شرح بھی مع شرح علل وشمائل پوری ہوئی۔ پھر تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری کا کام چھڑ گیا، وہ کام بھی بارہ جلدوں میں تکمیل پذیر ہوگیا، اب بلاتوقف تفسیر کی تکمیل میں لگ گیا ہوں، اور عزم یہ ہے کہ کوئی اور کام نہ چھیڑوں، کیونکہ عمر ڈھل چکی ہے، ایک اندازے کے مطابق ۱۹۴۰ء کی پیدائش ہے، پس اب کیا باقی رہ گیا ہے! مگر مولیٰ کریم سے بھیک مانگی ہے کہ تفسیر کی تکمیل تک عمر دراز فرمائیں، اور امید ہے کہ میری یہ دعا ضرور قبول فرمائیں گے، انھوں نے مجھے کبھی نامراد نہیں کیا، اس تفسیر کا خاص امتیاز آیات اور آیت کے اجزاء میں ربط کا بیان ہے، مطالعہ کرنے والے اس نقطۂ نظر سے قرآن پاک کی تلاوت کریں، ان شاء اللہ یہ تفسیر قارئین کرام کو قرآن سے قریب کرے گی۔ حقائق ودقائق کے لئے بڑی تفسیریں دیکھیں، یہ تفسیر تو عبارت النص پیش نظر رکھ کر لکھ رہا ہوں۔ **وما توفیقی إلا باللہ، علیه توکلت وإلیه أنیب، وصلی اللہ علی النبی الکریم، وعلی آله وصحبه أجمعین!**

فہرست مضامین

سورۂ نور

سورت کا آغاز

سورۃ الفرقان

سورۃ الشعراء

سورۃ النمل

سورۃ القصص

سورۃ العنکبوت

سورۃ الروم

سورۂ لقمان

سورۃ السجدۃ

سورۃ الاحزاب

سورہ سبا

سورۂ فاطر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ النور

نمبر شمار ۲۴ نزول کا نمبر ۱۰۲ نزول کی نوعیت مدنی آیات ۶۴ رکوع ۹

سورت کا نام اور موضوع:

اس سورت کا نام آیت ۳۵ سے ماخوذ ہے، اس آیت میں نور ہدایت کے قوی التاثیر ہونے کی تمثیل آئی ہے۔ اور اس سورت کا موضوع اصلاح معاشرہ ہے۔ اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اگر لوگ اس سورت کے احکام پر عمل کریں تو پورا معاشرہ سنور سکتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ایک مرسل روایت میں آیا ہے کہ مردوں کو سورۃ المائدۃ اور عورتوں کو سورۃ النور سکھاؤ (درمنثور) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک والا نامے میں لکھا تھا کہ سورۃ النساء، سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور سیکھو (درمنثور)

سورت کے مضامین کا خلاصہ:

معاشرہ کو گندہ کرنے والی سب سے بری چیز زنا ہے، چنانچہ سورت کا آغاز زنا کی سزا سے ہوا ہے، پھر یہ بیان ہے کہ زنا چونکہ انتہائی درجہ کی برائی ہے اس لئے اس کو اللہ کی شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہے، پھر بیوی کے علاوہ پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا بیان کی گئی ہے، وہ سزا اسّی کوڑے ہے، پھر بیوی پر تہمت لگانے کا حکم بیان کیا ہے۔

پھر تہمتِ زنا کا ایک واقعہ بیان کیا ہے، جس سے لوگ اندازہ کر سکتے ہیں کہ زنا کی تہمت کوئی معمولی چیز نہیں اس سے اسلامی معاشرہ تہ و بالا ہو سکتا ہے۔ یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا ہے، اور واقعہ کے شروع میں چار باتیں بیان کی ہیں، پھر واقعہ افک کے تعلق سے سات باتیں بیان کی ہیں۔ پھر اگلے رکوع میں اسی سلسلہ کی چار باتوں کا عمومی انداز میں تذکرہ کیا ہے۔

اور چونکہ بسا اوقات بلا اجازت کسی کے گھر میں جانا زنا کا سبب بنتا ہے، اس لئے آیت ۲۷ اور اس کے بعد کی آیات میں اجازت طلبی کا حکم ہے، تاکہ فساد معاشرہ کا یہ سوراخ بند ہو جائے۔ اور جس طرح بغیر اجازت کسی کے گھر میں جانا زنا تک مفضی ہو سکتا ہے، اسی طرح نظریں لڑانا بھی زنا کا سبب بنتا ہے، چنانچہ مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا۔

اسی طرح جن لوگوں کے ساتھ ہر وقت کا رہنا سہنا ہے، خواہ وہ محرم ہوں یا غیر محرم، اگر ان کے درمیان سلیقہ سے نہ رہا جائے تو فساد کا اندیشہ ہے، اس لئے خاص طور پر عورتوں کو اپنے گھر والوں کے درمیان سلیقہ سے رہنے کی تعلیم دی، تا کہ بے حیائی اور بدکاری پر روک لگے۔

اور معاشرہ میں فواحش کے پھیلنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ کچھ جوان مرد اور کچھ جوان عورتیں بے نکاح ہوتی ہیں، اس لئے آیت ۳۲ میں حکم دیا کہ کوئی بے نکاح نہ رہے، حتی کہ غلام باندیوں کا بھی نکاح کر دیا جائے۔

اس کے بعد نصیحت آمیز مضامین شروع ہوئے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ معاشرہ کی اصلاح صرف قوانین سے نہیں ہوتی، بلکہ ایمان و عمل صالح سے ہوتی ہے۔ اور نور ایمان اللہ ہی کے پاس ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جس کو بھی نور ہدایت ملا ہے اللہ ہی نے دیا ہے۔ اور یہ نور بہت طاقتور ہے، زندگیوں کو بدل دیتا ہے، مگر ایمان کی بالیدگی اور اعمالِ صالحہ سے دلچسپی کے لئے مسجد سے رابطہ رکھنا ضروری ہے، جن گھروں کے تار مسجد کے پاور ہاؤس سے جڑے ہوئے نہیں ہیں ان گھروں میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے۔

پھر مؤمنین کے تذکرے کے بعد کفار کا تذکرہ شروع کیا ہے، اور ان کے اچھے برے اعمال کی مثالیں بیان کی ہیں۔ ان کے اچھے اعمال سراب (چمکتی ریت) کی طرح ہیں، اور ان کے برے اعمال گھٹاٹوپ تاریکی ہیں اور دنیاؤ آخرت میں وبالِ جان ہیں۔ پھر کفار کو دوسری کائنات کا حال سنایا ہے کہ وہ ہر وقت تسبیح خواں ہے، اور تم غفلت کا شکار ہو۔ اس کے بعد منکرین کو کھڑ کھڑایا ہے کہ تم کسی بھی وقت عذاب کی زد میں آسکتے ہو۔

پھر آیت ۴۷ سے منافقین کا تذکرہ شروع ہوا ہے، اور ان کی دو مثالیں دی ہیں، پھر منکرین و منافقین کو ایک وعدہ سنایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں سے کیا ہے، اور اس کے ذریعہ اشارہ کیا ہے کہ معاشرہ کی خاطر خواہ اصلاح اسلامی حکومت کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

پھر آیت ۵۸ میں مملوکوں اور نابالغوں کے لئے اجازت طلبی کے حکم میں تخفیف کی ہے اور آیت ۶۰ میں بہت بوڑھی عورتوں کے لئے رہن سہن کے احکام میں تخفیف کی ہے۔ پھر آیت ۶۱ میں یہ مضمون ہے کہ معذور اور غیر معذور اپنے رشتہ دار وغیرہ کے گھروں سے بے تکلف کھا پی سکتے ہیں، اور یہ مضمون اس لئے بیان کیا ہے کہ استیذان کے حکم سے معاشرہ گھٹن محسوس نہ کرے، پھر سورت کا آخری مضمون یہ ہے کہ جس طرح گھر میں جاتے ہوئے اجازت لینا ضروری ہے، اسی طرح کبھی واپس لوٹنے کے لئے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔

۞ ۞ ۞

آیاتھا ۶۴ (۲۴) سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۲) رکوعاتھا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳

بِسْمِ	نام سے	اٰيٰتٍ	احکام	مِائَةَ	سو (۱۰۰)
اللّٰهِ	اللہ کے	بَيِّنٰتٍ	واضح	جَلْدَةٍ	کوڑے
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	لَّعَلَّكُمْ	تا کہ تم	وَّلَا	اور نہ
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے	تَذَكَّرُوْنَ	یاد کرو	تَاْخُذْكُمْ	پکڑے تمہیں
سُوْرَةٌ (۱)	(یہ) ایک سورت ہے	اَلزَّانِيَةُ	زنا کرنی والی عورت	بِهِمَا (۴)	دونوں کے بارے میں
اَنْزَلْنٰهَا	اتارا ہم نے اس کو	وَالزَّانِيْ	اور زنا کرنے والا مرد	رَاْفَةٌ	مہربانی
وَفَرَضْنٰهَا (۲)	اور مقرر کیا ہم نے اسکو	فَاجْلِدُوْا (۳)	پس کوڑے مارو	فِيْ دِيْنِ (۵)	دین میں
وَاَنْزَلْنَا	اور اتارے ہم نے	كُلَّ وَاحِدٍ	ہر ایک کو	اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کے
فِيْهَا	اس میں	مِّنْهُمَا	دونوں میں سے	اِنْ	اگر

(۱) سورة: هذه مبتدا محذوف کی خبر ہے، اور أَنْزَلْنَا: مع معطوفات سورة نکرہ کی صفت ہے (۲) فَرَضَ (ض) فَرْضًا: مقرر ومعین کرنا یعنی یہ احکام اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں (۳) فاجلدوا: میں ف زائد ہے۔ وَعِمِ کلام کے لئے آئی ہے یعنی سہارا دینے کے لئے اور ٹیک لگانے کے لئے ہے، اس کو سیفِ خطیب (مقرر کی تلوار) بھی کہتے ہیں اور كلَّ واحد: مفعول بہ ہے، اور مائة جلدة: مفعول مطلق ہے (۴) بهما: رافة سے متعلق ہے، اور معمول چونکہ ظرف ہے اس لئے عامل مصدر پر اس کی تقدیم جائز ہے (روح) رَأَفَ (ف) رَأْفَةً: بہت مہربانی کرنا، صفت رَءُوْف (۵) فی دین الله: أی فی إقامة دین الله و العملِ به

كُنْتُمْ	ہوتم	مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین کی	لَا يَنْكِحُهَا	نہیں نکاح کرتا اس سے
تُؤْمِنُوْنَ	ایمان رکھتے	اَلزَّانِيْ	زنا کار مرد	اِلَّا	مگر
بِاللّٰهِ	اللہ پر	لَا يَنْكِحُ (۲)	نہیں نکاح کرتا	زَانٍ	زنا کار مرد
وَالْيَوْمِ	اور دن پر	اِلَّا	مگر	اَوْ	یا
الْاٰخِرِ	پچھلے	زَانِيَةً	زنا کار عورت سے	مُشْرِكٌ	مشرک آدمی
وَلْيَشْهَدْ (۱)	اور چاہئے کہ دیکھے	اَوْ	یا	وَحُرِّمَ	اور حرام کیا گیا
عَذَابَهُمَا	دونوں کی سزا کو	مُشْرِكَةً	مشرک عورت سے	ذٰلِكَ (۳)	وہ
طَآئِفَةٌ	ایک جماعت	وَالزَّانِيَةُ	اور زنا کار عورت	عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین پر

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

گذشتہ سورت اس مضمون پر ختم ہوئی تھی کہ انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا۔ اس کی زندگی کا ایک خاص مقصد ہے جس کی تکمیل کر کے اس کو اللہ کے حضور میں حاضر ہونا ہے، اور زندگی کا حساب دینا ہے اور دلیل یہ دی تھی کہ دنیا کے مجازی بادشاہ اپنی رعایا کی بہبودی کے لئے قانون بناتے ہیں، اور ان کو احکام کا پابند کرتے ہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حقیقی بادشاہ لوگوں کو بس یونہی چھوڑ دے! یہ بات قطعاً ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی مخلوق کے لئے تکوینی اور تشریعی قوانین بنائے ہیں اور ان کو احکام کا پابند کیا ہے۔ اس سورت میں انہی قوانین کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی بہبودی کے لئے مقرر فرمائے ہیں —— نیز گذشتہ سورت کے شروع میں مؤمنین کی سات صفات (خوبیاں) بیان ہوئی ہیں، ان میں ایک خاص صفت ناموس کی حفاظت بھی ہے۔ اب اس سورت میں عفّت وعصمت کی حفاظت کے احکام دیئے جارہے ہیں تاکہ مؤمنین اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرسکیں۔ اور ان کا معاشرتی نظام درست ہو، پس اس سورت کا خاص موضوع ''اصلاحِ معاشرہ'' ہے۔

---

(۱) شَهِدَ (س) شُهُوْدًا الشيئَ: دیکھنا، معائنہ کرنا (۲) لاینکح اور لاینکحها: دونوں فعل مضارع منفی ہیں، فعل نہی نہیں ہیں۔ دونوں میں لفظاً فرق یہ ہے کہ مضارع منفی پر مضارع والا اعراب (ضمہ وغیرہ) آتا ہے، اور فعل نہی مجزوم ہوتا ہے اور معنیً فرق یہ ہے کہ فعل مضارع منفی خبر دیتا ہے اور فعل نہی انشاء یعنی اول سے اصالۃً خبر دینا مقصود ہوتا ہے، حکم دینا مقصود نہیں ہوتا اور ثانی سے ممانعت مقصود ہوتی ہے۔ (۳) ذلك (اسم اشارہ بعید) کا مشارٌ الیہ فعل زنا ہے۔ جو الزانی اور الزانية سے مفہوم ہوتا ہے، دوسری رائے یہ ہے کہ مشارٌ الیہ نکاح ہے جو لاینکح سے مفہوم ہوتا ہے۔

یہ سورت ایک تمہید سے شروع ہوئی ہے۔ ارشاد ہے: —— یہ ایک ایسی سورت ہے جس کو ہم نے اتارا ہے، اور جس کے احکام ہم نے مقرر کئے ہیں، اور جس میں ہم نے واضح آیتیں نازل کی ہیں تا کہ تم سمجھو! —— قرآن مجید ظاہر ہے سارا حق تعالیٰ ہی کا نازل کیا ہوا ہے، اور اس کے احکام اسی کے مقرر کئے ہوئے ہیں، پھر یہاں خصوصیت کے ساتھ سورت کو اپنی طرف منسوب کرنے کے معنی بجز اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اس سورت اور اس میں مندرج احکام کی اہمیت خاص طور پر ذہن نشین کرائی جائے، اور لوگوں کو بتایا جائے کہ یہ احکام بہت زیادہ محفوظ رکھنے اور لازم پکڑنے کے لائق ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان احکام سے بے اعتنائی نہ برتیں۔ ان احکام کو سیکھیں سکھائیں اور مضبوطی سے اس پر عمل پیرا ہوں، اور صرف مردوں ہی کو نہیں عورتوں کو بھی اس کی تعلیم دیں، مشہور تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مرسلاً مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اپنے مردوں کو سورۃ المائدۃ کی اور اپنی عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم دو" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قبیلہ کو والا نامہ بھیجا تھا کہ "سورۃ النساء، سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور کو سیکھو"

زنا سے متعلق تین احکام:

پہلے رکوع میں زنا سے تعلق رکھنے والے تین احکام بیان فرمائے ہیں: اول: جب زنا کا ثبوت ہو جائے تو زانیہ اور زانی پر سزا جاری کی جائے، اگر وہ کنوارے ہوں تو ان کو بر ملا سو سو کوڑے مارے جائیں۔ دوم: اگر کوئی کسی مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو چاہئے کہ چار عینی گواہ پیش کرے، اور اگر ثابت نہ کر سکے تو اس کو اسّی کوڑے مارے جائیں، اور ہمیشہ کے لئے اس کو مردود الشہادہ ٹھہرایا جائے۔ سوم: اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ بھی چار عینی گواہوں سے ان کو ثابت کرے۔ اگر ثابت نہ کر سکے تو زوجین میں لعان کرایا جائے، اور لعان کے بعد نکاح ختم کر دیا جائے۔

پہلا حکم: —— زنا کی سزا —— زنا کار عورت اور زنا کار مرد: پس تم دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، اور تم کو اللہ کے دین کے معاملے میں دونوں پر ترس نہ آئے، اگر تم اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہئے کہ دونوں کی سزا کے وقت مؤمنین کا ایک گروہ حاضر رہے —— یہ سزا اس زانیہ اور زانی کی ہے جو آزاد، عاقل، بالغ ہوں، اور نکاح کئے ہوئے نہ ہوں، یا نکاح تو ہو گیا ہو مگر ہم بستری نہ ہوئی ہو۔ اور جو آزاد نہ ہو یعنی غلام یا باندی ہو تو اس کی سزا پچاس کوڑے ہے، خواہ ان کی شادی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو —— اور جو مسلمان آزاد، عاقل، بالغ ہو، اور ایسی ہی عورت (آزاد، عاقلہ، بالغہ) سے نکاح صحیح کر کے ہم بستری کر چکا ہو، وہ مُحْصِن (صاد کے زیر کے ساتھ) اور مُحْصَنَة (صاد کے زبر کے ساتھ) کہلاتی ہیں، اور ان کی سزا رجم (سنگساری) ہے، اور اگر ایک شادی شدہ اور ایک غیر شادی شدہ ہو تو شادی شدہ کی سزا رجم اور غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے ہے۔ اور رجم کی سزا حدیثوں اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور اس کی بنیاد ایک

منسوخ التلاوۃ محکم الحکم آیت ہے، پس جو شخص اس کا انکار کرے وہ آخری درجہ کا گمراہ ہے۔ البتہ یہ سزائیں اسلامی حکومت میں امیر کے حکم ہی سے نافذ ہوسکتی ہیں۔ غیر اسلامی ملک میں یا لوگ اپنے طور پر یہ سزائیں نہیں دے سکتے۔ اور ان سزاؤں میں تخفیف و ترحم کا اختیار امیر کو بھی حاصل نہیں۔

کیونکہ زنا کی یہ سزائیں حدّ ہیں۔ حدود: وہ سزائیں ہیں جو قرآن، حدیث یا اجماع امت سے ثابت ہیں، اور جو حق اللہ کے طور پر واجب ہوتی ہیں۔ اور ''حق اللہ'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ سزائیں مفادِ عامہ کے لئے مشروع کی گئی ہیں۔ یعنی لوگوں کے انساب، اموال، عقول اور اعراض (آبرو) کی حفاظت کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ یہ سزائیں گناہ سے پہلے گناہ سے روکنے والی اور گناہ کے بعد سرزنش ہوتی ہیں۔ یہ نہ معاف کی جاسکتی ہیں، نہ ان میں سفارش کی گنجائش ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ چند جرائم ایسے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے سزائیں مقرر فرمائی ہیں، اس لئے ان میں کسی قسم کی تبدیلی کا کسی کو حق نہیں۔ یہ وہ جرائم ہیں جن میں مختلف جہتوں سے مفاسد جمع ہیں۔ ان سے زمین میں بگاڑ پھیلتا ہے۔ معاشرہ کا چین غارت ہوتا ہے۔ اور ان جرائم کے جذبات لوگوں کے دلوں میں برابر ابھرتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ دل میں رچ بس جاتے ہیں تو لوگ ان سے بچ نہیں سکتے۔ ان میں ایسا ضرر ہے کہ مظلوم مجرم کو اپنی ذات سے ہٹا نہیں سکتا۔ اور وہ جرائم کثیر الوقوع ہیں —— اس قسم کے جرائم میں محض عذابِ آخرت سے ڈرانا کافی نہیں۔ مجرموں کو سخت ملامت کرنا اور دردناک سزا دینا ضروری ہے، تاکہ وہ سزا لوگوں کی نگاہوں کے سامنے رہے اور وہ ان کو ارتکابِ جرم سے باز رکھے۔

پانچ سنگین جرائم:

پہلا جرم: زنا ہے۔ یہ گناہ شہوت کی زیادتی اور عورتوں کی خوبصورتی میں دلچسپی سے صادر ہوتا ہے۔ بدکاروں کے دلوں میں اس کی آز (حرص) ہوتی ہے۔ عورت کے خاندان کے لئے اس میں سخت عار ہے۔ اور بیوی میں دوسرے کی مزاحمت انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ اس سے قتل وقتال اور جنگ وجدال کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور زنا عام طور پر باہمی رضامندی اور تنہائی میں ہوتا ہے، جس سے عام طور پر لوگ واقف نہیں ہوسکتے کہ وہ روک ٹوک کریں، پس اگر اس کے لئے دردناک سزا مقرر نہیں کی جائے گی تو لوگ اس سے باز نہیں آئیں گے۔

دوسرا جرم: چوری ہے۔ کچھ لوگوں کو کمائی کا اچھا راستہ نہیں ملتا اس لئے وہ چوری کا دھندا شروع کردیتے ہیں۔ پھر جب چوری کی عادت پڑجاتی ہے تو اس کے لئے بے تاب رہتے ہیں۔ اور یہ کام اس طرح مخفی طور پر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کو نہیں دیکھتے کہ روکیں، اس لئے اس جرم کی بھی سخت سزا ضروری ہے تاکہ لوگوں کے اموال محفوظ رہیں۔

تیسرا جرم: راہ زنی ہے۔ مظلوم راہ زن کو اپنی ذات اور اپنے مال سے ہٹا نہیں سکتا، کیونکہ راہ زنی صرف مسلمانوں

کے شہروں میں اور ان کے دبدبہ والے علاقوں میں ہی نہیں ہوتی کہ لوگ یا پولیس مدد کرے، اس لئے ڈاکہ زنی کے لئے چوری سے بھی بھاری سزا ضروری ہے۔

چوتھا جرم: شراب نوشی ہے۔ شرابی: شراب کا رسیا ہوتا ہے۔ اس سے زمین میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، اور لوگوں کی عقلیں از کار رفتہ ہو جاتی ہیں، جبکہ عقل ہی پر دنیا وآخرت کی صلاح موقوف ہے، اس لئے یہ جرم بھی قابل سزا ہے۔

پانچواں جرم: زنا کی تہمت لگانا ہے، جس پر زنا کی تہمت لگائی جاتی ہے اس کو سخت اذیت پہنچتی ہے، اور وہ تہمت لگانے والے کو دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر وہ اس کو قتل کرے تو قصاصاً مارا جائے گا، اور مار پٹائی کرے تو ترکی بہ ترکی جواب دیا جائے گا، پس اس جرم کے لئے بھی سخت سزا ضروری ہے۔

شراب نوشی کی سزا حدیثوں سے ثابت ہے۔ باقی چار سزائیں قرآنِ کریم میں مذکور ہیں۔ اور انہیں پانچ جرائم کی سزائیں ''حدود'' کہلاتی ہیں۔ باقی چھوٹے بڑے جرائم کی سزائیں ''تعزیرات'' کہلاتی ہیں، جو قاضی کی صوابدید پر موقوف ہیں۔ اور قصاص میں چونکہ معاف کرنے کا اختیار ہے اس لئے وہ حدود میں شامل نہیں۔

زانیہ کے ذکر کی تقدیم کی وجہ:

قرآنِ کریم کا قاعدہ بیانِ احکام میں یہ ہے کہ اکثر مردوں کو مخاطب بنا کر احکام دیئے جاتے ہیں۔ عورتیں ان میں ضمناً شامل ہوتی ہیں۔ چنانچہ جگہ جگہ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ سے خطاب کیا ہے۔ مگر کہیں خاص مواقع میں خاص مصالح کی بنا پر مردوں کے بعد عورتوں کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے سورۃ الاحزاب (آیت ۳۵) میں دس مرتبہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے، مگر ان کا تذکرہ دوسرے نمبر پر کیا جاتا ہے۔ حد سرقہ کے بیان میں بھی چوری کرنے والی عورت کا تذکرہ: چوری کرنے والے مرد کے بعد کیا گیا ہے، مگر یہاں زنا کی سزا کے بیان میں زانیہ کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

اس سلسلہ میں اولاً یہ بات جاننی چاہئے کہ عام طور پر عورتوں کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا جاتا کہ وہ ''مستورات'' ہیں۔ لوگوں کے سامنے ان کا تذکرہ پردے کے منافی ہے۔ اور عربوں کا مزاج بھی یہی ہے، وہ مجالس میں عورتوں کا تذکرہ نہیں کرتے، صحابہ وتابعین کے سوانح (حالات) پڑھیں ان کے لڑکوں کا تذکرہ آئے گا، مگر لڑکیوں کا تذکرہ شاذ و نادر ہی آئے گا —— مگر کبھی عورتوں کی دلداری یا حوصلہ افزائی کے لئے مردوں کے بعد ان کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے۔ روایات میں یہ بات آئی ہے کہ خواتینِ اسلام نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم عورتوں کا تذکرہ کیوں نہیں کرتے؟ اس پر سورۃ الاحزاب کی آیت (۳۵) نازل ہوئی، اور دس بار مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی تذکرہ کیا گیا —— اسی طرح جہاں غلط فہمی کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں بھی عورتوں کا صراحۃً ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے سزاؤں کے بیان میں یہ اندیشہ تھا کہ عورتوں کو قابلِ رحم

سمجھ لیا جائے اور ان پر سزا جاری نہ کی جائے، اس لئے ان کی صراحت ضروری ہوئی، مگر ان کا تذکرہ مردوں کے بعد کیا جاتا ہے۔ صرف یہاں زانیہ کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے، اس کی وجوہ درج ذیل ہیں:

پہلی وجہ: وہی ہے جو ابھی بیان کی گئی کہ عورت طبعی طور پر کمزور اور قابل رحم سمجھی جاتی ہے، اگر اس کا صراحۃً ذکر نہ کیا جاتا تو اس غلط فہمی کا موقع تھا کہ شاید عورت اس سزا سے مستثنیٰ ہو، اس لئے اس کی صراحت ضروری ہوئی کہ عورت کو بھی سزا دی جائے، بلکہ وہ مقدم ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ زنا ایک ایسی بے حیائی ہے جس کا صدور عورت کی طرف سے ہونا انتہائی بے باکی اور لاپروائی کی علامت ہے۔ کیونکہ قدرت نے اس کے مزاج میں حیاء کا مادہ رکھا ہے، اور اس کو عفّت کی حفاظت کا قوی جذبہ عطا فرمایا ہے، اس لئے اس کی طرف سے اس فعل کا صدور مرد کی بہ نسبت زیادہ سنگین جرم ہے، اس لئے وہ سزا کی زیادہ مستحق ہے۔

تیسری وجہ: اس فعلِ شنیع کی محرک زیادہ تر عورت ہوتی ہے۔ اگر عورت کی رضامندی نہ ہو تو مرد زبردستی تو کر سکتا ہے، اور اس صورت میں عورت پر کوئی سزا نہیں ہوتی، مگر باہمی رضامندی سے اس فعل کا وجود اسی وقت ممکن ہے جب عورت ڈورے ڈالے یا کم از کم راضی ہو۔ اس لئے وہی سزا کی زیادہ مستحق ہے، اور اسی لئے اس کا ذکر مقدم کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

اجرائے حدّ پر تحریض:

اور یہ جو فرمایا کہ: ''تم کو اللہ کے دین کے معاملے میں دونوں پر ترس نہ آئے، اگر تم اللہ پر اور پچھلے دن (قیامت کے دن) پر ایمان رکھتے ہو'' یہ حد جاری کرنے پر مثبت و منفی پہلو سے تحریض (ابھارنا) ہے۔ چونکہ زنا کی سزا بہت سخت ہے، اس لئے احتمال تھا کہ سزا دینے والوں کو زانی زانیہ پر رحم آجائے، اور وہ سزا نہ دیں یا کم کر دیں۔ اس لئے سزا کے ساتھ یہ حکم بھی دیا کہ دین کے اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں مجرموں پر رحم اور ترس کھانا جائز نہیں۔ مہربانی اور درگذر ہر جگہ محمود ہے، مگر مجرموں پر رحم کھانے کا نتیجہ خلقِ خدا کے ساتھ بے رحمی ہے، اس لئے وہ ممنوع اور ناجائز ہے۔ یہ منفی پہلو سے تحریض ہے اور مثبت پہلو سے یہ ارشاد ہے کہ جب تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو تو تمہیں اس حکم پر ضرور عمل کرنا چاہئے، تم عمل نہیں کرو گے تو اور کون عمل کرے گا؟ اور تم عمل نہیں کرو گے تو قیامت کا دن سامنے ہے، اس دن تمہاری پکڑ ہوگی۔

حدود میں جسمانی ایذاء کے ساتھ عار کی بات ملائی گئی ہے:

اور یہ جو فرمایا کہ: ''دونوں کی سزا کے وقت مؤمنین کا ایک گروہ حاضر رہے'' یہ جسمانی سزا کے ساتھ عار کی بات ملائی گئی ہے۔ کیونکہ نفس دو طرح سے متاثر ہوتا ہے:

۱- جو نفس بہیمیت (حیوانیت) میں غلطاں پیچاں ہوتا ہے اس کو جسمانی ایذاء ارتکابِ جرم سے روکتی ہے۔ جیسے منہ

زور بیل اور اونٹ کو سخت مار شرارت سے روکتی ہے۔

۲-اور جو نفس جاہ پسند اور عزت کا طالب ہوتا ہے اس کو ایسی عار جو گلے کا ہار بن جائے جسمانی ایذاء سے بھی زیادہ گناہ سے روکتی ہے۔اور جس پر حد جاری کی جاتی ہے اس کا حال معلوم نہیں کہ اس کا نفس کس قسم کا ہے،اس لئے حدود میں جسمانی تکلیف کے ساتھ عار کی بات بھی ملائی گئی تا کہ کسی کو یہ چیز گناہ سے روکے اور کسی کو وہ چیز۔جب زانی زانیہ کو برملا کوڑے مارے جائیں گے تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے،یہ چیز ایک شریف آدمی کے لئے کوڑوں سے بھی زیادہ سخت سزا ہے۔علاوہ ازیں اجرائے حد کا مشاہدہ لوگوں کے لئے بھی سامانِ عبرت بنے گا۔

محصن کے لئے رجم کی سزا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا،اور آپؐ پر اپنی کتاب نازل فرمائی،پس اللہ تعالیٰ نے جو آیات اتاریں ان میں آیتِ رجم بھی تھی۔اور خود رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا،اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔اور رجم اللہ کی شریعت میں برحق سزا ہے،اس پر جس نے زنا کیا جبکہ وہ شادی شدہ ہو،خواہ مرد ہو یا عورت،جب گواہ قائم ہو جائیں یا حمل ہو یا اقرار (متفق علیہ،مشکوٰۃ حدیث ۳۵۵۷)اور نسائی کی روایت میں ہے کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ کہنے والے کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا تو میں قرآن کے کسی گوشے میں اس کو لکھ دیتا ـــــ آیتِ رجم:جس کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے اور حکم باقی ہے:یہ ہے:الشَّيْخُ وَالشيخةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجِمُوْهما الْبَتَّةَ، نَكَالاً من الله، والله عزيز حكيم:یعنی محصن مرد اور محصن عورت:جب دونوں زنا کریں تو دونوں کو قطعی طور پر سنگسار کردو،یہ اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں۔یہ آیت سورۃ الاحزاب میں تھی (فتح الباری ۱۲:۱۴۳)

اور محصن کے لئے رجم کی سزا دو وجہ سے ہے:

پہلی وجہ:بچپن اور بلوغ کے احکام مختلف ہوتے ہیں۔بلوغ سے پہلے عقل ناتمام اور جسم ناتواں ہوتا ہے،اور انسان بچہ شمار ہوتا ہے،مرد نہیں ہوتا،اس لئے وہ احکام شرعیہ کا مکلّف نہیں ہوتا۔اور بلوغ کے بعد عقل تام اور جسم طاقتور ہو جاتا ہے،اور انسان مرد کہلانے لگتا ہے،اس لئے اس پر احکام شرعیہ لازم ہوتے ہیں ـــــ اسی طرح شادی سے پہلے اور شادی کے بعد احوال مختلف ہوتے ہیں،شادی سے پہلے اگرچہ آدمی:عاقل،بالغ اور مرد ہوتا ہے،مگر ناتجربہ کار اور دوسرے کے ماتحت ہوتا ہے،اور شادی کے بعد صورتِ حال بدل جاتی ہے،اس لئے دونوں کے احکام مختلف ہیں۔غیر شادی شدہ کا زنا بھی اگرچہ جرم ہے مگر ہلکا،اس لئے اس کے لئے کوڑوں کی سزا تجویز کی گئی۔اور شادی شدہ کا زنا سنگین جرم ہے اس لئے

اس کی سزا سنگسار کرنا مقرر کی گئی۔

دوسری وجہ: انسان کے لئے انسانیت ہی سب سے بڑا شرف ہے، پھر آزاد متزوج کو اللہ تعالیٰ نے مزید پانچ نعمتوں سے سرفراز کیا ہے۔ اس کو آزادی، عقل، بلوغ اور دولتِ اسلام سے سرفراز کیا، اور ایسی ہی بیوی بھی عنایت فرمائی جس کی صحبت سے سیری ہو جاتی ہے، پھر بھی اس کا حرمتِ خداوندی کی پردہ دری کرنا ایسا جرم اور کفرانِ نعمت ہے کہ اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا ہی مناسب ہے۔

آیتِ رجم کی تلاوت منسوخ اور حکم باقی ہے:

قرآنِ کریم میں نسخ ہوا ہے۔ سورۃ البقرۃ (آیت ۱۰۶) میں اس کا ذکر ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ پھر نسخ کی تین صورتیں ہیں: اول: بعض آیتوں کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوئے ہیں۔ دوم: بعض آیتوں کی صرف تلاوت منسوخ ہوئی ہے اور حکم باقی ہے۔ سوم: بعض آیتوں کی تلاوت باقی ہے اور ان کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

پہلی قسم کی وجہ تو ظاہر ہے، باقی دو قسموں کی وجہ یہ ہے کہ کبھی کسی آیت کا قرآنِ کریم میں باقی رکھنا مصلحت نہیں ہوتا مگر اس کا حکم باقی رکھنا مقصود ہوتا ہے اس لئے پہلے آیت نازل کی جاتی ہے اور اس پر عمل شروع کرا دیا جاتا ہے، پھر اس کی تلاوت منسوخ کر دی جاتی ہے۔ جیسے نمازیں پہلے پچاس فرض کی گئی تھیں، پھر ان کو منسوخ کر کے پانچ باقی رکھیں۔ اس میں مصلحت تھی، رجم کی آیت بھی اسی قبیل کی ہے۔ اور بعض آیات میں مذکور حکم اگرچہ عمومی احوال میں ختم کر دیا جاتا ہے مگر خصوصی احوال میں یا کلی کے بعض افراد میں باقی ہوتا ہے اس لئے ان کی تلاوت باقی رکھی جاتی ہے۔ ایسی آیتیں پندرہ بیس ہیں۔ جیسے ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کرنے کا حکم (سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۰) اس آیت پر عمل اس وقت ضروری ہے جب مرنے والے کو اندیشہ ہو کہ اس کے بعد ورثاء ترکہ صحیح تقسیم نہیں کریں گے، زبردست سارے مال پر قبضہ کر لیں گے۔ ایسی صورت میں معروف طریقہ پر یعنی حسبِ حصصِ شرعیہ وصیت نامہ لکھ کر رجسٹرڈ کرانا ضروری ہے تاکہ بعد میں بدعنوانی نہ ہو، یہ خصوصی احوال میں آیت پر عمل کی مثال ہے، اور جیسے روزوں کے فدیہ کا حکم (سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۴) شیخ فانی کے حق میں باقی ہے، یہ بعض افراد میں حکم باقی ہونے کی مثال ہے، غرض ان دونوں صورتوں میں آیت کی تلاوت باقی رکھی جاتی ہے اور عمومی احوال میں اس کا حکم ختم کر دیا جاتا ہے۔

اور دوسری قسم میں نسخ کی مصلحت یہ ہے کہ قرآنِ کریم صرف کتابِ احکام نہیں، بلکہ کتابِ دعوت بھی ہے، مسلم اور غیر مسلم سب اس کو پڑھتے ہیں۔ پس اگر اس میں رجم جیسی سخت سزا کا تذکرہ ہوگا تو جو غیر مسلم اس کا مطالعہ کرے گا: سہم جائے گا، وہ آیت اس کے ایمان میں رکاوٹ بن جائے گی۔ وہ سوچے گا کہ اگر میں نے قرآن کی دعوت قبول کی اور ایمان لے آیا تو فوراً سنگسار کر دیا جاؤنگا، کیونکہ وہ شادی شدہ اور زناکار ہے، اس کے خیال میں اس کے لئے زنا سے بچنا ممکن

نہیں۔روایات میں حضرت ابو کبیر ہذلی رضی اللہ عنہ کا واقعہ آیا ہے۔جب انھوں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تو زنا کی اجازت طلب کی۔نبی ﷺ نے ان سے سوال کیا: اگر کوئی شخص تمہاری بیٹی یا بہن سے زنا کرے تو تم اس کو پسند کرو گے؟ انھوں نے کہا: ہر گز نہیں! آپؐ نے فرمایا: ’’پھر تم جن عورتوں سے زنا کرتے ہو وہ بھی تو کسی کی بیٹی یا بہن ہیں، اور ان کو بھی اس حرکت سے ویسی ہی اذیت پہنچتی ہے جیسی تمہیں پہنچتی ہے!‘‘ بات ابو کبیر کی سمجھ میں آگئی، عرض کیا: یارسول اللہ! دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میرے دل سے زنا کا ہوکا (شدید خواہش) نکال دیں ــــ یا جیسے غیر مسلم کو شراب کا چسکا لگا ہوا ہوتا ہے، اب اگر شراب نوشی کی سزا کا تذکرہ کتابِ دعوت میں ہوگا تو یہ بات دعوت کی راہ میں مانع بنے گی، حالانکہ اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دل پھیر دیتے ہیں اور ایسی بری عادتیں چھوٹ جاتی ہیں، مگر قبولِ اسلام سے پہلے تک اندیشہ لگا رہتا ہے۔چنانچہ شراب نوشی کی سزا کا بھی تذکرہ قرآنِ کریم میں نہیں کیا گیا، حدیثوں میں اس کی سزا کا بیان ہے، اور اسی حکمت سے رجم کی سزا کا تذکرہ قرآن کریم میں سے حذف کر دیا گیا۔

جو سزا سخت ہے اس کا ثبوت بھی مشکل ہے:

زنا کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے، اس لئے قانون میں اس کے ثبوت کے لئے شرائط بھی سخت رکھی گئی ہیں۔اگر ثبوتِ جرم میں ذرا بھی کمی رہ جائے یا شبہ پیدا ہو جائے تو حد اٹھ جاتی ہے، صرف تعزیری سزا بقدر جرم دی جاتی ہے چنانچہ تمام معاملات میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ثبوت کے لئے کافی ہوتی ہے، مگر حدِ زنا جاری کرنے کے لئے چار مرد گواہوں کی عینی شہادت ضروری ہے، جس میں کوئی التباس نہ ہو، گواہوں نے واضح طور پر زنا دیکھا ہو، یہ نہایت مشکل امر ہے۔پھر یہ بھی احتیاط برتی گئی ہے کہ اگر شہادت کا نصاب پورا نہ ہو یا گواہی صاف نہ ہو تو گواہوں کی خیر نہیں۔ان کو حدِ قذف (جھوٹی تہمت لگانے کی سزا) اسّی کوڑے لگائی جائے گی، یہ بھی ایک ایسی سخت احتیاط ہے کہ شبہ کی صورت میں کوئی شہادتِ زنا پر اقدام نہیں کر سکتا۔

سزا سے سزا کا ہوّا بہتر ہے:

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب زنا کا ثبوت مشکل ہے تو سزا مقرر کرنے کا کیا فائدہ؟ جواب یہ ہے کہ سزا سے سزا کا ہوّا (مہیب صورت) بہتر ہے۔خطرے کی تلوار کا لٹکا رہنا معاشرہ کو برائیوں سے روکنے میں وہ کردار ادا کرتا ہے جو سزا کا جاری کرنا نہیں کرتا۔غیر مسلم ممالک (امریکہ، برطانیہ وغیرہ) کی صورتِ حال اور اسلامی ملک (سعودیہ) کی صورتِ حال میں موازنہ کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی۔سورت (گجرات) کے ایک پروفیسر میرے پاس آئے، وہ لندن سے شائع ہونے والا ایک میگزین لے کر آئے تھے۔اس میں اسلامی سزاؤں پر تنقید کی گئی تھی، پروفیسر صاحب نے کہا: میں اس کا جواب لکھنا چاہتا ہوں، مجھے معلومات درکار ہیں۔میں نے کہا: یہ اعتراض واقعی ہے، اسلام میں تین

چار جرائم کی سزائیں سخت ہیں، آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ وہ حیران رہ گئے۔ پھر میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ امریکہ اور سعودیہ کے ایک سال کے اعداد وشمار لائیں کہ وہاں زنا، قتلِ ناحق اور چوری کی صورتِ حال کیا رہی؟ وہ ایک ہفتہ کے بعد دونوں ملکوں کا دس سالہ چارٹ بنا کر لائے، جس سے یہ بات سامنے آئی کہ امریکہ میں ہر چار منٹ میں ایک قتلِ ناحق ہوتا ہے، اور زنا اور چوری کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ اور سعودیہ میں دس سال میں سنگساری کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا، چند لوگوں کو کوڑے مارے گئے اور چند لوگوں کو قصاصاً قتل کیا گیا یا چوری میں ہاتھ کاٹے گئے۔ تب میں نے کہا یہ اُس مضمون کا جواب ہے۔ سزا سے سزا کا ہوا بہتر ہے۔ سعودیہ میں چونکہ اسلامی سزاؤں کی تلوار لوگوں کے سروں پر لٹکی ہوئی ہے اس لئے وہاں عورتوں کی عزت محفوظ ہے۔ قیمتی مال کی طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا، اور لوگوں کے خون رائیگاں نہیں جاتے، کیونکہ سرعام کوڑے کھانے سے ہر شخص ڈرتا ہے، اپنا ہاتھ ہر ایک کو پیارا ہے اور قتل پر اقدام کرنے والا پہلے سوچ لیتا ہے کہ قتل کے بعد میری بھی باری آئے گی۔ اور امریکہ میں چونکہ سزائیں ہلکی ہیں، اس لئے وہ جرائم کی روک تھام نہیں کر سکتیں۔

حدود صرف چار ہیں:

حدود: یعنی وہ سزائیں جو قرآن، حدیث یا اجماعِ امت سے ثابت ہیں، اور وہ مفادِ عامہ کے لئے مشروع کی گئی ہیں، جو نہ معاف کی جاسکتی ہیں اور نہ ان میں سفارش کی گنجائش ہے، ایسی اسلامی سزائیں صرف چار ہیں: زنا کی سزا، چوری کی سزا، زنا کی تہمت لگانے کی سزا اور شراب نوشی کی سزا۔ ڈاکہ زنی کی سزا چوری کی سزا کے ساتھ لاحق ہے، اور قصاص کو چونکہ مقتول کے ورثاء معاف کر سکتے ہیں اس لئے وہ حدود میں شمار نہیں۔

یہی وہ سزائیں ہیں جن سے دشمنانِ اسلام اور نام نہاد مسلمان لرزہ براندام ہیں۔ کفاران حدود کے ذریعہ اسلام کی شبیہ بگاڑتے ہیں۔ باقی جرائم کی سزائیں شریعت نے مقرر نہیں کیں، قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دی ہیں۔ اور ان چار گناہوں کی سزائیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے متعین کی ہیں کہ یہ جرائم کثیر الوقوع ہیں۔ اگر لوگ ان سے بچ جائیں تو باقی گناہوں سے بچنا ان کے لئے آسان ہے۔ سعودیہ کی عدالتوں میں جائیں وہاں مقدمات جمع نہیں رہتے، نہ جیلیں مجرموں سے بھری پڑی ہیں۔ اور غیر اسلامی ممالک کا جائزہ لیں: مقدمات کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور جیلیں مجرموں سے بھری پڑی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے بنیادی جرائم کی روک تھام کر دی ہے اس لئے دوسرے جرائم بہت کم واقع ہوتے ہیں، اور غیر مسلموں نے اس کا انتظام نہیں کیا، اس لئے ان کے یہاں جرائم بے حساب ہیں۔

نام نہاد مسلمان اسلامی سزاؤں کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلامی سزائیں ایسی مفید، کارآمد اور بابرکت ہیں تو مسلمانوں کے ملکوں میں نام نہاد

مسلمان ان سزاؤں کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دو وجہ سے اس کی مخالفت کرتے ہیں:

پہلی وجہ: کچھ موہوم اندیشے ہیں جو ان کو مخالفت پر مجبور کرتے ہیں۔ وہ لوگ خود ان جرائم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ شراب کا دور ان کی محفلوں میں چلتا رہتا ہے، بے پردگی ان کے معاشرہ میں عام ہے، جس کی وجہ سے وہ فاحشہ سے نہیں بچ سکتے۔ رشوت ستانی ان کے یہاں بہترین ذریعہ معاش ہے، اور رشوت ستانی مہذب ڈاکہ ہے، اور اتہام لگانا ان کا رات دن کا مشغلہ ہے، اس لئے وہ سوچتے ہیں کہ اگر اسلامی سزائیں جاری ہوگئیں تو سب سے پہلے ان کی گردن نپے گی، اس لئے وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں، ورنہ آنرا کہ حساب بے باک است از کسے چہ باک!

دوسری وجہ: وہ یہ کہتے ہیں کہ معاشرہ بگڑا ہوا ہے، اگر اسلامی سزائیں نافذ کی جائیں گی تو بے شمار لوگ سزا پائیں گے اور ملک میں کھلبلی مچ جائے گی۔ یہ بات ایک درجہ میں صحیح ہے، مگر اس کا حل موجود ہے، اور وہ یہ ہے کہ اسلامی سزائیں مرحلہ وار نافذ کی جائیں، پہلے فواحش کی روک تھام کی جائے، شراب کی صنعت اور درآمد پر روک لگائی جائے، سنیما اور ٹی وی کے فحش مناظر پر پابندی لگائی جائے اور مثبت پہلو سے اسلامی تعلیمات کی اشاعت کی جائے اور لوگوں کی دینی تربیت کی جائے، پھر اسلامی سزائیں نافذ کی جائیں، یکدم نافذ نہ کی جائیں اور عبوری مرحلہ میں زنا کی وہ سزا بھی دی جاسکتی ہے جو سورۃ النساء (آیت ۱۵و۱۶) میں آئی ہے اور شراب نوشی میں ہاتھوں، چپلوں اور چھڑیوں سے مارا جائے، پھر آخری مرحلہ میں اسلامی سزائیں جاری کی جائیں تو ملک میں کوئی خلفشار نہیں ہوگا —— بلکہ تجربہ یہ ہے کہ پہلے ہی مرحلہ میں اسلامی سزائیں نافذ کردی جائیں تو بھی دو چار پر حد جاری ہوتے ہی مجرموں کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں، اور وہ یکدم جرائم سے باز آجاتے ہیں، کوئی اقدام کرکے دیکھے تو!

زنا انتہائی درجہ کی برائی ہے اس لئے حرام ہے:

اس کے بعد ارشادِ پاک ہے —— بدکار مرد صرف بدکار عورت سے یا مشرک عورت سے نکاح کرتا ہے، اور بدکار عورت سے صرف بدکار مرد یا مشرک نکاح کرتا ہے، اور وہ (زنا) مؤمنین پر حرام کیا گیا ہے —— اس آیت میں زنا کی برائی ظاہر کی گئی ہے۔ مسئلہ بیان نہیں کیا گیا۔ کیونکہ لاینکح اور لاینکحھا: دونوں فعل مضارع منفی ہیں، فعل نہی نہیں ہیں، یعنی ایک بات کی خبر دی گئی ہے، ممانعت نہیں کی گئی۔ اس آیت کے ذریعہ یہ بتلایا ہے کہ زنا اس قدر برا کام ہے کہ جن لوگوں کی اس فعل شنیع کی طرف رغبت ہوتی ہے ان کا نیک لوگوں سے کوئی جوڑ نہیں ہوتا۔ ان کا جوڑ اپنے ہی جیسے برے لوگوں سے ہوتا ہے یا ان سے بھی پرلے درجے کے بُرے لوگوں سے ہوتا ہے۔ جو مرد زنا کا خوگر ہوتا ہے وہ بھلا کسی نیک خاتون سے نکاح کیوں کرے گا، اس کی رغبت ایسی ہی بدقماش عورت کی طرف ہوگی یا مشرک عورت کی طرف ہوگی جس کا کوئی دین ومذہب نہیں، اسی طرح آوارہ عورت کسی نیک آدمی کا حرم بن کر رہنا کیوں پسند کرے گی، وہ تو کوئی دیّوث

(بھڑوا) ڈھونڈھے گی یا اس سے بھی پرلے درجہ کا بُرا آدمی مشرک تلاش کرے گی۔

زنا کی اسی انتہائی درجہ کی برائی کی وجہ سے یہ فعل شنیع مؤمنین پر حرام کیا گیا ہے، اور اس کی روک تھام کے لئے مذکورہ سزا تجویز کی گئی ہے۔

ملحوظہ: یہ مضمون ایک اور طرح سے آیت ۲۶ میں بھی آ رہا ہے۔ فرمایا: ''گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں!''

> مشرک مرد اور مشرک عورت سے تو نکاح کسی حال میں جائز نہیں، اور مسلمان زانی اور زانیہ سے نکاح جائز ہے، نبی ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کا ایسی عورتوں سے نکاح کرنا ثابت ہے

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵

وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	شُهَدَآءَ	گواہ	شَهَادَةً	کوئی گواہی
يَرْمُوْنَ (۱)	(زنا کی) تہمت لگائیں	فَاجْلِدُوْهُمْ	پس کوڑے مارو ان کو	اَبَدًا (۴)	کبھی بھی
الْمُحْصَنٰتِ (۲)	پاک دامن عورتوں پر	ثَمٰنِيْنَ	اسّی	وَاُولٰٓئِكَ (۵)	اور یہ لوگ
ثُمَّ	پھر	جَلْدَةً	کوڑے	هُمُ	ہی
لَمْ يَأْتُوْا	نہ لائیں وہ	وَّلَا تَقْبَلُوْا	اور قبول نہ کرو	الْفٰسِقُوْنَ	اطاعت سے نکلنے والے ہیں
بِأَرْبَعَةِ (۳)	چار	لَهُمْ	ان کی	اِلَّا	مگر

(۱) رَمَی (ض) فلانا بأمر: کسی پر الزام لگانا، تہمت لگانا۔ یہاں صلہ بالزنا گذشتہ آیات کے قرینہ سے محذوف ہے (۲) المُحْصَنَة: اسم مفعول از باب افعال، أَحْصَنَ الرجلُ کے دو معنی ہیں: شادی شدہ ہونا اور پاک دامن ہونا، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں...... (۳) بأربعة: میں باء صلہ کی ہے أتی بہ: لانا۔ (۴) أبداً: کا ترجمہ کلام مثبت میں ''ہمیشہ'' ہوتا ہے، جیسے خالدین فیھا أبدا اور کلام منفی میں ''ہرگز نہیں'' ''کبھی نہیں'' ہوتا ہے، جیسے لا آتیك أبداً ...... فاجلدو اور لا تقبلوا: امر و نہی یعنی انشاء ہیں اور خطاب حکام سے ہے (۵) أولئك: جملہ خبریہ مستأنفہ ہے اور اسی سے إلا کا استثناء ہے۔

الَّذِيْنَ	جنھوں نے	ذٰلِكَ	اس کے	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ
تَابُوْا(۱)	توبہ کی	وَاَصْلَحُوْا(۲)	اور اپنی اصلاح کی	غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے
مِنْۢ بَعْدِ	بعد	فَاِنَّ	پس بیشک	رَّحِيْمٌ	بڑے رحم والے ہیں

زنا چونکہ انتہائی درجہ کی بُرائی ہے اس لئے اس کی سزا سب جرائم سے سخت تجویز کی گئی ہے، مگر ساتھ ہی اس کے ثبوت کے معاملہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ چار عینی مرد گواہوں کی شرط لگائی گئی ہے۔ اور بغیر شرعی ثبوت کے کسی کی طرف زنا کی نسبت کرنے کو سنگین جرم قرار دیا ہے، اور اس جرم کی سزا مقرر کی ہے۔ ان آیات میں اسی تہمتِ زنا کی سزا کا ذکر ہے۔

دوسرا حکم: —— بیوی کے علاوہ مرد و زن پر تہمتِ زنا کی سزا —— اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگائیں، پھر وہ چار گواہ پیش نہ کریں تو ان کو اسّی کوڑے مارو، اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ فاسق (حد اطاعت سے نکلنے والے) ہیں، مگر جو لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد توبہ کرلیں، اور اپنی حالت سنوار لیں تو اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

اس آیت میں مذکور تہمتِ زنا کی سزا کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے چھ باتیں سمجھنی ضروری ہیں:

پہلی بات: —— مردوں پر تہمت لگانے کا بھی وہی حکم ہے جو عورتوں پر تہمت لگانے کا ہے —— آیتِ کریمہ میں خاص شانِ نزول کی بنا پر یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی بنا پر (جس کا تذکرہ اگلے رکوع میں آرہا ہے) تہمتِ زنا اور اس کی سزا کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ تہمت لگانے والے مرد ہوں، اور جس پر تہمت لگائی گئی ہو وہ پاک دامن عورت ہو، مگر حکم اشتراکِ علت کی بنا پر عام ہے، کوئی عورت دوسری عورت پر یا مرد پر یا کوئی مرد دوسرے مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے، پھر شرعی ثبوت (چار گواہ) پیش نہ کرسکے تو اس پر حدِ قذف جاری کی جائے گی۔ اور حکم کا یہ عموم اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ اور اجماع کا مستند (مدار) ایک دوسرے معاملہ میں خلفائے راشدین کا عمل ہے۔ سورۃ النساء (آیت ۲۵) میں باندیوں کے لئے حدِ زنا میں تنصیف (آدھا کرنے) کا حکم ہے، خلفائے راشدین نے وہ حکم غلاموں پر بھی جاری کیا ہے، وہ غلاموں کو بھی پچاس کوڑے مارتے تھے، اسی طرح حدِ قذف کا یہ حکم بھی مردوں کو شامل ہے —— اور یہ سزا صرف زنا کی تہمت لگانے کی ہے، کیونکہ آیت میں یَرْمُوْنَ کا صلہ بِالزِّنَا محذوف ہے۔ دوسری کوئی تہمت لگانے کی

(۱) تَابَ (ن) تَوْبًا و تَوْبَةً: گناہ سے باز آنا، اصل معنی ہیں: لوٹنا، رجوع کرنا۔ تاب العبدُ: بندے کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا یعنی گناہ چھوڑ دینا اور تاب الله علی عبده: اللہ کا اپنے بندے کی طرف متوجہ ہونا یعنی اس پر رحم فرمانا اور اس کے گناہ کو معاف کردینا

(۲) أَصْلَحَ فی عمله أو أمره: کام ٹھیک کرلینا، معاملہ درست کرنا۔ یہاں بھی أَصْلَحوا کا ظرف فی عملهم محذوف ہے۔

سزا التعزیر ہے یعنی کوئی اور سزا جو قاضی مناسب سمجھے گا دے گا۔

دوسری بات: —— احصانِ قذف کیا ہے؟ —— احصان کی دو قسمیں ہیں: احصانِ رجم اور احصانِ قذف۔ احصانِ رجم کا تذکرہ پہلے آچکا ہے کہ مرد اور عورت دونوں عاقل، بالغ، آزاد اور مسلمان ہوں، اور نکاح صحیح کر کے ہم بستر ہو چکے ہوں۔ اور احسانِ قذف یہ ہے کہ جس پر زنا کا الزام لگایا گیا ہے وہ عاقل، بالغ، آزاد، مسلمان اور عفیف (پاک دامن) ہو یعنی پہلے کبھی اس پر زنا کا ثبوت نہ ہوا ہو، ایسا مرد اور ایسی عورت باب قذف میں مُحْصِنْ اور مُحْصَنَة ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اگر کوئی زنا کی بات کہے تو شرعی ثبوت ثبوت کرے، ورنہ حد قذف لگے گی، اور اگر کوئی شخص پاگل، بچے، غلام، غیر مسلم یا غیر عفیف پر تہمت لگائے تو حد قذف جاری نہ ہوگی، دوسری کوئی سزا دی جائے گی۔

تیسری بات: —— ثبوتِ زنا کے لئے چار گواہ کیوں ضروری ہیں؟ —— زنا اور تہمتِ زنا کے سرے ملے ہوئے ہیں۔ زنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ اس کو مٹانا، اس پر حد جاری کرنا اور اس پر دارو گیر کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح زنا کی تہمت لگانا بھی کبیرہ گناہ ہے، اس سے مقذوف کی سخت بدنامی ہوتی ہے، اس لئے اس پر بھی دارو گیر ضروری ہے۔

اور زنا کی تہمت اور زنا کی گواہی کی سرحدیں بھی ملی ہوئی ہیں۔ کیونکہ اگر تہمت لگانے والے کی گرفت کی جائے تا کہ اس پر حد جاری کی جائے تو وہ کہے گا: ”میں زنا کا گواہ ہوں، تہمت نہیں لگا رہا“ اس طرح وہ حد قذف سے بچ جائے گا۔ اور اگر کوئی زنا کی گواہی دے تو مشہود علیہ یہ کہہ کر جان بچالے گا کہ: ”یہ تہمت لگا رہا ہے، اس کو حد قذف ماری جائے“

پس جب حکام کے نزدیک یہ دونوں باتیں ہم شکل ہیں تو ضروری ہے کہ کسی واضح بات کے ذریعے ان میں امتیاز کیا جائے۔ اور وہ واضح بات مخبرین (خبر دینے والوں) کی کثرت ہے۔ جب کسی بات کی خبر دینے والے زیادہ ہوتے ہیں تو گواہی اور سچائی کا گمان قوی ہو جاتا ہے، اور تہمت کا گمان ضعیف ہو جاتا ہے یعنی جب بہت سے لوگ زنا کی خبر دیں تو ظن غالب یہ قائم ہوگا کہ یہ لوگ گواہ ہیں، تہمت لگانے والے نہیں ہیں۔ اور سچے ہیں، جھوٹے نہیں ہیں۔ کیونکہ تہمت لگانے والے میں دو باتیں پائی جاتی ہیں: ایک: دین کی کمزوری۔ دوسری: مقذوف سے دشمنی، کیونکہ دیندار آدمی اتہام تراشی نہیں کرتا، یہ حرکت بددین لوگ ہی کرتے ہیں، اور وہ بھی اس وقت کرتے ہیں جب ان کے دل میں مقذوف سے کینہ ہوتا ہے۔ اور ان دونوں باتوں کا مسلمانوں کی جماعت میں جمع ہونا عقل سے بعید ہے، پس چار شخصوں کی گواہی میں تہمت کا احتمال باقی نہیں رہتا، بلکہ گواہی کا پہلو متعین ہو جاتا ہے (رحمۃ اللہ ۵:۳۱۳)

چوتھی بات: —— چار کی گواہی شرط ہونے سے مجرم کو راحت نہیں ملے گی —— اگر کوئی خیال کرے کہ جب ثبوتِ زنا کے لئے چار کی گواہی شرط ہوگی تو مجرموں کو کھلی چھوٹ مل جائے گی، وہ زنا کریں گے اور اس کا ثبوت دشوار ہوگا، کیونکہ چار عینی گواہوں کا ملنا سخت دشوار ہے، اور اس کے بغیر زبان کھولنے پر حد قذف لگے گی تو کون زبان کھولے گا؟

—— ایسا سوچنا صحیح نہیں۔ کیونکہ زنا کی حد شرعی جاری کرنے کے لئے تو بیشک چار گواہ ضروری ہیں، مگر غیر محرم مرد و زن کو یک جا قابل اعتراض حالت میں دیکھنے کی یا بے حیائی کی باتیں کرنے کی گواہی دینے میں چار کی گواہی شرط نہیں۔ اور وہ امور جو زنا کے مقدمات ہیں وہ بھی قابلِ تعزیر جرائم ہیں۔ قاضی اپنی صوابدید سے ان کی بھی سزا دے گا۔ پس جب چار گواہ نہ ہوں تو لفظ زنا سے شہادت نہ دے، بلکہ ناجائز تعلقات اور بے حجابانہ میل جول کی گواہی دے تاکہ قاضی مجرم کا علاج کرے، اور اس صورت میں گواہوں پر حد قذف نہیں لگے گی۔

پانچویں بات: —— محدود در قذف کے مردود الشہادۃ ہونے کی وجہ —— آیت کریمہ میں حد قذف کا تکملہ ردّ شہادت کو بنایا ہے۔ اور اس کی وجہ زنا کی سزا میں بیان کی جاچکی ہیں کہ جسمانی ایذا رسانی کے ساتھ رسوائی کا ملانا ضروری ہے۔ کیونکہ تکلیف دینے کی دو صورتیں ہیں: جسمانی اور نفسانی۔ کوڑے جسمانی سزا ہیں اور گواہی قبول نہ کرنا نفسانی۔ یہ ایک ایسی عار کی بات ہے جو تہمت لگانے والوں سے کبھی جدا نہ ہوگی۔

چھٹی بات: —— توبہ کے بعد محدود در قذف کی گواہی کا حکم —— محدود در قذف اگر گناہ سے توبہ کر لے، یعنی مقذوف سے معافی مانگ کر توبہ کر لے تو اب اس کی گواہی قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اب بھی اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ وہ ہمیشہ کے لئے مردود الشہادۃ ٹھہرا دیا گیا ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شہادت قبول کی جائے گی، کیونکہ جب توبہ سے اس کا فسق (گناہ) ختم ہو گیا تو اس کا اثر بھی ختم ہو جائے گا۔ اور اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ: ﴿ إِلَّا الَّذِيْنَ ﴾ کا استثناء سابقہ دونوں جملوں سے ہے یا صرف آخری جملہ سے؟ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں جملوں کی طرف استثناء راجع ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صرف جملۂ اخیرہ کی طرف۔ یعنی توبہ سے اس کا صرف فسق ختم ہو جائے گا اور آخرت میں سزا نہیں پائے گا، رہا دنیا میں ردّ شہادت کا معاملہ تو وہ بدستور باقی رہے گا۔

اور امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ فاجلدوا اور لا تقبلوا دونوں جملے انشائیہ ہیں اور دونوں کے مخاطب حکام ہیں، اس لئے لا تقبلوا کا حکم فَاجلدوا کا تتمہ ہے، اور وہ جملہ انشائیہ ہونے کی وجہ سے تکملہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور أولئک جملہ خبریہ ہے اور واو کے ذریعہ عطف کیا گیا ہے جو فی الجملہ مغائرت کو مقتضی ہے، اس لئے وہ حد کا تکملہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، نہ حکام اس جملہ کے مخاطب ہیں، پس إلا کا استثناء دونوں جملوں کی طرف راجح نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا تعلق صرف قریبی جملہ سے ہے۔

علاوہ ازیں: ایک موٹی سی بات یہ ہے کہ جب لَا تَقْبَلُوْا کے ساتھ أَبَدًا کی قید لگ گئی تو اب اس سے استثناء ہو ہی نہیں سکتا، اس لئے استثناء کا تعلق صرف دوسرے جملے سے ہے۔

مسئلہ: حد قذف میں چونکہ بندے کا حق بھی شامل ہے، اس لئے حد اس وقت لگائی جائے گی جب مقذوف یعنی جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ حد جاری کرنے کا مطالبہ کرے، ورنہ حد ساقط ہو جائے گی (ہدایہ) اور حد زنا خالص اللہ کا حق ہے اس لئے خواہ کوئی مطالبہ کرے یا نہ کرے جرم ثابت ہونے پر حد زنا جاری کی جائے گی۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ ۝ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝ ع

وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	اَرْبَعُ	چار	اِنْ	اگر
يَرْمُوْنَ (۱)	تہمت لگائیں	شَهٰدٰتٍ	گواہیاں (ہیں)	كَانَ	ہو وہ
اَزْوَاجَهُمْ	اپنی بیویوں پر	بِاللّٰهِ (۴)	اللہ کی (قسم کیساتھ)	مِنَ الْكٰذِبِيْنَ	جھوٹوں میں سے
وَلَمْ يَكُنْ	اور نہ ہوں	اِنَّهٗ	بیشک وہ	وَيَدْرَؤُا (۶)	اور ہٹائے گی
لَّهُمْ	ان کے پاس	لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ	سچوں میں سے ہے	عَنْهَا	عورت سے
شُهَدَآءُ	گواہ	وَالْخَامِسَةُ (۵)	اور پانچویں بار	الْعَذَابَ	سزا کو
اِلَّآ	مگر	اَنَّ	کہ	اَنْ (۷)	یہ بات کہ
اَنْفُسُهُمْ (۲)	ان کی ذاتیں	لَعْنَتَ	پھٹکار	تَشْهَدَ	گواہی دے وہ
فَشَهَادَةُ (۳)	پس گواہی	اللّٰهِ	اللہ کی	اَرْبَعَ	چار
اَحَدِهِمْ	ان کے ایک کی	عَلَيْهِ	اس پر	شَهٰدٰتٍ	گواہیاں

(۱) یرمون: کا صلہ بالزنا محذوف ہے (۲) أنفسهم: شهداء سے بدل ہے، کیونکہ استثناء کلام غیر موجب میں ہے۔
(۳) فشهادةُ: مبتدا اور أربع خبر ہے (۴) بالله: شهادة سے متعلق ہے، اور معمول چونکہ ظرف ہے اس لئے فصل کے باوجود مصدر کا عمل جائز ہے (۵) والخامسةُ: مبتدا اور أن لعنة الله: خبر ہے (۶) دَرَأَ (ف) دَرْءً ا عنه الشيئَ بكذا: کسی چیز کے ذریعہ کسی سے کوئی چیز ہٹانا، دور کرنا (۷) أن أي بأن: باء جارہ محذوف ہے۔

بِاللّٰهِ	اللہ کی (قسم کیساتھ)	اللّٰهِ	اللہ کا	عَلَيْكُمْ	تم پر
إِنَّهٗ	بیشک وہ (شوہر)	عَلَيْهَآ	اس (عورت) پر	وَ رَحْمَتُهٗ	اور اس کی مہربانی
لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ	جھوٹوں میں سے ہے	إِنْ كَانَ	اگر ہو وہ (شوہر)	وَأَنَّ اللّٰهَ	اور یہ کہ اللہ
وَالْخَامِسَةَ (۱)	اور پانچویں بار	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ	سچوں میں سے	تَوَّابٌ	توبہ قبول کرنے والے
أَنَّ	بایں طور کہ	وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتا	حَكِيْمٌ	حکمت والے ہیں
غَضَبَ	غضب	فَضْلُ اللّٰهِ	اللہ کا فضل		(توتم بڑی مضرتوں میں پڑجاتے) (۲)

زنا کی تہمت لگانے کا جو حکم ابھی مذکور ہوا کہ قاذف (تہمت لگانے والا) چار عینی گواہ پیش کرے، ورنہ اس کو حد قذف لگائی جائے، یہ حکم عام لوگوں کے حق میں تو ممکن العمل ہے، کیونکہ ان کو اگر چار گواہ میسر نہیں ہونگے تو خاموش رہیں گے تاکہ حد قذف سے بچ جائیں، مگر شوہر کے حق میں یہ حکم ممکن العمل نہیں۔ کیونکہ زنا تنہائی میں ہوتا ہے، اور شوہر اپنے گھر کے احوال سے واقف ہوتا ہے۔ اور اس کے سامنے ایسے قرائن آتے ہیں جو دوسروں کے سامنے نہیں آتے، پس اس خانگی معاملہ پر شوہر سے گواہ کیسے طلب کئے جاسکتے ہیں؟ —— پھر زمانۂ نبوت میں حد قذف کا حکم نازل ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے دو واقعے پیش آئے: ایک: حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کا۔ دوسرا: عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کا۔ دونوں نے اپنی بیویوں سے غیر مرد کو بدفعلی کرتے ہوئے دیکھا اور نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا جس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور شوہر کا حکم عام لوگوں سے علاحدہ کردیا۔

تیسرا حکم: —— بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا حکم —— اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں، اور ان کے پاس اپنی ذاتوں کے علاوہ گواہ نہ ہوں، تو ان کی گواہی کی صورت یہ ہے کہ شوہر چار مرتبہ گواہی دے کہ بخدا! وہ یقیناً سچا ہے، اور پانچویں بار کہے: اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی پھٹکار! —— اور عورت سے سزا کو یہ بات ہٹائے گی کہ وہ چار مرتبہ گواہی دے کہ بخدا! شوہر یقیناً جھوٹا ہے، اور پانچویں بار کہے: اگر وہ سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب! —— اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی اور نہ یہ بات ہوتی کہ اللہ توبہ قبول کرنے والے، حکمت والے ہیں —— تو تم بڑی مضرتوں میں پڑجاتے! یعنی اللہ تعالیٰ نے شوہر کے لئے یہ حکم نازل فرماکر لوگوں پر بڑا کرم کیا، اور ان کو بڑی مضرتوں سے بچالیا۔

ان آیات میں مذکور حکم کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے پہلے دو باتیں سمجھ لی جائیں، پھر ضروری مسائل ذکر کئے جائیں گے:

(۱) والخامسةَ: کا عطف أربع پر ہے، اس لئے منصوب ہے۔ (۲) یہ لولا کا جواب ہے جو محذوف ہے۔

پہلی بات: —— لعان کے معنی —— ان آیات میں میاں بیوی کے لئے جو حکم ہے اس کا نام 'لعان' ہے۔ کیونکہ شوہر کی قسموں میں لعنت کا لفظ آیا ہے، اور عورت کی قسموں میں جو غضب کا لفظ آیا ہے وہ بھی لعنت ہی کی ایک صورت ہے۔ اور لعان: بابِ مفاعلہ کا مصدر ہے، جس کا خاصہ اشتراک ہے یعنی دو شخصوں کا مل کر کوئی فعل کرنا۔ پس لَاعَنَ مُلَاعَنَةً وَّلِعَانًا کے معنی ہیں: میاں بیوی کا باہم لعن طعن کرنا، یعنی شوہر کا بصورتِ کذب اپنی ذات پر لعنت بھیجنا اور عورت کا شوہر کے سچے ہونے کی صورت میں اپنے لئے اللہ کے غضب کو دعوت دینا۔

دوسری بات: —— لعان کا طریقہ —— لعان کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی: شوہر سے لعان کا آغاز کرے، پہلے شوہر چار مرتبہ کہے: أَشْهَدُ باللّٰهِ إني لمن الصادقين فيما رَمَيْتُهَا به من الزنا: میں گواہی دیتا ہوں: بخدا! میں یقیناً سچا ہوں اس زنا کی تہمت میں جو میں نے اس عورت (اور عورت کی طرف اشارہ کرے) پر لگائی ہے۔ اور پانچویں مرتبہ کہے: لعنةُ الله عليَّ إِنْ كنتُ من الكاذبين فيما رَمَيْتُهَا به من الزنا: مجھ پر اللہ کی لعنت ہو، اگر میں جھوٹا ہوں اس زنا کی تہمت میں جو میں نے اس عورت پر (اور عورت کی طرف اشارہ کرے) لگائی ہے۔

پھر عورت چار گواہیاں دے اور کہے: أَشْهَدُ بالله إنه لمن الكاذبين فيما رَمَانِيْ به من الزنا: میں گواہی دیتی ہوں: بخدا! یقیناً وہ (اور شوہر کی طرف اشارہ کرے) جھوٹا ہے اس زنا کی تہمت میں جو اس نے مجھ پر لگائی ہے۔ پھر پانچویں مرتبہ کہے: غَضَبُ الله عَلَيَّ إِنْ كانَ من الصادقين فيما رَمَانِيْ به من الزنا: اللہ کا غضب نازل ہو مجھ پر اگر وہ (اور شوہر کی طرف اشارہ کرے) سچا ہو اس زنا کی تہمت میں جو اس نے مجھ پر لگائی ہے —— لعان مکمل ہو گیا۔ اور میاں بیوی عربی نہ جانتے ہوں تو اپنی زبان میں مفہوم ادا کریں۔

لعان کے ضروری مسائل:

۱- لعان: اسلامی حکومت میں مقرر قاضی ہی کرا سکتا ہے۔ غیر مسلم ممالک میں امارتیں اور شرعی پنچایتیں لعان نہیں کرا سکتیں، کیونکہ ان کے پاس قوتِ نافذہ نہیں۔ قوله: في دار الإسلام: أخرج دار الحرب، لانقطاع الولاية (شامی ۲: ۶۳۵ باب اللعان)

۲- لعان: دو ہی صورتوں میں ہوتا ہے: ایک: جب شوہر بیوی پر صراحۃً زنا کی تہمت لگائے۔ دوم: جب شوہر بچے کی ولادت کے وقت نسب کی نفی کرے اور کہے کہ یہ میرا بچہ نہیں، یا حمل کی نفی کرے کہ یہ میرا حمل نہیں۔

۳- لعان: چونکہ ایسی گواہیاں ہیں جو قسم کے ساتھ قوی کی گئیں ہیں، اور مرد کی جانب میں لعنت کے ساتھ ملائی گئی ہیں، جو شوہر کے حق میں حدِ قذف کے قائم مقام ہے، اور عورت کی جانب میں غضب کے ساتھ ملائی گئی ہیں، جو اس کے حق میں حدِ زنا کے قائم مقام ہے، اس لئے ضروری ہے کہ زوجین اہلِ شہادت ہوں، اگر کسی میں گواہ بننے کی صلاحیت نہیں

ہے تو لعان نہیں ہو سکتا۔اور عورت کا پاک دامن ہونا ضروری ہے یعنی ایسا ہونا ضروری ہے کہ اس پر تہمت لگانے والے کو حد قذف لگائی جاسکے۔

۴-لعان کے لئے ضروری ہے کہ عورت قاضی کے پاس فریاد کرے اور شوہر پر حد قذف کا مطالبہ کرے۔اس کے مطالبہ کے بغیر لعان نہیں کرایا جائے گا۔

۵-جب لعان مکمل ہو جائے تو اس عورت سے صحبت اور دواعی صحبت حرام ہو جاتے ہیں۔پھر اگر مرد نے اس کو طلاق دیدی تو بہتر ہے، ورنہ قاضی ان میں تفریق کر دے یعنی کہہ دے کہ میں نے دونوں میں جدائی کر دی، چاہے دونوں رضامند ہوں یا نہ ہوں، اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی، پھر ان میں تجدید نکاح بھی نہ ہو سکے گی، جب تک دونوں میں سے ایک اپنی خطا کا مقرر اور دوسرے کا مصدق نہ ہو جائے۔اگر شوہر اپنی غلطی کا اقرار کر لے تو اس کو حد قذف لگائی جائے اور عورت اپنی غلطی کا اقرار کرے تو اس پر حد زنا جاری کی جائے،اس کے بعد تجدید نکاح ہو سکتی ہے۔

اور آخری آیت میں: یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اگر یہ حکم لعان مشروع نہ ہوتا اور تہمت لگانے کے عام قاعدہ کے مطابق شوہر کو حد قذف لگتی، یا وہ خاموش رہتا اور خون کے گھونٹ پیتا تو کیسی دشواری پیش آتی! اس لئے شوہر کے لئے قسمیں مشروع کیں، جن کے ذریعہ وہ حد قذف سے بچ گیا۔دوسری طرف اگر شوہر کے قسم کھانے پر زنا کا ثبوت ہو جاتا تو عورت سخت مصیبت میں پھنس جاتی، شوہر جب چاہتا جھوٹی قسمیں کھا کر عورت کو سولی پر چڑھا دیتا۔چنانچہ عورت کے لئے بھی قسمیں مشروع کیں تاکہ وہ بھی حد زنا سے بچ جائے۔پس لعان کی مشروعیت حق تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور مہربانی ہے اور جھوٹے کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کر سکتا ہے۔

عدالت میں لعان کی کاروائی:

جب کوئی شوہر اپنی پاک دامن بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا بچے کی نفی کرے، اور عورت جس پر الزام لگایا گیا ہے شوہر کو جھٹلائے اور قاضی سے مطالبہ کرے کہ مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی گئی ہے پس شوہر پر حد قذف جاری کی جائے، تو قاضی عورت سے مطالبہ کرے کہ وہ تہمت لگانے کو گواہوں سے ثابت کرے، جب وہ گواہوں سے یہ بات ثابت کر دے یا شوہر تہمت لگانے کا اقرار کر لے تو قاضی شوہر سے مطالبہ کرے کہ وہ زنا پر چار گواہ پیش کرے، اگر اس نے گواہ پیش کر دیئے تو عورت پر حد زنا جاری کی جائے۔اور اگر وہ چار گواہ نہ لا سکے تو دونوں میں مذکورہ طریقہ پر لعان کرایا جائے۔اگر شوہر لعان کرنے سے انکار کرے تو اس کو قید کر دیا جائے تا آنکہ وہ اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے یا قسمیں کھائے، پھر اگر وہ اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے تو اس پر حد قذف لگائی جائے۔اور قسمیں کھا لے تو پھر اسی طرح عورت قسمیں کھائے، اگر وہ لعان کرنے سے انکار کرے تو اس کو قید کر دیا جائے تا آنکہ وہ شوہر کے سچا ہونے کا اقرار کرے یا قسمیں کھائے۔اگر

وہ شوہر کے سچا ہونے کا اقرار کرے تو اس پر حد زنا جاری کی جائے اور قسمیں کھالے تو لعان پورا ہوا، اور دونوں سزا سے بچ گئے اور آخرت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔

جب لعان ہوگیا تو زوجین ایک دوسرے پر (جب تک دونوں صفتِ لعان پر باقی ہیں) حرام ہوگئے، اب نہ جماع جائز ہے نہ دواعی جماع۔ شوہر کو چاہئے کہ بیوی کو طلاق دے کر آزاد کردے، اور اگر وہ طلاق نہ دے تو قاضی دونوں میں تفریق کردے جو بحکم طلاق ہوگی۔ اس کے بعد عورت عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور عدت کا خرچہ عورت کو نہیں ملے گا۔ اور اگر بچہ کی یا حمل کی نفی کا واقعہ ہے تو قاضی بچے کا نسب باپ سے منقطع کردے، اب اس کی نسبت ماں کی طرف ہوگی، اور وہی ایک دوسرے کے وارث ہونگے، شوہر سے اس کا کچھ تعلق باقی نہیں رہے گا۔

اور لعان کے بعد نہ بیوی کو زانیہ کہنا جائز ہے نہ بچے کو ولد الزنا۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰۗىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِھٰذَا ڰ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

ع ۱۰ / ۸

وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

إِنَّ	بیشک	مَا اكْتَسَبَ	جو کمایا اس نے	بِأَنْفُسِهِمْ (۶)	اپنوں کے بارے میں
الَّذِيْنَ	جولوگ	مِنَ الْإِثْمِ	گناہ سے	خَيْرًا	نیک
جَآءُوْ	لائے وہ	وَالَّذِيْ (۴)	اور جو شخص	وَّقَالُوْا	اور (کیوں نہ) کہا انھوں نے
بِالْإِفْكِ	بہتان	تَوَلّٰى	ذمہ دار بنا		
عُصْبَةٌ (۱)	ایک گروہ ہے	كِبْرَهٗ	اس کے بڑے حصہ کا	هٰذَآ	یہ
مِّنْكُمْ	تم میں سے	مِنْهُمْ	ان میں سے	إِفْكٌ	بہتان ہے
لَا تَحْسَبُوْهُ	نہ گمان کرو اس کو	لَهٗ	اس کے لئے	مُّبِيْنٌ	صریح
شَرًّا (۲)	برا	عَذَابٌ	سزا ہے	لَوْلَا	کیوں نہ
لَّكُمْ	اپنے لئے	عَظِيْمٌ	دردناک	جَآءُوْ	لائے
بَلْ	بلکہ	لَوْلَآ (۵)	کیوں نہ	عَلَيْهِ	اس (بہتان) پر
هُوَ	وہ	إِذْ	جب	بِأَرْبَعَةِ	چار
خَيْرٌ	بہتر ہے	سَمِعْتُمُوْهُ	سنا تم نے اس کو	شُهَدَآءَ	گواہ
لَّكُمْ	تمہارے لئے	ظَنَّ	گمان کیا	فَإِذْ	پس جب
لِكُلِّ امْرِئٍ (۳)	ہر شخص کے لئے ہے	الْمُؤْمِنُوْنَ	مسلمان مردوں نے	لَمْ يَأْتُوْا	نہیں لائے وہ
مِّنْهُمْ	ان میں سے	وَالْمُؤْمِنٰتُ	اور مسلمان عورتوں نے	بِالشُّهَدَآءِ	گواہ

(۱) عصبة: إن کی خبر ہے (۲) شراً: لاتحسبوا کا مفعول ثانی ہے (۳) لكل امرئ: خبر مقدم اور ما اكتسب: مبتدا مؤخر ہے (۴) الذی مع صلہ: مبتدا اور له عذاب إليم: جملہ اسمیہ خبریہ: خبر ہے .... كِبْر: اسم مصدر: بڑا حصہ، بڑا بوجھ، کبر کے معنی غرور بھی ہیں، وہ یہاں مراد نہیں (۵) ان آیات میں پانچ جگہ لولا آیا ہے۔ تین جگہ تحضیضیہ ہے اور دو جگہ امتناعیہ۔ تحضیض کے معنی ہیں بختی کے ساتھ فعل (کام) پر ابھارنا۔ وہ تین جگہ یہ ہیں: ۱- آیت ۱۲ میں جہاں لولا کا مدخول ظَنَّ ہے۔ ۲- آیت ۱۳ میں۔ ۳- آیت ۱۶ میں جہاں لولا کا مدخول قلتم ہے۔ اور لولا امتناعیہ حرف شرط اور لا نافیہ سے مرکب ہوتا ہے، اور پہلی جگہ (آیت ۱۴ میں) جزاء لمسکم ہے اور دوسری جگہ (آیت ۲۰ میں) جزاء محذوف ہے جو ترجمہ میں نکالی گئی ہے۔ (۶) بأنفسهم: أی بأهل ملتهم۔ یعنی مسلمانوں کے حق میں۔

لفظ	ترجمہ	لفظ	ترجمہ	لفظ	ترجمہ
فَاُولٰٓئِكَ	تو وہ لوگ	بِاَلْسِنَتِكُمْ	اپنی زبانوں سے	اَنْ	کہ
عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے نزدیک	وَ تَقُوْلُوْنَ	اور کہہ رہے تھے تم	نَّتَكَلَّمَ	منہ سے بات نکالیں
هُمُ	وہی	بِاَفْوَاهِكُمْ	اپنے مونہوں سے	بِهٰذَا	یہ
الْكٰذِبُوْنَ	جھوٹے ہیں	مَّا	(وہ بات) جو	سُبْحٰنَكَ	پاک ذات ہے آپکی!
وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتا	لَيْسَ	نہیں تھا	هٰذَا	یہ
فَضْلُ	فضل	لَكُمْ	تمہارے لئے	بُهْتَانٌ	بہتان ہے
اللّٰهِ	اللہ کا	بِهٖ	اس کے بارے میں	عَظِيْمٌ	بڑا
عَلَيْكُمْ	تم پر	عِلْمٌ	کچھ علم	يَعِظُكُمُ	نصیحت کرتے ہیں تمکو
وَرَحْمَتُهٗ	اور اس کی مہربانی	وَّتَحْسَبُوْنَهٗ	اور گمان کرتے تھے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
فِي الدُّنْيَا	دنیا میں		تم اس کو	اَنْ	کہ
وَالْاٰخِرَةِ	اور آخرت میں	هَيِّنًا	معمولی بات	تَعُوْدُوْا	(نہ) لوٹو تم
لَمَسَّكُمْ	تو ضرور چھوتا تم کو	وَّهُوَ	حالانکہ وہ	لِمِثْلِهٖٓ [3]	اس بات کی طرف
فِيْ مَآ	اس میں جو	عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے نزدیک	اَبَدًا	ہرگز
اَفَضْتُمْ [1]	مشغول ہوئے تم	عَظِيْمٌ	بڑی بات ہے	اِنْ	اگر
فِيْهِ	اس میں	وَلَوْلَآ	اور کیوں نہ	كُنْتُمْ	ہو تم
عَذَابٌ	عذاب	اِذْ	جب	مُّؤْمِنِيْنَ	ایمان والے
عَظِيْمٌ	بڑا	سَمِعْتُمُوْهُ	سنا تم نے اس کو	وَيُبَيِّنُ	اور کھول کر بیان کرتے ہیں
اِذْ	(یاد کرو) جب	قُلْتُمْ	کہا تم نے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
تَلَقَّوْنَهٗ [2]	حاصل کر رہے تھے	مَّا يَكُوْنُ	زیبا نہیں	لَكُمُ	تمہارے لئے
	تم اس کو	لَنَآ	ہمارے لئے	الْاٰيٰتِ	آیتیں

(۱) أَفَاضَ القومُ في الحديث: مفصل گفتگو کرنا، گفتگو میں مشغول ہونا۔ (۲) تَلَقَّى الشيئَ: پانا، حاصل کرنا۔ تلقی بالشيئ: کسی چیز کے ذریعہ حاصل کرنا، جیسے تَلَقَّى الكرةَ باليد: ہاتھ سے گیند پکڑی، پس بألسنتكم کا مطلب ہے: ایک شخص کہے اور دوسرا سنے، پھر دوسرا کہے اور تیسرا سنے، اسی طرح نقل در نقل ہوتی رہے۔ (۳) لمثله میں مثل زائد ہے۔

وَ اللّٰہُ	اور اللہ تعالیٰ	اٰمَنُوْا	ایمان لائے ہیں	وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتا
عَلِیْمٌ	خوب جاننے والے	لَهُمْ	ان کے لئے	فَضْلُ	فضل
حَکِیْمٌ	بڑی حکمت والے ہیں	عَذَابٌ	سزا ہے	اللّٰہِ	اللہ کا
اِنَّ	بیشک	اَلِیْمٌ	دردناک	عَلَیْکُمْ	تم پر
الَّذِیْنَ	جولوگ	فِی الدُّنْیَا	دنیا میں	وَرَحْمَتُهٗ	اور اس کی مہربانی
یُحِبُّوْنَ	پسند کرتے ہیں	وَالْاٰخِرَةِ	اور آخرت میں	وَاَنَّ	اور یہ کہ
اَنْ	کہ	وَاللّٰہُ	اور اللہ تعالیٰ	اللّٰہَ	اللہ تعالیٰ
تَشِیْعَ	چرچا ہو	یَعْلَمُ	جانتے ہیں	رَءُوْفٌ	بڑے شفیق
الْفَاحِشَةُ	بے حیائی کا	وَاَنْتُمْ	اور تم	رَّحِیْمٌ	بڑے رحم والے ہیں
فِی الَّذِیْنَ	ان میں جو	لَا تَعْلَمُوْنَ	نہیں جانتے		(تو کیا کچھ نہ ہوجاتا)[1]

ماقبل سے ربط: اوپر زنا کی سزا کے بعد تہمتِ زنا کی سزا کا بیان تھا۔ کسی پر زنا کا الزام لگایا جائے اور اس کو الزام لگانے والا چار عینی گواہوں سے ثابت نہ کرسکے تو اس کو حدِ قذف کے اسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔ یہ سزا ممکن ہے کسی کو بہت زیادہ معلوم ہو کہ کسی کو زانی کہنے پر اتنی بڑی سزا دینا کیسے قرینِ مصلحت ہے؟ اس لئے اب تہمتِ زنا کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یہ معمولی بات نہیں، بہت بھاری بات ہے، اور یہ سزا زیادہ نہیں بالکل واجبی ہے۔

یہ واقعہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا ہے۔ غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ مُریسیع یا غزوۂ بنی المصطلق پیش آیا۔ نبی ﷺ کا دستور تھا کہ آپ سفر میں جاتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے۔ اس غزوہ میں حضرت عائشہؓ کا نام نکلا چنانچہ وہ ساتھ گئیں۔ غزوہ سے واپسی میں ایک جگہ لشکر نے پڑاؤ کیا۔ جب روانگی کا اعلان ہوا تو حضرت عائشہؓ قضائے حاجت کے لئے گئیں، اور اپنی بہن کا ہار جسے عاریۃً لے گئی تھیں کھو بیٹھیں۔ احساس ہوتے ہی اس جگہ واپس گئیں۔ اس دوران ہودج اٹھانے والے آئے اور انھوں نے ہودج اونٹ پر باندھ کر اس کو قطار میں روانہ کردیا۔ انھوں نے خیال کیا کہ حضرت عائشہ اندر ہیں۔ وہ ہودج کے ہلکے پن پر اس لئے نہ چونکے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نوعمر اور ہلکے پھلکے بدن کی تھیں۔ نیز ہودج کئی آدمی مل کر اٹھاتے ہیں اس لئے بھی ہلکے پن کا احساس نہ ہوا ــــــ بہر حال جب حضرت عائشہؓ ہار ڈھونڈ کر جائے قیام پر پہنچیں تو قافلہ روانہ ہوچکا تھا اور

---

(۱) بین القوسین لولا کی جزاء محذوف کا ترجمہ ہے۔

وہاں ہو کا عالم تھا۔ وہ اس خیال سے وہیں رُک گئیں کہ جب لوگ ان کو نہ پائیں گے تو تلاش کرتے ہوئے وہیں آئیں گے۔ وہاں بیٹھے بیٹھے ان کی آنکھ لگ گئی ——— دوسری طرف قدرت نے یہ سامان کیا کہ حضرت صفوان بن معطّل رضی اللہ عنہ قافلہ کے پیچھے چلنے پر مقرر کیے گئے تھے تا کہ گری پڑی چیز اٹھاتے آئیں۔ وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے۔ ابھی روشنی پوری نہ ہوئی تھی۔ انھوں نے دور سے دیکھا کہ کوئی سو رہا ہے۔ قریب پہنچے تو حضرت صدیقہؓ کو پہچان لیا، کیونکہ انھوں نے پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے ان کو دیکھا تھا۔ انھوں نے زور سے پڑھا: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ! یہ آواز سن کر حضرت عائشہؓ بیدار ہو گئیں اور خود کو سنبھال لیا اور چہرہ ڈھانپ لیا۔ حضرت صفوانؓ نے اپنا اونٹ قریب لا کر بٹھایا اور اونٹ کے پیر پر پیر رکھ کر کھڑے ہو گئے، حضرت عائشہ اس پر سوار ہو گئیں، حضرت صفوانؓ نے ان سے کچھ نہ پوچھا، چپ چاپ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلتے رہے اور ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا قافلہ میں جا ملے۔

اس واقعہ سے رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی لعنہ اللہ کو ایک بات ہاتھ لگ گئی، وہ اس سے پہلے اسی غزوہ میں وہ دو باتیں کہہ چکا تھا جو سورۃ المنافقون (آیات ۷و۸) میں مذکور ہیں: ایک: یہ کہ مہاجرین کا تعاون بند کر دیا جائے۔ دوم: یہ کہ مدینہ سے ذلیل لوگوں کو نکال دیا جائے۔ اس اللہ کے دشمن کو پھر اس نکالنے کا ایک اور موقع مل گیا اور اس نے واہی تباہی بکنا شروع کیا۔ مدینہ پہنچ کر وہ مجلس جماتا اور یہ موضوع چھیڑ دیتا۔ خود خاموش رہتا اور دوسروں سے تہمت کے خاکے میں رنگ بھرواتا، اور اس کو پھیلاتا بڑھاتا۔ اس کی اس پروپیگنڈہ مہم میں دو مخلص مرد اور ایک مخلص عورت بھی حصہ دار بن گئے: ایک: حضرت حسّان رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے شاعر تھے اور ہمیشہ آپ کی اور اسلام کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ دوم: حضرت مِسطح رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن کے لڑکے تھے۔ اور نادار تھے اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی کفالت کرتے تھے۔ سوم: حضرت حَمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی سالی، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی بیوی تھیں۔ ان لوگوں نے اس تہمت کا جم کر پروپیگنڈہ کیا۔

اُدھر حضرت عائشہؓ کا حال یہ تھا کہ وہ غزوہ سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں اور ایک مہینہ تک مسلسل بیمار رہیں۔ انہیں اس تہمت کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ البتہ انہیں یہ بات کھٹکی تھی کہ بیماری کی حالت میں نبی ﷺ کی طرف سے جو ملاطفت وعنایات ہوا کرتی تھیں اب وہ نظر نہیں آرہی تھیں۔ بیماری سے اٹھنے کے بعد وہ ایک رات مسطح کی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے جنگل گئیں۔ اتفاق سے ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر گر پڑیں۔ ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا: ''مسطح تباہ ہو!'' حضرت عائشہؓ نے ان کو ٹوکا کہ آپ ایک بدری صحابی کو بددعا دے رہی ہیں! وہ کہنے لگیں: ''اری نادان! کیا تو نے اس کی باتیں نہیں سنیں؟'' حضرت عائشہؓ نے پوچھا: ''اس کی باتیں کیا ہیں؟'' مسطح کی ماں نے

تہمت کا واقعہ کہہ سنایا۔بس سنتے ہی ان کا مرض بڑھ گیا۔گھر لوٹ کر انھوں نے خبر کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگانے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے والدین کے گھر جانے کی اجازت چاہی، آپؐ نے اجازت دیدی۔میکے جا کر والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ: ''امی!لوگ کیا باتیں کرتے ہیں؟'' والدہ نے کہا: ''بیٹی!زیادہ اثر قبول نہ کر، بخدا!ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی خوبصورت عورت کسی شوہر کی محبوبہ ہو اور اس کی سوکنیں ہوں مگر ایسی باتیں بکثرت پیش آتی ہیں'' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صورتِ حال کا یقینی طور پر علم ہو گیا تو وہ بے اختیار رونے لگیں اور پھر دو رات اور ایک دن روتے روتے گذر گئے، اس درمیان نہ نیند کا سرمہ لگایا نہ آنسوؤں کی جھڑی رکی، ان کے والدین کو اندیشہ لاحق ہو گیا کہ روتے روتے کلیجہ شق نہ ہو جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے میکے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے گھر کے لوگوں سے تحقیق شروع کی، سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا جن کی بہن اس طوفان میں شریک تھیں کہ ''تم عائشہ کے بارے میں کیا جانتی ہو؟'' انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ!خدا کی قسم!میں ان کے اندر بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی'' پھر آپؐ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ!آپؐ اپنی اہلیہ کو زوجیت میں برقرار رکھیں، ہم خیر کے سوا کوئی بات نہیں جانتے'' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ!اللہ نے آپؐ پر کچھ تنگی نہیں کی، اور عورتیں ان کے علاوہ بہت ہیں، اور آپ خادمہ سے دریافت کریں وہ صحیح بات بتا دے گی'' آخر میں آپؐ نے خادمہ حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''اے بریرۃ!کیا تم نے کوئی شبہ کی بات دیکھی ہے؟'' اس نے کہا: ''اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے!میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس پر انگلی رکھی جاسکے، البتہ یہ بات ہے کہ نو عمر لڑکی ہیں آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر کھا جاتی ہے!''

تحقیق حال سے جب عائشہؓ کی بے گناہی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی تو آپؐ نے تقریر فرمائی۔ارشاد فرمایا: ''مسلمانو!کون ہے جو مجھے اس شخص کے حملوں سے بچائے جس نے میرے گھر والوں پر تہمت لگا کر مجھے اذیت پہنچائی! بخدا!میں نے نہ تو اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھی نہ اس شخص میں جس کے تعلق سے تہمت لگائی جاتی ہے، وہ شخص میری غیر موجودگی میں کبھی میرے گھر میں نہیں آیا'' —— اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ!اگر وہ ہمارے قبیلہ کا ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے، اور اگر ہمارے بھائی خزرجیوں میں سے ہے تو آپؐ ہمیں حکم دیں ہم اس کی تعمیل کریں گے'' —— یہ سن کر رئیس خزرج حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ''بخدا!تم اسے قتل نہیں کر سکتے'' اس پر حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو حضرت سعد کے چچازاد بھائی تھے کھڑے ہوئے اور کہا: ''بخدا! تم جھوٹ کہتے ہو، ہم ضرور اس کو قتل کریں گے، اور تم منافق ہو، منافقوں کی حمایت کرتے ہو!'' اس پر مسجد نبوی میں ایک

ہنگامہ بپا ہوگیا اور اوس وخزرج قریب تھے کہ دست وگریباں ہو جائیں۔ نبی ﷺ نے مشکل سے حالات پر قابو پایا اور منبر سے اتر آئے۔

اُدھر حضرت عائشہ کو ان کے والدین تسلی دے رہے تھے۔ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ کلمۂ شہادت پر مشتمل خطبہ پڑھا اور فرمایا: "عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں ایسی اور ایسی باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم اس سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری براءت ظاہر فرمادیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا ہے تو توبہ کرو اور اللہ سے مغفرت مانگو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرکے اللہ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں" —— یہ بات سنتے ہی حضرت عائشہؓ کے آنسو تھم گئے، اور اب انہیں آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہو رہا تھا۔ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: "ابا! آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں" انھوں نے کہا: "بیٹی! میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا جواب دوں!" یہی بات انھوں نے اپنی امی ام رومان سے کہی، انھوں نے بھی یہی جواب دیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی کہا: "واللہ! میں جانتی ہوں کہ یہ باتیں سنتے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہیں، اور آپ لوگوں نے ان کا یقین کرلیا ہے، اب اگر میں کہوں کہ میں بری ہوں، اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں، تو آپ لوگ میری بات سچ نہ سمجھیں گے۔ اور اگر میں جرم کا اعتراف کرلوں، حالانکہ اللہ خوب جانتے ہیں کہ میں اس سے بری ہوں، تو آپ لوگ صحیح مان لیں گے، ایسی صورت میں میرے لئے اور آپ لوگوں کے لئے وہی مثل (مضمون) ہے جو یوسف علیہ السلام کے والد نے کہی ہے: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ یعنی صبر بہتر ہے! اور اللہ تعالیٰ ہی مدد خواستہ ہیں اس بات پر جو تم بیان کرتے ہو!" —— یہ کہہ کر حضرت عائشہؓ اپنے بستر پر جالیٹیں اور منہ دوسری طرف کرلیا۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر نزولِ وحی کے آثار نمودار ہونے شروع ہوگئے۔ جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی تو ناقابل بیان بوجھ پڑتا تھا اور سخت سردی کے زمانہ میں آپؐ کی پیشانی سے موتیوں کی طرح پسینہ ٹپکنے لگتا تھا۔ جب یہ کیفیت رفع ہوئی تو آپؐ مسکرارہے تھے، اور آپؐ نے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ: "عائشہ! خوش ہو جاؤ، اللہ نے تمہیں بری کردیا!" ان کی والدہ نے کہا: "بیٹی! اٹھو اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو!" انھوں نے ناز سے کہا: "میں کسی کا شکریہ ادا نہیں کرتی، میں صرف اپنے اللہ کا احسان مانتی ہوں!" —— یہ وہ واقعہ ہے جس میں یہ دس آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تہمتِ زنا کوئی معمولی جرم نہیں۔ وہ ایسا سنگین جرم ہے کہ اس سے پورا اسلامی معاشرہ تہ وبالا ہو جاتا ہے، جس پر تہمت لگائی جاتی ہے اس کا براحال ہو جاتا ہے، اور اس کے متعلقین کے لئے یہ الزام سوہانِ روح بن جاتا ہے، اس لئے اگر اس کی سزا اسّی کوڑے تجویز کی گئی ہے تو وہ ہر طرح قرینِ صواب ہے —— اس ضروری تفصیل کے بعد آیاتِ پاک کی تفسیر شروع کی جاتی ہے۔

پہلی آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

پہلی بات: ــــــ جن لوگوں نے یہ بہتان باندھا ہے وہ بالیقین تم میں سے ایک گروہ ہے ــــــ اِفک: کے اصلی معنی ہیں: پلٹ دینا اور بدل دینا۔ اور افک سے مراد وہ بدترین قسم کا جھوٹ ہے جو حق کو باطل سے بدل دے اور متقی کو فاسق بنادے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی براءت کے شروع ہی میں یہ لفظ لاکر معاملہ کی ساری پول کھول دی ــــــ اور عصبۃ کی معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔ تین سے چالیس تک اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لفظ میں اشارہ ہے کہ بہت معمولی تعداد ہے جو اس طوفان میں حصہ دار بنی ہے عام لوگ اس سے کنارہ کش ہیں ــــــ اور منکم سے مراد مؤمنین کی جماعت ہے۔ اس تہمت کا اصل گھڑنے والا اگرچہ عبداللہ بن اُبی تھا جو مسلمان نہیں تھا بلکہ منافق تھا، مگر چونکہ وہ اسلام کا دعوے دار تھا اس لئے بظاہر وہ بھی منکم میں شامل تھا۔ اُس کے علاوہ جو دو مرد اور ایک عورت اس طوفان میں شریک ہوگئے تھے وہ یقیناً منکم میں شامل تھے، اس طرح اس پہلی ہی آیت میں ان لوگوں کی تسلی کردی کہ وہ اس بری حرکت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگئے، وہ مسلمانوں کی جماعت میں بدستور شامل ہیں، وہ اطمینان رکھیں۔ قرآن کریم کا یہ خاص اسلوب ہے: جب وہ کوئی شدید وعید سناتا ہے تو جو اس کے مستحق نہیں ان کا پہلے ہی استثناء کردیتا ہے۔ سورۃ الانفال (آیت ۱۶) میں میدانِ جہاد سے بھاگنے والوں کو سخت وعید سنائی ہے پس پینترا بدلنے کے طور پر میدان سے ہٹنے والوں کا پہلے ہی استثناء کردیا۔ اور سورۃ النحل (آیت ۱۰۶) میں بصورتِ اکراہ دین سے پھرنے والوں کو سخت وعید سنائی ہے پس پہلے ہی اس شخص کو مستثنیٰ کردیا جو صرف زبانی جمع خرچ کرتا ہے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے۔ اسی طرح یہاں بھی آگے تہمت لگانے والوں کو سخت وعید سنائی جائے گی اس لئے پہلے ہی ان کی گونہ تسلی کردی کہ وہ اس حرکت سے اسلام سے خارج نہیں ہوئے، وہ اب بھی مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہیں۔

دوسری بات: ــــــ تم اس (تہمت کے واقعہ) کو اپنے حق میں برا مت سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے ــــــ یہ مسلمانوں کا غصہ ہلکا کیا۔ صحابہ اس طوفانِ بدتمیزی سے ناقابلِ بیان حد تک پریشان تھے، وہ براءت نازل ہونے کے بعد نہ معلوم مبتلیٰ بہ افراد کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ممکن تھا وہ ان کی تکابوٹی کردیتے۔ اس لئے پہلے ہی ان کو بتادیا کہ اس شر میں بھی خیر کا پہلو ہے، صحابہ کو چاہئے کہ وہ اس کو پیشِ نظر رکھیں۔

اور اس واقعہ میں خیر کے موٹے پہلو تین ہیں:

پہلا پہلو: قانون سازی کا ہے۔ زمانۂ نبوت میں جو اس قسم کے واقعات پیش آئے ہیں وہ کچھ خبثِ نفس کی وجہ سے پیش نہیں آئے۔ زنا کرنے کے، شراب پینے کے، تہمت لگانے کے اور ظہار کرنے کے جو بھی واقعات پیش آئے

ہیں وہ تکوینی طور پر رونما کئے گئے ہیں۔ آپ زمانۂ نبوت میں زنا کرنے والے مردوں اور عورتوں کے حالات روایات میں پڑھیں، یہ بات عیاں ہو جائے گی۔ ان کے دل صاف تھے اور وہ گناہ سے ایسی توبہ کرتے تھے کہ اگر ایک امت یا ایک شہر پر وہ بانٹ دی جائے تو سب کی بخششیں ہو جائے۔ بلکہ وہ واقعات تشریع (قانون سازی) کے مقصد سے رونما کئے جاتے تھے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ احکام کی آیتوں کے نزول سے پہلے کوئی واقعہ رونما ہوتا تھا، اور اس کا خوب چرچا ہوتا تھا، اور لوگ اس کے حکم کے منتظر ہو جاتے تھے تب متعلقہ آیات نازل ہوتی تھیں۔ جیسے شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو لعان کا حکم ہے۔ اس حکم کے نزول سے پہلے حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہما کے واقعات پیش آئے۔ انھوں نے اپنی بیویوں کے ساتھ غیر مرد کو نازیبا حرکت کرتے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انھوں نے یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی تو آپؐ نے فرمایا: "گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف لگے گی" وہ سخت پریشان ہوئے۔ اسلامی معاشرہ بھی الجھن کا شکار ہو گیا کہ شوہر کی غیرت کیسے گوارہ کرے گی کہ وہ ایسی صورت پیش آنے پر گواہ تلاش کرے، اور اگر جائے بھی تو حاصل کیا؟ لوگوں کے آنے تک زانی نمٹ کر سرک جائے گا۔ پھر جب ان واقعات نے لوگوں کو بے تاب کر دیا تو لعان کی آیتیں نازل ہوئیں، اور رسول اللہ ﷺ نے ان آیتوں پر عمل کر کے دکھایا، چنانچہ صحابہ ان آیات میں مذکور حکم کو مع اس کی حکمت کے بخوبی سمجھ گئے۔ اسی طرح تہمت زنا کی سزا کو قابل فہم بنانے کے لئے یہ واقعہ پیش آیا۔ پھر اگر عام مسلمانوں میں یہ واقعہ پیش آتا تو معاملہ کی سنگینی اتنی واضح نہ ہوتی جتنی نبی ﷺ کے گھر میں آپؐ کی چہیتی بیوی کے ساتھ واقعہ پیش آنے سے واضح ہوئی۔ یہ اس واقعہ میں خیر کا پہلو ہے۔

دوسرا پہلو: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا ہے، اس واقعہ سے پھر آپؓ کی براءت نازل ہونے سے آپؓ کا مقام ثریا تک بلند ہو گیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہی ایک خصوصیت نہیں اور بھی متعدد خصوصیات ہیں۔

اول: تمام ازواج رضی اللہ عنہن سے نکاح آپ ﷺ نے خود کئے ہیں، صرف دو بیویوں سے نکاح اللہ تعالیٰ نے کرایا ہے۔ ایک: صدیقہ عائشہؓ اور دوسری: حضرت زینب بنت جحشؓ، اِن کے نکاح کا حکم آسمان سے نازل ہوا ہے، حضرت زینبؓ کے سلسلہ میں تو وحی متلو (قرآنِ کریم) نازل ہوئی ہے، جو سورۂ احزاب میں ہے، اور حضرت صدیقہؓ کے سلسلہ میں وحی غیر متلو آئی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام خواب میں ایک ریشمی کپڑے میں ان کی تصویر لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے، اور آپؐ کو خبر دی کہ یہ آپؐ کی زوجہ ہیں، چنانچہ اس وحی کی بنا پر آپؐ نے ان سے نکاح کیا۔

دوم: رسول اللہ ﷺ نے صدیقہ کے علاوہ کسی بھی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

سوم: رسول اللہ ﷺ کی وفات اُن کی گود میں ہوئی۔ بوقت وفات وہ نبی ﷺ کو اپنے سینے سے لگائے

ہوئے تھیں۔

چہارم: آپ ﷺ کی تدفین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں ہوئی۔

پنجم: آپ ﷺ پر اس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی، جب آپ ﷺ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک لحاف میں لیٹے ہوئے ہوتے تھے، کسی بھی دوسری بیوی صاحبہ کو یہ فضیلت حاصل نہیں۔

ششم: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کے ذریعہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہلوایا، یہ فضیلت بھی کسی اور بیوی صاحبہ کو حاصل نہیں۔

ہفتم: یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی نے تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے کو گویائی دے کر اُن کی براءت ظاہر فرمائی۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عزت پر لوگوں نے حملہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گویا کیا اور ان کی شہادت سے حضرت مریم کو بری کیا۔ اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی دس آیات نازل کر کے ان کی براءت کا اعلان کیا، جس سے اُن کی عزت میں اور اضافہ ہو گیا۔

علاوہ ازیں: آپؓ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، اور خود بھی صدیقہ ہیں، اور ان سے دنیا ہی میں مغفرت اور رزق کریم کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

تیسرا پہلو: مسلمانوں کے لئے برکت کا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار اس واقعہ کے بعد ایک مرتبہ اور بھی گم ہوا ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ ایک سفر میں میرا ہار گم ہو گیا۔ قافلہ اس کی تلاش میں رک گیا، یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت آ گیا، لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ لوگ بہت پریشان ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی، انھوں نے حضرت عائشہؓ کو سرزنش کی۔ اس واقعہ میں تیمّم کا حکم نازل ہوا، اس وقت حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ماھی باول بَرَکتکم یا آلَ أبی بکر: اے عائشہ! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں! یعنی اس سے پہلے بھی ہار کے گم ہونے کی وجہ سے آیتیں نازل ہو چکی ہیں، جو مسلمانوں کے لئے بابرکت ثابت ہوئیں، اب یہ دوسری برکت ہے، پھر جب قافلہ روانہ ہوا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ کھڑا ہوا تو ہار اس کے نیچے سے ملا (مجمع الزوائد حدیث ۵۲۸۲)

تیسری بات: —— ان میں سے ہر شخص کے لئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا —— یہ ایک اصولی بات ہے: تہمت میں حصہ لینے والے سب ایک درجہ کے نہیں ہوتے، پس ہر شخص اپنے جرم کے مطابق سزا کا مستحق ہوگا، رہی یہ بات کہ واقعہ کا اصل کردار کون تھا؟ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بڑا مجرم تھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اصل تھے۔ واللہ اعلم

چوتھی بات:—— اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصہ کا ذمہ دار بنا ہے اس کے لئے دردناک سزا ہے —— یہ سوال مقدر کا جواب ہے کہ واقعہ کا اصل مجرم تو سزا سے بچ گیا! فرمایا: بچا نہیں! اس کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے، کیونکہ دنیا کی سزا ہلکی ہوتی ہے اور آخرت کی سزا سخت۔

ان چار تمہیدی باتوں کے بعد واقعۂ اِفک کے تعلق سے مزید سات باتیں بیان کی ہیں:

پہلی بات:—— مسلمانوں کو آپس میں حسنِ ظن قائم رکھنا چاہئے (اصلاحِ معاشرہ کا خاص گُر) فرمایا:—— جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں کے بارے میں کیوں اچھا گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے! —— یہ حسن ظن کی تعلیم ہے، اسلامی معاشرہ میں ہر مرد وزن کو دوسروں کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے جب تک کسی کے خلاف کوئی قطعی شہادت اور کافی ثبوت نہ مل جائے زبان نہیں کھولنی چاہئے، اور جو شخص بغیر شرعی ثبوت کے کسی پر الزام لگائے اس کی بات رد کرنا واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ''جو کوئی مسلمان بھائی کی پیٹھ پیچھے مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پیٹھ پیچھے مدد کریں گے'' —— اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل اس آیت کی بہترین مثال ہے۔ ایک روز ان کی بیوی نے کہا: ''لوگ عائشہ کی نسبت ایسا ایسا کہتے ہیں!'' انھوں نے فوراً کہا: ''جھوٹے ہیں! کیا تم ایسا کام کر سکتی ہو؟'' انھوں نے کہا: ''ہرگز نہیں!'' حضرت ابو ایوبؓ نے کہا: ''پس عائشہ بخدا! تم سے افضل ہیں!'' پھر ان کی نسبت بے وجہ ایسا گمان کیوں کیا جائے؟!

اور بِأَنْفُسِهِمْ کے معنی ہیں: اپنے لوگوں کے بارے میں یعنی مسلمانوں کے بارے میں۔ اور اس تعبیر میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو بدنام اور رسوا کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ کو رسوا کرتا ہے، کیونکہ اسلام نے سب مسلمانوں کو ایک رشتہ میں جوڑ دیا ہے۔

اور یہ تعبیر قرآنِ کریم میں متعدد جگہ آئی ہے، فرمایا: ﴿وَلَا تَلْمِزُوْا أَنْفُسَكُمْ﴾: ایک دوسرے کو طعنہ مت دو (الحجرات ۱۱) اور ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ﴾: ایک دوسرے کو قتل مت کرو (النساء ۲۹) اور ﴿فَسَلِّمُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ﴾: اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو (النور ۶۱)

ایک سوال:

یہاں ایک سوال ہے: جب ہر مسلمان کو دوسرے مسلمانوں سے حسن ظن قائم رکھنے کا حکم ہے اور بے دلیل بات کی تردید واجب ہے تو نبی ﷺ نے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی اس بات کی تردید کیوں نہ کر دی، ایک ماہ تک تردد کی حالت میں کیوں رہے؟

اس کے دو جواب ہیں:

پہلا جواب: یہ ہے کہ آیت اس واقعہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اس سے پہلے ایسی کوئی ہدایت نازل نہیں ہوئی تھی۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ شوہر اور والدین کا معاملہ دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔ شوہر اگر تردید کرے گا بھی تو باتیں بنانے والوں کی زبان نہیں رُکے گی، وہ کہیں گے: ''میاں کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں! ان کو بیوی کا عیب نظر نہیں آتا!'' اسی طرح وہ کہیں گے: ''باپ اگر بیٹی کی حمایت نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا؟'' غرض گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل والا معاملہ ہوگا، اس لئے تردید لاحاصل ہوگی، ورنہ نبی ﷺ نے جو خطبہ دیا ہے اس میں صاف فرمایا ہے: ''میں اپنی اہلیہ کے بارے میں بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا'' اور ام رومان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو بات کہی ہے کہ خوبصورت عورت جب کسی آدمی کی چہیتی بیوی ہوتی ہے اور اس کی سوکنیں ہوتی ہیں تو اکثر ایسی باتیں پیش آتی ہیں: یہ باتیں دلیل ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت عائشہؓ کے والدین کے ذہنوں میں قطعاً کوئی شبہ نہیں تھا۔

دوسری بات: ــــ تہمت لگانے والے گواہ پیش نہ کرسکیں تو قانون کی نظر میں وہی جھوٹے ہیں: ــــ وہ لوگ اُس بات پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ پس جب وہ گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں ــــ ''اللہ کے نزدیک'' یعنی قانونِ اسلامی کی نظر میں وہی جھوٹے قرار دیئے جائیں گے، اور ان پر حدِ قذف لگے گی، اگرچہ یہ احتمال ہے کہ وہ سچے ہوں، مگر احکام ظاہر پر دائر ہوتے ہیں، کیونکہ حقیقتِ حال کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو علم نہیں۔

یہ آیت حدِ قذف کے سلسلہ میں ایک سوال کا جواب بھی ہے:

سوال: چار گواہوں سے الزام ثابت نہ کرسکنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ تہمت لگانے والا یقیناً جھوٹا ہے؟ ممکن ہے وہ سچا ہو، زنا کا معاملہ خود اس نے آنکھوں سے دیکھا ہو، مگر گواہ موجود نہ ہوں، اس لئے وہ پیش نہ کرسکا، پھر اس کو اتنی سخت سزا (اسّی کوڑے) کیوں دی گئی؟

جواب: بیشک یہ بات ممکن ہے، مگر قانون سازی میں اس کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ قانون کا مدار ظاہری احوال پر ہوتا ہے، نفس الامری احوال پر مدار نہیں ہوتا، جیسے قاضی مدعی کے گواہوں پر اور مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ کرتا ہے، حالانکہ مدعی کے گواہ جھوٹے ہوسکتے ہیں اور مدعیٰ علیہ جھوٹی قسم کھاسکتا ہے، مگر چونکہ فیصلہ کرنے کی اور کوئی صورت نہیں، اس لئے فیصلہ اسی طرح کیا جاتا ہے۔

اسی طرح الزام تراشی پر بھی گواہ قائم کرنے ضروری ہیں، اگر صرف الزام لگانے والے کی بات مان لی جائے گی تو مجرم پر بغیر گواہوں کے سزا جاری کرنا لازم آئے گا۔

رہا تہمت لگانے والے کا معاملہ تو وہ بولنے پر مجبور نہیں، اس کے پاس اگر گواہ نہیں ہیں تو خاموش رہے۔ البتہ شوہر اپنی

بیوی کے معاملہ میں بولنے پر مجبور ہے، کیونکہ حرم (بیوی) کی حفاظت اس پر لازم ہے، اس لئے اس سے گواہوں کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ لعان کرایا جاتا ہے۔

تیسری بات: —— کبھی رحمتِ خداوندی سے عذاب ٹل جاتا ہے —— ارشادِ پاک ہے: اور اگر تم پر دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو ضرور تم اس معاملہ میں جس میں تم مشغول ہوئے تھے بڑا عذاب پہنچتا! —— یعنی جو جرم تم سے سرزد ہوا اور جس شغل میں تم پڑے، وہ بہت بڑا جرم تھا، اس پر دنیا میں بھی عذاب آسکتا تھا، اور آخرت میں بھی، مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہمیشہ مؤمنین کے ساتھ فضل وکرم کا رہا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اس لئے عذاب تم سے ٹل گیا، مخلصین کو توبہ کی توفیق دی اور ان کی خطا معاف کردی، ورنہ منافقین کی طرح وہ بھی قیامت کے دن عذابِ عظیم میں گرفتار ہوتے۔

یہ آیت اُن مؤمنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اس الزام تراشی میں کسی بھی درجہ میں ملوث ہوگئے تھے، پھر انھوں نے توبہ کرلی، اور بعض پر سزا بھی جاری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے سب کو معاف کردیا۔

چوتھی بات: —— معمولی سمجھی جانے والی بعض باتیں حقیقت میں سنگین ہوتی ہیں: —— فرماتے ہیں: (یاد کرو) جب تم اس (تہمت) کو اپنی زبانوں سے نقل درنقل کررہے تھے —— اس کو سن کر بے تحقیق آگے بڑھا رہے تھے —— اور اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کی حقیقت تمہیں معلوم نہیں تھی —— بس گپ اڑا رہے تھے —— اور تم اس کو معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ وہ بات اللہ کے نزدیک سنگین تھی —— کیونکہ اس سے صاحبِ معاملہ کو سخت تکلیف پہنچی، اُس کی رسوائی ہوئی، اس کے لئے زندگی دوبھر ہوگئی، اور اللہ کے رسول ﷺ سخت گھٹن میں مبتلا ہوگئے۔

اور بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ "بندہ کبھی اللہ کو ناراض کرنے والی بات بولتا ہے، اور وہ اس کو معمولی بات سمجھتا ہے: وہ اس بات کی وجہ سے جہنم میں جا پڑتا ہے" (مشکوٰۃ حدیث ۴۸۱۳)

پانچویں بات: —— الزام تراشی کی اول وہلہ ہی میں تردید ہونی چاہئے تھی —— ارشاد فرماتے ہیں: اور جب تم نے اس (الزام تراشی) کو سنا تو کیوں نہ کہہ دیا: "ہمارے لئے زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات زبان سے نکالیں۔ معاذ اللہ! یہ تو بڑا بہتان ہے! —— سوچو! جس پاک باز خاتون کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی زوجیت کے لئے چنا: کیا وہ خود بے آبرو ہوکر سید الانبیاء ﷺ کی آبرو کو بٹہ لگائے گی؟ یہ منافقوں نے ایک بے قصور پر بہتان باندھا ہے، تم نے اول وہلہ ہی میں اس کی تردید کیوں نہ کردی؟ اس بات کو تم نے آگے کیوں چلایا؟

چھٹی بات: —— آئندہ کبھی ایسی بات زبان سے مت نکالنا —— ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت

فرماتے ہیں: اگر تم ایماندار ہو تو آئندہ کبھی ایسی بات زبان سے مت نکالنا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے صاف صاف احکام بیان فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں۔

قوله تعالیٰ لِمِثْلِهِ: یعنی یہی الزام نہیں اس جیسی کوئی اور بات آئندہ صدیقہؓ کی شان میں زبان سے مت نکالنا: ورنہ انجام بخیر نہ ہوگا۔ یہ صاف صریح حکم ہے، اس کی خلاف ورزی کفر ہے۔ شامی (۱۸۳:۳) میں ہے: **من المعلوم ضرورةً: أن من قذف أمَّ المؤمنين عائشة رضی الله تعالیٰ عنها کَفَرَ، سواء کان سرًا أو جهراً**: یہ بات بداہۃً معلوم ہے یعنی دلیل کی محتاج نہیں کہ جو شخص ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے: وہ کافر ہے، خواہ سراً لگائے یا جہراً یعنی برملا۔

قوله تعالیٰ: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے:

سوال: جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یہ اتہام اتنا سنگین جرم تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اس کا موقع کیوں دیا؟ تکوینی طور پر اُن کو روک کیوں نہیں دیا؟ امور کی باگ ڈور اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ قادر مطلق ہیں، جو چیز وہ چاہتے ہیں وہی ہوتی ہے، اور جو چیز وہ نہ چاہیں نہیں ہوسکتی!

جواب: اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں۔ اس واقعہ میں حکمت تھی اور اس کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے تھے، اس لئے یہ واقعہ رونما ہونے دیا ـــــ اور اس حکمت کا تذکرہ پہلے آچکا ہے کہ اس واقعہ کے ذریعہ حدقذف کو معقول بنانا مقصود تھا، اب ہر شخص سمجھ لے گا کہ زنا کی تہمت کوئی معمولی جرم نہیں، بلکہ وہ ایسا سنگین جرم ہے کہ اس سے اسلامی معاشرہ تہ و بالا ہوسکتا ہے، جیسا کہ حرم نبوی میں یہ واقعہ رونما ہونے سے سب لوگوں نے یہ بات سمجھ لی۔

یہاں ایک سوال و جواب ہے:

سوال: جس طرح کسی بات کا سچا ہونا بے دلیل معلوم نہیں ہوسکتا، اسی طرح کسی بات کا جھوٹا ہونا بھی بے دلیل معلوم نہیں ہوسکتا، پھر اس کو بہتانِ عظیم کیسے کہہ دیا جائے؟

جواب: ہر مسلمان کو بے گناہ سمجھنا اصل شرعی ہے، جو دلیل سے ثابت ہے، پس اس کے خلاف جو بھی بات بغیر دلیل کے کہی جائے، اس کو جھوٹا سمجھنے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، صرف اتنا کافی ہے کہ ایک مؤمن مسلمان پر بغیر دلیلِ شرعی کے الزام لگایا گیا ہے، اس لئے یہ بہتان ہے! (معارف القرآن)

ساتویں بات: ـــــ فواحش (بے حیائی کی باتوں) کا چرچا بھی معاشرہ کو خراب کرتا ہے ـــــ ارشاد فرماتے ہیں: جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا پسند کرتے ہیں، ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک

سزا ہے، اور اللہ تعالیٰ (باتوں کے عواقب کو) جانتے ہیں، اور تم نہیں جانتے! ـــــ فواحش (زنا، اغلام وغیرہ) کا تذکرہ اس کی سزا کے ساتھ ایک معنی رکھتا ہے، مگر محض بے حیائی کی خبروں کو شہرت دینا طبعی طور پر لوگوں کے دلوں سے فواحش کی نفرت کو کم کرتا ہے اور جرائم پر اقدام کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ جس کا مشاہدہ آج کل کے اخبارات میں روزانہ ہوتا ہے نوجوان اخبار میں اس طرح کی خبریں ڈھونڈھ کر پڑھتے ہیں، پھر ان جرائم پر سزاؤں کا تذکرہ اخباروں میں بہت ہی کم آتا ہے، اس کا لازمی اور طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ وہ فعل خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے، چنانچہ اس آیت میں فواحش کی تشہیر پر روک لگائی ہے، اور اس پر دردناک سزا کی خبر دی ہے اور آخر آیت میں اس کی دلیل بیان کی ہے کہ اس قسم کی باتوں کے عواقب اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، بندے نہیں جانتے، پس ان کو چاہئے کہ اللہ کے ارشاد پر عمل کریں تاکہ دنیا و آخرت میں ضرر سے بچ جائیں۔

آخری آیت: شروع سورت سے حدود کا بیان شروع ہوا ہے۔ اُس سلسلہ کی دسویں آیت تھی: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ﴾: اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور ان کی مہربانی نہ ہوتی، اور نہ یہ بات ہوتی کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے حکمت والے ہیں (تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے!)

پھر حد قذف کی معقولیت سمجھانے کے لئے اِفک (الزام تراشی) کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس واقعہ کو بھی اسی مضمون پر پورا کیا جارہا ہے، ارشادِ پاک ہے: ـــــ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور ان کی مہربانی نہ ہوتی، اور نہ یہ بات ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بڑے شفیق بڑے مہربان ہیں (تو معلوم نہیں کیا ہو جاتا!) یعنی طوفان تو ایسا اٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون اس کی نذر ہو جاتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحمت اور شفقت و مہربانی سے تم میں سے تائبین کی توبہ قبول فرمائی اور بعض کو حد شرعی جاری کر کے پاک کیا، اور جو زیادہ خبیث تھے ان کو ایک گونہ مہلت دی (فوائد عثمانی)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

ع ۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتا	يُزَكِّيْ	پاک صاف کرتے ہیں
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	فَضْلُ اللّٰهِ	اللہ کا فضل	مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں
لَا تَتَّبِعُوْا(۱)	نہ پیروی کرو	عَلَيْكُمْ	تم پر	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ(۲)	شیطان کے قدموں کی	وَرَحْمَتُهٗ	اور اس کی مہربانی	سَمِيْعٌ	سب کچھ سننے والے
وَمَنْ	اور جو شخص	مَا	(تو) نہ	عَلِيْمٌ	سب کچھ جاننے والے ہیں
يَّتَّبِعْ	پیروی کرے گا	زَكٰى(۵)	پاک صاف ہوتا	وَلَا يَاْتَلِ(۷)	اور نہ قسم کھائیں
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ	شیطان کے قدموں کی	مِنْكُمْ	تم میں سے	اُولُوا الْفَضْلِ	بزرگی والے
فَاِنَّهٗ(۳)	تو بیشک وہ	مِّنْ اَحَدٍ(۶)	کوئی	مِنْكُمْ	تم میں سے
يَاْمُرُ	حکم دے گا	اَبَدًا	کبھی بھی	وَالسَّعَةِ	اور گنجائش والے
بِالْفَحْشَآءِ	بے حیائی والے کاموں کا	وَّلٰكِنَّ	مگر	اَنْ(۸)	کہ
وَالْمُنْكَرِ(۴)	اور ناجائز کاموں کا	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ	يُّؤْتُوْٓا	(نہیں) دیں گے وہ

(۱)اتبعَ الشيئَ: پیچھے چلنا، پیروی کرنا۔(۲)خطوات: خطوة کی جمع: قدم (۳)فإنه: مَنْ کی جزاء نہیں ہے، بلکہ جزاء کے قائم مقام ہے، جزاء: فقد غویٰ ہے یعنی وہ گمراہ ہوگیا(۴)المنکر: ما یُنکرہ الشرعُ: ناجائز کام (۵)زَکَا الشیئُ(ن) زَکَاءً وزکوۃ: نشو ونما پانا، بڑھنا۔ زَکَا الرجلُ: گناہوں سے پاک صاف ہونا، یہی معنی زَکّٰی الشیئَ/الرجلَ کے ہیں۔ (۶)من أحدٍ: فاعل پر مِنْ زائدہ ہے(۷)لَایَأْتَلِ: اصل میں لَایَأْتَلِیْ تھا، مجزوم ہونے کی وجہ سے ی حذف ہوگئی۔ مجرد: أَلَی یَأْلُوْ (ن) أَلْوًا وَأُلُوًّا: باز رہنا، کمی کرنا۔ اِیلاء (افعال) اِیْتِلَاءٌ (افتعال) تَأَلِّیٌ (تفعل) کے معنی ہیں: قسم کھانا۔(۸) أَنْ مصدریہ سے پہلے مِنْ یا یُؤْتُوْا سے پہلے لا پوشیدہ ہے یعنی وہ نہیں دیں گے۔

اُولِی الْقُرْبٰی	رشتہ داروں کو	اِنَّ الَّذِیْنَ	بیشک جولوگ	وَاَیْدِیْهِمْ	اوران کے ہاتھ
وَالْمَسٰكِیْنَ	اورغریبوں کو	یَرْمُوْنَ(۱)	(زنا کی) تہمت لگاتے ہیں	وَاَرْجُلُهُمْ	اوران کے پیر
وَالْمُهٰجِرِیْنَ	اورہجرت کرنے والوں کو	الْمُحْصَنٰتِ	پاک دامن	بِمَا	ان کاموں کی جو
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ	راہِ خدا میں	الْغٰفِلٰتِ	گناہ سے بے خبر	كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ	وہ کیا کرتے تھے
وَلْیَعْفُوْا	اورچاہئے کہ معاف کریں	الْمُؤْمِنٰتِ	ایمان والی عورتوں پر	یَوْمَىِٕذٍ(۳)	جس دن
وَلْیَصْفَحُوْا	اورچاہئے کہ درگذر کریں	لُعِنُوْا	لعنت بھیجے گئے ہیں وہ	یُّوَفِّیْهِمُ(۴)	پوراپورادیں گے ان کو
اَلَا	کیا نہیں	فِی الدُّنْیَا	دنیا میں	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
تُحِبُّوْنَ	پسند کرتے تم	وَالْاٰخِرَةِ	اورآخرت میں	دِیْنَهُمُ(۵)	ان کا بدلہ
اَنْ	کہ	وَلَهُمْ	اوران کے لئے	الْحَقَّ(۶)	برحق (واجبی)
یَّغْفِرَ	معاف کردیں	عَذَابٌ	سزا ہے	وَیَعْلَمُوْنَ	اورجان لیں گے وہ
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	عَظِیْمٌ	بہت بڑی	اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ
لَكُمْ	تم کو؟	یَّوْمَ(۲)	جس دن	هُوَ الْحَقُّ(۷)	ہی برحق بات
وَاللّٰهُ	اوراللہ تعالیٰ	تَشْهَدُ	گواہی دیں گے	الْمُبِیْنُ(۸)	بیان کرنے والے ہیں
غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے	عَلَیْهِمْ	ان کے خلاف	اَلْخَبِیْثٰتُ	گندی عورتیں
رَّحِیْمٌ	بڑے مہربان ہیں	اَلْسِنَتُهُمْ	ان کی زبانیں	لِلْخَبِیْثِیْنَ	گندے مردوں کیلئے

(۱)یرمون کے بعد صلہ بالزنا محذوف ہے(۲)یوم کا ناصب کَائِنٌ ہے، جولھم کا متعلّق ہے یعنی یہ بڑا عذاب اس دن ہوگا جب ان کے خلاف گواہی دیں گے الی آخرہ یعنی قیامت کے دن ہوگا۔اورعذابٌ (مصدر) کوبھی ناصب بناسکتے ہیں اور مطلب اس صورت میں بھی یہی ہوگا۔(۳)یومئذ: یوم سے بدل ہے۔(۴)وَفّی فلانا حقَّه: پوراحق دینا۔(۵)الدِّین کے بہت سے معانی ہیں، یہاں جزاءاوربدلہ کے معنی ہیں: جیسے محاورہ ہے: کما تُدِیْنُ تُدَانُ: لوگوں کے ساتھ جیسا سلوک کروگے ویسا ہی بدلہ دیئے جاؤگے یعنی ویسا ہی لوگ تمہارے ساتھ سلوک کریں گے۔(۶)الحقَّ: دِیْنَ (مضاف) کی صفت ہے۔حق کے اصلی معنی مطابقت اورموافقت کے ہیں، اوراس کا استعمال مختلف معانی میں ہوتا ہے۔یہاں معنی ہیں: وہ قول یا فعل جواسی طرح واقع ہو، جس طرح پراس کا ہونا ضروری ہے، قولِ حق اورفعلِ حق اسی معنی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے۔(۷)الحق: اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، مرادوہ ہستی ہے جس کا وجودواقعی ہے، فرضی نہیں اورالحق اورالحق میں جناس تام ہے یعنی لفظ ایک ہیں اورمعنی مختلف۔(۸)المبین بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اَبَانَ سے اسم فاعل ہے: ظاہر کرنے والا، کھول کربیان کرنے والا۔

وَالْخَبِيْثُوْنَ	اور گندے مرد	لِلطَّيِّبٰتِ	ستھری عورتوں کے لئے	لَهُمْ	ان کے لئے
لِلْخَبِيْثٰتِ	گندی عورتوں کے لئے	اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ	مَّغْفِرَةٌ	بخشش
وَالطَّيِّبٰتُ	اور ستھری عورتیں	مُبَرَّءُوْنَ[1]	پاک ہیں	وَّرِزْقٌ	اور روزی ہے
لِلطَّيِّبِيْنَ	ستھرے مردوں کیلئے	مِمَّا	ان باتوں سے جو	كَرِيْمٌ	عزت والی
وَالطَّيِّبُوْنَ	اور ستھرے مرد	يَقُوْلُوْنَ	وہ کہتے ہیں	۞	۞

ربط: گذشتہ رکوع کی دس آیتوں کا راست تعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت سے تھا۔ اب اس رکوع کی چھ آیتوں میں اُسی سلسلہ کی چار باتوں کا عمومی انداز میں تذکرہ کیا جاتا ہے:

پہلی بات: —— اللہ تعالیٰ ہی گناہوں سے بچاتے ہیں، شیطان تو گناہوں کی دلدل میں پھنساتا ہے ——

ارشاد فرماتے ہیں: اے مؤمنو! شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو، جو شخص شیطان کے نقشِ قدم پر چلتا ہے (وہ گمراہ ہو جاتا ہے) کیونکہ وہ بے حیائی اور ناجائز کاموں کا حکم دیتا ہے —— اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور ان کی مہربانی نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں پاک صاف کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔

شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو: یعنی شیطان کی چالوں سے ہوشیار رہو، مسلمان کا یہ کام نہیں کہ شیاطین الانس والجن کے قدم بہ قدم چلے، ان ملعونوں کا تو مشن ہی یہ ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور ناجائز کاموں کی طرف لے جائیں، تم جان بوجھ کر ان کے فریب میں کیوں آتے ہو! اس کی راہ اپناؤ گے تو وہ تمہیں گمراہ کر کے چھوڑے گا۔

اگر تم سنورنا چاہتے ہو، اپنی اصلاح کے آرزومند ہو اور اپنی عاقبت درست کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف آؤ، اس کے رسول ﷺ کا دامن پکڑو، ان کے لائے ہوئے دین کی پیروی کرو، جبھی اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے حقدار بن سکتے ہو۔ اللہ کا فضل اور ان کی رحمت ہی ان کے مخلص بندوں کی دستگیری کرتی ہے، افک کے معاملہ میں انھوں نے اکثر صحابہ کو محفوظ رکھا، اور بعض جو مبتلا ہوئے تو ان کو توبہ کی توفیق دی!

اور اللہ تعالیٰ اپنے علم محیط اور حکمتِ کاملہ سے جانتے ہیں کہ کون بندہ سنورنے کے قابل ہے، اور کس کی توبہ قبول ہونی چاہئے، اور کون جہنم میں جانے کے لائق ہے! چنانچہ دنیا میں اس کے پیچھے رسوائی لگا دی اور آخرت میں اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

(۱) مُبَرَّء: اسم مفعول (باب تفعیل) مصدر تَبْرِئَة: بری کئے ہوئے، اللہ کی طرف سے بری قرار دیتے ہوئے۔

دوسری بات: —— بڑوں کا ظرف بڑا اور ان کے اخلاق بلند ہونے چاہئیں —— حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض صحابہ بھی بھولے پن سے شریک ہوگئے تھے، ان میں سے ایک حضرت مِسطحؓ تھے،، جو ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے، واقعہ افک سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ ان کی امداد کیا کرتے تھے، جب یہ واقعہ پیش آیا، اور صدیقہؓ کی براءت آسمان سے نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطح کی مدد نہیں کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی —— اور تم میں سے دینی کمال اور مالی وسعت رکھنے والے قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، غریبوں اور راہِ خدا میں ہجرت کرنے والوں کو (مدد) نہیں دیں گے —— بلکہ ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں —— ان کو چاہئے کہ معاف کردیں اور درگذر کریں —— یعنی جواں مردی یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیں، اپنے غریب رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی امداد بند نہ کردیں، بزرگوں اور مالی وسعت رکھنے والوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے، ان کے شایانِ شان یہ ہے کہ خطا کاروں کی لغزش سے چشم پوشی اور ان کی حرکت سے درگذر کریں —— کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردیں! اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم والے ہیں —— ہر مؤمن بندہ اللہ تعالیٰ سے عفو و درگذر کی امید رکھتا ہے، پس بندوں کو چاہئے کہ وہ بھی دوسروں کے ساتھ یہی معاملہ کریں۔ حدیث شریف میں ہے: ''مہربانی کرنے والوں پر رحمان مہربانی کرتے ہیں، زمین والوں پر مہربانی کرو آسمان والا تم پر مہربانی کرے گا'' —— چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت سنی تو فوراً جواب دیا: ''بیشک اے پروردگار! ہم ضرور چاہتے ہیں کہ آپ ہماری مغفرت فرمائیں، اور انھوں نے حضرت مسطحؓ کی امداد جاری کردی، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ دوگنی کردی۔

مسئلہ: اگر کوئی قسم کھائی، پھر اس کے علاوہ بات میں بھلائی نظر آئی تو اس قسم کو پورا نہیں کرنا چاہئے، اس کو توڑ دینا چاہئے اور اس کا کفارہ ادا کردینا چاہئے، مثلاً: غصہ میں قسم کھالی کہ باپ سے یا ماں سے نہیں بولے گا، پھر ہوش آیا تو قسم توڑ دے اور کفارہ دیدے (یہ مسئلہ حدیث میں آیا ہے)

فائدہ: کسی خاص فقیر کی مالی مدد کرنا کسی خاص مسلمان پر علی التعیین واجب نہیں، پس جس کی مالی مدد کوئی کرتا ہے اگر وہ اس کو روک دے تو کوئی گناہ نہیں، مگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے معاشرہ کو ایک مثالی معاشرہ بنانا چاہتے ہیں، اس لئے اس آیت میں اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی کہ اگر کسی بڑے آدمی نے جس کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت بھی دی ہے، طبعی رنج و ملال کی وجہ سے کسی خاص غریب فقیر کی مدد نہ کرنے کی قسم کھالی تو اس کو توڑ دینا چاہئے، اور اس کا کفارہ ادا کردینا چاہئے، اور اس کا

مالی تعاون شروع کردینا چاہئے، اس کی مالی امداد سے دست کش ہوجانا بڑے لوگوں کے مقام بلند کے مناسب نہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سے تم عفوودرگذر کی امید رکھتے ہو، اسی طرح تمہیں بھی عفوودرگذر سے کام لینا چاہئے۔

تیسری بات: —— الزام تراشی کرنے والے دونوں جہانوں میں ملعون ہیں، اوران کو بڑی سخت سزا قیامت کے دن ملے گی، اوراس دن جرم کے گواہ خود اُن کے اعضاء ہونگے —— ارشادفرماتے ہیں جولوگ پاک دامن (بے حیائی والے گناہ سے) بے خبر، ایماندار عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں: وہ بالیقین دنیاوآخرت میں ملعون ہیں! اوران کے لئے بڑا عذاب ہے جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اوران کے پیراُن کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے، اُس دن اللہ تعالیٰ ان کوان کا واجبی بدلہ پوراپورا دیں گے، اوروہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی برحق بیان کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں اوراسی سورت کی آیت چار میں قذف کے تعلق سے پاک دامن عورتوں کی تخصیص بہ چند وجوہ ہے:

۱- افک کا واقعہ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آیا تھا: اس لئے بیان میں عورتوں کی تخصیص کی ہے۔

۲- عورتیں کمزور صنف ہیں، اس لئے ان کو تہمت لگانے پر صدمہ بہت پہنچتا ہے، اوروہ جلدی سے شرم کے مارے قاضی کے پاس نہیں جاسکتیں، اور مرد باہمت ہوتے ہیں، وہ فوراً استغاثہ کرکے بدلہ لے سکتے ہیں۔

۳- تہمتِ زنا خواہ کسی پر لگائی جائے، مرد پر یا عورت پر: کبیرہ گناہ اور موجب حد ہے، مگر پاک دامن، گناہ کے تصور سے بھی پاک ایماندار عورت پر تہمت لگانا تباہ کرنے والا کبیرہ گناہ ہے۔ متفق علیہ حدیث میں ہے: ''سات تباہ کن گناہوں سے بچو: ایک: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ دوسرا: جادو کرنا۔ تیسرا: کسی کو ناحق قتل کرنا۔ چوتھا: سود کھانا۔ پانچواں: یتیم کا مال کھانا۔ چھٹا: جنگ کے دوران پیٹھ پھیرنا۔ ساتواں: پاک دامن، گناہ سے محض بے خبر ایماندار عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا (مشکوۃ حدیث ۵۲) اور طبرانی کی روایت میں ہے: ''محصنہ پر تہمت لگانا سوسال کے عمل کو ڈھادیتا ہے'' (فوائد)

لعنت کے معنی: خیر سے دور اور محروم کرنا، کسی سے سخت ناراض ہوجانا اور پھٹکار دینا —— اورلعنت کا اثر دنیاوآخرت میں مختلف طرح سے ظاہر ہوتا ہے، مگر دنیا میں اسباب دنیوی کی رعایت کے ساتھ اثر ظاہر ہوتا ہے۔ جب اسباب متعارض ہوتے ہیں تو اثر دیر میں ظاہر ہوتا ہے، اورآخرت میں چونکہ اسباب کا تعارض ختم ہوجاتا ہے اس لئے اثر فوری ظاہر ہوتا ہے (اس کی تفصیل رحمۃ اللہ الواسعہ ۱:۳۶۱ میں ہے)

جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اوران کے پیر گواہی دیں گے: یعنی قیامت کے میدان میں عدالت قائم ہوگی، اوراظہارات سنے جائیں گے، اس دن الزام تراشی کرنے والے اپنے جرم کا خود اقرار کریں گے، ان کی

زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی، اور ان کے دو ہاتھ اور دو پیر بھی ان کے خلاف گواہی دیں گے، وہ دنیا میں تہمت پر چار گواہ پیش نہیں کر سکے تھے، اب ان کے جھوٹے ہونے پر انہیں کے چار اعضاء گواہی دیں گے، اس وقت عدالتِ عالی واجبی سزا کا فیصلہ سنائے گی، اور وہ سزا ان کو پوری پوری ملے گی۔

اس دن مجرموں کو دو باتوں کا حق الیقین حاصل ہو جائے گا:

۱- اللہ تعالیٰ برحق ذات ہیں، ان کا وجود محض خیالی نہیں، بلکہ وہ واقعی حقیقت ہے۔

۲- انھوں نے دنیا میں احکام صاف صاف کھول کر بیان کر دیئے تھے، مگر بہت سے لوگ خام خیالی میں مبتلا رہے، ان کو اب پتہ چل گیا کہ وہ واقعی احکام تھے، فرضی نہیں تھے۔

یہاں ایک سوال ہے: یٰس شریف (آیت ٦٥) میں ہے: ''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے، اور ان کے پاؤں اُن کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے'' اور یہاں ہے کہ ان کی زبانیں بھی گواہی دیں گی: یہ تعارض ہے۔

اس کا جواب: یہ ہے کہ یٰس شریف کی آیت کافروں کے حق میں ہے۔ وہ قیامت کے دن عدالتِ عالی میں اپنے کفر و شرک کا انکار کریں گے، پس ان کے مونہوں پر مہر کر کے اعضاء سے پوچھا جائے گا، وہ اقرار کریں گے۔ اور یہاں الزام لگانے والے مؤمنوں اور منافقوں کا ذکر ہے۔ یہ جرم کا انکار نہیں کریں گے، بلکہ اقرار کریں گے، اس لئے مونہوں پر مہر لگانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

چوتھی بات: —— اللہ تعالیٰ نے طبائع میں طبعی طور پر جوڑ رکھا ہے —— ارشاد فرماتے ہیں: گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں۔ اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لئے ہیں، اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لئے ہیں۔ یہ لوگ (ستھرے مرد و زن) ان باتوں سے پاک ہیں جو وہ (الزام لگانے والے) کہتے ہیں۔ ان (ستھرے لوگوں) کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے!

اس آخری آیت میں یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طبائع میں طبعی طور پر جوڑ رکھا ہے۔ فارسی کی مشہور مثل ہے: ''کند ہم جنس باہم جنس پرواز! اور اسی معنی میں عربی کی مثل ہے: إنَّ الطیورَ علی أشباهها تقع: یعنی کبوتروں کی ڈار میں کبوتر ہی ہوتے ہیں، کوا نہیں ہوتا، اور کوّوں کی ڈار میں کوّے ہی ہوتے ہیں، کبوتر نہیں ہوتا۔ یہ قدرتی قانون ہے، اس قانون کی رو سے گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں۔

اور یہ مضمون اسی سورت کی آیت تین میں بھی دوسرے انداز پر آیا ہے۔ ارشاد پاک ہے: ''بدکار مرد صرف بدکار عورت سے یا مشرک عورت سے نکاح کرتا ہے۔ اور بدکار عورت سے صرف بدکار مرد یا مشرک نکاح کرتا ہے''

مگر دورِ اول کے اسلامی معاشرہ میں ان بدکاروں کا نام ونشان بھی نہیں تھا، وہ معاشرہ تو دودھ سے دُھلا ہوا تھا، پھر انبیاء علیہم السلام جو دنیا میں پاکی اور صفائی میں مثالی شخصیتیں تھیں ان کو اللہ تعالیٰ نے ازواج بھی ان کے مناسب عطا فرمائی تھیں، ان کے حق میں افتراء پردازی کیا معنی رکھتی ہے! ان کے لئے تو دوسرا ضابطہ ہے: "اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لئے ہیں، اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لئے ہیں!" اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو سب ازواج میں ممتاز تھیں، اور آپ ﷺ سید الانبیاء ہیں۔ پس صدیقہ کے بارے میں شک وشبہ وہی کرسکتا ہے جس کا خود رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں۔ صدیقہ اور تمام ازواج مطہرات ان باتوں سے قطعی پاک ہیں جو منافقین کہتے ہیں۔ ان کے لئے آخرت میں مغفرت اور عزت کی روزی یعنی جنت ہے، اور تہمت تراشنے والے جہنم کا ایندھن بن کر رہیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی پیغمبر کی بیوی بدکار نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ناموس کی حفاظت فرماتے ہیں۔

کسی نبی کی بیوی کافر ہو یہ ممکن ہے، مگر بدکار فاحشہ نہیں ہوسکتی کیونکہ بدکاری سے طبعی طور پر عوام کو نفرت ہوتی ہے، اور کفر طبعی نفرت کا موجب نہیں (بیان القرآن)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ	اے وہ لوگو جو	غَيْرَ (۱)	جو علاوہ ہیں	وَتُسَلِّمُوا	اور سلام کرلو
آمَنُوا	ایمان لائے	بُيُوتِكُمْ	تمہارے گھروں کے	عَلَىٰ أَهْلِهَا	ان کے رہنے والوں کو
لَا تَدْخُلُوا	مت داخل ہوؤ	حَتَّىٰ	یہاں تک کہ	ذَٰلِكُمْ	یہ (اجازت لینا)
بُيُوتًا	ایسے گھروں میں	تَسْتَأْنِسُوا	تم انس پیدا کرلو	خَيْرٌ (۲)	بہتر ہے

(۱) غیر بیوتکم: مرکب اضافی بیوتا کی صفت ہے (۲) خیر: اسم تفضیل ہے، خلاف قیاس، اور مفضل منہ: من الدخول بغیر استئذان محذوف ہے یعنی بغیر اجازت لئے داخل ہونے سے۔

لَكُمْ	تمہارے لئے	لَكُمْ	تم سے	اَنْ	(اس میں) کہ
لَعَلَّكُمْ(۱)	تا کہ تم	اِرْجِعُوْا	لوٹ جاؤ	تَدْخُلُوْا	داخل ہوؤ
تَذَكَّرُوْنَ	یاد کرو	فَارْجِعُوْا	تو لوٹ جاؤ	بُيُوْتًا	ایسے گھروں میں
فَاِنْ	پس اگر	هُوَ	وہ (لوٹ جانا)	غَيْرَ(۳)	جو نہیں ہیں
لَمْ تَجِدُوْا	نہ پاؤ تم	اَزْكٰى(۲)	زیادہ ستھرا (بہتر) ہے	مَسْكُوْنَةٍ	رہنے کے گھر
فِيْهَا	ان گھروں میں	لَكُمْ	تمہارے لئے	فِيْهَا	ان گھروں میں
اَحَدًا	کسی کو	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	مَتَاعٌ(۴)	نفع ہے
فَلَا تَدْخُلُوْهَا	تو نہ داخل ہوؤ ان میں	بِمَا	ان کاموں کو جو	لَّكُمْ	تمہارے لئے
حَتّٰى	یہاں تک کہ	تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
يُؤْذَنَ	اجازت دی جائے	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے ہیں	يَعْلَمُ	جانتے ہیں
لَكُمْ	تمہارے لئے	لَيْسَ	نہیں ہے	مَا	ان باتوں کو جو
وَاِنْ	اور اگر	عَلَيْكُمْ	تم پر	تُبْدُوْنَ	ظاہر کرتے ہو تم
قِيْلَ	کہا جائے	جُنَاحٌ	کوئی گناہ	وَمَا تَكْتُمُوْنَ	اور انکو جو چھپاتے ہو تم

ربط: سورۃ النور کا موضوع اصلاحِ معاشرہ ہے، اور معاشرہ کو خراب کرنے والی سب سے بری چیز زنا ہے۔ اس سے نسب گڈمڈ ہوجاتے ہیں، رقابتیں پیدا ہوتی ہیں، اور کُشت وخون کا بازار گرم ہوتا ہے، جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اور معاشرہ تہ وبالا ہوجاتا ہے۔ یورپ وامریکہ میں جہاں باہمی رضامندی سے زنا ایک جائز فعل ہے ان خرابیوں کا رات دن مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے سورت کا آغاز احکام زنا وقذف سے ہوا ہے، پھر قذف کی سنگینی سمجھانے کے لئے واقعہ افک کا تذکرہ کیا ہے۔ اور چونکہ بسا اوقات بلا اجازت کسی کے گھر میں جانا زنا کا سبب بنتا ہے اس لئے اب ان آیات میں اجازت طلبی کا حکم دیا جاتا ہے، تاکہ فسادِ معاشرہ کا یہ سوراخ بند ہوجائے۔

---

(۱) لعلکم: محذوف: أرشدتم إلى ذلك کی تعلیل ہے یعنی تمہاری اس مفید بات کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے تاکہ تم یاد کرو اس بات کو جو تمہارے لئے مفید ہے۔ تذکرون کا مفعول: منفعته بھی محذوف ہے۔ (۲) أزكى: اسم تفضیل: زیادہ ستھرا، زکاۃ سے جس کے معنی طہارت اور پاکیزگی کے ہیں۔ (۳) غير مسكونة: مرکب اضافی بیوتا کی صفت ہے۔ (۴) متاع: اسم مفرد، جمع أمتعة: معین وممتد وقت تک برتنے اور فائدہ اٹھانے کی چیز اور قابل استفادہ چیز۔

ملاقات کے لئے جاؤ تو پہلے اجازت لو، بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں داخل مت ہوؤ!

ارشادِ پاک ہے: —— اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل مت ہوؤ، یہاں تک کہ (اجازت لے کر) اُنس پیدا کرلو، اوران میں رہنے والوں کوسلام کرلو۔ یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے (اور یہ بات تم کواس لئے بتائی) تاکہ تم (اپنا فائدہ) یاد کرو —— اس آیت کے ذیل میں چند باتیں سمجھ لینی چاہئیں:

۱- اجازت طلبی کا حکم مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے، آیت میں خطاب اگرچہ مردوں سے ہے، مگر عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ قرآنِ کریم کا یہ عام اسلوب ہے کہ مردوں کو مخاطب بنایا جاتا ہے، اور عورتیں اس میں شامل رہتی ہیں۔ پس دوسرے کے گھر میں جانے کے لئے اجازت طلب کرنا واجب ہے۔ عورت کسی عورت کے پاس جائے یا مرد کسی مرد کے پاس جائے سب کو اجازت لینی چاہئے، حتی کہ اگر اپنی ماں، بہن یا دوسری محرم عورتوں کے گھر میں جائے تب بھی اجازت لے کر جائے۔

موطا مالک میں روایت ہے: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنی والدہ کے گھر میں جاؤں تو اجازت طلب کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا: میں تو ہر وقت ان کی خدمت میں رہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر بھی اجازت لئے بغیر گھر میں مت جاؤ، کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اپنی ماں کو ننگا دیکھو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پس اجازت لو، کیونکہ ممکن ہے وہ کسی ضرورت سے اپنا ستر کھولے ہوئے ہو (معارف)

اور اگر گھر میں بیوی بچے ہی ہوں تو اجازت لینا ضروری نہیں، مستحب ہے، کیونکہ احتمال ہے: پڑوس کی کوئی عورت گھر میں آئی ہوئی ہو۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اپنے گھر میں جانے کے لئے بھی اجازت لیتے تھے، اور وجہ یہ بتائی کہ ممکن ہے گھر میں پاس پڑوس کی کوئی خاتون آئی ہوئی ہو۔

اور اگر اپنا گھر بالکل خالی ہو تو اجازت طلبی کا حکم باقی نہیں رہتا۔ البتہ سلام اب بھی کرنا چاہئے، اور اس صورت میں سلام ان لفظوں سے کرے: السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین: ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام! میرے استاذ حضرت شیخ محمود عبدالوہاب مصری قدس سرہ دارالعلوم دیوبند میں مسجد کی بائیں جانب میں بالائی منزل پر اس حجرہ میں قیام پذیر تھے جس میں آج کل حضرت مہتمم صاحب رہتے ہیں، وہ جب نماز کے لئے نیچے اترتے تھے تو کمرہ بند کرکے آتے تھے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوکر لوٹتے تھے تو میں ساتھ ہوتا تھا، جب وہ کمرہ کھولتے تو مذکورہ لفظوں سے سلام کرتے تھے، پھر اندر داخل ہوتے تھے۔

۲- آیتِ کریمہ میں تستأنسوا ہے یعنی تم انسیت پیدا کرلو، جبکہ ہونا چاہئے تھا: تستأذنوا: تم اجازت لے لو، یہ

تبدیلی اس لئے ہے کہ اجازت طلبی کی حکمت ومصلحت کی طرف اشارہ ہوجائے، پس آیت میں اقتضاء النص سے تستأذنوا محذوف ہوگا، اور تقدیر عبارت ہوگی: حتی تستأذنوا لِتَستأنسوا: یہاں تک کہ اجازت لے لو، تاکہ ایک دوسرے سے مانوس ہوجاؤ۔

جب کوئی شخص کسی کی ملاقات کے لئے جاتا ہے تو اگر اجازت لے کر مہذب انسان کی طرح ملے تو مخاطب اس کی بات توجہ سے سنتا ہے، اور اس کی کوئی حاجت ہو تو اس کو پورا کرتا ہے، اور اگر غیر مہذب طریقہ پر اجازت لئے بغیر مسلط ہوجائے تو مخاطب اس کو بلائے ناگہانی سمجھتا ہے اور اس کی بات توجہ سے نہیں سنتا، نہ اس کی حاجت روائی کا جذبہ اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے، اور آنے والے کو ایذائے مسلم کا گناہ الگ ہوتا ہے۔

۳- آنے والے کو دو کام کرنے ہیں: اجازت لینی ہے اور سلام کرنا ہے: ان میں مقدم کون ہو؟ پہلے اجازت لینی چاہئے، پھر سلام کرنا چاہئے یا اس کے برعکس ہونا چاہئے، اس سلسلہ میں مفسرین کرام میں اختلاف ہے: ایک رائے یہ ہے کہ پہلے اجازت لے، پھر سلام کرے یہ حضرات کہتے ہیں: آیتِ کریمہ سے یہی ترتیب مفہوم ہوتی ہے، حالانکہ آیت میں واو کے ذریعہ عطف کیا گیا ہے، اور واو مطلق جمع کے لئے آتا ہے، وہ ترتیب پر دلالت نہیں کرتا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے۔ متعدد روایات میں یہی ترتیب آئی ہے۔ السلام قبل الکلام مشہور حدیث ہے، اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں ہے کہ جو شخص سلام سے پہلے اجازت طلب کرے اس کو اجازت مت دو۔

اور تطبیق یہ سمجھ میں آتی ہے کہ سلام دو طرح کے ہیں: سلام استیذان اور سلام تحیہ۔ اگر صاحبِ خانہ قریب ہو، اور بات سن رہا ہو تو پہلے سلام کرے، یہ سلام استیذان بھی ہے اور سلام تحیہ بھی۔ پھر اجازت ملنے کے بعد جب گھر میں داخل ہو تو دوبارہ سلام تحیہ کرنا ضروری نہیں —— اور اگر صاحبِ خانہ دور ہو، گھنٹی بجانے کی ضرورت ہو یا دروازہ کھٹکھٹانے کی، تو پہلے استیذان کرے، جب اجازت مل جائے، اور گھر میں داخل ہو تو سلام تحیہ کرے۔ واللہ اعلم

۴- فرمایا: "یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے" یعنی اجازت لئے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونے سے بہتر ہے۔

اجازت لے کر داخل ہونے میں متعدد فوائد ہیں:

پہلا فائدہ: وہ ہے جس کی طرف ﴿تَسْتَأْنِسُوْا﴾ میں اشارہ کیا ہے کہ صاحبِ خانہ آنے والے سے مانوس ہوجاتا ہے اور ملاقات خوشگوار ہوتی ہے۔

دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے آدمی کے گھر کو سکون وراحت کی جگہ بنایا ہے، اور یہ بات اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب کوئی خواہ مخواہ کی مداخلت نہ کرے، پس بے اجازت داخل ہو کر کسی کے سکون میں خلل ڈالنا گھر کی مصلحت کو فوت کرنا ہے،

اس لئے ناجائز ہے۔

تیسرا فائدہ: فواحش کا انسداد ہے۔ بلا اجازت کسی کے مکان میں داخل ہونے میں احتمال ہے کہ گھر کی عورت پر نظر پڑجائے اور شیطان دل میں کوئی برا خیال پیدا کردے۔

چوتھا فائدہ: آدمی کبھی اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتا ہے، یا ایسے کام میں مشغول ہوتا ہے کہ نہیں چاہتا کہ کوئی اس پر مطلع ہو، اس لئے اجازت لے کر داخل ہونا ضروری ہے۔

۵- اور آخر آیت میں ارشاد ہے: ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾: تاکہ تم اپنا فائدہ یاد کرو۔ یہ اجازت طلبی کی ترغیب ہے کہ چونکہ یہ بات تمہارے لئے مفید ہے، اس میں فوائد ہیں اس لئے اس کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔

اجازت ہر حال میں لینا ضروری ہے، اور لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جائے، برا نہ مانے

ارشاد فرماتے ہیں: پس اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ، تو (بھی) ان میں داخل مت ہوؤ، یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے، اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ۔ وہ تمہارے لئے زیادہ ستھری بات ہے، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے! —— اس آیت میں دو مسئلے ہیں، اور آخر میں دو باتیں ہیں:

پہلا مسئلہ: اگر یہ معلوم ہوجائے کہ گھر میں کوئی موجود نہیں، تب بھی دوسرے کے گھر میں مالک کی اجازت کے بغیر مت جاؤ، کیونکہ ملکِ غیر میں بدوں اجازت تصرف کا کوئی حق نہیں۔ نہ معلوم بے اجازت داخل ہونے سے کیا جھگڑا کھڑا ہو یا کیا الزام لگ جائے —— ہاں صراحۃً یا دلالۃً اجازت ہو تو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ﴿حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾ کا یہی مطلب ہے۔

دوسرا مسئلہ: اور اگر گھر میں صاحبِ خانہ ہو، مگر وہ کسی وجہ سے فی الحال ملاقات نہیں کرنا چاہتا، چنانچہ گھر میں سے کہا جائے کہ ملاقات سے فی الوقت معذوری ہے تو لوٹ جانا چاہئے، بُرا نہیں ماننا چاہئے۔ کبھی آدمی کی طبیعت کسی سے ملنے کو نہیں چاہتی، یا کام کا حرج ہوتا ہے، یا وہ کوئی ایسا کام یا بات کر رہا ہے جس پر غیر کو مطلع کرنا پسند نہیں کرتا، پس کیا ضروری ہے کہ خواہ مخواہ اس پر بوجھ بن جائے! اس طرح بارِ خاطر بننے سے تعلقات صاف نہیں رہتے۔

پھر آیت میں دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں:

پہلی بات: ﴿هُوَ أَزْكٰى لَكُمْ﴾ وہ تمہارے لئے زیادہ ستھری بات ہے۔ اس کا تعلق دونوں مسئلوں سے ہے یعنی یہ دونوں مسئلوں کی مصلحت کا بیان ہے۔ گھر میں کوئی موجود نہ ہو اور بے اجازت داخل ہوؤ تو کوئی بھی الزام لگ سکتا ہے، اس لئے اس سے بہتر بات یہ ہے کہ داخل مت ہوؤ۔ اسی طرح ملاقات سے معذرت پر لوٹ جانا بھی قلوب کی صفائی کا سبب ہے، کیونکہ صاحبِ خانہ پر بوجھ بن جانا پرلے درجہ کی دنائت (کمینہ پن) ہے۔

دوسری بات: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾: اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔ یہ دونوں مسئلوں کی وجہ بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے تمام ظاہری اور باطنی احوال کی خبر ہے۔ انھوں نے اپنے علم محیط سے تمام امور کی رعایت کر کے یہ احکام دیئے ہیں، پس ان کی تعمیل میں تمہارا سراسر فائدہ ہے۔

اور حدیثوں میں اجازت طلبی کے سلسلہ میں تین مسائل اور آئے ہیں:

پہلا مسئلہ: وقفہ وقفہ سے تین مرتبہ اجازت طلب کرے، اگر تیسری مرتبہ بھی جواب نہ ملے تو لوٹ جائے، اور یہ سمجھ لے کہ گھر میں کوئی نہیں ہے یا کوئی مشغولیت ہے، پس دروازے پر جمار ہنا اور مسلسل دستک دینا ایذاء کا سبب بنتا ہے، جس سے بچنا واجب ہے۔

دوسرا مسئلہ: اگر دروازہ کھلا ہے تو دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو، دائیں بائیں کھڑے ہو کر سلام کرے، گھنٹی بجائے یا دستک دے، تاکہ اجازت ملنے سے پہلے ناگاہ نظر نہ پڑ جائے، حدیث میں ہے: إنما جُعل الاستيذانُ لأجل النظر: اجازت طلبی کا حکم نظر (دیکھنے) ہی کی وجہ سے ہے۔ اگر اجازت ملنے سے پہلے گھر میں دیکھ لیا تو اجازت طلبی کا مقصد فوت ہو گیا۔

تیسرا مسئلہ: جب گھر میں سے پوچھا جائے کہ کون؟ تو ایسا جواب دے جس سے آنے والے کا تعارف ہو جائے، مجمل جواب نہ دے کہ میں! اور صرف نام نہ بتائے، بلکہ اپنا لقب یا عرف وغیرہ ہو تو وہ بھی ذکر کرے، یہی حکم ٹیلیفون پر جواب دینے کا ہے۔

رفاہِ عام کی جگہوں میں اجازت لئے بغیر داخل ہونا جائز ہے

ارشاد فرمایا: اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ (بغیر اجازت لئے) ایسے گھروں میں داخل ہو جن میں کوئی نہیں رہتا، جن میں تمہارے لئے منفعت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ وہ باتیں جانتے ہیں جو تم علانیہ کرتے ہو اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو!

جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتا اور وہ عام لوگوں کے استعمال کی جگہیں ہیں، اور وہاں جانے میں کوئی روک ٹوک نہیں، مثلاً: مسجد، مدرسہ، خانقاہ، سرائے وغیرہ۔ وہاں اگر کسی ضرورت سے جانا پڑے تو کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ کسی کی ملکیت نہیں، نہ وہاں جانے میں کسی کو ڈسٹرپ (پریشان) کرنا لازم آتا ہے۔

مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان جگہوں میں آدمی کیوں جا رہا ہے؟ چوری وغیرہ کی نیت سے تو نہیں جا رہا؟ اگر ایسی کوئی بری نیت ہے تو وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ تمام کھلے اور چھپے حالات کو جانتے ہیں، وہ اس کی ضرور سزا دیں گے۔

مسئلہ: رفاہِ عام کی وہ مخصوص جگہیں آفس وغیرہ جہاں منتظمین کی طرف سے بے اجازت داخلے کی ممانعت ہے وہاں اجازت لینی ضروری ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

قُلْ	کہیں	اَزْكٰى	زیادہ ستھری ہے	لِّلْمُؤْمِنٰتِ	مومن عورتوں سے
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ	مومن مردوں سے:	لَهُمْ	ان کے لئے	يَغْضُضْنَ (۵)	نیچی رکھیں
يَغُضُّوْا (۱)	نیچی رکھیں	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مِنْ اَبْصَارِهِنَّ	اپنی نظریں
مِنْ اَبْصَارِهِمْ (۲)	اپنی نظریں	خَبِيْرٌ	پورے باخبر ہیں	وَيَحْفَظْنَ (۶)	اور محفوظ رکھیں
وَيَحْفَظُوْا (۳)	اور محفوظ رکھیں	بِمَا	ان کاموں سے جو	فُرُوْجَهُنَّ	اپنی شرمگاہیں
فُرُوْجَهُمْ	اپنی شرمگاہیں	يَصْنَعُوْنَ	وہ کرتے ہیں	وَلَا يُبْدِيْنَ	اور نہ ظاہر کریں
ذٰلِكَ (۴)	وہ بات	وَقُلْ	اور کہیں	زِيْنَتَهُنَّ (۷)	اپنی زیبائش

(۱) يَغُضُّوْا: فعل امر، صیغہ جمع مذکر غائب، غَضّ (ن) جھکانا، نیچا کرنا......(۲) مِن: صلہ (زائدہ) ہے، اور تبعیضیہ بھی ہوسکتا ہے، بلکہ عام طور پر تبعیضیہ لیا گیا ہے، مگر بہتر صلہ قرار دینا ہے، کیونکہ تبعیضیہ ہونے کی صورت میں معنی بنانے میں بڑا تکلف ہے۔

(۳) يَحْفَظُوْا: فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب......(۴) ذلك: اسم اشارہ بعید ہے، اور مشار الیہ غضِ بصر ہے......

(۵) يَغْضُضْنَ: فعل امر، صیغہ جمع مؤنث غائب ہے......(۶) يَحْفَظْنَ: فعل مضارع، صیغہ جمع مؤنث غائب ہے۔(۷) زینت: زیبائش، ہر قسم کی خلقی اور کسبی آرائش۔

اِلَّا (1)	مگر	بُعُوْلَتِهِنَّ	اپنے شوہروں کے	لَمْ يَظْهَرُوْا	نہیں واقف ہوئے
مَا	جو	اَوْ اِخْوَانِهِنَّ	یا اپنے بھائیوں کے	عَلٰى عَوْرٰتِ	پردے کی باتوں سے
ظَهَرَ	کھلی رہتی ہے	اَوْ بَنِيْٓ	یا بیٹیوں	النِّسَآءِ	عورتوں کے
مِنْهَا (2)	اس میں ہے	اِخْوَانِهِنَّ	اپنے بھائیوں کے	وَلَا يَضْرِبْنَ	اور نہ پٹخیں
وَلْيَضْرِبْنَ	اور چاہئے کہ ڈالیں رہیں	اَوْ بَنِيْٓ	یا بیٹوں	بِاَرْجُلِهِنَّ	اپنے پیر
بِخُمُرِهِنَّ	اپنی اوڑھنیاں	اَخَوٰتِهِنَّ	اپنی بہنوں کے	لِيُعْلَمَ	تا کہ جان لی جائے
عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (3)	اپنے گریبانوں پر	اَوْ نِسَآئِهِنَّ	یا اپنی عورتوں کے	مَا	جو
وَلَا يُبْدِيْنَ	اور نہ ظاہر کریں	اَوْ مَا	یا جن کے	يُخْفِيْنَ	چھپاتی ہیں وہ
زِيْنَتَهُنَّ	اپنی زیبائش	مَلَكَتْ	مالک ہیں	مِنْ زِيْنَتِهِنَّ	اپنی زیبائش سے
اِلَّا (1)	مگر	اَيْمَانُهُنَّ	ان کے دائیں ہاتھ	وَتُوْبُوْٓا	اور توجہ کرو
لِبُعُوْلَتِهِنَّ	اپنے شوہروں کے سامنے	اَوِ التّٰبِعِيْنَ (4)	یا ٹہلوا نوکروں کے	اِلَى اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کی طرف
اَوْ اٰبَآئِهِنَّ	یا اپنے باپوں کے	غَيْرِ	جو نہیں	جَمِيْعًا	سبھی
اَوْ اٰبَآءِ	یا باپوں	اُولِي الْاِرْبَةِ (5)	خواہش رکھنے والے	اَيُّهَ	اے
بُعُوْلَتِهِنَّ	اپنے شوہروں کے	مِنَ الرِّجَالِ	مردوں میں سے	الْمُؤْمِنُوْنَ	مومنو!
اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ	یا اپنے بیٹوں کے	اَوِ الطِّفْلِ	یا ان بچوں کے	لَعَلَّكُمْ	تا کہ
اَوْ اَبْنَآءِ	یا بیٹوں	الَّذِيْنَ	جو	تُفْلِحُوْنَ	تم کامیاب ہوؤ

(۱) دونوں جگہ إلا حرف استثناء ہے، اور ایک ہی مستثنیٰ منہ سے دو استثناء ہیں، مگر ایسا کرنا نحات کے نزدیک ضعیف ہے، کیونکہ اس سے عبارت میں پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے، اور کلام فصاحت سے خارج ہو جاتا ہے۔ ابن حاجب رحمہ اللہ نے کافیہ میں غیر منصرف کی بحث کے آخر میں ایسا کیا ہے، جس سے بات بہت دقیق ہو گئی ہے ــــ قرآنِ کریم جب ایسی ضرورت پیش آتی ہے تو مستثنیٰ منہ کو مکرر لاتا ہے یہاں مستثنیٰ منہ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ ہے، اس کو مکرر لایا گیا ہے۔ پس ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کا تعلق دوسرے استثناء میں جن بارہ قسم کے لوگوں کا ذکر ہے: انہی سے ہے یعنی انہی کے سامنے چہرہ وغیرہ کھلا رکھا جا سکتا ہے (۲) منها: أی من الزینة (۳) جُیُوْب: جَیب کی جمع: گریبان۔ پہلے بھی اور اب بھی عموماً گریبان آگے بناتے ہیں، پس مراد سینہ ہے۔ (۴) التابع: ساتھ لگا رہنے والا، گھر کا ٹہلوا نوکر (۵) إِرْبة: مطلق حاجت، اور ایسی سخت حاجت جس کو دور کرنے کے لئے حیلہ اور تدبیر سے کام لینا پڑے، اور آیت میں نکاح کی حاجت مراد ہے...... غیر أولی الإربة: مرکب اضافی التابعین کی صفت ہے، اور من الرجال: التابعین سے متعلق ہے۔

ربط: جس طرح بلا اجازت کسی کے گھر میں جانا زنا تک مُفضی ہو سکتا ہے، اسی طرح نظر بھر کر دیکھنا بھی زنا کا سبب بنتا ہے، اس لئے اب اس کا سدّ باب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کے ساتھ ہر وقت کا رہنا سہنا ہے، اگر ان کے درمیان سلیقہ سے نہ رہا جائے تو بھی فساد کا اندیشہ ہے۔ باپ بیٹی، بھائی بہن، بھابھی جیٹھ دیور، ساس داماد اور سالی بہنوئی کے بدکاری کے واقعات ہم آئے دن سنتے رہتے ہیں، یہ سب نظر بھر کر دیکھنے اور بے سلیقہ زندگی گذارنے کے نتائج ہیں، اس لئے دوسری آیت میں عورتوں کو محارم اور محارم جیسوں کے درمیان رہنے کا سلیقہ سکھایا ہے۔

نظریں نیچی رکھو، اور ہر وقت ساتھ رہنے والے محارم وغیرہ کے درمیان سلیقہ سے رہو

پہلی آیت: —— آپ مؤمن مردوں سے کہیں کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ بات ان کے لئے زیادہ ستھری ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں جو وہ کرتے ہیں۔

بدنظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے، اس سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم نے بدکاری اور بے حیائی کا یہ دروازہ بند کر دیا۔ مسلمان مردوں اور عورتوں کو حکم دیا کہ بدنظری سے بچیں، کیونکہ جب نظریں لڑتی ہیں تو دل بے قابو ہو جاتا ہے، اور آدمی ناکردنی کر گذرتا ہے —— علاوہ ازیں: اگر آدمی نظر نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے، اور اختیار وارادے سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے۔

اور آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی چوری کو جانتے ہیں، اور ان باتوں کو بھی جانتے ہیں جو سینوں میں پوشیدہ ہیں (المؤمن آیت ۱۹) اس لئے بدنگاہی اور ہر قسم کی بدکاری سے بچو، ورنہ آخرت میں سزا پاؤ گے!

مسئلہ: ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر، یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو فوراً نگاہ ہٹا لے اور یہ پہلی نظر معاف ہے، مگر دوبارہ ارادے سے اس کی طرف نظر نہ کرے، کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا، جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جا سکتا (یہ مسئلہ حدیث میں صراحۃً آیا ہے)

فائدہ: ﴿وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾: اور اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھیں، یہ نظریں نیچی رکھنے کا فائدہ ہے۔ یعنی بدنظری سے بچو گے تو زنا سے بچ جاؤ گے۔ اور اس کو مستقل جملہ کی صورت میں اس لئے لایا گیا ہے کہ حکم عام ہو جائے، یعنی شرمگاہ کی ہر حرام کاری سے حفاظت ضروری ہے، زنا، اغلام، سَحاقہ (دو عورتوں کی چپٹی) اور ہاتھ سے شہوت پوری کرنا: یہ سب آیت کا مصداق ہیں۔ اور چونکہ یہ حکم پہلے حکم کے بعد متصلاً آیا ہے، اس لئے یہ اس حکم کی غایت بھی ہے۔

دوسری آیت میں پانچ احکام ہیں:

پہلا حکم: —— اور آپ مؤمن عورتوں سے کہیں کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ——

یہ وہی حکم ہے جو مردوں کو دیا تھا، اور عورتیں اگرچہ احکام میں مردوں کے تابع ہوتی ہیں، مگر ان کو مکرر یہ حکم دو وجہ سے دیا ہے: ایک: اس وجہ سے کہ کہیں یہ خیال نہ کیا جائے کہ یہ حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے، عورتیں برقعے میں آزاد ہیں، جس کو چاہیں دیکھیں۔ دوم: آگے اور بھی چند احکام عورتوں کو دیئے ہیں، جو اسی حکم کے قبیل سے ہیں، اس لئے تمہید میں یہ حکم بھی ذکر کر دیا۔

دوسرا حکم: —— اور وہ اپنی زیبائش ظاہر نہ کریں، مگر جو اس میں سے کھلی رہتی ہے —— زیبائش: ہر قسم کی خلقی اور کسبی آرائش، خواہ وہ جسم کی پیدائشی ساخت سے متعلق ہو، یا پوشاک وغیرہ خارجی امور سے متعلق ہو، عورتوں کو کسی قسم کی زیبائش کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔

اور ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر احادیث و آثار میں چہرے اور ہتھیلیوں سے آئی ہے، اور فقہاء نے پیروں کو ان کے ساتھ لاحق کیا ہے یعنی جن لوگوں کے ساتھ ہر وقت کا رہنا سہنا ہے، وہ اگرچہ محارم ہوں، اور وہ اگرچہ شوہر ہو: سب کے سامنے یہی تین اعضاء اور ان میں پہنا جانے والا زیور کھلا رہے، باقی تمام بدن کپڑوں میں چھپا رہے۔

تیسرا حکم: —— اور چاہئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں —— یعنی صرف یہی نہیں کہ باقی بدن چھپا رہے، بلکہ سینے کا ابھار بھی نظر نہ آئے، اس پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔

جاننا چاہئے کہ چہرہ عشق آفریں ہے، اور عورت کی چھاتی کا ابھار، اور مرد و زن کے بدن کا پچھلا حصہ فریفتگی کا باعث بنتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی نے بدتمیزی کی، اس نے کہا: ''آپ کی ماں کے سرین بہت بڑے تھے!'' حضرت معاویہؓ نے بردباری اختیار کی اور جواب دیا: ''میرے ابا کو میری امی کی یہی چیز پسند تھی!'' اس سے ثابت ہوا کہ یہ چیز فریفتگی کا باعث ہے، پس جو عورتیں پتلون یا پتلون نما پاجامہ پہنیں وہ اوپر گھٹنوں تک کُرتا بھی پہنیں۔ اور یہی حکم مردوں کے لئے بھی ہے، وہ بھی اپنی محرم عورتوں کے سامنے پتلون یا پتلون نما پاجامہ نہ پہنیں، اور اگر پہنیں تو اوپر گھٹنوں تک کُرتا بھی پہنیں، تاکہ سرین کا ابھار نظر نہ آئے اور فساد نہ پھیلے۔

چوتھا حکم: —— دوسرے حکم میں جو مستثنیٰ منہ تھا، اس کو مکرر لا کر ارشاد فرماتے ہیں: اور وہ اپنی زیبائش ظاہر نہ کریں مگر:

۱- اپنے شوہروں کے سامنے —— شوہر سے کسی عضو کا پردہ نہیں، مگر اس کے سامنے بھی بیوی کو سلیقہ سے رہنا چاہئے، عام حالات میں صرف چہرہ، ہتھیلیاں اور پاؤں کھلے رہیں، باقی بدن چھپا رہے۔

دوسری وجہ اس زمرہ میں شوہر کو شامل کرنے کی یہ ہے کہ حجاب میں تخفیف کا حکم شوہر والی عورت کے لئے ہے، کنواری اور بیوہ عورت کے لئے نہیں، انہیں بہر حال پردہ نشیں رہنا چاہئے —— پھر شوہر والی عورت کے لئے بھی تخفیف اس صورت میں

ہے جب شوہر گھر پر موجود ہو، لمبے سفر میں گیا ہوا نہ ہو۔ جس عورت کا شوہر لمبے سفر میں گیا ہو، اس کے پاس غیر محارم کے لئے تنہائی میں جانا جائز نہیں۔ کیونکہ جب شوہر گھر پر موجود نہیں تو عورت کی طبیعت پُر جوش ہوگی، اور جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہائی میں ہوتا ہے تو وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے، اس لئے فتنہ پیش آنے میں دیر نہیں لگتی۔

۲- یا اپنے باپوں کے سامنے —— دادا، نانا بھی اس میں شامل ہیں۔

۳- یا اپنے خسروں کے سامنے —— خسر کے باپ دادا بھی اس میں شامل ہیں۔

۴- یا اپنے بیٹوں کے سامنے —— خواہ موجودہ شوہر کے بیٹے ہوں یا سابقہ شوہر کے۔

۵- یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے سامنے —— شوہروں: جمع اس لئے لائے ہیں کہ موجودہ شوہر کا دوسری بیوی سے لڑکا، اور سابقہ شوہروں کے دوسری بیویوں سے لڑکے بھی اس میں شامل ہو جائیں۔

۶-۸- یا اپنے بھائیوں کے سامنے، یا اپنے بھتیجوں کے سامنے، یا اپنے بھانجوں کے سامنے۔

۹- یا اپنی خواتین کے سامنے —— یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے۔

۱۰- یا ان کے سامنے جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ —— یعنی اپنی مملوکہ باندیوں کے سامنے، اگرچہ وہ باندیاں غیر مسلم ہوں...... ما اگرچہ عام ہے، مگر اس کا ذکر ﴿نسائهن﴾ کے بعد آیا ہے، اس لئے باندیوں کے ساتھ خاص ہے، اور اب عموم بایں اعتبار ہے کہ باندی خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اس سے پردہ نہیں۔

۱۱- یا مردوں میں سے ٹہلوا نوکروں کے سامنے جو خواہش رکھنے والے نہیں —— ٹہلوا: کھیت، باغ وغیرہ میں کام کرنے والے مستقل نوکر جن کو عقل کم ہونے کی وجہ سے یا بوڑھے پھونس ہو جانے کی وجہ سے عورتوں سے کچھ غرض نہ رہی ہو۔

۱۲- یا ایسے بچوں کے سامنے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں —— یعنی بچے خواہ کسی کے ہوں، مگر ابھی وہ بلوغ کے قریب نہیں پہنچے: ان کے سامنے۔

ان بارہ قسم کے لوگوں کے ساتھ ہر وقت رہنا سہنا ہوتا ہے۔ اور چچا ماموں اگرچہ محرم ہیں، مگر ان کے ساتھ ہر وقت رہنا نہیں ہوتا، اس لئے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ ان لوگوں کے درمیان عورتوں کو سلیقہ سے رہنا چاہئے، اپنا سارا جسم چھپائے رکھیں، صرف چہرہ، ہتھیلیاں اور پیر کھلے رکھیں، کیونکہ اس کی ضرورت ہے۔

پانچواں حکم: —— اور وہ اپنے پیر نہ پٹخیں کہ اس زیبائش کا پتہ چل جائے جو وہ چھپاتی ہیں —— یعنی وہ زیور جو کپڑوں کے نیچے ہے۔ غرض جس طرح چھاتی کا ابھار اوڑھنی سے چھپانا ضروری ہے، اسی طرح مخفی زیور کا پتہ بھی نہ چلے۔

آخری نصیحت: اور اے مؤمنو! تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تم کامیاب ہوؤ —— یعنی کچھ نہ کچھ قصور تو

مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی ہو ہی جاتا ہے، اس لئے ہمیشہ توبہ کیا کرو، اللہ تعالیٰ درگذر کرنے والے ہیں، وہ آخرت کی کامیابی سے تمہیں ہمکنار کریں گے۔

خلاصہ: اس آیت میں پانچ احکام دیئے ہیں، اوران کا خلاصہ دو باتیں ہیں:

اول: ہروقت نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے، اوراس کا فائدہ بیان کیا ہے کہ زنا وغیرہ تمام حرام امور سے حفاظت رہے گی۔

دوم: جن لوگوں کے ساتھ ہروقت کا رہنا سہنا ہے: ان کے درمیان عورتوں کواور مردوں کو تہذیب سے رہنا چاہئے، تاکہ برائیوں کا سدّباب ہوجائے، صرف تین اعضاء کھلے رہیں کیونکہ اس کی ضرورت ہے۔

اب چند باتیں اور جان لینی چاہئیں:

۱-یہ آیت: حجاب (پردے) کی آیت نہیں۔ حجاب کا حکم سورۃ الاحزاب (آیت ۵۹) میں ہے، وہاں چہرے کے حجاب کی صراحت ہے، اور کوئی بھی عورت اس سے مستثنیٰ نہیں۔

۲-نسائھن کا مطلب عام طور پر: مسلمان عورتیں لیا گیا ہے، پھراس پر یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ کافر عورتوں سے پردہ واجب ہے، وہ غیر محرم مردوں کے حکم میں ہیں، لیکن ایسی روایات موجود ہیں جن میں کافر عورتوں کا ازواج مطہرات کے پاس آنا مروی ہے، اس لئے اس مسئلہ میں اختلاف ہوگیا۔ بعض نے کافر عورتوں کو غیر محرم مردوں کی طرح قرار دیا اور بعض نے اس معاملہ میں مسلمان اور کافر دونوں قسم کی عورتوں کا ایک ہی حکم رکھا کہ ان سے پردہ نہیں، اور امام رازی رحمہ اللہ نے کافر عورتوں سے پردہ کو استحباب پر محمول کیا ہے۔ اور علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں لکھا ہے: ''یہی قول آج کل لوگوں کے مناسبِ حال ہے، کیونکہ اس زمانہ میں مسلمان عورتوں کا کافر عورتوں سے پردہ تقریباً ناممکن ہوگیا ہے'' (معارف القرآن)

۳-ما ملکت میں جو ما ہے: اس میں غلام داخل ہیں یا نہیں؟ عام طور پر ما سے باندیاں ہی مراد لی گئی ہیں۔ اور بعض سلف کے نزدیک مملوک غلام بھی اس میں داخل ہے، اور ظاہر قرآن سے اس کی تائید ہوتی ہے (فوائد) اور اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی ہے: نبی ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے مکاتب کے پاس وہ مال ہو جسے وہ بدلِ کتابت میں ادا کرے گا تو وہ عورت اس سے (ابھی سے) پردہ کرے'' (ترمذی حدیث ۱۲۴۶ تحفۃ الالمعی ۴: ۱۸۴) اور یہاں تو پردے کا مسئلہ زیر بحث ہے ہی نہیں، بلکہ جن کے ساتھ ہروقت کا رہنا سہنا ہے: ان سے پردے میں تخفیف کا بیان ہے۔ پس غلام غیر محرم ہے، کیونکہ آزادی کے بعد وہ اپنی مالکہ سے نکاح کرسکتا ہے، مگر ہروقت کا ساتھ ہونے کی وجہ سے اس کے پردے میں تخفیف کی گئی ہے۔

۴-جیٹھ، دیور، بہنوئی، چچا ماموں اور پھوپھی خالہ کے لڑکے بھی غیر محرم ہیں، کیونکہ ان سے نکاح جائز ہے، مگر ہمارے معاشرہ میں ان سے کامل پردہ مشکل ہے، اول تو ہندوستانی مسلمانوں کی معیشت کمزور ہے، ہر ایک کا گھر علاحدہ نہیں ہوسکتا۔ دوم: ہندو معاشرہ کا مسلمانوں کے معاشرہ پر اثر پڑا ہے، اور اختلاط عام ہوگیا ہے، اس لئے ان کے معاملہ

میں بھی دو شرطوں کے ساتھ تخفیف مناسب معلوم ہوتی ہے۔

اول: بغیر اجازت لئے یہ لوگ اچانک گھر میں نہ آئیں، جب بھی آئیں پہلے آگاہ کریں، تاکہ عورت خود کو سنبھال لے اور مذکورہ اعضاء کے علاوہ باقی جسم کو ڈھانک لے۔

دوم: یہ لوگ تنہائی میں جمع نہ ہوں، اور بے تکلفی سے باتیں نہ کریں۔ حدیث میں ہے کہ عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو! ایک انصاری نے پوچھا: جیٹھ دیور کا کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جیٹھ دیور موت ہیں!'' یعنی بڑا فتنہ ہیں۔ کیونکہ جیٹھ دیور کی بھاوج سے بے تکلفی ہوتی ہے، اس لئے فتنہ پیش آنے میں دیر نہیں لگتی۔ اور یہی حکم سالیوں کا ہے، ان کے ساتھ بھی بہنوئی کی بے تکلفی ہوتی ہے، اس لئے فتنہ پیش آتا ہے (تحفۃ الالمعی ۳: ۶۱۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیٹھ دیور اگرچہ غیر محرم ہیں، مگر چونکہ ان کے ساتھ ہر وقت کا رہنا ہوتا ہے اس لئے ان کے ساتھ تنہائی اور بے تکلفی تو جائز نہیں، باقی پردے میں تخفیف ہے۔ واللہ اعلم

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۲ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖۗ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۳ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۳۴ ع

وَاَنْكِحُوا	اور نکاح کرو	مِنْكُمْ	تم میں سے	مِنْ عِبَادِكُمْ	تمہارے غلاموں میں سے
الْاَيَامٰى (۱)	بے نکاحوں کا	وَالصّٰلِحِيْنَ (۲)	اور نیکوں کا	وَاِمَآئِكُمْ	اور تمہاری باندیوں میں سے

(۱) اَیَامٰی: اَیِّم کی جمع ہے: بے نکاح، بغیر بیوی والا مرد اور بغیر شوہر والی عورت .... دراصل اَیِّم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو، خواہ وہ عورت کنواری ہو یا بیوہ۔ اور مردوں کے لئے اس کا استعمال بطور توسع ہے۔ (۲) صالحین کے شرعی معنی: نیک بندے ہیں، روح المعانی میں اسی کو اختیار کیا ہے اور لغوی معنی کو یعنی جن میں نکاح کی صلاحیت ہے اور اسباب نکاح مہیا ہیں: یہ معنی قیل سے بیان کئے ہیں۔ اور بیان القرآن میں اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔

إِنۡ يَّكُوۡنُوۡا	اگر ہوں وہ	مِنۡ فَضۡلِهٖ	اپنے فضل (کرم) سے	فَتَيٰتِكُمۡ	اپنی باندیوں کو
فُقَرَآءَ	نادار	وَالَّذِيۡنَ	اور جو لوگ	عَلَى الۡبِغَآءِ (۴)	بدکاری پر
يُغۡنِهِمُ	(تو) بے نیاز کردیں	يَبۡتَغُوۡنَ	چاہتے ہیں	اِنۡ	اگر
	گے ان کو	الۡكِتٰبَ (۳)	مکاتبت	اَرَدۡنَ	چاہیں وہ
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	مِمَّا	ان لوگوں میں سے جنکے	تَحَصُّنًا (۵)	پاک دامنی
مِنۡ فَضۡلِهٖ	اپنے فضل (کرم) سے	مَلَكَتۡ	مالک ہوئے ہیں	لِتَبۡتَغُوۡا (۶)	تاکہ حاصل کرو تم
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	اَيۡمَانُكُمۡ	تمہارے دائیں ہاتھ	عَرَضَ	سامان
وَاسِعٌ	گنجائش والے	فَكَاتِبُوۡهُمۡ	تو ان سے مکاتبت کرلو	الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا	دنیوی زندگی کا
عَلِيۡمٌ	بڑے جاننے والے ہیں	اِنۡ	اگر	وَمَنۡ	اور جو شخص
وَلۡيَسۡتَعۡفِفِ (۱)	اور چاہیئے کہ پاکدامنی	عَلِمۡتُمۡ	جانو تم	يُّكۡرِهْهُّنَّ	ان کو مجبور کرے گا
	طلب کریں	فِيۡهِمۡ	ان میں	فَاِنَّ اللّٰهَ	تو بیشک اللہ تعالیٰ
الَّذِيۡنَ	جو لوگ	خَيۡرًا	خیر	مِنۡۢ بَعۡدِ	بعد
لَا يَجِدُوۡنَ	نہیں پاتے	وَّاٰتُوۡهُمۡ	اور دو تم ان کو	اِكۡرَاهِهِنَّ (۷)	انکے مجبور کئے جانے کے
نِكَاحًا (۲)	(اسباب) نکاح	مِّنۡ مَّالِ اللّٰهِ	اللہ کے مال سے	غَفُوۡرٌ	بڑے بخشنے والے
حَتّٰى	یہاں تک کہ	الَّذِيۡۤ	جو	رَّحِيۡمٌ	بڑے مہربان ہیں
يُغۡنِيَهُمُ	بے نیاز کردیں ان کو	اٰتٰىكُمۡ	دیا ہے تم کو	وَلَقَدۡ	اور البتہ تحقیق
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	وَلَا تُكۡرِهُوۡا	اور نہ مجبور کرو	اَنۡزَلۡنَاۤ	اتارے ہم نے

(۱) یَسۡتَعۡفِفۡ: فعل امر، صیغہ واحد مذکر غائب۔ استعفاف: باب استفعال: عفت چاہنا، پاک دامن ہونے کی خواہش رکھنا۔ عِفت: پاک دامنی، پارسائی، خواہشاتِ نفسانی سے بچنے کا ملکہ۔ (۲) نکاحاً میں مجاز بالحذف ہے، أی أسباب نکاح (۳) الکتاب: باب مفاعلہ کا مصدر بمعنی مکاتبہ ہے، جیسے عتاب بمعنی معاتبہ اور رہان بمعنی مراہنہ ہے، اور باب مفاعلہ میں اشتراک کے معنی ہوتے ہیں یعنی آقا اور غلام مل کر بالعوض آزادی کا معاملہ کریں، پھر اس کو لکھ لیں، یہ مکاتبت ہے (۴) البغاء: عورتوں کے زنا کے لئے خاص لفظ ہے (۵) تَحَصُّن: مصدر باب تفعل، حِصۡن (قلعہ) سے ماخوذ، اصل معنی قلعہ بند ہونا، پھر ہر طرح کی حفاظت کے لئے استعمال ہونے لگا۔ یہاں پاک دامنی اور عفّت کے معنی ہیں (۶) لَتبتغوا کا تعلق لاتکرھوا کے ساتھ ہے۔ (۷) إکراہ: مصدر مجہول ہے، اس لئے اس کا ترجمہ مجبور کیا جانا ہے۔

اِلَیۡکُمۡ	تمہاری طرف	وَّمَثَلًا (۲)	اور عجیب مضمون	مِّنۡ قَبۡلِکُمۡ	تم سے پہلے
اٰیٰتٍ	احکام	مِّنَ الَّذِیۡنَ	ان لوگوں کا جو	وَّمَوۡعِظَۃً	اور دل پذیر نصیحت
مُّبَیِّنٰتٍ (۱)	کھلے کھلے	خَلَوۡا	گذر چکے	لِّلۡمُتَّقِیۡنَ	پرہیزگاروں کے لئے

ربط: زنا کے تعلق سے اجازت طلبی اور نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا، پھر عورتوں کو محارم وغیرہ کے درمیان رہنے کا سلیقہ سکھایا، تاکہ بے حیائی اور بدکاری پر روک لگے۔ اب اس سلسلہ کا آخری حکم دیا جاتا ہے، پھر معاشرہ کی اصلاح کی باقی تدبیریں بیان کی جائیں گی، اس کے بعد باقی احکام آئیں گے۔

معاشرہ میں فواحش پھیلنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ بہت سے جواں مرد اور جواں عورتیں بے نکاح ہوتی ہیں۔ بلوغ کے بعد عرصہ گذر جاتا ہے اور نکاح نہیں ہوتا، ایسی صورت میں تاک جھانک کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، اور وہ بدکاری تک مفضی ہوتا ہے، اس لئے معاشرہ میں کوئی بھی شخص بے نکاح نہیں رہنا چاہئے، جب کوئی بھی جوڑے کے بغیر نہیں ہوگا، ہر شخص کو خواہش پوری کرنے کے لئے جائز محل مل جائے گا تو فواحش کا سلسلہ خود بخود رک جائے گا۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ شروع کی دو آیتوں میں تین حکم ہیں، جن میں گہرا ربط ہے، پھر تیسری آیت ہار کے درمیان کا اعلی جوہر ہے جو اس سلسلہ بیان کی آخری آیت اور آئندہ رکوع کے مضمون کی تمہید ہے۔

پہلا حکم: —— جو بھی مرد یا عورت بے نکاحی ہو، خواہ آزاد ہو یا غلام، اس کا نکاح کردیا جائے —— ارشاد فرماتے ہیں: اور تم میں سے جو بے نکاح ہیں ان کا، اور تمہارے غلام باندیوں میں سے جو نیک ہیں: ان کا نکاح کردو —— جن کا نکاح نہیں ہوا، یا ہو کر بیوہ اور رنڈوے ہوگئے: مناسب موقع ملنے پر ان کا نکاح کردیا جائے، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تین کاموں میں دیر مت کرو: فرض نماز کا وقت ہوجائے، جنازہ جب حاضر ہوجائے یعنی کسی کی وفات ہوجائے، اور بیوہ عورت: جب اس کا جوڑ امل جائے"

اور غلام باندیوں کے ساتھ نیک ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ صالح غلام باندیوں کے ساتھ مولیٰ کو قلبی تعلق ہوتا ہے (روح المعانی) نیز ان کی نیکی کی حفاظت نکاح سے ہوگی، جو نکاح کرلیتا ہے اس کا آدھا دین محفوظ ہوجاتا ہے، اس لئے نیک غلام باندیوں کا نکاح بدرجۂ اولیٰ کردینا چاہئے۔

بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس و پیش کرتے ہیں کہ نکاح کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھائیں گے؟ پس اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں: —— اگر وہ نادار ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے بے نیاز کردیں گے ——

---

(۱) مبینۃ: اسم فاعل کی جمع: کھلے ہوئے واضح۔ (۲) مَثَلَ: عجیب مضمون، تشبیہی واقعہ، تمثیلات،

انہیں سمجھادیا کہ ایسے موہوم خطرات سے نکاح سے مت رُکو، روزی تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشایش کردیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور اللہ تعالیٰ وسعت والے خوب جاننے والے ہیں —— جس کے حق میں مناسب جانتے ہیں کشایش کردیتے ہیں، ان کے خزانے میں کسی بات کی کمی نہیں۔

اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے بھی یہی بات معقول ہے۔ کیونکہ نکاح کرلینے سے یا نکاح کا ارادہ کرنے سے آدمی پر بوجھ پڑتا ہے، اور وہ پہلے سے زیادہ کمائی کے لئے جدوجہد کرتا ہے —— پھر بیوی اور اولاد ہوجائے تو وہ آدمی کے مددگار بنتے ہیں، اور آمدنی بڑھ جاتی ہے —— اور بعض اوقات بیوی کے کنبے والے کسبِ معاش میں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں —— اور دنیا میں جو آتا ہے وہ قسمت کی تختی کوری لے کر نہیں آتا، ہر ایک تقدیر میں رزق لکھوا کر آتا ہے، پھر جب چند تقدیریں اکٹھا ہوتی ہیں تو رزق میں بھی فراوانی ہوجاتی ہے، جب تک آدمی مجرد ہوتا ہے آمدنی کم ہوتی ہے، پھر جوں جوں کنبہ بڑھتا ہے رزق میں بھی کشایش ہوتی ہے —— بہرحال روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا تجرد پر موقوف نہیں، پھر یہ خیال نکاح سے مانع کیوں بنے؟

ہاں جن کو فی الحال اتنا مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لاسکیں، ان کے بارے میں ارشاد ہے —— اور چاہئے کہ عفّت طلب کریں وہ لوگ جو نہیں پاتے اسبابِ نکاح، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے بے نیاز کردیں —— یعنی جب تک اللہ تعالیٰ اسباب مہیا کریں: ان کو چاہئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں، اور پاک دامن رہنے کی کوشش کریں۔

اور اس کا طریقہ: حدیث میں آیا ہے۔ نبی ﷺ نے نوجوانوں سے خطاب فرمایا کہ اے جوانو! گھر بسانے کو لازم پکڑو یعنی جو گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کرلے، اس لئے کہ نکاح نگاہ کو بہت زیادہ پست کرنے والا اور شرم گاہ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو گھر بنانے کی یعنی نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزوں کو لازم پکڑے، اس لئے کہ روزہ اس کے لئے آختگی ہے (ترمذی حدیث ۱۰۶۴)

روزوں میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے نفس کی تیزی ٹوٹتی ہے، اور جوانی کا جوش ٹھنڈا پڑتا ہے، کیونکہ روزوں سے مادّہ کی فراوانی کم ہوتی ہے، پس وہ برے اخلاق جو خون کی زیادتی سے پیدا ہوتے ہیں بدل جاتے ہیں۔

مگر روزے کم سحری کے ساتھ رکھے جائیں، اور مسلسل رکھے جائیں، چند روزوں سے فائدہ نہیں ہوگا۔ البتہ روزے زہریلی دواء کی طرح ہیں، پس بے حد نہ رکھے جائیں، زیادہ سے زیادہ دو ماہ تک رکھے جائیں، پھر بند کردیئے جائیں،

ضرورت رہے تو کچھ وقفہ کے بعد پھر شروع کردیئے جائیں (تحفۃ الالمعی ۳:۴۹۷)

دوسرا حکم: ــــ جو غلام باندی کتابت کے خواہاں ہیں اگر یہ معاملہ ان کے مناسب حال ہو تو ان کو مکاتب بنادیا جائے، پھر ان کا مالی تعاون کیا جائے ــــ ارشاد فرماتے ہیں: اور جو لوگ مکاتبت چاہتے ہیں، ان (غلام باندیوں) میں سے جن کے مالک ہیں تمہارے دائیں ہاتھ تو ان کو مکاتب بنادو، اگر تم ان میں خیر جانو۔

کتابت اور مکاتبت: غلام باندیوں کی آزادی کی ایک خاص صورت کا نام ہے۔ کہتے ہیں: اس کی ابتداء اسلام نے کی ہے، اسلام سے پہلے اس کا رواج نہیں تھا، کبھی باصلاحیت غلام آزاد ہونا چاہتا ہے، وہ آقا کے ساتھ معاملہ کرتا ہے کہ وہ ایک معین رقم کما کر مولیٰ کو بھرے گا، پھر آزاد ہوجائے گا۔ چونکہ یہ طویل المیعاد معاہدہ ہوتا ہے، اس لئے اس کو لکھ لیا جاتا ہے، اسی لئے اس کا نام کتابت اور مکاتبت پڑ گیا۔

جب طرفین میں یہ معاملہ طے ہوجاتا ہے تو غلام تصرف (کمانے) کے اعتبار سے آزاد ہوجاتا ہے، اب وہ جو کچھ کمائے گا اس کا ہوگا، مگر وہ رقبہ (گردن، ملکیت) کے اعتبار سے غلام رہتا ہے۔ پھر جب غلام حسب معاہدہ رقم ادا کردے تو وہ مکمل آزاد ہوجائے گا۔ اور اگر خدانخواستہ عاجز رہ جائے، اور حسب معاملہ رقم ادا نہ کرسکے تو وہ غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے گا یعنی اب وہ مکمل غلام ہوجائے گا، تصرف کے اعتبار سے بھی آزاد نہیں رہے گا۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ غلامی کا رواج اسلام نے نہیں ڈالا، نہ اسلام کو اس پر اصرار ہے۔ یہ رواج پہلے سے چلا آرہا ہے۔ اور جنگی قیدیوں کے مسئلہ کے حل کے طور پر یہ بات چلی تھی، اسلام نے اس کو باقی رکھا ہے مگر غلاموں کی آزادی کی راہیں کھول دی ہیں، پہلے جو ایک مرتبہ غلام بن جاتا تھا وہ ہمیشہ کے لئے غلام بن جاتا تھا، اور نسلوں تک غلام رہتا تھا۔ اسلام نے آزادی کی راہیں تجویز کیں، اور غلامی سے رستگاری کی شکلیں نکالیں۔ متعدد کفارات میں بُردوں کو آزاد کرنے کا حکم دیا، اور بغیر کسی وجہ کے لوجہ اللہ غلام آزاد کرنے پر بڑے ثواب کا وعدہ کیا، اس طرح غلام آزاد ہوتے چلے گئے۔

اور کبھی کوئی غلام سمجھ دار کماؤ (محنتی) ہوتا ہے، اور وہ آزاد ہونا چاہتا ہے، اور چاہتا ہے کہ مولیٰ اس سے کچھ مال لے کر آزاد کردے تو مولیٰ کو اس آیت میں ہدایت دی کہ ایسا کرو۔ وہ کمانا شروع کردے گا، اور بدلِ کتابت کی قسطیں بھرے گا، پھر ساتھ ہی عام مسلمانوں کو اور خود مولیٰ کو بھی حکم دیا کہ اس کا مالی تعاون کرو، زکوٰۃ بھی اس کو دے سکتے ہیں، اور مولیٰ کا تعاون یہ بھی ہے کہ بدل کتابت گھٹا دے تاکہ وہ جلدی بوجھ تلے سے نکل جائے۔ ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اللہ نے تم کو دیا ہے ــــ اللہ کے مال سے زکات ہی نہیں، عام مال مراد ہے، اگرچہ زکات بھی اس کو دے سکتے ہیں، مگر اس کا تذکرہ ﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾ [التوبہ آیت ۶۰] میں ہے۔

اور 'خیر' ایک جامع لفظ ہے، متعدد معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور دراصل 'خیر' اس خوبی کو کہتے ہیں جس میں ذاتی حسن ہو۔ اور یہاں خیر سے مراد یہ ہے کہ غلام سمجھدار کماؤ ہو، امید ہو کہ محنت سے کمائے گا اور بدل کتابت ادا کرے گا، پھر آزاد ہو کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والا کام نہیں کرے گا، بلکہ مسلمانوں کے لئے مفید کاموں میں لگ جائے گا، ایسے غلام کے بارے میں ہدایت دی کہ اس کو مکاتب بنا دو۔ اور جو غلام نکھٹو (ناکارہ، نکما) ہو، اس کو مکاتب بنایا جائے گا تو وہ مٹر گشتی کرے گا، اور آخر میں سپر ڈال دے گا، خود کو عاجز کر دے گا، ایسے غلام کو مکاتب بنانے سے کیا فائدہ؟ —— اسی طرح جو غلام چالباز فریبی ہے اس کو مکاتب بنایا جائے گا تو وہ آزاد ہو کر معلوم نہیں کیا کرے گا، اس لئے اس کا غلامی میں مقید رہنا ہی مفید ہے۔

تیسرا حکم: —— مال ومنال کی خاطر باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کیا جائے —— ارشاد فرماتے ہیں: اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور مت کرو، اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہیں، تاکہ تم دنیوی زندگی کا مال سامان حاصل کرو۔

زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی باندیوں سے کمائی کراتے تھے، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے پاس چھ لونڈیاں تھیں، جن سے بدکاری کرا کر روپیہ حاصل کرتا تھا، ان میں سے بعض مسلمان ہوگئیں تو انھوں نے اس بُرے کام کے کرنے سے انکار کیا، اس پر وہ ملعون زدوکوب کرتا تھا، اسی قصہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور شانِ نزول کی رعایت سے مزید تقبیح کے لئے: ﴿إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ اور ﴿لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ کی قیود بڑھائیں، ان کا مفہوم مخالف نہیں ہے، باندیوں سے بدکاری کرانا بہرحال حرام ہے، خواہ لونڈیاں یہ کام رضا ورغبت سے کریں یا ناخوشی سے، اور اس طرح جو کمائی کریں سب ناپاک ہے۔

اور تقبیح اس طرح ہے کہ اگر باندی نہ چاہے، اور مولیٰ محض دنیا کے حقیر فائدے کے لئے مجبور کرے تو اور بھی زیادہ وبال اور انتہائی وقاحت اور بے شرمی کی بات ہے۔

اور جس طرح نیکی کی طرف راہ نمائی کرنے والا آخرت میں نیکی کرنے والے کی طرح اجر پاتا ہے، اسی طرح بُرائی پر مجبور کرنے والا بھی بُرائی کرنے والے کی طرح آخرت میں سزا پائے گا۔ اور اس باندی کو جس کو گناہ پر مجبور کیا گیا ہے معاف کر دیا جائے گا، اس کو دنیا و آخرت میں کوئی سزا نہیں ملے گی، ارشاد فرماتے ہیں: اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو مجبور کئے جانے کے بعد بڑے بخشنے والے، بڑی مہربانی فرمانے والے ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی عورت سے زبردستی زنا کرے تو عورت پر سزا جاری نہ ہوگی، حدیث میں ایسا ہی آیا ہے۔ اور برعکس صورت میں مرد پر سزا جاری ہوگی، کیونکہ مرد کی جانب سے زنا کا صدور انتشار آلہ پر موقوف ہے، اور یہ بات کسی درجہ میں رضا کے بغیر ممکن نہیں۔

تینوں حکموں کا باہمی ربط: معاشرہ کی صفائی کے لئے جس طرح مردوزن کا نکاح کرلینا ضروری ہے، اسی طرح غلام باندیوں کا بھی نکاح کردینا ضروری ہے، چنانچہ پہلا حکم دیا ــــ پھر اگر غلاموں میں سے بعض آزاد ہوکر نکاح کرنا چاہیں، تاکہ آزادانہ زندگی گذاریں، اور مولیٰ مفت آزاد کرنے کے لئے تیار نہ ہو، اس لئے غلام مکاتبت کرکے بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہونا چاہے تو مولیٰ کو ایسا کرنا چاہئے، یہ دوسرا حکم ہے ــــ البتہ باندی اگر ایسا کرنا چاہے تو اس کو مکاتبہ بنانا مناسب نہیں، عورت بے چاری کیا کمائی کرسکتی ہے، وہ تو قحبہ گیری کرکے پیسے پیدا کرے گی، پس اس کو مکاتبہ بنانا گویا زنا پر مجبور کرنا ہے، اور جب حقیقۃً زنا پر مجبور کرنا جائز نہیں، تو یہ احتمالی صورت بھی مناسب نہیں۔ پس یہ تیسرا حکم دیا۔

مسئلہ: باندی کو مکاتبہ بنانا جائز ہے، بعض مرتبہ اس کا تعاون کرنے والے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اس کی دلیل ہے۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ غلام مولیٰ کے گھر، کھیت یا باغ وغیرہ کا کام کرتا ہے، اور اگر کسی آقا کے پاس یہ مشاغل نہ ہوں تو وہ غلام سے کمائی کراتا ہے، یومیہ، ہفتہ واری یا ماہانہ رقم وغیرہ طے کرتا ہے، جو غلام کو کما کردینی ہوتی ہے۔

اور باندی مولیٰ کے گھر کا کام کاج کرتی ہے، اور اگر آقا کے گھر میں کام نہ ہو یا متعدد باندیاں ہوں تو زمانۂ جاہلیت میں ان سے بھی کمائی کرائی جاتی تھی، مگر عورت ذات بیچاری کیا کرسکتی ہے؟ کسی کے گھر میں کپڑے برتن دھوکر معمولی رقم لاسکتی ہے، لیکن دنیا کے بھوکے آقا بھاری رقم کا مطالبہ کرتے تھے، اور کما کرنہ لائے تو زدوکوب کرتے تھے، اس مجبوری میں باندیاں غلط کاری کے ذریعہ کما کرلاتی تھیں، تیسرے حکم میں اسی کا تذکرہ ہے۔

آخری آیت: ــــ جو گذشتہ بیان کا تکملہ اور آئندہ کی تمہید ہے ــــ ارشادِ پاک ہے: اور بخدا واقعہ یہ ہے کہ ہم نے تمہاری طرف واضح احکام، اور تم سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں کے عجیب احوال، اور پرہیزگاروں کے لئے دل پذیر نصیحتیں نازل کی ہیں ــــ پس ان سے فائدہ اٹھاؤ! ــــ اس سورت کے احکام بھی واضح ہیں اور پورے قرآن کے احکام بھی ــــ اور قرآنِ کریم میں جگہ جگہ گذشتہ لوگوں کی عبرت آمیز واقعات ذکر کئے گئے ہیں ــــ اور جو پرہیزگار بننا چاہتے ہیں ان کے لئے دل میں اتر جانے والی نصیحتیں بھی ہیں۔ اب لوگوں کا کام ہے کہ ان سے فائدہ اٹھائیں۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْۗءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ

يَّشَآءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿٣٥﴾ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ۽ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾

اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	دُرِّيٌّ	چمکدار	عَلٰى نُوْرٍ	بالائے نور
نُوْرُ (١)	نور ہیں	يُّوْقَدُ	روشن کیا جاتا ہے	يَهْدِي	راہ دکھاتے ہیں
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کے	مِنْ شَجَرَةٍ	درخت سے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَالْاَرْضِ	اور زمین کے	مُّبٰرَكَةٍ	بابرکت	لِنُوْرِهٖ	اپنے نور کی
مَثَلُ	حالت عجیبہ	زَيْتُوْنَةٍ (٢)	زیتون کے	مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں
نُوْرِهٖ	ان کے نور کی	لَّا شَرْقِيَّةٍ	نہ مشرقی رخ ہے	وَيَضْرِبُ	اور بیان کرتے ہیں
كَمِشْكٰوةٍ	جیسے طاقچہ	وَّلَا غَرْبِيَّةٍ	اور نہ مغربی رخ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
فِيْهَا	اس میں	يَكَادُ	قریب ہے	الْاَمْثَالَ	عجیب مضامین
مِصْبَاحٌ	چراغ ہے	زَيْتُهَا	اس کا تیل	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
اَلْمِصْبَاحُ	وہ چراغ	يُضِيْٓءُ	جل جائے	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
فِيْ زُجَاجَةٍ	شیشہ میں ہے	وَلَوْ	اگرچہ	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
اَلزُّجَاجَةُ	وہ شیشہ	لَمْ تَمْسَسْهُ	نہ چھویا ہوا اس کو	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے ہیں
كَاَنَّهَا	گویا وہ	نَارٌ	آگ نے	فِيْ بُيُوْتٍ (٣)	(وہ نور) ایسے گھروں
كَوْكَبٌ	ستارہ ہے	نُوْرٌ	نور		میں ہے

(١) نور سے نور ہدایت مراد ہے، اور "نور ہدایت" میں اضافت بیانیہ ہے، یعنی نور اور ہدایت ایک چیز ہیں۔ (٢) زیتونۃ: شجرۃ سے بدل یا عطف بیان ہے۔ (٣) فی بیوت: کائن محذوف سے متعلق ہو کر ھو مبتدا محذوف کی خبر ہے، اور ھو کا مرجع نور ہے۔

اَذِنَ	(کہ) اجازت دی ہے	تِجَارَةٌ (۳)	کاروبار	لِيَجْزِيَهُمُ (۴)	تاکہ بدلہ دیں ان کو
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے	وَّلَا بَيْعٌ	اور نہ خرید وفروخت	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
اَنْ	کہ	عَنْ ذِكْرِ	یاد سے	اَحْسَنَ (۵)	بہتر کاموں
تُرْفَعَ	بلند کئے جائیں وہ	اللّٰهِ	اللہ کی	مَا	جو
وَيُذْكَرَ	اور لیا جائے	وَاِقَامِ	اور قائم کرنے سے	عَمِلُوْا	کئے انھوں نے
فِيْهَا	ان میں	الصَّلٰوةِ	نماز کو	وَيَزِيْدَهُمْ	اور زیادہ دیں ان کو
اسْمُهٗ	اللہ کا نام	وَاِيْتَآءِ	اور دینے سے	مِّنْ فَضْلِهٖ	اپنے فضل سے
يُسَبِّحُ	پاکی بیان کرتے ہیں	الزَّكٰوةِ	زکوۃ کو	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
لَهٗ	ان کی	يَخَافُوْنَ	ڈرتے ہیں وہ	يَرْزُقُ	روزی دیتے ہیں
فِيْهَا	ان گھروں میں	يَوْمًا	ایسے دن سے	مَنْ	جس کو
بِالْغُدُوِّ	صبح میں	تَتَقَلَّبُ	الٹ جائیں گے	يَّشَآءُ	چاہے ہیں
وَالْاٰصَالِ	اور زوال سے رات تک	فِيْهِ	جس میں	بِغَيْرِ	بے
رِجَالٌ (۱)	ایسے مرد	الْقُلُوْبُ	دل	حِسَابٍ	گنے
لَا تُلْهِيْهِمْ (۲)	جن کو غافل نہیں کرتا	وَالْاَبْصَارُ	اور آنکھیں	۞	۞

ربط: معاشرہ کی اصلاح صرف حدود (سزاؤں) سے نہیں ہوسکتی۔ اس کے لئے پہلے مثبت پہلو سے ذہن سازی کرنی پڑتی ہے، وعظ ونصیحت کے ذریعہ لوگوں کی تربیت کرنی ہوتی ہے۔ اور گذشتہ سلسلۂ بیان کی آخری آیت کے آخر میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں کے لئے قرآنِ کریم میں نصیحتیں نازل کی ہیں، پرہیزگاروں سے مراد بالفعل پرہیزگار نہیں، بلکہ بالقوۃ پرہیزگار ہیں۔ یعنی جو لوگ ابھی پرہیزگار نہیں، مگر پرہیزگار بننے کا جذبہ رکھتے ہیں، اگر وہ قرآن کی

(۱) رجال: یسبح کا فاعل ہے، اور مؤخر اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کی صفت بہت لمبی ہے۔ (۲) لَا تُلْهِيْ: فعل مضارع منفی، صیغہ واحد مؤنث غائب، باب افعال، أَلْهٰى فلانا عن الشيئ: فاغل کرنا۔ (۳) تجارت: عام ہے ہر کاروبار کے لئے اور بیع خاص ہے خرید وفروخت کے لئے (۴) لیجزیهم: محذوف سے متعلق ہے، اور لام اجلیہ ہے، تقدیر عبارت ہے: قَدَّرنا ذٰلك اليومَ ليجزيهم الله یعنی قیامت کا دن اس لئے تجویز کیا ہے کہ نیک بندوں کا عمل رائگاں نہ جائے، ان کو جزائے خیر ملے۔ (۵) أحسن: مضاف ہے ما عملوا (موصول صلہ) کی طرف یعنی ان کے کئے ہوئے کاموں میں سے بہترین کاموں کا بدلہ۔

نصیحتوں پر عمل کریں تو پرہیزگار بن جائیں گے۔قرآن کی نصیحتیں انہی کے لئے مفید ہیں۔چنانچہ اب لوگوں کی تربیت کے لئے نصیحت آمیز مضامین شروع ہوتے ہیں۔

معاشرہ کی اصلاح درحقیقت ایمان وعمل صالح سے ہوتی ہے۔ایمان کی بڑی تاثیر ہے اور عمل صالح زندگی کو سنوار دیتا ہے، پس اگر لوگ ایمان لے آئیں، مسجد سے رابطہ رکھیں، اعمالِ صالحہ کو اختیار کریں اور اعمالِ سیئہ سے بچ جائیں تو معاشرہ خود بخود سنور جائے گا، اس لئے اب ایمان واعمالِ صالحہ کا بیان شروع کرتے ہیں۔

ایمان قوی التاثیر ہے: ایمان قبول کرنے والوں کے واقعات پڑھیں، کس طرح ان کی زندگیوں میں انقلاب آتا ہے۔وہ ہر مصیبت جھیل لیتے ہیں۔خاندان سے کٹ جاتے ہیں، دشمنوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنتے ہیں، مگر وہ ان آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے ہیں۔یہ ایمان ہی کی طاقت ہے جو سخت سے سخت حالات میں ان کا سہارا بنتی ہے۔ایمان کے اس قوی التاثیر ہونے کو ایک عجیب مثال سے سمجھایا ہے۔اور مشاہدہ بھی ہے کہ مؤمن کی دنیا ہی الگ ہے، اس کا حال فرشتوں جیسا ہوتا ہے، وہ ہر برائی سے کنارہ کش ہوجاتا ہے۔

پھر اگر مؤمن مسجد سے رابطہ قائم رکھے تو وہ اعلیٰ درجہ کا پارسا انسان بن جاتا ہے، اور فواحش سے کوسوں دور ہوجاتا ہے، کیونکہ نماز فواحش سے اور ناجائز کاموں سے روکتی ہے، اس طرح پورا معاشرہ سنور جاتا ہے، اور حدود قائم کرنے کی بہت کم نوبت آتی ہے۔

معاشرہ کی اصلاح کے لئے ایمان اور مسجد سے تعلق ضروری ہے

ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے: ارشادِ پاک ہے: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہیں ـــــ یعنی آسمانوں اور زمین میں جسے بھی ہدایت ملی ہے: اللہ تعالیٰ ہی نے سب کو ہدایت دی ہے۔پس نور سے مراد نور ہدایت ہے، اور زمین وآسمان سے کل عالم مراد ہے (بیان القرآن) غرض اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ہدایت دینے والا نہیں، گو مذاہب باطلہ والے اپنے دھرم کو ہدایت سمجھیں، مگر وہ حقیقت میں گمراہی ہیں۔

نورِ ہدایت کی مثال: ـــــ اللہ کے نور کی عجیب حالت: جیسے ایک طاقچہ، اس میں چراغ ہے، وہ چراغ شیشہ میں ہے، وہ شیشہ گویا چمکدار ستارہ ہے۔چراغ روشن کیا جاتا ہے بابرکت درخت زیتون کے تیل سے۔وہ درخت نہ باغ کی مشرقی جانب ہے، نہ مغربی جانب۔اس کا تیل بس جلنے ہی کو ہے، اگرچہ نہ چھوئے اس کو آگ، نور علیٰ نور!

آپ ایک چراغ لیں، اس میں زیتون کا تیل بھریں، زیتون کا درخت برکت والا درخت ہے۔اس کا تیل صاف شفاف ہوتا ہے۔اس کے تیل سے چراغ جلایا جائے تو اس میں دھواں بالکل نہیں ہوتا، اور وہ آتش گیر ہوتا ہے۔پھر وہ تیل

جس درخت کا ہے وہ نہ باغ کی مشرقی جانب میں ہے نہ مغربی جانب میں، بلکہ باغ کے درمیان میں ہے۔ مشرقی جانب میں جو درخت ہوتا ہے اس پر آدھے دن راست دھوپ پڑتی ہے، جس سے پھل ماند پڑ جاتا ہے، یہی حال اس درخت کا ہے جو مغربی جانب میں ہے، اور جب پھل عمدہ نہیں ہوگا تو اس کا تیل بھی شاندار نہیں ہوگا۔

غرض چراغ میں بہترین زیتون کا تیل بھر کر اس کو روشن کریں، پھر اس چراغ کو ستارے کی طرح چمکدار کانچ کے فانوس میں رکھیں، روشنی بڑھ جائے گی، پھر اس فانوس کو طاقچہ میں رکھیں تو تین طرف سے روشنی سمٹ کر سامنے پڑے گی اور روشنی کئی گنا بڑھ جائے گی، نور علی نور ہو جائے گی۔ اسی طرح نور ایمان بھی نہایت قوی ہے، مگر وہ ایک معنوی چیز ہے، اس کو اس محسوس مثال ہی سے سمجھا جا سکتا ہے۔

مگر یہ نور ایمان ہر کسی کو دستیاب نہیں ـــــ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنے نور کی راہ دکھاتے ہیں ـــــ اور اسی کو دکھاتے ہیں جو راہ دیکھنا چاہتا ہے۔ دنیا میں کتنے ہیں جن کے پاس عقل کی کمی نہیں، مگر انہیں یہ دولت نصیب نہیں ہوئی، کیونکہ وہ ایمان سے بہرہ ور ہونا ہی نہیں چاہتے، اور اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کے سر ایمان نہیں منڈھتے!

اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے عجیب مضامین بیان فرماتے ہیں ـــــ تاکہ استعداد رکھنے والوں کو ان سے بصیرت حاصل ہو ـــــ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں ـــــ اس لئے بالکل فٹ مثال بیان فرماتے ہیں، کسی دوسرے کو یہ قدرت کہاں کہ ایسی موزون مثال پیش کر سکے، اور معقول کو محسوس بنا کر دکھا دے!

نورِ ایمان کس پاور ہاؤس میں تیار ہوتا ہے؟ ـــــ وہ نور ایسے گھروں میں تیار ہوتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وہ بلند کئے جائیں، اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ـــــ یعنی اس نور کے پاور ہاؤس مسجدیں ہیں، یہ نور وہاں پیدا ہوتا ہے، پس جس کے گھر کا تار مسجد سے جڑا ہوا ہوگا اس میں نور ہدایت پہنچے گا، اس کے گھر کا ماحول دینی بنے گا۔ اور جس نے مسجد سے اپنے گھر کا تار نہیں جوڑا اس میں گھپ اندھیرا ہوگا۔ بیوی بچے غلط راہوں پر پڑ جائیں گے اور خانہ خراب ہو جائے گا۔

فائدہ: اس آیت میں مسجدوں کے تعلق سے دو باتیں فرمائی ہیں:

پہلی بات: اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ مسجدیں بلند کی جائیں۔ اس میں رفعتِ ظاہری و باطنی دونوں شامل ہیں۔ رفعتِ ظاہری یہ ہے کہ مسجدوں کو شاندار اور لوگوں کے گھروں سے بہتر بنایا جائے۔ میناروں کا رواج غالباً اسی لئے پڑا ہے کہ مسجدیں سب مکانوں سے بلند نظر آئیں۔ اور یہ حکم غالباً پچھلی امتوں کے لئے بھی ہوگا، چنانچہ عیسائیوں کے چرچ اور ہندوؤں کے مندر مینارہ نما بنائے جاتے ہیں، تاکہ دور سے نظر آئیں۔

اور رفعتِ باطنی سے مراد یہ ہے کہ مسجدوں کو ہر بری چیز سے پاک صاف رکھا جائے، ان کا ادب واحترام کیا جائے، اوران کوانہی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے جس کے لئے وہ بنائی گئی ہیں۔

اور یہ دونوں باتیں لفظ ﴿أَذِنَ﴾ سے بیان کرنے کا مقصد حکم کو ہلکا کرنا ہے۔ کیونکہ بعض مرتبہ مسلمانوں کے حالات ایسے نہیں ہوتے کہ وہ مسجدوں کو شاندار بنائیں، اس وقت جھونپڑا بھی مسجد کا کام دیدے گا۔ مسجدِ نبوی شروع میں جھونپڑا ہی تھی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو شاندار بنایا۔

البتہ مساجد کی غیر ضروری ٹیپ ٹاپ اور نقش ونگار کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ اور یہ تو بہت ہی نامناسب طریقہ ہے کہ دنیا بھر میں چندہ کرکے مسجدوں کو عالیشان بنایا جائے، بلکہ چاہئے یہ کہ جس طرح بستی والے اپنے گھر بناتے ہیں: سب مل کر اللہ کا گھر اپنے گھروں سے بہتر بنائیں، اسی حد تک رفعت مطلوب ہے۔

دوسری بات: مسجدوں کا بنیادی مقصد اللہ کا ذکر ہے، اس کی جو بھی صورت ہو، پس مساجد میں دینی تعلیم، وعظ ونصیحت اور ذکر کے حلقے منعقد کئے جاسکتے ہیں۔ البتہ جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو دوسرے کام موقوف کردیئے جائیں۔ حدیث میں جمعہ سے پہلے جامع مسجد میں تعلیم وغیرہ کے حلقے لگانے کی ممانعت آئی ہے۔ اور فقہاء نے اُس وقت ذکر جہری کو مکروہ لکھا ہے جب لوگوں کی نماز میں خلل پڑے۔ پس فضائل کی تعلیم بھی جب لوگ سنتوں میں مشغول ہوں شروع نہ کی جائے، اس سے بھی نمازیوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے۔

وہ مشینیں کیا ہیں جو نورِ ہدایت پیدا کرتی ہیں؟ —— ان گھروں میں اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں صبح وشام ایسے مرد جن کو غافل نہیں کرتا کاروبار اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے، اور نماز کا اہتمام کرنے سے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے —— یعنی مسجدوں میں ذکر کا ماحول بنا رہتا ہے، اور عبادت گذاروں کے انوار منعکس ہوتے ہیں یعنی ایک دوسرے پر پڑتے ہیں، اس طرح مئے خانے کا محروم بھی محروم نہیں رہتا، کمزور ایمان والوں کو بھی انوار سے حصہ مل جاتا ہے، یہی عبادت گذار بندے وہ مشینیں ہیں جو انوار پیدا کرتے ہیں، پھر وہاں سے نور ہدایت محلّہ کے ان گھروں میں سپلائی ہوتا ہے جن کے تار مسجد سے جڑے ہوئے ہیں۔

الْغُدُوّ: الغَدَاة کی جمع ہے: طلوعِ فجر اور طلوعِ آفتاب کے درمیان کا وقت، اس میں فجر کی نماز رکھی ہے —— اور آصال: أُصُل کی جمع ہے، جیسے أعناق: عُنُق (گردن) کی جمع ہے۔ اور أُصُل اور أَصِیل کے معنی ہیں: شام یعنی زوال سے صبح تک کا وقت، اس میں چار نمازیں رکھی ہیں، بلکہ تہجد بھی اس میں آجاتی ہے۔ اور یہ نمازیں چونکہ مسلسل ہیں اس لئے ان اوقات میں مساجد خالی نہیں رہتیں، کوئی نہ کوئی عبادت کرنے والا مسجد میں موجود رہتا ہے اور ایک ماحول بنا رہتا ہے۔

اور نماز کے اہتمام اور زکات کی ادائیگی سے سارا دین مراد ہے۔ بیان میں ایک اہم عبادتِ بدنی اور ایک اہم عبادتِ

مالی کی تخصیص اہتمام شان کے لئے ہے۔

رجال میں اشارہ ہے کہ مساجد میں حاضری دراصل مردوں کے لئے ہے، عورتوں کی نماز ان کے گھروں میں افضل ہے

یہ بندے عبادت میں کیوں لگے رہتے ہیں؟ —— وہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی —— یعنی قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔ قیامت کا دن ایسا ہولناک دن ہے کہ آنکھیں پتھرا جائیں گی، دل الٹ جائیں گے اور بچے بوڑھے ہوجائیں گے۔ اس دن ہر شخص کی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی، اور سب حساب بے باق کیا جائے گا۔ اس دن کی یہ بندے تیاری کرتے ہیں، اور شب و روز عبادت میں لگے رہتے ہیں۔

قیامت کا دن کس لئے ہے؟ —— اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اُن اچھے کاموں کا بدلہ دیں جو انھوں نے کئے ہیں، اور اپنے فضل سے ان کو زیادہ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے گنے روزی عطا فرماتے ہیں! —— یعنی قیامت کے دن صرف عمل کا بدلہ دینے پر اکتفا نہیں کیا جائے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مزید انعامات سے نوازیں گے، اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کچھ کمی نہیں، وہ جب دینے پر آتے ہیں تو بے انتہا روزی عنایت فرماتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿٤٠﴾

ع ۵ / ۱۱

وَالَّذِيْنَ[۱]	اور جن لوگوں نے	كَسَرَابٍ	جیسے چمکتی ریت	الظَّمْاٰنُ	پیاسا
كَفَرُوْٓا	انکار کیا	بِقِيْعَةٍ[۲]	چٹیل میدان میں	مَاۗءً	پانی
اَعْمَالُهُمْ	ان کے کام	يَّحْسَبُهُ	گمان کرتا ہے اس کو	حَتّٰٓي	یہاں تک کہ

(۱) الذین: پہلا مبتدا...... أعمالهم: دوسرا مبتدا...... کسراب: دوسرے مبتدا کی خبر...... پھر جملہ پہلے مبتدا کی خبر۔ (۲) باء بمعنی فی ......قیعة: چٹیل میدان: جمع قیعان اور أقواع۔

اِذَا	جب	كَظُلُمٰتٍ	جیسے تاریکیاں	اِذَآ	جب
جَآءَهٗ	آیا وہ اس کے پاس	فِىْ بَحْرٍ	سمندر میں	اَخْرَجَ	نکالے وہ
لَمْ يَجِدْهُ	نہیں پایا اس کو	لُّجِّىٍّ (۳)	بہت گہرے	يَدَهٗ	اپنا ہاتھ
شَيْـًٔا	کچھ بھی	يَّغْشٰهُ	ڈھانکتی ہے اس کو	لَمْ يَكَدْ	قریب نہیں
وَّوَجَدَ	اور پایا	مَوْجٌ	ایک موج	يَرٰىهَا	(کہ) دیکھے اس کو
اللّٰهَ	اللہ کو	مِّنْ فَوْقِهٖ	اس کے اوپر	وَمَنْ	اور جو شخص
عِنْدَهٗ	اس کے پاس	مَوْجٌ	دوسری موج ہے	لَّمْ يَجْعَلِ	نہ گردانیں
فَوَفّٰىهُ (۱)	پس پورا پورا چکایا اس کو	مِّنْ فَوْقِهٖ	اور اس کے اوپر	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
حِسَابَهٗ	اس کا حساب	سَحَابٌ	بادل ہے	لَهٗ	اس کے لئے
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	ظُلُمٰتٌ	تاریکیاں	نُوْرًا	نور
سَرِيْعُ	جلد لینے والے ہیں	بَعْضُهَا	ان کی بعض	فَمَا	پس نہیں ہے
الْحِسَابِ	حساب	فَوْقَ	پر	لَهٗ	اس کے لئے
اَوْ (۲)	یا	بَعْضٍ	بعض کے	مِنْ نُّوْرٍ	کچھ بھی نور

ربط: قرآنِ کریم کا اسلوب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے تذکرے کے بعد غیر مسلموں کا تذکرہ کرتا ہے، اور اس کے برعکس بھی تاکہ ایک ضد سے دوسری ضد پہچانی جائے ـــــ علاوہ ازیں: یہ آیات ایک سوال مقدر کا جواب بھی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ بعض غیر مسلم اچھے اچھے کام کرتے ہیں، پس کیا ان کو قیامت کے دن ان کے اچھے اعمال کا صلہ نہیں ملے گا؟ جواب یہ ہے کہ آخرت میں ان کے اچھے اعمال رائگاں جائیں گے۔ کیونکہ غیر مسلموں کے اعمال دو قسم کے ہیں: اچھے اور بُرے، دونوں قسم کے اعمال کی مثالیں سنو!

پہلی مثال: غیر مسلموں کے اچھے اعمال جن سے وہ بڑی امید وابستہ کئے ہوئے ہیں، آخرت کے تعلق سے ان کی مثال یہ ہے: ـــــ اور جن لوگوں نے (نور ہدایت کا) انکار کیا: ان کے (اچھے) اعمال جیسے چٹیل میدان میں چمکتی ریت، جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس (سراب) کے پاس پہنچا تو اس کو کچھ بھی نہیں پایا ـــــ یعنی وہاں

(۱) وفّٰی توفیةً: پورا پورا دینا۔ (۲) أو: حرف عطف ہے اور معطوف علیہ کسراب ہے، اور أو دو چیزوں میں سے ایک کے لئے ہے۔ یعنی کفار کے اعمال کی مثال یا تو وہ ہے یا یہ۔ وہ مثال اس کے نیک اعمال کی ہے، اور یہ برے اعمال کی۔ (۳) لجی: میں یاء نسبتی ہے: بہت پانی والا دریا۔ لُجّ: موج در موج۔

پانی وانی کچھ نہیں تھا ـــــ اور اس (سراب) کے پاس اللہ تعالیٰ کو پایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا پورا حساب چکایا۔
یعنی جب کافر امید باندھ کر آخرت میں پہنچا تو وہاں اس کا دان پون کچھ کام نہ آیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی بداعمالیوں کا پورا پورا بدلہ چکایا۔

اور اگر کوئی خام خیال کہے کہ معلوم نہیں قیامت کب آئے گی؟ اور حساب سے سابقہ کب پڑے گا؟ تو وہ جان لے ـــــ اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والے ہیں ـــــ قیامت دور نہیں، وہ آیا ہی چاہتی ہے، جو چیز آنے والی ہے وہ جلدی آنے والی ہے۔

فائدہ: غیر مسلم کو اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے۔ مسلم شریف میں حدیث (نمبر ۲۸۰۸) ہے کہ غیر مسلم کو دنیا ہی میں اس کے اچھے کاموں کا بدلہ دیدیا جاتا ہے، اس لئے آخرت میں اس کے پلّے کوئی ایسی نیکی نہیں ہوگی، جس کا بدلہ دیا جائے۔

دوسری مثال: ـــــ غیر مسلموں کے برے کاموں کی ـــــ یا جیسے گہرے سمندر کی تاریکیاں، جس پر ایک موج (چڑھتی) ہے، اس کے اوپر دوسری موج (چڑھتی) ہے، اس کے اوپر بادل گھٹا ہے، اس طرح تاریکیاں ہی تاریکیاں جمع ہیں، اگر وہ اپنا ہاتھ نکالے تو شاید ہی وہ اس کو دیکھ سکے! ـــــ یعنی ایک تو سمندر کی تہ میں اندھیرا ہوتا ہے، پھر اس پر طوفانی لہریں، جو ایک پر ایک چڑھی آتی ہیں، پھر سب کے اوپر گھٹا بادل کا اندھیرا، اندھیرے پر اندھیرا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھائی دے۔ یہ غیر مسلموں کے برے اعمال کا حال ہے ـــــ اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ نور نہ کردیں، اس کے لئے کچھ بھی نور نہیں! ـــــ یعنی نور ہدایت بس اللہ کے پاس سے مل سکتا ہے، رجوع کریں، اور نور ایمان سے منور ہوں، اپنے مذاہبِ باطلہ کے چکر سے نکلیں۔ وہ تو گمراہیاں ہی گمراہیاں ہیں!

فائدہ: جنت درحقیقت ایمان کا صلہ ہے۔ اور ایمان ایک مستمر حقیقت ہے۔ اس لئے اس کا بدلہ بھی دائمی ہے، اور مؤمن کی نیکیاں قیامت کے دن اس کے ایمان کے تابع کردی جائیں گی، کیونکہ وہ ایمان کی ہم جنس ہیں، چنانچہ مؤمن جنت میں اپنے اعمال صالحہ کی جزا سے ابد تک متمتع ہوگا ـــــ اور مؤمن کی برائیاں ایمان کے تابع نہیں ہوسکتیں، اس لئے کہ وہ خلاف جنس ہیں۔ اس لئے اس کو اس کی برائیوں کی سزا دنیا میں دی جاتی ہے، پھر قبر میں، پھر میدانِ حشر میں، پھر جہنم میں، پھر سفارشوں کی وجہ سے یا فضلِ خداوندی کی وجہ سے کسی نہ کسی دن مؤمن کو نجات مل جائے گی، اور وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔

اور جہنم درحقیقت شرک وکفر کی سزا ہے۔ اور یہ بھی دائمی حقیقت ہے، اس لئے اس کی سزا بھی دائمی ہے۔ اور کافر کی برائیاں قیامت کے دن اس کے کفر کے تابع کردی جائیں گی، کیونکہ وہ کفر کی ہم جنس ہیں۔ چنانچہ کافر جہنم میں اپنے برے

اعمال کی سزا تا ابد بھگتے گا ــــ اور کافر کے نیک اعمال اس کے کفر کے تابع نہیں ہوسکتے، کیونکہ وہ ہم جنس نہیں، اور ان کا علاحدہ بدلہ بھی نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ جزا و سزا میں منافات ہے، اس لئے دنیا میں اس کا بدلہ چکا دیا جاتا ہے، آخرت میں اس کے لئے کچھ باقی نہیں رہتا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۖ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۚ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾

اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو	مَنْ	جو مخلوقات	صٰٓفّٰتٍ (۱)	بحالتِ پرواز
اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	كُلٌّ	ہر ایک نے
يُسَبِّحُ	پاکی بیان کرتی ہیں	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں ہیں	قَدْ عَلِمَ	بالیقین جان لی
لَهٗ	ان کی	وَالطَّيْرُ	اور پرندے	صَلَاتَهٗ (۲)	اپنی نماز (نمنا)

(۱) صافّات: صافّة کی جمع، صفّ الطير في السماء: پرندے کا دونوں بازو پھیلا کر اڑنا۔ صافات: الطیر کا حال ہے (۲) صلاۃ کے اصل معنی ہیں: غایتِ التفات، آخری درجہ کا میلان، جس کی شکلیں مختلف ہیں۔ انسان: اقوال وافعال مخصوصہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف آخری درجہ تک مائل ہوتا ہے، جس کو فارسی میں نماز کہتے ہیں، اور ہندی میں نمنا (جھکنا) اور مخلوقات کس کس طرح اللہ کی طرف آخری درجہ تک مائل ہوتی ہے: یہ بات ہم نہیں جانتے۔ یہ بات سورہ بنی اسرائیل (آیت ۴۴) میں آئی ہے۔

وَ تَسْبِيْحَهٗ	اور اپنا پاکی بیان کرنا	يَجْعَلُهٗ	بناتے ہیں اس کو	بَرْقِهٖ	اس کی بجلی کی
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	رُكَامًا	گھنا بادل	يَذْهَبُ	لے جائے
عَلِيْمٌۢ	خوب جاننے والے ہیں	فَتَرَى	پس دیکھتا ہے تو	بِالْاَبْصَارِ	آنکھوں کو
بِمَا	ان کاموں کو جو	الْوَدْقَ	بارش کو	يُقَلِّبُ	ادلتے بدلتے ہیں
يَفْعَلُوْنَ	وہ کرتے ہیں	يَخْرُجُ	نکلتی ہے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَلِلّٰهِ	اور اللہ ہی کے لئے	مِنْ خِلٰلِهٖ	اس کے درمیان سے	الَّيْلَ	رات
مُلْكُ	حکومت ہے	وَيُنَزِّلُ	اور اتارتے ہیں	وَالنَّهَارَ	اور دن کو
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کی	مِنَ السَّمَآءِ	آسمان سے	اِنَّ	بے شک
وَالْاَرْضِ	اور زمین کی	مِنْ جِبَالٍ(۳)	پہاڑوں سے	فِيْ ذٰلِكَ	اس میں
وَاِلَى اللّٰهِ	اور اللہ ہی کی طرف	فِيْهَا	جس میں	لَعِبْرَةً	البتہ سبق ہے
الْمَصِيْرُ	لوٹنا ہے	مِنْ بَرَدٍ	اولے ہیں	لِّاُولِي الْاَبْصَارِ	اہل دانش کے لئے
اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھتا تو	فَيُصِيْبُ	پس پہنچاتے ہیں	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ نے
اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ	بِهٖ	اس کو	خَلَقَ	پیدا کیا
يُزْجِيْ(۱)	نرمی سے لے چلتے ہیں	مَنْ يَّشَآءُ	جسے چاہتے ہیں	كُلَّ دَآبَّةٍ	ہر رینگنے والا جانور
سَحَابًا	بادل کو	وَيَصْرِفُهٗ	اور پھیرتے ہیں اس کو	مِّنْ مَّآءٍ	پانی سے
ثُمَّ	پھر	عَنْ مَّنْ	جس سے	فَمِنْهُمْ	پس کوئی ان میں سے
يُؤَلِّفُ(۲)	ملاتے ہیں	يَّشَآءُ	چاہتے ہیں	مَّنْ	(وہ ہے) جو
بَيْنَهٗ	اس کے درمیان	يَكَادُ	قریب ہے	يَّمْشِيْ	چلتا ہے
ثُمَّ	پھر	سَنَا	چمک	عَلٰى بَطْنِهٖ	اپنے پیٹ کے بل

(۱) أَزْجَى الشيئَ: ہانکنا، چلانا۔ مجرد: زَجَا (ن) الشيئَ: نرمی سے ہانکنا، لے چلنا۔ (۲) تالیف: باہم جوڑنا۔ بادل: سمندر سے اٹھنے والی بھاپ ہے، اس کے اجزاء متفرق ہوتے ہیں، فضا میں پہنچ کر بخار باہم مل جاتا ہے اور گھنا بادل بن جاتا ہے...... الرُّکام: ریت وغیرہ کا ڈھیر۔ الرکام من السحاب: گھنے بادل۔ (۳) من جبال میں مِنْ تبعیضیہ ہے.....اور من برد کا من بیانیہ ہے، جبال کا بیان ہے، اور ابتدائیہ بھی ہوسکتا ہے۔

وَمِنْهُمْ	اور کوئی ان میں سے	يَخْلُقُ	پیدا کرتے ہیں	اَنْزَلْنَآ	(کہ) اتاری ہم نے
مَّنْ	(وہ ہے) جو	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	اٰيٰتٍ	آیتیں
يَّمْشِيْ	چلتا ہے	مَا يَشَآءُ	جو چاہتے ہیں	مُّبَيِّنٰتٍ	واضح
عَلٰى رِجْلَيْنِ	دو پیروں پر	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَمِنْهُمْ	اور کوئی ان میں سے	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	يَهْدِيْ	راہ دکھاتے ہیں
مَّنْ	(وہ ہے) جو	قَدِيْرٌ	پوری قدرت رکھنے	مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں
يَّمْشِيْ	چلتا ہے		والے ہیں	اِلٰى صِرَاطٍ	راستے کی طرف
عَلٰى اَرْبَعٍ	چار پیروں پر	لَقَدْ	البتہ واقعہ یہ ہے	مُّسْتَقِيْمٍ	سیدھے

گذشتہ دو آیتوں میں کفار کے اچھے بُرے اعمال کی تمثیل تھی، اب ان آیات میں انہی کفار سے خطاب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا اور ان کے نازل کئے ہوئے دین کا انکار کرتے ہو، مگر دوسری کائنات کو دیکھو، اس کا کیا حال ہے: —— کیا نہیں دیکھا تو کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور پرندے بحالتِ پرواز! —— یہ آسمان وزمین کے درمیان فضائی مخلوقات کا ذکر ہوا۔ اور بحالتِ پرواز اس لئے کہا کہ دوسری حالت میں وہ زمین پر ہوتے ہیں —— سب نے بالیقین اپنی نماز اور اپنی تسبیح جان لی ہے —— یعنی ہر مخلوق نے طریقۂ انابت وتسبیح خوانی جان لیا ہے، وہ اپنا وظیفہ ادا کرتی رہتی ہے۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ بہت سے کامل عقل وفہم کے مالک انسان اس سے غافل ہیں، وہ نہ ایمان لاتے ہیں نہ وظیفۂ عبودیت ادا کرتے ہیں —— اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جو مخلوقات کرتی ہیں خوب جاننے والے ہیں —— وہ ان نانہجاروں کے حال سے بھی بے خبر نہیں، ان کے سب کرتوت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں —— اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے —— یعنی وہ ان بدکرداروں کے بھی خالق ومالک ہیں —— اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے —— یعنی یہ بداطوار بھاگ کر کہاں جائیں گے؟ لوٹ کر ان کو بھی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ ان کا کچا چٹھا ان کے سامنے دھر دیں گے۔

منکرین اس دنیا میں بھی عذاب کی زد میں آسکتے ہیں

قیامت کے دن تو منکرین کی گرفت ہوگی ہی! وہ لوگ اس دنیا میں بھی اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے زمینی مخلوقات کی حیات کے لئے جو انتظامات کئے ہیں وہ بھی منکرین کے لئے وبالِ جان بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

مخلوقات کی معیشت کے لئے دو انتظامات کئے ہیں: بارش برسانا اور شب وروز کا آنا جانا۔ مگر بارش کے بجائے اولے بھی پڑسکتے ہیں، اور کڑک بجلی سے بھی تباہی آسکتی ہے۔ اور رات دن کا آنا جانا موقوف بھی کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ قیامت کے دن کردیا جائے گا، پس یا تو لوگ گرمی سے جھلس جائیں گے یا سردی سے ٹھٹھر جائیں گے۔ پس منکرین اس خیال میں ہرگز نہ رہیں کہ اس دنیا میں ان کا کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتے ہیں۔ یہ آنے والی دو آیتوں کا حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کفار کو مخاطب کرکے ارشاد فرماتے ہیں: —— کیا نہیں دیکھتا تو کہ اللہ تعالیٰ (ابخروں) کو نرمی سے ہانک لے چلتے ہیں، پھر اس بادل (ابخروں) کو باہم ملاتے ہیں، پھر اس کو گھنا بادل بنادیتے ہیں، پس بارش کو دیکھتا ہے تو کہ بادل کے درمیان سے نکلتی ہے —— سمندر کی تہ میں ہیٹ (گرمی) ہے، اس لئے سمندر سے ابخرے اٹھتے ہیں، اور فضا میں پہنچ جاتے ہیں۔ ان کو ہوائیں نرمی سے لے چلتی ہیں، پھر وہ بھاپ باہم مل کر بادل کی ابتدائی شکل اختیار کرتی ہے، پھر ان بادلوں کو ملا کر اللہ تعالیٰ گھنا بادل بنادیتے ہیں، پھر اس کو ضرورت کی جگہ کی طرف لے چلتے ہیں، وہاں جاکر بادل برستے ہیں۔ بادل بادل ہی رہتے ہیں، اور ان کے درمیان سے بارش کے قطرے نکل کر ٹپکتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی معیشت کا سامان کیا ہے۔

آگے دیکھئے: —— اور اللہ تعالیٰ بادلوں میں پہاڑوں سے اولے برساتے ہیں —— جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ہوائی جہاز اڑان بھرتا ہے تو نیچے بادل نظر آتے ہیں۔ ان میں ٹیلے بھی ہوتے ہیں اور پہاڑ بھی —— پس جسے چاہتے ہیں وہ اولے پہنچاتے ہیں، اور جس سے چاہتے ہیں ان کو پھیر دیتے ہیں —— یعنی کوئی ان کی زد میں آجاتا ہے، کوئی بچ جاتا ہے —— یعنی بادلوں سے ہمیشہ بارش ہی نہیں برستی، کبھی اولے بھی پڑتے ہیں، پس کیا یہ منکرین ان اولوں کی زد میں آکر تباہ نہیں ہوسکتے؟ —— بادلوں کی بجلی کی چمک قریب ہے کہ آنکھوں کو اچک لے —— یعنی بادلوں میں کبھی ایسی گرج چمک ہوتی ہے اور کڑاکے پڑتے ہیں کہ آنکھیں چکاچوند ہوجاتی ہیں، اور اگر کسی پر کڑاکا گرجاتا ہے تو وہ راہی ملکِ عدم ہوجاتا ہے۔ یہی اس دنیا میں اللہ کی پکڑ ہے!

شب وروز کا آنا جانا: —— اللہ تعالیٰ رات دن کو ادلتے بدلتے ہیں —— جو قدرت کی کرشمہ سازی اور مخلوقات کی حیات کا ذریعہ ہے۔ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن اسی کی قدرت سے آتا ہے، وہی کبھی رات کو کبھی دن کو گھٹاتا بڑھاتا ہے، اور ان کی گرمی کو سردی سے اور سردی کو گرمی سے تبدیل کرتا ہے، اس طرح موسم خوشگوار رہتا ہے۔ اگر ہمیشہ رات رہے تو ہر چیز جم کر برف ہوجائے، اور حیات ناممکن ہوجائے، اور اگر ہمیشہ دن رہے تو ہر چیز دھوپ میں جھلس کر رہ جائے —— اس میں یقیناً اہل دانش کے لئے بڑا سبق ہے! —— ایک سبق تو یہ ہے کہ اس الٹ پھیر کو موقوف کرکے اللہ

تعالیٰ کائنات کو ختم کر سکتے ہیں، پھر یہ منکرین کس زعم میں ہیں؟ ـــــ دوسرا سبق یہ ہے کہ شب وروز کی تبدیلی کی طرح اس دنیا کی بھی دوسری دنیا سے تبدیلی ناگزیر ہے۔ اگر یہی دنیا ہمیشہ رہے تو عمل کرنے والے عمل کرتے کرتے تھک جائیں۔ اور اگر یہ دنیا نہ ہوتی تو لوگ آخرت میں کس عمل کا صلہ پاتے؟ جس طرح دن میں محنت کر کے کماتے ہیں، اور رات میں کھاپی کر آرام کرتے ہیں، اسی طرح یہ دنیا کمانے کے لئے ہے اور آخرت بدلہ پانے کے لئے ہے۔

تمام حیوانات کا مادۂ تخلیق ایک ہے مگر احوال مختلف ہیں

آئندہ آیت کفار کے ایک سوال کا جواب ہے۔ ملحدین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکلّف کیوں بنایا؟ اور ان کے لئے آخرت میں جزاوسزا کیوں رکھی؟ دیگر حیوانات کی طرح ان کو بھی غیر مکلّف کیوں نہیں بنایا؟ تاکہ جہاں جاتے ایک ساتھ جاتے! کوئی جنت میں اور کوئی جہنم میں نہ جاتا!

اس کا جواب آئندہ آیت میں دیا ہے کہ تمام حیوانات کا مادۂ تخلیق اگرچہ ایک ہے، مگر ان میں بہت سے ظاہری اور باطنی اختلافات ہیں، مثلاً کوئی جانور پیٹ کے بل چلتا ہے، جیسے سانپ اور کیڑے، کوئی دو پیروں پر چلتا ہے، جیسے انسان اور پرندے، اور کوئی چار پیروں پر چلتا ہے، جیسے مویشی۔ اسی طرح باطنی صلاحیتوں میں بھی اختلاف ہے۔ انسانوں میں مکلّف ہونے کی صلاحیت رکھی ہے، اور جانوروں میں یہ صلاحیت نہیں رکھی، اس لئے انسان کو مکلّف بنایا اور دیگر حیوانات کو مکلّف نہیں بنایا۔ جیسے شیر گوشت خور اور بھینس گھاس خور ہے، پس ضروری ہے کہ دونوں کی فطرت کا لحاظ کر کے جسمانی روزی مہیا کی جائے۔ اسی طرح جب انسان کو اعلیٰ صلاحیتوں سے سرفراز کیا ہے تو ضروری ہے کہ اس کی روحانی غذا کا بھی انتظام کیا جائے، تاکہ اس کی روح سنور جائے، پھر جو اللہ کے دین سے فائدہ اٹھائے اس کو دارین میں جزائے خیر دی جائے۔ اور جو انکار کرے وہ سزا پائے۔ اور دیگر حیوانات میں اعلیٰ صلاحیتیں نہیں رکھیں، اس لئے ان کو مکلّف بنانا تکلیف مالایطاق ہے، جو حکمت کے منافی ہے۔

ارشادِ پاک ہے: ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے پانی سے ہر رینگنے والی مخلوق بنائی، پھر کوئی ان میں سے پیٹ کے بل چلتی ہے، اور کوئی ان میں سے دو پیروں پر چلتی ہے، اور کوئی ان میں سے چار پیروں پر چلتی ہے ـــــ یہ ظاہری اختلافات کی مثال ہے ـــــ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کرتے ہیں ـــــ یعنی اسی طرح اور اختلافات بھی ہیں ـــــ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

آخری آیت: ـــــ البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے واضح آیتیں اتاری ہیں ـــــ جن کے مضامین واضح ہیں ـــــ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں سیدھا راستہ دکھاتے ہیں ـــــ یعنی اللہ کی آیتیں تو ایسی واضح ہیں کہ چاہئے تھا کہ ان کو سن ہر

شخص ایمان لے آتا، اور سیدھی راہ پر چل پڑتا، مگر سیدھی راہ وہی چلتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق دیں، پس لوگو! اللہ سے توفیق مانگو، وہ ہدایت سے محروم نہیں کریں گے (اس آیت پر کفار سے گفتگو پوری ہوئی، آگے منافقین کا تذکرہ ہے)

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ ؕ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

رکوع ۶

وَيَقُوْلُوْنَ	اور (منافق) کہتے ہیں	مِّنْهُمْ	ان میں سے	وَرَسُوْلِهٖ	اور اسکے رسولوں کی طرف
اٰمَنَّا	ایمان لائے ہم	مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ	یہ کہنے کے بعد	لِيَحْكُمَ	تا کہ وہ فیصلہ کریں
بِاللّٰهِ	اللہ پر	وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ	اور نہیں ہیں یہ لوگ	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان
وَبِالرَّسُوْلِ	اور رسول پر	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	ایماندار	اِذَا	اچانک
وَاَطَعْنَا	اور فرمانبردار ہوئے ہم	وَاِذَا	اور جب	فَرِيْقٌ	ایک گروہ
ثُمَّ يَتَوَلّٰى	پھر روگردانی کرتا ہے	دُعُوْۤا	بلائے گئے وہ	مِّنْهُمْ	ان میں سے
فَرِيْقٌ	ایک گروہ	اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف	مُّعْرِضُوْنَ	روگردانی کرنے والا ہے

وَاِنْ يَّكُنْ	اور اگر ہوتا ہے	هُمُ	ہی	يُّطِعِ	کہا مانتا ہے
لَّهُمُ	ان کے لئے	الظّٰلِمُوْنَ	ظلم کرنے والے ہیں	اللّٰهَ	اللہ کا
الْحَقُّ	حق	اِنَّمَا	بس	وَرَسُوْلَهٗ	اور اس کے رسول کا
يَاْتُوْٓا	(تو) آتے ہیں	كَانَ	ہے	وَيَخْشَ	اور ڈرتا ہے
اِلَيْهِ	اس کے پاس	قَوْلَ(۳)	بات	اللّٰهَ	اللہ سے
مُذْعِنِيْنَ(۱)	سر تسلیم خم کئے ہوئے	الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین کی	وَيَتَّقْهِ(۴)	اور (اللہ کی مخالفت
اَ	کیا	اِذَا	جب		سے) بچتا ہے
فِيْ قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں میں	دُعُوْٓا	بلائے گئے وہ	فَاُولٰٓئِكَ	تو یہ لوگ
مَّرَضٌ	بیماری ہے	اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف	هُمُ	ہی
اَمِ	یا	وَرَسُوْلِهٖ	اور انکے رسول کی طرف	الْفَآئِزُوْنَ	کامیاب ہونے والے ہیں
ارْتَابُوْٓا	وہ شک میں مبتلا ہیں	لِيَحْكُمَ	تا کہ وہ فیصلہ کریں	وَاَقْسَمُوْا	اور قسم کھائی انھوں نے
اَمْ	یا	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	بِاللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کی
يَخَافُوْنَ	ڈرتے ہیں	اَنْ يَّقُوْلُوْا	کہ کہیں وہ	جَهْدَ(۵)	زور لگا کر
اَنْ يَّحِيْفَ(۲)	اس سے کہ ظلم کریں گے	سَمِعْنَا	سنا ہم نے	اَيْمَانِهِمْ	ان کا قسم کھانا
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	وَاَطَعْنَا	اور مانا ہم نے	لَئِنْ	بخدا اگر
عَلَيْهِمْ	ان پر	وَاُولٰٓئِكَ	اور یہ لوگ	اَمَرْتَهُمْ	حکم دیں گے آپ انکو
وَرَسُوْلُهٗ	اور اس کے رسول	هُمُ	ہی	لَيَخْرُجُنَّ	تو ضرور نکلیں گے
بَلْ	بلکہ	الْمُفْلِحُوْنَ	کامیاب ہونے والے ہیں	قُلْ	کہیں
اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ	وَمَنْ	اور جو شخص	لَا تُقْسِمُوْا	قسم مت کھاؤ

(۱)مذعنین: اسم فاعل، جمع مذکر، أذعَنَ (باب افعال) فرمانبردار ہونا، ماتحتی تسلیم کرنا۔ (۲)حَافَ يحيف حَيْفًا: ظلم وستم ڈھانا۔ (۳)قولَ المؤمنين: كان کی خبر مقدم ہے، اور جملہ إذا دعوا جملہ معترضہ ہے، اور ليحكم: دعوا سے متعلق ہے۔ اور أن مصدریہ ہے، اور يقولوا بتاویل مصدر ہو کر كان کا اسم مؤخر ہے۔ (۴)يَتَّقِ: فعل مضارع مجزوم، صیغہ واحد مذکر غائب، ضمیرہ مفعول بہ، جو اللہ کی طرف راجع ہے۔ (۵)جهدَ أيمانهم: أقسموا کا مفعول مطلق ہے (حاشیہ جمل)

طَاعَةٌ (۱)	(مطلوب) فرمانبرداری ہے	وَاَطِيْعُوا	اور فرمانبرداری کرو	حُمِّلْتُمْ	تم پر ذمہ داری ڈالی گئی
مَّعْرُوْفَةٌ	معروف طریقے پر	الرَّسُوْلَ	رسول کی	وَاِنْ	اور اگر
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	فَاِنْ تَوَلَّوْا	پس اگر روگردانی کرو تم	تُطِيْعُوْهُ	کہا مانو تم اس کا
خَبِيْرٌ	پورے باخبر ہیں	فَاِنَّمَا	تو بس	تَهْتَدُوْا	(تو) راہ پاؤ گے
بِمَا	ان کاموں سے جو	عَلَيْهِ	اس کے ذمے ہے	وَمَا	اور نہیں ہے
تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو	مَا	جو کچھ	عَلَى الرَّسُوْلِ	رسولؐ پر
قُلْ	کہیں	حُمِّلَ (۲)	اس پر ذمہ داری ڈالی گئی	اِلَّا	مگر
اَطِيْعُوا	فرمانبرداری کرو	وَعَلَيْكُمْ	اور تمہارے ذمے ہے	الْبَلٰغُ	پہنچانا
اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ کی	مَّا	جو کچھ	الْمُبِيْنُ	صاف صاف

ربط: مؤمنین کے ذکر کے بعد کفار کا ذکر آیا تھا، اب منافقین کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، انسانوں کی یہی تین قسمیں ہیں، سورہ بقرہ کے شروع میں بھی ان اقسام کا اسی ترتیب سے ذکر آیا ہے — منافق: وہ ہے جو دل میں کفر چھپائے، اور زبان سے ایمان ظاہر کرے۔ اور یہ اعتقادی نفاق ہے، اور جو شریعت کے خلاف عمل کرے وہ عملی منافق ہے۔ ان آیات میں پہلی قسم کا ذکر ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ ہی جان سکتے ہیں، اور عملی منافقین کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے، اس کو علامتوں سے پہچانا جاسکتا ہے۔

منافقین کے تذکرے میں ان کے نفاق کی دو مثالیں ذکر فرمائی ہیں، پھر ان کو آخری نصیحت کی ہے۔

پہلی مثال: جب وہ کسی معاملہ میں حق پر نہیں ہوتے تو مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے خدمتِ نبوی میں حاضر ہونے سے گریز کرتے ہیں، کافروں کی عدالت سے فیصلہ کرانا چاہتے ہیں۔

دوسری مثال: وہ جہاد کے تعلق سے ڈینگیں مارتے ہیں، قسموں پر قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان سے جہاد کے لئے نکلنے کے لئے کہا جائے تو وہ ضرور نکلیں گے، مگر جب وقت آتا ہے تو کھسک جاتے ہیں۔

ملحوظہ: نفاق کی دونوں قسموں کو ظاہری عمل ہی سے پہچانا جاسکتا ہے، دل کے احوال پر مطلع ہونے کی ہمارے لئے کوئی صورت نہیں۔ البتہ اللہ پاک جانتے ہیں کہ کس عمل کے پیچھے کیا جذبہ کارفرما ہے، پس ہم ان دو مثالوں میں جو باتیں آئی

(۱) طاعة معروفة: مبتدا محذوف المطلوب منكم کی خبر ہے، اور معروفة: طاعة کی صفت ہے۔ (۲) حَمَّلَه الشيئَ: کسی پر کوئی چیز لادنا، کوئی ذمہ داری ڈالنا۔

ہیں، ان کی وجہ سے بھی نفاق اعتقادی کا فیصلہ نہیں کر سکتے، ہم ان کو بھی نفاقِ عملی ہی پر محمول کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ ہی کا مقام ہے کہ وہ حقیقتِ حال سے پردہ اٹھائیں۔

منافقین کا ذکر اور نفاق کی دو مثالیں

پہلی مثال: ـــــ اور وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسولؐ پر ایمان لائے، اور ہم نے فرمانبرداری قبول کی، پھر ان میں سے ایک فریق ـــــ یعنی کچھ لوگ ـــــ یہ کہنے کے بعد پہلوتہی کرتا ہے، اور یہ لوگ ایماندار نہیں! ـــــ یہ بات اللہ تعالیٰ ہی بتا سکتے ہیں، وہ عالم الغیب ہیں ـــــ اور جب وہ لوگ اللہ کی طرف اور اس کے رسولؐ کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو اچانک ان میں سے ایک گروہ روگردانی کرتا ہے ـــــ بشر نامی ایک منافق کا ایک یہودی کے ساتھ ایک زمین کے متعلق جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا: چلو تمہارے نبی سے فیصلہ کراتے ہیں، مگر وہ منافق ناحق پر تھا۔ جانتا تھا کہ اگر مقدمہ بارگاہِ نبوی میں گیا تو وہ ہار جائے گا، اس نے انکار کیا، اور کعب بن اشرف کے پاس مقدمہ لے چلنے کے لئے کہا، وہاں اس کی دال گل جائے گی، اس واقعہ کا ان آیات میں تذکرہ ہے ـــــ اور اگر ان کا حق نکلتا ہے تو وہ سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ان کے پاس چلے آتے ہیں ـــــ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ آپؐ کی عدالت سے فیصلہ ہمارے موافق ہوگا، پس یہ کیا ایمان ہوا؟ محض ہوا پرستی ہوئی ـــــ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے، یا وہ شک میں مبتلا ہیں، یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ان پر ظلم کریں گے؟ ـــــ یعنی آخر روگردانی کا سبب کیا ہے؟ تین ہی اسباب ہو سکتے ہیں: یا تو اعتقادی منافق ہیں یا ابھی ان کو رسول اللہ ﷺ کی صداقت میں تردد ہے، یا ان کو ظلم کا اندیشہ ہے۔ اور یہ تینوں باتیں ایمان کے منافی ہیں ـــــ بلکہ وہی لوگ ظالم ہیں ـــــ ظلم کے معنی ہیں: بے موقع کام کرنا، کسی کی حق تلفی کرنا۔ مذکورہ تینوں باتیں بے موقع ہیں، اور ان میں اللہ و رسول کی حق تلفی ہے، پس درحقیقت انھوں نے ہی ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ تو ان پر ظلم کرنے والے نہیں!

آگے منافقین کے بالمقابل مخلصین کی اطاعت اور فرمانبرداری کو بیان فرماتے ہیں: ـــــ مسلمانوں کا قول جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا! اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ـــــ یعنی سچے مسلمان کا کام یہ ہوتا ہے، اور یہ ہونا چاہئے کہ جب کسی معاملہ میں ان کو خدا و رسول کی طرف بلایا جائے، خواہ اس میں بظاہر ان کا نفع ہو یا نقصان: ایک منٹ کا توقف نہ کریں، فی الفور سمعنا وأطعنا کہہ کر حکم ماننے کے لئے تیار ہو جائیں، اسی میں ان کی اصلی بھلائی اور حقیقی فلاح کا راز مضمر ہے (فوائد)

اس کے بعد قاعدہ کلیہ بیان فرماتے ہیں: —— اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے، اور اللہ سے ڈرے، اور اس کی مخالفت سے بچے تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں —— یعنی اطاعت، خشیت اور عدم مخالفت کامیابی کی کنجی ہے۔

دوسری مثال: —— اور انھوں نے بڑا زور لگا کر اللہ کی قسمیں کھائیں کہ بخدا! اگر آپؐ ان کو حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے —— اور اللہ کے دین کے لئے جان کی بازی لگا دیں گے —— آپؐ کہیں: قسمیں مت کھاؤ، معروف طریقہ پر فرمانبرداری چاہئے —— یعنی سچے مسلمانوں کے دستور کے موافق حکم برداری کر کے دکھلاؤ، زبانی قسمیں کھانے سے کوئی فائدہ نہیں —— بے شک اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر ہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو —— یعنی اللہ کے آگے کسی کی چالاکی اور فریب نہیں چل سکتا، ان کو تمام ظاہری اور پوشیدہ باتوں کی خبر ہے، وہ آگے چل کر تمہارے نفاق کا پردہ فاش کر دیں گے۔

منافقین کو آخری نصیحت: —— کہئے: فرمانبرداری کرو اللہ کی، اور فرمانبرداری کرو رسول کی، پھر اگر تم روگردانی کرو تو رسول کے ذمے وہی ہے جس کا ان پر بار ڈالا گیا ہے، اور تمہارے ذمے وہ ہے جس کا تم پر بار ڈالا گیا ہے —— پیغمبر ﷺ پر تبلیغ کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، جو وہ پوری کر رہے ہیں، اور تم پر تصدیق اور قبول حق کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، جو تمہیں پوری کرنی چاہئے —— اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو راہ پر لگ جاؤ گے —— اور دارین میں کامیاب ہوگے، دنیا و آخرت میں خوش رہو گے —— اور رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے —— سو وہ اپنا فریضہ ادا کر چکے، آگے تم جانو، تمہارا کام!

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

ع ۷ / ۱۳

وَعَدَ(۱)	وعدہ فرمایا	الَّذِی	جس کو	وَاَقِیْمُوا	اور اہتمام کرو
اللّٰہُ	اللہ تعالیٰ نے	ارْتَضٰی(۴)	پسند کیا اس نے	الصَّلٰوۃَ	نماز کا
الَّذِیْنَ	ان سے جو	لَھُمْ	ان کے لئے	وَاٰتُوا	اور دو
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ(۵)	اور ضرور بدل کر دیں گے ان کو	الزَّکٰوۃَ	زکات
مِنْکُمْ	تم میں سے			وَاَطِیْعُوا	اور فرمان برداری کرو
وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	مِّنْۢ بَعْدِ	بعد	الرَّسُوْلَ	رسول کی
الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	خَوْفِھِمْ	ان کے ڈر کے	لَعَلَّکُمْ	تا کہ تم
لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ(۲)	ضرور اللہ ان کو اپنا قائم مقام بنائیں گے	اَمْنًا	امن چین	تُرْحَمُوْنَ	مہربانی کئے جاؤ
		یَعْبُدُوْنَنِیْ	عبادت کریں گے وہ میری	لَا تَحْسَبَنَّ	ہرگز گمان نہ کر
فِی الْاَرْضِ	زمین میں	لَا یُشْرِکُوْنَ	اور نہیں شریک ٹھہرائیں گے	الَّذِیْنَ	ان کو جنھوں نے
کَمَا	جس طرح	بِیْ	وہ میرے ساتھ	کَفَرُوا	اللہ کے دین کا انکار کیا
اسْتَخْلَفَ	قائم مقام بنایا اس نے	شَیْئًا	کسی چیز کو	مُعْجِزِیْنَ(۶)	ہرانے والے
الَّذِیْنَ	ان کو جو	وَمَنْ کَفَرَ	اور جس نے کفر کیا	فِی الْاَرْضِ	زمین میں (بھاگ کر)
مِنْ قَبْلِھِمْ	ان سے پہلے ہوئے	بَعْدَ ذٰلِکَ	اس کے بعد	وَمَاْوٰھُمُ	اور ان کا ٹھکانا
وَلَیُمَکِّنَنَّ(۳)	اور ضرور اللہ جمادیں گے	فَاُولٰٓئِکَ	پس وہی لوگ	النَّارُ	دوزخ ہے
لَھُمْ	ان کے لئے	ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ	حد اطاعت سے باہر نکلنے والے ہیں	وَلَبِئْسَ	اور یقیناً برا ہے
دِیْنَھُمُ	ان کے اس دین کو			الْمَصِیْرُ(۷)	وہ ٹھکانا

(۱) وعد کا مفعول اول جملہ موصولہ الذین آمنوا ہے، اور لیستخلفنھم: جوابِ قسم مع معطوفات مفعول ثانی کی قائم مقامی کرتا ہے۔ اور تقدیر عبارت ہے: وعد اللہ المؤمنین الصالحین الاستخلاف فی الأرض، وتمکینَ دینھم المرتضی، وتبدیل خوفھم بالأمن۔ (۲) اسْتَخْلَفَہ: اپنا جانشین بنانا، قائم مقام بنانا۔ (۳) لیمکنن: تمکین (باب تفعیل) وہ ضرور جمائے گا۔ (۴) ارتضاہ: پسند کرنا، مختص کرنا۔ (۵) بَدَّلَ تبدیلاً: بدلنا۔ بَدَّل الشیئَ شیئًا: ایک چیز کو دوسری چیز سے تبدیل کرنا، ادلا بدلا کرنا۔ (۶) معجزین: اسم فاعل، جمع مذکر۔ إعجاز (افعال) ہرانا، عاجز کرنا۔ (۷) المصیر: مصدر اور ظرف مکان، یہاں ظرف ہے، مادّہ: صَیْر: بنانا۔ المصیر: لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا، قرارگاہ۔

ربط: منکرین ومنافقین کے تذکرے کے بعد: ان کو ایک وعدہ سنایا جارہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نیک ایماندار بندوں سے کیا ہے، تاکہ وہ اپنی روش بدلیں، اور ایمان لاکر مؤمنین کے زمرہ میں شامل ہوں، اور وعدۂ ربانی کے مستحق بنیں، ورنہ جزیرۃ العرب سے بھاگ کر کہاں جائیں گے؟ جہاں بھی جائیں گے اللہ تعالیٰ کی دسترس سے باہر نہیں ہونگے، اللہ تعالیٰ ضرور ان کو جہنم کا ایندھن بنائیں گے۔

اور سورت سے اس مضمون کا تعلق یہ ہے کہ معاشرہ کی اصلاح کے لئے اسلامی حکومت ضروری ہے، اس کے بغیر یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا، حکومت کے بغیر لوگوں کی گرفت نہیں کی جاسکتی ہے نہ حدود جاری ہوسکتی ہیں، مگر حکومت کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو ایمان اور عمل صالح کے زیور سے آراستہ ہیں، ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور حکومت دیں گے، تاکہ دین کی جڑیں مضبوط ہوں، اللہ کی بندگی کا رواج پڑے، اور مسلمان امن سکون کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ پھر جو اسلامی حکومت کا حق ادا نہیں کرے گا، احکام شرع کی خلاف ورزی کرے گا، وہ حد اطاعت سے نکل جانے والا ہے، وہ افضالِ الٰہی سے محروم ہوسکتا ہے، اور اب ہوگیا!

کامل اصلاح معاشرہ اسی وقت ممکن ہے جب اسلامی حکومت ہو

ارشادِ پاک ہے: —— اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے وعدہ فرمایا ہے کہ ضرور ان کو زمین میں اپنا قائم مقام بنائیں گے، جس طرح انھوں نے ان لوگوں کو اپنا قائم مقام بنایا جو ان سے پہلے گذرے، اور ضرور ان کے لئے ان کے دین کو جمائیں گے جس کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے، اور ضرور ان کو بدل کردیں گے امن وچین ان کے خوف کے بعد۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے:

۱- نیک مؤمنین کو زمین میں حکمران بنایا جائے گا۔ اور لفظ استخلاف میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ حکمران دنیوی بادشاہوں کی طرح نہیں ہونگے، بلکہ وہ آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے، دین حق کی بنیادیں جمائیں گے، اور چار دانگِ عالم دین کا ڈنکا بجائیں گے۔

۲- اللہ تعالیٰ دین اسلام کو غالب فرمائیں گے۔ دلائل وبراہین سے بھی اور حکومت وسلطنت کی راہ سے بھی، مگر پہلا غلبہ مطلق ہے، اور دوسرا مقید، وہ اس وقت حاصل ہوا یا ہوگا جب مسلمان تعلیماتِ اسلام کے پوری طرح پابند تھے یا ہونگے، ایمان وتقوی کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا ہوں گے۔

۳- مسلمانوں کو اتنی قوت وشوکت حاصل ہوگی کہ ان کو دشمنوں کا خوف مرعوب نہ کرے گا، وہ کامل امن واطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں گے۔

فائدہ: اس آیت سے دو باتیں اور بھی ثابت ہوتی ہیں:

۱- یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کی دلیل بھی ہے۔ کیونکہ یہ ایک پیشین گوئی ہے، جو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں حرف بہ حرف پوری ہوئی، ورنہ نزولِ آیت کے وقت کون کہہ سکتا تھا کہ ایسا ہو جائے گا؟

۲- یہ آیت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل بھی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں جو وعدے فرمائے گئے ہیں ان کا پورا پورا ظہور انہی کے دور میں ہوا ہے۔ دورِ نبوی تک تو خلافت جزیرۃ العرب تک محدود تھی، اور خوف بھی پوری طرح زائل نہیں ہوا تھا ـــــ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ راشد ہیں یعنی انھوں نے بھی نبوت کے منہاج پر حکومت کی ہے، مگر ان کے زمانہ میں خانہ جنگی شروع ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے حکومت کا دائرہ اور وسیع نہیں ہوسکا، پھر حضرت علیؓ کی خلافت تو متفق علیہ ہے، اس کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

اسلامی حکومت میں مسلمانوں کے کام: ـــــ وہ میری عبادت کریں گے، اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے ـــــ یعنی وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں گے، جس میں ذرّہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہوگی، شرکِ جلی کا تو وہاں گذر ہی کیا، شرکِ خفی کی بھی ان کو ہوا نہ لگے گی، وہ صرف ایک خدا کے غلام ہونگے، اسی سے ڈریں گے، اسی سے امید رکھیں گے، اسی پر بھروسہ کریں گے، اسی کی رضا میں ان کا جینا مرنا ہوگا، کسی دوسری ہستی کا خوف وہراس ان کے پاس نہ پھٹکے گا، نہ وہ کسی دوسرے کی خوشی ناخوشی کی پرواہ کریں گے (فوائد)

جو نعمتِ خداوندی کی ناشکری کرے اس کا حکم: ـــــ اور جس نے اُس کے بعد کفر اختیار کیا وہی لوگ حد اطاعت سے نکل جانے والے ہیں ـــــ اس آیت میں کفر سے کفرانِ نعمت مراد ہے یعنی جو اللہ کی نعمت کی ناشکری کرے ـــــ اور ﴿بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا مذکورہ وعدہ پورا ہو جائے، اور مسلمانوں کو شان وشوکت کی حکومت مل جائے، پھر اس کے بعد جو لوگ ناشکری کریں یعنی اسلامی حکومت کے حقوق ادا نہ کریں وہ لوگ فاسق ہیں۔ فاسق کے معنی ہیں: حد اطاعت سے نکل جانے والا، ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں، ان سے بخشی ہوئی نعمت (حکومت) چھینی بھی جاسکتی ہے۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان دین پر رہے ان کی حکومت اور دبدبہ قائم رہا۔ اور جب عوام وخواص رنگ رلیوں میں پڑ گئے تو پانسہ پلٹ گیا۔ اقبال رحمہ اللہ نے ٹھیک کہا ہے:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے؟ ❁ شمشیر وسناں اول، طاؤس ورباب آخر

ایک مثال سے وضاحت: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان اور مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں [التوبہ آیت ۱۱۱] پس اللہ تعالیٰ خریدار ہیں، اور مؤمنین فروخت کرنے والے ہیں۔ اب مثال سنیں: گیہوں کی چار بوریاں ہیں، ایک میں ایک بھی کنکر نہیں، مالک نے گیہوں صاف کر کے بوری بھری ہے، دوسری میں ایک کلو کوڑا ہے، جو عموماً ہوتا ہے، تیسری میں دس کلو کوڑا ہے اور چوتھی میں اسّی کلو، اس میں صرف بیس کلو گیہوں ہیں ـــــ پہلی بوری خریدار فوراً اٹھائے گا، بلکہ کچھ زائد قیمت دینی پڑے تو دے گا۔ یہ بوری جماعتِ صحابہ کی مثال ہے جماعتِ صحابہ میں ایک کنکر بھی نہیں تھا ـــــ دوسری بوری بھی خریدار خریدتا ہے، بلکہ وہ سو کلو گیہوں کے پیسے دیتا ہے، جبکہ اس میں بالیقین ایک کلو کوڑا ہے۔ یہ بعد کے ادوار کی مثال ہے ـــــ اور تیسری بوری کی طرف کوئی خریدار متوجہ نہیں ہوتا، الا یہ کہ مالک پندرہ کلو گیہوں کے پیسے گھٹا دے تو کوئی یہ سوچ کر لے لیتا ہے کہ مزدور سے صاف کرا لیں گے، پانچ کلو کا تو فائدہ ہوگا ـــــ اور چوتھی بوری جس میں اسّی کلو کوڑا ہے اس کو کوئی بیوقوف بھی نہیں خریدتا، اگرچہ اس میں بیس کلو گیہوں ہے۔

آج امت کا حال چوتھی بوری جیسا ہو گیا ہے، اس لئے اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں: یا تو اس میں سے بیس کلو گیہوں علاحدہ کر لئے جائیں تو اس کا خریدار مل سکتا ہے، مگر یہ بات ناممکن ہے، یا پھر اسّی کلو کوڑے کو گیہوں بنا لیا جائے۔ یہ بات ممکن ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام جب مبعوث ہوتے ہیں تو ساری بوری کوڑے سے بھری ہوئی ہوتی ہے، وہ معاشرہ پر محنت کرتے ہیں، اور اس کو خالص گیہوں بنا لیتے ہیں، پھر ہم اسّی کلو کو گیہوں میں تبدیل کیوں نہیں کر سکتے؟

مگر اس کے لئے امت پر دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے ذریعہ محنت کرنے پڑے گی، تب کہیں کھوئی ہوئی نعمت واپس ملے گی ـــــ پھر لوگ ایک غلطی کرتے ہیں، ہر شخص دوسرے کی اصلاح کی فکر کرتا ہے، اور خود کو بھول جاتا ہے، جبکہ کلّی افراد کا مجموعہ ہوتی ہے، اگر ہر شخص پہلے اپنی ذات پر محنت کرے، اور خود کو اور اپنے متعلقین کو سنوار لے تو سارا معاشرہ سنور جائے گا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور نماز کا اہتمام کرو، اور زکات ادا کرو، اور رسول کی فرمان برداری کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے ـــــ اور تمہاری کھوئی ہوئی متاع تمہیں واپس مل جائے۔

آخر میں پھر کفار و منافقین کو مخاطب بنایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ ہرگز گمان نہ کر (اے مخاطب) ان لوگوں کو جنھوں نے دین کا انکار کیا زمین میں بھاگ کر ہرانے والا! ـــــ یعنی جزیرۃ العرب سے بھاگ کر تم کہاں چلے جاؤ گے؟ جہاں بھی جاؤ گے اللہ کی قدرت میں رہو گے ـــــ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت بڑا ٹھکانا ہے! ـــــ یعنی ساری

زمین میں اگر ادھر اُدھر بھاگتے پھرے تو بھی وہ خدا کی سزا سے بچ نہیں سکتے، بالآخر ان کو جہنم کے جیل خانہ میں جانا پڑے گا، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	مِنْ قَبْلِ	پہلے	جُنَاحٌ	کچھ گناہ
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	صَلٰوةِ الْفَجْرِ	نماز فجر کے	بَعْدَهُنَّ	ان تین اوقات کے بعد
لِيَسْتَاْذِنْكُمُ	چاہئے کہ اجازت	وَحِيْنَ	اور جب	طَوّٰفُوْنَ	بکثرت آنے جانے
	لیں تم سے	تَضَعُوْنَ	رکھتے ہو تم		والے ہیں
الَّذِيْنَ	وہ جن کے	ثِيَابَكُمْ	اپنے کپڑے	عَلَيْكُمْ	تمہارے پاس
مَلَكَتْ	مالک ہیں	مِّنَ الظَّهِيْرَةِ	دوپہر میں	بَعْضُكُمْ	تمہارے بعض
اَيْمَانُكُمْ	تمہارے دائیں ہاتھ	وَمِنْۢ بَعْدِ	اور بعد	عَلٰى بَعْضٍ	بعض پر
وَالَّذِيْنَ	اور وہ جو	صَلٰوةِ الْعِشَآءِ	عشاء کی نماز کے	كَذٰلِكَ	اسی طرح
لَمْ يَبْلُغُوا	نہیں پہنچے	ثَلٰثُ	(یہ) تین (اوقات)	يُبَيِّنُ	بیان کرتے ہیں
الْحُلُمَ	بلوغ کو	عَوْرٰتٍ	بدن کھلنے کے ہیں	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
مِنْكُمْ	تم میں سے	لَّكُمْ	تمہارے	لَكُمُ	تمہارے لئے
ثَلٰثَ	تین	لَيْسَ عَلَيْكُمْ	نہیں تم پر	الْاٰيٰتِ	احکام
مَرّٰتٍ	بار	وَلَا عَلَيْهِمْ	اور نہ ان پر	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ

عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے	فَلْيَسْتَاْذِنُوْا	پس چاہئے کہ اجازت لیں وہ	يُبَيِّنُ	بیان کرتے ہیں
حَكِيْمٌ	بڑی حکمت والے ہیں			اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَاِذَا	اور جب	كَمَا	جس طرح	لَكُمْ	تمہارے لئے
بَلَغَ	پہنچیں	اسْتَاْذَنَ	اجازت لی	اٰيٰتِهٖ	اپنے احکام
الْاَطْفَالُ	بچے	الَّذِيْنَ	ان لوگوں نے جو	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
مِنْكُمُ	تمہارے	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے گذرے	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے
الْحُلُمَ	بلوغ کو	كَذٰلِكَ	اسی طرح	حَكِيْمٌ	بڑی حکمت والے ہیں

ربط: آیت ۲۷ میں اجازت طلبی کا حکم بیان ہو چکا ہے۔ اُس حکم میں مملوکوں اور نابالغوں کے لئے کچھ تخفیف ہے۔ اب اس کا بیان شروع کرتے ہیں، درمیان میں خاص خاص مناسبتوں سے دیگر مضامین آئیں گے۔

مملوکوں اور نابالغوں کے لئے اجازت طلبی کے حکم میں تخفیف

ارشاد پاک ہے: —— اے ایمان والو! چاہئے کہ اجازت لیں تم سے تمہارے مملوک اور وہ جو تم میں سے حد بلوغ کو نہیں پہنچے تین مرتبہ: فجر کی نماز سے پہلے، اور جب تم دوپہر میں اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو، اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں۔ نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر ان تین اوقات کے علاوہ، وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، تم میں سے بعض بعض کے پاس۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کر بیان کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں —— اور جب تمہارے بچے بلوغ کو پہنچیں تو چاہئے کہ وہ اجازت لیں جس طرح اجازت لیتے ہیں ان سے اگلے لوگ (جن کا تذکرہ آیت ۲۷ میں ہے) اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کر بیان کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں۔

ان دو آیتوں میں تین باتیں بیان فرمائی ہیں:

پہلی بات: مذکورہ تین وقتوں میں عموماً زائد کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں، یا سونے کا لباس پہن لیا جاتا ہے، اور بیوی کے ساتھ مخالطت بھی عموماً ان ہی اوقات میں ہوتی ہے۔ اس لئے حکم دیا کہ ان تین وقتوں میں اپنے اور پرائے نابالغ لڑکے لڑکیوں کو اور لونڈی غلاموں کو اجازت لے کر آنا چاہئے۔ باقی اوقات میں اجنبی مردوں کی طرح ان کو اجازت طلب کرنے کی حاجت نہیں۔

دوسری بات: مذکورہ تین اوقات کے علاوہ اوقات میں غلام باندی اور نابالغ بچے عادتاً ایک دوسرے کے پاس بے روک ٹوک آتے جاتے ہیں، اس لئے ان کو ہر مرتبہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں، اس میں حرج اور تنگی ہے جو حکمت کے منافی ہے۔

تیسری بات: نابالغ بچے جب حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو ان کا حکم ان مردوں جیسا ہے جن کا تذکرہ آیت ۲۷ میں آیا ہے۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان آیات کے نزول کے وقت رہن سہن سادہ تھا، دروازوں پر پردے نہیں تھے، نہ پردہ دار مسہریاں تھیں، اس وقت کبھی ایسا ہوتا تھا کہ نوکر یا بیٹا بیٹی اچانک آجاتے تھے، اور آدمی بیوی کے ساتھ مشغول ہوتا تھا، اس لئے ان تین وقتوں میں اجازت لے کر آنے کا حکم دیا۔ اور اب چونکہ دروازوں پر پردے اور گھر میں پردہ دار مسہریاں آگئی ہیں، اس لئے لوگوں نے یوں سمجھ لیا ہے کہ اب یہ پردہ کافی ہے، استیذان کی ضرورت نہیں (ابن کثیر)

الغرض: اس حکم میں مصلحت یہ ہے کہ کوئی کسی کی آزادی میں خلل نہ ڈالے، پس جو لوگ اس طرح کے استیذان کا گھر والوں کو پابند نہیں بناتے وہ خود پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

وَالْقَوَاعِدُ (۱)	اور بیٹھ رہنے والی	جُنَاحٌ	کچھ گناہ	وَاَنْ	اور یہ بات کہ
مِنَ النِّسَاۗءِ	عورتوں میں سے	اَنْ	کہ	يَّسْتَعْفِفْنَ (۳)	پاکدامنی کی خواہش رکھیں
الّٰتِيْ	جو	يَّضَعْنَ	رکھ دیں وہ	خَيْرٌ	بہتر ہے
لَا يَرْجُوْنَ	نہیں امید رکھتیں	ثِيَابَهُنَّ	اپنے کپڑے	لَّهُنَّ	ان کے لئے
نِكَاحًا	نکاح کی	غَيْرَ (۲)	نہ	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
فَلَيْسَ	تو نہیں	مُتَبَرِّجٰتٍ	نمائش کرنے والی ہوں	سَمِيْعٌ	خوب سننے والے
عَلَيْهِنَّ	ان پر	بِزِيْنَةٍ	زیبائش کی	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے ہیں

(۱) القواعد: القاعد (تائے تانیث کے بغیر) کی جمع ہے، بہت بوڑھی عورت، جس کا حیض کا زمانہ گذر گیا ہو...... اللاتی: القوعد کی صفت ہے...... اور جملہ فلیس مبتدا کی خبر ہے۔ (۲) غیر: حال ہے...... تبرجت المرأة: زیبائش کا اظہار کرنا۔
(۳) استعفاف: پاک دامنی طلب کرنا۔

بوڑھی عورتوں کے لئے رہن سہن کے احکام میں تخفیف

آیت ۳۱ میں عورتوں کے لئے ہر وقت ساتھ رہنے والے محارم وغیرہ کے درمیان سلیقہ سے رہنے کا حکم آیا ہے، اس حکم میں بڑی بوڑھی عورتوں کے لئے تخفیف کی گئی ہے۔ شاہ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”بوڑھی عورتیں گھر میں تھوڑے کپڑے میں رہیں تو درست ہے، اور پورا پردہ رکھیں تو اور بہتر!“ (موضح القرآن)

ارشادِ پاک ہے: —— اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہ رہی ہو: ان پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے رکھ دیں —— مثلاً اوڑھنی رکھ دیں —— جبکہ وہ زیبائش کی نمائش کرنے والی نہ ہوں، اور پاک دامنی کی خواہش رکھنا ان کے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے، خوب جاننے والے ہیں۔

تفسیر: ایسی بوڑھی عورتیں گھر سے باہر نکلتے وقت بھی زائد کپڑے مثلاً برقع وغیرہ اتار دیں تو کچھ مضائقہ نہیں، بشرطیکہ اس زینت کا اظہار نہ ہو جس کے چھپانے کا حکم ہے (فوائد)

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۭ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ۧ

لَيْسَ	نہیں	حَرَجٌ	کچھ تنگی	عَلَى الْاَعْرَجِ	لنگڑے پر
عَلَى الْاَعْمٰى (۱)	نابینا پر	وَّلَا	اور نہ	حَرَجٌ	کچھ تنگی

(۱) علی الأعمی: لیس کی خبر مقدم ہے، اور حرج: اسم مؤخر، اور آگے تین جگہ لا بمعنی لیس ہے، اور آخری لا کے بعد حرج: خبر محذوف ہے، اور أن تاکلوا سے پہلے فی مقدر ہے، اور اس کا تعلق چاروں جملوں سے ہے۔

وَلَا	اور نہ	اَوْ بُيُوْتِ	یا گھروں سے	اَوْ اَشْتَاتًا[۳]	یا جدا ہو کر
عَلَى الْمَرِيْضِ	بیمار پر	اَعْمَامِكُمْ	اپنے چچاؤں کے	فَاِذَا	پس جب
حَرَجٌ	کچھ تنگی	اَوْ بُيُوْتِ	یا گھروں سے	دَخَلْتُمْ	داخل ہو تم
وَّلَا	اور نہ	عَمّٰتِكُمْ	اپنی پھوپیوں کے	بُيُوْتًا	گھروں میں
عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ	خود تم پر (کچھ تنگی)	اَوْ بُيُوْتِ	یا گھروں سے	فَسَلِّمُوْا	تو سلام کرو
اَنْ	کہ	اَخْوَالِكُمْ	اپنے ماموؤں کے	عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ	اپنے لوگوں کو
تَاْكُلُوْا	کھاؤ تم	اَوْ بُيُوْتِ	یا گھروں سے	تَحِيَّةً[۴]	زندہ رہنے کی دعا کے بطور
مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ	اپنے گھروں سے	خٰلٰتِكُمْ	اپنی خالاؤں کے	مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کے پاس سے
اَوْ بُيُوْتِ	یا گھروں سے	اَوْ مَا[۱]	یا (گھروں سے) جنکے	مُبٰرَكَةً	برکت والی
اٰبَآئِكُمْ	اپنے باپوں کے	مَلَكْتُمْ	مالک ہو تم	طَيِّبَةً	ستھری
اَوْ بُيُوْتِ	یا گھروں سے	مَّفَاتِحَهٗٓ	ان کی کنجیوں کے	كَذٰلِكَ	اس طرح
اُمَّهٰتِكُمْ	اپنی ماؤں کے	اَوْ صَدِيْقِكُمْ[۲]	یا اپنے دوستوں کے	يُبَيِّنُ	صاف بیان کرتے ہیں
اَوْ بُيُوْتِ	یا گھروں سے	لَيْسَ عَلَيْكُمْ	نہیں ہے تم پر	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
اِخْوَانِكُمْ	اپنے بھائیوں کے	جُنَاحٌ	کچھ گناہ	لَكُمُ الْاٰيٰتِ	تمہارے لئے احکام
اَوْ بُيُوْتِ	یا گھروں سے	اَنْ تَاْكُلُوْا	کہ کھاؤ تم	لَعَلَّكُمْ	تاکہ تم
اَخَوٰتِكُمْ	اپنی بہنوں کے	جَمِيْعًا	مل کر	تَعْقِلُوْنَ	سمجھ لو

معذور اور غیر معذور: رشتہ دار وغیرہ کے گھروں سے بے تکلف کھا سکتے ہیں

آیت ۲۷ میں اجازت طلبی کا حکم آیا ہے۔ اپنے گھر کے علاوہ کسی بھی گھر میں جانے کے لئے استیذان کو ضروری قرار دیا ہے۔ اس سے ایک طرح کی تنگی مفہوم ہوتی ہے۔ رشتہ داروں کے گھروں میں تکلف برتنے کا اشارہ ملتا ہے۔ اس لئے اس آیت میں اس وہم کا ازالہ کیا ہے کہ اجازت لینا تو رشتہ داروں کے گھروں میں جانے کے لئے بھی ضروری ہے، مگر

---

(۱) تقدیر عبارت: أو بيوت الذين ملكتم مفاتحها ہے۔ (۲) أي: بيوت صديقكم۔ (۳) أشتات: شَتٌّ کی جمع ہے: متفرق، جدا جدا۔ (۴) تحية: سلموا کا مفعول مطلق ہے، من غیر لفظہ ...... اور من عند الله: محذوف سے متعلق ہو کر تحية کی صفت ہے، اور مباركة اور طيبة بھی صفتیں ہیں۔

اجازت ملنے کے بعد تنگی نہیں۔ معذور اور غیر معذور سب: رشتہ دار وغیرہ کے گھروں سے بے تکلف کھا سکتے ہیں، یہ معاشرتی توسّع ہے جو ضروری ہے ——— البتہ رشتہ داروں کے گھروں میں بھی سلام کر کے داخل ہونا چاہئے۔ سلام: سلامتی کی دعا ہے، اور اللہ کی طرف سے مقرر کی گئی ہے۔ یہ بابرکت اور پاکیزہ دعا ہے، اس لئے اس کے زیادہ حقدار اپنے لوگ ہیں، ان کو اس دعا سے محروم نہیں رکھنا چاہئے۔

ارشادِ پاک ہے: ——— نابینا پر کچھ تنگی نہیں، اور لنگڑے پر کچھ تنگی نہیں، اور بیمار پر کچھ تنگی نہیں، اور خود تم پر کچھ تنگی نہیں کہ کھاؤ اپنے گھروں سے، اپنے باپوں کے گھروں سے، اپنی ماؤں کے گھروں سے، اپنے بھائیوں کے گھروں سے، اپنی بہنوں کے گھروں سے، اپنے چچاؤں کے گھروں سے، اپنی پھوپیوں کے گھروں سے، اپنے ماموؤں کے گھروں سے، اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں ہیں، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے، تم پر کچھ گناہ نہیں کہ مل کر کھاؤ یا جدا ہو کر۔

تفسیر: آیت کو سمجھنے کے لئے چند باتیں جان لیں:

۱- غیر معذوروں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ معذور کے لئے توسّع ہو سکتا ہے، مگر غیر معذور کے لئے شاید گنجائش نہ ہو، اس لئے بتا دیا کہ یہ معاشرتی توسّع سب کے لئے ہے۔

۲- اور اپنے گھروں کا ذکر اس لئے کیا کہ آخر میں آرہا ہے: "تم پر کچھ گناہ نہیں کہ مل کر کھاؤ یا جدا ہو کر" یعنی اپنے گھر میں اکیلا بھی کھا سکتا ہے، ضروری نہیں کہ ساتھ میں کوئی کھانے والا ہو۔ بعض لوگ جب تک کوئی مہمان ساتھ نہ ہو کھانا نہیں کھاتے، یہ غلو ہے۔ بغیر مہمان کے اکیلا بھی کھا سکتا ہے، اور مہمان کے ساتھ بھی۔

۳- عربوں کے معاشرہ میں باپ کا گھر علاحدہ ہوتا ہے اور ماں کا علاحدہ، اسی طرح آگے بھی سمجھنا چاہئے۔

۴- جن گھروں کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں ہیں یعنی وہ گھر تمہارے تصرف میں ہیں، تمہیں اپنی چیز کا وکیل یا محافظ بنا دیا ہے، پس بقدر معروف اس میں سے کھانے پینے کی اجازت ہے۔

۵- مل کر کھاؤ یا جدا ہو کر یعنی صاحبِ خانہ موجود ہو تو اس کے ساتھ کھاؤ، اور اگر وہ موجود نہ ہو، یا کھا چکا ہو، یا کھانا نہ چاہتا ہو تو اکیلے بھی کھا سکتے ہو۔

۶- بیوی اور بیٹیوں کے گھر کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ ان کا ذکر ﴿مِنْ بُيُوتِكُمْ﴾ میں آ گیا وہ بھی اپنے ہی گھر ہیں۔

فائدہ: ایک دسترخوان پر چند شخصوں کو ایک برتن میں کھانا چاہئے یا الگ الگ برتنوں میں؟ اس آیت کا اس مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں۔ اور سوال کا جواب یہ ہے کہ الگ الگ پلیٹوں میں کھانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اب یہ بات ہندو تہذیب کے ساتھ خاص نہیں رہی، اس لئے تشبہ نہیں ہے، مگر یہ اسلامی تہذیب بھی نہیں ہے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ چند

اشخاص مل کر ایک برتن میں کھائیں، اس سے کھانے میں برکت ہوتی ہے، اور اسلامی اخوت پروان چڑھتی ہے۔

جیسے میز کرسی پر کھانا اسلامی تہذیب نہیں، مگر جائز ہے، کیونکہ اب یہ بات کسی تہذیب کے ساتھ خاص نہیں رہی، نہ یہ فاسقوں اور متکبروں کا طریقہ ہے، بلکہ اب یہ بات عام ہوگئی ہے، مگر بہر حال یہ اسلامی تہذیب نہیں، اسلامی تہذیب زمین پر بیٹھ کر دستر خوان بچھا کر کھانا ہے۔

اپنے لوگوں کے گھروں میں جائے تب بھی سلام کرے

ارشاد فرماتے ہیں: —— پس جب تم گھروں میں داخل ہوؤ تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، وہ سلامتی کی دعا ہے، اللہ کی طرف سے مقرر ہے، بابرکت اور پاکیزہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کھول کر احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ تم سمجھو۔

تفسیر: اپنے لوگوں کو سلام کرو یعنی رشتہ داروں کو سلام کرو، جبکہ وہ گھر میں ہوں، اور اگر رشتہ دار کے گھر میں کوئی نہ ہو تو بے اجازت گھر میں داخل مت ہوؤ۔ اسی طرح اپنے گھر میں کوئی ہو تو اس کو سلام کرو، اور گھر خالی ہو تو السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہہ کر داخل ہوؤ، گھر میں جو فرشتے اور نیک جنات ہیں وہ جواب دیں گے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾

ع ۹ / ۱۵

إِنَّمَا (۱)	بس	الْمُؤْمِنُونَ	مؤمنین	الَّذِينَ	(وہ ہیں) جو

(۱) إنما: کلمۂ حصر ہے، اس کے بعد مبتدا خبر آتے ہیں۔

اٰمَنُوْا	ایمان لائے	اسْتَاْذَنُوْكَ	اجازت مانگیں وہ آپ سے	بَعْضِكُمْ	تمہارے بعض کے
بِاللّٰهِ	اللہ پر	لِبَعْضِ	کسی کے لئے	بَعْضًا	بعض کو
وَرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسولؐ پر	شَاْنِهِمْ	اپنے کام کے	قَدْ يَعْلَمُ	بالیقین جانتے ہیں
وَاِذَا	اور جب	فَاْذَنْ	تو اجازت دیں آپؐ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
كَانُوْا	ہوتے ہیں وہ	لِّمَنْ	جس شخص کے لئے	الَّذِيْنَ	ان لوگوں کو جو
مَعَهٗ	رسولؐ کے ساتھ	شِئْتَ	چاہیں	يَتَسَلَّلُوْنَ (۳)	کھسک جاتے ہیں
عَلٰٓى اَمْرٍ	کسی کام پر	مِنْهُمْ	ان میں سے	مِنْكُمْ	تم میں سے
جَامِعٍ (۱)	اکٹھا کرنے والے	وَاسْتَغْفِرْ	اور گناہ کی معافی	لِوَاذًا (۴)	آڑ لے کر
لَمْ يَذْهَبُوْا	(تو) نہیں جاتے وہ		چاہیں آپؐ	فَلْيَحْذَرِ	پس چاہئے کہ ڈریں
حَتّٰى	یہاں تک کہ	لَهُمْ	ان کے لئے	الَّذِيْنَ	جو لوگ
يَسْتَاْذِنُوْهُ	اجازت لیں وہ آپ سے	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ سے	يُخَالِفُوْنَ	مخالفت کرتے ہیں
اِنَّ	بے شک	اِنَّ	بے شک	عَنْ اَمْرِهٖٓ	ان کے حکم کی
الَّذِيْنَ	جو لوگ	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ	اَنْ	(اس سے) کہ
يَسْتَاْذِنُوْنَكَ	اجازت لیتے ہیں آپ سے	غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے	تُصِيْبَهُمْ	پہنچے ان کو
اُولٰٓئِكَ	یہی لوگ ہیں	رَّحِيْمٌ	بڑے رحم والے ہیں	فِتْنَةٌ	کوئی آزمائش
الَّذِيْنَ	جو	لَا تَجْعَلُوْا	نہ گردانو تم	اَوْ	یا
يُؤْمِنُوْنَ	ایمان رکھتے ہیں	دُعَآءَ (۲)	بلانے کو	يُصِيْبَهُمْ	پہنچے ان کو
بِاللّٰهِ	اللہ تعالیٰ پر	الرَّسُوْلِ	رسول کے	عَذَابٌ	عذاب
وَرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسولؐ پر	بَيْنَكُمْ	اپنے درمیان	اَلِيْمٌ	دردناک
فَاِذَا	پس جب	كَدُعَآءِ	بلانے کی طرح	اَلَآ	سنو

(۱) أمر جامع: ایسا اہم کام جس کے لئے لوگوں کو اکٹھا کیا گیا ہو، جیسے کسی اہم مشورہ کے لئے بلایا گیا ہو، یا کسی مہم کے لئے اکٹھا کیا ہو۔ (۲) دعاء: مصدر کی فاعل کی طرف اضافت ہے۔ (۳) تسلل منه: بھیڑ میں نکل جانا، چپکے سے کھسک جانا۔ (۴) لَاوَذَ لِوَاذًا وَمُلَاوَذَة: کسی چیز کی آڑ لینا، پناہ لینا۔

اِنَّ لِلّٰهِ	بیشک اللہ کے لئے ہے	مَآ اَنۡتُمۡ	جو تم	فَيُنَبِّئُهُمۡ	تو بتادیں گے وہ ان کو
مَا	جو کچھ	عَلَيۡهِ	اس پر ہو	بِمَا عَمِلُوۡا	جو کام کیے انھوں نے
فِى السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں ہے	وَيَوۡمَ	اور جس دن	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَالۡاَرۡضِ	اور زمین میں ہے	يُرۡجَعُوۡنَ	لوٹائے جائیں گے وہ	بِكُلِّ شَىۡءٍ	ہر چیز کو
قَدۡ يَعۡلَمُ	بالیقین جانتے ہیں وہ	اِلَيۡهِ	اس کی طرف	عَلِيۡمٌ	خوب جاننے والے ہیں

کبھی واپس جانے کے لئے بھی اجازت ضروری ہوتی ہے

ربط: یہ اس سورت کا آخری حکم ہے۔ جس طرح اندر آنے کے لئے اجازت ضروری ہے اسی طرح کبھی واپس جانے کے لئے بھی اجازت ضروری ہوتی ہے۔ مثلاً: امیر نے کسی اہم مشورہ کے لئے طلب کیا، یا کسی اہم کام کے لئے اکٹھا کیا، اور کسی کو اہم ضرورت پیش آجائے تو چاہئے کہ امیر سے اجازت لے کر جائے۔ اس سے امیر کی اہمیت واضح ہوگی، اور اگر اس کی ضرورت ہوگی، اس کے بغیر کام نہیں چلے گا تو امیر اس کو روک دے گا۔ اور اگر کوئی بے اجازت چلا جائے تو امیر کے بلانے میں اور دوسروں کے بلانے میں فرق کیا رہا؟ اور ممکن ہے جب اس کی ضرورت پیش آئے، اور وہ موجود نہ ہو تو امیر کے دل میں میل آجائے۔ اس لئے اس خاص موقعہ پر واپس جانے کے لئے بھی اجازت ضروری ہے۔

ارشادِ پاک ہے: —— مؤمنین تو بس وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، اور جب آپؐ کے ساتھ کسی اجتماعی کام پر ہوتے ہیں تو جب تک آپؐ سے اجازت نہیں لیتے: جاتے نہیں! —— یہاں مقصود یہ آخری بات ہے۔ یعنی ایمان کی تکمیل کے لئے رسول کی اطاعت وانقیاد ضروری ہے۔ اور اطاعت وانقیاد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جب کسی اہم کام کے لئے بلایا گیا ہو تو کوئی بھی اجازت لئے بغیر نہ جائے —— اور یہاں یہ آخری بات مقصود ہے اس کی دلیل اگلی آیت ہے۔ فرماتے ہیں: —— بیشک جو لوگ آپؐ سے اجازت لیتے ہیں وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں!

مسئلہ: —— پس جب وہ اپنے کسی کام کے لئے اجازت مانگیں تو آپؐ جس کو چاہیں اجازت دیں —— یعنی اجازت دینا نہ دینا آپؐ کی صوابدید پر موقوف ہے —— اور آپؐ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگیں —— یعنی صرف اجازت دینے پر اکتفانہ کریں، بلکہ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیں کہ اللہ تمہیں معاف کرے! اس سے انہیں اطمینان ہوجائے گا کہ آپؐ نے اجازت بخوشی دی ہے —— بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم والے ہیں۔

واپس جانے کے لئے اجازت طلبی کی وجہ: —— تم لوگ رسولؐ کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں سے ایک: دوسرے کو بلاتا ہے —— یعنی رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو بلائیں تو اس کو عام لوگوں کے بلانے کی طرح مت سمجھو، جس میں آنے نہ آنے کا اختیار رہتا ہے، بلکہ اس وقت آنا فرض ہو جاتا ہے، اور بے اجازت جانا حرام ہو جاتا ہے۔

ملحوظہ: آیت کی ایک دوسری تفسیر: ﴿دُعَاءَ الرَّسُوْلِ﴾ میں مصدر کی مفعول کی طرف اضافت مان کر بھی کی گئی ہے۔ مگر آیت کے سیاق وسباق سے یہ تفسیر زیادہ مناسبت رکھتی ہے، اسی لئے مظہری اور بیان القرآن میں اس کو اختیار کیا ہے (معارف القرآن)

منافقین کا رویہ: —— اللہ تعالیٰ یقیناً ان لوگوں کو جانتے ہیں جو آڑ میں ہو کر تمہارے پاس سے کھسک جاتے ہیں —— یعنی منافقین موقع پا کر اور آنکھ بچا کر مجلس نبوی سے بلا اجازت کھسک جاتے ہیں، مثلاً کوئی مسلمان اجازت لے کر اٹھا، یہ بھی اس کی آڑ میں ہو کر چل دیئے (فوائد)

منافقین کو تہدید: —— پس جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا ان پر کوئی دردناک عذاب آپڑے! —— فتنہ کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً چوراہے پر ان کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ جائے، آپس میں اختلاف ہو جائے، یا امیر ناراض ہو جائے اور اسلامی حکومت کی طرف سے سزا ملے وغیرہ۔

منافقین کو آخری فہمائش: —— سنو! جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ یقیناً ان احوال کو جانتے ہیں جن پر تم ہو —— یعنی تم رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے کیا چھپاتے ہو، تمہارا سب حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے —— اور جس دن تم ان کی طرف لوٹائے جاؤ گے، وہ ان کو جتلا دیں گے جو کچھ انھوں نے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں۔

نفاق خواہ اعتقادی ہو یا عملی دل کا ایک روگ ہے اور منافق کا انجام بہت برا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفرقان

نمبر شمار ۲۵ نزول کا نمبر ۴۲ نزول کی نوعیت مکی آیات ۷۷ رکوع ۶

سورت کا نام: پہلی آیت سے لیا گیا ہے۔ الفرقان: مصدر بھی ہے، اور صیغۂ صفت بھی۔ اس کے لغوی معنی ہیں: الگ الگ کرنا، اور یہاں وہ دلائل مراد ہیں جو حق کو باطل سے الگ کردینے والے ہیں۔ علاوہ ازیں فرقان کے معنی ہیں: قرآن مجید، تورات، دلیل وحجت، وہ نور جس سے حق وباطل میں امتیاز ہوجائے اور جنگِ بدر کے دن کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

مضامین کی اجمالی فہرست: اس سورت میں یہ مضامین ہیں: اثباتِ توحید، ردِّ اشراک، اثباتِ رسالت، جوابِ شبہات متعلقۂ رسالت، بیانِ معاد، مصدقین کی جزائے خیر، مکذبین کی سزا، بعض واقعات بہ مناسبت مضمون ذمِّ انکار توحید ورسالت، بعض اعمالِ فاضلہ، مصدقینِ توحید ورسالت کی بعض خصوصیات اور آخر میں مکذبین کو انتباہ کہ یوم الفرقان (جنگِ بدر کا دن) آرہا ہے، اس کا انتظار کرو۔

مضامین کی تفصیل: یہ سورت پاک اثباتِ توحید اور ابطالِ شرک کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر دلیلِ رسالت (قرآن کریم) اور ذاتِ رسول ﷺ پر اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ شروع ہوا ہے، پہلے اجمالی جواب ہے، پھر تفصیلی جوابات کا سلسلہ شروع ہوا ہے، پھر معاد (آخرت) کا بیان ہے، سب سے پہلے یہ بیان ہے کہ مشرکین کے معبود آخرت میں ان کے کچھ کام نہ آئیں گے، پھر مسئلہ رسالت پر منکرین کے تین اعتراضات کا جواب ہے، درمیان میں قیامت کے تین مناظر پیش کئے ہیں۔ پھر اس کی حکمتیں بیان کی ہیں کہ قرآن سارا ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ پھر انکارِ رسالت کا عبرتناک انجام سنایا ہے، اور اس کے لئے چند واقعات کا تذکرہ کیا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منکرین کا برتاؤ دکھایا ہے۔ پھر آخرت کا بیان شروع ہوا ہے، اور تین باتیں بیان کی ہیں:

۱- آخرت مشیتِ الٰہی کا فیصلہ ہے۔ ۲- آخرت لوگوں کی ضرورت ہے۔ ۳- وقوعِ آخرت کا نمونہ دکھایا ہے۔

اس کے بعد نبوت کے عالم گیر ہونے پر اعتراض کا جواب ہے، اور اللہ کی قدرت کی دو عجیب مثالیں پیش کی ہیں، پھر رسالت وتوحید کا بیان ہے۔ پھر رحمان کے بندوں کی نو خوبیاں بیان کی ہیں، اور اس کی تمہید میں دو آیتیں آئی ہیں۔ اور بالکل آخر میں عباد الرحمٰن کا صلہ اور منکرین کے لئے پیشین گوئی ہے۔

(۲۵) سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ مَکِّیَّۃٌ (۴۲)

آیاتہا ۷۷ — رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ۝ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ۝ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝

بِسْمِ	نام سے	الَّذِیْ	وہ ذات جس نے	لِلْعٰلَمِیْنَ	جہانوں کے لئے
اللّٰهِ	اللہ پاک کے	نَزَّلَ (۲)	بتدریج اتاری	نَذِیْرًا	ڈرانے والا
الرَّحْمٰنِ	(جو) بے حد مہربان	الْفُرْقَانَ	فیصلہ کن کتاب	الَّذِیْ	وہ ذات
الرَّحِیْمِ	بڑے رحم والے (ہیں)	عَلٰی عَبْدِهٖ (۳)	اپنے خاص بندے پر	لَهٗ	جس کے لئے
تَبٰرَكَ (۱)	بڑی عالیشان ہے	لِیَكُوْنَ	تاکہ ہو وہ	مُلْكُ	حکومت ہے

(۱) تبارك: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب: عالی شان ہوا، بڑی برکت والا ہوا، اس فعل کی گردان نہیں آتی، ماضی کا یہی صیغہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مستعمل ہے۔ ایک واقعہ: امام لغت اصمعی کو تین لفظوں کی حقیقت اچھی طرح معلوم نہیں تھی: تبارک، متاع اور رقیم کی۔ وہ اعراب سے ان کا بے تکلف استعمال سننا چاہتا تھا۔ وہ چلا اور جنگل میں ایک عورت کا مہمان بنا۔ عورت پانی بھرنے کے لئے چشمہ پر گئی، ان کا بچہ گھر میں تھا، کتا آیا اور صافی لے کر چل دیا، بچہ پیچھے دوڑا، مگر کتا پہاڑی پر چڑھ گیا، اور بچہ عاجز ہو کر واپس آ گیا، جب اس کی ماں آئی تو بچے نے رپورٹ دی: أمي! جاء الرقيم، وأخذ المتاع، وتبارك الجبل: ماں! کتا آیا، صافی لی اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اصمعی اچھل پڑا، اس نے تینوں لفظوں کا استعمال سن لیا۔ رقیم کتے کو کہتے ہیں جس کا ذکر اصحاب کہف کے واقعہ میں آیا ہے، اور متاع وہ چیز ہے جس کو چند روز استعمال کر کے پھینک دیں، جیسے صافی، چولہے کا کپڑا اور تبارک کے معنی ہیں: چڑھنا، بلند ہونا

(۲) نَزَّلَ: تنزیل (باب تفعیل) سے ہے، اس کے معنی ہیں: بتدریج اتارنا، اور أنزل کے معنی ہیں: اتارنا۔ قرآنِ کریم بتدریج اتارا گیا ہے۔ (۳) عبدہ میں اضافت تشریف کے لئے ہے۔

السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	كُلَّ شَيْءٍ	ہر چیز	يُخْلَقُوْنَ	پیدا کئے جاتے ہیں
وَالْاَرْضِ	اور زمین کی	فَقَدَّرَهٗ	پس اندازہ کیا اس کا	وَلَا يَمْلِكُوْنَ	اور نہیں مالک ہیں وہ
وَلَمْ يَتَّخِذْ	اور نہیں بنائی اس نے	تَقْدِيْرًا [1]	ٹھیک اندازہ کرنا	لِاَنْفُسِهِمْ	اپنی ذاتوں کے لئے
وَلَدًا	کوئی اولاد	وَاتَّخَذُوْا	اور بنائے انھوں نے	ضَرًّا	کسی نقصان کے
وَّلَمْ يَكُنْ	اور نہیں ہے	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اللہ سے کم درجے کے	وَّلَا نَفْعًا	اور نہ کسی نفع کے
لَّهٗ	اس کے لئے	اٰلِهَةً	(ایسے) معبود	وَّلَا يَمْلِكُوْنَ	اور نہیں مالک ہیں وہ
شَرِيْكٌ	کوئی ساجھی	لَّا يَخْلُقُوْنَ	(جو) نہیں پیدا کرتے	مَوْتًا	موت کے
فِي الْمُلْكِ	حکومت میں	شَيْـًٔا	کوئی چیز	وَّلَا حَيٰوةً	اور نہ زندگی کے
وَخَلَقَ	اور پیدا کی	وَّهُمْ	اور وہ	وَّلَا نُشُوْرًا [2]	اور نہ دوبارہ زندہ کرنے کے

اللہ کے نامِ پاک سے شروع کرتا ہوں، جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں

سورۃ الفرقان کا موضوع توحید، رسالت اور آخرت ہے، یہی دین کے تین بنیادی مسائل ہیں، ضمناً اور بھی باتیں آئی ہیں۔

اثباتِ توحید وابطالِ شرک

ارشاد فرماتے ہیں: بڑی عالی شان ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے پر فیصلہ کن کتاب بتدریج نازل کی، تاکہ وہ دنیا جہاں کے لئے ڈرانے والے بنے —— اس آیت میں اختصار کے ساتھ چار باتیں ہیں، اور یہی چار باتیں اس سورت کا موضوع ہیں، پس گویا یہ آیت اس سورت کا جامع متن ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نہایت عالی شان ہیں، ان کے برابر کوئی نہیں۔ یہ توحید کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ اپنے خاص بندے پر: یعنی محمد ﷺ پر: یہ مسئلہ رسالت کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ فیصلہ کن کتاب نازل کی: یہ دلیلِ رسالت ہے، سورت میں اس پر اعتراضات کے جوابات ہیں۔

۴۔ تاکہ وہ منکرین کو ڈرائے، اور مؤمنین کو بشارت سنائے، یہ مسئلہ آخرت کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) تقدیراً: قَدَّرَ کا مفعول مطلق ہے۔ اور فقدرہ کی فا محض ترتیب ذکری کے لئے ہے، پیدا کرنا اور اندازہ کرنا ساتھ ساتھ ہیں

(۲) نشور: مردوں کو زندہ کرکے اٹھانا، نشر (ن) اللّٰهُ الموتٰی نَشْرًا وَنُشُوْرًا یعنی نشور بھی نشر کی طرح مصدر ہے۔

فائدہ: دنیا جہان کے لئے: اس میں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت سارے عالم کے لئے ہے۔ گزشتہ نبیوں کی نبوتیں مخصوص قوم یا مخصوص مقام کے لئے تھیں، آپؐ کی نبوت عام وتام ہے۔

دلائلِ توحید: ارشاد فرماتے ہیں: وہ ذات جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے، اور اس نے کوئی اولاد نہیں بنائی، اور نہ حکومت میں اس کا کوئی ساجھی ہے، اور اس نے ہر چیز پیدا کی، پس اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ٹھہرایا۔

اس آیت میں توحید کی پوری تعلیم سمیٹ دی گئی ہے، یہ آیت جامع آیات میں سے ایک عظیم الشان آیت ہے۔ اور نبی ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپؐ کے خاندان میں کسی بچہ کی زبان کھلتی اور وہ بولنا شروع کرتا تو آپؐ یہ آیت اس کو سکھاتے تاکہ توحید کا پورا نقش اس کے ذہن میں بیٹھ جائے۔

اس آیت میں توحید کی چار دلیلیں ہیں:

ا۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کسی دوسرے کا اس میں کوئی حصہ نہیں، پھر کوئی اور خدائی میں کیسے شریک ہوسکتا ہے؟

۲۔ اللہ نے کوئی اولاد نہیں بنائی، جس کو معبودیت کا استحقاق پہنچے، اولاد بنانا عام ہے نسبی بیٹا ہونے کو اور متبنیٰ بنانے کو یعنی ایسا نہیں ہے کہ اللہ کی کوئی نسل چلی ہو، یا انھوں نے کسی مخلوق کو بیٹا بیٹی بنالیا ہو۔ پس عیسائیوں کا یہ خیال غلط ہے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور مشرکین کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو یا جنوں کو یا بعض انسانوں کو بیٹا بنایا ہے۔ اور اس طرح ان کو خدائی کا استحقاق حاصل ہوگیا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا حکومت میں کوئی ساجھی نہیں۔ وہی مختارِ کل ہیں، فرمان روائی میں ذرہ برابر کسی کا کوئی حصہ نہیں، پس معبود بھی ان کے سوا کوئی نہیں —— اور یہ اس احتمال کی نفی کی گئی ہے کہ ٹھیک ہے اولاد نہیں بنائی، مگر کوئی بھاگی دار تو ہوسکتا ہے، پس وہ خدائی میں بھی شریک ہوگا، اس لئے یہ بات بھی صاف کردی کہ ان کا حکومت میں کوئی ساجھی نہیں، وہ اکیلے ہی مالکِ کل ہیں، پس ان کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہوسکتا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز ٹھیک اندازے سے پیدا کی ہے یعنی انھوں نے صرف کائنات کو وجود ہی نہیں بخشا، بلکہ ہر چیز ٹھیک ٹھیک اندازے سے بنائی ہے۔ آیت میں ف ترتیبِ ذکری کے لئے ہے یعنی پیدا کرنا اور اندازہ ٹھہرانا ساتھ ساتھ ہیں، آگے پیچھے نہیں۔

یہاں تقدیر کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کو بھی پیدا فرمایا ایک خاص پلاننگ سے پیدا فرمایا، شکل وصورت اور آثار وخواص بڑی حکمت سے تجویز فرمائے۔ جو مخلوق جس کام کے لئے پیدا کی اسی کی مناسبت سے قُویٰ اور صلاحیتیں بھی دیں تاکہ اس

کی تخلیق کا مقصد پورا ہو۔

ابطالِ شرک:—— اور لوگوں نے اللہ سے درجہ میں کم ایسے معبود بنائے جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے، اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں، اور وہ اپنے لئے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع کے، اور وہ نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں نہ زندگی کا اور نہ دوبارہ پیدا کرنے کا—— اس آیت میں بطلانِ شرک پر تین دلیلیں قائم کی ہیں:

۱-مشرکین نے جن کو معبود تجویز کیا ہے انھوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی، بلکہ وہ خود آفریدہ ہیں۔اور جو خالق نہیں وہ مالک بھی نہیں، اور جو مالک نہیں وہ معبود بھی نہیں۔ کیونکہ یہ عجیب بات ہے کہ پیدا کیا کسی نے اور مالک و معبود بنا دیا کسی کو، اس سے زیادہ بے عقلی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے؟

۲-مشرکین کے معبود خود اپنے لئے کسی نفع وضرر کے مالک نہیں۔اگر ان پر کوئی آفت آپڑے تو وہ اس کو ہٹا نہیں سکتے، اور اگر وہ کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہیں تو از خود حاصل نہیں کر سکتے، یہ دونوں باتیں ان کی قدرت سے باہر ہیں۔پس جو اپنے لئے نفع وضرر کا مالک نہیں وہ اپنے پرستاروں کے لئے نفع وضرر کا مالک کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر ان کی پوجا کرنے سے کیا حاصل؟

۳-مشرکین کے معبود نہ اپنے پرستاروں کو مار سکتے ہیں، نہ انھوں نے ان کو پہلی بار زندہ کیا ہے، نہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں، اور جو مارنے جلانے پر قادر نہیں وہ معبود نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا تعارف انہی صفات سے کرایا ہے ﴿رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے (البقرہ ۲۵۸) پس جو مارنے جلانے پر قادر نہیں وہ معبود نہیں ہوسکتا۔

فائدہ: اللہ سے درجہ میں کم: مشرکین اپنے معبودوں کو درجہ میں اللہ کے برابر نہیں مانتے، بلکہ فروتر مانتے ہیں، یہ بھی بطلانِ شرک کی ایک مستقل دلیل ہے۔ جب وہ معبود اللہ سے رتبہ میں کم ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے مالک ہونگے اور وہ مملوک۔ اور مملوک مالک کی دولت میں شریک کہاں ہوسکتا ہے؟ پھر وہ خدائی میں شریک کیسے ہوگئے؟

فائدہ: ضرا کو نفعا پر مقدم اس لئے کیا کہ دفعِ مضرت: جلبِ منفعت سے مقدم ہے یعنی نقصان ہٹانا زیادہ اہم ہے نفع اندوزی سے۔

فائدہ: موت کو حیات پر مقدم کیا، اس کی اہمیت واضح کرنے کے لئے، کیونکہ زندگی تو بالفعل حاصل ہے۔ اس کا نہ کوئی انکار کر سکتا ہے نہ اس سے غفلت برت سکتا ہے۔ اور موت آنے والی ہے، اس کو اگرچہ ہر شخص مانتا ہے، مگر اس سے غافل رہتا ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝۴ۚ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۵ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۶ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝۷ۙ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۹ۧ

ع ۱ ۱۴

وَقَالَ	اور کہا	قَوْمٌ	لوگوں نے	تُمْلٰى(۲)	لکھوائی جاتی ہیں
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	اٰخَرُوْنَ	دوسرے	عَلَيْهِ	اس کے پاس
كَفَرُوْٓا	انکار کیا	فَقَدْ	تو یقیناً	بُكْرَةً	صبح
اِنْ	نہیں (ہے)	جَاۗءُوْ	لائے وہ	وَّاَصِيْلًا	اور شام
هٰذَآ	یہ (قرآن)	ظُلْمًا	ظلم	قُلْ	کہیں
اِلَّآ	مگر	وَّزُوْرًا	اور جھوٹ	اَنْزَلَهُ	اتارا ہے اس کو
اِفْكُۨ	بہتان!	وَقَالُوْٓا	اور کہا انھوں نے	الَّذِيْ	(اس نے) جو
افْتَرٰىهُ	گھڑ لیا ہے اس نے	اَسَاطِيْرُ	بے سند باتیں (ہیں)	يَعْلَمُ	جانتا ہے
	اس کو	الْاَوَّلِيْنَ	اگلوں کی	السِّرَّ	چھپی باتیں
وَاَعَانَهٗ	اور مدد کی ہے اس کی	اكْتَتَبَهَا(۱)	لکھوالیا ہے اس نے انکو	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں
عَلَيْهِ	اس (گھڑنے) پر	فَهِيَ	پس وہ	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں

(۱) اِكْتَتَبَهَا: ها: ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول بہ، اِكْتَتَبَ: فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب، اِكْتِتَابٌ: گھڑ کر لکھ لینا یا دوسرے سے لکھوالینا (۲) تُمْلٰى: مضارع مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، اِمْلَاءٌ: لکھوانا یعنی ایک بولے دوسرا لکھے۔

اِنَّهٗ	بے شک وہ	مَلَكٌ	کوئی فرشتہ	اِنْ	نہیں
كَانَ	ہے	فَيَكُوْنَ	پس ہوتا وہ	تَتَّبِعُوْنَ	پیروی کرتے تم
غَفُوْرًا	بڑا بخشنے والا	مَعَهٗ	اس کے ساتھ	اِلَّا	مگر
رَّحِيْمًا	بڑا مہربان	نَذِيْرًا	ڈرانے والا	رَجُلًا	ایک مرد (کی)
وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	اَوْ يُلْقٰٓى	یا ڈالا جاتا	مَّسْحُوْرًا	جادو زدہ
مَالِ (۱) هٰذَا	کیا بات ہے یہ	اِلَيْهِ	اس کی طرف	اُنْظُرْ	دیکھ
الرَّسُوْلِ	رسول	كَنْزٌ	(بڑا) خزانہ	كَيْفَ	کیسی
يَاْكُلُ	کھاتا ہے	اَوْ تَكُوْنُ	یا ہوتا	ضَرَبُوْا	بیان کیں انھوں نے
الطَّعَامَ	کھانا	لَهٗ	اس کے لئے	لَكَ	آپؐ کے لئے
وَيَمْشِيْ	اور چلتا ہے	جَنَّةٌ	(بڑا) باغ	الْاَمْثَالَ	مثالیں
فِي الْاَسْوَاقِ	بازاروں میں	يَّاْكُلُ	کھاتا وہ	فَضَلُّوْا	پس گمراہ ہوگئے وہ
لَوْلَآ	کیوں نہیں	مِنْهَا	اس سے	فَلَا	پس نہیں
اُنْزِلَ	اتارا گیا	وَقَالَ	اور کہا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	طاقت رکھتے وہ
اِلَيْهِ	اس کی طرف	الظّٰلِمُوْنَ	ظالموں نے	سَبِيْلًا	راستہ (پانے) کی

دلیلِ رسالت اور ذاتِ رسول پر اعتراض کے جواب

اثباتِ توحید اور ابطالِ شرک کے بعد اب دلیلِ رسالت (قرآن) اور ذاتِ رسول ﷺ پر مشرکین کے اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے:

قرآنِ کریم پر پہلا اعتراض: —— اور جن لوگوں نے آپؐ کے دین کا انکار کیا، انھوں نے کہا: یہ (قرآن) تو نرا بہتان ہے! خود ہی اس کو گھڑ لیا ہے! اور اس (گھڑنے) پر دوسرے لوگوں نے اس کی اعانت کی ہے۔

منکرین نے دو باتیں کہیں:

ا — یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، یہ اللہ پر محض بہتان ہے، خود ہی انھوں نے بنالیا ہے، اور اللہ کے نام لگا دیا ہے۔

(۱) ما: استفہامیہ......لام جارہ......ھذا الرسول: مجرور۔

۲-کسی یہودی یا عیسائی غلام نے ان کی مدد کی ہے، باتیں وہ بتلاتا ہے، عربی میں یہ خود ڈھال لیتے ہیں۔

نقد جواب:— پس واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے ناانصافی کی اور جھوٹ کہا!— یعنی پہلی بات کہ انھوں نے خود ہی یہ قرآن گھڑ لیا ہے ناانصافی کی بات ہے، اگر وہ گھڑ سکتے ہیں تو تم بھی تو عربی ہو، فصاحت وبلاغت کے دعویدار ہو، تم بھی گھڑ کے دکھاؤ پس کوئی جانے کہ تم نے مبنی برانصاف بات کہی ہے — اور دوسری بات کہ کوئی عجمی غلام ان کو سکھاتا ہے یہ جھوٹ ہے!— یہ اعتراض کا نقد جواب دیا ہے تاکہ اعتراض ذہن میں جگہ نہ پکڑ لے، ورنہ اصلی جواب دوسرے اعتراض کے بعد آرہا ہے — سورۃ النحل (آیات ۱۰۱-۱۰۳) میں بھی اس اعتراض کا جواب گذر چکا ہے۔

دوسرا اعتراض:— اور انھوں نے کہا: یہ اگلوں کی بے سند مذہبی جھوٹی داستانیں ہیں! جن کو اس نے لکھوالیا ہے، پس وہی اس کے پاس صبح وشام لکھوائی جاتی ہیں!— یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل کتاب (یہودی یا عیسائی غلاموں) سے کچھ مذہبی جھوٹی کہانیاں سن کر نوٹ کرلی ہیں یا نوٹ کرالی ہیں۔ وہی شب وروز ان کے سامنے پڑھی اور رٹی جاتی ہیں، نئے نئے اسلوب سے اُن ہی کا الٹ پھیر رہتا ہے، اور کچھ بھی نہیں!— اور صبح وشام اس لئے کہا کہ شروع میں نماز کے دو ہی وقت مقرر تھے: صبح اور شام۔ مسلمان انہی اوقات میں جمع ہوتے تھے، اور جو نیا قرآن اترا ہوتا اس کو یاد کرنے کے لئے لکھ لیتے تھے (موضح القرآن)

دونوں اعتراضوں کا جواب:— آپ کہیں: اس کو اس اللہ نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہے — جس کا علم ذرہ ذرہ کو محیط ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔

جوابِ کا حاصل: یہ ہے کہ یہ کتاب خود بتلا رہی ہے کہ وہ کسی ایک انسان یا کمیٹی کی بنائی ہوئی نہیں، بلکہ اس اللہ کی اتاری ہوئی ہے جس کے احاطۂ علمی سے زمین وآسمان کی کوئی چیز باہر نہیں، اس کے علوم ومعارف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کسی محدود علم والے آدمی یا جماعت کا کلام نہیں (فوائد ملخصاً)

پھر آخر آیت میں ایک سوال کا جواب ہے: سوال یہ ہے کہ جب قرآن پاک اللہ کا نازل کیا ہوا کلام ہے، اور وہ کائنات کے رازہائے نہفتہ سے واقف ہیں تو وہ ان منکروں کے قلوب کی حالت بھی جانتے ہیں، پھر ان کو پکڑتے کیوں نہیں، ان پر عذاب کا کوڑا کیوں نہیں برساتے؟

جواب یہ ہے کہ — بیشک وہ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں — یعنی ابھی ان کے ایمان کی امید ہے۔ اگر یہ ایمان لے آئیں تو اللہ ان کا گناہ بخش دیں گے، وہ بڑے رحم والے ہیں، اس لئے ان کو موقع دیا جارہا ہے۔

ذاتِ رسول کے بارے میں طرح طرح کی باتیں:— اور انھوں نے کہا: کیا بات ہے یہ رسول کھانا کھاتا

ہے! اور بازاروں میں گھومتا ہے! کیوں نہیں اتارا گیا اس کی طرف کوئی فرشتہ جو اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا، یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈالا جاتا، یا اس کے لئے کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا! ـــــ یعنی یہ صاحب جو رسالت کے دعویدار ہیں، کہتے ہیں: میں اللہ کا ایلچی ہوں! یہ تو ہم جیسے ایک انسان ہیں، کھاتے پیتے ہیں، اور اپنی ضروریات حاصل کرنے کے لئے بازاروں کے چکر لگاتے ہیں! ہم ان کو اللہ کا رسول کیسے مان لیں؟ اگر یہ اللہ کے نمائندے ہوتے تو کرّوبیوں (مقرب فرشتوں) کی طرح ان باتوں سے بے نیاز ہوتے ـــــ اور چلو مان لو کہ اللہ نے ایک انسان کو اپنا نمائندہ بنایا، پس کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہئے تھا کہ ان کی اردلی میں کوئی فرشتہ ہوتا جو ہٹو بچو کی آواز لگاتا تاکہ ان کا رعب جمتا، بادشاہ جب نمائندہ بھیجتا ہے تو ایسا گارڈ ضرور ساتھ کرتا ہے ـــــ اور اگر فرشتہ ساتھ نہ ہوتا تو کم از کم کوئی غیبی خزانہ ہی مل جاتا کہ لوگوں کو مال کے بوتے پر اپنی طرف کھینچتا! ـــــ اور خیر یہ بھی نہ سہی رئیسوں کی طرح انگور کھجور کا کوئی باغ ہی ان کی ملکیت میں ہوتا جس سے بے فکری کے ساتھ کھاتے پیتے ـــــ جب یہ بھی نہیں تو ہم کس طرح یقین کر لیں کہ ایسی معمولی حیثیت کے آدمی کو اللہ نے رسالت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز فرمایا ہے۔

اور ظالموں نے ـــــ مسلمانوں سے ـــــ کہا: تم لوگ ایک جادو زدہ شخص ہی کی پیروی کرتے ہو! یعنی تمہاری عقل ماری گئی ہے! تم ایک مخبوط الحواس کے پیچھے لگے ہوئے ہو، ان کا تو کسی نے جادو کے زور سے دماغ خراب کر دیا ہے، تمہیں کیا ہوا ہے کہ آنکھ بند کر کے ان کے پیچھے چل رہے ہو!

ظالموں کی باتوں پر تبصرہ: ـــــ دیکھیے انھوں نے آپؐ کے لئے کیسی کیسی باتیں چھانٹیں! کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ، کسی ایک بات پر قرار نہیں۔ اور باتیں بھی ایسی بگھارتے ہیں جو بالکل بے بنیاد ہیں ـــــ چنانچہ وہ گمراہ ہو گئے، اور راستہ پانے کی ان میں سکت نہ رہی ـــــ یعنی جو لوگ انبیاء کی جناب میں اس طرح کی گستاخیاں کرتے ہیں ان کے نصیب میں گمراہی آتی ہے، اور ان کے راہِ راست پر آنے کی کوئی توقع نہیں رہتی!

تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَیَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِیْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ

خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۝۱۶

تَبٰرَكَ	بڑی عالی شان ہے	كَذَّبُوْا	جھٹلایا انھوں نے	اُلْقُوْا	ڈالے جائیں گے وہ
الَّذِيْٓ (۱)	وہ ذات جو	بِالسَّاعَةِ	قیامت کو	مِنْهَا (۵)	اس میں
اِنْ	اگر	وَاَعْتَدْنَا	اور تیار کی ہے ہم نے	مَكَانًا	جگہ میں
شَآءَ	چاہے	لِمَنْ	اس کے لئے جس نے	ضَيِّقًا	تنگ
جَعَلَ	کردے	كَذَّبَ	جھٹلایا	مُّقَرَّنِيْنَ (۶)	جکڑے ہوئے
لَكَ	آپؐ کے لئے	بِالسَّاعَةِ	قیامت کو	دَعَوْا	پکاریں گے وہ
خَيْرًا	بہتر	سَعِيْرًا	دوزخ	هُنَالِكَ	وہاں
مِّنْ ذٰلِكَ	اُس سے	اِذَا	جب	ثُبُوْرًا (۷)	ہلاکت کو
جَنّٰتٍ	باغات	رَاَتْهُمْ	دیکھے گی ان کو	لَا تَدْعُوا	مت پکارو
تَجْرِيْ	بہتی ہوں	مِّنْ مَّكَانٍ	جگہ سے	الْيَوْمَ	آج
مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے	بَعِيْدٍ	دور	ثُبُوْرًا	ہلاکت کو
الْاَنْهٰرُ	نہریں	سَمِعُوْا	سنیں گے وہ	وَّاحِدًا	ایک
وَيَجْعَلْ (۲)	اور کردے وہ	لَهَا	اس کے لئے	وَّادْعُوْا	اور پکارو
لَّكَ	آپؐ کے لئے	تَغَيُّظًا (۳)	جوش	ثُبُوْرًا	ہلاکت کو
قُصُوْرًا	محلات	وَّزَفِيْرًا (۴)	اور خروش	كَثِيْرًا	بہت
بَلْ	بلکہ	وَاِذَآ	اور جب	قُلْ	پوچھو!

(۱) الذی: صلہ کے ساتھ مل کر تبارك کا فاعل ہے ...... اور جنات: خیراً سے بدل ہے (۲) یجعل: جزاء جَعَلَ پر معطوف ہے۔
(۳) تغیُّظ: باب تفعُّل کا مصدر ہے: آگ بھڑکنے کی آواز، جوش (۴) زفیر: خروش، لمبا سانس، وہ سانس جو اندر کھینچ کر چھوڑا جائے
(۵) منھا: مکانا کا حال ہے، درحقیقت صفت تھا، اور صفت کو جب مقدم کرتے ہیں تو حال بنادیتے ہیں (۶) مُقَرَّنِین: اسم مفعول، جمع مذکر، منصوب بربنائے حال از ضمیر اُلقوا، مُقَرَّن: واحد، تَقْرِین: مصدر باب تفعیل: جکڑے ہوئے، کس کر باندھے ہوئے۔
(۷) ثُبور: مصدر: ہلاک ہونا، باب نصر۔

اَذٰلِكَ	کیا یہ	الْمُتَّقُوْنَ	پرہیزگار	مَا	جو
خَيْرٌ	بہتر ہے	كَانَتْ	ہے وہ باغ	يَشَآءُوْنَ	چاہیں گے وہ
اَمْ	یا	لَهُمْ	ان کے لئے	خٰلِدِيْنَ	سدا رہنے والے
جَنَّةُ	باغ	جَزَآءً	صلہ	كَانَ	ہے وہ (وعدہ)
الْخُلْدِ	ہمیشگی کا	وَّ مَصِيْرًا	اور ٹھکانا	عَلٰى رَبِّكَ	آپ کے پروردگار پر
الَّتِيْ	جس کا	لَهُمْ	ان کے لئے	وَعْدًا	ایک وعدہ
وُعِدَ	وعدہ کئے گئے ہیں	فِيْهَا	اس باغ میں ہے	مَسْئُوْلًا	قابل درخواست

مشرکوں کے اعتراضات کے تفصیلی جوابات

مشرکین نے گذشتہ آیات میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تین باتیں کہی ہیں:

۱-رسول انسان کیوں ہے؟ کھانا کھاتا ہے، ضروریات کی فراہمی کے لئے بازار جاتا ہے۔

۲-رسول کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا جو لوگوں کو ڈراتا دھمکاتا، اور لوگوں کے دلوں میں اس کا دبدبہ بٹھاتا۔

۳-رسول خوش حال کیوں نہیں؟ اس کے پاس خزانہ، بنگلہ اور باغات کیوں نہیں؟ اللہ کا نمائندہ بدحال کیوں ہے؟

پہلے تیسری بات کا جواب دیا ہے، پھر پہلی بات کا، پھر دوسری بات کا۔ اور پہلے جواب کے ضمن میں آخرت کی بات آگئی ہے، اس طرح گفتگو معاد (آخرت) کی طرف منتقل ہوگئی ہے، پہلے کافروں کو ان کا برا انجام سنایا ہے، پھر ان کے بالمقابل متقیوں کا بہترین انجام بیان کیا ہے۔ پھر یہ مضمون ہے کہ مشرکین کے معبود آخرت میں ان کے کچھ کام نہ آئیں گے، بلکہ وہ اپنے پرستاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ یہ مضامین آیت ۱۰۹ تک چلے گئے ہیں، پھر پہلے اعتراض کا جواب شروع ہوگا۔

تیسرے اعتراض کا جواب:—— بڑا عالی شان ہے وہ جو اگر چاہے تو آپ کے لئے اس سے بہتر باغات بنادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں، اور آپ کے لئے محلات بنادے!—— یعنی اللہ کے خزانے میں کیا کمی ہے، وہ چاہے تو ایک باغ کیا بہت سے باغ اس سے بہتر عنایت فرمادے جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں، بلکہ ان باغوں کے ساتھ اور بھی مناسب چیزیں دیدے، محلات دیدے ان کو دولت سے بھر دے، اور ہر طرح خوش حال کردے۔ یہ اس کی قدرت کے لئے کیا بڑی بات ہے۔

مگر کسی مصلحت سے اللہ تعالیٰ نے یہ ٹھاٹھ اپنے حبیب کے لئے دنیا میں پسند نہیں کیا، اللہ تعالیٰ یہ سب نعمتیں اپنے رسول کو آخرت میں دیں گے، اور خود حبیب کبریاء نے بھی اپنے لئے یہ بات پسند نہیں کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ پھرا کرتے'' (مظہری) اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھ سے فرمایا: میں آپؐ کے لئے بطحائے مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دیتا ہوں! میں نے عرض کیا: نہیں! اے میرے پروردگار! مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک روز پیٹ بھر کر کھانا ملے (تاکہ شکر بجالاؤں) اور ایک روز بھوکا رہوں (تاکہ صبر کروں) (احمد، ترمذی)

اور وہ مصلحت یہ ہے کہ نبی اپنی امت کے لئے اُسوۃ (نمونہ) ہوتا ہے، امت نبی کے نقش قدم پر چلتی ہے۔ اور امت دو طرح کے لوگوں پر مشتمل ہے: کمزور حالت والے اور اچھی حالت والے۔ اور بھاری اکثریت پہلی قسم کے لوگوں کی ہے، اور دوسری قسم کے لوگوں کو بھی ایسے اُسوۃ کی ضرورت ہے جو ان کے دنیا میں انہماک کو کم کرے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو وہ سب ٹھاٹھ دنیا میں نہیں دیا، آخرت کے لئے محفوظ رکھا ہے۔

مگر یہ بات مشرکین کی سمجھ میں کہاں آئے گی؟ وہ تو آخرت ہی کے قائل نہیں! ارشاد فرماتے ہیں: —— مگر انھوں نے قیامت کو جھٹلایا، اور ہم نے اس شخص کے لئے جس نے قیامت کو جھٹلایا دوزخ تیار کی ہے —— جس کا وہ ایندھن بنیں گے! —— جب وہ ان کو دور جگہ سے دیکھے گی —— یعنی وہ ابھی میدانِ محشر میں ہونگے، اور جہنم ان کو اپنی جگہ سے دیکھے گی —— تو وہ اس کا جوش وخروش سنیں گے —— اور جہنم کا یہ جوش وخروش یا تو فی نفسہ ہوگا یعنی وہ ایسی زور کی بھڑک رہی ہوگی کہ اس کا شور میدانِ حشر تک سنائی دے گا۔ یا وہ اپنا چارہ دیکھ کر جوش مارے گی، جیسے جانور اپنا چارہ دیکھ کر لپکتا ہے، جہنم چاہے گی کہ یہ لوگ جلد از جلد اس کا ایندھن بنیں —— اور جب وہ اس میں تنگ جگہ میں جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے —— تنگ جگہ میں: جیل کی کوٹھڑی تنگ ہوتی ہے —— جکڑے ہوئے: یعنی ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے، وہ اس تنگ جگہ میں ہل بھی نہیں سکیں گے —— ہلاکت کو پکاریں گے: جیسے بچہ مصیبت کے وقت پکارتا ہے: امی مرگیا! —— آج ایک ہلاکت کو مت پکارو، بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو! —— یعنی ایک بار مریں تو چھوٹ جائیں، ان کو تو ہر دن ہزار بار مرنا ہوگا!

پوچھئے: کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے کے باغات، جن کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے؟ وہ باغات ان کا صلہ اور ٹھکانا ہیں، ان کے لئے ان باغات میں وہ نعمتیں ہیں جو وہ چاہیں گے، وہ سدا رہنے والے ہیں —— یہ ایک مستقل نعمت ہے —— وہ آپ کے پروردگار کے ذمہ ایک قابل درخواست وعدہ ہے! —— یعنی جنت کا وعدہ حتمی ہے، مگر متقین کو

چاہئے کہ اس کی دعا کریں۔ سورۃ آل عمران (آیت ۱۹۴) میں عقل وفہم والوں کو یہ دعا تلقین کی گئی ہے: ﴿رَبَّنَا! وَ آتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ، وَلاَ تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ، إِنَّكَ لاَ تُخْلِفُ الْمِیْعَادِ﴾: اے ہمارے پروردگار! ہمیں عنایت فرمایئے وہ چیز (جنت) جس کا آپ نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اپنے پیغمبروں کی معرفت، اور ہمیں قیامت کے دن رسوانہ کیجئے یعنی ہمیں جنت میں دخول اولی نصیب ہو، آپ یقیناً وعدہ خلافی نہیں کرتے (مگر ہمیں خوف ہے کہ ہم اس وعدہ کے حقدار بنتے ہیں یا نہیں؟ اس لئے یہ التجاء کرتے ہیں کہ ہمیں ایسا کر دیجئے اور ایسا ہی رکھیے کہ ہم اس وعدہ کے حقدار بن سکیں)

وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰی نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِیْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ یَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِیْرًا ﴿۱۹﴾

وَ یَوْمَ	اور جس دن	هٰٓؤُلَآءِ	ان لوگوں کو	مِنْ دُوْنِكَ	آپ سے ورے
یَحْشُرُهُمْ	جمع کریں گے وہ ان کو	اَمْ هُمْ	یا وہی	مِنْ اَوْلِیَآءَ	کارسازوں کو
وَمَا	اور جن کو	ضَلُّوْا	بچل گئے	وَلٰكِنْ	بلکہ
یَعْبُدُوْنَ	پوجتے ہیں وہ	السَّبِیْلَ	راہ سے؟	مَّتَّعْتَهُمْ	فائدہ پہنچایا آپ نے انکو
مِنْ دُوْنِ	ورے	قَالُوْا	جواب دیں گے وہ	وَ اٰبَآءَهُمْ	اور انکے باپ دادوں کو
اللّٰهِ	اللہ کے	سُبْحٰنَكَ	آپ کی ذات پاک ہے!	حَتّٰی	یہاں تک کہ
فَیَقُوْلُ	پس پوچھیں گے	مَا كَانَ	نہیں تھا	نَسُوْا	بھلا بیٹھے وہ
ءَ اَنْتُمْ	کیا تم نے	یَنْۢبَغِیْ	مناسب	الذِّكْرَ	(آپ کی) یاد کو
اَضْلَلْتُمْ	گمراہ کیا	لَنَآ	ہمارے لئے	وَكَانُوْا	اور تھے وہ
عِبَادِیْ	میرے بندوں کو	اَنْ نَّتَّخِذَ	کہ بناتے ہم	قَوْمًا	لوگ

بُوْرًا (۱)	تباہ ہونے والے	تَسْتَطِيْعُوْنَ	طاقت رکھتے تم	مِّنْكُمْ	تم میں سے
فَقَدْ	پس بالیقین	صَرْفًا	لوٹانے کی	نُذِقْهُ	چکھائیں گے ہم اس کو
كَذَّبُوْكُمْ	جھٹلایا انھوں نے تم کو	وَّلَا نَصْرًا (۳)	اور نہ مدد کئے جانے کی	عَذَابًا	عذاب
بِمَا تَقُوْلُوْنَ (۲)	تمہاری بات میں	وَمَنْ	اور جو شخص	كَبِيْرًا	بڑا
فَمَا	پس نہیں	يَّظْلِمْ	ظلم (شرک) کرے گا	۞	۞

مشرکین کے معبود آخرت میں ان کے کچھ کام نہ آئیں گے

ارشاد پاک ہے: —— اور جس دن اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو اور جن کو وہ اللہ سے ورے پوجتے ہیں جمع کریں گے —— یہ میدانِ حشر کا منظر ہے —— پس پوچھیں گے: کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا، یا وہ خود ہی راستے سے بھٹکے؟ —— معبودوں سے یہ سوال عابدوں کو سنانے کے لئے ہے —— وہ جواب دیں گے: آپ کی ذات (شرک سے) پاک ہے! ہمارے لئے مناسب نہیں تھا کہ ہم آپ سے ورے کارسازوں کو بناتے —— یعنی نہ خود کو معبود بنا کر پیش کرتے، نہ اوروں کو معبود بنانے کا مشورہ دیتے —— بلکہ آپ نے ان کو اور ان کے اسلاف کو لمبا موقعہ دیا یہاں تک کہ وہ آپ کی یاد بھول گئے، اور وہ تباہ ہونے والے لوگ تھے! —— یعنی اصل بات یہ ہے کہ یہ بد بخت خود ہی گمراہ ہوئے ہیں۔ ہماری کیا مجال تھی کہ آپ سے ہٹ کر کسی کو کارساز اور مددگار بناتے، جب ہم اپنے لئے آپ کے سوا کوئی سہارا نہیں رکھتے تو دوسروں کو کیسے حکم دیتے کہ وہ ہم کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں؟ —— اور ان کی گمراہی کا ظاہری سبب یہ ہوا کہ یہ اور ان کے باپ دادا عیش و آرام میں پڑ کر غفلت کے نشے میں چور ہو گئے، اور آپ کی یاد کو بھلا بیٹھے، اور جو ہلاکت ان کے لئے مقدر ہو چکی تھی وہ ان کے حصہ میں آئی۔ عابد جب معبودوں کا جواب سن لیں گے تو اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے:

—— سو بالیقین انھوں نے تم کو تمہاری باتوں میں جھٹلایا، پس اب تمہارے بس میں نہیں عذاب کو ہٹانا اور نہ مدد کیا جانا —— یعنی جن کی اعانت پر تم کو بڑا بھروسہ تھا وہ خود تمہارے دعاوی کو جھٹلا رہے ہیں، اور تمہاری حرکتوں سے علانیہ بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں، پس اب نہ تم خود عذاب کو پھیر سکتے ہو، نہ تمہارے معبود تمہاری مدد کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ تم سے بری ہو گئے۔ —— اور جو شخص ظلم (شرک) کرے گا ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے —— اب دوزخ کا دائمی عذاب تمہارا مقدر ہے، پڑے اس کا مزہ چکھتے رہو!

(۱) بُوْر: بَائِر کی جمع ہے: وہ شخص جو کسی کا کہنا نہ سنے اور ہلاک ہو جائے، یا مصدر ہے، واحد جمع سب کی صفت میں آتا ہے (۲) بما تقولون ب بمعنی فی اور ما مصدریہ ہے (۳) نصر: مصدر مجہول ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾

وَمَآ	اور نہیں	لَيَاْكُلُوْنَ	البتہ کھاتے ہیں	لِبَعْضٍ	دوسرے کے لئے
اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	الطَّعَامَ	کھانا	فِتْنَةً	آزمائش
قَبْلَكَ	آپ سے پہلے	وَ يَمْشُوْنَ	اور چلتے ہیں وہ	اَتَصْبِرُوْنَ	کیا صبر کرتے ہو تم
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	رسولوں میں سے	فِي الْاَسْوَاقِ	بازاروں میں	وَكَانَ	اور ہیں
اِلَّآ	مگر	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	رَبُّكَ	آپ کے پروردگار
اِنَّهُمْ	بیشک وہ	بَعْضَكُمْ	تمہارے ایک کو	بَصِيْرًا	خوب دیکھنے والے

ہمیشہ انسان ہی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں

یہ کفار کے پہلے اعتراض کا جواب ہے۔ انھوں نے کہا تھا: یہ کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے بشر رسول کیسے ہو گئے؟ انہیں جواب دیا جارہا ہے: —— اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے —— یعنی آدم علیہ السلام کے زمانے سے برابر انسان ہی رسول بن کر آتے رہے ہیں، آج یہ کوئی انوکھی بات نہیں، اور انسان کے رسول بنانے میں کیا حکمتیں ہیں، اس کا بیان سورۃ النحل (آیات ۴۳و۴۴) میں آچکا ہے۔ یہاں تفصیل میں نہ جاتے ہوئے کلام کا رخ مؤمنین کی طرف ہو گیا ہے۔ فرمایا: —— اور ہم نے تم میں سے ایک کو دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے —— جس طرح رسول کا انسان ہونا منکرین کے لئے آزمائش بن گیا ہے، وہ رسول کی شان میں کیسی کیسی باتیں چھانٹتے ہیں؟ اسی طرح ان کی باتیں رسول اور مؤمنین کے صبر کا امتحان ہیں —— کیا تم صبر کرو گے؟ —— یعنی اب پیغمبر کے حوصلے اور مؤمنین کے ایمان کی جانچ ہے کہ وہ کفار کی ایذا رسانیوں پر صبر کرتے ہیں یا نہیں؟ پس برداشت سے کام لو، ہمت نہ ہارو! —— اور آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے! —— کافروں کی ایذا رسانی اور رسول اور مؤمنین کا صبر و تحمل سب ان کے سامنے ہے، وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ضرور دیں گے

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ

اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰۗىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاۗءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَىِٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾

لفظ	ترجمہ	لفظ	ترجمہ	لفظ	ترجمہ
وَقَالَ	اور کہا	وَعَتَوْ [3]	اور سرکشی کی انھوں نے	اِلٰى مَا	اس کی طرف جو
الَّذِيْنَ	ان لوگوں نے جو	عُتُوًّا	سرکشی کرنا	عَمِلُوْا	کیا انھوں نے
لَا يَرْجُوْنَ [1]	نہیں ڈرتے	كَبِيْرًا	بڑی	مِنْ عَمَلٍ	کوئی کام
لِقَاۗءَنَا	ہماری ملاقات سے	يَوْمَ	جس دن	فَجَعَلْنٰهُ	پس بنادیا ہم نے اس کو
لَوْلَآ	کیوں نہیں	يَرَوْنَ	دیکھیں گے وہ	هَبَاۗءً	مٹی کے باریک ذرات
اُنْزِلَ	اتارے گئے	الْمَلٰۗىِٕكَةَ	فرشتوں کو	مَّنْثُوْرًا	بکھرے ہوئے
عَلَيْنَا	ہم پر	لَا بُشْرٰى	نہیں خوش خبری ہے	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	جنت والے
الْمَلٰۗىِٕكَةُ	فرشتے	يَوْمَىِٕذٍ	اس دن	يَوْمَىِٕذٍ	اس دن
اَوْ نَرٰى [2]	یا (کیوں نہیں) دیکھتے ہم	لِّلْمُجْرِمِيْنَ	مجرموں کے لئے	خَيْرٌ	بہترین ہونگے
رَبَّنَا	ہمارے رب کو	وَيَقُوْلُوْنَ	اور کہیں گے وہ	مُّسْتَقَرًّا	ٹھکانے کے اعتبار سے
لَقَدِ	البتہ تحقیق	حِجْرًا	کوئی روک ہو	وَّاَحْسَنُ	اور اچھے ہونگے
اسْتَكْبَرُوْا	گھمنڈ کیا انھوں نے	مَّحْجُوْرًا	آڑ بنائی ہوئی	مَقِيْلًا	قیلولہ کی جگہ کے اعتبار سے
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ	اپنے دلوں میں	وَقَدِمْنَآ	اور پہنچے ہم	۞	۞

منکرین کی دوسری بات کا جواب

اب منکرین کی دوسری بات لے رہے ہیں، انھوں نے کہا تھا: رسول کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا، جو اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا یعنی اردلی کے فرائض انجام دیتا، یہ اکیلے ہی بے یار و مددگار کیوں پھرتے ہیں؟ یہ حقیقت میں

---

(۱) رَجَاہ (ن) رَجَاءً: کے دو معنی ہیں: (۱) امید رکھنا (۲) ڈرنا، جیسے ﴿مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا﴾: تمہیں کیا ہوا جو اللہ کی عظمت سے ڈرتے نہیں۔ یہاں مترجمین نے دونوں ترجمے کئے ہیں (۲) نری: کا عطف أنزل پر ہے، پس یہ بھی لولا کے تحت ہے (۳) عَتَا (ن) عُتُوًّا وَعُتِيًّا: حد سے بڑھنا، سرکشی کرنا، تکبر کرنا۔

کوئی اعتراض نہیں تھا، بلکہ ایک طرح کا مذاق تھا، اس کا کیا جواب دیا جاتا! اس لئے منکرین کی اس سے بھی بڑی دو گستاخیاں ذکر کی جاتی ہیں کہ دیکھو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی گستاخی کرسکتے ہیں ان سے کیا بعید ہے کہ رسول کے حق میں مذکورہ بات کہیں!

ارشاد فرماتے ہیں: —— اور ان لوگوں نے جو ہمارے سامنے پیشی سے نہیں ڈرتے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے؟ یا ہم اپنے پروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے؟ —— یعنی جن لوگوں کو ذرا ڈر نہیں کہ ایک روز ہمارے رُو بہ رُو حاضر ہوکر حساب دینا ہوگا، وہ سزا کے خوف سے بالکل بے فکر ہیں، کہتے ہیں: اگر اللہ کو ہماری اصلاح منظور تھی تو ہم پر فرشتے وحی لے کر کیوں نہ اترے، محمد (ﷺ) کے واسطے سے وحی کیوں بھیجی؟ ﴿لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾: ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم کو ویسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے [الانعام ۱۲۴] یعنی جب تک ہمارے پاس براہ راست فرشتے وحی لے کر نہ آئیں ہم ماننے والے نہیں، جواب دیا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾: اس موقع کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں جہاں وہ اپنا پیغام رکھتے ہیں یعنی ہر کس و ناکس کے پاس فرشتوں کے ذریعہ پیغام نہیں بھیجا جاسکتا۔

دوسری بات انھوں نے یہ کہی کہ اللہ تعالیٰ سامنے آکر ہم سے ہم کلام کیوں نہیں ہوتے؟ ہم اپنے پروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے؟

جواب: —— واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دلوں میں خود کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں —— یہ پہلی بات کا جواب ہے کہ یہ منہ اور مسور کی دال! تمہاری بساط کیا ہے جو فرشتے تم سے ہم کلام ہوں، تم نے اپنے آپ کو لمبا کھینچا ہے جو وحی اور فرشتوں کے آنے کی تمنا رکھتے ہو —— اور وہ بہت بڑی سرکشی پر اتر آئے ہیں —— یہ دوسری بات کا جواب ہے کہ ان کی شرارت اور سرکشی کی حد ہوگئی، وہ دنیا میں باوجود اپنی سیاہ کاریوں کے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی اور شرفِ ہم کلامی سے مشرف ہونے کا مطالبہ کررہے ہیں۔

پھر ان کی پہلی بات کو کہ فرشتے ہماری طرف کیوں نہیں اتارے گئے: ازسر نو لیتے ہیں —— جس دن وہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے: اس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی، اور وہ کہیں گے: خدا کی پناہ! خدا کی پناہ! —— یعنی فرشتے تمہارے پاس بھی آسکتے ہیں، مگر وہ دن تمہارے لئے خوشی کا دن نہیں ہوگا، وہ دن تمہاری شامتِ اعمال کا دن (قیامت کا دن) ہوگا، اس دن تم فرشتوں سے پناہ چاہو گے، ان کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوؤگے! تم چاہو گے کہ تمہارے اور فرشتوں کے درمیان کوئی سخت روک قائم کردی جائے کہ وہ تم تک نہ پہنچ سکیں۔

اس کے بعد ان کی دوسری بات کو کہ ہم اپنے پروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے؟ از سر نو لیتے ہیں —— اور پہنچے ہم ان کاموں کی طرف جو کئے انھوں نے —— یعنی تم ہم کو بلاتے ہو تو لو ہم بھی آپہنچے، مگر تمہارے پاس نہیں، تمہارے اعمال کے پاس، تم تو آخرت میں بھی ہم کو نہیں دیکھ سکتے: ﴿ إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُوْنَ﴾: وہ اس دن اپنے پروردگار سے اوٹ میں رکھے جائیں گے [التطفیف ۱۵] بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اعمال کی پاس پہنچیں گے —— پس ہم نے ان کو پریشان غبار بنادیا —— یعنی ان کے بھلے کام جن پر وہ بڑا بھروسہ کئے ہوئے تھے: اللہ تعالیٰ نے سب کو ملیا میٹ کردیا، وہ بے حقیقت ہو کر اس طرح اڑ گئے جیسے خاک کے حقیر ذرات ہوا میں اِدھر اُدھر اڑ جایا کرتے ہیں، کیونکہ ان اعمال کی شرطِ ایمان مفقود تھی، جیسا کہ سورۃ النور (آیت ۳۹) کی تفسیر میں گذرا۔

پھر کفار کے انجام بد کے بالمقابل اہل جنت کا ذکر کرتے ہیں —— جنت والے اس دن قیام گاہ میں خوب اچھے ہونگے، اور آرام گاہ میں بھی خوب اچھے ہونگے! —— قیام گاہ: یعنی مستقل رہنے کی جگہ۔ اور آرام گاہ: یعنی تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرنے کی جگہ، قیلولہ کے بقدر ٹھہرنے کی جگہ —— اور جنتیوں کا یہ اچھا انجام ان کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی وجہ سے ہوگا۔ ان کے نیک اعمال تمہارے نیک اعمال کی طرح اکارت نہیں جائیں گے۔ پس تمہیں بھی چاہئے کہ ایمان لاکر نیک اعمال کرو تا کہ تمہارا بھی آخرت میں کلیان ہو۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۚ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

وَيَوْمَ (۱)	اور (یاد کرو) جس دن	السَّمَآءُ (۲)	آسمان	وَنُزِّلَ	اور اتارے جائیں گے
تَشَقَّقُ	پھٹ جائے گا	بِالْغَمَامِ (۳)	سفید بادل کے سبب	الْمَلٰٓئِكَةُ	فرشتے

(۱) یہ یومَ اور آئندہ یومَ فعل مقدر اذکر کی وجہ سے منصوب ہیں۔ (۲) السماء: الف لام استغراقی ہیں (۳) بالغمام: باء ←

تَنْزِیْلًا	لگا تار	سَبِیْلًا	راستہ	یٰرَبِّ	اے میرے رب!
اَلْمُلْكُ	بادشاہی	یٰوَیْلَتٰی	ہائے شامت میری!	اِنَّ	بے شک
یَوْمَىِٕذِ	اس دن	لَیْتَنِیْ	کاش میں	قَوْمِی	میری قوم نے
الْحَقُّ (۱)	برحق	لَمْ اَتَّخِذْ	نہ بناتا	اتَّخَذُوْا	بنایا
لِلرَّحْمٰنِ	رحمٰن کے لئے ہوگی	فُلَانًا	فلاں کو	هٰذَا	اس
وَكَانَ	اور ہوگا وہ	خَلِیْلًا	گہرا دوست	الْقُرْاٰنَ	قرآن کو
یَوْمًا	دن	لَقَدْ	البتہ یقینا	مَهْجُوْرًا (۴)	نظر انداز کیا ہوا
عَلَى الْكٰفِرِیْنَ	منکرین پر	اَضَلَّنِیْ	گمراہ کیا اس نے مجھے	وَكَذٰلِكَ	اور اسی طرح
عَسِیْرًا	سخت (بھاری)	عَنِ الذِّكْرِ	نصیحت (قرآن) سے	جَعَلْنَا	بنائے ہم نے
وَیَوْمَ	اور (یاد کرو) جس دن	بَعْدَ	اس کے بعد	لِكُلِّ نَبِیٍّ	ہر نبی کے لئے
یَعَضُّ (۲)	کاٹے گا	اِذْ جَآءَنِیْ	(کہ) پہنچی وہ مجھے	عَدُوًّا	دشمن
الظَّالِمُ	ظالم	وَكَانَ	اور ہے	مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ	بدکاروں میں سے
عَلٰى یَدَیْهِ	اپنے دونوں ہاتھوں کو	الشَّیْطٰنُ	شیطان	وَكَفٰى	اور کافی ہے
یَقُوْلُ	کہے گا	لِلْاِنْسَانِ	انسان کو	بِرَبِّكَ (۵)	تیرا پروردگار
یٰلَیْتَنِیْ	اے کاش	خَذُوْلًا (۳)	بہت رسوا کرنے والا	هَادِیًا	راہ دکھلانے کو
اتَّخَذْتُ	بناتا میں	وَقَالَ	اور کہا	وَّنَصِیْرًا	اور مدد کرنے کو
مَعَ الرَّسُوْلِ	رسول کے ساتھ	الرَّسُوْلُ	رسول نے	❁	❁

گذشتہ آیات میں آخرت کا ذکر آیا تھا، اس لئے اب قیامت کے تین منظر پیش کئے جاتے ہیں:

← سیہ ہے۔ غمام: سفید پتلا بادل، جو ساتویں آسمان کے اوپر سے اترے گا، جس سے آسمان پھٹ جائے گا یعنی راستہ دے گا، پھر اسی طرح نیچے کے آسمان پھٹتے چلے جائیں گے

(۱) الحق: الملك کی صفت ہے اور للرحمن: خبر ہے (۲) عضّه (ف) عليه: دانتوں سے کاٹنا (۳) خذول: صیغۂ مبالغہ: بوقت مدد مدد چھوڑ کر علاحدہ ہوجانے والا، رسوا کرنے والا۔ خَذَلَه وعنه (ن): مدد سے ہاتھ کھینچ لینا، دست بردار ہونا (۴) مهجور: متروک، هَجَرَ (ن) الشيئَ: چھوڑنا، ترک تعلق کرنا (۵) بربك: كفى کا فاعل ہے، اور فاعل پر باء زائد ہے۔

پہلا منظر: ـــــ اور یاد کرو جس دن آسمان سفید بادل کے سبب پھٹ جائیں گے، اور فرشتے لگاتار اتارے جائیں گے، اس دن حقیقی حکومت مہربان اللہ ہی کے لئے ہوگی، اور وہ دن منکروں پر بہت بھاری ہوگا! ـــــ جب حساب کتاب شروع ہونے کا وقت آئے گا تو ایک پتلے بادل جیسی چیز آسمان سے اترے گی، اس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی، اور اس کے گرداگرد فرشتے ہونگے، اس وقت آسمان کا پھٹنا غمام کو راستہ دینے کے طور پر ہوگا، آسمان معدوم نہیں ہوجائیں گے ـــــ پھر ساتوں آسمانوں کے فرشتے یکے بعد دیگرے زمین پر اتریں گے، اور اپنی صفیں بنالیں گے ـــــ اس دن حقیقی بادشاہت صرف اللہ کے لئے ہوگی۔ اس دن سب مجازی حکومتیں ختم ہوجائیں گی ـــــ اور اللہ کی صفتِ رحمان ذکر کرنے میں مستحقین رحمت کے لئے مژدہ ہے کہ ان کے لئے اس دن رحمت کی کوئی کمی نہ ہوگی، اس دن وہ بے حساب رحمتوں سے نوازے جائیں گے ـــــ اور وہ دن کافروں کے لئے بڑا سخت دن ہوگا، کیونکہ وہ اس دن ایمان واعمالِ صالحہ سے تہی دست ہونگے، اس لئے اس دن ان کی قسمت سوجائے گی!

دوسرا منظر: ـــــ اور یاد کرو جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا، کہے گا: کاش میں رسول کی راہ اپناتا! ہائے میری حرماں نصیبی! کاش میں فلاں کو گہرا دوست نہ بناتا، بخدا! واقعہ اس نے مجھے نصیحت (قرآن) سے بچلا دیا، اس کے بعد کہ وہ مجھے پہنچی! اور شیطان انسان کو بہت رسوا کرنے والا ہے ـــــ یہ قیامت کا دن شروع ہوچکا۔ اس دن کا فرمارے افسوس کے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا: میں نے کیوں دنیا میں رسولِ خدا کا راستہ اختیار نہ کیا؟ اگر اس راستہ کو اختیار کرتا تو آج برا دن دیکھنا نہ پڑتا۔ میری قسمت پھوٹی کہ میں نے فلاں کو جگری دوست بنایا، اس کے بہکائے میں آگیا اور آج مجھے یہ برا دن دیکھنا پڑا، مجھ پر تو میرے خدا نے کرم کیا تھا، اپنا نصیحت نامہ میرے پاس بھیج دیا تھا، اور وہ مجھے پہنچ بھی گیا تھا، مگر اس نالائق دوست نے میری راہ ماردی، وہ دوست شیطان ہے۔ شیطان انسان بھی ہوتا ہے، اور شیطان انسان کو بہت رسوا کرنے والا ہے، پہلے بڑا خیر خواہ بنتا ہے، مگر وقت پر دغا دے جاتا ہے۔

سوال: آیت میں فلاں: اسم کنایہ کیوں ہے، اسم علم (معین آدمی کا نام) کیوں نہیں لیا؟

جواب: اس لئے کہ حکم عام ہوجائے، مورد (شانِ نزول) کے ساتھ خاص نہ رہے، مفسرین نے یہاں عقبہ بن ابی معیط اور اُبی بن خلف کا واقعہ نقل کیا ہے، حکم اس کے ساتھ خاص نہیں۔

تیسرا منظر: ـــــ اور رسول نے کہا: اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کردیا تھا! ـــــ یہ اظہارات شروع ہوئے، اظہار: وہ بیان جو عدالت میں دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن عدالت میں بیان دیں گے کہ میرے پروردگار! میری قوم نے آپ کے بھیجے ہوئے نصیحت نامہ پر کان نہ دھرا، میری ایک سن کرنہ دی، انھوں

نے قرآن جیسی عظیم دولت نعمت کو میری بکواس قرار دیا، سوچو! اس بیان کا تم کیا جواب دو گے؟ آج وقت ہے سوچنے کا، کل یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔

رسول کو تسلی: —— اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے دشمن بنائے ہیں —— جو نہ صرف یہ کہ ایمان نہیں لاتے، بلکہ نبی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں، اور لوگوں کو قبول حق سے روکتے ہیں۔ ایسا ہر نبی کے ساتھ ہوتا رہا ہے، لہٰذا آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں، اپنا کام جاری رکھیں —— اور آپ کے پروردگار راہ دکھانے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہیں —— یعنی کافر پڑے بہکایا کریں، جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں گے راہ پر لے آئیں گے، وہ ہر مرحلہ میں آپؐ کی مدد کریں گے، ان کی مدد آپؐ کے لئے کافی ہے، آپؐ کسی اور کی اعانت کے آرزومند نہ رہیں۔

بے دین اور غلط کار لوگوں کی دوستی قیامت کے دن ندامت وحسرت ہوگی

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَٰكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴿٣٣﴾ الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۙ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٣٤﴾ ع

وَقَالَ	اور کہا	جُمْلَةً	سارا	تَرْتِيلًا	ٹھیر ٹھیر کر
الَّذِينَ	جن لوگوں نے	وَّاحِدَةً	یکبارگی	وَلَا يَأْتُونَكَ	اور نہیں لاتے وہ
كَفَرُوا	انکار کیا	كَذَٰلِكَ (۲)	اس طرح		آپ کے پاس
لَوْلَا	کیوں نہیں	لِنُثَبِّتَ (۳)	تاکہ مضبوط کریں ہم	بِمَثَلٍ	کوئی عجیب بات
نُزِّلَ (۱)	اتارا گیا	بِهِ	اس کے ذریعہ	إِلَّا	مگر
عَلَيْهِ	اس پر	فُؤَادَكَ	آپؐ کے دل کو	جِئْنَٰكَ	لاتے ہیں ہم آپ
الْقُرْآنُ	قرآن	وَرَتَّلْنَٰهُ (۴)	اور پڑھا ہم نے اس کو		کے پاس

(۱) نزل تنزیلا: بتدریج اتارنا، یہاں معنی میں تجرید کریں گے اور أنزل کے معنی میں لیں گے کیونکہ آگے جملة واحدة آرہا ہے (۲) كذلك: أي كذلك أنزلناه (۳) ثَبَّتَ تثبيتاً: جمانا، پختہ کرنا (۴) رَتَّلَ ترتيلا: ٹھیر ٹھیر کر پڑھنا، یہاں بھی معنی میں تجرید کریں گے۔

بِالْحَقِّ	برحق بات	يُحْشَرُوْنَ	جمع کیے جائیں گے	شَرٌّ	برے ہیں
وَاَحْسَنَ	اور بہترین	عَلٰى وُجُوْهِهِمْ	ان کے چہروں پر	مَّكَانًا	درجہ میں
تَفْسِيْرًا	تفسیر کے اعتبار سے	اِلٰى جَهَنَّمَ	جہنم کی طرف	وَّاَضَلُّ	اور گمراہ ہیں
اَلَّذِيْنَ	جولوگ	اُولٰٓئِكَ	وہی لوگ	سَبِيْلًا	راستے کے اعتبار سے

قرآن سارا ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟

گذشتہ آیت میں میدانِ قیامت میں پیغمبر کے اظہار کا ذکر تھا، اور منکرینِ قرآن کو فہمائش کی تھی کہ سوچو اس اظہار کا کیا جواب دوگے؟ انھوں نے سوچنے کے بجائے ایک اور شوشہ چھوڑا ـــــ اور جن لوگوں نے انکار کیا انھوں نے کہا: قرآن سارا ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا ـــــ یعنی دوسری آسمانی کتابوں کی طرح پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ تھوڑا تھوڑا کرکے کیوں اتارا جارہا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو سوچنا پڑتا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ محمد (ﷺ) خود سوچ سوچ کر بناتے ہوں، پھر حسب موقع تھوڑا تھوڑا سناتے ہوں؟

جواب: ـــــ اس طرح (تدریجاً اس لئے نازل کیا ہے) تاکہ ہم اس کے ذریعہ آپؐ کے دل کو مضبوط کریں، اور ہم نے اس کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھا ہے، اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپؐ کے سامنے پیش کریں: ہم برحق بات اور بہترین تفسیر آپؐ کے پاس لاتے ہیں ـــــ قرآن کے تدریجی نزول کی تین حکمتیں بیان فرمائی ہیں:

پہلی حکمت: تدریجی نزول سے نبی ﷺ کے دل کو مضبوط کرنا مقصود ہے، اور سورۃ النحل (آیت ۱۰۲) میں ہے: ﴿لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾: تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بھی نبی ﷺ کے ساتھ یا مؤمنین کے ساتھ کوئی ناگوار معاملہ پیش آتا ہے، کٹھنائیوں میں گھر جاتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے تو فوراً آپ کی اور مؤمنین کی تسلی کے لئے قرآن نازل ہوجاتا ہے، اور ڈھارس بندھ جاتی ہے۔

اگر پورا قرآن ایک دفعہ آگیا ہوتا، اور اس خاص واقعہ پر تسلی کا ذکر بھی نازل ہوگیا ہوتا تو ممکن تھا ذہن اس کی طرف نہ جاتا، پھر جبرئیل علیہ السلام کا بار بار آنا جانا بھی تقویتِ قلب کا باعث بنتا ہے، یہ بھی اطمینان رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حالات سے پوری طرح باخبر ہیں، اور موقع بموقع مشرف بہ خطاب فرماتے ہیں، اس طرح نزول میں گوناگوں تسلی کا سامان ہے۔

دوسری حکمت: اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھا یعنی نازل کیا تو رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کو امت کے سامنے ٹھیر ٹھیر کر پڑھا، اس طرح امت کے لئے اس کا حفظ آسان ہوا، سمجھنے میں سہولت ہوئی، اور ہر آیت کا جداگانہ شان نزول دیکھ کر اس کا صحیح مطلب متعین کرنے میں مدد ملی۔

تیسری حکمت: کفار جب بھی قرآن پر کوئی اعتراض کرتے ہیں، یا آپؐ پر کوئی مثال چسپاں کرتے ہیں تو فوراً وحی نازل ہوتی ہے اور اس کی حقیقت کھول دیتی ہے، اور معاملہ پوست کندہ کر دیتی ہے۔

مگر یہ حکمتیں اس کی سمجھ میں آئیں گی جس کی عقل سیدھی ہو اور ذہن کے دریچے کھلے ہوں، اور جن کی عقل اوندھی ہو، وہ مرغ کی ایک ٹانگ ہی گاتے رہیں گے، ان کا انجام سنیں: —— یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے، یہ لوگ درجہ میں بھی بدتر ہیں، اور راستہ کے اعتبار سے بھی بہت گمراہ ہیں —— ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہونا چاہئے، کیونکہ وہ الٹی ہی سوچتے ہیں، ان کی عقل اوندھی ہوگئی ہے، جو حکمتیں قرآن کی حقانیت پر دلالت کرنے والی ہیں، ان کو وہ بطلان کی دلیلیں بناتے ہیں، اسی وجہ سے وہ اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے۔

تدریجاً قرآن نازل کرنے میں بہت سے فوائد تھے جو یکبارگی نازل کرنے کی صورت میں حاصل نہیں ہوسکتے تھے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۝ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۝

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	مُوْسَى	موسیٰ کو	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے
اٰتَيْنَا	دی ہم نے	الْكِتٰبَ	کتاب	مَعَهٗٓ	ان کے ساتھ

اَخَاهُ	ان کے بھائی	اَغْرَقْنٰهُمْ	(تو) ڈبو دیا ہم نے انکو	الْاَمْثَالَ	عجیب مضامین
هٰرُوْنَ	ہارونؑ کو	وَجَعَلْنٰهُمْ	اور بنادیا ہم نے ان کو	وَكُلًّا	اور سب کو
وَزِيْرًا	مددگار	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	تَبَّرْنَا	تباہ کردیا ہم نے
فَقُلْنَا	پس کہا ہم نے	اٰيَةً	نشانی	تَتْبِيْرًا (۴)	پوری طرح تباہ کرنا
اذْهَبَا	جاؤ دونوں	وَاَعْتَدْنَا	اور تیار کیا ہے ہم نے	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
اِلَى الْقَوْمِ	اس قوم کے پاس	لِلظّٰلِمِيْنَ	ظالموں کے لئے	اَتَوْا (۵)	گذرے ہیں وہ
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	عَذَابًا	عذاب	عَلَى الْقَرْيَةِ	اس بستی پر
كَذَّبُوْا	جھٹلایا	اَلِيْمًا	دردناک	الَّتِيْٓ	جو
بِاٰيٰتِنَا	ہماری آیتوں کو	وَّعَادًا	اور (ذکر کیجئے) عاد کا	اُمْطِرَتْ	برسائی گئی
فَدَمَّرْنٰهُمْ (۱)	پس غارت کردیا	وَّثَمُوْدَاۡ	اور ثمود کا	مَطَرَ السَّوْءِ	بری بارش
	ہم نے ان کو	وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ (۲)	اور کنویں والوں کا	اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا	پس کیا نہیں تھے وہ
تَدْمِيْرًا	پوری طرح غارت کرنا	وَقُرُوْنًا (۳)	اور صدیوں کا	يَرَوْنَهَا	دیکھتے اس کو
وَقَوْمَ	اور (ذکر کیجئے) قوم کا	بَيْنَ ذٰلِكَ	ان کے درمیان	بَلْ كَانُوْا	بلکہ تھے وہ
نُوْحٍ	نوحؑ کی	كَثِيْرًا	بہت سی	لَا يَرْجُوْنَ	نہیں امید رکھتے تھے
لَّمَّا	جب	وَكُلًّا	اور سب کے لئے		(نہیں ڈرتے تھے)
كَذَّبُوا	جھٹلایا انھوں نے	ضَرَبْنَا	بیان کئے ہم نے	نُشُوْرًا	دوبارہ زندہ ہونے کی
الرُّسُلَ	رسولوں کو	لَهُ	ان کے لئے		(سے)

انکارِ رسالت کا عبرتناک انجام

اب تک انکارِ رسالت پر وعید اور قرآن پر اعتراضات کے جواب تھے۔ آگے اس کی تائید میں زمانہ ماضی کے بعض واقعات بیان کئے جارہے ہیں، جن میں منکرین توحید و رسالت کا انجام اور عبرت انگیز حالات مذکور ہیں، اور ان میں آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی اور تقویتِ قلب کا سامان ہے۔ اس طرح کہ پچھلے انبیاء کی اللہ تعالیٰ نے جس طرح مدد

(۱) دَمَّرَ تدمیراً: اکھیڑ مارنا، ہلاکت ڈالنا، غارت کرنا (۲) الرَّسُّ: مطلق کنواں یا بے من کا کنواں (۳) قرن: ایک صدی، ایک صدی کے لوگ، سو سال کا عرصہ (۴) تَبَّرَ تتبیراً: ہلاکت کرنا، ویران کرنا (۵) اَتَوْا میں مَرّٰی کی تضمین ہے، اس لئے صلہ میں علیٰ آیا ہے۔

فرمائی اور دشمنوں پر غالب فرمایا وہ آپ ؐ کے لئے بھی ہونے والا ہے:

پہلا واقعہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے: —— بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی —— یعنی اپنی کتاب تورات دے کر ان کو مبعوث فرمایا، خالی ہاتھ نہیں بھیجا۔ قرآنِ کریم کے بعد عظمت واہمیت میں دوسرا نمبر تورات شریف کا ہے —— اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارونؑ کو مددگار بنایا —— یعنی ایک نہیں دو رسول بھیجے، جن میں ایک اصل دوسرا مددگار تھا، تاکہ بات فرعونیوں کے لئے قابلِ وثوق ہو —— پھر ہم نے حکم دیا: دونوں اُن لوگوں کے پاس جاؤ جنھوں نے ہماری باتوں کو جھٹلایا —— حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان سے مصر منتقل ہو گئے تھے، ان کے بعد یوسف علیہ السلام بھی مبعوث ہوئے تھے، اب چار سو سال بعد موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے ہیں، اس لئے انبیاء کی تعلیمات مصریوں میں موجود تھیں، سورۃ المؤمن (آیت ۳۴) میں ہے: ﴿وَلَقَدْ جَاءَ كُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَاءَ كُمْ بِهِ﴾: اور قبل ازیں تم لوگوں کے پاس یوسفؑ دلائل کے ساتھ آچکے ہیں، مگر تم ان باتوں میں برابر شک میں رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے، بہر حال دونوں حضرات مصریوں کے پاس پہنچے اور ان کو سمجھایا، مگر وہ نہ مانے —— تو ہم نے ان کو بالکل ہی ملیا میٹ کر دیا —— صفحۂ ہستی سے مٹا دیا، پس دیکھو جو دیدۂ عبرت پذیر ہو! انبیاء کی تکذیب کا انجام کیا ہوا؟

دوسرا واقعہ: —— اور قوم نوحؑ کا ذکر کیجئے، جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا —— ایک پیغمبر کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے، کیونکہ سب ایک ہی بارگاہ کی نمائندگی کرتے ہیں —— تو ہم نے ان کو غرقاب کر دیا —— بے حساب بارش برسی، جس نے سیلاب کی شکل اختیار کی، اور ساری قوم لقمۂ اجل بن گئی، صرف کشتی والے بچ گئے —— اور ہم نے ان کو (باقی رہنے والے) لوگوں کے لئے نشانی بنایا —— سورۃ العنکبوت (آیت ۱۵) ہے: ﴿فَأَنْجَيْنٰهُ وَأَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ، وَجَعَلْنٰهَا آيَةً لِلْعَالَمِيْنَ﴾: پھر ہم نے نوحؑ کو اور کشتی والوں کو بچالیا، اور ہم نے اس واقعہ کو تمام جہاں والوں کے لئے عبرت کی نشانی بنایا —— اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے —— وہ جہنم کی سزا ہے، سورۃ المؤمن (آیت ۴۵و۴۶) میں ہے: ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ، النَّارُ: يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا، وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ: أَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾: اور (غرقاب ہونے کے بعد) فرعون والوں کو موذی عذاب نے گھیر لیا، وہ آگ ہے، جس پر وہ صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں، اور جس دن قیامت برپا ہوگی: (فرشتوں کو حکم ہوگا:) ٹھونسو فرعونیوں کو سخت عذاب میں!

دیگر متعدد واقعات: —— اور عاد وثمود کا، اور کنویں والوں کا، اور ان کے درمیان کی بہت سی قوموں کا ذکر کیجئے

—— عاد: یعنی ہود علیہ السلام کی قوم، ثمود یعنی صالح علیہ السلام کی قوم، اور کنویں والے: معلوم نہیں کونسی قوم ہے، اور ان کے درمیان: یعنی ہر دو قوموں کے درمیان، مثلاً قوم نوح اور عاد کے درمیان، اور عاد اور ثمود کے درمیان بھی امتیں ہلاک ہوئی ہیں —— اور ہم نے سب کے لئے مؤثر مضامین بیان کئے تھے —— یعنی کسی قوم کو بے خبری میں نہیں پکڑا، ہر قوم کے پاس مصلحین بھیجے، انھوں نے ہر طرح سمجھایا، دلنشین انداز سے —— اور ہم نے سب کو بالکل ہی تباہ کر دیا —— یعنی جب انھوں نے رسولوں کی باتوں پر کان نہ دھرا تو سب کا تختہ الٹ دیا۔

آخری واقعہ: —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ وہ (مکہ والے) اس بستی سے گذرے ہیں جس پر بری بارش برسائی گئی! —— یعنی قوم لوطؑ کی بستیاں، جن کے پاس سے مکہ والے ملک شام کے سفر میں گذرتے تھے، اب وہاں بحر میت ہے —— تو کیا ان لوگوں نے ان بستیوں کو نہیں دیکھا! —— یعنی کیا ان کے کھنڈرات کو عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا! —— بلکہ یہ لوگ مر کر زندہ ہونے سے ڈرتے نہیں! —— یعنی عبرت کہاں سے پکڑتے، جب ان کے نزدیک یہ احتمال ہی نہیں کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ہے، اور بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔

عبرت خیز واقعات سے عبرت وہی حاصل کرتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہوتا ہے، اور انجام کی طرف سے بالکل غافل نہیں ہوتا

وَإِذَا رَأَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴿٤١﴾ إِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ ع

وَإِذَا	اور جب	إِلَّا	مگر	بَعَثَ	بھیجا
رَأَوْكَ	دیکھتے ہیں وہ آپ کو	هُزُوًا [1]	مسخرا	اللَّهُ	اللہ نے
إِنْ	نہیں	أَهَٰذَا	کیا یہ ہے	رَسُولًا	رسول بنا کر
يَتَّخِذُونَكَ	بناتے وہ آپ کو	الَّذِي	جس کو	إِنْ	بے شک شان یہ ہے

(۱) ھزواً: مصدر باب فتح بمعنی اسم مفعول: مسخرا، جس کا مذاق اڑایا جائے۔

كَادَ[1]	قریب تھا وہ	اَضَلُّ	زیادہ گمراہ ہے	اَنَّ	کہ
لَيُضِلُّنَا	کہ بچلا دیتا ہم کو	سَبِيْلًا	راستے کے اعتبار سے	اَكْثَرَهُمْ	ان کے اکثر
عَنْ اٰلِهَتِنَا	ہمارے خداؤں سے	اَرَءَيْتَ	کیا دیکھا آپؐ نے	يَسْمَعُوْنَ	سنتے ہیں
لَوْلَآ	اگر نہ ہوتی	مَنِ	جس نے	اَوْ يَعْقِلُوْنَ	یا سمجھتے ہیں
اَنْ	یہ بات کہ	اتَّخَذَ	بنایا	اِنْ	نہیں
صَبَرْنَا	صبر کیا ہم نے	اِلٰهَهٗ[2]	اپنا خدا	هُمْ	وہ
عَلَيْهَا	ان پر	هَوٰىهُ	اپنی خواہش کو	اِلَّا	مگر
وَسَوْفَ	اور جلد	اَفَاَنْتَ	کیا پس آپؐ	كَالْاَنْعَامِ	چوپایوں کی طرح
يَعْلَمُوْنَ	جانیں گے وہ	تَكُوْنُ	ہونگے	بَلْ	بلکہ
حِيْنَ	جب	عَلَيْهِ	اس کے	هُمْ	وہ
يَرَوْنَ	دیکھیں گے وہ	وَكِيْلًا	کارساز	اَضَلُّ	زیادہ گمراہ ہیں
الْعَذَابَ	عذاب کو	اَمْ	یا	سَبِيْلًا	راستے کے اعتبار سے
مَنْ	کون	تَحْسَبُ	گمان کرتے ہیں آپ	۞	۞

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منکرین کا معاملہ

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ٹھٹھا: — ماضی میں جن لوگوں نے رسولوں کی بات نہیں مانی ان کا انجام آپ پڑھ چکے، اب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے منکرین کا حال پڑھیں — اور جب وہ لوگ آپؐ کو دیکھتے ہیں تو آپؐ کا ٹھٹھا کرتے ہیں: کیا یہی ہے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے! — یعنی بجائے بات سننے کے رسول کا مشغلہ بناتے ہیں، استہزاءً کہتے ہیں: انہی صاحب کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے! کیا ساری خدائی میں یہی رسول بننے کے لائق رہ گئے تھے! — بات یہ ہے کہ یہ شخص قریب تھا کہ ہمیں اپنے معبودوں سے ہٹا دے، اگر ہم ان پر مضبوطی سے نہ جمتے! — یعنی ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ان کی باتیں جادو ہیں، تقریر ایسی کرتے ہیں کہ بڑے بڑوں کے قدم پھسل جائیں، قریب تھا کہ ان کی باتیں ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیتیں، وہ تو ہم پکے نکلے کہ برابر جمے رہے، اور ان کی کسی بات کا اثر قبول

(۱) کاد: یہاں محل اثبات میں ہے، اس لئے فعل کی نفی کرتا ہے یعنی وہ گمراہ نہیں ہوئے۔ اور اِنْ: مخففہ ہے، ضمیر شان اس کا اسم ہے
(۲) اِلٰھہ: مفعول ثانی مقدم ہے۔

نہ کیا، ورنہ یہ ہم سب کو کبھی کا گمراہ کر کے چھوڑ دیتا!

جواب: —— اور عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا، جب وہ عذاب کا معائنہ کریں گے، کہ کون راستے سے ہٹا ہوا ہے؟ —— یعنی جب عذابِ الٰہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تب ان کو پتہ چلے گا کہ واقع میں کون گمراہی پر تھا؟

ایک سوال: —— بتاؤ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا ہے: کیا آپ اُس کی چارہ سازی کر سکتے ہیں؟ کیا آپ کا خیال ہے کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ لوگ بالکل چوپایوں جیسے ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ! —— یعنی ہوا پرستوں کو ہدایت پر لے آنے کی کون ذمہ داری لے سکتا ہے، جن کا معبود خواہش ہو، جدھر خواہش لے گئی چلے گئے، ایسوں کو راہِ راست پر کون لا سکتا ہے! ایسے لوگ اندھے بہرے اور عقل کے کورے ہوتے ہیں، ان میں اور جانوروں میں صرف صورت کا فرق ہوتا ہے، بلکہ وہ لوگ چوپایوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں، چوپائے احسان کو سمجھتے ہیں، اور مفید مضر کی تمیز رکھتے ہیں، مگر یہ بدبخت نہ خالق کو جانتے ہیں نہ رازق کو پہچانتے ہیں، نہ احسانات کو سمجھتے ہیں نہ بھلے برے کی تمیز رکھتے ہیں، ایسوں کی ہدایت کی ذمہ داری کون لے سکتا ہے؟

خواہشِ نفس بھی ایک بُت ہے جس کی بری طرح پیروی کی جاتی ہے!

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿٤٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿٤٨﴾ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿٥٠﴾

أَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تونے	مَدَّ	دراز کیا	لَجَعَلَهُ	ضرور بناتا اس کو
إِلَىٰ رَبِّكَ	تیرے رب کی طرف	الظِّلَّ	سایے کو	سَاكِنًا	ٹھہرا ہوا
كَيْفَ	کس طرح	وَلَوْ شَاءَ	اور اگر وہ چاہتا	ثُمَّ جَعَلْنَا	پھر بنایا ہم نے

الشَّمۡسَ	سورج کو	النَّهَارَ	دن کو	وَّنُسۡقِيَهٗ	اور پلاتے ہیں ہم وہ پانی
عَلَيۡهِ	اس سایہ کی	نُشُوۡرًا	دوبارہ زندہ ہونا	مِمَّا	ان (مخلوقات) کو جن کو
دَلِيۡلًا	علامت	وَهُوَ	اور وہی ہے	خَلَقۡنَاۤ	پیدا کیا ہم نے
ثُمَّ	پھر	الَّذِيۡۤ	جس نے	اَنۡعَامًا	یعنی پالتو چوپایوں کو
قَبَضۡنٰهُ	سمیٹا ہم نے اس کو	اَرۡسَلَ	بھیجا	وَّاَنَاسِىَّ	اور انسانوں کو
اِلَيۡنَا	اپنی طرف	الرِّيٰحَ	ہوا کو	كَثِيۡرًا	بہت سے
قَبۡضًا	سمیٹنا	بُشۡرًاۢ	خوش خبری دینے والا	وَلَقَدۡ	اور البتہ تحقیق
يَّسِيۡرًا	تھوڑا تھوڑا	بَيۡنَ يَدَىۡ	سامنے	صَرَّفۡنٰهُ	تقسیم کیا ہم نے اس
وَهُوَ	اور وہی ہے	رَحۡمَتِهٖ	اپنی رحمت (بارش) کے		(پانی) کو
الَّذِىۡ	جس نے	وَاَنۡزَلۡنَا	اور اتارا ہم نے	بَيۡنَهُمۡ	لوگوں کے درمیان
جَعَلَ	بنایا	مِنَ السَّمَآءِ	آسمان سے	لِيَذَّكَّرُوۡا	تاکہ نصیحت پذیر ہوں وہ
لَكُمُ	تمہارے لئے	مَآءً	پانی	فَاَبٰٓى	پس انکار کیا
الَّيۡلَ	رات کو	طَهُوۡرًا	پاک کرنے والا	اَكۡثَرُ	اکثر
لِبَاسًا	لباس (پہناوا)	لِّنُحۡیَ	تاکہ زندہ کریں ہم	النَّاسِ	لوگوں نے
وَّالنَّوۡمَ	اور نیند کو	بِهٖ	اس کے ذریعہ	اِلَّا	مگر
سُبَاتًا	آرام کا ذریعہ	بَلۡدَةً	علاقے	كُفُوۡرًا	ناشکری کرنا
وَّجَعَلَ	اور بنایا	مَّيۡتًا	ویران کو	۞	۞

آخرت کا بیان

گذشتہ آیات میں منکرین کو بار بار عذابِ آخرت کی آگہی دی گئی، اب آخرت کے بارے میں تین باتیں بیان کرتے ہیں:

۱- آخرت مشیتِ الٰہی کا فیصلہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کا نظام ایسا بنایا ہے کہ یہ پہلے زیادہ سے زیادہ پھیلے، پھر آہستہ آہستہ اس کو سمیٹ لیا جائے، اور دوسری دنیا (آخرت) شروع ہو جائے۔

۲- آخرت لوگوں کی ضرورت ہے، لوگ اس دنیا میں اچھا برا عمل کرتے ہیں، یہ عمل کسی دن ختم ہونا چاہئے، اور آرام کا

اور عمل کا پھل پانے کا وقت آنا چاہئے، اس کے لئے آخرت رکھی گئی ہے۔

۳-وقوع آخرت کا نمونہ پیش کیا ہے۔ ہر سال زمین ویران ہوجاتی ہے، پھر رحمت کی بارش برستی ہے تو مردہ زمین لہلہانے لگتی ہے اسی طرح یہ دنیا ختم ہوکر دوسری دنیا شروع ہوجائے گی۔

۱-آخرت مشیتِ الٰہی کا فیصلہ ہے

ارشاد فرماتے ہیں: (اے مخاطب) کیا تو اپنے پروردگار کو دیکھتا نہیں: کیسے انھوں نے سایے کو دراز کیا؟ اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرا ہوا رکھتا! پھر ہم نے آفتاب کو سایے پر علامت بنایا، پھر ہم اس کو اپنی طرف سہج سہج سمیٹ لیتے ہیں! ـــــ صبح جب سورج نکلتا ہے تو ہر چیز کا سایہ مغرب کی جانب دراز ہوتا ہے، پھر جوں جوں سورج بلند ہوتا ہے سایہ گھٹنا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ دوپہر کے وقت معدوم یا کالعدم ہوجاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس عالم کا نظام بنایا ہے کہ یہ پہلے زیادہ سے زیادہ پھیلے، پھر اس کو آہستہ آہستہ سمیٹ لیا جائے، یہاں تک کہ اپنی جڑ میں آلگے، جڑ کائنات کی اللہ تعالیٰ ہیں (موضح القرآن) ـــــ اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرا ہوا رکھتا: یعنی اگر اللہ کا فیصلہ ہوتا کہ یہی دنیا مسلسل چلے تو اللہ تعالیٰ ایسا کرسکتے تھے، مگر ان کی مشیت کا فیصلہ دوسرا ہوا، اور وہ جو چاہیں کرتے ہیں، انھوں نے فیصلہ فرمایا ہے کہ ایک دن یہ دنیا ختم ہوجائے، پھر دوسری دنیا قائم ہو۔

اور فرمایا: پھر ہم نے آفتاب کو سایہ پر علامت بنایا: یہ ایک امکانی سوال کا جواب ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ سایے کے بڑھنے گھٹنے کا تعلق سورج سے ہے، جب وہ نیچے ہوتا ہے تو سایہ لمبا ہوتا ہے، پھر جب وہ چڑھنا شروع ہوتا ہے تو سایہ گھٹنے لگتا ہے، پس اللہ کی مشیت سے اس کا کیا تعلق؟ اس کا جواب دیا کہ یہ سایہ کے بڑھنے گھٹنے کا سبب ظاہری ہے، اور یہ عالم اسباب ہے، یہاں ہر چیز کا سبب ہے۔ مگر حقیقت میں مؤثر اللہ کا فیصلہ ہے، اللہ تعالیٰ ہی مسبب الاسباب ہیں ـــــ بلکہ اس عالم میں سبب ہی نہیں ہوتا، سبب در سبب بھی ہوتا ہے، جیسے حدیث میں ہے: إن شِدَّةَ الحر من فَيْحِ جهنم: گرمی کی شدت جہنم کے پھیلاؤ سے ہے، حالانکہ بظاہر گرمی کی شدت کا تعلق سورج سے ہے، مگر یہ سبب ظاہری ہے، اس کے پیچھے دوسرا سبب ظاہری ہے، اور وہ جہنم ہے۔ جہنم کا اثر سورج کے روزن سے دنیا تک پہنچتا ہے، پھر آخری سبب اللہ کی صفتِ غضب ہے، جہنم اسی کا مظہر (پرتو) ہے۔

۲-آخرت لوگوں کی ضرورت ہے

ارشاد فرماتے ہیں: اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس اور نیند کو راحت کی چیز بنایا، اور دن کو دوبارہ زندہ ہونے کا وقت بنایا ـــــ یعنی رات کی تاریکی چادر کی طرح سب پر محیط ہوجاتی ہے، جس میں لوگ کاروبار

چھوڑ کر آرام کرتے ہیں، پھر دن کا اجالا ہوتا ہے تو لوگ نیند سے اٹھ کر اِدھر اُدھر چلنے پھرنے لگ جاتے ہیں، اسی طرح موت کی نیند کے بعد قیامت کی صبح آئے گی (فوائد شبیری)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ دنیا دار العمل ہے۔ یہاں عمل کا صلہ نہیں ہے، نہ اچھے عمل کا نہ برے عمل کا۔ پس اگر یہی دنیا ہمیشہ چلتی رہے، اور آدمی نہ مرے تو اس کی مدتِ عمل نا قابل حد تک دراز ہو جائے، اور صلہ سے محرومی رہے۔ اور اگر انسان مر کر ختم ہو جائے تو حسن وقبح کا فرق ظاہر نہ ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ جس طرح آدمی دن میں کام سے تھک کر چور ہو جاتا ہے تو رات آجاتی ہے، اور وہ ہر شخص کو اپنی تاریکی میں چھپا لیتی ہے، اور ہر شخص تنہا ہو کر اور کام چھوڑ کر سو جاتا ہے، پھر اگلے دن میں تازہ دم ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے، اسی طرح اس دنیا کے بعد دوسری دنیا آئے گی، تاکہ انسان اپنے عمل کا صلہ پائے، پس آخرت انسانوں کی ایک ضرورت ہے، اسے آنا ہی چاہئے۔

۳-وقوعِ آخرت کا نمونہ

ارشاد فرماتے ہیں: اور وہ (اللہ) ایسا ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے، اور ہم آسمان سے پاک کرنے والا پانی برساتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعہ مردہ علاقہ کو زندہ کریں، اور ہم وہ پانی اپنی مخلوقات میں سے بہت سے پالتو چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں، اور ہم وہ پانی لوگوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں، تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں، مگر اکثر لوگ بغیر ناشکری کئے نہیں رہتے! —— یعنی اول برساتی ہوائیں بارش کی خوش خبری لاتی ہیں، پھر آسمان کی طرف سے پانی برستا ہے، جو خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہے۔ پانی پڑتے ہی مردہ زمینوں میں جان پڑ جاتی ہے۔ کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں، جہاں خاک اُڑ رہی تھی وہاں سبزہ زار بن جاتا ہے، اور کتنے جانور اور آدمی بارش کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں، اسی طرح قیامت کے دن ایک غیبی بارش کے ذریعہ مُردہ جسموں کو جو خاک میں مل چکے تھے زندہ کر دیا جائے گا (فوائد عثمانی)

تفسیر:

۱-خوش خبری دینے والی ہوائیں: مان سون کہلاتی ہیں، جو بارش لاتی ہیں۔

۲-پاک کرنے والا پانی: یعنی جس طرح وہ خود پاک ہے، دوسری ہر قسم کی نجاست ظاہری ومعنوی کو اس سے دور کیا جاسکتا ہے۔

۳-بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو: یعنی جنگل کے رہنے والوں کو جن کا گذارہ عموماً بارش کے پانی پر ہوتا ہے، بستیوں میں رہنے والے تو نہروں کے کنارے پر اور کنوؤں کے قریب آباد ہوتے ہیں، اس لئے وہ بارش کے منتظر نہیں

رہتے (معارف)

۴- ہم وہ پانی لوگوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں: پس یہ جو لوگوں میں شہرت ہوتی ہے کہ اس سال بارش زیادہ ہے، اس سال کم، یہ حقیقت کے اعتبار سے صحیح نہیں، بارش کا پانی تو ہر سال اللہ کی طرف سے یکساں نازل ہوتا ہے، ہاں یہ ہوتا ہے کہ کسی جگہ زیادہ کر دیا کسی جگہ کم، کمی کر کے لوگوں کو سزا دینا اور متنبہ کرنا مقصود ہوتا ہے، اور زیادتی بھی کبھی عذاب بن جاتی ہے۔ پس یہی پانی جو خالص رحمت ہے کسی کی ناشکری اور کسی کی شکر گذاری کا سبب بن جاتی ہے۔ اور لوگوں میں زیادہ تر ناشکری کرنے والے ہیں، وہ بارش کی کمی بیشی کے ظاہری اسباب سوچ کر بیٹھ جاتے ہیں، اور اللہ کی مصلحتوں کی طرف ان کی نظر نہیں جاتی۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿٥٤﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿٥٥﴾

وَلَوْ	اور اگر	فَلَا تُطِعِ	پس نہ کہا مانیں آپ	كَبِيْرًا	بڑے زور کا
شِئْنَا	چاہتے ہم	الْكٰفِرِيْنَ	انکار کرنے والوں کا	وَهُوَ	اور وہی ہے
لَبَعَثْنَا	(تو) ضرور بھیجتے ہم	وَجَاهِدْهُمْ (۱)	اور مقابلہ کریں آپ ان کا	الَّذِيْ	جس نے
فِي كُلِّ قَرْيَةٍ	ہر بستی میں	بِهٖ	قرآن کے ذریعہ	مَرَجَ (۲)	ملایا
نَّذِيرًا	ڈرانے والا	جِهَادًا	مقابلہ کرنا	الْبَحْرَيْنِ	دو دریاؤں کو

(۱) جاهد في الأمر مجاهدة و جهادًا: پوری طاقت لگانا، پوری کوشش کرنا، جاهد العدوَّ: دشمن سے لڑنا ...... بہ کی ضمیر قرآن کی طرف عائد ہے۔ جاننا چاہئے کہ اللہ اور قرآن کی طرف ضمیر لوٹانے کے لئے مرجع کا پہلے مذکور ہونا ضروری نہیں، یہ دونوں قاری کے ذہن میں ہر وقت رہتے ہیں ...... اور بہ کے قرینہ سے یہاں جہاد عام معنی میں ہے، اور جب اس کے ساتھ في سبیل اللہ لفظاً یا تقدیراً آجاتے ہیں تو جہاد کے خاص معنی ہوتے ہیں ...... اور جب صرف اللہ یا اللہ کی ضمیر آتی ہے تو بھی عام معنی مراد ہوتے ہیں۔

(۲) مرج (ن) مَرْجًا: ملانا، ایک دوسرے سے جوڑنا ...... البحر: سمندر، دریا ...... أجَّ (ن) الماءُ: پانی کا کھارا ہونا۔

هٰذَا	یہ	وَهُوَ	اور وہی ہے	وَ يَعْبُدُوْنَ	اور پوجتے ہیں وہ
عَذْبٌ	میٹھا	الَّذِیْ	جس نے	مِنْ دُوْنِ	ورے
فُرَاتٌ	پیاس بجھانے والا ہے	خَلَقَ	پیدا کیا	اللّٰهِ	اللہ کے
وَّهٰذَا	اور یہ	مِنَ الْمَآءِ	پانی سے	مَا	اس کو جو
مِلْحٌ	کھارا	بَشَرًا	انسان کو	لَا يَنْفَعُهُمْ	نہیں نفع پہنچاتا ان کو
اُجَاجٌ	کڑوا ہے	فَجَعَلَهٗ	پس بنایا اس کو	وَلَا يَضُرُّهُمْ	اور نہ نقصان پہنچاتا انکو
وَجَعَلَ	اور بنایا	نَسَبًا	ناتا	وَكَانَ	اور ہے
بَيْنَهُمَا	دونوں کے درمیان	وَّصِهْرًا	اور سسرال	الْكَافِرُ	انکار کرنے والا
بَرْزَخًا	پردہ	وَكَانَ	اور ہے	عَلٰى رَبِّهٖ	اپنے رب کے خلاف
وَّحِجْرًا	اور روک	رَبُّكَ	آپ کا رب	ظَهِيْرًا	مددگار
مَّحْجُوْرًا	کھڑی کی ہوئی	قَدِيْرًا	پوری قدرت والا	❁	❁

نبوت کے عالم گیر ہونے پر اعتراض کا جواب

کفار کا ایک اعتراض نبوت کے عام ہونے پر بھی تھا۔ آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت سارے جہاں کے لئے ہے۔ دنیا میں نبوت کے جتنے سلسلے چل رہے تھے سب کو آپ کی ذات میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ کفار اس پر بھی اعتراض کرتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ سارے عالم کے لئے ایک رسول ہو، ممالک دور دراز ہیں، قومیں اور زبانیں مختلف ہیں، لوگ امی اور عجمی میں بٹے ہوئے ہیں، پھر سب کے لئے ایک رسول کیسے ہوسکتا ہے؟ —— ان آیاتِ پاک میں اس کا جواب دیا ہے، اور دو مختلف چیزوں کو ملا کر ایک کرنے کی دو مثالیں دی ہیں: ایک: اللہ تعالیٰ نے دو مختلف دریاؤں کو ملا کر ایک ساتھ بہایا ہے۔ دوم: دو مختلف خاندانوں کو نکاح کے ذریعہ ملا کر ایک کر دیا ہے —— اسی طرح نبوت کے مختلف سلسلوں کو ایک ذات میں جمع کر دیا ہے، کیونکہ اضداد کو جمع کرنا اللہ کی قدرت میں ہے —— لہٰذا آپ کفار کے اس اعتراض کی طرف مطلق التفات نہ کریں، آپ قرآن کے ذریعہ اپنا کام زور و شور سے جاری رکھیں۔

ارشاد فرماتے ہیں: —— اور اگر ہم چاہتے تو ہر (بڑی) بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتے —— یعنی ہر علاقے اور ہر بڑی بستی کے لئے علاحدہ نبی بھیجنا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں تھا، مگر ان کو منظور ہی یہ ہوا کہ اب آخر میں سارے جہاں کے لئے اکیلے محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجے (فوائد) —— پس آپ منکرین کا کہنا نہ مانیں —— اپنی

نبوت کو خاص نہ سمجھیں، اور کفار کی نکتہ چینی کی طرف التفات نہ کریں —— اور آپؐ قرآن کے ذریعہ ان کا بڑے زور سے مقابلہ کریں —— یعنی اپنا کام پوری قوت اور جوش سے انجام دیتے رہیں، اور قرآنِ کریم کے ذریعہ منکرین کا ڈٹ کر مقابلہ کریں، اللہ تعالیٰ آپؐ کی مدد کریں گے، اور کامیاب فرمائیں گے۔

اور دو مختلف چیزوں کو ملانا اللہ کی قدرت میں ہے، اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

پہلی مثال: —— اور (اللہ) وہی ہے جس نے دو دریاؤں کو ملایا: یہ شیریں تسکین بخش ہے، اور یہ شور تلخ ہے! اور اللہ نے دونوں کے درمیان آڑ اور روک کھڑی کی ہے —— سمندر میں روزانہ مدّ و جزر ہوتا ہے، جب مدّ (پانی کا چڑھاؤ) ہوتا ہے تو سمندر کا کھارا پانی ساتھ لگے ہوئے دریاؤں پر چڑھ آتا ہے، مگر کڑوا پانی میٹھے پانی سے علاحدہ رہتا ہے، پھر جزر کے وقت اوپر سے کھارا پانی اتر جاتا ہے، اور ندی کا میٹھا پانی جوں کا توں باقی رہ جاتا ہے —— میٹھا پانی وزنی ہوتا ہے، اور کڑوا ہلکا، اس لئے دونوں پانی ملتے نہیں۔ جیسے پانی میں تیل ڈالا جائے تو تیل پانی میں نہیں ملے گا، کیونکہ تیل ہلکا ہوتا ہے، وہ پانی کے اوپر آجائے گا۔ یہی ہلکا بھاری ہونا دونوں پانیوں کے درمیان آڑ اور روک ہے۔

فائدہ: اور سمندر میں جو مختلف رنگ کے پانی نظر آتے ہیں، وہ ان کے نیچے کی مٹی کا رنگ ہوتا ہے جو پانی میں جھلکتا ہے، اس کا اس آیت سے کچھ تعلق نہیں۔

دوسری مثال: —— اور اللہ وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کو ناتا اور سسرال بنایا —— یعنی اللہ تعالیٰ نے پانی سے انسان کو پیدا کیا: اس پانی سے وہ پانی بھی مراد ہوسکتا ہے جس کا ذکر سورۃ الانبیاء (آیت ۳۰) میں ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾: اور ہم نے (بارش کے) پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا، اور جس کا ذکر ابھی سورۃ النور (آیت ۴۵) میں گذرا ہے: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ﴾: اور اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا —— اور وہ پانی بھی مراد ہوسکتا ہے جس کا ذکر سورۃ السجدۃ (آیت ۸) میں ہے: ﴿مِنْ مَاءٍ مَهِيْنٍ﴾ یعنی انسان کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اس کی نسل کو ایک بے قدر پانی (نطفہ) سے بنایا —— بہر حال اس کی قطعی تعیین ضروری نہیں، کیونکہ اس پر استدلال موقوف نہیں۔

نسب: ناتا یعنی ددھیال اور ننھیال۔ اور صہر: سسرال: خواہ مرد کا ہو یا عورت کا —— اللہ تعالیٰ دو مختلف خاندانوں کو پہلے نکاح کے ذریعہ ملاتے ہیں، اور زوجین کے لئے سسرال بناتے ہیں، پھر ان کی اولاد کے لئے اس رشتہ کو نسب (ناتا) میں بدل دیتے ہیں، وہی سسرال اولاد کا ننھیال بن جاتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ دو مختلف خاندانوں کو ملا کر ایک خاندان کر دیتے ہیں —— اور آپ کا پروردگار پوری قدرت والا ہے —— وہ دو بالکل مختلف چیزوں کو ملا کر شیر و شکر کر دیتا ہے، پس اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ دور دراز کے فاصلوں کو سمیٹ دے، اور عربی اور عجمی کی تفریق مٹا دے، اور سب کو ایک

نبی آخر الزماں کے جھنڈے تلے جمع کردے؟ بیشک اس کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں۔

مگر انسان کا عجیب حال ہے، وہ رب قدیر کو چھوڑ کر عاجز مخلوق کو خدا ماننے لگا، وہ اپنے پروردگار سے منہ موڑ کر شیطان کی فوج میں جا شامل ہوا، تا کہ لوگوں کو گمراہ کرنے میں اس کی مدد کرے، اور مخلوق کو خالق سے برگشتہ کرنے میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور وہ لوگ اللہ سے درجہ میں کم ایسے معبودوں کو پوجتے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچاتے ہیں، اور نہ ان کو نقصان پہنچاتے ہیں، اور کافر اپنے پروردگار کے خلاف (شیطان کا) مددگار ہے! —— ظَہِیر کے اصلی معنی: مددگار کے ہیں اور علیٰ ربہ میں علیٰ ضرر (مخالفت) کے لئے ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۤ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ السجدۃ

وَمَآ	اور نہیں	عَلَيْهِ	اس (تبلیغ دین) پر	وَتَوَكَّلْ	اور بھروسہ کیجئے
اَرْسَلْنٰكَ	بھیجا ہم نے آپ کو	مِنْ اَجْرٍ	کوئی معاوضہ	عَلَى الْحَيِّ	اس زندہ پر
اِلَّا	مگر	اِلَّا (۱)	لیکن	الَّذِيْ	جو
مُبَشِّرًا	خوشخبری سنانے والا	مَنْ شَآءَ	جو چاہے	لَا يَمُوْتُ	نہیں مرے گا
وَّ نَذِيْرًا	اور ڈرانے والا بنا کر	اَنْ	کہ	وَسَبِّحْ	اور پاکی بیان کیجئے
قُلْ	آپ کہیں	يَّتَّخِذَ	بنائے	بِحَمْدِهٖ	اسکی تعریف کے ساتھ
مَآ	نہیں	اِلٰى رَبِّهٖ	اپنے رب کی طرف	وَكَفٰى	اور کافی ہے
اَسْئَلُكُمْ	مانگتا میں تم سے	سَبِيْلًا	راہ	بِهٖ (۲)	وہ

(۱) اِلّا: بمعنی لکن برائے استدراک ہے۔ سوال: جب کوئی معاوضہ مطلوب نہیں، تو نبی ﷺ لوگوں پر محنت کیوں کر رہے ہیں؟ جواب: اللہ کی راہ اپنانے والے بندے مطلوب ہیں۔ پس مستثنیٰ: مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں، اس لئے استثناء منقطع ہے (۲) بہ: کفی کا فاعل ہے، اور فاعل پر باء زائد ہے۔

بِذُنُوْبِ	گناہوں سے	اسْتَوٰى	درست ہوا وہ	قَالُوْا	(تو) جواب دیا انھوں نے
عِبَادِهٖ	اپنے بندوں کے	عَلَى الْعَرْشِ	تختِ شاہی پر	وَمَا	اور کیا ہے
خَبِيْرًا	باخبر ہونے کے اعتبار سے	اَلرَّحْمٰنُ (۲)	(وہی) رحمان ہے	الرَّحْمٰنُ	رحمان؟
الَّذِيْ	جس نے	فَسْئَلْ	پس پوچھ تو	اَ	کیا
خَلَقَ	پیدا کیا	بِهٖ	اس کے بارے میں	نَسْجُدُ	سجدہ کریں ہم
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	خَبِيْرًا	کسی باخبر سے	لِمَا	جس کا
وَالْاَرْضَ	اور زمین کو	وَاِذَا	اور جب	تَاْمُرُنَا	حکم دے تو ہمیں
وَمَا بَيْنَهُمَا	اور دونوں کے درمیانی	قِيْلَ	کہا گیا	وَزَادَهُمْ	اور بڑھایا اس
	چیزوں کو	لَهُمُ	ان سے		(کہنے) نے ان کو
فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	چھ دنوں میں	اسْجُدُوْا	سجدہ کرو	نُفُوْرًا	نفرت میں
ثُمَّ (۱)	پھر	لِلرَّحْمٰنِ	رحمان کو	۞	۞

رسالت وتوحید کا بیان

اب سورت ختم ہونے والی ہے، اس لئے آخر میں توحید ورسالت کا بیان ہے، کیونکہ سورت کا عمووی مضمون یہی ہے، اور پہلے رسالت کا بیان ہے، پھر توحید کا، تاکہ وہ حسنِ ختام بنے۔

رسالت کا ذکر: —— اور ہم نے آپؐ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ خوش خبری سنائیں اور ڈرائیں —— مسئلۂ رسالت پر جو اعتراضات کئے گئے تھے ان کے شافی جواب دینے کے بعد اب ارشاد پاک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خدا کی وفاداری پر بشارتیں سنانے کے لئے، اور بے وفاؤں کو نتائج اعمال سے آگاہ کرنے ہی کے لئے بھیجا ہے، آگے کوئی مانے نہ مانے آپؐ کی ذمہ داری نہیں —— آپؐ کہیں: میں تم سے اس تبلیغ دین پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، ہاں جو چاہے کہ اپنے رب کا راستہ اپنائے —— یعنی کوئی نہیں مانے گا تو آپؐ کا کیا نقصان ہوگا؟ ہاں جو مانے گا اس کا فائدہ ہوگا۔

اور آپؐ اس زندہ ہستی پر بھروسہ کریں جو کبھی نہیں مرے گی —— یعنی اس پر بھروسہ کر کے آپؐ اپنا کام جاری رکھیں۔

(۱) ثُمَّ: محض ترتیب ذکری کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پہلے سے عرش پر مستوی تھے (۲) الرحمن: ھو مبتدا محذوف کی خبر ہے، اور ضمیر کا مرجع مستوی علی العرش ہے۔

اور یہ اندیشہ نہ کریں کہ جب اللہ نہیں رہے گا تو میری مدد کون کرے گا، وہ حیّ لا یموت ہیں، وہ سدا باقی رہنے والے ہیں، وہ ہمیشہ آپ کی مدد کریں گے۔

اور نقائص سے ان کی پاکی بیان کریں، اور خوبیوں کے ساتھ ان کو متصف کریں، اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہیں ـــــ یعنی ہمیشہ تسبیح وتحمید میں لگے رہیں، اور حمد وثنا کا نغمہ گائیں، وہ اپنے بندوں کے سب احوال سے پوری طرح باخبر ہیں، وہ آپ کو آپ کے کاموں کی جزائے خیر عطا فرمائیں گے ـــــ وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے: یہ آدھا مضمون ہے، اس کا مقابل آدھا مضمون محذوف ہے، اور وہی درحقیقت مقصود ہے۔ اور یہ آدھا مضمون اس لئے ذکر کیا ہے کہ ناہنجار بندے ہوش میں آئیں۔

توحید کا بیان: ـــــ اللہ وہ ہستی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو، اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہوا، وہی رحمان ہے، پس تو اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھ! ـــــ یعنی اس کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، کوئی دوسرا اس کی تخلیق میں شریک وسہیم نہیں، اور اللہ نے یہ کائنات چھ ادوار میں پیدا کی ہے۔ کیونکہ آسمان وزمین سے پہلے سورج نہیں تھا، پس آج کے معروف دن بھی اس وقت نہیں تھے، پھر کائنات کا کنٹرول انھوں نے خود سنبھالا ہے، وہی عرش اعظم پر جلوہ افروز ہیں، انھوں نے اپنی کائنات کے حصے بنا کر الگ الگ خداؤں کو نہیں سونپے، پھر دوسرا کوئی کہاں سے معبود بن جائے گا؟ اسی ہستی کا نام رحمان ہے یعنی نہایت مہربان ذات! اس کو اپنی مخلوق سے پیار ہے، وہ ودود (پیار کرنے والے) ہیں، اس دنیا میں انھوں نے نافرمانوں کی بھی روزی روٹی بند نہیں کی، اس مہربان ذات کے احوال جاننا چاہے تو کسی باخبر کی طرف رجوع کر، وہ باخبر حبیب کبریاء ہیں، ﷺ! ان کی مانگی ہوئی دعاؤں کو پڑھو، جتنا انھوں نے خدا کے شئون کو سمجھا ہے، کسی نے نہیں سمجھا۔

اور جب لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو، تو وہ کہتے ہیں: رحمان کیا چیز ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو تم سجدہ کرنے کے لئے کہو؟ اور اس کہنے نے ان کو نفرت میں بڑھایا! ـــــ یہ آیت پڑھ کر سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سجدہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں ـــــ یہ شیوہ تو کفار کا ہے: جب ان سے کہا گیا کہ رحمان کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ، اس کی عظمت کے سامنے جھک جاؤ تو وہ کہنے لگے رحمان کیا چیز ہے؟ سبحان اللہ! والعظمة لله! اللہ تعالیٰ محض 'چیز' ہو گئے، اور مزید کہا: کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو تم سجدہ کرنے کے لئے کہو؟ بس تم نے ایک نام لے لیا اور ہم فوراً سجدہ میں گر پڑے! یہ کیسے ممکن ہے۔ غرض جس قدر انہیں رحمان کی اطاعت وانقیاد کی طرف توجہ دلائی گی اسی قدر وہ زیادہ بدکنے اور بھاگنے لگے!

فائدہ: صفتِ رحمان کی تخصیص کے ساتھ سجدہ کرنے کے لئے اس لئے کہا گیا کہ کفار بھی دنیا میں اللہ کی رحمت سے حصہ پارہے ہیں، رحمان میں رحیم سے زیادہ حروف ہیں، اس لئے اس کے معنی بھی زائد ہیں۔ رحمان: مؤمنین وکفار کے لئے عام ہے، اس لئے دنیا کی رحمت مراد ہے اور رحیم مؤمنین کے ساتھ خاص ہے، اس لئے آخرت کی رحمت مراد ہے۔
غرض: نعمت کی شکر گذاری کا تقاضا یہ تھا کہ وہ فوراً منعم کے شکر کے لئے تیار ہوجاتے، سجدہ کرتے اور اطاعت کا اظہار کرتے، مگر وہ ناشکرے ثابت ہوئے اور دور بھاگے!

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

تَبٰرَكَ	عالی شان ہے	سِرٰجًا (۲)	چراغ	وَالنَّهَارَ	اور دن کو
الَّذِيْ	وہ ذات جس نے	وَّقَمَرًا	اور چاند	خِلْفَةً	یکے بعد دیگرے آنے والا
جَعَلَ	بنائے	مُّنِيْرًا	منور کرنے والا	لِّمَنْ	اس کے لئے جو
فِي السَّمَآءِ	آسمان میں	وَهُوَ	اور وہی ہے	اَرَادَ	چاہتا ہے
بُرُوْجًا (۱)	بڑے بڑے ستارے	الَّذِيْ	جس نے	اَنْ يَّذَّكَّرَ (۳)	کہ یاد کرے
وَّجَعَلَ	اور بنایا	جَعَلَ	بنایا	اَوْ اَرَادَ	یا چاہتا ہے
فِيْهَا	اس میں	الَّيْلَ	رات کو	شُكُوْرًا	کہ شکر بجالائے

رحمٰن کے بندوں کے احوال کی تمہید

گذشتہ آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جن سے کہا گیا تھا کہ رحمان کو سجدہ کرو اور ان کی اطاعت کرو جس کا انھوں نے ٹکاسا جواب دیا کہ رحمٰن کون ہے، جس کا ہم سے سجدہ کراتا ہے؟! —— اب سورت کے آخر میں ان کو رحمان کے بندوں کے احوال سنائے جاتے ہیں کہ دیکھو یہ ہیں رحمان کو سجدہ کرنے والے بندے! مگر اس کی تمہید میں یہ دو آیتیں آئی ہیں:
پہلی آیت میں یہ مضمون ہے کہ رحمان کے سب بندے ایک درجہ کے نہیں، کوئی آسمانِ ہدایت کا آفتاب ہے، کوئی ماہتاب، اور کوئی بڑے ستارے ہیں، اور باقی عام تارے! جو ننگی آنکھوں سے نظر نہیں آتے، مگر ہیں وہ بھی تارے!

---

(۱) بروج: برج کی جمع ہے، بَرَجَ (ن) بُرُوْجًا: بلند و نمایاں ہونا۔ بڑے ستاروں کو برج اس لئے کہا ہے کہ وہ بلند اور نمایاں ہوتے ہیں (۲) سراج سے مراد آفتاب ہے، گرم ہونے کی وجہ سے اس کو چراغ کہا ہے (۴) یذّکّر: اصل میں یتذکر تھا۔

اور دوسری آیت میں یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کے بعد دن کو اور دن کے بعد رات کو آنے والا ایک مصلحت سے بنایا ہے، وہ مصلحت یہ ہے کہ اللہ کے جو بندے دن میں مشاغل کی وجہ سے اللہ کی عبادت نہ کرسکیں وہ رات میں اس کی تلافی کرلیں۔ اور جو رات میں نہ اٹھ سکیں وہ اپنا کام دن میں پورا کرلیں، اور جو دونوں میں عبادت کریں وہ اللہ کے شکر گذار بندے ہیں۔ آیت کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کی ہے (درمنثور ۵:۷۵) اور حدیث میں ہے: ”جو شخص اپنے پورے ورد سے یا اس کے کچھ حصہ سے سو گیا، پھر اس نے وہ ورد فجر اور ظہر کے درمیان پڑھا تو اس کے لئے لکھا جائے گا گویا اس نے اس کو رات میں پڑھا“ (ترمذی حدیث ۵۸۶) یعنی رات میں عمل کرنے کی جو برکت ہے وہ حاصل ہوجائے گی۔

پہلی آیت: —— وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے، اور اس آسمان میں ایک چراغ (آفتاب) اور نورانی چاند بنایا —— یہ آسمانِ دنیا کا ذکر ہے، اس پر آسمانِ ہدایت کو قیاس کیا جائے۔ آسمانِ دنیا میں سب سے بڑا چراغ آفتاب ہے، پھر نورانی چاند ہے، جو سورج سے روشنی حاصل کرکے ضیا پاشی کرتا ہے، پھر بڑے بڑے ستارے ہیں، جو ننگی آنکھ سے نظر آتے ہیں، ان کو دیکھنے کے لئے دوربین اور خوردبین کی ضرورت نہیں، ان کے بعد پھر بے حساب چھوٹے چھوٹے تارے ہیں، جو عام آنکھ سے نظر نہیں آتے، ان کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔

اسی طرح آسمانِ ہدایت کے آفتاب: اللہ کے خاص بندے، محبوب رب العالمین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، سورۃ الاحزاب (آیت ۴۶) میں بھی آپؐ کے لئے یہ تعبیر ہے، آپؐ کو ﴿سِرَاجًا مُّنِيرًا﴾ کہا گیا ہے، پھر آپؐ کے بعد گذشتہ انبیاء اور اکابر علماء و اولیاء ماہتاب ہیں، جن کی ضیا پاشی سے ایک دنیا فیض یاب ہوتی ہے، پھر عام علماء و صلحاء ہیں جو بڑے بڑے ستارے ہیں، جن سے ایک دنیا واقف ہے، پھر نیک مؤمنین کا درجہ ہے جن کو دنیا نہیں جانتی، مگر اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، یہ چھوٹے چھوٹے تارے ہیں، ان کا ذکر چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ آگے بڑھیں۔

اور آیت کا سبق یہ ہے کہ ہر مؤمن کو اللہ کی بندگی میں کمال پیدا کرکے آسمانِ ہدایت کا ستارہ بننے کی کوشش کرنی چاہئے اور ماہتابِ ہدایت بن سکے تو نور علیٰ نور!

دوسری آیت: —— اور وہ اللہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو یکے بعد دیگرے آنے والا بنایا، اس شخص کے لئے جو چاہتا ہے کہ (اللہ کو) یاد کرے، یا چاہتا ہے کہ شکر گزار بندہ بنے! —— یہ بڑا استارہ بننے کا فارمولہ ہے، جو بندے فرائض کے علاوہ نوافل اعمال بھی کرتے ہیں، اور اوراد و وظائف کی پابندی کرتے ہیں، وہ درجات میں بڑھ جاتے ہیں، اور ستارے بن کر چمکتے ہیں۔ انہی کی مصلحت سے رات اور دن کو یکے بعد دیگرے آنے والا بنایا ہے، تاکہ دن یا رات میں معمولات میں جو کمی رہ جائے، اسے دوسرے وقت میں پورا کرلیں، ناغہ ہرگز نہ کریں، ان شاء اللہ ان کو وقت میں اوراد پورا کرنے کی

فضیلت اور ثواب حاصل ہو جائے گا۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

وَعِبَادُ	اور بندے	لِرَبِّهِمْ	اپنے پروردگار کے لئے	غَرَامًا (۵)	پیہم تکلیف
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان کے	سُجَّدًا	سجدے	اِنَّهَا	بے شک دوزخ
الَّذِيْنَ	(وہ ہیں) جو	وَّقِيَامًا	اور قیام کی حالت میں	سَآءَتْ	بُرا ہے
يَمْشُوْنَ	چلتے ہیں	وَالَّذِيْنَ	اور جو	مُسْتَقَرًّا	ٹھکانا
عَلَى الْاَرْضِ	زمین پر	يَقُوْلُوْنَ	کہتے ہیں	وَّمُقَامًا	اور مقام
هَوْنًا (۱)	انکساری سے	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	وَالَّذِيْنَ	اور وہ
وَّاِذَا	اور جب	اصْرِفْ	پھیر دیجئے	اِذَآ	جب
خَاطَبَهُمُ (۲)	بات کرتے ہیں ان سے	عَنَّا	ہم سے	اَنْفَقُوْا	خرچ کرتے ہیں
الْجٰهِلُوْنَ	نادان	عَذَابَ	عذاب	لَمْ يُسْرِفُوْا	فضول خرچی نہیں کرتے
قَالُوْا	(تو) کہتے ہیں وہ	جَهَنَّمَ	جہنم کا	وَلَمْ يَقْتُرُوْا (۶)	اور خرچ میں تنگی نہیں کرتے
سَلٰمًا (۳)	سلام لو!	اِنَّ	بے شک	وَكَانَ	اور ہے (انکا خرچ کرنا)
وَالَّذِيْنَ	اور جو	عَذَابَهَا	اس کا عذاب	بَيْنَ ذٰلِكَ	ان کے درمیان
يَبِيْتُوْنَ (۴)	رات گذارتے ہیں	كَانَ	ہے	قَوَامًا (۷)	معتدل

(۱) هَوْن: اسم ومصدر: نرم چال اور نرم چال چلنا یعنی اکڑ کر شیخی کے ساتھ نہ چلنا (۲) خاطبَ مخاطبة: دو شخصوں کا آمنے سامنے بات چیت کرنا (۳) یہ سلام متارکت ہے، سلام تحیہ نہیں (۴) بات یبیت بیتوتة: رات گذارنا، رات میں کسی کام کو کرنا۔ (۵) غَرَام: اسم فعل: لازمی اور دائمی عذاب۔ (۶) قَتَرَ (ن) قَتْرًا: علی عیاله: آل اولاد پر خرچ میں تنگی کرنا، کمی کرنا۔ (۷) قوام: اسراف اور بخل کے درمیان، معتدل، دراصل قوام کے معنی ہیں: جس سے کسی چیز کی بقاء اور درستگی ہو۔

رحمٰن کے خاص بندوں کی نو خوبیاں

عبادالرحمٰن: میں اضافت تشریف (عزت بڑھانے) کے لئے ہے یعنی رحمان کے خاص بندوں کی خوبیاں یہ ہیں:

پہلی خوبی: —— اور رحمان کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں —— خاکساری وہ خوبی ہے جس کا تذکرہ سب سے پہلے کیا ہے۔ اس سے تواضع کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ پس رحمان کے بندوں کے ہر قول وفعل سے بندگی ظاہر ہونی چاہئے، ان کی چال ڈھال سے تواضع اور خاکساری ٹپکنی چاہئے، وہ متکبروں کی طرح زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے۔ سورۃ الاسراء (آیت ۳۷) میں ہے: ''اور زمین پر اکڑ کر مت چل، تو نہ زمین پھاڑ سکتا ہے، اور نہ ہی پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے!'' یعنی زور سے پاؤں مار کر زمین پھاڑ نہیں سکتا، گردن ابھار کر اور سینہ تان کر پہاڑوں کے برابر نہیں ہوسکتا، پھر کس برتے پر اپنے کو اس قدر لمبا کھینچتا ہے! (ہدایت القرآن ۵:۸۱)

دوسری خوبی: —— اور جب نادانوں سے ان کا پالا پڑتا ہے تو کہتے ہیں: سلام لو! —— یعنی کم عقل اور بے ادب لوگوں کے منہ نہیں لگتے، سلام متارکت کر کے علاحدہ ہوجاتے ہیں، ان کے ساتھ گفتگو جاری رکھنے میں نقصان ہی نقصان ہے، خود کو ہلکان (پریشان) کرنا ہے اور ان کی بے تمیزی کو شہ دینا ہے، اس لئے ان سے کنارہ کشی ہی میں طرفین کی بھلائی ہے۔

تیسری خوبی: —— اور جو اپنے پروردگار کے لئے سجود وقیام میں رات گذارتے ہیں —— یعنی رات میں جب غافل بندے نیند اور آرام کے مزے لوٹتے ہیں تو خدا کے یہ بندے نماز میں مشغول ہوتے ہیں، کبھی کھڑے ہیں کبھی سجدے میں پڑے ہیں، رات ان کی اسی حال میں گذرتی ہے۔

چوتھی خوبی: —— اور جو دعا کرتے ہیں: اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب ہٹا دیجئے! —— یعنی عبادت پر غرّا نہیں کرتے، اور اللہ کے قہر وغضب سے بے فکر نہیں ہوجاتے، بلکہ عبادت سے فارغ ہو کر جہنم سے رستگاری کی دعا کرتے ہیں سورۃ الذاریات (آیات ۱۷ و۱۸) میں ہے کہ متقی لوگ رات میں بہت کم سوتے ہیں، اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہنم کا حال بیان فرمایا ہے: —— بے شک جہنم کا عذاب پیہم اذیت ہے، بے شک وہ بُرا ٹھکانا اور برا مقام ہے —— پس ہر نیک بندے کو جہنم سے خلاصی کی دعا کرنی چاہئے، الٰہی! مجھے اور تمام مؤمنین کو جہنم سے بچا اور جنت میں پہنچا!

پانچویں خوبی: —— اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں، اور ان کا خرچ کرنا دونوں کے درمیان معتدل ہوتا ہے —— حدیث میں ہے کہ ''میانہ روی سے خرچ کرنا آدھی کمائی ہے'' یعنی اس سے مال کا

نفع دوچند ہوجاتا ہے۔ سو روپے دو سو روپے کا کام کرتے ہیں، پس مال بے جا خرچ نہیں کرنا چاہئے، فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی بند ہیں۔ اور اہل وعیال وغیرہ پر خرچ کرنے میں مٹھی بند کرلینا بھی مناسب نہیں، مال تو کمایا ہی جاتا ہے خرچ کرنے کے لئے، ورنہ وہ پیچھے پڑا رہے گا۔ غرض خرچ کرنا چاہئے، مگر موقع محل میں بھی اعتدال سے خرچ کرنا چاہئے۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰہِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

وَالَّذِیْنَ	اور جو	وَمَنْ	اور جو شخص	اِلَّا	مگر
لَا یَدْعُوْنَ	نہیں پکارتے	یَّفْعَلْ	کرے گا	مَنْ تَابَ	جس نے توبہ کی
مَعَ اللّٰہِ	اللہ کے ساتھ	ذٰلِكَ	یہ (کام)	وَاٰمَنَ	اور ایمان لایا
اِلٰھًا اٰخَرَ	دوسرے معبود کو	یَلْقَ	واسطہ پڑے گا اسے	وَعَمِلَ	اور کیا اس نے
وَلَا یَقْتُلُوْنَ	اور نہیں قتل کرتے	اَثَامًا(۱)	سزا سے	عَمَلًا	کام
النَّفْسَ	اس جی کو	یُّضٰعَفْ	کئی گنا دیا جائے گا	صَالِحًا	نیک
الَّتِیْ	جسے	لَهٗ	اس کو	فَاُولٰٓئِكَ	پس یہ لوگ
حَرَّمَ	حرام کیا ہے	الْعَذَابُ	عذاب	یُبَدِّلُ	بدل دیں گے
اللّٰہُ	اللہ نے	یَوْمَ الْقِیٰمَةِ	قیامت کے دن	اللّٰہُ	اللہ تعالیٰ
اِلَّا	مگر	وَیَخْلُدْ	اور لمبی مدت تک رہیگا وہ	سَیِّاٰتِهِمْ	ان کی برائیوں کو
بِالْحَقِّ	حق کی وجہ سے	فِیْهٖ	عذاب میں	حَسَنٰتٍ	نیکیوں سے
وَلَا یَزْنُوْنَ	اور زنا نہیں کرتے	مُهَانًا	ذلیل ہوکر	وَكَانَ	اور ہیں

(۱) أثام: مفرد ہے، إثم کی جمع نہیں، جمع آثام (بالمد) ہے۔ أثام: گناہ، گناہ کی سزا، اور کہا گیا کہ یہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔

اللہُ	اللہ تعالیٰ	تَابَ	توبہ کی	یَتُوْبُ	متوجہ ہوتا ہے
غَفُوْرًا	بڑے بخشنے والے	وَعَمِلَ	اور کیا	اِلَی اللہِ	اللہ تعالیٰ کی طرف
رَّحِیْمًا	بڑے رحم فرمانے والے	صَالِحًا	نیک کام	مَتَابًا	متوجہ ہونا
وَمَنْ	اور جس نے	فَاِنَّهٗ	پس بے شک وہ	۞	۞

چھٹی خوبی:۔۔۔۔۔ اللہ کے مخصوص بندے تین گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتے، شرک، ناحق قتل اور زنا سے بچے رہتے ہیں۔ارشاد فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے، اور وہ اس شخص کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے، مگر حق (شرعی) کی وجہ سے، اور وہ زنا نہیں کرتے۔۔۔۔۔ یہ تین گناہ اور گناہوں سے بڑے ہیں، عذاب بھی ان پر بڑا ہوگا، اور دم بدم بڑھتا رہے گا، جیسا کہ آگے آرہا ہے، اس لئے اللہ کے نیک بندوں کی یہ ایک منفی خوبی ہے کہ وہ ان گناہوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔

ان گناہوں کی سزا:۔۔۔۔۔ اور جو شخص یہ کام کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا۔۔۔۔۔ یعنی وہ سزا سے بچ نہیں سکے گا ۔۔۔۔۔ قیامت کے دن وہ کئی گنا عذاب دیا جائے گا۔۔۔۔۔ کیونکہ عذاب کا مسلسل جاری رہنا عذاب میں اضافہ کرتا ہے، جیسے کوئی شخص مسلسل آگ میں جلتا رہے تو جلنے کی تکلیف بڑھتی رہے گی۔۔۔۔۔ اور وہ اس میں لمبی مدت تک ذلیل ہوکر رہے گا۔

یہاں ایک سوال ہے کہ یہ کس کی سزا کا بیان ہے: کافر کی یا مؤمن کی؟ کیونکہ وہ کافر جس نے یہ گناہ کئے ہیں، اپنے کفر کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اس لئے عذاب کا کئی گنا بڑھنا، اور جہنم میں ذلیل ہوکر لمبی مدت تک رہنا معقول ہے، سمجھ میں آتا ہے، مگر وہ مؤمن جس نے یہ گناہ کئے ہیں اس کو تو گناہ کے بقدر ہی سزا دی جائے گی، اور وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا، نہ اس کی سزا ذلت کا باعث ہوگی، بلکہ وہ پاکی کا ذریعہ ہوگی۔ پس یہ گنہ گار مؤمن کی سزا کیسے ہوسکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس کافر کی سزا کا بیان ہے جس نے یہ تین گناہ کئے ہیں، مگر تفصیل میں جائے بغیر سزا بیان کی ہے، وعید کے موقعہ پر ایسا ہی کیا جاتا ہے، بہ الفاظ دیگر: چھوٹے مجرم کو چھوڑ کر بڑے مجرم کی سزا بیان کی ہے، پھر آگے جو تفصیل آرہی ہے اس سے دونوں کا فرق ظاہر ہوجائے گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اس نے نیک کام کئے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے، اور اللہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔۔۔۔۔ ایمان لایا: اس سے معلوم ہوا کہ اوپر کافر مجرم کی سزا کا بیان تھا۔ اگر وہ ایمان نہ لایا تو اس سزا کا مستحق ہے۔ اور اگر ایمان لے آیا اور اپنی زندگی سنوار لی تو گذشتہ پر قلم عفو پھیر دیا جائے گا، اب ان کی جگہ نیک اعمال نامۂ اعمال میں ثبت کئے جائیں گے۔ برائیوں کو نیکیوں سے بدلنے کا یہی مطلب ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ اب اس کو ان

برائیوں کا بھی ثواب ملے گا۔ حدیث میں ہے: إن الإسلام يهدم ما كان قبله: ایمان لانے سے سابقہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، ان کا ثواب نہیں دیا جاتا۔

اور جس نے توبہ کی اور اس نے نیک کام کئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر متوجہ ہو رہا ہے ـــــ یہ مؤمن گنہ گار کا بیان ہے یعنی جس مسلمان نے مذکورہ گناہ (شرک کے علاوہ) کئے ہیں، پھر اس نے سچی توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنا لیں گے۔ حدیث میں ہے: التائب من الذنب كمن لاذنب له: جس نے گناہ سے توبہ کر لی اس نے گویا گناہ کیا ہی نہیں۔ لیکن اگر وہ توبہ کئے بغیر مر گیا تو اس کو گناہ کی سزا پانے کے لئے جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	ذُكِّرُوْا	نصیحت کئے جاتے ہیں	هَبْ	عطا فرمایئے
لَا يَشْهَدُوْنَ (۱)	نہیں حاضر ہوتے	بِاٰيٰتِ	آیتوں سے	لَنَا	ہمیں
الزُّوْرَ	جھوٹے کام میں	رَبِّهِمْ	ان کے رب کی	مِنْ اَزْوَاجِنَا	ہماری بیویوں سے
وَاِذَا	اور جب	لَمْ يَخِرُّوْا	(تو) نہیں گرتے	وَذُرِّيّٰتِنَا	اور ہماری اولاد (سے)
مَرُّوْا	گذرتے ہیں وہ	عَلَيْهَا	ان پر	قُرَّةَ	ٹھنڈک
بِاللَّغْوِ	بیکار مشغلہ کے پاس سے	صُمًّا	بہرے	اَعْيُنٍ	آنکھوں کی
مَرُّوْا	(تو) گذرتے ہیں وہ	وَّعُمْيَانًا	اندھے بن کر	وَّاجْعَلْنَا	اور بنایئے ہمیں
كِرَامًا	باوقار	وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	لِلْمُتَّقِيْنَ	پرہیزگاروں کا
وَالَّذِيْنَ	اور وہ لوگ	يَقُوْلُوْنَ	کہتے ہیں	اِمَامًا	پیشوا
اِذَا	جب	رَبَّنَا	اے ہمارے ربّ!	۞	۞

ساتویں خوبی: ـــــ اور جو لوگ باطل کام میں شریک نہیں ہوتے ـــــ یعنی ایسی مجلسوں میں جن میں حرام کام ہو رہا ہو، بالکل شرکت نہیں کرتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد مشرکین کی عیدیں اور میلے ٹھیلے

(۱) شَهِدَ (س) المجلسَ: مجلس میں آنا، شریک ہونا...... الزور: باطل کام جیسے محفل رقص وغنا...... قرة: هب کا مفعول ہے۔

ہیں۔حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا: اس سے مراد گانے بجانے کی محفلیں ہیں۔امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: شراب پینے پلانے کی مجلسیں مراد ہیں۔اور تفسیر مظہری میں ہے کہ ان اقوال میں کوئی اختلاف نہیں، یہ ساری ہی مجلسیں مجلسِ زور کا مصداق ہیں، اللہ کے نیک بندوں کو ایسی محفلوں سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ لغو اور باطل کا بالقصد دیکھنا بھی اس کی شرکت کے حکم میں ہے (معارف)

اور جب وہ بیہودہ کام کے پاس سے گذرتے ہیں تو سنجیدگی سے گذر جاتے ہیں ـــــ لغو: بیہودہ اور بے فائدہ قول وفعل، اس میں ذرا شناعت (برائی) کا پہلو ہوتا ہے، وہ کام یا بات بالکل مباح نہیں ہوتی، پس یہ زور (ناجائز کام) اور مباح کے درمیان کا درجہ ہے ـــــ نیک لوگ حرام محفلوں میں تو قطعاً شریک نہیں ہوتے، بلکہ ان کے پاس سے بھی نہیں گذرتے، لیکن اگر لغو اور بیہودہ مجلسوں پر کبھی اتفاقاً ان کا گذر ہو جاتا ہے تو وہ سنجیدگی اور شرافت سے گذر جاتے ہیں، ان میں بھی شرکت نہیں کرتے۔حدیث میں ہے: مِنْ حُسْنِ إسلام المرء تركُه مالا يَعْنِيْهِ: آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی (بے فائدہ) کام چھوڑ دے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتفاق سے ایک روز کسی بیہودہ لغو مجلس پر گذر ہو گیا، تو وہ وہاں ٹھیرے نہیں، گذرتے چلے گئے، رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ "ابن مسعود کریم ہو گئے!" اور یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں بیہودہ مجلس سے شریفوں کی طرح گذر جانے کا حکم ہے۔

آٹھویں خوبی: ـــــ اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان کو اللہ کے احکام کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے ـــــ بہرے اندھے ہو کر نہ گرنے کے مفسرین کرام نے دو مطلب بیان کئے ہیں:

پہلا مطلب: جب نیک بندوں کو قرآن وحدیث کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سمیع وبصیر انسانوں کی طرح اس کو سنتے سمجھتے ہیں، سن کر متاثر ہوتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، مغفل انسان کی طرح اور عمل کی نیت نہ رکھنے والے کی طرح سُنی ان سُنی نہیں کر دیتے۔

دوسرا مطلب: دین کے نام پر جو کچھ ان کو بتلایا جاتا ہے اس کو بے تحقیق مان نہیں لیتے، پہلے غور کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے حوالے سے جو کچھ انہیں بتایا جا رہا ہے اس کو بتانے والا صحیح سمجھا بھی ہے یا نہیں؟ پہلے اہل علم سے تحقیق کرتے ہیں، پھر مانتے ہیں، اندھے بہرے ہو کر اللہ کی آیتوں پر نہیں گرتے۔جیسے کچھ لوگ بخاری شریف لئے پھرتے ہیں، اور لوگوں کو حدیثوں کا الٹا سلٹا مطلب سمجھاتے ہیں اور لوگ اس پر اندھے ہو کر گرتے ہیں، کہتے ہیں: بخاری کی حدیث ہے! بے شک بخاری شریف کی حدیث ہے، مگر اس کا صحیح مطلب کیا ہے؟ اسے بھی تو سوچو! یا کچھ لوگ قرآن کا حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں، اور ہر شخص اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا ہے، اور اسی کو دین سمجھ لیتا ہے، یہ گمراہی کا راستہ ہے، دین کو اور

قرآن وحدیث کو دین کا صحیح علم رکھنے والوں سے سمجھنا ضروری ہے۔

نویں خوبی: —— اور جو لوگ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما! اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا! —— یعنی ہماری بیوی بچوں کو بھی دیندار بنا، جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور دل مسرور ہوں، اور ہم سب کو اول نمبر کا متقی بنا، صفِ اول میں ہمیں پہنچا دے اور ہمیں ایسا بنا دے کہ لوگ ہمیں دیکھ کر متقی بن جایا کریں۔

بیوی بچوں کو اللہ کی اطاعت میں دیکھ کر نیک بندوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ	خٰلِدِيْنَ	ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ	رَبِّيْ	میرا ربّ
يُجْزَوْنَ	جزا دیئے جائیں گے	فِيْهَا	بالا خانوں میں	لَوْلَا	اگر نہ ہوتا
الْغُرْفَةَ (۱)	بالا خانہ	حَسُنَتْ	اچھا ہے بالا خانہ	دُعَآؤُكُمْ (۴)	تمہیں دین کی طرف
بِمَا صَبَرُوْا (۲)	انکے صبر کرنے کی وجہ سے	مُسْتَقَرًّا	ٹھکانے کے اعتبار سے		بلانا
وَيُلَقَّوْنَ	اور وہ سامنے سے آتا	وَّمُقَامًا	اور ٹھہرنے کے اعتبار سے	فَقَدْ	پس یقیناً
	ہوا پائیں گے	قُلْ	کہیں	كَذَّبْتُمْ	جھٹلایا تم نے
فِيْهَا	بالا خانوں میں	مَا	نہیں	فَسَوْفَ	پس عنقریب
تَحِيَّةً	زندہ رہنے کی دعا کو	يَعْبَؤُا (۳)	پرواہ کرتا	يَكُوْنُ	ہوگا عذاب
وَّسَلٰمًا	اور سلامتی کی دعا کو	بِكُمْ	تمہاری	لِزَامًا (۵)	چپکا ہوا

(۱) الغرفة: بالاخانہ، مکان کے اوپر کا کمرہ (۲) بما صبروا: ما مصدریہ، باء سببیہ۔ (۳) عَبَأَ (ف) عَبْئًا به: پرواہ کرنا، لحاظ کرنا (۴) دعاء: مصدر ہے بمعنی دعوة، دَعَا فلانا يدعو دَعْوًا، ودَعْوَةً ودُعَاءً: بلانا، پکارنا، آواز دینا (۵) لِزَام: مصدر باب مفاعلہ، لَازَمَهُ مُلَازَمَةً ولِزَامًا: وابستہ رہنا، ساتھ لگا رہنا، کسی کے ساتھ ہمیشہ رہنا۔

عبادالرحمٰن کی جزائے خیر اور منکرین کے لئے پیشین گوئی

ان لوگوں کو ثابت قدم رہنے کی وجہ سے صلہ میں جنت کے بالا خانے دیئے جائیں گے —— یعنی رحمان کے خاص بندوں کو جنت میں اوپر کے درجے ملیں گے، جو عام اہل جنت کو ایسے نظر آئیں گے جیسے زمین والے ستاروں کو دیکھتے ہیں، ان کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہوگا۔ یہ غرفے ان لوگوں کو ملیں گے جو چار کام خصوصیت سے کرتے ہیں: ۱- لوگوں سے نرم بات کرتے ہیں۔ ۲- ہر مسلمان کو سلام کرتے ہیں۔ ۳- غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ۴- رات کو اس وقت نماز پڑھتے ہیں جب لوگ سوئے ہوتے ہیں۔

اور وہ لوگ ان بالا خانوں میں بقاؤ سلامتی کی دعا کو سامنے سے آتا ہوا پائیں گے —— یعنی جنت میں ان کا یہ اعزاز خاص ہوگا کہ فرشتے ان کو مبارک باد دیں گے اور سلام کریں گے، سورۃ الرعد (آیت ۲۳و۲۴) میں ہے: ﴿وَالْمَلاٰئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ، سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ﴾: فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آئیں گے، اور کہیں گے: تم سلامت رہو، دین پر مضبوط رہنے کی وجہ سے!

وہ ان بالا خانوں میں ہمیشہ رہیں گے —— ایسی جگہ تھوڑی دیر ٹھہرنا ملے تو بھی غنیمت ہے جبکہ وہ ان کا گھر ہوگا، اور ابدی قیام گاہ ہوگی۔ پس —— وہ بالا خانے کیسا اچھا ٹھکانا اور کیسا اچھا مقام ہیں!

منکرین کے لئے پیشین گوئی: —— آپؐ کہیں: میرا پروردگار تمہاری ذرہ بھر پرواہ نہ کرتا، اگر تمہیں دین کی دعوت دینا نہ ہوتا —— یعنی تم پر انکارِ رسالت کی وجہ سے عذاب اس لئے نہیں آرہا کہ ابھی ''دعوت کا مرحلہ'' چل رہا ہے، ابھی یہ مرحلہ تکمیل پذیر نہیں ہوا۔ اگر اتمام حجت ہو چکا ہوتا تو تمہیں جڑ مڑ سے اکھاڑ پھینکا جاتا، اور تمہاری تباہی سے اللہ کی کائنات میں کچھ کمی نہ آتی۔

پس تم بالیقین جھٹلا چکے —— یعنی سببِ ہلاکت متحقق ہو چکا —— پس عنقریب عذاب تم سے چپک کر رہ جائے گا! —— چنانچہ جب دعوت کا مرحلہ پورا ہوا، اور پوری طرح اتمام حجت ہو چکا، اور انکار و عناد بھی اپنے آخری مرحلے کو پہنچ گیا، انھوں نے مؤمنین کو، بلکہ سرور عالم ﷺ کو مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تو غزوۂ بدر میں ہلاکت ان کا مقدر بن گئی۔ وہ قتل کے عذاب میں پکڑ لئے گئے، اور ایسا ہی انبیائے کرام علیہم السلام کے مخالفین کے ساتھ کیا جاتا ہے، جس کی تفصیل اگلی سورت میں ہے۔

❁ ❁ ❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الشعراء

نمبر شمار ۲۶ نزول کا نمبر ۴۷ نزول کی نوعیت مکی آیات ۲۲۷ رکوع ۱۱

سورت کا نام: آیت ۲۲۴ سے لیا گیا ہے۔ سورت کے آخر میں ایک مناسبت سے شاعروں کا ذکر آیا ہے، اس لئے اس سورت کا نام سورۃ الشعراء رکھا گیا ہے۔

زمانۂ نزول: سورت کے نزول کا نمبر ۴۷ ہے، مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں، پس یہ سورت مکی دور کے درمیان میں نازل ہوئی ہے، جب کہ حق و باطل کی آویزش زوروں پر تھی، کفار ظلم و ستم پر تلے ہوئے تھے۔ اس لئے سورت میں بار بار یہ بات کہی گئی ہے کہ تم پر عذاب کسی بھی وقت آسکتا ہے، تم دین حق کی تکذیب کر چکے، مگر اللہ تعالیٰ بڑے مہربان ہیں تمہیں ڈھیل دے رہے ہیں، تا کہ تم کسی طرح سنبھل جاؤ، ورنہ عذاب اچانک تمہارے سر پر آ پہنچے گا اور تمہیں بھنک بھی نہیں پڑے گی۔

سورت کا موضوع: سورۃ الفرقان کی آخری آیت میں منکرین سے کہا گیا ہے: ''تم بالیقین جھٹلا چکے، پس عنقریب عذاب تم سے چپ کر رہ جائے گا'' اس سورت میں اس کی تفصیل ہے، منکرین کو گذشتہ قوموں کے سات واقعات سنائے ہیں جن پر اس وقت ادبار پڑی جب ان پر حجت تام ہوگئی، پھر آخر سورت میں رسالت اور دلیلِ رسالت (قرآنِ کریم) کے تعلق سے آٹھ باتیں ذکر کی ہیں۔

سورت کے مضامین: پہلے رکوع میں مکذبین کو انتباہ دیا گیا ہے کہ تمہاری یہی آباد زمین تمہیں نگل سکتی ہے، تمہیں ہلاک کرنے کے لئے کچھ پاپڑ بیلنے نہیں پڑیں گے۔ پھر فرعون اور اس کی قوم کی تباہی کا مفصل تذکرہ کیا ہے، پھر ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ ہے کہ ان پر دنیا میں عذاب نہ آیا تو آخرت کا عذاب ان کے لئے تیار ہے۔ پھر قوم نوحؑ، قوم ہودؑ، (عاد اولیٰ) قوم صالحؑ (عاد ثانیہ) قوم لوطؑ اور قوم شعیبؑ کی ہلاکتوں کا تذکرہ ہے۔ ترتیب زمانی کے اعتبار سے یہ تذکرہ نوح علیہ السلام کی قوم کے ذکر سے شروع ہونا چاہئے تھا، اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا ذکر قوم صالح کے بعد اور فرعون اور اس کی قوم کا تذکرہ سب سے آخر میں آنا چاہئے تھا، مگر موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ مفصل ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے لایا گیا ہے، اور اس کے بالمقابل حضرت ابراہیم کی قوم کا ذکر آیا ہے، باقی واقعات زمانی ترتیب کے مطابق ہیں۔ اور سورت کا آخری رکوع بہت قیمتی مضامین پر مشتمل ہے اس میں آٹھ باتیں ہیں جو غور سے پڑھنی چاہئیں۔

آیاتہا ۲۲۷ (۲۶) سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ (۴۷) رکوعاتہا ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿۴﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ﴿۵﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۹﴾ ع

بِسْمِ	نام سے	لَعَلَّكَ	شاید آپ	عَلَيْهِمْ	ان پر
اللّٰهِ	اللہ کے	بَاخِعٌ (۱)	غم سے گھلا دیں	مِّنَ السَّمَآءِ	آسمان سے
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	نَّفْسَكَ	خود کو	اٰيَةً	بڑی نشانی
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے	اَلَّا (۲)	(بایں وجہ) کہ نہیں	فَظَلَّتْ (۳)	پس ہو جائیں
طٰسٓمّٓ	طا، سین، میم	يَكُوْنُوْا	ہیں وہ	اَعْنَاقُهُمْ	ان کی گردنیں
تِلْكَ	یہ	مُؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے	لَهَا	اس نشانی کے سامنے
اٰيٰتُ	آیتیں (ہیں)	اِنْ	اگر	خٰضِعِيْنَ	جھکنے والی
الْكِتٰبِ	کتاب	نَّشَاْ	چاہیں ہم	وَمَا	اور نہیں
الْمُبِيْنِ	واضح (کی)	نُنَزِّلْ	(تو) اتاریں ہم	يَاْتِيْهِمْ	آتی ان کے پاس

(۱) بَخَعَ (ف) نَفْسَهُ بَخْعًا وَبُخُوْعًا: ہلکا کرنا، خود کو غم سے گھلانا (۲) اَلَّا: أَنْ لَا ہے اور أَنْ سے پہلے لام تعلیلہ محذوف ہے (۳) ظَلَّتْ: فعل ناقص، بمعنی، صَارت، أعناقهم اسم، خاضعين: خبر، لَها: خبر کا ظرف۔ خَضَعَ (ف) خَضْعًا وَخُضُوْعًا: جھکنا، سرافگندہ ہونا۔

مِنْ ذِكْرٍ	کوئی نصیحت	كَانُوْا	تھے وہ	اِنَّ	بے شک
مِّنَ الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان کی طرف سے	بِهٖ	اس کا	فِيْ ذٰلِكَ	اس اُگانے میں
مُحْدَثٍ (۱)	نئی (تازہ)	يَسْتَهْزِءُوْنَ	ٹھٹھا کرتے	لَاٰيَةً	البتہ نشانی ہے
اِلَّا	مگر	اَوَ	کیا اور	وَمَا	اور نہیں
كَانُوْا	ہوتے ہیں وہ	لَمْ يَرَوْا	نہیں دیکھا انھوں نے	كَانَ	ہیں
عَنْهُ	اس نصیحت سے	اِلَى الْاَرْضِ	زمین کی طرف	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر
مُعْرِضِيْنَ	روگردانی کرنے والے	كَمْ (۳)	کتنی	مُّؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے
فَقَدْ	پس بالیقین	اَنْۢبَتْنَا	اُگائی ہیں ہم نے	وَاِنَّ	اور بے شک
كَذَّبُوْا	جھٹلایا انھوں نے	فِيْهَا	زمین میں	رَبَّكَ	آپ کا پروردگار
فَسَيَاْتِيْهِمْ	پس جلد پہنچیں گی ان کو	مِنْ كُلِّ	ہر ایک سے	لَهُوَ	البتہ وہ
اَنْۢبٰٓؤُا (۲)	خبریں	زَوْجٍ (۴)	قسم	الْعَزِيْزُ	زبردست
مَا	اس کی جو	كَرِيْمٍ	عمدہ	الرَّحِيْمُ	بڑا مہربان ہے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کی تمہید اور کفار کو انتباہ کہ یہی آبادز میں تمھیں نگل سکتی ہے!

ربط: گذشتہ سورت کی آخری آیت میں منکرینِ توحید ورسالت سے کہا گیا تھا کہ تم بالیقین جھٹلا چکے یعنی تمہاری ہلاکت کا سبب متحقق ہو چکا، اب عنقریب عذاب تم سے چپک کر رہ جائے گا۔ اب ان لوگوں کو اس سورت میں گذشتہ قوموں کے احوال سنائے جارہے ہیں کہ دیکھو ان قوموں نے بھی نبیوں کو جھٹلایا، پھر جب اتمام حجت ہو چکا تو کس طرح وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے! فرماتے ہیں: —— طا، سین، میم —— ان حروف کے معانی اللہ ورسول کے سوا کوئی نہیں جانتا —— یہ واضح کتاب کی آیتیں ہیں —— قرآنِ کریم کی عبارت واضح ہے، احکام واضح ہیں، اور اندازِ بیان دل نشیں ہے، اس سے جو چاہے استفادہ کرسکتا ہے —— ہوسکتا ہے آپ خود کو غم سے گھلا دیں، اس وجہ سے کہ وہ

(۱) محدث: ذکر کی صفت ہے (۲) أنباء: نبأ کی جمع ہے (۳) کم خبریہ ہے بمعنی بہت، کس قدر (۴) زوج: جوڑا، قسم، ایک خاص نوع، یہاں خاص قسم مراد ہے۔

ایمان نہیں لاتے —— یہ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی ہے، اور صورت اگرچہ جملہ خبریہ کی ہے، مگر مراد نہی ہے یعنی آپ اپنی قوم کے ایمان نہ لانے کا اتنا افسوس نہ کریں کہ جان گھلا دیں، ہدایت قبول نہ کرنے والوں کا غم کھانا چاہئے، مگر اعتدال کے ساتھ —— اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے بڑی نشانی اتاریں، جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک کر رہ جائیں —— مگر چونکہ دنیا دار الامتحان ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا اختیار بالکل سلب نہیں کرلیا، اگر اللہ تعالیٰ ان کو مجبور محض بنانا چاہتے تو بنا سکتے تھے، اور اس صورت میں کوئی ایسا آسمانی نشان دکھلاتے کہ اس کے آگے سب کی گردنیں جھک جاتیں، خواہی نخواہی ان کو ماننا پڑتا، کسی میں انکار وانحراف کی گنجائش باقی نہ رہتی، مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ حقائق منکشف نہ ہوجائیں، کسی درجہ میں نظری اور غور وفکر پر موقوف رہیں، اور اسی کے ذریعہ انسان کی آزمائش کی جائے، پھر ماننے نہ ماننے پر جزا وسزا مرتب ہو۔

اور جب بھی ان کے پاس نہایت مہربان ہستی کی طرف سے کوئی تازہ نصیحت پہنچتی ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں —— یعنی آپ کا حال کیا ہے اور ان کا حال کیا ہے؟ آپ ان کے غم میں گھلے جارہے ہیں اور وہ سر اُلارے دور بھاگ رہے ہیں۔ پروردگار عالم نت نئی نصیحتیں بھیجتے ہیں تاکہ وہ لوگ سوچیں، سمجھیں، قبول کریں اور بامراد ہوں، مگر وہ منہ پھیر کر بھاگتے ہیں کہ گویا کوئی بہت ہی بُری چیز آگئی!

پس بالیقین انھوں نے جھٹلایا، سو عنقریب ان کو اُس بات کی حقیقت معلوم ہوجائے گی جس کا وہ مذاق اڑا رہے ہیں —— انھوں نے جھٹلایا یعنی سببِ عذاب متحقق ہوگیا —— اُس بات کی حقیقت: یعنی عذاب کی وہ خبر جو اللہ کے رسول نے دی ہے اور جس کا تم ٹھٹھا کرتے ہو وہ عنقریب آنے والا ہے، اور فوراً اس لئے نہیں آرہا کہ اس کی میعاد متعین ہے۔ چنانچہ وہ عذاب ہجرت کے بعد میدانِ بدر میں آیا، اور مکہ کے سب سور مالقمۂ اجل بن گئے۔

کفار کو انتباہ: —— کیا انھوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا: کتنی چیزیں اُگائی ہیں ہم نے اس میں ہر عمدہ قسم میں سے؟ —— یعنی دیکھو زمین کتنی پُر رونق ہے، مختلف الوان واشکال کی نباتات نے اس کو کیسا مزین کر رکھا ہے! —— بیشک اس میں ایک بڑی نشانی ہے —— وہ نشانی یہ ہے کہ جس نے یہ زمین ایسی سرسبز وشاداب بنائی ہے وہ لمحہ بھر میں اس کو ویران بھی کرسکتا ہے۔ زمین میں زلزلہ آجائے تو یہی زمین انسان کو نگل جائے، زمین میں پانی خشک ہوجائے تو انسان کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ یہی زمین جس کی شادابی پر انسان کو ناز ہے اس کی ہلاکت کا سامان بھی بن سکتی ہے ——

اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں —— کیونکہ وہ ہٹ دھرم ہیں۔ اور ہٹ دھرم لوگوں کا مزاج ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ حقانیت کو جاننے کے لئے کوئی معقول دلیل نہیں چاہتے، بلکہ انہیں کسی ایسی دلیل کی تلاش ہوتی ہے جو نہ

ماننے کے لئے بہانے کا کام دے سکے ـــــ اور بلاشبہ آپ کا پروردگار ہی زبردست بڑا مہربان ہے ـــــ زبردست ایسا ہے کہ نہ ماننے پر فوراً عذاب بھیج سکتا ہے، مگر رحم والا بھی ہے، وہ لوگوں کو سنبھلنے کا موقعہ دیتا ہے، عذاب میں تاخیر کرتا ہے کہ شاید اب مان لیں، مگر جب لوگ کسی طرح نہیں مانتے تو عذاب کا کوڑا برس پڑتا ہے۔ چنانچہ آگے عبرت کے لئے مکذبین کے چند واقعات بیان فرمائے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہاں تک ڈھیل دی، جب کسی طرح نہ مانے تو پھر کیسے تباہ و برباد کیا!

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۱۲ؕ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝۱۳ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۱۴ۚ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝۱۵ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶ۙ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝۱۷ؕ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝۱۸ۙ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۹ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ۝۲۰ؕ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۲۱ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝۲۲ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۳ؕ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝۲۴ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۝۲۵ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۲۶ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۝۲۷ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲۸ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝۲۹ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۰ۚ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۱ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝۳۲ۚۖ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَاۗءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝۳۳ۧ

وَاِذْ	اور (یاد کرو) جب	اِلٰی هٰرُوْنَ	ہارون کی طرف	مَعَنَا	ہمارے ساتھ
نَادٰی	پکارا	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ	بنی اسرائیل کو
رَبُّكَ	تیرے رب نے	عَلَیَّ	مجھ پر	قَالَ	کہا اس نے
مُوْسٰٓی	موسیٰ کو	ذَنْبٌ	ایک جرم ہے	اَلَمْ	کیا نہیں
اَنِ ائْتِ[1]	کہ جائیے	فَاَخَافُ	پس ڈرتا ہوں میں	نُرَبِّكَ	پرورش کی ہم نے تیری
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ	ظالم لوگوں کے پاس	اَنْ	کہ	فِيْنَا	ہم میں
قَوْمَ فِرْعَوْنَ	فرعون کی قوم	يَّقْتُلُوْنِ	قتل کر دیں وہ مجھے	وَلِيْدًا	بچپن میں
اَلَا	کیا نہیں	قَالَ	فرمایا	وَّلَبِثْتَ	اور ٹھہرا رہا تو
يَتَّقُوْنَ	ڈرتے وہ!	كَلَّا	ہرگز نہیں	فِيْنَا	ہمارے درمیان
قَالَ	عرض کیا	فَاذْهَبَا	پس جاؤ تم دونوں	مِنْ عُمُرِكَ	تیری زندگی کے
رَبِّ	اے میرے رب!	بِاٰيٰتِنَآ	ہمارے احکام کے ساتھ	سِنِيْنَ	کئی سال
اِنِّیْٓ	بے شک میں	اِنَّا مَعَكُمْ	بیشک ہم تمہارے ساتھ	وَفَعَلْتَ	اور کی تو نے
اَخَافُ	ڈرتا ہوں	مُّسْتَمِعُوْنَ	سننے والے ہیں	فَعْلَتَكَ	تیری وہ حرکت
اَنْ	کہ	فَاْتِيَا	پس جاؤ تم دونوں	الَّتِیْ	جو
يُّكَذِّبُوْنِ	جھٹلائیں وہ مجھے	فِرْعَوْنَ	فرعون کے پاس	فَعَلْتَ	کی تو نے
وَيَضِيْقُ	اور تنگ ہو جائے	فَقُوْلَآ	پس کہو دونوں	وَاَنْتَ	اور تو
صَدْرِیْ	میرا سینہ	اِنَّا	بیشک ہم	مِنَ الْكٰفِرِيْنَ	ناشکروں میں سے ہے
وَلَا يَنْطَلِقُ	اور نہ چلے	رَسُوْلُ	پیغامبر ہیں	قَالَ	کہا
لِسَانِیْ	میری زبان	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے ربّ کے	فَعَلْتُهَآ	کیا میں نے وہ کام
فَاَرْسِلْ	پس (وحی) بھیجیں	اَنْ اَرْسِلْ[2]	کہ بھیج دے تو	اِذًا	تب

(۱) اَنْ: مفسرہ، نداء کی تفسیر کرتا ہے۔۔۔۔۔قوم فرعون: مفعول سے بدل ہے۔۔۔۔۔ألا یتقون: مستقل جملہ ہے، کیا وہ ظلم سے نہیں ڈرتے، استفہام تقریری ہے یعنی واقعی نہیں ڈرتے، اس لئے پیغمبر بھیجنے کی ضرورت پیش آئی (۲) اَنْ: مفسرہ ہے، رسالت کی تفسیر کرتا ہے۔

وَاَنَا	اور میں	رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ	جہانوں کے پالنہار؟	اِلَیْكُمْ	تمہاری طرف
مِنَ الضَّآلِّیْنَ	بے خبروں میں سے تھا	قَالَ	جواب دیا	لَمَجْنُوْنٌ	یقیناً پاگل ہے
فَفَرَرْتُ	پس بھاگ گیا میں	رَبُّ	(وہ) رب	قَالَ	کہا اس نے
مِنْكُمْ	تمہارے پاس سے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	رَبُّ الْمَشْرِقِ	(وہ) رب ہے مشرق کا
لَمَّا	جبکہ	وَالْاَرْضِ	اور زمین کا ہے	وَالْمَغْرِبِ	اور مغرب کا
خِفْتُكُمْ	ڈرا میں تم سے	وَمَا بَیْنَهُمَا	اور انکا جو انکے درمیان ہیں	وَمَا بَیْنَهُمَا	اور انکا جو انکے درمیان ہیں
فَوَهَبَ	پس بخشی	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم
لِیْ	مجھے	مُّوْقِنِیْنَ	یقین کرنے والے	تَعْقِلُوْنَ	سمجھتے
رَبِّیْ	میرے رب نے	قَالَ	کہا اس نے	قَالَ	کہا اس نے
حُكْمًا	دانشمندی	لِمَنْ	ان لوگوں سے جو	لَئِنِ	بخدا اگر
وَّجَعَلَنِیْ	اور بنایا مجھے	حَوْلَهٗۤ	اس کے اردگرد تھے	اتَّخَذْتَ	بنایا تو نے
مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ	رسولوں میں سے	اَلَا	کیا نہیں	اِلٰهًا	کوئی معبود
وَتِلْكَ [1]	اور وہ	تَسْتَمِعُوْنَ	سنتے تم؟	غَیْرِیْ	میرے سوا
نِعْمَةٌ	ایک احسان ہے	قَالَ	کہا اس نے	لَاَجْعَلَنَّكَ	تو ضرور کردوں گا میں تجھے
تَمُنُّهَا	جتلاتا ہے تو اس کو	رَبُّكُمْ	(وہ) تمہارا رب ہے	مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ	قیدیوں میں سے
عَلَیَّ	مجھ پر	وَرَبُّ	اور رب ہے	قَالَ	کہا اس نے
اَنْ [2]	(بایں وجہ) کہ	اٰبَآئِكُمُ	تمہارے اسلاف کا	اَوَلَوْ	کیا اور اگر
عَبَّدْتَّ	غلام بنایا تو نے	الْاَوَّلِیْنَ	اگلے	جِئْتُكَ	لاؤں میں تیرے پاس
بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	بنی اسرائیل کو	قَالَ	کہا اس نے	بِشَیْءٍ	کوئی چیز
قَالَ	پوچھا	اِنَّ رَسُوْلَكُمُ	بیشک تمہارا رسول	مُّبِیْنٍ	واضح
فِرْعَوْنُ	فرعون نے	الَّذِیْۤ	جو	قَالَ	کہا اس نے
وَمَا	اور کیا چیز ہے	اُرْسِلَ	بھیجا گیا ہے	فَاْتِ بِهٖۤ	پس لاتو اس کو

(۱) تلك: مبتدا، نعمة: خبر، تمنها: خبر کی صفت (۲) أن سے پہلے ب مقدر ہے، أی بأن عبدت۔

اِنْ كُنْتَ	اگر ہے تو	فَاِذَا هِيَ	پس اچانک وہ	يَدَهٗ	اپنا ہاتھ
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ	سچوں میں سے	ثُعْبَانٌ	اژدہا تھی	فَاِذَا هِيَ	پس اچانک وہ
فَاَلْقٰى	پس ڈالی اس نے	مُّبِيْنٌ	واضح	بَيْضَآءُ	سفید (چمکتا) تھا
عَصَاهُ	اپنی لاٹھی	وَّنَزَعَ	اور نکالا اس نے	لِلنّٰظِرِيْنَ	دیکھنے والوں کے لئے

پہلا قصہ قوم فرعون کا

جب فرعون اور اس کی قوم نے حق کو جھٹلایا، رسولوں کا انکار کیا، اور دعوت کا مرحلہ پورا ہو چکا تو سمندر نے فرعون اور اس کے لشکر کا بیڑا غرق کر دیا، صفحۂ ہستی سے ان کو مٹا دیا۔ ان کا تفصیلی واقعہ پیش کیا جاتا ہے:

اور (یاد کرو) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا —— یہ میدانِ سینا کا واقعہ ہے۔ جب طور پہاڑ پر موسیٰ علیہ السلام آگ لینے کے لئے پہنچے تو درخت میں آگ لگ رہی تھی، وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی تجلی تھی، جو آگ کی صورت میں دکھائی دے رہی تھی۔ ابھی موسیٰ علیہ السلام دور فاصلہ پر تھے کہ درخت سے آواز آئی —— کہ آپ ظالموں کے پاس یعنی فرعون کی قوم کے پاس جایئے —— وہ اللہ کے حق میں بھی ظالم تھے، شرک میں مبتلا تھے، جو اللہ کی حق تلفی ہے اور بنی اسرائیل پر بھی ستم ڈھا رہے تھے، ان کو غلام بنا رکھا تھا، اور ان سے ہر طرح کی بیگار لیتے تھے —— کیا وہ ڈرتے نہیں؟ —— جی ڈرتے نہیں! استفہام تقریری ہے، ان لوگوں کے دل میں اللہ کا ڈر تھا نہ ظلم کے انجام کا۔ اس لئے ان کو ڈرانے کی ضرورت تھی، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا، تاکہ وہ ان کو نتائج اعمال سے ڈرائیں۔

کارِ نبوت میں مددگار کی درخواست: —— انھوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں —— چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی تھی، وہ قبطیوں کے درمیان پلے بڑھے تھے، اس لئے وہ فرعون اور اس کی قوم کے مزاج سے خوب واقف تھے کہ وہ آسانی سے ماننے والی قوم نہیں، ضرور وہ لوگ دعوتِ حق کی تکذیب کریں گے —— اور میرا سینہ تنگ ہو جائے، اور میری زبان نہ چلے —— یعنی مجلس میں کوئی تائید کرنے والا نہ ہو تو ممکن ہے اس وقت ملول وحزیں ہو کر طبیعت رک جائے اور دل نہ کھلے، اور زبان میں کچھ لکنت پہلے سے تھی، اس لئے تنگ دل ہو کر بولنے میں رکاوٹ پیدا ہو جائے —— اس لئے ہارون کی طرف (بھی وحی) بھیجیں —— اور ان کو میرا شریک کار بنائیں، وہ موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ فصیح اللسان تھے —— اور ان کا میرے ذمہ ایک جرم ہے، اس لئے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں —— یعنی اگر خدانخواستہ وہ مجھے قتل کر دیں تو دعوت کا

کام ہارون علیہ السلام انجام دیں گے، کام میں خلل نہیں پڑے گا۔

درخواست قبول ہوئی: ــــ ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں ــــ یعنی ان کی کیا مجال کہ وہ تمہیں ہاتھ بھی لگا سکیں ــــ پس تم دونوں میرے احکام لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں ــــ یعنی تمہاری درخواست کے موافق ہارون کو بھی نبوت سے سرفراز کر دیا۔ پس ان کو ساتھ لو، اور ہمارے معجزات واحکام لے کر فرعون کے پاس پہنچو، ان نشانات کے ساتھ ہوتے ہوئے تمہیں کیا ڈر ہے! بلکہ ہم خود ہر موقعہ پر تمہارے ساتھ ہونگے، اور فریقین کی گفتگو سن رہے ہوں گے۔

دو پیغام دے کر بھیجا: ــــ پس تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، اور اس سے کہو: ہم رب العالمین کے فرستادے ہیں: تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو (ملک شام) جانے دے ــــ ان آیتوں میں دو پیغام ہیں، جن کے ساتھ موسیٰ وہارون علیہما السلام کو بھیجا گیا تھا: ایک: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت، ہم رب العالمین کے فرستادے ہیں کا یہی مطلب ہے، دوم: بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ۔ بنی اسرائیل کا وطن ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ملکِ شام تھا۔ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں وہ ملکِ مصر میں آبسے تھے، پہلے تو شاہی اعزاز کے ساتھ رہے، پھر غلام بنا دیئے گئے قبطی ان سے غلاموں کی طرح بیگار لیتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کی آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔

فرعون نے کس طرح داعیوں کا استقبال کیا؟ ــــ اس نے کہا: کیا ہم نے تمہیں بچپن میں اپنے پاس نہیں پالا؟ ــــ یعنی تم شیر خوار تھے، ہم نے اپنے گھر میں تمہاری بڑے ناز ونعم سے پرورش کی ــــ اور تم ہمارے پاس اپنی زندگی کے کئی سال رہے ــــ یعنی ہمارا کھا کر پلے بڑھے ــــ اور تم نے وہ حرکت کی جو کی ــــ ہم اسے بھولے نہیں، تم قبطی کو قتل کر کے بھاگے ہو ــــ اور تم ناسپاس لوگوں میں سے ہو ــــ یعنی ہماری بلّی اور ہم سے میاؤں! ہمارا کھایا اور ہم پر غرّا رہے ہو! ہم ہی کو کافر ٹھہرا رہے ہو، اور ہم ہی کو جہنمی بتا رہے ہو!

موسیٰ علیہ السلام کا جواب: ــــ انھوں نے جواب دیا: میں نے وہ حرکت تب کی تھی جب میں بے خبروں میں سے تھا، پس میں تمہارے پاس سے بھاگ گیا جب مجھے تمہارا ڈر لگا، پس میرے رب نے مجھے دانشمندی بخشی اور مجھ کو رسولوں میں شامل کر لیا ــــ یعنی قبطی کا خون میں نے دانستہ نہیں کیا، نادانی سے ہو گیا تھا، اور وہی میرے یہاں سے بھاگنے کا سبب بنا، کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ تم لوگ مجھے قتل کر دو گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ مجھے نبوت وحکمت سے سرفراز فرمائے، چنانچہ مجھے اس منصب پر فائز کیا، اور رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا، اور یہی میری صداقت کی دلیل ہے کہ جو شخص تم سے خوف کھا کر بھاگا تھا وہی آج بے خوف وخطر تم سے ہم کلام ہے ــــ یہاں 'ضلال' کے معنی

بے خبری ہیں، گمراہی نہیں۔ سورۃ الضحیٰ (آیت ۷) میں بھی یہی معنی ہیں: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى﴾: اور اللہ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا، پس آپ کو باخبر کیا۔ عربی میں ضلال کے کئی معنی آتے ہیں اور ہر جگہ اس کا مطلب گمراہی نہیں ہوتا، یہاں بھی اس کا ترجمہ ''گمراہ'' کرنا درست نہیں۔

اور وہ ایک احسان ہے جس کو تم میرے سامنے جتلاتے ہو، بایں وجہ کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے —— یعنی بچپن میں تم نے مجھے پالا، یہ ایک احسان ہے، جو تم آج مجھ پر جتلا رہے ہو، مگر سوچو تمہیں یہ احسان کرنے کا موقعہ کیوں ملا؟ اسی لئے نہ کہ تم اسرائیلی بچوں کو ذبح کرتے تھے، چنانچہ میری امی نے مجھے تابوت میں رکھ کر دریا میں چھوڑ دیا، اور میں تمہارے محل میں پہنچ گیا۔ اور تم نے مجھے اٹھالیا اور پالا، پس یہ احسان تو تمہارے زہرہ گداز مظالم کا نتیجہ تھا۔ اور بنی اسرائیل کو غلام بنانے کی وجہ سے تھا، پس وہ کیا احسان ہوا جو آج تم جتلا رہے ہو؟!

اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال و جواب: —— فرعون نے کہا: رب العالمین کیا چیز ہے؟ —— موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے کہا تھا کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں، اس پر فرعون نے یہ سوال کیا کہ رب العالمین کی حقیقت کیا ہے؟ —— موسیٰؑ نے جواب دیا: وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان ہیں، اگر تم یقین کرو —— تو یہ تعارف کافی ہے!

فرعون نے باری تعالیٰ کی حقیقت و ماہیت پوچھی تھی، مگر اللہ کی کُنہ اور حقیقت نہیں جانی جا سکتی، ان کو صفات ہی کے ذریعہ پہچانا جا سکتا ہے، اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی صفات بیان کیں، اور آگے بھی صفات ہی بیان کریں گے۔

اس نے اپنے اردگرد کے لوگوں سے کہا: کیا آپ لوگ سنتے نہیں! —— سوال از آسماں جواب از ریسماں! سوال آسمان کے بارے میں جواب رسّی کے بارے میں، اُوٹ پٹانگ جواب۔ اس طرح فرعون نے بات رلائی، اور اپنے چیلوں کا ایمان بچایا!

موسیٰؑ نے کہا: وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ داداوں کا رب ہے —— یعنی جس نے تم کو اور تمہارے اسلاف کو پیدا کیا وہی رب العالمین ہے —— اس نے کہا: بے شک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یقیناً پاگل ہے —— یعنی کس دیوانے کو رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس میں بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں، ہمارے باپ دادوں کی خبر لیتا ہے، اس کا دماغ عقل سے بالکل خالی ہے! یہ اپنی محفل میں متکلم کو بدنام کرنے کی آخری کوشش ہے۔

موسیٰؑ نے کہا: وہ رب ہے مشرق و مغرب کا، اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان ہیں، اگر تم سمجھتے ہو —— تو بوجھو! یعنی رب العالمین وہ ہے جو مشرق سے لے کر مغرب تک کا مالک ہے، اگر تم میں ذرا بھی عقل ہو تو غور کرو، یہ

عظیم الشان نظام کس نے بنایا ہے؟ اور اس کو برقرار رکھنے والا کون ہے؟ وہی ذات رب العالمین ہے، اور ہم اسی کے فرستادے ہیں۔

فرعون کی دھمکی:—— اس نے کہا: بخدا! اگر تو نے میرے سوا کوئی اور معبود تجویز کیا تو میں تجھے ضرور جیل بھیج دونگا —— کھسیانی بلّی کھمبا نوچے! شرمندہ دوسروں پر اپنی شرمندگی اتارتا ہے، جواب نہ بن پڑا تو لاٹھی اٹھائی، آخری بات سن کر جب فرعون مبہوت ہوگیا تو دھمکیوں پر اتر آیا۔

موسیٰ نے کہا: اگر میں کوئی واضح دلیل پیش کروں تب بھی! —— تیرا فیصلہ یہی رہے گا مجھے قید میں ڈال دے گا؟

—— اس نے کہا: پس پیش کر وہ دلیل اگر تو سچا ہے —— دیکھیں تیرے بھی بَل کہ تو کتنے پانی میں ہے!

پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی، اچانک وہ نمایاں اژدھا تھی، اور انھوں نے اپنا ہاتھ (بغل میں دے کر) نکالا تو وہ اچانک دیکھنے والوں کے لئے چمکتا تھا —— یہ موسیٰ علیہ السلام کے دو بڑے معجزے تھے۔ ان کو دیکھ کر فرعون حواس باختہ ہوگیا، اس کا اندازہ اگلی آیات سے ہوگا۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۥ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾

قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝٥٠ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٥١

ع ۴/۱۸

قَالَ	کہااس نے	فِی الْمَدَآئِنِ	شہروں میں	السَّحَرَةَ	جادوگروں کی
لِلْمَلَاِ (۱)	سرداروں سے	حٰشِرِيْنَ	جمع کرنے والوں کو	اِنْ كَانُوْا	اگر ہوں وہ
حَوْلَهٗۤ	اس کے اردگرد	يَاْتُوْكَ	لائیں وہ آپ کے پاس	هُمُ	ہی
اِنَّ هٰذَا	بے شک یہ	بِكُلِّ	تمام	الْغٰلِبِيْنَ (۳)	جیتنے والے
لَسٰحِرٌ	یقیناً جادوگر ہے	سَحَّارٍ	جادوگر	فَلَمَّا	پس جب
عَلِيْمٌ	ماہر	عَلِيْمٍ	ماہریں کو	جَآءَ	آئے
يُّرِيْدُ	چاہتا ہے	فَجُمِعَ	پس اکٹھا کئے گئے	السَّحَرَةُ	جادوگر
اَنْ	کہ	السَّحَرَةُ	جادوگر	قَالُوْا	کہاانھوں نے
يُّخْرِجَكُمْ	نکال دے تم کو	لِمِيْقَاتِ	خاص وقت کے لئے	لِفِرْعَوْنَ	فرعون سے
مِّنْ اَرْضِكُمْ	تمہاری زمین سے	يَوْمٍ	دن	اَئِنَّ	کیا بے شک
بِسِحْرِهٖ	اپنے جادو سے	مَّعْلُوْمٍ	معین کے	لَنَا	ہمارے لئے
فَمَاذَا	پس کیا	وَّقِيْلَ	اور کہا گیا	لَاَجْرًا	البتہ صلہ ہے
تَاْمُرُوْنَ	حکم دیتے ہو تم؟	لِلنَّاسِ	لوگوں سے	اِنْ كُنَّا	اگر ہوں ہم
قَالُوْۤا	کہاانھوں نے	هَلْ اَنْتُمْ	کیا تم	نَحْنُ	ہی
اَرْجِهْ (۲)	ڈھیل دیں اس کو	مُّجْتَمِعُوْنَ	اکٹھا ہونے والے ہو	الْغٰلِبِيْنَ	جیتنے والے
وَاَخَاهُ	اور اس کے بھائی کو	لَعَلَّنَا	شاید ہم	قَالَ	کہااس نے
وَابْعَثْ	اور بھیجیں	نَتَّبِعُ	پیروی کریں	نَعَمْ	ہاں

(۱) الملأ: جمع أملاء: سردارانِ قوم، سربرآوردہ لوگ......اور حولہ: حال کی جگہ میں ہے (۲) أرجہ: فعل امر، صیغہ واحد مذکر حاضر، ہ: ضمیر مفعول أرجأ الأمر: مؤخر کرنا، ملتوی کرنا، امر کے آخر سے ہمزہ تخفیفاً حذف کیا ہے (۳) پہلی دو جگہ الغالبین: کان کی خبر ہے، اس لئے حالت نصبی میں ہے، اور تیسری جگہ نحن کی خبر ہے، اس لئے حالت رفعی میں ہے۔

وَاِنَّكُمْ	اور بے شک تم	تَلْقَفُ (۱)	نگل رہی ہے	السِّحْرَ	جادو
اِذًا	تب تو	مَا	اس کو جو	فَلَسَوْفَ	پس عنقریب
لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ	نزدیک کئے ہوؤں میں سے ہو	يَاْفِكُوْنَ (۲)	گھڑ کر لائے ہیں وہ	تَعْلَمُوْنَ	جانو گے تم
		فَاُلْقِيَ	پس ڈالے گئے	لَاُقَطِّعَنَّ	ضرور کاٹوں گا میں
قَالَ لَهُمْ	کہا ان سے	السَّحَرَةُ	جادوگر	اَيْدِيَكُمْ	تمہارے ہاتھ
مُّوْسٰى	موسیٰ نے	سٰجِدِيْنَ	سجدے میں	وَاَرْجُلَكُمْ	اور تمہارے پاؤں
اَلْقُوْا	ڈالو	قَالُوْٓا	کہا انھوں نے	مِّنْ خِلَافٍ	مخالف جانب سے
مَآ اَنْتُمْ	جو کچھ تم	اٰمَنَّا	ایمان لائے ہم	وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ	اور ضرور سولی دونگا میں تمہیں
مُّلْقُوْنَ	ڈالنے والے ہو	بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے ربّ پر		
فَاَلْقَوْا	پس ڈالی انھوں نے	رَبِّ مُوْسٰى	موسیٰ کا رب	اَجْمَعِيْنَ	سبھی کو
حِبَالَهُمْ	اپنی رسیاں	وَهٰرُوْنَ	اور ہارون کا	قَالُوْا	کہا انھوں نے
وَعِصِيَّهُمْ	اور اپنی لاٹھیاں	قَالَ	کہا اس نے	لَا ضَيْرَ	کچھ حرج نہیں
وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	اٰمَنْتُمْ	ایمان لائے تم	اِنَّآ	بے شک ہم
بِعِزَّةِ	عزت کی قسم	لَهٗ	اس پر	اِلٰى رَبِّنَا	ہمارے رب کی طرف
فِرْعَوْنَ	فرعون کی	قَبْلَ	پہلے	مُنْقَلِبُوْنَ	البتہ لوٹنے والے ہیں
اِنَّا لَنَحْنُ	بے شک ہم ہی	اَنْ	اس سے کہ	اِنَّا	بے شک ہم
الْغٰلِبُوْنَ	جیتنے والے ہیں	اٰذَنَ لَكُمْ	اجازت دوں میں تمہیں	نَطْمَعُ	امید رکھتے ہیں
فَاَلْقٰى	پس ڈالی	اِنَّهٗ	بے شک وہ	اَنْ يَّغْفِرَ	کہ بخشیں گے
مُوْسٰى	موسیٰ نے	لَكَبِيْرُكُمُ	البتہ تمہارا بڑا ہے	لَنَا	ہمارے لئے
عَصَاهُ	اپنی لاٹھی	الَّذِيْ	جس نے	رَبُّنَا	ہمارے پروردگار
فَاِذَا هِيَ	پس اچانک وہ	عَلَّمَكُمُ	سکھلایا تمہیں	خَطٰيٰنَآ	ہماری خطائیں

(۱) تَلْقَفُ: مضارع، واحد مؤنث لَقِفَ (س) الشيئَ: اچک لینا، نگل جانا (۲) أفك (ض) الأمر عن وجهه: صحیح رخ سے پھیر دینا، الٹا کر دینا۔

أَنْ كُنَّآ	(اس وجہ سے) کہ ہم ہیں	أَوَّلَ	پہلے	الْمُؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے

فرعون معجزات کا مقابلہ کرتا ہے

موسیٰ علیہ السلام کا بڑا معجزہ ان کی لاٹھی تھی، جو اژدہا بن جاتی تھی، یہی معجزہ موسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے فرعون کو دکھایا۔ دوسرا معجزہ ید بیضاء تھا۔ ہاتھ بغل میں دے کر نکالتے تھے تو چمکنے لگتا تھا، پھر بغل میں دینے سے بجھ جاتا تھا۔ یہ معجزہ بھی پہلے معجزہ کے قبیل سے تھا، چنانچہ —— فرعون نے ارکانِ دولت سے جو اس کے پاس تھے، کہا: یہ بڑا ماہر جادوگر ہے، چاہتا ہے کہ تمھیں تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دے، پس تم کیا حکم دیتے ہو؟ —— فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو قرار دیا۔ اس نے ارکانِ دولت سے مشورہ کیا کہ اس کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ اگر ہم اس کا مقابلہ نہیں کریں گے تو یہ ہمیں اپنے ملک سے بے دخل کردے گا —— انھوں نے کہا: اُسے اور اس کے بھائی کو ڈھیل دیں، اور شہروں میں ہرکارے دوڑائیں، جو آپ کے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آئیں —— یعنی لوہے کو فولاد کاٹتا ہے، آپ کے ملک میں جادوگروں کی کمی نہیں، آپ دونوں کے معاملہ میں ڈھیلے (تاخیر) کریں، اور ہر شہر میں چپراسی بھیج دیں، جو سب ماہر جادوگروں کو آپ کی خدمت میں لے آئیں، اور آپ اُن کے ذریعہ اِن کا مقابلہ کریں۔

پس جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت کے لئے جمع کئے گئے —— سورۂ طٰہٰ (آیت ۵۹) میں ہے: موسیٰ نے کہا: ”تمہارا وعدے کا وقت جشن کا دن ہے، اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائیں“ —— اور لوگوں سے کہا گیا: ”کیا تم اکٹھے ہوؤ گے، شاید ہم جادوگروں کی پیروی کریں اگر وہی جیتیں —— یعنی منادی کرائی کہ سب لوگوں کو موقعہ پر جمع ہونا چاہئے۔ امید قوی ہے کہ ہمارے جادوگر غالب آئیں گے، اور جب مقابلہ میں ہمارا پلّہ بھاری رہے گا تو سارا ملک انہیں کی راہ پر چلے گا۔ کسی کے لئے ہمارے طریقہ سے منحرف ہونے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔

پس جب جادوگر آگئے تو انھوں نے فرعون سے کہا: کیا ہمارے لئے کچھ صلہ ہے اگر ہم جیتے؟ —— جادوگر، کاہن، جوتشی اور عامل کسی کا کام مفت نہیں کرتے، وہ کاروبار کرتے ہیں، اور ان کی آمدنی ہی ان کی معیشت ہے، پس جادوگروں نے اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا —— فرعون نے کہا: ہاں! اور تم مقربین میں شامل ہوجاؤ گے —— یعنی وقتی انعام سے بھی نوازے جاؤ گے، اور تمہارا دائمی اکرام بھی ہوگا، تم میرے خاص مصاحبوں میں شمار کئے جاؤ گے۔

موسیٰ نے جادوگروں سے کہا: ”ڈالو تمہیں جو کچھ ڈالنا ہے“ —— یعنی تم پہلے اپنی طاقت آزمالو! —— پس

انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں، اور انھوں نے کہا: فرعون کی عزت کی قسم! ہم ہی جیتیں گے! —— یعنی فرعون کی ـــ جے ہو! ہم ہی پالا ماریں گے! سورۂ طٰہٰ (آیت ۶۶) میں ہے: ''پس یکا یک ان کی رسّیاں اور لاٹھیاں، ان کے جادو کی وجہ سے موسیٰ کے خیال میں آنے لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں'' یعنی نظر بندی کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو وہ رسیاں اور لاٹھیاں سانپوں کی شکل میں دوڑتی نظر آئیں، مگر واقعہ ایسا نہیں تھا —— پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی، وہ اچانک نگلنے لگی اس سوانگ کو جو وہ بنالائے تھے —— یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ڈالی تو اس نے اژدھا بن کر ساحروں کے تمام شعبدوں کو نگل لیا، اور تھوڑی دیر میں میدان صاف ہو گیا، اور ساحر اپنے سحر میں ناکام ہو گئے —— پس جادوگر سجدے میں ڈال دیئے گئے —— یعنی بہ توفیقِ الٰہی وہ ایمان سے سرفراز ہوئے، اور اپنا ایمان وانقیاد ظاہر کرنے کے لئے وہ سجدہ ریز ہوئے، اور —— انھوں نے کہا: ''ہم رب العالمین پر ایمان لائے، جو موسیٰ وہارون کے رب ہیں —— اس طرح فرعون کا سارا کھیل بکھر گیا، موسیٰ علیہ السلام کو شکست دینے کی جو آخری صورت تھی وہ بھی ہاتھ سے گئی، اور اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں مصری عوام ہاتھ سے نہ جائیں، چنانچہ —— فرعون نے کہا: تم اس پر ایمان لے آئے، اس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دیتا —— یعنی تم میری رعایا ہو، میدانِ مقابلہ میں میرے نمائندے ہو، پھر مجھ سے پوچھے بغیر کیوں ایمان لائے؟ —— وہ یقیناً تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے —— اور یہ مقابلہ بازی تمہاری ملی بھگت ہے، اب میں تمہیں عبرتناک سزا دونگا، تاکہ آئندہ کسی کو ایسی غداری کی ہمت نہ ہو —— پس تم عنقریب جانوگے: میں ضرور تمہارے مخالف جانب سے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا، اور میں ضرور تم کو سولی پر لٹکاؤں گا —— فرعون کی سزائیں ضرب المثل ہیں، وہ جس کو قتل کرتا چومیخا کرتا، اور تڑپا تڑپا کر مارتا، مگر جادوگروں نے جواب ایمان لاچکے تھے بڑی بہادری سے جواب دیا —— انھوں نے کہا: کچھ حرج نہیں! ہم یقیناً اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں، ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری خطائیں معاف فرمائے گا، اس وجہ سے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں —— ان مؤمنین نے کہا: کرلے تجھے جو کرنا ہے! ہمیں بہر حال مرکر اللہ کے یہاں جانا ہے، اس طرح مریں گے تو شہادت کا درجہ ملے گا، اور چونکہ ہم نے بھرے مجمع میں ظالم فرعون کے روبہ رو سب سے پہلے ایمان قبول کیا ہے اس لئے ہمیں امید ہے کہ حق تعالیٰ ہماری اِس لغزش کو معاف فرمائیں گے جو ہم سے ایک سچے پیغمبر کے مقابلہ میں سرزد ہوئی۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿٥٢﴾ فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي

الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ ع

وَاَوْحَيْنَآ	اور وحی بھیجی ہم نے	اِنَّ	بے شک	مِّنْ جَنّٰتٍ	باغات سے
اِلٰى مُوْسٰٓى	موسیٰ کی طرف	هٰٓؤُلَآءِ	یہ لوگ	وَّعُيُوْنٍ	اور چشموں سے
اَنْ	کہ	لَشِرْذِمَةٌ[۲]	البتہ جماعت ہے	وَّكُنُوْزٍ	اور خزانوں
اَسْرِ	رات میں لے چلیں	قَلِيْلُوْنَ	تھوڑی	وَّمَقَامٍ	اور ٹھکانوں
بِعِبَادِيْٓ	میرے بندوں کو	وَاِنَّهُمْ	اور بے شک وہ	كَرِيْمٍ	عمدہ (سے)
اِنَّكُمْ	بے شک تم	لَنَا	ہمیں	كَذٰلِكَ[۵]	ایسا ہی (ہوا)
مُّتَّبَعُوْنَ[۱]	پیچھا کیے ہوئے ہو	لَغَآئِظُوْنَ[۳]	انتہائی غصہ دلانے والے ہیں	وَاَوْرَثْنٰهَا	اور وارث بنایا ہم نے ان کا
فَاَرْسَلَ	پس بھیجے	وَاِنَّا	اور بے شک ہم	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	بنی اسرائیل کو
فِرْعَوْنُ	فرعون نے	لَجَمِيْعٌ	البتہ بڑی جماعت ہیں	فَاَتْبَعُوْهُمْ	پس پیچھا کیا انھوں نے ان کا
فِي الْمَدَآئِنِ	شہروں میں	حٰذِرُوْنَ[۴]	مسلّح	مُّشْرِقِيْنَ	سورج نکلنے کے وقت
حٰشِرِيْنَ	جمع کرنے والے	فَاَخْرَجْنٰهُمْ	پس نکالا ہم نے ان کو	فَلَمَّا	پس جب

(۱) مُتَّبَع: اسم مفعول، اتّباع: پیچھا کرنا (۲) شِرْذِمَةٌ: قلیل جماعت (۳) غائظ: اسم فاعل: غصہ دلانے والا مادہ غیظ: انتہائی غصہ (۴) حاذر: اسم فاعل، مادہ حَذِرٌ: خوفناک بات سے بچنا، اور چونکہ خطرہ کے موقع پر ہتھیار باندھے جاتے ہیں اس لئے مسلّح ترجمہ کیا ہے (۵) كذلك: مستقل جملہ ہے أى كذلك فعلنا۔

تَرَآءَ	ایک دوسرے کو	اَنِ	کہ	اَجۡمَعِيۡنَ	سبھی کو
	دیکھنے لگیں	اضۡرِبۡ	ماریئے	ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا	پھر ڈبو دیا ہم نے
الۡجَمۡعٰنِ	دونوں جماعتیں	بِّعَصَاكَ	اپنی لاٹھی سے	الۡاٰخَرِيۡنَ	دوسروں کو
قَالَ	کہا	الۡبَحۡرَ	سمندر کو	اِنَّ	بے شک
اَصۡحٰبُ مُوۡسٰٓى	موسیٰ کے ساتھیوں نے	فَانۡفَلَقَ (۲)	پس پھٹ گیا سمندر	فِىۡ ذٰلِكَ	اس میں
اِنَّا	بے شک ہم	فَكَانَ	پس تھا	لَاٰيَةً	البتہ بڑی نشانی ہے
لَمُدۡرَكُوۡنَ (۱)	یقیناً پالئے گئے	كُلُّ فِرۡقٍ	ہر ٹکڑا	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھے
قَالَ	کہا	كَالطَّوۡدِ	جیسے پہاڑ	اَكۡثَرُهُمۡ	ان کے اکثر
كَلَّا	ہرگز نہیں	الۡعَظِيۡمِ	بڑا	مُّؤۡمِنِيۡنَ	ایمان لانے والے
اِنَّ مَعِىَ	بے شک میرے ساتھ	وَاَزۡلَفۡنَا	اور نزدیک لے آئے ہم	وَاِنَّ	اور بے شک
رَبِّىۡ	میرا رب ہے	ثَمَّ	اس جگہ	رَبَّكَ	تیرا رب
سَيَهۡدِيۡنِ	عنقریب راہ دکھائے	الۡاٰخَرِيۡنَ	دوسروں کو	لَهُوَ	البتہ وہ
	گا مجھے	وَاَنۡجَيۡنَا	اور بچالیا ہم نے	الۡعَزِيۡزُ	زبردست
فَاَوۡحَيۡنَآ	پس وحی بھیجی ہم نے	مُوۡسٰى	موسیٰ کو	الرَّحِيۡمُ	بڑا مہربان ہے
اِلٰى مُوۡسٰٓى	موسیٰ کی طرف	وَمَنۡ مَّعَهٗۤ	اور ان کے ساتھیوں کو	۞	۞

فرعون اور اس کی قوم کا آخری انجام

جب عرصۂ دراز تک سمجھانے اور نشانات دکھلانے کے باوجود فرعون نے حق کو قبول نہ کیا، اور بنی اسرائیل کو ستانا نہ چھوڑا تو ان کے آخری فیصلے کا وقت آگیا ـــــ اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ رات میں لے چلیں میرے بندوں کو، بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا ـــــ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام رات میں بنی اسرائیل کو لے کر شہر سے نکل گئے، موسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی بتادیا تھا کہ فرعونی تمہارا پیچھا کریں گے، تم گھبرانا نہیں ـــــ پس فرعون نے شہروں میں چپراسی بھیجے ـــــ تاکہ فوج جمع کرلائیں۔ اس زمانہ میں ہر شخص فوجی ہوتا تھا، ہر شخص جنگ لڑنے کی تربیت پائے

(۱) مُدۡرَكٌ: اسم مفعول، إدراك: پانا، اصلی معنی: کسی چیز کا اپنی انتہا کو پہنچ جانا (۲) اِنفلاق: پھٹ جانا۔

ہوئے ہوتا تھا ـــــ اور فرعون نے ہرکاروں کے ذریعہ ملک کے لوگوں کو تین باتیں کہلوائیں:

۱- بے شک یہ لوگ مٹھی بھر جماعت ہیں ـــــ اور ہماری بھاری تعداد ہے، پس ان سے نمٹنا کچھ مشکل نہیں، لوگ بے خوف ہو کر نکلیں۔

۲- اور بے شک وہ ہمیں انتہائی غصہ دلانے والے ہیں ـــــ کیونکہ وہ خفیہ چالاکی سے نکل گئے ہیں، اور ہمارا بہت سازیور بھی عاریت کے بہانے لے گئے ہیں، غرض ہمیں احمق بنا کر گئے ہیں، اس لئے ضرور ان کا تعاقب کرنا چاہئے۔

۳- اور بے شک ہم مسلح بھاری جماعت ہیں ـــــ یعنی ہم بنی اسرائیل سے تعداد میں زیادہ ہیں اور مسلّح ہیں، اور وہ نہتے ہیں، ان کا مقابلہ کیا مشکل ہے، نکلو ابھی ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیتے ہیں ـــــ چونکہ بنی اسرائیل غلام تھے، اس لئے ان کو ہتھیار رکھنے کی اور فوجی تربیت حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور قبطی حاکم قوم تھی، اس لئے ہر شخص فوجی تربیت حاصل کئے ہوئے تھا۔ اور ہر شخص کے پاس ہتھیار تھے، تاکہ کسی بھی ممکنہ خطرہ سے نمٹا جاسکے۔

پس ہم نے ان کو باغات سے، چشموں سے، خزانوں سے اور عمدہ ٹھکانوں سے نکالا ـــــ یعنی فرعون کی مذکورہ باتیں سن کر پورا ملک جوش میں آگیا، اور قبطی گھربار، مال ودولت، باغ کھیتیاں اور شاندار کوٹھیاں چھوڑ کر بنی اسرائیل کے تعاقب کے لئے نکل پڑے ـــــ ایسا ہی ہوا ـــــ یعنی اس تدبیر سے اللہ تعالیٰ سب سرغنوں کو لے چلے ـــــ اور ہم نے ان چیزوں کا بنی اسرائیل کو وارث بنایا ـــــ یعنی ان تعاقب کرنے والوں کو پھر لوٹنا نصیب نہ ہوا، دنیا کی یہ سب نعمتیں بنی اسرائیل کے حصے میں آئیں ـــــ خیال رہے کہ ﴿وَأَوْرَثْنَاهَا﴾ سے فرعون کے متروکات ہی مراد نہیں، بلکہ دنیا کی یہ نعمتیں مراد ہیں، خواہ کہیں سے حاصل ہوں۔ کہنا صرف یہ ہے کہ فرعونی ان سب چیزوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر نکل چلے، اور بنی اسرائیل ان کے بعد دنیا میں پھلے پھولے!

پس ان لوگوں نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا سورج نکلنے کے وقت ـــــ یعنی ایک صبح انہیں جالیا ـــــ پھر جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: ''بے شک ہم پکڑے گئے!'' ـــــ یعنی دشمن سر پے آلیا، اب ان کے ہاتھ سے کیسے بچیں گے؟ آگے سمندر کی ٹھاٹھیں مارتی موجیں ہیں، اور پیچھے کوہ پیکر لشکر چلا آرہا ہے! اب بچنے کی کوئی راہ نہیں! ـــــ موسیٰ نے کہا: ''ہر گز نہیں! میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ ابھی مجھے راستہ دکھائے گا ـــــ یعنی گھبراؤ نہیں، اللہ کے وعدوں پر اطمینان رکھو، اس کی حمایت ونصرت میرے ساتھ ہے، وہ یقیناً ہمارے لئے کوئی راستہ نکال دے گا، ناممکن ہے کہ دشمن ہم کو پکڑ سکے۔

پس ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سے سمندر کو ماریں، پس سمندر پھٹ گیا، اور ہر ٹکڑا بڑے پہاڑ کی

طرح ہوگیا ــــ یعنی سمندر بارہ جگہ سے پھٹ گیا، اور خشک راستے نکل آئے، بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے الگ الگ راہوں سے گذر گئے، اور بیچ میں پانی پہاڑ کی طرح کھڑا رہا ــــ اور ہم دوسروں کو اس جگہ قریب لے آئے، اور ہم نے موسیٰ کو اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی، اور دوسروں کو غرقاب کردیا ــــ یعنی جتنی دیر میں بنی اسرائیل سمندر سے پار ہوئے فرعونی لشکر بھی قریب آگیا، اور دریا میں راستے دیکھ کر بے سوچے سمجھے بنی اسرائیل کے پیچھے سمندر میں گھس پڑا۔ جب تمام لشکر دریا کی لپیٹ میں آگیا تو موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی سے پھر دریا پر لاٹھی ماری، چنانچہ پانی کے پہاڑ ایک دوسرے سے مل گئے، اور سب فرعون لقمۂ اجل بن گئے۔

بے شک اس میں (مشرکینِ مکہ کے لئے) بڑی نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور آپ کا رب یقیناً زبردست بڑا مہربان ہے ــــ یہ سب واقعات مشرکین مکہ کو سنائے جارہے ہیں تاکہ وہ عبرت پکڑیں، مگر کتے کی دم ٹیڑھی رہے گی، ان میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے، پھر ان پر عذاب کیوں نہیں آسکتا؟ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں! مگر ابھی دعوت کا مرحلہ چل رہا ہے، اس لئے ان کو سنبھلنے کا موقعہ دیا جارہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑے مہربان بھی ہیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ

سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِیْلَ لَهُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شٰفِعِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾

ع ۵ / ۹

وَاتْلُ	اور پڑھیں آپ	عٰكِفِیْنَ	جمے بیٹھے	قَالَ	کہا اس نے
عَلَیْهِمْ	ان کے سامنے	قَالَ	کہا اس نے	اَفَرَءَیْتُمْ	بتلاؤ
نَبَاَ	خبر	هَلْ	کیا	مَّا كُنْتُمْ	جن کی
اِبْرٰهِیْمَ	ابراہیمؑ کی	یَسْمَعُوْنَكُمْ	سنتے ہیں وہ تمہاری	تَعْبُدُوْنَ	تم عبادت کیا کرتے ہو
اِذْ قَالَ	جب کہا انھوں نے	اِذْ	جب	اَنْتُمْ	تم
لِاَبِیْهِ	اپنے باپ سے	تَدْعُوْنَ	پکارتے ہو تم	وَاٰبَآؤُكُمُ	اور تمہارے باپ
وَقَوْمِهٖ	اور اپنی قوم سے	اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ	یا نفع پہنچاتے ہیں وہ تمہیں	الْاَقْدَمُوْنَ	پرانے
مَا تَعْبُدُوْنَ	کس کو پوجتے ہو تم؟	اَوْ یَضُرُّوْنَ	یا نقصان پہنچاتے ہیں وہ	فَاِنَّهُمْ	پس بے شک وہ
قَالُوْا	کہا انھوں نے	قَالُوْا	انھوں نے کہا	عَدُوٌّ لِّیْۤ	دشمن ہیں میرے
نَعْبُدُ	پوجتے ہیں ہم	بَلْ وَجَدْنَاۤ	بلکہ پایا ہم نے	اِلَّا (۱)	لیکن
اَصْنَامًا	مورتیوں کو	اٰبَآءَنَا	اپنے باپوں کو	رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ	جہانوں کے پالنہار
فَنَظَلُّ	پس رہتے ہیں ہم	كَذٰلِكَ	اسی طرح	الَّذِیْ	جس نے
لَهَا	ان کے سامنے	یَفْعَلُوْنَ	کرتے ہوئے	خَلَقَنِیْ	پیدا کیا مجھے

(۱) استثناء منقطع ہے، کیونکہ رب العالمین: ما کنتم تعبدون کی جنس سے نہیں۔

فَهُوَ	پس وہ	وَاَلْحِقْنِيْ	اور ملائیں آپ مجھے	وَ اُزْلِفَتِ	اور نزدیک کی گئی
يَهْدِيْنِ	مجھے راہ دکھاتا ہے	بِالصّٰلِحِيْنَ	نیک لوگوں کے ساتھ	الْجَنَّةُ	جنت
وَالَّذِيْ	اور جو کہ	وَاجْعَلْ لِّيْ	اور بنائیں میرے لئے	لِلْمُتَّقِيْنَ	پرہیزگاروں سے
هُوَ	وہ	لِسَانَ صِدْقٍ	سچی زبان	وَبُرِّزَتِ	اور ظاہر کی گئی
يُطْعِمُنِيْ	کھلاتا ہے مجھے	فِي الْاٰخِرِيْنَ	پچھلوں میں	الْجَحِيْمُ	دوزخ
وَيَسْقِيْنِ	اور پلاتا ہے مجھے	وَاجْعَلْنِيْ	اور بنائیں مجھے	لِلْغٰوِيْنَ	گمراہوں کے لئے
وَاِذَا	اور جب	مِنْ وَّرَثَةِ	وارثوں میں سے	وَقِيْلَ	اور کہا گیا
مَرِضْتُ	بیمار پڑتا ہوں میں	جَنَّةِ النَّعِيْمِ	نعمتوں کے باغ کے	لَهُمْ	ان سے
فَهُوَ	تو وہ	وَاغْفِرْ	اور بخشش فرمائیں	اَيْنَمَا كُنْتُمْ	جہاں بھی رہے تم
يَشْفِيْنِ	شفا بخشتا ہے مجھے	لِاَبِيْٓ	میرے باپ کی	تَعْبُدُوْنَ	پوجتے رہے
وَالَّذِيْ	اور جو	اِنَّهٗ كَانَ	بے شک ہے وہ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ کے علاوہ کو
يُمِيْتُنِيْ	مارے گا مجھے	مِنَ الضَّآلِّيْنَ	گمراہوں میں سے	هَلْ	کیا
ثُمَّ يُحْيِيْنِ	پھر زندہ کرے گا مجھے	وَلَا تُخْزِنِيْ	اور نہ رسوا کریں آپ مجھے	يَنْصُرُوْنَكُمْ	مدد کرتے ہیں وہ تمہاری
وَالَّذِيْٓ	اور جو کہ	يَوْمَ	جس دن	اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ	یا اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں وہ
اَطْمَعُ	امید رکھتا ہوں میں	يُبْعَثُوْنَ	اٹھائے جائیں گے لوگ	فَكُبْكِبُوْا	پس اوندھے منہ ڈالے گئے
اَنْ يَّغْفِرَ	کہ بخشے گا	يَوْمَ	جس دن	فِيْهَا	دوزخ میں
لِيْ	میرے لئے	لَا يَنْفَعُ	کام نہیں آئے گا	هُمْ	وہ
خَطِيْٓـَٔتِيْ	میری خطاؤں کو	مَالٌ	مال	وَالْغٰوٗنَ	اور گمراہ لوگ
يَوْمَ الدِّيْنِ	جزاء کے دن	وَّلَا بَنُوْنَ	اور نہ بیٹے	وَجُنُوْدُ	اور لشکر
رَبِّ (۱)	اے میرے ربّ!	اِلَّا مَنْ	لیکن جو	اِبْلِيْسَ	ابلیس کا
هَبْ لِيْ	بخشیں آپ مجھے	اَتَى اللّٰهَ	آیا اللہ کے پاس	اَجْمَعُوْنَ	سبھی
حُكْمًا	دانشمندی	بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ	محفوظ دل کے ساتھ	قَالُوْا	کہا انھوں نے

(۱) مکالمہ ختم ہوکر دعا شروع فرمادی ہے۔

وَهُمْ	اور وہ	وَمَآ اَضَلَّنَآ	اور نہیں گمراہ کیا ہمیں	فَنَكُوْنَ	پس ہوتے ہم
فِيْهَا	دوزخ میں	اِلَّا	مگر	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والوں میں سے
يَخْتَصِمُوْنَ	جھگڑ رہے ہیں	الْمُجْرِمُوْنَ	مجرموں نے	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں
تَاللّٰهِ	بخدا	فَمَا لَنَا	پس نہیں ہے ہمارے لئے	لَاٰيَةً	البتہ بڑی نشانی ہے
اِنْ كُنَّا	بیشک تھے ہم	مِنْ شَافِعِيْنَ	کوئی سفارش کرنیوالا	وَمَا كَانَ	اور نہیں ہیں
لَفِيْ ضَلٰلٍ	گمراہی میں	وَلَا صَدِيْقٍ	اور نہ کوئی دوست	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر
مُّبِيْنٍ	کھلی	حَمِيْمٍ	غم گسار	مُّؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے
اِذْ	کیونکہ	فَلَوْ اَنَّ	پس کاش ہوتا	وَاِنَّ رَبَّكَ	اور بیشک آپ کا رب
نُسَوِّيْكُمْ	برابر ٹھہراتے تھے ہم تمکو	لَنَا	ہمارے لئے	لَهُوَ الْعَزِيْزُ	البتہ وہ زبردست
بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے پالنہار کیساتھ	كَرَّةً	پلٹنا	الرَّحِيْمُ	بڑا مہربان ہے

دوسرا قصہ قومِ ابراہیم علیہ السلام کا

اگر کسی مصلحت سے منکرین پر دنیا میں عذاب نہ آئے تو آخرت کا عذاب ان کے لئے تیار ہے

ربط: مکہ کے منکرینِ توحید ورسالت کو گذشتہ اقوام کے واقعات سنائے جارہے ہیں کہ جب ان قوموں نے نبیوں کو جھٹلایا، اور اتمام حجت ہو چکا تو عذاب الٰہی نازل ہوا، اور ان کا وجود ختم کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے قوم موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنایا، اب اس کے بالمقابل دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا سنایا جا رہا ہے۔ اُس قوم پر کسی مصلحت سے دنیا میں عذاب نہیں آیا، مگر وہ مرتے ہی آخرت کے عذاب سے دوچار ہوئے، پس منکرینِ مکہ پر بھی اگر تباہ کن عذاب نہ آئے تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ بچ گئے، ان کے لئے عذابِ آخرت تیار ہے۔ اور آخرت میں دیر کیا ہے؟ مرا اور آخرت شروع ہوگئی من مات فقد قامت قیامتہ: موت آتے ہی ہر شخص کی قیامت شروع ہو جاتی ہے، یعنی جزاؤسزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، آنکھ بند ہوتے ہی کھل جاتی ہے!

اور اسی تقابل کی وجہ سے قوم ابراہیمؑ کا واقعہ قوم نوحؑ کے واقعہ سے پہلے بیان کیا ہے، زمانہ قوم نوحؑ کا مقدم ہے۔ مگر اس کو بعد میں لائے ہیں، کیونکہ یہ واقعہ قوم موسیٰ کے واقعہ کے مقابلہ میں سنایا گیا ہے۔ قوم موسیٰ پر عذاب دنیا میں آیا، اور قوم ابراہیمؑ پر دنیا میں عذاب نہیں آیا۔ وہ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل (عراق) کے شہر اُور میں پیدا ہوئے، ان کی قوم بت پرستی اور ستارہ پرستی میں مبتلا

تھی۔ آپ نے اپنے باپ آزر کو اور اپنی قوم کو سمجھایا، پھر بادشاہِ وقت نمرود سے مناظرہ کیا، اور اس کو توحید کے دلائل بیان کر کے ششدر کر دیا۔ مگر بدبختوں نے آپ کی ایک نہ سنی، بلکہ آپ کو ستانے اور ایذا رسانی پر کمر باندھی، اور ظالموں نے آپ کو دہکتی آگ میں ڈالا، مگر اللہ نے اس کو ٹھنڈا کر دیا۔ آخر آپ نے تنگ آ کر ہجرت کی، اور مختلف جگہ ہوتے ہوئے آخر میں فلسطین میں اقامت گزیں ہوئے، اور وہاں ۱۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں تین مضمون ہیں: ابطالِ شرک، اثباتِ توحید اور قوم کا آخری انجام۔

اور آپ لوگوں کو (مکہ والوں) کو ابراہیمؑ کا قصہ پڑھ کر سنائیں

۱- بطلانِ شرک: ——— جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: "تم کس چیز کو پوجتے ہو" ——— یعنی یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو؟ ان کی حقیقت کیا ہے؟ اور ان کے معبود ہونے کی دلیل کیا ہے؟

ان لوگوں نے کہا: ہم مورتیوں کو پوجتے ہیں، ہم دن بھر ان سے لگے بیٹھے رہتے ہیں ——— یعنی یہ گذشتہ نیک لوگوں کے پیکر ہیں، ہم ان کی مورتوں کو پوجتے ہیں، اور ان کی ہمارے دل میں اس قدر عقیدت ہے کہ ہم دن بھر آسن جما کر (مصلیٰ بچھا کر) ان سے لگے بیٹھے رہتے ہیں۔

ابراہیمؑ نے پوچھا: "کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم ان کو پکارتے ہو؟ یا وہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا ضرر پہنچاتے ہیں؟" ——— یعنی جب مشکلات میں ان کی دُہائی دیتے ہو، مدد کے لئے ان کو پکارتے ہو تو وہ تمہاری بات سنتے ہیں؟ یا پوجنے پر کچھ نفع یا نہ پوجنے پر کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ ——— کچھ بھی نہیں، نہ وہ بات سنتے ہیں اور نہ نفع وضرر کے مالک ہیں، کیونکہ وہ بے جان مورتیں ہیں، اور جن لوگوں کی وہ مورتیں ہیں وہ غائب ہیں، اور وہ عالم الغیب بھی نہیں، پھر ان کو پکارنے سے کیا فائدہ؟

ان لوگوں نے جواب دیا: "بلکہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے!" ——— یعنی ٹھیک ہے، وہ نہ ہماری سنتے ہیں، نہ نفع وضرر کے مالک ہیں، مگر ہماری عقیدت اور پرستش کا مدار ان منطقی دلائل پر نہیں، ہماری تو سو دلیلوں کی ایک دلیل ہے کہ ہمارے بڑے اسی طرح کرتے آئے ہیں، اور ہم ان کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔

ابراہیمؑ نے کہا: "پس سنو! جن کی تم عبادت کرتے ہو، تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی، وہ میرے دشمن ہیں ——— یعنی سن لو! اب میں بے خوف وخطر اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے ان معبودوں سے میری لڑائی ہے، اگر ان میں کچھ طاقت ہے تو مجھ کو نقصان پہنچا کر دیکھیں:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے ❁ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

۲و۳-توحید کا اثبات اور معبود حقیقی کی صفات: ـــــ مگر رب العالمین، جنھوں نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری راہ نمائی کرتے ہیں ـــــ سورۂ طٰہٰ (آیت ۵۰) میں ہے: موسیٰ نے جواب دیا: ''ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی بناوٹ دی، پھر اس کو راہ دکھائی'' یعنی پہلے ہر چیز کو وجود بخشا، اس کی صورت بنائی، پھر ہر چیز کے بقاء کا سامان کیا، اور ہر مخلوق کو اس سامان کے استعمال کی راہ سُجھائی، اور خاص انسان کے لئے اس کی روح کا سامان بھی مہیا کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی بات کہی ہے ـــــ اور جو مجھے کھلاتے پلاتے ہیں ـــــ یعنی وہی میرے رزاق ہیں ـــــ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا بخشتے ہیں ـــــ یعنی وہی شافی ہیں ـــــ اور جو مجھ کو ماریں گے پھر مجھے زندہ کریں گے ـــــ یعنی وہی زندہ کرنے والے اور مارنے والے ہیں ـــــ اور جن سے میں امیدوار ہوں کہ قیامت کے دن وہ میری خطاؤں کو معاف کریں گے ـــــ یعنی وہی غفار ہیں، اسی کی مہربانی سے معافی کی توقع ہے، کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفتیں ذکر کی ہیں: وہی سارے جہانوں کا رب (پالنہار) خالق، ہادی، رزّاق، شافی، مُحیی (جلانے والا) مُمیت (مارنے والا) اور غفار (بخشنے والا) ہے۔ جس کی یہ صفات ہیں وہی معبود ہے، اور تمہارے معبودوں میں سے کوئی ایک بات کا بھی مالک نہیں، پھر وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں: اثباتِ توحید کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پانچ دعائیں کیں، جن میں مشرکین کو بہت کچھ فہمائش کی، خاص طور پر اپنے باپ کو بہت کچھ سنایا ـــــ اے میرے پروردگار! مجھے حکمت عطا فرما، اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا، اور آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ، اور مجھے نعمتوں کے باغ کا وارث بنا، اور میرے باپ کی بخشش فرما، کیونکہ وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے، اور مجھے رسوانہ کرنا جس دن سب لوگ زندہ ہو کر اٹھیں گے، جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے، مگر جو اللہ کے پاس محفوظ دل کر پہنچا!

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پانچ دعائیں کی ہیں، اور ہر دعا میں مشرکین کے لئے فہمائش ہے، اور آخری دعا میں تو اپنے باپ کو بہت کچھ سمجھایا ہے:

پہلی دعا: حکمت (دانشمندی) کے لئے کی ہے، یہ علم کا آخری درجہ ہے، اور سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶۹) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں حکمت (دین کا فہم) دیتے ہیں، اور جس کو دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔ اس دعا کے ذریعہ مشرکین کو یہ فہمائش کی کہ سمجھ داری سے کام لو، اللہ پر ایمان لاؤ، اور اسی کی بندگی کرو، صنم پرستی حماقت بھرا عمل ہے۔

دوسری دعا: نیک بندوں میں شمولیت کی ہے، ہمارے نبی ﷺ نے بھی یہ دعا فرمائی ہے: اللّٰھم! فی الرفیق الأعلی! اے اللہ! اعلیٰ درجہ کے نیکوں کے زمرہ میں مجھے شامل فرما! پس یہ دعا ہر مؤمن کو کرنی چاہئے، اور نیک اعمال میں لگ جانا چاہئے۔

اور اس دعا میں مشرکین کے لئے یہ فہمائش ہے کہ اس دنیا میں بھی ایمان لاکر اور نیک کام کر کے نیک بندوں کی جماعت میں شامل ہو جاؤ، بت پرستوں کے لئے کوئی قانون اور شریعت نہیں ہوتی، اس لئے وہ من مانی زندگی بسر کرتے ہیں اور ایماندار بندوں کے لئے اللہ کی شریعت ہوتی ہے، جس کی وہ پابندی کرتے ہیں، اس لئے ان کی زندگی مثالی ہوتی ہے۔

تیسری دعا: آنے والی نسلوں میں ذکر خیر باقی رہنے کی ہے، اور ذکر خیر دین کے مقتدیٰ کا باقی رہتا ہے، پس اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ الٰہی! مجھے ایسے کاموں کی توفیق عطا فرما کہ پیچھے آنے والی نسلیں میرے راستہ پر چلیں۔ حق تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی، ان کی نسل میں نبوت کے دو سلسلے چلے: اسرائیلی اور اسماعیلی۔ پہلا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پورا ہو گیا، اور دوسرا خاتم النبیین ﷺ سے شروع ہو کر تا قیام قیامت چلتا رہے گا۔

اور اس دعا میں مشرکین کے لئے یہ فہمائش ہے کہ نیکوں کے زمرہ میں شامل ہونا غایت نہیں، بلکہ مثالی شخصیت بننا مؤمن کا مطمح نظر ہونا چاہئے، پس ایمان لاؤ، اور اعمال میں آگے بڑھو، تاکہ آنے والی نسلیں تمہاری پیروی کریں۔

چوتھی دعا: جنت کے لئے کی ہے، آنے والی زندگی میں ہر مؤمن کی یہی غایت آرزو ہے، اور حرص کرنے والوں کو ایسی ہی چیز کی حرص کرنی چاہئے۔ دنیا کی نعمتیں تو فانی ہیں، ابدی نعمتیں جنت کی ہیں، اور جنت کی نعمتوں کی تحصیل کا طریقہ ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں۔ اور اس میں مشرکین کے لئے جو فہمائش ہے وہ ظاہر ہے۔

پانچویں دعا: باپ کی ہدایت کے لئے کی ہے، اور دعا کے ضمن میں اس کو بہت کچھ سمجھایا ہے، ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے لئے یہ دعا اس کی زندگی میں کی ہے، وطن چھوڑنے سے پہلے کی ہے، اس وقت کی ہے جب آپ باپ اور قوم کو شرک کی برائی سمجھا رہے تھے —— اور زندگی میں استغفار (مغفرت طلبی) کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ الٰہی! اس کو ایمان قبول کرنے کی توفیق عطا فرما، اور ایسی دعا مشرک و کافر کے لئے بھی اس کی حیات میں جائز ہے —— پھر اس کو سنا کر کہا کہ الٰہی! وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے، یہ بات سن کر اس کے لئے لمحۂ فکریہ پیدا ہو جانا چاہئے تھا، اور گمراہی کی دلدل سے نکل کر ایمان کی شاہ راہ پر آجانا چاہئے تھا —— پھر اس کو سنا کر دعا کی کہ خدایا! اگر میرا باپ شرک پر مرا، اور قیامت کے دن جہنم میں گیا تو میری بڑی رسوائی ہوگی، الٰہی! مجھے اس رسوائی سے بچا، اور میرے باپ کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرما!

اور جب باپ کے جہنم میں جانے سے بیٹے کی رسوائی ہوگی تو خود باپ کا جو جہنم میں جائے گا کیا حال ہوگا؟ مگر بیٹا

بہر حال قیامت کے دن رسوائی سے بچالیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں خلیل اللہ عرض کریں گے: الٰہی! آپ کا وعدہ ہے کہ قیامت کے دن مجھے رسوانہیں کریں گے، مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے گا؟ چنانچہ ان کے باپ کی صورت مسخ کردی جائے گی، اس کی صورت بجّو جیسی ہوجائے گی، اور فرشتے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے، کیونکہ رسوائی کا مدار شناخت پر ہے، اور جب شناخت نہ رہی تو رسوائی بھی نہ ہوگی۔

پھر آخر میں اس کو سنایا کہ قیامت کے دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے۔ آزر بڑا مالدار تھا، وہ مندر کا مہنت تھا، اس کے پاس بے حساب مال تھا، اور بیٹا خلیل اللہ تھا، مگر آخرت میں مشرک کے کام نہ مال آئے گا نہ بیٹا، آخرت میں ایمان ہی کام آئے گا، جو اللہ کے پاس شرک سے محفوظ دل لے کر آیا اسی کی نجات ہوگی۔

مگر ہائے رے شومیٔ قسمت! اس کے لئے ہدایت مقدر نہیں تھی، اس لئے نہیں ملی:

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل ❁ خضر ز آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

(تقدیر پھوٹی ہو تو رہبر کامل سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟÷ خضر ہمراہ تھے، مگر سکندر آبِ حیات سے پیاسا ہی لوٹا)

قوم کا اخروی انجام: — اور جنت خدا ترسوں کے لئے نزدیک کردی جائے گی، اور جہنم گمراہوں کے سامنے ظاہر کردی جائے گی — جنت اور جہنم لگوان دنیا میں موجود ہیں، مگر اس وقت دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ (پردہ) ہے، اس لئے وہ غیب ہیں، نظر نہیں آتیں، محشر میں یہ پردہ ہٹادیا جائے گا، اس لئے پرہیزگاروں کو جنت اور گمراہوں کو دوزخ نظر آنے لگے گی، یہ قیامت کا ایک منظر ہے۔

اور گمراہوں سے کہا جائے گا: "تم جہاں بھی رہے اللہ کے علاوہ کو پوجتے رہے! کیا وہ آج تمہاری مدد کریں گے، یا وہ اپنا بچاؤ کرسکتے ہیں؟ — یعنی تم موت تک شرک میں مبتلا رہے، آج وہ تمہارے معبود کہاں ہیں؟ کیا وہ تمہیں آنے والے عذاب سے چھڑا سکتے ہیں یا کوئی بدلہ لے سکتے ہیں؟ عذاب سے تو کیا بچاتے وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کرسکتے، خود کو بھی عذاب سے نہیں بچاسکتے، یہ قیامت کا دوسرا منظر ہے۔

پس وہ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سبھی دوزخ میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے — یہ ان کا آخری انجام ہے۔

اور کفار دوزخ میں جھگڑتے ہوئے کہیں گے: "بخدا! ہم کھلی گمراہی میں تھے، کیونکہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر گردانتے تھے — یعنی جہنمی جہنم میں پہنچ کر آپس میں لڑیں گے، عابد معبود کو الزام دیں گے اور معبود عابدوں کو، اور آخرکار عابد اپنی گمراہی کا اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم سے بڑی سخت غلطی ہوگئی کہ ہم نے ان جھوٹے معبودوں کو رب العالمین کے برابر کردیا۔ یہ جہنم میں پہنچنے کے بعد کا پہلا منظر ہے۔

اور ہمیں بڑے مجرموں ہی نے گمراہ کیا، پس اب نہ کوئی ہمارا سفارشی ہے، نہ کوئی غمگسار دوست! پس کاش ہمیں واپس جانے کا موقع مل جاتا تو ہم مسلمان ہو جاتے! —— یہ آخری منظر ہے، جہنمی کہیں گے: یہ غلطی ہم سے ان بڑے شیطانوں نے کرائی، اب ہم مصیبت میں گرفتار ہیں، نہ کوئی بت کام دیتا ہے نہ شیطان مدد کو پہنچتا ہے، کوئی اتنا بھی نہیں کہ خدا کے یہاں ہماری سفارش کر دے یا کم از کم اس آڑے وقت میں کوئی دوست دلسوزی وہمدردی کا اظہار کرے، کاش ایک مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس جانے کا موقع مل جاتا تو ہم وہاں سے پکے ایماندار بن کر آتے، مگر اب کیا ہو جب چڑیاں چگ گئیں کھیت!

بے شک اس میں یقیناً بڑی نشانی ہے، اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور آپ کے رب زبردست بڑے مہربان ہیں —— یعنی مکہ والے اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، مگر امید نہیں کہ وہ عبرت حاصل کریں، اور عذاب فوراً آ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ زبردست ہیں، مگر وہ بڑے مہربان بھی ہیں، اس لئے ابھی سنبھلنے کا موقعہ دے رہے ہیں۔

غیر مؤمن کے لئے قیامت میں خاندانی تعلق کچھ کام نہ آئے گا، نہ بیٹا، نہ باپ، نہ بیوی!

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾ قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٢﴾ إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِينَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٢﴾

ع ۶

كَذَّبَتْ (۱)	جھٹلایا	عَلٰى رَبِّ	پروردگار پر	وَمَآ	اور نہیں ہوں
قَوْمُ نُوْحِ	نوح کی قوم نے	الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے	اَنَا	میں
الْمُرْسَلِيْنَ	رسولوں کو	فَاتَّقُوا	پس ڈرو تم	بِطَارِدِ	ہنکانے والا
اِذْ قَالَ	جب کہا	اللّٰهَ	اللہ سے	الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین کو
لَهُمْ	ان سے	وَاَطِيْعُوْنِ	اور کہا مانو میرا	اِنْ	نہیں ہوں
اَخُوْهُمْ	ان کے برادر	قَالُوْٓا	کہا انھوں نے	اَنَا	میں
نُوْحٌ	نوح نے	اَنُؤْمِنُ	کیا ایمان لائیں ہم	اِلَّا	مگر
اَلَا	کیا نہیں	لَكَ	تجھ پر	نَذِيْرٌ	ڈرانے والا
تَتَّقُوْنَ	ڈرتے تم؟	وَاتَّبَعَكَ	اور پیروی کی تیری	مُّبِيْنٌ	کھلا
اِنِّىْ لَكُمْ	بیشک میں تمہارے لئے	الْاَرْذَلُوْنَ	رذیلوں نے	قَالُوْا	کہا انھوں نے
رَسُوْلٌ	پیغمبر ہوں	قَالَ	کہا اس نے	لَئِنْ	بخدا اگر
اَمِيْنٌ	امانت دار	وَمَا (۲)	اور کیا	لَّمْ تَنْتَهِ	نہیں رکا تو
فَاتَّقُوا	پس ڈرو تم	عِلْمِىْ	جانوں میں	يٰنُوْحُ	اے نوح
اللّٰهَ	اللہ سے	بِمَا	ان کاموں کو جو	لَتَكُوْنَنَّ	تو ضرور ہوگا تو
وَاَطِيْعُوْنِ	اور کہا مانو میرا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	وہ کیا کرتے ہیں	مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ	سنگسار کئے ہوؤں میں سے
وَمَآ	اور نہیں	اِنْ	نہیں ہے	قَالَ	کہا اس نے
اَسْئَلُكُمْ	مانگتا میں تم سے	حِسَابُهُمْ	ان کا حساب	رَبِّ	اے میرے رب
عَلَيْهِ	(تبلیغ) پر	اِلَّا	مگر	اِنَّ قَوْمِىْ	بیشک میری قوم نے
مِنْ اَجْرٍ	کوئی صلہ	عَلٰى رَبِّىْ	میرے پروردگار پر	كَذَّبُوْنِ	جھٹلایا مجھے
اِنْ اَجْرِىَ	نہیں میرا صلہ	لَوْ	کاش	فَافْتَحْ	پس فیصلہ فرما
اِلَّا	مگر	تَشْعُرُوْنَ	جانتے تم	بَيْنِىْ	میرے درمیان

(۱) قوم: معنی مؤنث، بمعنی جماعت ہے، اس لئے فعل مؤنث آیا ہے۔

(۲) ما: استفہامیہ ہے، اور نافیہ بھی ہوسکتا ہے۔

وَبَيْنَهُمْ	اور ان کے درمیان	فِي الْفُلْكِ	کشتی میں	وَمَا كَانَ	اور نہیں ہیں
فَتْحًا [۱]	واضح فیصلہ	الْمَشْحُوْنِ	بھری ہوئی	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر
وَّنَجِّنِيْ	اور نجات دے مجھے	ثُمَّ اَغْرَقْنَا	پھر ڈبو دیا ہم نے	مُّؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے
وَمَنْ مَّعِيَ	اور میرے ساتھیوں کو	بَعْدُ [۲]	بعد ازیں	وَاِنَّ رَبَّكَ	اور بیشک تیرا رب
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین میں سے	الْبٰقِيْنَ	باقی لوگوں کو	لَهُوَ	البتہ وہ
فَاَنْجَيْنٰهُ	پس نجات دی ہم نے اسکو	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں	الْعَزِيْزُ	زبردست
وَمَنْ مَّعَهٗ	اور اس کے ساتھیوں کو	لَاٰيَةً	البتہ بڑی نشانی ہے	الرَّحِيْمُ	بڑا مہربان ہے

تیسرا قصہ قوم نوحؑ کا

نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، ان سے پہلے صرف نبی ہوتے تھے، آپ نینوی (عراق) کے رہنے والے تھے، آپ کی عمر مبارک ہزار سال سے زیادہ ہوئی ہے۔ جب ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی، اور ساڑھے نو سو سال تک سمجھانے کے باوجود ان کی نہ سنی، اور شرک وصنم پرستی نہ چھوڑی تو نوح علیہ السلام کی بددعا سے عراق میں ایسا طوفان آیا کہ ان کے ساتھیوں کے علاوہ ہر جاندار غرقاب ہوگیا، پھر آپ ہی کی نسل سے دنیا آباد ہوئی، اس لئے آپ ''آدم ثانی'' کہلاتے ہیں۔

نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا — ایک کو جھٹلانا سب کو جھٹلانا ہے

(یاد کرو) جب ان سے ان کے برادر نوحؑ نے کہا: کیا تم (شرک سے) بچتے نہیں — انھوں نے بتوں کی پوجا شروع کردی تھی، ان کے بتوں کے نام سورہ نوح میں آئے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے ان سے کہا کیا تم اس شرک سے بچتے نہیں! — بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں — یعنی نہایت صدق وامانت کے ساتھ حق تعالیٰ کا پیغام بے کم وکاست پہنچاتا ہوں — پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو — شرک سے بچو، اللہ کی بندگی کرو، اور اللہ کے احکام کی اطاعت کرو — اور میں تم سے اس (پیغام رسانی) پر کسی صلہ کا طلب گار نہیں ہوں، میرا صلہ تو جہانوں کے پالنہار پر ہے — ایک بے غرض اور بے لوث آدمی کی بات ماننی چاہئے — پس اللہ (کے عذاب) سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو۔

(۱) فَتْحًا: مفعول مطلق ہے۔ (۲) بَعْدُ: کا مضاف الیہ منوی ہے أي بعد إنجائهم۔

ان لوگوں نے جواب دیا: کیا ہم تم کو مان لیں درانحالیکہ تمہاری رذیل لوگوں نے پیروی کی ہے — کمینی ذات کے کچھ لوگ تمہارے ساتھ ہولئے ہیں، ہم ان نیچ لوگوں کے ساتھ تمہاری مجلس میں بیٹھیں یہ ناممکن ہے، پہلے ان کو اپنے پاس سے ہٹاؤ، پھر ہم سے بات کرو۔

نوحؑ نے کہا: ''اور میں کیا جانوں ان کاموں کو جو وہ کیا کرتے ہیں؟ ان کا حساب تو میرے پروردگار ہی لیں گے، کاش تم سمجھو! — لوگوں نے ذاتیں پیشوں کے لحاظ سے بنارکھی ہیں، ورنہ سب انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، اور پیشے بدلتے رہتے ہیں، اور کسی بھی پیشے میں فی نفسہ کوئی برائی نہیں۔ پس نوح علیہ السلام نے یہ جواب دیا کہ مجھے مسلمانوں کے پیشوں سے کیا لینا ہے؟ میں کیا جانوں ان کاموں کو جو وہ کیا کرتے ہیں؟ اور ہر پیشہ ور جائز طریقے سے پیشہ کرتا ہے یا ناجائز طریقہ سے اس کا حساب اللہ تعالیٰ لیں گے۔ مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں، کاش تمہاری سمجھ میں یہ بات آجائے۔ اور سنو! — اور نہیں ہوں میں مگر کھلا ڈرانے والا — یعنی میں اپنا فرض ادا کرچکا، تمہاری اس لغو فرمائش کا پورا کرنا ضروری نہیں۔

ان لوگوں نے کہا: ''اے نوح! بخدا! اگر تو باز نہ آیا تو ہم ضرور تجھے سنگسار کردیں گے — یعنی رہنے دے اپنی تبلیغ! اور چپ سادھ لے! ورنہ ہم ذلت کے ساتھ تجھے قتل کردیں گے۔

نوحؑ نے دعا کی: ''اے میرے پروردگار! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلایا، پس آپ میرے اور ان کے درمیان دوٹوک فیصلہ فرمادیں، اور مجھے اور میرے ساتھیوں کو نجات دیں — یعنی اب ان کے راہِ راست پر آنے کی توقع نہیں، پس آپ میرے اور ان کے درمیان عملی فیصلہ فرمادیں، اور مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو آنے والے عذاب سے بچالیں۔

پس ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو بھری کشتی میں نجات دیدی، اور اس کے بعد باقی ماندہ لوگوں کو غرقاب کردیا — کشتی میں کم وبیش اسّی مرد وزن تھے، باقی حیوانات (چرند وپرند) کے جوڑے تھے۔

بے شک اس میں (مکہ والوں کے لئے) بڑی نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور بے شک تیرا پروردگار زبردست بڑا مہربان ہے!

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۲۳ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۲۴ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۲۵ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۲۶ وَمَآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾ وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ إِنِّيْٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ إِنْ هٰذَآ إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَأَهْلَكْنٰهُمْ ۗ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾

كَذَّبَتْ	جھٹلایا	رَسُوْلٌ	رسول ہوں	الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے
عَادٌ	عاد نے	اَمِيْنٌ	امانت دار	اَتَبْنُوْنَ (۱)	کیا بناتے ہو تم
الْمُرْسَلِيْنَ	رسولوں کو	فَاتَّقُوا اللّٰهَ	پس ڈرو اللہ سے	بِكُلِّ رِيْعٍ (۲)	ہر اونچے مقام پر
اِذْ قَالَ	جب کہا	وَ اَطِيْعُوْنِ	اور کہا مانو میرا	اٰيَةً	یادگار
لَهُمْ	ان سے	وَمَآ اَسْئَلُكُمْ	اور نہیں مانگتا میں تم سے	تَعْبَثُوْنَ (۳)	فضول کام کرتے ہو تم
اَخُوْهُمْ	ان کے برادر	عَلَيْهِ	رسالت پر	وَتَتَّخِذُوْنَ	اور بناتے ہو تم
هُوْدٌ	ہودؑ نے	مِنْ اَجْرٍ	کچھ صلہ	مَصَانِعَ (۴)	بڑے بڑے محل
اَلَا	کیا نہیں	اِنْ اَجْرِيَ	نہیں میرا صلہ	لَعَلَّكُمْ (۵)	جیسے تمہیں
تَتَّقُوْنَ	ڈرتے تم	اِلَّا	مگر	تَخْلُدُوْنَ	ہمیشہ رہنا ہے
اِنِّيْ لَكُمْ	بیشک میں تمہارے لئے	عَلٰى رَبِّ	پروردگار پر	وَاِذَا	اور جب

(۱) أَتَبْنُوْنَ: ہمزۂ استفہام، تبنون: مضارع واحد مذکر حاضر، بِنَاء: بنانا، تعمیر کرنا (۲) الرِّيْع: زمین کا بلند حصہ، ٹیلہ، جمع رُيُوْع (۳) تَعْبَثُوْنَ: جملہ تبنون کے فاعل سے حال ہے۔ عَبِثَ: (س) عَمِلَ مالا فائدة فيه، فهو عابث (جمل) (۴) مصانع: ظرف مکان، جمع، واحد مَصْنَع: مکانات (ابن عباس) اونچے محل (مجاہد) دونوں تفسیروں کا حاصل ایک ہے (۵) لعل: تشبیہ کے لئے ہے أي كأنهم (ابن عباس) (بخاری سورۃ الشعراء، کتاب التفسیر)

بَطَشْتُمْ	پکڑ کرتے ہو تم	وَّعُيُوْنٍ	اور چشموں سے	الْاَوَّلِيْنَ	اگلوں کی
بَطَشْتُمْ	تو پکڑ کرتے ہو	اِنِّيْٓ	بے شک میں	وَمَا نَحْنُ	اور نہیں ہیں ہم
جَبَّارِيْنَ	جابر (ظالم) بن کر	اَخَافُ	ڈرتا ہوں	بِمُعَذَّبِيْنَ	عذاب دیئے ہوئے
فَاتَّقُوا اللّٰهَ	پس اللہ سے ڈرو	عَلَيْكُمْ	تم پر	فَكَذَّبُوْهُ	پس جھٹلایا انھوں نے اسکو
وَاَطِيْعُوْنِ	اور میرا کہنا مانو	عَذَابَ	عذاب سے	فَاَهْلَكْنٰهُمْ	پس ہلاک کیا ہم نے انکو
وَاتَّقُوا	اور ڈرو تم	يَوْمٍ عَظِيْمٍ	بڑے دن کے	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں
الَّذِيْٓ	اس سے جس نے	قَالُوْا	کہا انھوں نے	لَاٰيَةً	البتہ نشانی ہے
اَمَدَّكُمْ	امداد پہنچائی تم کو	سَوَآءٌ عَلَيْنَآ	برابر ہے ہم پر	وَمَا كَانَ	اور نہیں ہیں
بِمَا	ان چیزوں سے جن کو	اَوَعَظْتَ	خواہ نصیحت کرے تو	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر
تَعْلَمُوْنَ	تم جانتے ہو	اَمْ لَمْ تَكُنْ	یا نہ ہو تو	مُّؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے
اَمَدَّكُمْ	امداد پہنچائی تم کو	مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ	نصیحت کرنے والوں سے	وَاِنَّ رَبَّكَ	اور بیشک آپ کا رب
بِاَنْعَامٍ	چوپایوں سے	اِنْ هٰذَآ	نہیں ہے یہ	لَهُوَ	البتہ وہ
وَّبَنِيْنَ	اور بیٹوں	اِلَّا	مگر	الْعَزِيْزُ	زبردست
وَّجَنّٰتٍ	اور باغوں	خُلُقُ (۱)	عادت	الرَّحِيْمُ	بڑا مہربان ہے

چوتھا قصہ قوم عاد کا

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد پہلی ہلاک ہونے والی قوم عادِ اولیٰ ہے، جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث کئے گئے، پھر ہود علیہ السلام اور مؤمنین جنھوں نے ایمان کی بدولت نجات پائی تھی ان کی اولاد عادِ ثانیہ کہلائی جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث کئے گئے، جن کی ہلاکت کا واقعہ اگلے رکوع میں آرہا ہے۔ یہ دونوں قومیں بہت قدیم ہیں، تاریخ نے ان کے مفصل احوال محفوظ نہیں کئے۔ جو کچھ اس کے بارے میں قرآنِ کریم میں آیا ہے وہی محفوظ ہے۔

قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا

(یاد کرو) جب ان سے ان کے برادر ہودؑ نے کہا: ''کیا تم (شرک سے) ڈرتے نہیں؟'' —— یہ لوگ بھی قوم نوحؑ

(۱) خُلُق: عادت، خصلت، جمع اخلاق۔

کی طرح رفتہ رفتہ شرک میں مبتلا ہو گئے تھے —— بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں —— اللہ کا پیغام بے کم و کاست پہنچا رہا ہوں —— پس اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو —— یہ بات امانت دار ہونے پر متفرع ہے —— اور میں تم سے اس (پیغام رسانی) پر کچھ صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو جہانوں کے پالنہار پر ہے!

عادِ اولیٰ کی تین برائیاں:

۱- کیا تم ہر اونچے مقام پر فضول (بے فائدہ) یادگاریں بناتے ہو؟ —— ان لوگوں کو بڑا شوق تھا اونچے مضبوط منارے بنانے کا جن سے کچھ کام نہ نکلے، مگر نام ہو جائے —— اور لوگوں میں جو یادگاریں قائم کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے وہ اس وقت قابل ستائش ہے جب کوئی رفاہی کام کیا جائے، مسجد، مدرسہ، پل، سڑک وغیرہ بنائی جائے، کیونکہ یہ ایصالِ ثواب کی ایک صورت ہے۔ اشوک کی لاٹ، یا تاج محل جیسی عمارتیں بنانا شرعاً کوئی پسندیدہ عمل نہیں۔

(ہدایت القرآن ۵:۱۶۹)

۲- اور بڑے بڑے محلات بناتے ہو جیسے تمہیں ہمیشہ رہنا ہے! —— وہ لوگ رہنے کی عمارتیں بھی پُر تکلف بناتے تھے اور ان میں بڑی کاریگریاں دکھلاتے تھے، اس طرح مال ضائع کرتے تھے، ان کے عمل سے ایسا مترشح ہوتا تھا گویا انہیں ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے، اور وہ رہتی دنیا تک ان کو آباد کریں گے، مگر چند دن کے بعد نہ وہ رہے نہ ان کی عمارتیں، بلکہ آج ان کے کھنڈر بھی باقی نہیں ہیں، رہے نام اللہ کا!

۳- اور جب تم پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو! —— یعنی زیردستوں اور کمزوروں پر ظلم و ستم ڈھاتے ہو، انصاف اور نرمی کا سبق ہی انھوں نے نہیں پڑھا تھا —— سو اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو —— یعنی اللہ سے ڈر کر ظلم و ستم سے باز آؤ اور میری بات مانو!

ایمان کی ترغیب: —— اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں کمک پہنچائی ان چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو، تمہیں کمک پہنچائی چوپایوں، بیٹوں، باغوں اور چشموں سے —— یعنی سوچو یہ سامان تم کو کس نے دیا ہے؟ کیا اس منعم حقیقی کا یہ حق نہیں کہ تم اس پر ایمان لاؤ، اور اس کی بندگی کرو؟

فائدہ: بیٹوں کا تذکرہ آدھی بات کا تذکرہ ہے، باقی آدھی بات یعنی بیٹیوں کا تذکرہ چھوڑ دیا، اصل کو ذکر کیا تو فرع کا تذکرہ خود بخود اس میں آ گیا، فہم سامع پر اعتماد کر کے اس کو چھوڑ دیا، مگر وہ بھی مراد ہیں، کیونکہ نسل دونوں سے پھیلتی ہے، اور بیٹے بخشنے کا تذکرہ اس لئے کیا ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم کیا، ان کی نسل خوب پھیلی اور وہ بڑی قوم بن گئے!

ترہیب: — بے شک مجھے تمہارے بارے میں بڑے (ہولناک) دن کے عذاب کا خطرہ ہے — یعنی اگر تمہاری یہ ہی شرارت، غفلت اور سرکشی رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ قوم نوحؑ کی طرح تم بھی کسی سخت آفت میں گرفتار نہ ہو جاؤ، اپنے انجام کو سوچو!

قوم کا جواب: — انھوں نے کہا: ہمارے لئے یکساں ہے: خواہ تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوؤ، یہ (نصیحت) تو بس اگلوں کی عادت ہے، اور ہمیں عذاب کچھ نہیں ہونا — یعنی تمہاری نصیحت بیکار ہے، ہم پر اس کا کوئی اثر پڑنے والا نہیں، کیونکہ یہ قدیم سے ایک عادت چلی آ رہی ہے، لوگ نبی بن کر آتے ہیں اور عذاب سے ڈراتے ہیں، مگر عذاب وذاب کچھ نہیں آتا، پس ہم تمہاری عذاب کی دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لاتے!

عاد کا انجام: — پس انھوں نے ہودؑ کو جھٹلایا، تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا — سخت آندھی چلی جس نے ان کا قصہ نمٹا دیا!

کفار مکہ کے لئے سبق: — بے شک اس میں بڑی نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور بے شک آپ کا رب ہی زبردست بڑا مہربان ہے!

بغیر ضرورت تعمیرات میں خرچ کرنے میں کوئی بھلائی نہیں، اللہ نے دولت دی ہے تو اللہ کے راستے میں خرچ کرو

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا

تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾

كَذَّبَتْ	اور جھٹلایا	مِنْ اَجْرٍ	کوئی صلہ	بُيُوْتًا	مکانات
ثَمُوْدُ	ثمود نے	اِنْ اَجْرِيَ	نہیں میرا صلہ	فٰرِهِيْنَ (۳)	مہارت سے
الْمُرْسَلِيْنَ	رسولوں کو	اِلَّا	مگر	فَاتَّقُوا اللّٰهَ	پس اللہ سے ڈرو
اِذْ قَالَ	جب کہا	عَلٰى رَبِّ	پروردگار پر	وَاَطِيْعُوْنِ	اور میرا کہنا مانو
لَهُمْ	ان سے	الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے	وَلَا تُطِيْعُوْٓا	اور مت مانو
اَخُوْهُمْ	ان کے برادر	اَتُتْرَكُوْنَ	کیا چھوڑے جاؤ گے تم	اَمْرَ	حکم
صٰلِحٌ	صالح نے	فِيْ مَا	ان چیزوں میں جو	الْمُسْرِفِيْنَ	حد سے تجاوز کرنے والوں کا
اَلَا	کیا نہیں	هٰهُنَآ	یہاں ہیں	الَّذِيْنَ	جو
تَتَّقُوْنَ	بچتے تم	اٰمِنِيْنَ	بہ اطمینان	يُفْسِدُوْنَ	بگاڑ پھیلاتے ہیں
اِنِّيْ لَكُمْ	بیشک میں تمہارے لئے	فِيْ جَنّٰتٍ	باغات میں	فِي الْاَرْضِ	زمین میں
رَسُوْلٌ	رسول ہوں	وَّعُيُوْنٍ	اور چشموں	وَلَا يُصْلِحُوْنَ	اور نہیں سنوارتے
اَمِيْنٌ	امانت دار	وَّزُرُوْعٍ	اور کھیتوں	قَالُوْٓا	جواب دیا انھوں نے
فَاتَّقُوا اللّٰهَ	پس ڈرو اللہ سے	وَّنَخْلٍ	اور کھجوروں میں	اِنَّمَآ	جز ایں نیست
وَاَطِيْعُوْنِ	اور میرا کہنا مانو	طَلْعُهَا (۱)	جنکے گابھے (شگوفے)	اَنْتَ	تو
وَمَآ	اور نہیں	هَضِيْمٌ (۲)	گتھے ہوئے ہیں؟	مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ	جادو زدہ ہے
اَسْـَٔلُكُمْ	طلب کرتا میں تم سے	وَتَنْحِتُوْنَ	اور تراشتے ہو تم	مَآ اَنْتَ	نہیں تو
عَلَيْهِ	اس پر	مِنَ الْجِبَالِ	پہاڑوں میں	اِلَّا	مگر

(۱) طَلْع: کھجور کا پہلا شگوفہ، گابھا (۲) هَضِيْم: بمعنی مَهْضُوْم: گتھا ہوا خوشہ یعنی پھل سے خوب بھرا ہوا خوشہ (۳) فَرِهٌ (ک) فَرَاهَةً: ہوشیار و ماہر ہونا مگر اس کے مفہوم میں اترانا بھی ہے، کج کلاہی ناز کو مستلزم ہے۔

بَشَرٌ	انسان	وَّلَكُمْ	اور تمہارے لئے	فَاَخَذَهُمُ	پس پکڑلیا ان کو
مِّثْلُنَا	ہم جیسا	شِرْبُ	پانی کا حصہ ہے	الْعَذَابُ	عذاب نے
فَأْتِ	پس لاتو	يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ	معین دن کا	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں
بِاٰيَةٍ	کوئی نشانی	وَلَا تَمَسُّوْهَا	اور نہ ہاتھ لگانا اس کو	لَاٰيَةً	البتہ نشانی ہے
اِنْ كُنْتَ	اگر ہے تو	بِسُوْٓءٍ	برائی سے	وَمَا كَانَ	اور نہیں ہیں
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ	سچوں میں سے	فَيَاْخُذَكُمْ	پس پکڑلے تم کو	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر
قَالَ	کہا صالح نے	عَذَابُ	عذاب	مُّؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے
هٰذِهٖ	یہ	يَوْمٍ عَظِيْمٍ	بڑے دن کا	وَاِنَّ رَبَّكَ	اور بیشک آپ کا رب
نَاقَةٌ	ایک اونٹنی ہے	فَعَقَرُوْهَا	پس ٹانگ کاٹ دی اسکی	لَهُوَ	البتہ وہ
لَّهَا	اس کے لئے	فَاَصْبَحُوْا	پس ہوگئے وہ	الْعَزِيْزُ	زبردست
شِرْبٌ	پانی کا حصہ ہے	نٰدِمِيْنَ	پشیمان	الرَّحِيْمُ	بڑا مہربان ہے

پانچواں قصہ قوم ثمود کا

عاد اولیٰ (قوم ہود علیہ السلام) کے بعد قوم ثمود کا نمبر آیا، یہ عاد ثانیہ کہلاتے ہیں۔ ثمود کا دور ترقی ہلاکت عاد اولیٰ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور ثمود کو فن تعمیر میں ید طولی حاصل تھا۔ وہ پہاڑوں کو تراش کر سر بفلک عمارتیں بناتے تھے، بت پرستی ان کا مذہب تھا، اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث فرمایا، مگر ان بدبختوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی اور معجزہ طلب کیا، وہ معجزہ ان کو دکھایا گیا، پتھر سے اللہ نے ان کی فرمائش کے مطابق ایک اونٹنی نکالی، مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لائے، پس ان کی ہلاکت کو اونٹنی کی ایذاء رسانی پر معلق کردیا، قوم میں نو آدمی سر برآوردہ اور بڑے مفسد تھے، انھوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو عذاب الٰہی نے انہیں آلیا۔

قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا

(یاد کرو) جب ان سے ان کے برادر صالح نے کہا: ''کیا تم (شرک سے) بچتے نہیں؟ بے شک میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں، پس اللہ سے ڈرو —— یعنی شرک چھوڑو —— اور میرا کہنا مانو، اور میں تم سے رسالت پر کسی صلہ کا طلب گار نہیں، میرا عوض جہانوں کے پالنہار ہی پر ہے!

کیا تم ان نعمتوں میں جو یہاں تمہیں حاصل ہیں بہ اطمینان رہنے دیئے جاؤ گے، یعنی باغات، چشموں، کھیتوں اور کھجور کے درختوں میں، جن کے گابھے خوب بھرے ہوئے ہیں؟ اور تم مہارت فن کے ساتھ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو، پس اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو ـــــ یعنی تمہارا کیا خیال ہے، تم ہمیشہ اسی عیش و آرام اور باغ و بہار کے مزے لوٹو گے؟ اور پہاڑوں کو تراش کر جو بلند و بالا اور پر تکلف مکان تیار کئے ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے؟ یہ سودائے خام دل سے نکال ڈالو، دنیا کی یہ باغ و بہار زندگی تو چند روزہ ہے اور آزمائش کے لئے ہے، یہ مضبوط اور سنگین عمارتیں تم کو خدا کے عذاب سے بچا نہیں سکتیں۔ پس خدا سے ڈرو اور میرا کہنا مانو، میں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں!

اور ان لوگوں کا حکم مت مانو جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، جو زمین میں بگاڑ پھیلاتے ہیں، اور اس کو سنوارتے نہیں ـــــ یعنی اگر تم ان مفسد شیطانوں کے پیچھے چلے تو تباہ ہو جاؤ گے، یہ لوگ تو زمین میں خرابی پھیلانے والے ہیں، اصلاح کرنے والے نہیں، یہ وہی نو آدمی تھے جو قوم میں سر برآوردہ اور بڑے مفسد تھے، قوم میں انہی کی چلتی تھی۔

ان لوگوں نے جواب دیا: تم پر کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے ـــــ جس سے تمہاری عقل ماری گئی ہے، اور بہکی بہکی باتیں کرتے ہو! ـــــ تم بس ہماری طرح کے ایک آدمی ہو ـــــ تم میں کوئی سرخاب کا پر نہیں لگ رہا، تم میں ہم سے کونسی بات زائد ہے جو نبی بن گئے؟ ـــــ اگر تم (دعوئے نبوت میں) سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ ـــــ صالح علیہ السلام نے پوچھا: کیا معجزہ چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: پتھر کی اس چٹان میں سے ایک اونٹنی نکال دو، جو ایسی اور ایسی ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا فرمائی، قدرتِ خداوندی سے چٹان پھٹی، اور جیسی وہ چاہتے تھے اونٹنی نکل آئی۔

صالحؑ نے کہا: یہ اونٹنی ہے، اس کی پانی پینے کی ایک باری ہے، اور تمہارے لئے ایک مقررہ دن میں پانی پینے کی ایک باری ہے ـــــ اور باری اس لئے مقرر کرنی پڑی کہ وہ اونٹنی چھُٹی پھرتی تھی، اور جس جنگل میں چرنے یا جس تالاب پر پانی پینے جاتی سب مواشی بھاگ کر دور چلے جاتے، اس لئے باری مقرر کی کہ ایک دن پانی پر وہ جائے اور دوسرے دن لوگوں کے مواشی جائیں۔

اور تم اس کو برائی سے ہاتھ نہ لگانا، کبھی تم کو ایک بھاری دن کا عذاب آ پکڑے ـــــ اونٹنی کا معجزہ دیکھ کر بھی ایک شخص کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا، پس اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کے قتل کے ساتھ قوم کی ہلاکت کو معلّق کر دیا ـــــ پس انھوں نے اونٹنی کی ٹانگ کاٹ دی ـــــ ایک بدکار عورت کے گھر مواشی بہت تھے، چارے پانی کی تکلیف سے اپنے ایک آشنا کو اُکسایا، اس نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے ـــــ پھر وہ پشیمان ہو کر رہ گئے ـــــ مگر پشیمانی بعد از وقت تھی ـــــ پس ان کو عذاب نے پکڑ لیا ـــــ ہولناک آواز نے ان کا کام تمام کر دیا (تفصیل ہدایت القرآن ۴: ۶۶ میں دیکھیں)

بے شک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے، اور (کفار مکہ) کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور بے شک آپ کا رب زبردست بڑا مہربان ہے —— جو باوجود قدرت کے مہلت دیتا ہے۔

ثمود عذاب کے آثار ظاہر ہونے کے بعد پشیمان ہوئے تھے، اس لئے ان کی پشیمانی ان کے کچھ کام نہ آئی

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٦١﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾

كَذَّبَتْ	اور جھٹلایا	اَلَا تَتَّقُوْنَ	کیا ڈرتے نہیں تم؟	عَلَيْهِ	رسالت پر
قَوْمُ لُوْطٍ	قوم لوطؑ نے	اِنِّيْ لَكُمْ	بیشک میں تمہارے لئے	مِنْ اَجْرٍ	کوئی صلہ
الْمُرْسَلِيْنَ	رسولوں کو	رَسُوْلٌ	رسول ہوں	اِنْ اَجْرِيَ	نہیں ہے میرا صلہ
اِذْ قَالَ	جب کہا	اَمِيْنٌ	امانت دار	اِلَّا	مگر
لَهُمْ	ان سے	فَاتَّقُوا اللّٰهَ	پس ڈرو اللہ سے	عَلٰى رَبِّ	پروردگار پر
اَخُوْهُمْ	ان کے برادر	وَاَطِيْعُوْنِ	اور کہا مانو میرا	الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے
لُوْطٌ	لوطؑ نے	وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ	اور نہیں مانگتا میں تم سے	اَتَاْتُوْنَ	کیا آتے ہو تم

الذُّكْرَانَ(1)	مردوں کو	اِنِّیْ	بے شک میں	الْاٰخَرِیْنَ	دوسروں کو
مِنَ الْعٰلَمِیْنَ	جہانوں سے	لِعَمَلِكُمْ	تمہارے کام سے	وَ اَمْطَرْنَا	اور بارش برسائی ہم نے
وَ تَذَرُوْنَ	اور چھوڑتے ہو تم	مِّنَ الْقَالِیْنَ(5)	سخت نفرت کرنے	عَلَیْهِمْ	ان پر
مَا خَلَقَ	جو پیدا کیا		والوں میں سے ہوں	مَّطَرًا(7)	بری بارش
لَكُمْ	تمہارے لئے	رَبِّ	اے میرے رب!	فَسَآءَ	پس بری ہوئی
رَبُّكُمْ	تمہارے رب نے	نَجِّنِیْ	نجات دیجئے مجھے	مَطَرُ	بارش
مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ(2)	تمہاری بیویوں سے	وَ اَهْلِیْ	اور میرے گھر والوں کو	الْمُنْذَرِیْنَ	ڈرائے ہوؤں کی
بَلْ اَنْتُمْ	بلکہ تم	مِمَّا	ان کاموں سے جو	اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں
قَوْمٌ	لوگ ہو	یَعْمَلُوْنَ	وہ کرتے ہیں	لَاٰیَةً	البتہ نشانی ہے
عٰدُوْنَ(3)	حد سے تجاوز کرنے والے	فَنَجَّیْنٰهُ	پس نجات دی ہم	وَ مَا كَانَ	اور نہیں ہیں
قَالُوْا	کہا انھوں نے		نے اس کو	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر
لَئِنْ	بخدا! اگر	وَ اَهْلَهٗ	اور اس کے گھر والوں کو	مُّؤْمِنِیْنَ	ایمان لانے والے
لَّمْ تَنْتَهِ(4)	نہ باز آیا تو	اَجْمَعِیْنَ	سبھی کو	وَ اِنَّ رَبَّكَ	اور بیشک آپ کا رب
یٰلُوْطُ	اے لوط	اِلَّا	مگر	لَهُوَ	البتہ وہ
لَتَكُوْنَنَّ	البتہ ہوگا تو	عَجُوْزًا	بڑھیا کو	الْعَزِیْزُ	زبردست
مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ	نکالے ہوؤں میں سے	فِی الْغٰبِرِیْنَ	پیچھے رہ جانے والوں میں	الرَّحِیْمُ	بڑا مہربان ہے
قَالَ	کہا اس نے	ثُمَّ دَمَّرْنَا(6)	پھر اکھیڑ مارا ہم نے	۞	۞

چھٹا قصہ قوم لوطؑ کا

ثمود (عاد ثانیہ) کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ مگر ان کا قصہ ایک مناسبت سے پہلے آ گیا۔ اس

(۱) الذکران: الذَّکَر کی جمع: مرد......من العالمین: الذکران کی صفت ہے أی کائنا من العالمین (۲) من أزواجکم: مِن بیانیہ ہے، مَا کا بیان ہے، یعنی تمہاری بیویاں ۔ اور مِن تبعیضیہ بھی ہوسکتا ہے یعنی بیویوں کی آگے کی راہ (جلالین) (۳) عادون: اسم فاعل جمع، مفرد: العادی: المتعدی فی ظلمه، المتجاوز فی الحد (۴) تنته کی اصل تنتھی ہے، آخر سے یاء لم کی وجہ سے حذف ہوئی، انتهاء: باز آنا (۵) القالین: اسم فاعل، جمع، مفرد القالی، مادہ قِلًى: سخت نفرت کرنے والا، بیزار ←

لئے اب قوم لوطؑ کا قصہ ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت لوط: حضرت ابراہیم علیہما السلام کے معاصر اور چچازاد بھائی ہیں، جو سدوم اور عمورہ کی بستیوں کی طرف مبعوث کئے گئے، یہ بستیاں اُسی جگہ واقع تھیں جہاں اب بحر میت ہے۔ یہ قوم شرک کے علاوہ طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا تھی، ان کی سب سے گھناؤنی برائی ان کی لڑکوں سے دلچسپی تھی، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ہر چند سمجھایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے پس ان کا تختہ الٹ دیا گیا۔

قوم لوطؑ نے رسولوں کو جھٹلایا

(یاد کرو) جب ان سے ان کے برادر لوطؑ نے کہا: "کیا تم (شرک سے) بچتے نہیں؟ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں، پس اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو، اور میں تم سے رسالت پر کوئی صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو رب العالمین پر ہے —— حضرت لوط علیہ السلام کو اس قوم کا برادر (فرد) انسان ہونے کے اعتبار سے، اور ان کی بستیوں میں بس جانے کے اعتبار سے کہا گیا ہے، ورنہ آپ ان کے علاقہ میں پردیسی تھے۔ مگر لمبا عرصہ ان میں قیام کرنے کی وجہ سے اس قوم کا فرد بن گئے تھے۔

کیا دنیا جہاں والوں میں سے تم ہی مردوں کو آتے ہو؟ اور تم چھوڑتے ہو اپنی ان بیویوں کو جن کو تمہارے لئے تمہارے پروردگار نے پیدا کیا ہے! بلکہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو! —— یعنی سارے جہاں میں سے تم ہی اس فعل شنیع کے مرتکب ہوتے ہو، تمہارے علاوہ دنیا جہاں کے لوگوں میں سے کوئی یہ بری حرکت نہیں کرتا، جبکہ تمہارے لئے جائز محل موجود ہے، تمہارے گھروں میں تمہاری بیویاں ہیں، مگر تم ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتے، اور تم اس بدفعلی کے علاوہ اور بھی برائیوں میں مبتلا ہو، وہ لوگ رہ زنی کرتے تھے، تاجروں کو عجیب طرح سے لوٹ لیتے تھے اور ناپ تول میں کمی کرتے تھے (لغات القرآن ۵: ۲۴۴)

انھوں نے کہا: "اے لوط! بخدا! اگر تو باز نہ آیا تو تجھے شہر بدر کر دیا جائے گا —— قوم کا جواب تھا کہ لوط کو اپنی بستی سے نکال کر باہر کرو، یہ بڑا اپا کبار بنتا ہے، ہم گندوں میں اس کا کیا کام!

لوطؑ نے کہا: بے شک میں تمہارے کاموں سے سخت بیزار ہوں —— یعنی میں بھی تمہاری بستیوں میں رہنا نہیں چاہتا، مگر اللہ کا حکم ہے اس لئے ٹھہرا ہوا ہوں۔

لوطؑ کی دعا: —— اے میرے رب! مجھے اور میرے متعلقین کو ان کاموں سے نجات بخش جو وہ کرتے ہیں —— ان کے برے کاموں کی نحوست اور وبال سے ہم کو بچا، اور انہیں غارت فرما!

← ہونے والا (۶) تدمیر: اکھیڑ مارنا (۷) مطراً: مفعول مطلق، بیانِ نوعیت کے لئے یعنی بری بارش۔

قوم کا انجام: —— پس ہم نے اس کو اور اس کے متعلقین کو سبھی کو نجات دی، مگر بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی، پھر اکھیڑ مارا ہم نے دوسروں کو، اور برسائی ہم نے ان پر بری بارش، سو کیسی بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسی جن کو (عذاب سے) ڈرایا گیا تھا! —— حضرت لوط علیہ السلام فرشتوں کے کہنے سے مع متعلقین بستی سے ہجرت کر گئے، مگر ان کی بوڑھی بیوی نے ساتھ نہ دیا، وہ اسی قوم کی تھی، در پردہ کافر تھی، اور قوم کی برائیوں سے دلچسپی رکھتی تھی، چنانچہ اس نے ساتھ چلنے سے انکار کیا، اور انہی کے ساتھ ہلاک ہوئی، اور دوسری بیوی اور بیٹیاں ساتھ چلیں اور انھوں نے نجات پائی، اور داماد ساتھ چلے یا نہیں؟ یہ بات معلوم نہیں، بائبل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساتھ نہیں چلے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو الٹ دیا، اور آسمان سے نوکیلے پتھر برسائے، سو وہ ڈھیر ہو کر رہ گئے۔

بے شک اس (واقعہ) میں عبرت ہے، اور ان (کفار مکہ) کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور بے شک آپ کا رب زبردست بڑا مہربان ہے! —— وہ فوری عذاب بھیج سکتا ہے، مگر نہیں بھیجا، بلکہ سنبھلنے کا موقعہ دیا۔

لوطی پر دیوار گرانا یا بلند مقام سے نیچے پھینک کر ہلاک کرنا جائز ہے، قوم لوط اسی طرح ہلاک کی گئی، ان کی بستیوں کو اوپر اٹھا کر الٹا زمین پر پھینک دیا!

كَذَّبَ اَصۡحٰبُ لۡئَيۡكَةِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿١٧٦﴾ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ شُعَيۡبٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿١٧٩﴾ وَمَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿١٨٠﴾ اَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِيۡنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ وَالۡجِـبِلَّةَ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِيۡنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا وَاِنۡ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿١٨٦﴾ فَاَسۡقِطۡ عَلَيۡنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّىۡۤ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً‌ ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿١٩٠﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ﴿١٩١﴾

ع ۱۰

كَذَّبَ	جھٹلایا	اَلْكَيْلَ	پیمانہ	وَمَا اَنْتَ	اور نہیں ہو تم
اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ (۱)	بن والوں نے	وَلَا تَكُوْنُوْا	اور مت ہوؤ	اِلَّا	مگر
الْمُرْسَلِيْنَ	رسولوں کو	مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ	گھٹانے والوں سے	بَشَرٌ	انسان
اِذْ قَالَ	جب کہا	وَزِنُوْا	اور تولو	مِّثْلُنَا	ہی جیسے
لَهُمْ	ان سے	بِالْقِسْطَاسِ	ترازو سے	وَاِنْ	اور بیشک
شُعَيْبٌ	شعیبؑ نے	الْمُسْتَقِيْمِ	سیدھی	نَّظُنُّكَ	ہم تجھے گمان کرتے ہیں
اَلَا	کیا نہیں	وَلَا تَبْخَسُوا	اور مت گھٹا کر دو	لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ	یقیناً جھوٹوں میں سے
تَتَّقُوْنَ	بچتے تم (شرک سے)	النَّاسَ	لوگوں کو	فَاَسْقِطْ	پس گرا دے
اِنِّيْ لَكُمْ	بیشک میں تمہارے لئے	اَشْيَآءَهُمْ	ان کی چیزیں	عَلَيْنَا	ہم پر
رَسُوْلٌ	رسول ہوں	وَلَا تَعْثَوْا (۲)	اور مت پھیلو	كِسَفًا (۴)	ٹکڑے
اَمِيْنٌ	امانت دار	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	مِّنَ السَّمَآءِ	آسمان سے
فَاتَّقُوا اللّٰهَ	پس ڈرو اللہ سے	مُفْسِدِيْنَ	خرابی ڈالتے ہوئے	اِنْ كُنْتَ	اگر ہے تو
وَاَطِيْعُوْنِ	اور کہا مانو میرا	وَاتَّقُوا	اور ڈرو	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ	سچوں سے
وَمَآ اَسْئَلُكُمْ	اور نہیں مانگتا میں تم سے	الَّذِيْ	اس سے جس نے	قَالَ رَبِّيْٓ	کہا میرا رب
عَلَيْهِ	رسالت پر	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو	اَعْلَمُ	خوب جانتا ہے
مِنْ اَجْرٍ	کوئی صلہ	وَالْجِبِلَّةَ (۳)	اور خلقت کو	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	ان کاموں کو جو تم کرتے ہو
اِنْ اَجْرِيَ	نہیں ہے میرا صلہ	الْاَوَّلِيْنَ	اگلی	فَكَذَّبُوْهُ	پس جھٹلایا انھوں نے اسکو
اِلَّا عَلٰى رَبِّ	مگر پروردگار پر	قَالُوْٓا	کہا انھوں نے	فَاَخَذَهُمْ	پس پکڑ لیا ان کو
الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے	اِنَّمَآ اَنْتَ	جز ایں نیست تم	عَذَابُ	عذاب نے
اَوْفُوا	پورا بھرو	مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ	جادو زدوں سے ہو	يَوْمِ الظُّلَّةِ	سائبان کے دن کے

(۱) الأيكة: گھنا جنگل، بَن، أَيِكَ (س) الشجر أيكاً: درخت کا گنجان اور گھنا ہونا (۲) عَثَا (ن) عَثْوًا وَعُثُوًّا: فساد انگیزی کرنا، زبردست فساد برپا کرنا (۳) الجبلة: قوم، امت، خلقت، مخلوق، جَبَلَ اللّٰه الخلقَ: پیدا کرنا، ڈھالنا، صورت بنانا (۴) الكِسْفَة: کسی چیز کا ٹکڑا، جمع كِسْف و كِسَف۔

اِنَّهٗ كَانَ	بے شک وہ تھا	لَاٰيَةً	البتہ نشانی ہے	وَاِنَّ رَبَّكَ	اور بیشک آپ کا رب
عَذَابَ	عذاب	وَمَا كَانَ	اور نہیں ہیں	لَهُوَ	البتہ وہ
يَوْمٍ عَظِيْمٍ	بڑے دن کا	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر	الْعَزِيْزُ	زبردست
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں	مُّؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے	الرَّحِيْمُ	بڑا مہربان ہے

ساتواں قصہ اَیکہ والوں کا

قوم لوطؑ سے متصل زمانہ قوم شعیبؑ کا ہے، سورۂ ہود (آیت ۸۹) میں حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ قول ہے: ﴿وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴾: اور قوم لوط تم سے دور زمانہ میں نہیں یعنی ابھی ماضی قریب میں وہ تباہ ہوئی ہے، اس لئے اب آخر میں قوم شعیبؑ کی تباہی کا واقعہ ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہے، مگر چونکہ فرعونیوں کی تباہی کا واقعہ مفصل اور اہل مکہ کے لئے زیادہ اہم تھا اس لئے اس کو سب سے پہلے بیان کیا ہے۔

مدین والے اور اَیکہ والے ایک ہیں یا الگ الگ؟ اس میں اختلاف ہے:

۱-بعض کا خیال ہے کہ دونوں جدا جدا قبیلے ہیں، مدین متمدن اور شہری قبیلہ تھا، اور اصحاب الایکہ بدوی اور بَن (جنگل) میں آباد تھے، حضرت شعیب علیہ السلام پہلے مدین والوں کی طرف مبعوث کئے گئے، پھر ان کی ہلاکت کے بعد ایکہ والوں کی طرف مبعوث کئے گئے۔

۲-دوسری رائے یہ ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں، مدین ان کا شہر تھا، اور علاقہ ان کا بہت شاداب تھا اس لئے ان کو ایکہ والے (گھنے جنگل والے) بھی کہتے تھے۔

۳-اور ابن کثیر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ایکہ ایک خاص درخت کا نام تھا جس کی وہ قوم پرستش کرتی تھی، اس لئے جب ایکہ والے کہا تو حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کا "برادر" نہیں کہا، کیونکہ برادر قومی، نسبی اور رہائشی تعلق سے کہا جاتا ہے۔

بہر حال راجح یہی ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہیں، باپ (قبیلہ) اور شہر کی نسبت سے ان کو اصحاب مدین کہا جاتا ہے۔ اور علاقہ سرسبز ہونے کی وجہ سے یا خاص درخت کی پرستش کرنے کی وجہ سے ان کو اصحاب الایکہ کہا گیا ہے۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں دونوں کی برائیاں ایک ہی ذکر کی گئی ہیں، وہی ڈنڈی مارنا اور کم ناپنا تولنا ان کی ہلاکت کا باعث بنا ہے۔

اور مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کا نام ہے، جس کی اولاد بڑی قوم بن گئی تھی۔ تورات میں

ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک تیسری بیوی قطورا تھی، جس سے سات لڑکے تولد ہوئے تھے، ان میں سے ایک لڑکا مدین یا مدیان تھا، اس کے نام پر شہر، علاقہ اور قوم موسوم تھی، اور اس کی طرف شعیب علیہ السلام مبعوث کئے گئے تھے۔

اصحاب الا یکہ نے رسولوں کو جھٹلایا

(یاد کرو) جب ان سے شعیبؑ نے کہا: "کیا تم (شرک سے) بچتے نہیں؟ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو، اور میں تم سے رسالت پر کوئی صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو رب العالمین پر ہے! —— یہی سب نبیوں کی مشترک دعوت ہے، اور اسی لئے ایک رسول کی تکذیب کو سب رسولوں کی تکذیب کہا گیا ہے۔

تم لوگ پیمانہ پورا بھرا کرو، اور (صاحب حق کا) نقصان مت کیا کرو، اور سچی ترازو سے تولا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم مت دیا کرو —— کچھ چیزیں ناپ کر بیچی جاتی ہیں اور کچھ چیزیں تول کر۔ اور قدیم زمانہ میں زیادہ چیزیں ناپ کر بیچی جاتی تھیں، تولنے کی چیزیں کم تھیں، اب معاملہ برعکس ہوگیا ہے۔ اب زیادہ تر چیزیں تول کر بیچی جاتی ہیں، اور قدیم زمانہ میں دونوں قسم کی چیزوں کے تاجر بھی الگ الگ ہوتے تھے، اس لئے شعیب علیہ السلام نے کیل والوں کو الگ سمجھایا، اور وزن والوں کو الگ، اور ہر ایک کو مثبت و منفی دونوں پہلوؤں سے سمجھایا، تاکہ بات خوب ذہن نشیں ہوجائے، پس کلام میں تکرار کا شبہ نہ کیا جائے۔

اور شعیب علیہ السلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ معاملات میں خیانت اور بے انصافی مت کرو، جس طرح لیتے وقت پورا ناپ تول کر لیتے ہو، دیتے وقت بھی پورا ناپ تول کر دیا کرو۔

اور زمین میں فساد مت مچایا کرو —— سورۃ الاعراف (آیت ۸۶) میں ہے: ﴿وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِهِ، وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾: اور مت بیٹھو ہر راہ پر، ڈراتے دھمکاتے ہو، اور ایمان لانے والوں کو راہِ خدا سے روکتے ہو، اور اس راہ میں کجی تلاش کرتے ہو۔ یہی مضمون اس آیت میں بھی ہے۔

اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تم کو اور گذشتہ اقوام کو پیدا کیا ہے —— یعنی تم سے پہلے بہت سی قومیں شرارتوں کی وجہ سے ہلاک کی جاچکی ہیں، جس نے ان کو وجود بخشا تھا اسی نے ان کو ہلاک کیا۔ تمہیں بھی اللہ نے پیدا کیا ہے۔ وہ تمہیں بھی تمہاری شرارتوں کی کی وجہ سے ہلاک کرسکتے ہیں۔

ان لوگوں نے جواب دیا: تجھ پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کردیا ہے، اور تو محض ہماری طرح کا ایک آدمی ہے، اور ہم تو تجھے جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں، پس اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرادے! —— یعنی عذاب لے آ!

شعیبؑ نے کہا: میرا پروردگار تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے ـــــ یعنی وہی جانتا ہے کہ کس جرم پر کس وقت اور کتنی سزا ملنی چاہئے، عذاب لے آنا میرے اختیار کی بات نہیں۔

قوم کا انجام: ـــــ سو ان لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا، پس ان کو سائبان کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بیشک وہ ہولناک دن کا عذاب تھا ـــــ سائبان کے دن کا واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب پر سخت گرمی مسلط کی، چنانچہ ان کو نہ مکان کے اندر چین آتا تھا نہ باہر، پھر ان کے گھنے جنگل میں ایک گہرا بادل آیا، جس کے نیچے ٹھنڈی ہوا تھی، ساری قوم دوڑ کر اس بادل کے نیچے جمع ہوگئی، اس بادل نے ان پر بجائے پانی کے آگ برسا دی جس سے سب بھسم ہو کر رہ گئے۔

اور اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے، اور ان (کفار مکہ) کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور بے شک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑا مہربان ہے ـــــ جو عذاب بھیج سکتا ہے، مگر مہلت دے رکھی ہے۔

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَ لَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۲۰۱﴾

وَ اِنَّهٗ	اور بیشک وہ (قرآن)	الْاَمِیْنُ	امانت دار	عَرَبِیٍّ	عربی
لَتَنْزِیْلُ	بتدریج اتارنا ہے	عَلٰی قَلْبِكَ (۲)	آپؐ کے دل پر	مُّبِیْنٍ	واضح
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ	جہانوں کے پالنہار کا	لِتَكُوْنَ	تاکہ ہوں آپؐ	وَ اِنَّهٗ	اور بیشک وہ (قرآن)
نَزَلَ	اتارا ہے اس کو	مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ	ڈرانے والوں میں سے	لَفِیْ زُبُرِ (۳)	البتہ کتابوں میں ہے
بِهِ الرُّوْحُ (۱)	روح (جبرئیلؑ) نے	بِلِسَانٍ (۲)	زبان میں	الْاَوَّلِیْنَ	اگلوں کی

(۱) بہ: با تعدیہ کی ہے (۲) علی قلبك اور بلسان: نَزَلَ کے ساتھ متعلق ہیں (۳) الزُّبُر: الزَّبُور کی جمع: لکھی ہوئی کتاب، زَبَرَ الکتاب: کتاب لکھنا۔

اَوَلَمْ يَكُنْ	کیا اور نہیں ہے	نَزَّلْنٰهُ	بتدریج اتارتے ہم اس کو	سَلَكْنٰهُ (۳)	پیوست کی ہے ہم
لَّهُمْ	ان کے لئے	عَلٰى بَعْضِ	کسی پر		نے وہ (تکذیب)
اٰيَةً (۱)	بڑی نشانی (دلیل)	الْاَعْجَمِيْنَ (۲)	غیر عربی	فِيْ قُلُوْبِ	دلوں میں
اَنْ	یہ بات کہ	فَقَرَاَهٗ	پس وہ اس کو پڑھتا	الْمُجْرِمِيْنَ	بدکاروں کے
يَّعْلَمَهٗ	جانتے ہیں اس کو	عَلَيْهِمْ	ان (عربوں) کے سامنے	لَا يُؤْمِنُوْنَ	نہیں ایمان لائیں گے وہ
	(قرآن یا نبی کو)	مَّا كَانُوْا	(تو بھی) نہیں تھے وہ	بِهٖ	اس (قرآن یا نبی) پر
عُلَمٰٓؤُا	جاننے والے	بِهٖ	اس پر	حَتّٰى يَرَوُا	یہاں تک کہ دیکھ لیں وہ
بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ	بنی اسرائیل کے	مُؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے	الْعَذَابَ	عذاب کو
وَلَوْ	اور اگر	كَذٰلِكَ	اسی طرح	الْاَلِيْمَ	دردناک

ربط: قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ سورۃ الفرقان اور سورۃ الشعراء کا خاص موضوع: رسالت اور دلیلِ رسالت (قرآنِ کریم) ہے، ان دونوں سورتوں میں مکذبین کے ممکنہ اشکالات کے جوابات بھی دیئے ہیں۔ اور تکذیب پر دھمکی اور مکذبین کا برا انجام بھی بیان کیا ہے۔ اور اس سورت کے آغاز میں قرآنِ کریم کا ذکر تھا، اور اس کی تکذیب پر دھمکی دی تھی، پھر مکذبینِ حق کے سات واقعات بیان ہوئے ہیں۔ اب پھر مضمونِ سابق کی طرف عود ہے۔

اور اس آخری رکوع میں آٹھ باتیں بیان کی ہیں، زیرِ تفسیر آیات میں ان میں سے دو باتیں ہیں:

۱- قرآن کی حقانیت کا بیان، اس کے نزول کا مقصد، اور اس کے کلام الٰہی ہونے کے دلائل۔

۲- اس اشکال کا جواب دیا ہے کہ حاملِ قرآن (محمد ﷺ) عربی اور فصیح ہیں، پس ممکن ہے قرآن انہی کا بنایا ہوا ہو۔ اگر کوئی غیر عربی یہ قرآن پیش کرتا تو ہم مان لیتے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

پہلی بات: —— اور یہ قرآن بے شک جہانوں کے پالنہار کا بتدریج نازل کیا ہوا کلام ہے، اس کو امانت دار فرشتے (جبرئیل) نے اتارا ہے، آپ کے دل پر تاکہ آپ من جملہ ڈرانے والوں کے ہوجائیں —— یعنی قرآنِ کریم وہ مبارک اور عظیم الشان کتاب ہے جسے رب العالمین نے اتارا ہے، جبرئیل امین لے کر اترے ہیں، اور وہ آپ کے پاک وصاف قلب پر اتاری گئی ہے، تاکہ آپ اس کے ذریعہ فریضہ نبوت انجام دیں —— ان آیات میں چار باتیں ہیں:

(۱) آيةً: کان کی خبر مقدم ہے، اور جملہ أن يعلمه: اسم مؤخر ہے۔ (۲) الأعجم: غیر عربی (خواہ واضح کلام کرتا ہو) جمع أعاجِم (۳) سَلَكَ (ن) سَلْكًا و سُلوكًا الشيئَ في الشيئِ: ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنا، پرونا، پیوست کرنا۔

۱- اللہ کی صفات میں سے صفتِ ربوبیت کا تذکرہ اس لئے کیا کہ یہی صفت بعثتِ انبیاء کا باعث ہے، ربّ: وہ ہستی ہے جو کسی مخلوق کو پیدا کرے، پھر اس کی بقاء کا سامان کرے، پھر اس کو بتدریج ترقی دے کر منتہائے کمال تک پہنچائے ھو إنشاء الشيئ حالاً فحالاً إلى حد التمام (مفردات) جس ہستی میں یہ تین باتیں جمع ہوں وہ رب ہے، اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہیں: ولایقال الرب مطلقاً إلا لله تعالىٰ، المتكفل بمصلحة الموجودات (مفردات راغب)

اور انسان: روح اور بدن کا مجموعہ ہے، دیگر حیوانات میں روح کوئی معنی نہیں رکھتی، اس لئے ان کی صرف جسمانی ضرورتیں ہیں، اور انسان کی دو ضرورتیں ہیں: جسمانی اور روحانی۔ چنانچہ انسان کی جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے سارا عالم بنایا: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْأَرْضِ جَمِيْعًا﴾: وہ ذاتِ پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب [البقرۃ ۲۹] اور روحانیت کی تکمیل و ترقی کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم کیا، تاکہ ربانی تعلیمات پر عمل کر کے انسان خود کو مراتب کمال تک پہنچائے۔

الحاصل: قرآنِ کریم کا نزول ربوبیت کے تقاضے سے ہوا ہے۔ اس لئے رب العالمین کو خاص کیا۔

۲- پھر جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ انسان سے رو در رو کلام نہیں فرماتے۔ یہ بات انسان کی طاقت سے باہر ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلاً فَيُوْحِيَ بِإِذْنِهِ مَايَشَآءُ، إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾: اور کسی بشر کی (بحالتِ موجودہ) یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماویں، مگر (تین طریقوں سے) یا تو الہام سے، یا حجاب کے پیچھے سے، یا کسی فرشتہ کو بھیج کر کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہو پیغام پہنچائے، بیشک وہ بڑا عالی شان بڑی حکمت والا ہے [الشوریٰ ۵۱]

چنانچہ قرآنِ کریم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے توسط سے وحی کیا، اور اس فرشتہ کا لقب روح (حیات) رکھا، کیونکہ اس کی لائی ہوئی وحی لوگوں کی دینی حیات کا ذریعہ بنی، اس لئے مسبب کا نام سبب کو دیدیا۔ پھر اس کی صفت امین (امانت دار) ذکر کی تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس نے وحی میں قطعاً کوئی خیانت نہیں کی، بے کم وکاست وحی پہنچائی ہے۔

۳- اور آپ ﷺ کے ''دل'' کی تخصیص اس لئے کی کہ دل ہی مُدرِک (سمجھنے والا) ہے۔ کان میں بات پڑی اور دل نے نہ سمجھی تو کیا فائدہ؟ اور جب گھنٹی کی آواز کی طرح وحی آتی تھی تو اس کو دل ہی بوجھتا تھا۔

۴- آخر میں نزول قرآن کی غرض بیان کی کہ قرآنِ کریم آپ ﷺ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کریں، جو نہ مانیں ان کو ڈرائیں، اور جو مان لیں ان کو خوش خبری سنائیں۔ پس آیت میں آدھا مضمون ہے۔ باقی آدھا فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے۔

قرآن کے کلام اللہ ہونے کی دو دلیلیں: داخلی اور خارجی

ارشاد فرماتے ہیں: (قرآن نازل فرمایا ہے:) صاف عربی زبان میں —— یعنی قرآن نہایت فصیح، واضح اور شگفتہ عربی زبان میں ہے، اور تم اہل لسان ہو، فصاحت و بلاغت کے دعوے دار ہو، قصیدے لکھ لکھ کر کعبہ شریف میں لٹکاتے ہو، تمہارے لئے اس کلام کی خوبیوں کا ادراک کرنا کیا مشکل ہے؟ خود قرآن میں غور کرو، اور چاہو تو مقابلہ کر دیکھو، خود تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ یہ اللہ کے علاوہ کا کلام نہیں ہوسکتا، پس یہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی داخلی دلیل ہے۔

اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف قرآن کے مضامین آپ ﷺ کے دل پر نہیں اتارے گئے، بلکہ الفاظ اور معانی سب وحی سے قلب مبارک پر اتارے گئے ہیں۔

اور بے شک وہ (قرآن یعنی قرآن کا تذکرہ) پہلی امتوں کی (آسمانی) کتابوں میں ہے —— یہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی خارجی دلیل ہے۔ قرآن کی اور اس کے لانے والی کی خبر پچھلی آسمانی کتابوں میں موجود ہے، گذشتہ انبیاء برابر اس کی پیشین گوئی کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ باوجود بہت سی تحریفات کے اب تک ایک ذخیرہ ایسی پیشین گوئیوں کا پایا جاتا ہے، مثلاً:

تورات، کتاب استثناء، باب ۱۸ آیات ۱۸ او ۱۹ میں ہے: ”میں ان کے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے (یعنی بنی اسماعیل میں سے) تیری مانند (یعنی موسیٰ علیہ السلام کی مانند) ایک نبی برپا کرونگا، اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا، اور جو کچھ میں اسے حکم دونگا وہی وہ ان سے کہے گا، اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے میں اس کا حساب اس سے لونگا“

ایک سوال کا جواب: مشرکین مکہ جو امی (ناخواندہ) تھے کہہ سکتے تھے کہ ہم گذشتہ نبیوں کی کتابوں کو کیا جانیں؟ ہم تو پڑھے لکھے نہیں! پس یہ حوالہ (خارجی دلیل) بے فائدہ ہے!

جواب: —— اور کیا یہ بات ان کے لئے بڑی دلیل نہیں کہ اس کو بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) کے علماء جانتے ہیں؟ —— یعنی آخری نبی اور قرآن کی خبر صرف کتابوں میں نہیں، بلکہ علماء کے سینوں میں بھی ہے۔ اہل کتاب کے علماء اس پیشین گوئی کو جانتے ہیں۔ ان سے پوچھ لو، عیسائی مکہ میں ہیں اور یہودی مدینہ میں۔ اور تم دوڑ دوڑ کر مدینہ میں یہود سے امتحانی سوال بنوانے جاتے ہو، پس یہ بات بھی ان سے پوچھتے آؤ، وہ تمہیں بتائیں گے کہ آخری نبی اور آخری کتاب کا ذکر ان کی کتابوں میں ہے۔

دوسری بات: ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے۔ مشرکین مکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن پیش کرنے والے عربی اور فصیح

ہیں، پس ممکن ہے قرآن انہی کا بنایا ہوا ہو، اگر کسی عجمی پر عربی قرآن اترتا تو ہم اس کو اللہ کا کلام مان لیتے، کیونکہ اس صورت میں یہ احتمال نہیں رہتا کہ پیش کرنے والے نے خود بنایا ہے۔ آگے اس کا جواب ہے:

اور اگر ہم اس کو بتدریج اتارتے کسی عجمی (غیر عربی) پر، پھر وہ اس کو ان (مکہ والوں) کے سامنے پڑھتا، تو (بھی) وہ اس پر ایمان لانے والے نہیں تھے —— اس وقت وہ کچھ اور احتمالات نکالتے:

۱- کہتے کہ کسی نے اس کو رٹا دیا ہے، جیسے عجمی بچے بے سمجھے قرآن رٹ کر شاندار سناتے ہیں۔

۲- یا کہتے کہ یہ نبی تو طوطا ہے، رٹی رٹائی سناتا ہے۔

۳- یا کہتے کہ عجیب بات: پیغام عربی اور حامل پیغام عجمی! کیا اللہ کو نبی بنانے کے لئے کوئی عربی نہیں ملا۔

غرض: ناچنا نہیں آنگن ٹیڑھا! وہ بہر حال ایمان نہ لاتے!

اس طرح اس (تکذیب) کو ہم نے مجرموں کے دلوں میں پیوست کیا ہے —— یہ ایک خدائی ضابطہ ہے: جو آدمی جرائم اور گناہوں کا خوگر ہو جاتا ہے، اور اپنی صلاحیتوں کو شرارت اور سرکشی میں لگا دیتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتے ہیں، اور اس کے اعمال بد کو اس کی نظر میں مرغوب کر دیتے ہیں: ﴿زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ﴾ [النمل ۴] مکہ کے تکذیب کرنے والوں کو بھی تکذیب میں بڑا مزہ آرہا ہے، یہی تکذیب کو دلوں میں پیوست کرنا ہے۔

فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾

فَيَاْتِيَهُمْ	پس آئیگا وہ ان کے پاس	هَلْ نَحْنُ	کیا ہم	اِنْ	اگر
بَغْتَةً	اچانک	مُنْظَرُوْنَ	ڈھیل دیئے ہوئے ہیں	مَّتَّعْنٰهُمْ	فائدہ اٹھانے دیں ہم انکو
وَّهُمْ	درانحالیکہ وہ	اَفَبِعَذَابِنَا	کیا پس ہمارے عذاب میں	سِنِيْنَ	کئی سال
لَا يَشْعُرُوْنَ	محسوس نہیں کریں گے	يَسْتَعْجِلُوْنَ	جلدی مچاتے ہیں وہ	ثُمَّ جَآءَهُمْ	پھر پہنچے ان کو
فَيَقُوْلُوْا	پس کہیں گے وہ	اَفَرَءَيْتَ	کیا پس دیکھا تونے (بتلا)	مَّا كَانُوْا	وہ عذاب جو

یُوْعَدُوْنَ	وعدہ کئے گئے ہیں وہ	كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ	فائدہ پہنچائے گئے تھے وہ	مُنْذِرُوْنَ	ڈرانے والے ہیں
مَآ اَغْنٰى (۱)	نہیں کام دے گا	وَمَآ اَهْلَكْنَا	اور نہیں ہلاک کی ہم نے	ذِكْرٰى (۲)	نصیحت کے لئے
عَنْهُمْ	ان کو	مِنْ قَرْيَةٍ	کوئی بھی بستی	وَمَا كُنَّا	اور نہیں ہیں ہم
مَّا	وہ سامان جس سے	اِلَّا لَهَا	مگر اس کے لئے	ظٰلِمِيْنَ	ظلم کرنے والے

مشرکینِ مکہ ایمان کب لائیں گے؟ اور عذاب کا ضابطہ کیا ہے؟

زیرِ تفسیر آیات میں دوسری دو باتیں بیان کی ہیں:

۱- منکرین مکہ اس وقت ایمان لائیں گے جب ان پر عذاب کا کوڑا برسے گا، مگر جب چڑیاں کھیت چگ جائیں تو واویلا مچانے سے فائدہ کیا؟ ابھی بروقت ایمان لائیں تو ایک بات بھی ہے۔

۲- قوموں کی ہلاکت اتمامِ حجت کے بعد ہوتی ہے، اس کے بغیر تباہی ڈالنا ظلم تصور کیا جا سکتا ہے، اور اتمام حجت اب ہو رہا ہے، پس عذاب آنے میں دیر کیا ہے؟

تیسری بات: وہ (مشرکین مکہ) اس (قرآن) پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک دردناک عذاب نہیں دیکھیں گے، پس وہ عذاب ان کو اچانک پہنچے گا، اور ان کو اس کی بھنک بھی نہیں پڑے گی — چنانچہ سان گمان کے بغیر میدانِ بدر میں لقمۂ اجل بن گئے!

پس (جب عذاب سر پے آ کھڑا ہوگا تو) وہ کہیں گے: کیا ہم ڈھیل دیئے ہوئے ہیں؟ — کیا ہمیں تھوڑی سی مہلت مل سکتی ہے کہ توبہ کر کے اور پیغمبر کا اتباع کر کے آئیں — پس کیا وہ ہمارے عذاب کے بارے میں جلدی مچاتے ہیں؟ عذاب کوئی خوانِ نعمت نہیں کہ بے چینی سے اس کا انتظار کیا جائے! — بتا اگر ان کو دنیا سے فائدہ اٹھانے کا کئی سال تک موقع دیں، پھر ان کو وہ عذاب پہنچے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے، تو کیا وہ سامان ان کو کچھ نفع پہنچائے گا جو ان کو برتنے کے لئے دیا گیا ہے؟ — یعنی سالہا سال کی ڈھیل اور مہلت جو دی گئی تھی اس وقت کچھ کام نہ آئے گی، اور نہ دنیا کا مال و منال جو چند روز فائدہ اٹھانے کے لئے دیا گیا ہے کچھ نفع پہنچائے گا، سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا!

(۱) ما: نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہام انکاری کے لئے بھی، اور دونوں کا مفاد ایک ہے (۲) ذکری: مفعول لہ کی جگہ میں ہے، اور منذرون سے حال بھی ہو سکتا ہے۔

چوتھی بات عذاب کا ضابطہ: ـــــ اور ہم نے کوئی بستی غارت نہیں کی مگران کے پاس ڈرانے والے بھیجے ہیں، نصیحت کرنے کے لئے، اور ہم ظلم کرنے والے نہیں! ـــــ یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کا تختہ یوں ہی ایک دم الٹ نہیں دیتے، عذاب بھیجنے سے پہلے کافی مہلت دیتے ہیں، اور ہوشیار کرنے کے لئے پیغمبر بھیجتے ہیں، جب کسی طرح لوگ نہیں مانتے تو آخر میں غارت کئے جاتے ہیں۔

اور ہم ظلم کرنے والے نہیں: یعنی اگر عذاب بھیجنے کے لئے یہ ضابطہ روبعمل نہ لایا جائے، اور بے خبری میں مجرموں کو پکڑ لیا جائے تو کوئی اس کو ظلم تصور کرسکتا ہے، حالانکہ اللہ کی بارگاہ ظلم سے پاک ہے!

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

وَمَا	اور نہیں	لَمَعْزُوْلُوْنَ	قطعی دور رکھے ہوئے ہیں	وَاخْفِضْ	اور جھکا
تَنَزَّلَتْ	بتدریج اتارا	فَلَا تَدْعُ	پس نہ پکار	جَنَاحَكَ	اپنا بازو
بِهٖ	قرآن کو	مَعَ اللّٰهِ	اللہ کے ساتھ	لِمَنِ	اس کے لئے جس نے
الشَّيٰطِيْنُ	شیاطین نے	اِلٰهًا اٰخَرَ	دوسرے معبود کو	اتَّبَعَكَ	تیری پیروی کی
وَمَا يَنْۢبَغِيْ	اور نہیں مناسب ہے	فَتَكُوْنَ	پس ہو جائے تو	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین میں سے
لَهُمْ	ان کے لئے	مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ	سزا دیئے ہوؤں میں سے	فَاِنْ	پس اگر
وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	اور نہیں طاقت رکھتے وہ	وَاَنْذِرْ	اور ڈرا	عَصَوْكَ [1]	نافرمانی کریں وہ تیری
اِنَّهُمْ	بے شک وہ	عَشِيْرَتَكَ	اپنے کنبہ کو	فَقُلْ	پس کہہ
عَنِ السَّمْعِ	سننے سے	الْاَقْرَبِيْنَ	نزدیک کے	اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ	بیشک میں بیزار ہوں

(۱) عَصَوْا: ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، كَ: ضمیر واحد مذکر حاضر، کاف ملانے سے الف حذف ہوگیا۔

مِمَّا	ان کاموں سے جو	الَّذِیْ	جو	فِی السّٰجِدِیْنَ	سجدہ کرنے والوں کیساتھ
تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو	یَرٰىكَ	دیکھتا ہے تجھے	اِنَّهٗ	بے شک وہ
وَ تَوَكَّلْ	اور بھروسہ کر	حِیْنَ	جب	هُوَ	ہی
عَلَى الْعَزِیْزِ	زبردست پر	تَقُوْمُ	کھڑا ہوتا ہے تو	السَّمِیْعُ	سب کچھ سننے والا
الرَّحِیْمِ	بڑا مہربان	وَ تَقَلُّبَكَ (۱)	اور تیرے پھرنے کو	الْعَلِیْمُ	سب کچھ جاننے والا ہے

ان آیات میں دو اور باتیں بیان کی ہیں:

۱-نزول قرآن میں شیاطین کا کچھ دخل نہیں، کیونکہ ان کا دخل دو طرح سے ہوسکتا تھا، اور وہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔

۲-جب آپ ﷺ منذر (ڈرانے والے) ہیں تو سب سے اہم بات کیا ہے جس سے ڈرایا جائے، اور کام کس ترتیب سے کیا جائے، اور ماننے والوں اور نہ ماننے والوں سے کیسا معاملہ کیا جائے، اور دعوت کا کام نڈر ہو کر کیا جائے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمانے والے ہیں۔

پانچویں بات: —— نزولِ قرآن میں شیاطین کا کچھ دخل نہیں —— اور قرآن کو بتدریج شیاطین نے نہیں اتارا۔ اور نہ یہ بات ان کے مناسب حال ہے۔ اور نہ یہ بات ان کے بس میں ہے، وہ سننے سے قطعی روک دیئے گئے ہیں —— یعنی شیاطین کا نزولِ قرآن میں کچھ دخل نہیں، کیونکہ دخل کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں، اور دونوں باطل ہیں:

ایک صورت: یہ ہوسکتی ہے کہ قرآن کے مضامین شیاطین نے خود پیدا کئے ہوں، اور آپؐ کو القاء کئے ہوں، یہ احتمال اس لئے باطل ہے کہ قرآن کے مضامین شیاطین کی حالت کے مناسب نہیں۔ قرآن سراپا ہدایت ہے اور وہ سراپا گمراہی، پس ایسے مضامین کی ان کو آمد ہو ہی نہیں سکتی، اور نہ ایسے مضامین شائع کرنے سے ان کو کوئی دلچسپی ہوسکتی ہے، ان کا کام مخلوق کو گمراہ کرنا ہے، ہدایت پر لانا نہیں۔

دوسری صورت: یہ ہوسکتی ہے کہ شیاطین نے یہ باتیں فرشتوں سے سن کر آپؐ کو پہنچائی ہوں، مگر یہ احتمال بھی باطل ہے کیونکہ شیاطین فرشتوں کی باتوں کو سننے سے قطعی روک دیئے گئے ہیں (تفصیل سورۃ الحجر، آیت ۱۸ میں گذری ہے اور سورۃ الجن آیات ۸ و ۹ میں آئے گی)

تعلیماتِ قرآن پر عمل کیا جائے اور قرآن کی دعوت عام کی جائے

ابھی رسالت اور دلیلِ رسالت پر دو اعتراضوں کے جواب باقی ہیں، درمیان میں جب یہ ثابت ہوگیا کہ قرآن

---

(۱) تقلبك: کا عطف یراك کے کاف پر ہے اور فی بمعنی مع ہے (جمل)

بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے، شیاطین کا اس میں ذرہ بھر دخل نہیں تو ضروری ہے کہ اس کی تعلیمات پر چلا جائے اور اس کی دعوت کو عام کیا جائے، اس لئے درمیان میں یہ مضمون آیا ہے:

چھٹی بات: قرآن کی سب سے اہم دعوت توحید ہے —— پس نہ پکار تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو، ورنہ ہو جائے گا تو سزا دیئے ہوؤں میں سے —— یہ فرمایا رسول کو اور سنایا اوروں کو، امت اجابہ کو بھی اور امت دعوت کو بھی کہ شرک کی شیطانی راہ اختیار مت کر، ورنہ عذاب الٰہی سے بچنے کی کوئی راہ نہ ہوگی۔

دعوت کی ترتیب: —— اور آپؐ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرائیں —— یہ حکم رسول ﷺ کے لئے بھی ہے اور مصلحینِ امت کے لئے بھی۔ پہلے اپنے اقارب پر محنت کرنی چاہئے، خیر خواہی میں ان کا حق مقدم ہے، اور وہ بات بھی دوسروں کی بہ نسبت جلدی قبول کرتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے تمام خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے پیغام حق سنایا، اس وقت اگرچہ خاندان نے بات قبول نہ کی مگر رفتہ رفتہ تمام خاندان میں ایمان داخل ہونا شروع ہو گیا، اور آپؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو ایک بڑی قوت حاصل ہوئی۔

ایمان لانے والوں کے ساتھ نرم برتاؤ —— اور آپؐ اپنا بازو ان مؤمنین کے لئے جھکا دیں جو آپؐ کی پیروی کریں —— یعنی مؤمنین کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کریں تاکہ وہ آپؐ کے ساتھ جڑیں، اور جماعت وجود میں آئے۔

منکرین کے اعمال سے بے تعلقی اختیار کی جائے: —— پس اگر وہ لوگ آپؐ کی نافرمانی کریں تو آپؐ کہہ دیں: میں ان کاموں سے بیزار ہوں جو تم کرتے ہو —— یعنی منکرین کے اعمال سے بالکل بے تعلقی اختیار کی جائے، آدھے پونے کا سودا نہ کیا جائے ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ والا معاملہ کیا جائے، تبھی آگے ان کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

اور یہ بات بھی آپؐ کے ساتھ اور مصلحینِ امت کے ساتھ: دونوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ کیونکہ اہل باطل کے ساتھ کسی بھی مصلحت سے غلط اعمال میں شرکت کی جائے گی تو آگے اصلاح کی کوشش بے سود ہوگی۔ مثلاً کچھ مولوی اہلِ بدعات کے ساتھ دنیوی مفاد کے لئے لگ جاتے ہیں، ان کی بدعات میں موافقت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم آہستہ آہستہ ان کی اصلاح کر رہے ہیں۔ یہ انبیاء کا طریق دعوت نہیں۔ ان کے لئے اس آیت میں ہدایت ہے کہ ان کے اعمال سے بے تعلقی اختیار کی جائے، تاکہ اصلاح کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو، ورنہ ہر چہ در کانِ نمک رفت نمک شد والا معاملہ ہو جائے گا۔

اللہ پر بھروسہ کر کے دعوت کا کام شروع کیا جائے: انفرادی بھی اور اجتماعی بھی: —— اور بڑی قدرت

والے بڑے مہربان پر بھروسہ کیجئے، جو آپؐ کو دیکھتے ہیں جب آپ (تنہا دعوت کے لئے) کھڑے ہوتے ہیں، اور (دیکھتے ہیں) آپؐ کے پھرنے کو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ — یعنی مؤمنین کے ساتھ جب آپؐ دعوت کے کام کے لئے نکلتے ہیں تو بھی آپؐ اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں — بیشک وہی سب کچھ سننے والے سب کچھ جاننے والے ہیں! — اس میں مصلحین کے لئے ہدایت ہے کہ دعوت کا کام دونوں طرح کیا جائے: انفرادی بھی اور اجتماعی بھی۔ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے، اور نڈر ہو کر حکمت وموعظت کے ساتھ دعوت کا فریضہ انجام دیا جائے، ان شاء اللہ مصلحین کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا، اللہ تعالیٰ سب سن رہے ہیں اور سب باتیں ان کے علم میں ہیں۔ اور مؤمنین کا تذکرہ ساجدین کے لفظ سے دو وجہ سے کیا ہے:

۱- داعی کے لئے ضروری وصف انابت ہے، اس کو خاص طور پر نماز سے دلچسپی ہونی چاہئے، تبھی اس کی دعوت میں جان پڑے گی۔

۲- اس تعبیر سے اگلے مضمون سے مناسبت پیدا ہو جائے گی، جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٤﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿٢٢٥﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٦﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿٢٢٧﴾

هَلْ	کیا	الشَّيَاطِينُ	شیاطین؟	أَثِيمٍ	بڑے بدکردار
أُنَبِّئُكُمْ	آگاہ کروں میں تم کو	تَنَزَّلُ	اترتے ہیں	يُلْقُونَ (۳)	ڈالتے ہیں وہ
عَلَىٰ مَنْ	کس پر	عَلَىٰ كُلِّ	ہر ایک پر	السَّمْعَ	سنی ہوئی باتیں
تَنَزَّلُ (۱)	اترتے ہیں	أَفَّاكٍ (۲)	مہا جھوٹے	وَأَكْثَرُهُمْ	اور ان کے اکثر

(۱) تنزل: اصل میں تَتَنَزَّلُ تھا، ایک تاء حذف کی ہے، اور شیاطین بتاویل جماعت مؤنث ہے (۲) أفاك: مبالغہ کا صیغہ: بڑا جھوٹا، مادہ إفك (۳) يلقون: مضارع، جمع مذکر غائب، إلقاء: ڈالنا۔

كٰذِبُوْنَ	جھوٹے ہیں	يَقُوْلُوْنَ	کہتے ہیں	كَثِيْرًا	بہت زیادہ
وَالشُّعَرَآءُ	اور شعراء	مَا	جو	وَّانْتَصَرُوْا	اور بدلہ لیا انھوں نے
يَتَّبِعُهُمُ	پیروی کرتے ہیں ان کی	لَا يَفْعَلُوْنَ	کرتے نہیں	مِنْۢ بَعْدِ[1]	بعد
الْغَاوٗنَ	گمراہ لوگ	اِلَّا الَّذِيْنَ	مگر جو	مَا ظُلِمُوْا	ظلم کئے جانے کے
اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	وَسَيَعْلَمُ	اور عنقریب جانیں گے
اَنَّهُمْ	کہ وہ	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	الَّذِيْنَ	جنھوں نے
فِيْ كُلِّ وَادٍ	ہر میدان میں	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	ظَلَمُوْٓا	ظلم کیا
يَّهِيْمُوْنَ	حیران پھرتے ہیں	وَذَكَرُوا	اور یاد کیا انھوں نے	اَيَّ مُنْقَلَبٍ	کونسی پلٹنے کی جگہ
وَاَنَّهُمْ	اور یہ بات کہ وہ	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ کو	يَّنْقَلِبُوْنَ	وہ پلٹیں گے

ربط: اب آخری دو باتیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱- آپ ﷺ کاہن نہیں تھے کہ شیاطین سے ان کی سنی ہوئی باتیں لے کر بتلاتے ہوں، اور اس کی دو دلیلیں ذکر کی ہیں۔

۲- آپ ﷺ شاعر بھی نہیں تھے کہ خیالی مضامین پیش کرتے ہوں، اور اس کی تین دلیلیں ذکر کی ہیں۔

پھر چونکہ شاعروں کے تذکرے سے ان کی اہانت ٹپکتی تھی، اس لئے مسلمان شعراء کو مستثنیٰ کیا، اور آخر میں ظالموں کو ان کا انجام یاد دلایا۔

نبی ﷺ کاہن نہیں تھے

کاہن: جنّوں سے دریافت کرکے غیب کی خبریں بتانے والا۔ کفار نبی ﷺ کو کاہن اور قرآن کو کہانت بتاتے تھے، ان آیتوں میں اس کی تردید ہے:

ساتویں بات: —— کیا میں تجھے بتلاؤں: شیاطین کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر مہا جھوٹے بڑے بدکار پر اترتے ہیں، وہ سنی ہوئی باتیں (کاہنوں کی طرف) ڈالتے ہیں، اور ان کے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں —— یعنی ساجدین کا پیشوا جو ساری دنیا سے ٹوٹ کر اکیلے اللہ پر بھروسہ کرے اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ شیاطین اس کو خبریں دیتے ہیں اور وہ وہی باتیں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں؟ یہ بات دو وجہ سے نہیں کہی جاسکتی:

(۱) بعد: مابعد کی طرف مضاف ہے، اور مَا مصدریہ ہے۔

پہلی وجہ: کاہنوں کا حال تم جانتے ہو، زمانۂ بعثت میں کہانت اور کاہنوں کا بڑا زور تھا۔ وہ مہا جھوٹے، بڑے بدمعاش اور بدکردار ہوتے تھے، کیونکہ شیاطین سچوں اور نیک لوگوں سے بیزار ہیں، وہ جھوٹے دغا بازوں سے خوش ہیں، کیونکہ وہ ان کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں ـــــ اب تم نبی ﷺ کی سیرتِ پاک پر ایک نظر ڈالو، وہ سب سچوں سے زیادہ سچے اور تمام نیکوں سے بڑھ کر نیک ہیں، پھر ان کے پاس شیاطین کیسے آسکتے ہیں، اور وہ کاہن کیسے ہوسکتے ہیں؟

دوسری وجہ: کاہنوں کے پاس شیاطین جو خبریں لاتے ہیں: ان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کوئی ایک آدھ بات فرشتوں سے سن لیتے ہیں، اور اس میں سو جھوٹ ملا کر بات پوری کرلیتے ہیں، پھر وہی بات اپنے کاہن دوستوں کو پہنچاتے ہیں ـــــ اب تم قرآن کی باتوں میں غور کرو، اس کی ہر بات کانٹے کی تول پوری ہے، اور سچ کی کسوٹی پر کھری ہے، پھر قرآنِ کریم کہانت کیسے ہوسکتا ہے؟

نبی ﷺ شاعر نہیں تھے

شاعر: خیالی باتیں پیش کرنے والا۔ شعر: تخیلات کا مجموعہ۔ شعر کے لئے وزن اور بحر ضروری نہیں، آزاد شاعری بھی ہوتی ہے۔ کفار آپ ﷺ کو شاعر اور قرآن کو شعر قرار دیتے تھے۔ اب تین دلیلوں سے اس کی تردید کی جاتی ہے:

آٹھویں بات: ـــــ اور شعراء: ان کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں، کیا نہیں دیکھا تو کہ وہ ہر میدان میں حیران پھرتے ہیں، اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ـــــ یعنی نبی ﷺ شاعر اور قرآن شعر تین وجوہ سے نہیں ہوسکتا:

پہلی وجہ: شعراء تمہارے درمیان موجود ہیں، تم ان کے حوالی موالی پر نظر ڈالو، دیکھو وہ کیسے لوگ ہیں؟ آوارہ اور گمراہ نوجوان ان کا جھولا لئے چلتے ہیں، کیونکہ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز! ـــــ اب تم جماعتِ صحابہ پر نظر ڈالو، جو نبی ﷺ کے ساتھ چلتے ہیں۔ وہ ایسے پاکباز لوگ ہیں جن کی نظیر آسمان نے کبھی نہیں دیکھی، کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ شاعر نہیں؟

دوسری وجہ: شعراء کسی موضوع کے پابند نہیں ہوتے، وہ ہر میدانِ سخن میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں، اور ایران توران کی ہانکتے ہیں ـــــ اب تم رسول اللہ ﷺ کی باتوں میں غور کرو، وہ ہمیشہ ایک نقطہ پر کلام فرماتے ہیں، وہ ہمیشہ لوگوں کی ہدایت کی باتیں کرتے ہیں، پھر آپؐ شاعر اور قرآن دیوانِ شعر کیسے ہوسکتا ہے؟

تیسری وجہ: شعراء جو باتیں اشعار میں باندھتے ہیں ان پر خود ان کا عمل نہیں ہوتا، اور نبی ﷺ جو قرآن پیش کرتے ہیں اس پر سب سے پہلے آپؐ کا عمل ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کان خلقه القرآن:

یعنی آپؐ کی سیرت قرآن کے آئینہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ شاعر کا اپنی باتوں پر ایمان نہیں ہوتا، وہ جانتا ہے کہ اس کی باتیں اس کے ذہن کی پیداوار ہیں، پھر وہ اپنی باتوں پر عمل کیوں کرے؟ ـــــ اور انبیاء اللہ کی باتیں پیش کرتے ہیں، اور سب سے پہلے ان کا اللہ کی باتوں پر ایمان ہوتا ہے، اس لئے وہ پوری تندہی سے ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

مسلمان شعراء کا استثناء: ـــــ مگر وہ شعراء جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کیا، اور انھوں نے ظلم کئے جانے کے بعد بدلہ لیا ـــــ ان کا حال عام شعراء سے مختلف ہے، وہ اللہ کے مقبول بندے ہیں، اور ان کا کلام پسندیدہ ہے ـــــ کفار کے شعراء آپ ﷺ کی اور اسلام کی اشعار میں برائی کرتے تھے، مسلمان شعراء اس کا جواب دیتے تھے، یہ ہرگز برا نہیں، کیونکہ: ﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾: اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے [النساء ۱۴۸] مظلوم حرفِ شکایت زبان پر لاسکتا ہے۔

آخری بات: ـــــ اور عنقریب وہ لوگ جان لیں گے جنھوں نے ظلم کیا کہ وہ کونسی پلٹنے کی جگہ پلٹتے ہیں! ـــــ یعنی جن شاعروں نے اپنے اشعار میں نبی ﷺ کی ہجو کی ہے انھوں نے ظلم کیا ہے، ان ظالموں کو عنقریب آخرت میں اپنا انجام معلوم ہوجائے گا کہ وہ کہاں پہنچ کر دم لیتے ہیں!
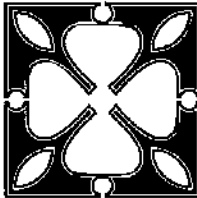
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النمل

نمبر شمار ۲۷ نزول کا نمبر ۴۸ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۹۳ رکوع: ۷

اس سورت کا نام آیت ۱۸ سے لیا گیا ہے، اُس میں چیونٹی کی گفتگو آئی ہے، اور سورت کا موضوع: توحید، رسالت، دلیلِ رسالت (قرآنِ کریم) آخرت اور جزاؤسزا کا بیان ہے، اور سورت شروع ہوئی ہے اس سے کہ قرآنِ کریم مؤمنین کے لئے راہ نما اور مُژدہ (خوش خبری) ہے، ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے کہ مؤمنین کون ہیں؟ پھر یہ بیان کیا ہے کہ منکرین ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اور ان کا انجام کیا ہوگا؟

پھر فرمایا کہ منکرین ظلم وتکبر کی وجہ سے قرآن کا دانستہ انکار کرتے ہیں، اور ان کو فرعون کا واقعہ سنایا ہے جس نے محض عناد اور ضد کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا انکار کیا تھا، پھر اس کے بالمقابل سبا کی رانی کا واقعہ بیان کیا ہے جو بغیر معجزہ کے ایمان لاکر سرخ رو ہوئی تھی، اور تمہید میں سلیمانؑ کا ذکر ہے، وہ حشرات کی بولی جانتے تھے اور پرندوں کی زبان بھی جانتے تھے، انھوں نے ہُدہُد کی معرفت رانی کو خط بھیجا، اس نے ارکانِ دولت سے مشورہ کیا، اور ڈیلی گیشن (وفد) بھیجا، سلیمان علیہ السلام نے اس کی آمد سے پہلے اس کا تخت منگوا کر اس کا روپ بدل دیا، یہ اس کی ہدایت کا سامان کیا تھا، مگر وہ اپنا تخت پہچان گئی، دھوکہ نہیں کھایا، پس سامانِ ہدایت سے اس کو ہدایت نہیں ملی، مگر جب وہ سلیمانؑ سے ملنے کے لئے دیوانِ خاص میں گئی تو وہاں دھوکہ لگا، اور وہ سمجھ گئی کہ وہ جو سورج کو پوجتی ہے وہ بھی دھوکہ ہے، اور فوراً سلیمانؑ کے ہاتھ پر ایمان لے آئی۔

پھر قریش کو ثمود کا واقعہ سنایا ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ مکہ کے نو گرو گھنٹال بھی نبی ﷺ کے قتل کی سازش کریں گے اور ناکام ہونگے، پھر قوم لوطؑ کا واقعہ بیان کیا ہے، اس میں بھی لطیف اشارہ ہے کہ تم جو مسلمانوں کو مکہ سے نکال رہے ہو تو اس کا انجام سوچ لو۔

اس کے بعد توحید پر تقریر ہے، جو پانچ آیات پر مشتمل ہے، اور ساتھ ہی مشرکین کی جوازِ شرک پر دلیل کا جواب ہے، اس کے بعد آخرت کا بیان شروع ہوا ہے، اور آگہی دی ہے کہ تکذیب رسول کا وبال آنے ہی والا ہے، جلدی مت مچاؤ۔

پھر قرآن کا موضوع لیا ہے کہ قرآن فیصل، ہدایت اور حجت ہے، اس سے بروقت فائدہ اٹھالو اور قرآن سے نفع اسی کو پہنچتا ہے جو اس کی باتیں مانتا ہے۔

اس کے بعد آخرت کا تذکرہ ہے، اور شب وروز کے نظام کو اس کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، اور آخر میں تین باتیں ہیں: (۱) داعی خود کو اپنی دعوت کا نمونہ بنائے (۲) دعوت کا عمل مسلسل جاری رہے (۳) دعوت کا نتیجہ ایک دن ضرور ظاہر ہوگا، اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔

آیاتھا ۹۳ — (۲۷) سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ (۴۸) — رکوعاتھا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿١﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿٥﴾ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿٦﴾

بِسْمِ	نام سے	وَّبُشْرٰى	اور مژدہ	اِنَّ	بے شک
اللّٰهِ	اللہ کے	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین کے لئے	الَّذِيْنَ	جو لوگ
الرَّحْمٰنِ	بے حد مہربان	الَّذِيْنَ	جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ	نہیں ایمان رکھتے
الرَّحِيْمِ	نہایت رحم والے	يُقِيْمُوْنَ	اہتمام کرتے ہیں	بِالْاٰخِرَةِ	آخرت پر
طٰسٓ	طاسین	الصَّلٰوةَ	نماز کا	زَيَّنَّا (۳)	مزین کئے ہم نے
تِلْكَ	یہ	وَيُؤْتُوْنَ	اور دیتے ہیں	لَهُمْ	ان کے لئے
اٰيٰتُ	آیتیں ہیں	الزَّكٰوةَ	زکات	اَعْمَالَهُمْ	ان کے کام
الْقُرْاٰنِ	قرآن کی	وَهُمْ	اور وہ	فَهُمْ	پس وہ
وَكِتَابٍ (۱)	اور کتاب	بِالْاٰخِرَةِ	آخرت پر	يَعْمَهُوْنَ (۴)	متردد ہیں
مُّبِيْنٍ	واضح کی	هُمْ	وہی	اُولٰٓئِكَ	یہ
هُدًى (۲)	راہ نما	يُوْقِنُوْنَ	یقین رکھتے ہیں	الَّذِيْنَ	وہ لوگ ہیں

(۱) کتاب کا عطف القرآن پر ہے، اور چونکہ معطوف کی صفت مبین آئی ہے، اس لئے معطوف اور معطوف علیہ میں من وجہ مغائرت ہوگئی اور عطف درست ہوگیا (۲) ھدی اور بشری: مصدر ہیں، اور آیات سے حال ہیں اور حمل مبالغۃ ہے (۳) زَیَّنَهٗ: سجانا، مزین کرنا (۴) عَمَهَ (ف) فی الأمر: متردد ہونا، صحیح نتیجہ پر نہ پہنچنا۔

لَهُمْ	جن کے لئے	هُمُ	وہی	الْقُرْاٰنَ	قرآن
سُوْٓءُ الْعَذَابِ	سخت عذاب ہے	الْاَخْسَرُوْنَ	گھاٹا پانے والے ہیں	مِنْ لَّدُنْ	پاس سے
وَهُمْ	اور وہ	وَاِنَّكَ	اور بے شک آپ	حَكِيْمٍ	بڑی حکمت والے
فِي الْاٰخِرَةِ	آخرت میں	لَتُلَقَّى (۱)	بالیقین دیئے گئے ہیں	عَلِيْمٍ	بڑے جاننے والے کے

اللہ کے نام سے ابتداء ہے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اس سورت کا موضوع بھی گذشتہ دو سورتوں کی طرح توحید، رسالت، دلیلِ رسالت (قرآنِ کریم) آخرت اور جزاؤ سزا کا بیان ہے۔ اور سورت کا آغاز قرآنِ پاک نازل کرنے کی غرض سے ہوا ہے، پھر بتایا ہے کہ قرآن کو کلام الٰہی ماننے والوں کی زندگی کا نقشہ کیا ہوتا ہے؟ اور نہ ماننے والے کیوں نہیں مانتے؟ اور ان کا انجام کیا ہوگا؟

قرآنِ کریم مؤمنین کے لئے راہ نما اور مُژدہ ہے

طا، سین —— یہ حروف مقطعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ البتہ ایک بات جاننے کی ہے کہ جہاں بھی حروف مقطعات آئے ہیں وہاں فوراً قرآنِ کریم کا تذکرہ آیا ہے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: —— یہ قرآن کی اور واضح کتاب کی آیتیں ہیں —— یعنی یہ آیتیں جو آپ تلاوت کر رہے ہیں: قرآنِ کریم کی آیتیں ہیں اور قرآن واضح کتاب ہے، اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں، اس کی عبارت واضح اور مضامین ہر شخص کے لئے قابل فہم ہیں۔

(یہ آیتیں) مؤمنین کے لئے راہ نما اور مُژدہ ہیں —— جو بندے قرآنِ کریم کو کلام الٰہی مانتے ہیں: ان کی یہ قرآن راہ نمائی کرتا ہے کہ ان کو دنیا میں کس طرح زندگی گذارنی چاہئے تاکہ ان کی آخرت کامیاب ہو، اور ان کو خوش خبری سناتا ہے کہ اگر انھوں نے احکامِ خداوندی کی پیروی کی تو ان کو آخرت میں کیا کیا نعمتیں ملیں گی۔

مؤمنین کون ہیں؟ —— جو نماز کا اہتمام کرتے ہیں، اور زکات دیتے ہیں، اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں چار باتیں جاننی چاہئیں:

۱– نماز دین کا بنیادی ستون ہے، اور نماز کا اہتمام یہ ہے کہ حقوق کی رعایت کے ساتھ وقت پر ادا کی جائے۔ اور

(۱) تُلَقّٰی: مضارع مجہول، صیغہ واحد مذکر حاضر، اصل میں تُتَلَقّٰی تھا، ایک تاء حذف ہوگئی ہے، مصدر تَلَقِّیْ: کیچ کرنا، لینا، لَقِیَ (مجرد) متعدی بیک مفعول ہوتا ہے، اور مضاعف کے دو مفعول ہوتے ہیں۔ فاعل: جبرئیل: محذوف ہے، ضمیر واحد حاضر پہلا مفعول نائب فاعل ہے اور القرآن دوسرا مفعول ہے...... تُلَقّٰی: میں واسطہ کی طرف اشارہ ہے، رُو در رُو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا کلام نہیں سنایا، جیسے گیند دور سے آتی ہے اور کیچ کی جاتی ہے اسی طرح کلام الٰہی نازل کیا گیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جو(پابندی سے) نماز نہیں پڑھتا اس نے دین کی بنیاد ڈھادی! پس جو مسلمان نماز نہیں پڑھتے وہ سوچیں: ان کے دین کا کیا حال ہے؟

۲- اور نماز بدنی فریضہ ہے اور زکات مالی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جان و مال کی نعمتوں سے سرفراز کیا ہے، پس ضروری ہے کہ دونوں نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے، چنانچہ مؤمن بندے نماز کا بھی اہتمام کرتے ہیں، یہ نعمت بدن کا شکر ہے، اور اپنے مال کی زکات بھی نکالتے ہیں، یہ نعمت مال کا شکر ہے۔ پس جو مسلمان زکات ادا نہیں کرتے وہ سوچیں: جس نے مال دیا ہے وہ واپس بھی لے سکتا ہے۔

۳- اور نماز اور زکات سے مراد سارا دین ہے، بیان میں اہم دو عبادتوں کی تخصیص کی ہے، مگر مراد سارا دین ہے، مؤمن بندے اللہ کے نازل کئے ہوئے مکمل دین پر عمل کرتے ہیں۔

۴- اور اللہ کے نازل کئے ہوئے دین پر وہی لوگ عمل کرتے ہیں جن کا آخرت پر ایمان ہے۔ اور یہ ایک کسوٹی ہے، اس کے ذریعہ جانا جاسکتا ہے کہ کس کا ایمان کھرا ہے اور کس کا برائے نام! جن کو یقین ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد دوسری زندگی آنے والی ہے وہی دین پر عمل پیرا ہوتے ہیں، اور جن کا آخرت پر ایمان نہیں یا کمزور ہے وہ اعمال سے غفلت برتتے ہیں۔

منکرین ایمان کیوں نہیں لاتے؟ —— بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ان کے اعمال مزین کئے ہیں، پس وہ متردد ہیں! —— صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچتے!

اس آیت میں ایک ضابطہ بیان کیا ہے، پہلے وہ ضابطہ سمجھ لیں تو سوال کا جواب خود بخود سمجھ میں آجائے گا کہ مکہ والے قرآن کو کیوں نہیں مانتے؟ وہ ضابطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منکرین کے لئے ان کے عقائد واعمال کو آراستہ کیا ہے، ان کو اپنے ہی خیالات اور اعمال بھلے معلوم ہوتے ہیں، اس لئے وہ قرآن پر اور اللہ کے دین پر ایمان نہیں لاتے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا آخرت پر ایمان نہیں، اس لئے وہ اپنے عقائد واعمال کا آخرت سے موازنہ نہیں کرتے، جیسے جوان اگر سوچے کہ بوڑھاپا آنے والا ہے تو وہ جوانی میں کام کرے گا، اور پیری کے لئے کچھ جمع کرے گا۔ اور جو جوان بوڑھاپے کو نہیں سوچتے وہ جوانی کو رنگ رلیوں میں گذار دیتے ہیں، اور ضعیفی میں کفِ افسوس ملتے ہیں۔ اسی طرح جن لوگوں کا آخرت پر ایمان ہے وہ آخرت کو پیش نظر رکھ کر عقائد واعمال کے بارے میں فیصلہ کرتے ہیں، اور وہ ضرور قرآن کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور جن کا آخرت پر ایمان نہیں وہ صرف دنیا کی زندگی پیشِ نظر رکھ کر سوچتے ہیں، اس لئے وہ صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچتے۔ وہ سوچتے ہیں کہ زندگی بس یہی زندگی ہے، اور وہ ہمارے کفریہ اور شرکیہ عقائد واعمال کے ساتھ ٹھیک گذر

رہی ہے، پھر کیوں ہم قرآن پر ایمان لائیں، اور دین الٰہی کی پابندیاں قبول کریں؟ ان کی یہی سوچ ہے جس کی وجہ سے وہ صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچتے۔

اور یہ ضابطہ عام ہے، اہل ایمان اور اہل کفر سب کے لئے ہے۔ سورۃ اللیل (آیات ۵-۱۰) میں بھی یہ ضابطہ بیان ہوا ہے کہ اہل ایمان کے لئے ان کے عقائد واعمال آسان کردیئے جاتے ہیں اور اہل کفر کے لئے ان کے عقائد واعمال آسان کردیئے جاتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ جو شخص نیک بخت ہوتا ہے اس کے لئے نیک بختی والے کام آسان کئے جاتے ہیں، اور اسی طرح بدبخت کے لئے بدبختی والے کام آسان کئے جاتے ہیں۔ آسان کرنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ عقائد واعمال ان کے لئے آراستہ کئے جاتے ہیں، چنانچہ وہ خوشی سے وہ کام کرتے ہیں۔

منکرین کا انجام: —— انہی لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے، اور وہی آخرت میں گھاٹے میں رہنے والے ہیں —— اور یہ انکار کا قدرتی نتیجہ ہے، جب آخرت کو مانا ہی نہیں، اور اس کے لئے کچھ کیا ہی نہیں تو آخرت میں گھاٹے کے علاوہ ان کے ہاتھ کیا آسکتا ہے؟ جس نے جوانی کھیل تماشے میں گذاری وہ پیری میں روئے گا نہیں تو اور کیا کرے گا؟

قرآن حکیم وعلیم کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے: —— اور بے شک آپؐ بڑی حکمت والے بہت جاننے والے کی طرف سے قرآنِ کریم دیئے جارہے ہیں —— اللہ تعالیٰ حکیم ہیں، وہ بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہیں، اور علیم بھی ہیں، وہ بندوں کے احوال جانتے ہیں۔ انہی دوصفتوں کے تقاضے سے آپ ﷺ پر قرآنِ کریم نازل کیا گیا ہے۔ اب جو مانے گا دارین میں اس کا بھلا ہوگا، اور جو انکار کرے گا وہ اپنی قسمت کو روئے گا!

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ

اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۳ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۴ ع

اِذْ قَالَ	جب کہا	نُوْدِيَ	پکارے گئے وہ	عَصَاكَ	اپنی لاٹھی
مُوْسٰى	موسیٰ نے	اَنْ بُوْرِكَ (۵)	کہ برکت دیا گیا	فَلَمَّا رَاٰهَا	پس جب دیکھا موسیٰ نے اسکو
لِاَهْلِهٖٓ	اپنے گھر والوں سے	مَنْ	جو	تَهْتَزُّ (۶)	حرکت کررہی ہے
اِنِّيْٓ	بے شک میں نے	فِي النَّارِ	آگ میں ہے	كَاَنَّهَا	گویا وہ (لاٹھی)
اٰنَسْتُ (۱)	محسوس کی ہے	وَمَنْ حَوْلَهَا	اور جو اس کے پاس ہے	جَآنٌّ (۷)	سفید پتلا سانپ ہے
نَارًا	آگ	وَسُبْحٰنَ	اور پاک ہیں	وَّلّٰى	(تو) مڑے وہ
سَاٰتِيْكُمْ	اب لاؤنگا میں تمہارے لئے	اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ	مُدْبِرًا	پیٹھ پھیر کر
مِّنْهَا	آگ سے	رَبِّ	پروردگار	وَّلَمْ يُعَقِّبْ (۸)	اور پیچھے نہیں آئے وہ
بِخَبَرٍ	کوئی خبر	الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے	يٰمُوْسٰى	اے موسیٰ!
اَوْ اٰتِيْكُمْ (۲)	یالاؤنگا میں تمہارے لئے	يٰمُوْسٰٓى	اے موسیٰ	لَا تَخَفْ	نہ ڈریں آپ
بِشِهَابٍ	کوئی شعلہ	اِنَّهٗٓ	بے شک وہ	اِنِّيْ	بے شک میں
قَبَسٍ (۳)	آگ سے سلگایا ہوا	اَنَا	میں ہوں	لَا يَخَافُ	نہیں ڈرتے
لَّعَلَّكُمْ	تاکہ تم	اللّٰهُ	اللہ	لَدَيَّ	میرے پاس
تَصْطَلُوْنَ (۴)	تاپو	الْعَزِيْزُ	زبردست	الْمُرْسَلُوْنَ	فرستادے
فَلَمَّا	پس جب	الْحَكِيْمُ	حکمت والا	اِلَّا مَنْ	مگر جس نے
جَآءَهَا	آئے وہ آگ پر	وَاَلْقِ	اور ڈالیں آپ	ظَلَمَ	قصور کیا

(۱) آنس الشيئ: محسوس کرنا (۲) او: مانعۃ الخلو کا ہے، یعنی دو باتوں میں سے ایک ضرور ہوگی (۳) قبس: شہاب کی صفت ہے۔ شہاب کے معنی ہیں: شعلہ اور قبس کے معنی ہیں: حاصل کردہ، اسی سے اقتباس ہے یعنی اپنی لکڑی آگ میں جلا کر لاؤنگا۔ کیونکہ دوسرے کی آگ کا انگارہ لینا جائز نہیں، البتہ اپنی لکڑی دوسرے کی آگ میں جلا کر لاسکتے ہیں (۴) تصطلون: تم تاپو اصطلاء (افتعال) ت کو طا سے بدل دیا ہے (۵) بورك: بارك کا مجہول ہے (۶) اِهتزّ الشيئ: ہلنا (۷) جانّ: ایک قسم کا سفید زردی مائل سانپ جو کاٹتا نہیں۔ (۱) عَقَّبَ علیه: کسی کے پاس واپس آنا، لوٹنا

ثُمَّ بَدَّلَ (۱)	پھر بدل دیا	فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ	نو نشانیوں میں	سِحْرٌ	جادو ہے
حُسْنًا	نیکی سے	اِلٰى فِرْعَوْنَ	فرعون کی طرف	مُّبِيْنٌ	صریح
بَعْدَ سُوْٓءٍ	برائی کے بعد	وَقَوْمِهٖ	اور اس کی قوم کی طرف	وَجَحَدُوْا	اور انکار کیا انھوں نے
فَاِنِّيْ	پس بے شک میں	اِنَّهُمْ	بے شک وہ	بِهَا	نشانیوں کا
غَفُوْرٌ	بڑا بخشنے والا	كَانُوْا	تھے وہ	وَاسْتَيْقَنَتْهَآ	درانحالیکہ یقین کیا انکا
رَّحِيْمٌ	بڑا مہربان ہوں	قَوْمًا	لوگ	اَنْفُسُهُمْ	ان کے دلوں نے
وَاَدْخِلْ	اور داخل کیجئے آپ	فٰسِقِيْنَ	اطاعت سے نکلنے والے	ظُلْمًا	ظلم سے
يَدَكَ	اپنا ہاتھ	فَلَمَّا	پس جب	وَّعُلُوًّا	اور تکبر سے
فِيْ جَيْبِكَ	اپنے گریبان میں	جَآءَتْهُمْ	آئی ان کے پاس	فَانْظُرْ	پس دیکھ
تَخْرُجْ	نکلے گا وہ	اٰيٰتُنَا	ہماری نشانیاں	كَيْفَ	کیسا
بَيْضَآءَ	روشن	مُبْصِرَةً	واضح روشن	كَانَ	ہوا
مِنْ غَيْرِ	بغیر	قَالُوْا	(تو) کہا انھوں نے	عَاقِبَةُ	انجام
سُوْٓءٍ	کسی بیماری کے	هٰذَا	یہ	الْمُفْسِدِيْنَ	فساد مچانے والوں کا

منکرین ظلم وتکبر کی وجہ سے قرآن کا دانستہ انکار کرتے ہیں

اب مکہ کے منکرین کو فرعون اور اس کی قوم کا واقعہ سناتے ہیں۔ ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کے اہم معجزات: عصا و ید بیضاء کا دیدہ و دانستہ انکار کیا۔ انھوں نے جادوگروں سے مقابلہ کرا کر ان معجزات کا یقین کرلیا تھا، پھر بھی آخر تک مان کر نہ دیا، پس ان کا انجام کیا ہوا؟ بحر قلزم نے ان کو دبالیا، اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام مٹ گیا۔

اسی طرح قرآنِ کریم جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، آپ ﷺ کی رسالت کی دلیل ہے، یہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے، مکہ والے اس کا معجزہ ہونا خوب سمجھتے تھے، وہ فصحاء و بلغاء تھے، ان کو بار بار چیلنج دیا گیا تھا کہ قرآن جیسی ایک سورت بنا لاؤ، اور ان کو ہار مان کر یقین آگیا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، مگر ظلم وتکبر کی وجہ سے وہ انکار پر کمربستہ رہے، ناانصافی اور گھمنڈ کی وجہ سے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ ظلم کے معنی ہیں: ناانصافی یعنی کسی چیز کو اس کا وہ حق نہ دینا جس کی وہ مستحق ہے، اللہ کا کلام اس کا حقدار تھا کہ اس پر ایمان لایا جائے، مگر کفار اس کو یہ حق دینے کے لئے تیار نہیں

(۱) بَدَّلَ الشيئَ شَيْئًا آخر: ایک شئ کو دوسری سے تبدیل کرنا، ادلا بدلا کرنا۔

تھے، یہ ان کا ظلم تھا، ان کو اپنی چودھراہٹ کے ختم ہونے کا اندیشہ تھا، قرآن پر ایمان لاتے اور نبی ﷺ کو بڑا مانتے تو ان کی مونچھ نیچی ہو جاتی، یہی تکبر ایمان کے لئے مانع بنا، جبکہ ان کو یقین آ گیا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، پس یہ لوگ بھی اپنے انجام کا انتظار کریں۔

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ: —— اور (ذکر کیجئے) جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا: بے شک میں نے آگ محسوس کی ہے، ابھی میں وہاں سے (راستہ کی) کوئی خبر لاتا ہوں، یا تمہارے لئے آگ میں سے سلگا کر کوئی شعلہ لاتا ہوں، تاکہ تم تاپو!

تفسیر: موسیٰ علیہ السلام مدین میں دس سال کا لمبا عرصہ گذار کر مع اہل وعیال شام کے لئے روانہ ہوئے، اور راستہ بھول کر وادئ سینا میں پہنچ گئے۔ اور قدیم زمانہ میں یہ دستور تھا کہ پہاڑی علاقہ میں جہاں مسافر راستہ بھول سکتے تھے، اصحابِ خیر کسی اونچے پہاڑ کر آگ روشن کیا کرتے تھے، تاکہ بھولے بھٹکے وہاں پہنچ جائیں، پھر کبھی وہاں کوئی آدمی بھی رہتا تھا، جس کے پاس کھان پان ہوتا تھا، جس سے وہ مسافروں کی مدد کرتا تھا، اور بستی سے دور پہاڑ پر صرف آگ جلتی تھی، وہاں کوئی آدمی نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے گھر والوں سے کہا کہ میں نے بالیقین آگ محسوس کی ہے، میں جاتا ہوں اگر وہاں کوئی آدمی ہوا تو آگ بھی لیتا آؤنگا اور راستہ بھی معلوم کرتا آؤنگا، اور اگر وہاں کوئی نہ ہوا تو آگ میں سے کوئی لکڑی وغیرہ جلا کر شعلہ لیتا آؤں گا تاکہ گھر والے اس سے سینکیں اور گرم ہوں۔

سوال: موسیٰ علیہ السلام نے کہاں کا رختِ سفر باندھا تھا؟

جواب: کتابوں میں عام طور پر یہ لکھا ہے کہ آپ مصر جا رہے تھے، پھر سوال ہوا کہ وہاں سے تو آپ قبطی کو قتل کر کے نکلے ہیں، اور ان کو ڈر بھی تھا کہ اگر وہ مصر گئے تو قتل کر دیئے جائیں گے: ﴿وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُوْنِ﴾ [الشعراء آیت ۱۴] پھر اس سوال کا جواب دیا گیا کہ تقادم زمان سے جرم ختم ہو جاتا ہے، جیسے ایک عرصہ کے بعد وارنٹ کالعدم ہو جاتا ہے —— مگر میری ناقص رائے یہ ہے کہ آپ اپنے آبائی وطن شام (بیت المقدس) جا رہے تھے، مدین اجنبی جگہ تھی، اور مدین کے وہ بھلے مانس بھی معلوم نہیں حیات تھے یا وفات پا چکے تھے، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے آبائی وطن جا کر وہیں بس جانا چاہتے تھے، مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا، چنانچہ آپ راستہ بھول کر وادی سینا میں پہنچ گئے، جو مصر کے راستہ میں ہے، اور وہاں نبوت سے سرفراز کئے گئے اور حکم ملا کہ مصر جاؤ اور فرعون کو دعوت دو (یہ بات آگے بھی آرہی ہے)

پس جب موسیٰ آگ پر پہنچے تو وہ آواز دیئے گئے کہ مبارک ہے وہ جو آگ میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں، اور پاک ہیں جہانوں کے پالنہار اللہ تعالیٰ! —— اس آیت کے ذیل میں تین باتیں سمجھنی چاہئیں:

۱-موسیٰ علیہ السلام آواز دیئے گئے: یعنی ابھی موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس نہیں پہنچے، دور ہی تھے کہ آگ سے آواز آئی، اور وہ وہیں رُک گئے۔ اور بات سننے لگے۔

۲-جو آگ میں ہے: یعنی اللہ تعالیٰ۔ اور جو اس کے اردگرد ہیں: یعنی فرشتے، اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے: ﴿مَنْ فِي النَّارِ﴾ يعني تبارك وتعالىٰ نفسه، وكان نور رب العالمين في الشجرة، ﴿وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ يعني الملائكة: [درمنثور ۵:۱۰۲] درخت میں نور الٰہی ظاہر ہو رہا تھا۔

۳-پاک ہیں جہانوں کے پالنہار اللہ تعالیٰ: یعنی مکان، جہت، جسم، صورت اور رنگ وغیرہ سماتِ حدوث سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ اور آگ میں اس کی تجلی کے یہ معنی نہیں کہ اس کی ذاتِ پاک آگ میں حلول کر آئی، بلکہ جس طرح آفتاب آئینہ میں متجلی (آشکارہ) ہوتا ہے، بغیر تشبیہ کے وہی صورت سمجھنی چاہئے۔

اور ہدایت القرآن (۵:۳۲) میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اطلاقی شان رکھتے ہیں، مگر مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنے میں —— اپنی کسی کمزوری کی بنا پر نہیں، بلکہ مخلوق کی کمزوریوں کی بنا پر —— محدود وسائط اختیار فرماتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام سے کلام کے لئے بھی محدود طریقہ اختیار فرمایا، تاکہ آپ اللہ کا کلام سن سکیں اور سمجھ سکیں۔

فائدہ: درخت پر جو آگ نظر آئی تھی وہ تجلی تھی، اللہ پاک بذاتِ خود نہیں تھے، دلیل یہ ہے کہ وہ آگ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تھی، پھر درخواست کی تھی ﴿رَبِّ أَرِنِيْ أَنْظُرْ إِلَيْكَ﴾: اے پروردگار! آپ مجھے دکھائیں کہ میں آپ کو دیکھوں [الاعراف ۱۴۳] یعنی میرے اور اپنے درمیان میں سے حجاب اور موانع اٹھادیں تاکہ میں رخ زیبا کو بے مہابا دیکھوں، یہ درخواست دلیل ہے کہ وہ آگ محض تجلی تھی۔

اے موسیٰ! بے شک وہ میں ہی اللہ زبردست حکمت والا ہوں —— وہ: یعنی جو بول رہا ہوں اور جس کی آواز تم سن رہے ہو وہ میں ہی ہوں، یہ ایک غیبی آواز تھی، جو بلا کیف اور بلا سمت سنی جارہی تھی، لیکن مبدا اس کا وہ آگ یا درخت تھا جس سے آگ کی شکل موسیٰ علیہ السلام کو دکھائی دے رہی تھی۔

پہلا معجزہ: —— اور تم اپنی لاٹھی ڈالو، پس جب اس کو لہراتا دیکھا گویا وہ پتلا سانپ ہے تو موسیٰ نے پیٹھ پھیری، اور مڑ کر نہیں دیکھا، اے موسیٰ! ڈرو نہیں! میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے، مگر جس سے کوئی قصور ہو جائے، پھر وہ برائی کے بعد (اس کو) نیکی سے بدل دے، تو میں بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہوں —— اس آیت میں چار باتیں ہیں:

۱-وہ سانپ بڑا اژدھا تھا، مگر سرعتِ سیر اور تیز رفتاری میں چھوٹے سانپ کی طرح تھا، اس لئے جَانٌّ کے ساتھ كَأَنَّها بڑھایا۔ باقی تفصیل کے لئے سورۂ طٰہٰ دیکھیں (ہدایت القرآن ۵:۳۰۴)

۲-مڑ کر نہیں دیکھا: یعنی گھبرا کر بھاگے۔آدمی جب معمولی ڈرتا ہے تو بار بار مڑ کر دیکھتا ہے کہ بلا پیچھے تو نہیں آرہی۔ اور جب گھبراہٹ شدید ہوتی ہے تو پاؤں سر پر رکھ کر بھاگتا ہے۔اور یہ طبعی خوف تھا، جو نبوت کے منافی نہیں۔

۳-میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے: یعنی مقام حضور میں پہنچ کر ایسی چیزوں سے ڈرنے کے کیا معنی؟ رسولوں کے لائق یہ بات نہیں کہ بارگاہِ قرب میں پہنچ کر سانپ وغیرہ کسی مخلوق سے ڈریں۔وہاں تو دل کو انتہائی سکون اور طمانینت حاصل ہونی چاہئے۔

۴-مگر جو برائی کے بعد اس کو نیکی سے بدل دے: یعنی قولی یا فعلی توبہ کرلے، زندگی کا ورق پلٹ دے، بری زندگی چھوڑ کر اچھی زندگی اختیار کرلے تو اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں، وہ توبہ قبول کرلیتے ہیں، پس اس کی وجہ سے بھی نہیں ڈرنا چاہئے۔

دوسرا معجزہ: ـــــ اور تم اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو، وہ بغیر کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا (یہ دونوں معجزے) نو معجزات میں سے ہیں (ان کے ساتھ) فرعون اور اس کی قوم کی طرف (جاؤ) بے شک وہ حد سے نکلنے والے لوگ ہیں ـــــ پس ان کو سمجھاؤ تا کہ وہ حد اطاعت میں آئیں۔

وہ نو معجزات یہ ہیں: (۱) عصائے موسیٰ: جو زمین پر ڈالنے سے اژدہا بن جاتا تھا (۲) ید بیضاء: ہاتھ بغل میں دبا کر نکالنے سے سورج کی طرح چمکنے لگتا تھا (۳) پانی کا سیلاب (۴) ٹڈی دَل (۵) جوئیں یا چیچڑی یا سُرسُری (۶) مینڈک (۷) خون (۸) قحط سالیاں (۹) پھلوں کی کمی ـــــ پہلی دو نشانیاں یہاں اور قرآن میں متعدد جگہ مذکور ہیں، اس کے بعد کی چار نشانیاں سورۃ الاعراف آیت ۱۳۳ میں مذکور ہیں، اور آخری دو نشانیاں سورۃ الاعراف آیت ۱۳۰ میں مذکور ہیں۔

یہ دونوں معجزے نو معجزات میں سے ہیں: یعنی فی الحال ان دو معجزوں کے ساتھ جاؤ، باقی معجزات اور دیئے جائیں گے جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوں گے۔

پس جب ان کو ہمارے واضح معجزات پہنچے تو انھوں نے کہا: یہ صریح جادو ہے! ـــــ اور ظلم و تکبر کی راہ سے ان لوگوں نے معجزات کا انکار کیا، درانحالیکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کرلیا تھا، پس دیکھ کیسا انجام ہوا اُن مفسدوں کا! ـــــ موسیٰ علیہ السلام کے یہ واضح معجزات ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھے، اور ان کے دلوں نے یقین بھی کرلیا تھا کہ یہ جادو نہیں خدائی نشانات ہیں، مگر انھوں نے ایمان لانے کا بار بار عہد کرکے بھی خلاف ورزی کی، اور بالآخر تباہ ہوئے، پس آج مکہ والے جو رسالت کا انکار کررہے ہیں: کیا ان کے لئے یہ قرآن واضح معجزہ نہیں؟ ان کے دلوں کو تو یقین آگیا ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے، مگر قول و فعل سے اقرار نہیں کرتے، پس کیا ان کا حشر ان کے برادروں سے کچھ مختلف ہوگا؟

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	الْمُؤْمِنِيْنَ	ایمان والے	لَهُوَ	البتہ وہ
اٰتَيْنَا	دیا ہم نے	وَ وَرِثَ	اور وارث بنے	الْفَضْلُ	فضل ہے
دَاوٗدَ	داؤدؑ	سُلَيْمٰنُ	سلیمانؑ	الْمُبِيْنُ	واضح
وَسُلَيْمٰنَ	اور سلیمانؑ کو	دَاوٗدَ	داؤدؑ کے	وَحُشِرَ	اور جمع کیا گیا
عِلْمًا	علم	وَقَالَ	اور کہا اس نے	لِسُلَيْمٰنَ	سلیمانؑ کے لئے
وَقَالَا	اور کہا دونوں نے	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ	اے لوگو	جُنُوْدُهٗ	اس کا لشکر
الْحَمْدُ	تمام تعریفیں	عُلِّمْنَا	سکھلائے گئے ہم	مِنَ الْجِنِّ	جنات سے
لِلّٰهِ	اس اللہ کے لئے ہیں	مَنْطِقَ	بولی	وَالْاِنْسِ	اور انسانوں سے
الَّذِيْ	جس نے	الطَّيْرِ	پرندوں کی	وَالطَّيْرِ	اور پرندوں سے
فَضَّلَنَا	برتری بخشی ہمیں	وَاُوْتِيْنَا	اور دیئے گئے ہم	فَهُمْ	پس وہ
عَلٰى كَثِيْرٍ	بہت سوں پر	مِنْ كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز سے	يُوْزَعُوْنَ (۱)	روکے جاتے ہیں
مِّنْ عِبَادِهِ	اپنے بندوں میں سے	اِنَّ هٰذَا	بے شک یہ	حَتّٰۤى اِذَاۤ	یہاں تک کہ جب

(۱) یوزعون: مضارع مجہول، جمع مذکر غائب، وَزَعَ یَزَعُ وَزْعًا (ف) روکنا، جمع کرنا۔

اَتَوْا	پہنچے وہ	وَهُمْ	درانحالیکہ وہ	اَنْعَمْتَ عَلَيَّ	کی آپ نے مجھ پر
عَلٰى وَادِ	میدان پر	لَا يَشْعُرُوْنَ	جانتے بھی نہ ہوں	وَعَلٰى وَالِدَيَّ	اور میرے والدین پر
النَّمْلِ	چیونٹیوں کے	فَتَبَسَّمَ	پس مسکرائے وہ	وَاَنْ	اور یہ کہ
قَالَتْ	کہا	ضَاحِكًا	ہنستے ہوئے	اَعْمَلَ	کروں میں
نَمْلَةٌ	ایک چیونٹی نے	مِّنْ قَوْلِهَا	اس کی بات سے	صَالِحًا	وہ نیک کام
يٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ	اے چیونٹیو!	وَقَالَ	اور کہا انھوں نے	تَرْضٰىهُ	جس سے آپ راضی ہوں
ادْخُلُوْا	گھس جاؤ	رَبِّ	اے میرے ربّ!	وَاَدْخِلْنِيْ	اور داخل فرمائیں آپ مجھے
مَسٰكِنَكُمْ	اپنے گھروں میں	اَوْزِعْنِيْٓ [1]	توفیق دے مجھے	بِرَحْمَتِكَ	اپنی مہربانی سے
لَا يَحْطِمَنَّكُمْ	ہرگز نہ کچل ڈالیں تمھیں	اَنْ اَشْكُرَ	کہ شکر بجالاؤں میں	فِيْ عِبَادِكَ	اپنے بندوں میں
سُلَيْمٰنُ	سلیمان	نِعْمَتَكَ	آپ کی اس نعمت کا	الصّٰلِحِيْنَ	نیک
وَجُنُوْدُهٗ	اور اس کا لشکر	الَّتِيْٓ	جو	۞	۞

سبا کی رانی بغیر معجزہ کے ایمان لائی

فرعون مصر کا راجہ تھا، وہ معجزاتِ موسیٰ سے ایمان نہیں لایا، اس کے لئے ہدایت مقدر نہیں تھی، اور سبا کی رانی بغیر معجزہ کے ایمان لائی اور سرخ رو ہوئی، اب مکہ والوں کو ملکۂ سبا کا واقعہ سنایا جارہا ہے، اور تمہید میں سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے۔

ارشاد پاک ہے: اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے داؤد و سلیمان کو علم عطا فرمایا! —— یعنی دونوں کو اللہ تعالیٰ نے علم کا خاص حصہ عطا فرمایا، شرائع واحکام کے ساتھ اصولِ سیاست وحکمرانی کے علوم سے بھی سرفراز فرمایا —— اور دونوں نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو بہت سے ایماندار بندوں پر برتری بخشی! —— یعنی دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے تھے۔ نعمتِ الٰہی پر شکر بجالانا اصل نعمت سے بڑی نعمت ہے، اور اس پر نعمت میں فزونی کا وعدہ بھی ہے —— اور ان دونوں نے "بہت سے" اس لئے کہا کہ بہت سے انبیاء ان دونوں سے افضل ہیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام وغیرہ، اور فضیلتِ کلّی تو ایک ہی بندے کو حاصل ہے، اور وہ ہیں سید المرسلین ﷺ!

اور سلیمانؑ: داؤدؑ کے قائم مقام ہوئے —— یعنی داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹوں میں سے ان کے اصل جانشیں

(۱) أَوْزَعَ إِيْزَاعًا (افعال) أَوْزَعَ اللّٰهُ فلانًا الشيئَ: اللہ کا کسی کے دل میں کوئی بات ڈالنا، کسی بات کی توفیق دینا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے، ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی عطا فرمائی اور بادشاہت بھی۔ اور بادشاہت بھی ایسی کہ نہ ان سے پہلے کسی کو ایسی حکومت ملی نہ ان کے بعد ـــــ وراثت سے وراثتِ مالی مراد لی جائے گی تو اشکال ہوگا کہ داؤد علیہ السلام کے اور بھی بیٹے تھے، پھر سلیمان علیہ السلام کی تخصیص کیوں؟ اس لئے وراثت یہاں بمعنی قائم مقامی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا ملک اور سلطنت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائی، بلکہ اس میں اضافہ کردیا۔ سلیمان علیہ السلام کی حکومت جن ّوانس اور وحوش وطیور تک تھی، اور ہوا کو بھی آپ کے لئے مسخر کردیا گیا تھا ـــــ اور اس نے کہا: "اے لوگو! ہم پرندوں کی بولی سکھلائے گئے ہیں، اور ہم ہر چیز میں سے دیئے گئے ہیں، بے شک یہ یقیناً اللہ کا کھلا ہوا فضل (انعام) ہے ـــــ یعنی سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے دو خاص فضل فرمائے تھے:

ایک: چرند وپرند اور حشرات الارض کی بولیاں آپ کو سکھائیں، آگے چیونٹی کی بولی سمجھنے کا ذکر موجود ہے، اور اس آیت میں پرندوں کی بولی کی تخصیص ہدہد کی وجہ سے کی ہے، جس کا آگے ذکر آرہا ہے۔

دوسرا: بہت بڑی حکومت کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سبھی چیزیں آپ کو عنایت فرمائیں۔ کُلّ سے عمومِ کلّی مراد نہیں، بلکہ خاص مقصد کی حد تک عموم مراد ہے۔

سلیمان علیہ السلام حشرات کی بولی جانتے تھے

اور سلیمانؑ کے لئے ان کا لشکر جنّات، انسان اور پرندوں میں سے جمع کیا گیا، پس وہ روکے گئے ـــــ یعنی کوئی مہم درپیش تھی، سلیمان علیہ السلام لاؤلشکر کے ساتھ اس طرف جارہے تھے، ایسے موقعہ پر جن ّوانس اور وحوش وطیور میں سے حسبِ ضرورت بڑی تعداد ساتھ لی جاتی تھی۔ اتنی بڑی تعداد کہ ان کا نظم قائم کرنا پڑتا تھا، تاکہ پچھلی جماعت تیز چل کر یا اڑ کر آگے نہ نکل جائے، ہر سپاہی اپنے مقام پر رہے ﴿یُوْزَعُوْنَ﴾: پس وہ روکے گئے کا یہی مطلب ہے کہ ان کی ترتیب قائم کی گئی۔

یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان پر پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: "اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ، کہیں تم کو سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں کچل نہ ڈالے! ـــــ یعنی وہ جان بوجھ کر تو تم کو ہلاک نہیں کریں گے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ بے خبری میں تم پس جاؤ ـــــ چیونٹی کی آواز کوئی نہیں سنتا، مگر سلیمان صاحب نے سن لی، یہ ان کا معجزہ تھا۔

فائدہ (۱): علمائے حیوانات نے سالہا سال جو تجربے کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حقیر ترین جانور اپنی حیات اجتماعی اور نظام سیاسی میں بہت ہی عجیب اور شئونِ بشریہ سے بہت قریب واقع ہوا ہے، آدمیوں کی طرح چیونٹیوں کے خاندان اور قبائل ہیں، ان میں تعاون باہمی کا جذبہ، تقسیم عمل کا اصول اور نظام حکومت کی ادارات نوع انسانی کے مشابہ

پائے جاتے ہیں، محققین یورپ نے مدتوں ان اطراف میں قیام کرکے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت ہیں بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائی ہیں (فوائد عثمانی)

فائدہ (۲): یہ چینٹا تھا یا چینٹی؟ یعنی نر تھا یا مادہ؟ تفسیر جلالین میں: ملكة النمل ہے یعنی چیونٹیوں کی رانی تھی، اور ایک واقعہ میں امام اعظم رحمہ اللہ سے بھی یہی بات مروی ہے، اور انھوں نے قالت میں تائے تانیث سے استدلال کیا ہے۔ واللہ اعلم

پس سلیمان اس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنسے ــــ یعنی سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات سمجھ لی، اور فرط تعجب سے نہ صرف مسکرائے بلکہ ہنسے ــــ مسکراہٹ: دبی دبی ہنسی، ہونٹوں ہونٹوں میں ہنسی ــــ ہنسی: خندہ، دانت کھل جائیں اور قریب میں آواز سنی جائے ــــ قہقہہ: کھل کھلا کر ہنسنا، جس کی آواز دور تک سنی جائے۔

انبیاء عام طور پر مسکراتے ہیں، اور کبھی فرط تعجب سے ہنستے بھی ہیں قہقہہ ان کی شان کے خلاف ہے، آیتِ کریمہ میں تبسم کے بعد ضاحکا بڑھا کر اشارہ کیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو بہت تعجب ہوا اور وہ نہ صرف مسکرائے، بلکہ ہنس پڑے!

اور فرط مسرت سے ادائے شکر کا جذبہ جوش میں آیا ــــ اور انھوں نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں آپ کی اس نعمت کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہے، اور یہ کہ میں ایسے نیک کام کروں جن سے آپ خوش ہوں، اور آپ مجھ کو اپنی مہربانی سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائیں ــــ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین دعائیں کیں:

۱- اے اللہ! مجھے توفیق دے کہ میں شکرِ نعمت کو ہر وقت ساتھ رکھوں، اس سے کسی حال میں جدا نہ ہوؤں، مداومت اور پابندی کے ساتھ شکر بجالاؤں۔ ﴿أَوْزِعْنِىٓ﴾ وَزْعٌ سے بنا ہے، جس کے لغوی معنی ہیں: روکنا ﴿فَهُمْ يُوزَعُونَ﴾ اسی معنی میں آیا ہے کہ لشکر کو کثرت کی وجہ سے انتشار سے بچانے کے لئے روکا جاتا تھا، پس ﴿أَوْزِعْنِىٓ﴾ کا مفہوم ہے: مجھے شکر نعمت پر روکے رکھ!

۲- اے اللہ! مجھے ایسے نیک عمل کی توفیق عطا فرما جو آپ کے نزدیک مقبول ہو، رضا بمعنی قبول ہے، اور یہ قید اس لئے لگائی کہ عمل صالح کے لئے قبولیت لازم نہیں، صالح اور مقبول ہونے میں نہ عقلا لزوم ہے نہ شرعاً، اور انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ کے مقبول ہونے کی بھی دعا کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت عمل کی قبولیت کی دعا کی ہے۔ پس نیک عمل کرکے بے فکر نہیں ہوجانا چاہئے، اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرنی چاہئے کہ وہ اس کو قبول فرمائیں۔

۳-اے اللہ! مجھے اپنے فضل وکرم سے نیک بندوں میں شامل فرما! یعنی جنت کا وارث بنا، کیونکہ اللہ کے نیک بندے ہی جنت کے وارث ہونگے (الانبیاء آیت ۱۰۵) اور ﴿بِرَحْمَتِكَ﴾: اپنی مہربانی سے: اس لئے بڑھایا کہ جو کچھ ہوگا ان کے کرم سے ہوگا، اپنے بوتے پر کچھ نہیں ہوگا، جو نیک بندوں میں شامل ہوگا اور جو جنت میں جائے گا وہ کریم مولیٰ کی مہربانی سے جائے گا۔

وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾

وَ تَفَقَّدَ (۱)	اور حاضری لی	مِنَ الْغَآئِبِيْنَ	غیر حاضر	فَمَكَثَ	پس ٹھہرا وہ
الطَّيْرَ	پرندوں کی	لَاُعَذِّبَنَّهٗ	ضرور سزا دونگا اس کو	غَيْرَ بَعِيْدٍ	زیادہ دیر نہیں
فَقَالَ	پس کہا:	عَذَابًا	سزا	فَقَالَ	پس کہا اس نے
مَا لِيَ	کیا بات ہے	شَدِيْدًا	سخت	اَحَطْتُّ (۵)	جانی میں نے
لَآ اَرَى	نہیں دیکھتا میں	اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ (۳)	یا ذبح کرڈالونگا اس کو	بِمَا	وہ بات جو
الْهُدْهُدَ	ہدہد کو	اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ	یا ضرور لائے وہ میرے پاس	لَمْ تُحِطْ	نہیں جانی آپ نے
	(ہے اور نظر نہیں آرہا) (۲)	بِسُلْطٰنٍ (۴)	کوئی حجت	بِهٖ	اس کو
اَمْ كَانَ	یا ہے وہ	مُّبِيْنٍ	واضح	وَجِئْتُكَ	اور لایا میں آپ کے پاس

(۱) فَقْد: گم کرنا/ ہونا، تَفَقُّد: گم شدہ کو تلاش کرنا/ جانا، جیسے مدرسہ والے رات میں حاضری لیتے ہیں (۲) یہ اَم کا معادل ہے جو محذوف ہے (۳) حرام جانور پریشان کرے تو اس کو مار ڈالتے ہیں، جیسے کتا پریشان کرے تو مار ڈالتے ہیں، اور حلال جانور پریشان کرے تو ذبح کرکے کھالیتے ہیں، اور ہدہد حلال پرندہ ہے، وہ ذِی مِخلَب نہیں ہے۔ (۴) قرآن میں ہر جگہ سلطان بمعنی حجت (دلیل) ہے، قالہ ابن عباسؓ (لغات القرآن) (۵) أحاط: گھیرنا، اور جب صلہ میں ب اور علماً تمیز آئے تو معنی ہوتے ہیں: اچھی طرح جاننا، احاطۂ علمی میں لانا، آیت میں بہ کے بعد علماً تمیز محذوف ہے۔

مِنْ سَبَإٍ	سبا سے	وَّلَهَا	اور اس کے لئے	وَزَيَّنَ	اور مزین کیا
بِنَبَإٍ	ایک خبر	عَرْشٌ	تخت شاہی ہے	لَهُمُ	ان کے لئے
يَّقِيْنٍ	یقینی	عَظِيْمٌ	بڑا	الشَّيْطٰنُ	شیطان نے
اِنِّيْ وَجَدْتُّ	بے شک میں نے پایا	وَجَدْتُّهَا	پایا میں نے اس کو	اَعْمَالَهُمْ	ان کے کاموں کو
امْرَاَةً	ایک عورت کو	وَقَوْمَهَا	اور اس کی قوم کو	فَصَدَّهُمْ	پس روک دیا ان کو
تَمْلِكُهُمْ	جوان پر حکومت کرتی ہے	يَسْجُدُوْنَ	سجدہ کرتے ہیں	عَنِ السَّبِيْلِ (۱)	اللہ کی راہ سے
وَ اُوْتِيَتْ	اور دی گئی ہے وہ	لِلشَّمْسِ	سورج کو	فَهُمْ	پس وہ
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز سے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ کو چھوڑ کر	لَا يَهْتَدُوْنَ (۲)	راہ نہیں پاتے

سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی جانتے تھے

اور (سلیمان علیہ السلام نے انتظام کے لئے) پرندوں کی حاضری لی —— پس کہا: کیا بات ہے ہُد ہُد نظر نہیں آرہا؟ (ہے اور نظر نہیں آرہا) یا وہ غیر حاضر ہے؟ (اگر غیر حاضر ہے تو) میں اس کو ضرور سخت سزا دونگا —— سزا کی نوعیت خواہ کوئی ہو —— یا اس کو ذبح کردونگا —— اور چولھے پر چڑھادوں گا! —— یا وہ کوئی واضح دلیل پیش کرے —— تو معاف کردوں گا۔

پھر کچھ ہی وقت گذرا کہ (وہ آیا اور) کہا: میں نے وہ بات جانی جو آپ کو معلوم نہیں —— انبیاء عالم الغیب نہیں ہوتے نہ ان کو جمیع ما کان وما یکون کا علم ہوتا ہے —— اور میں ملک سبا سے ایک پکّی خبر لایا ہوں، میں نے ایک عورت کو پایا جو ان پر حکومت کرتی ہے —— لوگ اس کا نام بلقیس بتاتے ہیں —— اور اس کو ہر طرح کا سامان حاصل ہے اور اس کا ایک بڑا شاہی تخت ہے —— یعنی اس کی حکومت بڑے کرّ وفر کی ہے —— میں نے اس کو اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کرتے ہیں —— آگے اللہ تعالیٰ ہدہد کی بات میں اضافہ کرتے ہیں —— اور شیطان نے ان کے لئے ان کے کاموں کو مزین کیا ہے —— چنانچہ شرک جیسا بوگس نظریہ ان کو بالکل صحیح نظر آتا ہے —— پس اس (تزیین) نے ان کو اللہ کی راہ سے روک دیا ہے، چنانچہ وہ اللہ کی راہ نہیں پاتے —— حالانکہ اللہ کی معرفت فطری ہے!

فائدہ: سبا: ایک شخص کا نام تھا، پھر اس کی اولاد کو سبا کہنے لگے، یہ لوگ یمن میں آباد تھے، پھر ان کے شہر کو بھی جس کا نام مَآرِب تھا سبا کہنے لگے، جو صنعاء سے تین دن کے فاصلہ پر ہے، بلقیس اُسی خاندان سے تھی، اور یعرب بن قحطان کی

(۱) السبیل: میں ال عہدی ہے، مراد اللہ کا راستہ ہے (۲) ہدایت: اللہ کا راستہ ہے، دوسرا راستہ ضلالت ہے۔

اولاد میں ہونے کی وجہ سے زبان ان کی عربی تھی (بیان القرآن)

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۞ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۞

اَلَّا (۱)	کیوں نہیں	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
يَسْجُدُوْا	سجدہ کرتے	وَ الْاَرْضِ	اور زمین میں	لَآ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں
لِلّٰهِ	اللہ تعالیٰ کو	وَيَعْلَمُ	اور جانتے ہیں	اِلَّا هُوَ	مگر وہی
الَّذِيْ يُخْرِجُ	جو نکالتے ہیں	مَا تُخْفُوْنَ	جو چھپاتے ہو تم	رَبُّ	پروردگار
الْخَبْءَ (۲)	پوشیدہ چیز	وَمَا تُعْلِنُوْنَ	اور جو ظاہر کرتے ہو تم	الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ	بڑے تخت شاہی کا!

سورج کی تابانی اس کا اپنا کمال نہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گذشتہ آیت کے نصف سے شروع ہوا ہے، اب ان آیات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سورج کی تابانی اس کی اختیاری نہیں، اس میں پوشیدہ رکھی ہوئی صلاحیت کی وجہ سے ہے، پھر وہ مسجود کیسے ہوگیا؟ معبود تو وہ ہے جس نے سورج میں یہ صلاحیت رکھی ہے، پھر ایک مثال سے یہ بات سمجھائی ہے، انسان بہت کچھ دل میں چھپائے ہوئے ہوتا ہے، اس میں سے کچھ ظاہر کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں، یہی حال سورج میں مکنون صلاحیت اور اس کی تابانی کا ہے۔ سب اللہ کے اختیار میں ہے، پس وہی معبود ہیں —— رہا سبا کی رانی کا کرّ وفر، ساز وسامان اور بڑا تخت تو وہ اس کے مذہب کی حقانیت کی دلیل نہیں، اللہ تعالیٰ کا تخت شاہی اس سے بھی بڑا ہے، آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے، پورا نظام شمسی اس کے سامنے پَرِکاہ (تنکے) کے برابر بھی نہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— وہ اللہ تعالیٰ کو کیوں سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ چیزوں کو نکالتے ہیں، اور جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو: اس کو جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں! وہ عرش عظیم کے پروردگار ہیں!

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ

(۱) اَلَّا: حرف تحضیض جملہ فعلیہ خبریہ پر داخل ہوتا ہے، دراصل اَن لا تھا، نون کا لام میں ادغام کیا ہے (۲) الخبْءُ: مصدر باب فتح بمعنی اسم مفعول: مَخْبُوْءٌ: چھپی ہوئی۔

اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

قَالَ	کہا (سلیمانؑ نے)	عَنْهُمْ	ان سے	اِنَّهٗ	بے شک وہ
سَنَنْظُرُ	ابھی دیکھتے ہیں ہم	فَانْظُرْ	پس دیکھ	مِنْ سُلَيْمٰنَ	سلیمان کی طرف سے ہے
اَصَدَقْتَ	کیا سچ کہا تو نے	مَاذَا	کیا	وَاِنَّهٗ	اور بے شک وہ
اَمْ كُنْتَ	یا تھا تو	يَرْجِعُوْنَ	لوٹاتے ہیں وہ	بِسْمِ اللّٰهِ	شروع نام سے اللہ کے
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ	جھوٹوں میں سے	قَالَتْ	کہا رانی نے	الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان
اِذْهَبْ	لے جا	يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا	اے سردارو!	الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے
بِّكِتٰبِيْ	میرا خط	اِنِّيْٓ	بے شک میں	اَلَّا	کہ نہ
هٰذَا	یہ	اُلْقِيَ	ڈالا گیا	تَعْلُوْا (۱)	بلند ہوؤ
فَاَلْقِهْ	پس ڈال اس کو	اِلَيَّ	میری طرف	عَلَيَّ	مجھ پر
اِلَيْهِمْ	ان کی طرف	كِتٰبٌ	خط	وَاْتُوْنِيْ	اور آجاؤ میرے پاس
ثُمَّ تَوَلَّ	پھر ہٹ جا	كَرِيْمٌ	معزز	مُسْلِمِيْنَ	مطیع ہوکر

سلیمان علیہ السلام رانی کو خط لکھتے ہیں

(سلیمان علیہ السلام نے) کہا: ہم ابھی معلوم کئے لیتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے؟ میرا یہ خط لے جا اور ان لوگوں کو پہنچا، پھر وہاں سے ہٹ جا، اور دیکھ کیا جواب دیتے ہیں؟ —— رانی نے کہا: اے ارکانِ دولت! مجھے ایک معزز خط پہنچایا گیا ہے، وہ سلیمان کی طرف سے ہے، جو رحمان و رحیم اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے کہ مجھ پر بلند مت ہوؤ، اور میرے پاس مطیع ہوکر آجاؤ! —— ألقه إليهم: محاورہ ہے یعنی ان کو پہنچا، پہنچانے کی جو بھی صورت ہو —— وہاں سے ہٹ جا یعنی فوراً واپس مت لوٹ جا، بلکہ کسی جگہ ٹھہر جا اور سن کہ کیا جواب دینا طے کرتے ہیں —— رانی نے اپنی کیبنٹ بلائی، اور ان کو خط پڑھ کر سنایا، رانی خود خط سے متاثر ہوئی، اس نے خط کو 'معزز' کہا —— خط کا مضمون تھا کہ میری

(۱) تعلوا: عُلُوّ سے، مضارع، واحد مذکر حاضر، لانہی کا: بلند مت ہوؤ، علو: چڑھنا، سرکشی کرنا۔

حکومت کے سامنے سرینڈر ہو جاؤ، باج گذار بن جاؤ! جلدی سے حاضر خدمت ہو جاؤ!

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ڏ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾

قَالَتْ	کہا رانی نے	شَدِيْدٍ	سخت	اَعِزَّةَ	عزت داروں کو
يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا	اے سردارو!	وَّالْاَمْرُ	اور معاملہ	اَهْلِهَا	اس بستی کے
اَفْتُوْنِيْ (1)	رائے دو مجھے	اِلَيْكِ	آپ کے ہاتھ میں ہے	اَذِلَّةً	بے عزت
فِيْٓ اَمْرِيْ	میرے معاملہ میں	فَانْظُرِيْ	پس غور کریں آپ	وَكَذٰلِكَ	اور اسی طرح
مَا كُنْتُ	نہیں ہوں میں	مَاذَا	کس چیز کا	يَفْعَلُوْنَ	کریں گے وہ
قَاطِعَةً	طے کرنے والی	تَاْمُرِيْنَ	حکم دیتی ہیں آپ	وَاِنِّيْ	اور بے شک میں
اَمْرًا	کسی اہم معاملہ کو	قَالَتْ	کہا رانی نے	مُرْسِلَةٌ	بھیجنے والی ہوں
حَتّٰى	یہاں تک کہ	اِنَّ الْمُلُوْكَ	بے شک بادشاہ	اِلَيْهِمْ	ان کے پاس
تَشْهَدُوْنِ	تم میرے پاس ہوؤ	اِذَا دَخَلُوْا	جب داخل ہوتے ہیں	بِهَدِيَّةٍ	سوغات
قَالُوْا	کہا انھوں نے	قَرْيَةً	کسی بستی میں	فَنٰظِرَةٌ	پس دیکھنے والی ہوں
نَحْنُ	ہم	اَفْسَدُوْهَا	(تو) اس کو خراب کر دیتے ہیں	بِمَ	کس چیز کے ساتھ
اُولُوْا قُوَّةٍ	طاقت ور			يَرْجِعُ	لوٹتے ہیں
وَّاُولُوْا بَاْسٍ	اور جنگ جو ہیں	وَجَعَلُوْٓا	اور بناتے ہیں وہ	الْمُرْسَلُوْنَ	بھیجے ہوئے

رانی ارکانِ دولت سے مشورہ کرتی ہے

خط پڑھ کر رانی نے اپنے درباریوں کو جمع کیا —— اس نے کہا: اے ارکانِ دولت! مجھے میرے معاملہ میں رائے دو

(۱) أفتى في المسألة: قانونی رائے دینا، شرعی حکم بتانا۔

—— مشورہ دو کہ اس خط کا کیا جواب دیا جائے؟ —— میں کسی اہم معاملہ کو آپ لوگوں کی موجودگی کے بغیر طے نہیں کرتی —— اور یہ اہم معاملہ ہے مشورہ دو کیا کروں؟ —— سرداروں نے جواب دیا: ہم طاقت ور اور سخت جنگ جو ہیں —— ہمارے پاس زور، طاقت اور سامانِ حرب کی کمی نہیں، پس ہمیں کسی بادشاہ سے دبنے کی ضرورت نہیں —— اور سارا اختیار آپ کا ہے، پس آپ سوچ لیں: کیا حکم دیتی ہیں —— ہم تعمیل حکم کے لئے تیار ہیں۔

رانی نے کہا: بادشاہ جب کسی بستی میں (فاتحانہ) داخل ہوتے ہیں تو شہر کو ویران کر دیتے ہیں، اور اس بستی کے عزت داروں کو بے عزت کرتے ہیں، اور یہ لوگ بھی یہی کریں گے —— اس لئے جلدی میں جنگ چھیڑنے فیصلہ مناسب نہیں —— اور میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں: بھیجے ہوئے کیا لے کر لوٹتے ہیں —— یہ اس نے بہت ہی دانشمندانہ فیصلہ کیا —— اور ہدہد کو سلیمان علیہ السلام نے پہلے ہی ہدایت دی تھی کہ خط پہنچا کر ایک طرف کو ہٹ جانا یعنی خود کو چھپانا اور دیکھنا کہ خط کا کیا ردِ عمل ہوتا ہے، چنانچہ ہدہد نے سارا ماجرا سلیمان علیہ السلام کو کہہ سنایا۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

فَلَمَّا	پس جب	اٰتٰىنِۦَ	دیا ہے مجھ کو	اِرْجِعْ	واپس جا
جَآءَ	آیا (فرستادہ)	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے	اِلَيْهِمْ	ان کے پاس
سُلَيْمٰنَ	سلیمانؑ کے پاس	خَيْرٌ	بہتر ہے	فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ	پس البتہ ضرور لائیں گے ہم ان پر
قَالَ	(تو) کہا	مِّمَّآ	اس سے جو		
اَ	کیا	اٰتٰىكُمْ	دیا ہے تم کو	بِجُنُوْدٍ	ایسا لشکر
تُمِدُّوْنَنِ (1)	امداد کرتے ہو تم میری	بَلْ اَنْتُمْ	بلکہ تم	لَا قِبَلَ (3)	نہیں طاقت ہوگی
بِمَالٍ	مال سے	بِهَدِيَّتِكُمْ	اپنے ہدیہ پر	لَهُمْ	ان میں
فَمَآ	پس جو	تَفْرَحُوْنَ (2)	اتراتے ہو	بِهَا	اس سے مقابلہ کی

(۱) تُمِدُّوْنَ: از اِمداد: مضارع، جمع مذکر حاضر، دوسرا نون مکسور: نونِ وقایہ، پھر ضمیر واحد متکلم محذوف، اور نون کا کسرہ اس کی علامت (۲) فَرِحَ (س): خوش ہونا، اترانا (۳) قِبَل: طاقت، دست رس، جیسے مالی به قِبَل: میرے اندر اس سے مقابلہ کی طاقت نہیں۔

وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ	اور البتہ ضرور نکالیں گے ہم ان کو	مِّنْهَآ	وہاں سے	وَهُمْ	اور وہ
		اَذِلَّةً	ذلیل کرکے	صٰغِرُوْنَ (۱)	ماتحت ہونگے!

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دکھتی رگ دبائی

رانی نامۂ سلیمانی پڑھ کر رام ہوگئی تھی، اس کے ذہن میں اندیشے کلبلانے لگے تھے، مگر اس نے طاقتِ سلیمانی کا اندازہ لگانے کے لئے سوغات کا سوانگ بھرا، اس نے سوچا: اگر سلیمان ان ٹکڑوں پر راضی ہوگئے تو لاکھوں پائے، ورنہ طاقت کا اندازہ کرکے اگلا قدم اٹھائیں گے ـــــ پس جب فرستادہ سلیمانؑ کے پاس آیا تو اس نے کہا: کیا تم مال سے میری مدد کرتے ہو؟ پس جو اللہ نے مجھ کو دیا ہے وہ بہتر ہے اس سے جو تم کو دیا ہے! بلکہ تم اپنے ہدیہ پر ناز کرتے ہو ـــــ ان سے میرا دل لبھانا چاہتے ہو ـــــ ان کے پاس واپس جاؤ، ہم ان پر ایسا لشکر چڑھائیں گے جس سے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں ہوگی، اور ہم ضرور ان کو وہاں سے ذلیل کرکے باہر کریں گے، اور وہ ماتحت ہونگے! ـــــ انہی باتوں کا رانی کو اندیشہ تھا، پس تیر نشانہ پر بیٹھا!

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝۳۸ قَالَ
عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ
لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝۳۹ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ
اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۣ لِيَبْلُوَنِيْۤ
ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ
كَرِيْمٌ ۝۴۰ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝۴۱
فَلَمَّا جَاۗءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا
وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ۝۴۲ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ
كٰفِرِيْنَ ۝۴۳ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ

(۱) صَغُرَ (ک) صَغَارًا: ذلیل وخوار ہونا، فھو صاغر، اور ماتحتی (باج گذاری) بھی ایک طرح کی ذلت ہے۔

سَاقَيۡهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ ؕ قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ وَاَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۴۴ ع

قَالَ	کہا (سلیمانؑ نے)	مِنۡ مَّقَامِكَ[۲]	اپنی جگہ (دربار) سے	فَلَمَّا	پس جب
يٰۤاَيُّهَا	اے	وَاِنِّىۡ	اور بے شک میں	رَاٰهُ	دیکھا اس کو
الۡمَلَؤُا	درباریو!	عَلَيۡهِ	اس پر	مُسۡتَقِرًّا	رکھا ہوا
اَيُّكُمۡ	تم میں سے کون	لَقَوِىٌّ	یقیناً طاقت ور	عِنۡدَهٗ	اپنے پاس
يَاۡتِيۡنِىۡ	لائے گا میرے پاس	اَمِيۡنٌ	امانت دار ہوں	قَالَ	(تو) کہا
بِعَرۡشِهَا	اس کا تخت	قَالَ	اور کہا	هٰذَا	یہ
قَبۡلَ	پہلے	الَّذِىۡ	اس نے جس	مِنۡ فَضۡلِ	مہربانی سے ہے
اَنۡ	(اس سے) کہ	عِنۡدَهٗ	کے پاس (تھا)	رَبِّىۡ	میرے رب کی
يَّاۡتُوۡنِىۡ	آئیں وہ میرے پاس	عِلۡمٌ	علم	لِيَبۡلُوَنِىۡۤ	تاکہ جانچیں وہ مجھ کو
مُسۡلِمِيۡنَ	مطیع ہوکر	مِّنَ الۡكِتٰبِ	کتاب (تورات) کا	ءَاَشۡكُرُ	کیا شکر کرتا ہوں میں
قَالَ	کہا	اَنَا	میں	اَمۡ	یا
عِفۡرِيۡتٌ[۱]	ایک قوی ہیکل	اٰتِيۡكَ	لانے والا ہوں آپ کے پاس	اَكۡفُرُ	ناشکری کرتا ہوں
مِّنَ الۡجِنِّ	جن نے			وَمَنۡ	اور جو
اَنَا	میں	بِهٖ	اس کو	شَكَرَ	شکر بجالاتا ہے
اٰتِيۡكَ	لاؤں گا آپ کے پاس	قَبۡلَ	پہلے	فَاِنَّمَا	تو بس
بِهٖ	اس کو	اَنۡ	(اس سے) کہ	يَشۡكُرُ	شکر بجالاتا ہے
قَبۡلَ	پہلے	يَّرۡتَدَّ	لوٹے	لِنَفۡسِهٖ	اپنے لئے
اَنۡ	(اس سے) کہ	اِلَيۡكَ	آپ کی طرف	وَمَنۡ	اور جو
تَقُوۡمَ	اٹھیں آپ	طَرۡفُكَ[۳]	آپ کی پلک	كَفَرَ	ناشکری کرتا ہے

(۱) عفریت: دیو، بڑے ڈیل ڈول کا آدمی، خبیث کے لئے بھی مستعمل ہے (۲) مقام: جگہ، مراد دربار ہے (۳) آنکھ کھلنے کے بعد تھوڑی دیر میں پلک بند ہوجاتی ہے، یہ پلک جھپکنے کی مقدار ہے یعنی چٹکی بجاتے لاؤں گا۔

فَاِنَّ	تو بے شک	هُوَ	وہ ہے	حَسِبَتْهُ	سمجھا اس کو
رَبِّیْ	میرا پروردگار	وَاُوْتِيْنَا	اور دیئے گئے ہم	لُجَّةً	گہرا پانی
غَنِيٌّ	بے نیاز	الْعِلْمَ	علم	وَّكَشَفَتْ	اور کھولی اس نے
كَرِيْمٌ	فیاض ہے	مِنْ قَبْلِهَا	قبل ازیں	عَنْ سَاقَيْهَا	اپنی پنڈلیاں
قَالَ	کہا	وَكُنَّا	اور تھے ہم	قَالَ	کہا (سلیمانؑ نے)
نَكِّرُوْا	اوپرا (انجانا) کردو	مُسْلِمِيْنَ	منقاد	اِنَّهٗ	بے شک وہ
لَهَا	اس کے لئے	وَصَدَّهَا	اور روک دیا اس کو	صَرْحٌ	محل ہے
عَرْشَهَا	اس کا تخت	مَا كَانَتْ	اس نے جو تھی	مُّمَرَّدٌ(۱)	پالش کیا ہوا
نَنْظُرْ	دیکھیں ہم	تَّعْبُدُ	وہ پوجتی	مِّنْ قَوَارِيْرَ	شیشوں (کے مسالہ) سے
اَتَهْتَدِيْٓ	کیا ہدایت پاتی ہے وہ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ کو چھوڑ کر	قَالَتْ	کہا اس نے
اَمْ تَكُوْنُ	یا ہوتی ہے وہ	اِنَّهَا	بے شک وہ	رَبِّ	اے میرے ربّ!
مِنَ الَّذِيْنَ	ان لوگوں میں سے جو	كَانَتْ	تھی	اِنِّيْ	بے شک میں نے
لَا يَهْتَدُوْنَ	ہدایت نہیں پاتے	مِنْ قَوْمٍ	لوگوں میں سے	ظَلَمْتُ	ظلم کیا
فَلَمَّا	پس جب	كٰفِرِيْنَ	انکار کرنے والے	نَفْسِيْ	اپنی ذات پر
جَآءَتْ	آئی وہ	قِيْلَ	کہا گیا	وَاَسْلَمْتُ	اور مسلمان ہوئی میں
قِيْلَ	کہا گیا	لَهَا	اس سے	مَعَ سُلَيْمٰنَ	سلیمان کے ہاتھ پر
اَهٰكَذَا	کیا ایسا ہے	ادْخُلِي	داخل ہو	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے
عَرْشُكِ	آپ کا تخت	الصَّرْحَ	دیوانِ خاص میں	رَبِّ	جو رب ہیں
قَالَتْ	کہا اس نے	فَلَمَّا	پس جب	الْعٰلَمِيْنَ	سارے جہانوں کے
كَاَنَّهٗ	گویا وہ	رَاَتْهُ	دیکھا اس کو	۞	۞

رانی بارگاہ سلیمانی میں باریاب ہوئی، اور سلیمان علیہ السلام نے اس کی ہدایت کا سامان کیا

وفد جو ہدایا لے کر آیا تھا واپس گیا، اس نے رانی کو آنکھوں دیکھا حال سنایا کہ وہ زبردست بادشاہ ہے، اس کی حکومت

(۱) مُمَرَّد: اسم مفعول، مصدر تَمْرِیْد: چکنا کرنا، پالش کرنا، ہموار صاف کرنا۔

صرف انسانوں پر نہیں، جنات، پرند اور ہوا پر بھی ہے، اور ان کے مذہب کی تفصیلات بھی سنائیں کہ وہ اسلام کو مانتے ہیں اور ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں، رانی نے سوچا کہ ایسے بادشاہ سے لوہا نہیں لیا جاسکتا، چنانچہ اس نے حاضری اور انقیاد کا فیصلہ کیا، اِدھر سلیمان علیہ السلام نے اس کی ہدایت کا سامان کیا، اس کی ذہانت کا اندازہ تو ہو ہی گیا تھا، اور ذہین کو اشارہ کیا جاتا ہے، اشارہ اس کے لئے صراحت سے ابلغ ہوتا ہے، چنانچہ رانی کا تخت منگوالیا، اور اس کا روپ بدل دیا۔ تاکہ رانی اگر اس کو پہچان نہ سکے، اور دھوکہ کھا جائے تو اس کو سمجھانا آسان ہوگا کہ وہ سورج کے معاملہ میں بھی اسی طرح دھوکہ خوردہ ہے، پھر جب وہ آئی تو حکومت کے عملہ نے اس کا استقبال کیا، اور اس کو تخت دکھایا، اور پوچھا: کیا آپ کا تخت ایسا ہے؟ اس نے 'گویا' کی لاگ (سہارا) رکھ کر کہا: یہ تو میرا ہی تخت ہے! رہی یہ بات کہ یہاں کیسے آیا؟ تو اس نے کہا: ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی حکومت جنات اور ہوا پر بھی ہے، جنات کے ذریعہ انھوں نے منگوالیا، اور ہم منقاد ہو کر آئے ہیں، یہ کرشمہ دکھانے کی ضرورت نہیں تھی، اس طرح بات کہیں سے کہیں چلی گئی، اور رانی کو ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔

پھر واقعہ روک کر اللہ تعالیٰ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے کہ ایسی ذہین عورت سورج کی پوجا کیوں کرتی تھی؟ اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں پہچانتی تھی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے ان کے اعمال مزین کئے ہیں، وہ کافر (اللہ کو نہ ماننے والی) تھی، اللہ کو چھوڑ کر سورج کی پرستش کرتی تھی، اور اسی کو حق سمجھتی تھی، اسی نے حق کی دریافت سے اس کو روک دیا، آج کروڑوں ہندو اینٹ پتھر کو پوجتے ہیں، جبکہ ان میں ایسے فرزانے بھی ہیں جو آسمان وزمین کے قلابے ملاتے ہیں، مگر ان کو بت پرستی کی سخافت نظر نہیں آتی۔

پھر عملہ رانی کو سلیمان علیہ السلام سے ملانے کے لئے دیوانِ خاص کی طرف لے چلا، اس محل میں کانچ کے مسالہ کی پالش کر رکھی تھی، جب اس پر روشنی پڑتی تھی تو صحن میں اس کا عکس پڑتا تھا، اور پانی کی لہریں اٹھتی نظر آتی تھیں۔ اور دیوانِ خاص میں نہر بنانے کا رواج قدیم زمانہ سے تھا، یہاں رانی دھوکہ کھا گئی، اس نے پانی میں گھسنے کے لئے پنڈلیاں کھولیں، سامنے سلیمان علیہ السلام تھے، انھوں نے کہا: یہ محل شیشہ کے مسالہ کی پالش کیا ہوا ہے، اس کی لہریں ہیں، پانی نہیں ہے، اب رانی کو اپنی عقل کا قصور سمجھ میں آیا کہ میں سورج کی تابانی پر مفتوں ہو کر جو اس کو خدا سمجھ بیٹھی ہوں یہ دھوکہ ہے، چنانچہ وہ اسی وقت سلیمان کے ہاتھ پر ایمان لے آئی، اور ایک اللہ کی پرستار بن گئی۔

رانی کو سامانِ ہدایت سے ہدایت نہیں ملی، اور اللہ تعالیٰ نے جہاں سے چاہا ہدایت دیدی

آیات کا ترجمہ: — سلیمانؑ نے کہا: اے درباریو! تم میں سے کون میرے پاس رانی کا تخت لاسکتا ہے اس سے پہلے کہ وہ مطیع ہو کر آجائیں؟ — ایک قوی ہیکل جن نے کہا: میں اس کو آپ کے پاس لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ

دربار سے اٹھیں، اور میں اس پر طاقت ور امانت دار ہوں ـــــ اس میں کچھ خیانت نہیں کروں گا ـــــ اور اس شخص نے جس کے پاس آسمانی کتاب کا علم تھا: کہا: میں اس کو آپ کے پاس لا سکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ کی پلک جھپکے ـــــ یہ اس بندہ کی کرامت تھی، اور امتی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتی ہے ـــــ پس جب اس کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے، تاکہ وہ مجھے جانچیں کہ میں شکر بجالاتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں ـــــ یہ بزرگ عالم کون تھے؟ سلیمان علیہ السلام کی امت کے صدیق اکبر تھے! ان کی کرامت کو سلیمان علیہ السلام نے اپنے اوپر اللہ کا احسان سمجھا اور اللہ کا ہر احسان خواہ کسی پر ہو شکر گذاری کے لئے ہوتا ہے ـــــ پھر فرمایا: اور جو شکر بجالاتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے شکر بجالاتا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کا اس میں کچھ نفع نہیں ـــــ اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے نیاز فیاض ہے ـــــ بے نیاز ہے: اس کا کچھ نقصان نہیں، اور فیاض ہے: ناشکروں کو بھی پالتا ہے۔

(سلیمانؑ نے) کہا: اس کے لئے اس کا تخت انجانا کردو، دیکھیں کیا اس کو ہدایت ملتی ہے یا وہ ان لوگوں میں ہوتی ہے جن کو ہدایت نہیں ملتی! ـــــ کائنات میں ہر سو ہدایت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں، مگر ہدایت اسی کو ملتی ہے جس کے لئے مقدر ہوتی ہے۔

پس جب وہ آئی تو پوچھا گیا: کیا آپ کا تخت ایسا ہے؟ اس نے کہا: گویا وہی ہے! اور ہمیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے اور ہم تابعدار ہو چکے ہیں ـــــ اس کی تفسیر تمہید میں آچکی ہے ـــــ پھر اللہ تعالیٰ کی بات ہے، اور ایک سوال کا جواب ہے: ـــــ اور اس کو روک دیا اس نے جس کو وہ اللہ کو چھوڑ کر پوجتی تھی، بے شک وہ کافر (انکار کرنے والوں) میں سے تھی ـــــ اس کی شرح بھی تمہید میں آگئی ہے۔

اس سے کہا گیا: دیوانِ خاص میں چلیں، پس جب اس کو دیکھا تو اس کو گہرا پانی سمجھا، اور اس نے اپنی پنڈلیاں کھولیں، (سلیمانؑ نے) کہا: یہ کانچ کے مسالہ کا پالش کیا ہوا محل ہے! اس نے کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی ذات پر ظلم کیا، اور میں سلیمانؑ کے ہاتھ پر رب العالمین کے سامنے منقاد ہوتی ہوں!

فائدہ: دیوانِ خاص: شاہی خلوت خانہ، شاہی دربار۔ خاص دربار میں نہر چلانے کا رواج قدیم زمانہ سے ہے، دریائے نیل سے فرعون کے دیوانِ خاص میں نہر جاتی تھی، اسی میں بہہ کر موسیٰ علیہ السلام کا تابوت گیا تھا، جس کو فرعون کی بیوی نے اٹھوالیا تھا، دہلی میں لال قلعہ میں بھی دیوانِ خاص میں جمنا سے نہر چڑھائی گئی تھی ـــــ اور دیواروں اور کواڑوں پر پالش مسالہ لگا کر کی جاتی ہے، اس دیوانِ خاص میں کانچ کا مسالہ لگا کر پالش کی گئی تھی، جس کا عکس صحن میں پڑتا تھا تو پانی کی لہریں اٹھتی محسوس ہوتی تھیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

وَلَقَدْ	بخدا! واقعہ یہ ہے	فَرِيْقٰنِ	دو فریق	تَسْتَغْفِرُوْنَ	معافی مانگتے
اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	يَخْتَصِمُوْنَ	باہم جھگڑتے ہیں	اللّٰهَ	اللہ سے
اِلٰى ثَمُوْدَ	ثمود کی طرف	قَالَ	کہا	لَعَلَّكُمْ	شاید تم
اَخَاهُمْ	ان کے برادر	يٰقَوْمِ	اے میری قوم	تُرْحَمُوْنَ	رحم کیے جاؤ
صٰلِحًا	صالح کو	لِمَ	کیوں	قَالُوْا	کہا انھوں نے
اَنِ (۱)	کہ	تَسْتَعْجِلُوْنَ	جلدی مانگتے ہو	اطَّيَّرْنَا (۲)	نحوست پڑی ہم پر
اعْبُدُوْا	عبادت کرو	بِالسَّيِّئَةِ	برائی کو	بِكَ	تیری وجہ سے
اللّٰهَ	اللہ کی	قَبْلَ	پہلے	وَبِمَنْ	اور ان کی وجہ سے جو
فَاِذَا	پس اچانک	الْحَسَنَةِ	خوبی کے	مَّعَكَ	تیرے ساتھ ہیں
هُمْ	وہ	لَوْلَا	کیوں نہیں	قَالَ	کہا

(۱) اَنْ: مفسرہ ہے، رسول جو پیغام لائے ہیں اس کی تفسیر کرتا ہے۔ (۲) اِطَّيَّرْنَا: اصل میں تَطَيَّرْنَا تھا، ت کا ط میں ادغام کیا اور شروع میں ہمزہ وصل بڑھایا: ہم نے بدفالی لی، ہم نے منحوس سمجھا۔

طٰٓئِرُكُمْ	تمہاری نحوست	ثُمَّ	پھر	مَكْرِهِمْ	ان کی چال کا
عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس ہے	لَنَقُوْلَنَّ	ضرور کہیں ہم	اَنَّا	کہ ہم نے
بَلْ	بلکہ	لِوَلِيِّهٖ	اس کے وارث سے	دَمَّرْنٰهُمْ (۳)	ہلاک کر دیا ان کو
اَنْتُمْ	تم	مَا	نہیں	وَقَوْمَهُمْ	اور ان کی قوم کو
قَوْمٌ	لوگ ہو	شَهِدْنَا	موجود تھے ہم	اَجْمَعِيْنَ	سبھی کو
تُفْتَنُوْنَ	آزمائے جارہے	مَهْلِكَ	ہلاک ہونے کی جگہ میں	فَتِلْكَ	پس وہ ہیں
وَكَانَ	اور تھے	اَهْلِهٖ	اس کے گھر والوں کی	بُيُوْتُهُمْ	ان کے گھر
فِي الْمَدِيْنَةِ	شہر میں	وَاِنَّا	اور بے شک ہم	خَاوِيَةً (۴)	خالی پڑے
تِسْعَةُ	نو	لَصٰدِقُوْنَ	یقیناً سچے ہیں	بِمَا ظَلَمُوْا	ان کے ظلم کے سبب سے
رَهْطٍ (۱)	افراد	وَمَكَرُوْا	اور چال چلے وہ	اِنَّ	بے شک
يُّفْسِدُوْنَ	بگاڑ پھیلاتے تھے	مَكْرًا	ایک چال	فِيْ ذٰلِكَ	اس میں
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	وَّمَكَرْنَا	اور چال چلے ہم	لَاٰيَةً	یقیناً نشانی ہے
وَلَا يُصْلِحُوْنَ	اور سنوارتے نہیں تھے	مَكْرًا	ایک چال	لِّقَوْمٍ	لوگوں کے لئے
قَالُوْا	کہا انھوں نے	وَّهُمْ	اور وہ	يَّعْلَمُوْنَ	جو جانتے ہیں
تَقَاسَمُوْا	آپس میں قسمیں کھاؤ	لَا يَشْعُرُوْنَ	جانتے نہیں تھے	وَاَنْجَيْنَا	اور بچالیا ہم نے
بِاللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کی	فَانْظُرْ	پس دیکھ	الَّذِيْنَ	ان کو جو
لَنُبَيِّتَنَّهٗ (۲)	ضرور رات میں جا	كَيْفَ	کیسا	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
	پڑیں ہم اس کو	كَانَ	تھا	وَكَانُوْا	اور تھے وہ
وَاَهْلَهٗ	اور اس کے گھر والوں کو	عَاقِبَةُ	انجام	يَتَّقُوْنَ	ڈرتے

ثمود کے واقعہ میں مکہ والوں کے لئے نشانی ہے

ثمود نے صالح علیہ السلام کو رات میں قتل کرنے کا پلان بنایا، اور ناکام رہے، مکہ والے بھی اسی طرح رات میں

(۱) عدد کی رھط کی طرف اضافت کی جائے تو افراد مراد ہوتے ہیں (۲) نُبَيِّتَنَّ: مضارع، جمع متکلم، بانون تاکید ثقیلہ، ہ ضمیر مفعول، تَبْيِيت: مصدر: رات میں حملہ کرنا۔ (۳) تدمیر: اکھیڑ مارا، ہلاکت ڈالی (۴) خاویة: افتادہ، ڈھہ پڑا ہوا، اندر سے کھوکھلا۔

نبی ﷺ کے قتل کا پلان بنائیں گے اور ناکام رہیں گے، گفتہ آید در حدیث دیگراں کے طور پر ان کو ثمود کا واقعہ سنایا جارہا ہے ــــ اور بخدا! ہم نے ثمود کی طرف ان کے برادر صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو ــــ ہر نبی کی بنیادی دعوت یہی ہے کہ شرک سے بچو، اور ایک اللہ کی عبادت کرو ــــ پس اچانک وہ دو متخاصم فریق بن گئے ــــ ایک ایمان والے اور ایک منکر، جس طرح مکہ میں دو فریق بن چکے ہیں، جبکہ چاہئے تھا کہ سب ناصح کی بات پر کان دھرتے اور ثمود کے دونوں فریقوں کی گفتگو سورۃ الاعراف آیات ۷۵ و ۷۶ میں آئی ہے ــــ صالح نے کہا: اے میری قوم! تم کیوں جلدی مانگتے ہو برائی خوبی سے پہلے؟ تم کیوں اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگتے؟ شاید تم رحم کئے جاؤ ــــ یہ بات صالح علیہ السلام نے اونٹنی کو زخمی کر کے عذاب کا مطالبہ کرنے پر عذاب آنے سے پہلے فرمائی تھی، سورۃ الاعراف (آیت ۷۷) میں ہے: ﴿فَعَقَرُوْا النَّاقَةَ، وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ، وَقَالُوْا: يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾: پس انھوں نے اونٹنی کو مار ڈالا، اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی، اور کہنے لگے: اے صالح! جس عذاب کی تو ہم کو دھمکی دیتا ہے اس کو لے آ اگر تو پیغمبر ہے! ــــ صالح علیہ السلام نے فرمایا: اب بھی توبہ کا موقعہ ہے، اپنی حرکت کی معافی مانگو، عذاب ٹل جائے گا ــــ اور شاید: شاہی محاورہ ہے، پکے وعدہ کے لئے ہے ــــ انھوں نے جواب دیا: ہم پر تیری وجہ سے اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے نحوست پڑی ہے ــــ اور ہم اقتصادی پریشانیوں سے مبتلا ہوگئے ہیں ــــ صالح نے کہا: تمہاری نحوست اللہ کے پاس ہے! ــــ یعنی تمہاری شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے ــــ بلکہ تمہاری آزمائش کی جارہی ہے ــــ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، سورۃ الاعراف کی (آیت ۹۴) ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ﴾: اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا تو وہاں کے رہنے والوں کو محتاجی اور بیماری میں پکڑا، تاکہ وہ ڈھیلے پڑیں ــــ اسی سنت کے مطابق قوم ثمود بھی بدحالی سے دوچار ہوئی، مگر انھوں نے اس کو صالح علیہ السلام اور مؤمنین کی نحوست سمجھا۔

اور شہر میں نو اشخاص تھے جو زمین میں بگاڑ پھیلاتے تھے، اور سنوارتے نہیں تھے ــــ مکہ میں بھی ایسے ہی نو گرو گھنٹال تھے، ان کا بھی یہی کام تھا ــــ انھوں نے کہا: باہم اللہ کی قسمیں کھاؤ کہ ضرور رات میں، ہم جالیں گے صالح کو اور اس کی فیملی کو ــــ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری! ــــ پھر ہم اس کے وارث (خون کا مطالبہ کرنے والے) سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہیں تھے، اور ہم بالکل سچے ہیں ــــ اس طرح ہم ملزم نہیں ٹھہریں گے جن سے ان کے حمایتی قصاص یا خون بہا لے سکیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اور وہ لوگ ایک چال چلے ــــ صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی ــــ اور ہم بھی

ایک چال چلے، اور وہ ان کو معلوم نہیں تھی ـــــ زلزلہ آیا، ایک چیخ سنائی دی، اور پہاڑوں کی چٹانیں لڑھک آئیں، اور سب کھیت رہے! ہلاک ہو گئے! ـــــ پس دیکھ کیسا ہوا ان کی چال کا انجام! ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سبھی کو اکھیڑ مارا، اب یہ رہے ان کے گھر ڈھے پڑے ان کے ظلم کے سبب سے، بے شک اس میں یقیناً نشانی ہے جاننے والوں کے لئے ـــــ پس اے مکہ والو! سبق لو اگر تم بھی یہ حرکت کرو گے تو منہ کی کھاؤ گے! ـــــ اور بچالیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور پرہیزگار تھے ـــــ اس میں مؤمنین کے لئے بشارت ہے۔

اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی، مگر جب پڑتی ہے تو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیتی ہے!

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۱۹

وَلُوْطًا	اور (بھیجا) لوطؑ کو	شَهْوَةً (۱)	شہوت کے لئے	اَنْ	یہ کہ
اِذْ قَالَ	جب کہا اس نے	مِّنْ دُوْنِ	چھوڑ کر	قَالُوْٓا	کہا انھوں نے
لِقَوْمِهٖٓ	اپنی قوم سے	النِّسَآءِ	عورتوں کو	اَخْرِجُوْٓا	نکالو
اَتَاْتُوْنَ	کیا آتے ہو تم	بَلْ اَنْتُمْ	بلکہ تم	اٰلَ لُوْطٍ	لوط کے گھر والوں کو
الْفَاحِشَةَ	بے حیائی کو	قَوْمٌ	لوگ ہو	مِّنْ قَرْيَتِكُمْ	تمہاری بستی سے
وَاَنْتُمْ	اور تم	تَجْهَلُوْنَ	نادانی کرتے	اِنَّهُمْ	بے شک وہ
تُبْصِرُوْنَ	دیکھتے ہو	فَمَا كَانَ	پس نہیں تھا	اُنَاسٌ	لوگ ہیں
اَئِنَّكُمْ	کیا بے شک تم	جَوَابَ	جواب	يَّتَطَهَّرُوْنَ	پاک بنتے
لَتَاْتُوْنَ	البتہ آتے ہو	قَوْمِهٖٓ	اس کی قوم کا	فَاَنْجَيْنٰهُ	پس نجات دی ہم نے اس کو
الرِّجَالَ	مردوں کو	اِلَّآ	مگر		

(۱) شھوۃ: مفعول لہٗ ہے، اور حال بھی ہو سکتا ہے۔

وَ اَهْلَهٗٓ	اور اس کے گھر والوں کو	مِنَ الْغٰبِرِيْنَ	باقی رہنے والوں میں سے	مَّطَرًا	خاص بارش
اِلَّا	مگر			فَسَآءَ	پس بری ہوئی
امْرَاَتَهٗ	اس کی بیوی کو	وَ اَمْطَرْنَا	اور برسائی ہم نے	مَطَرُ	بارش
قَدَّرْنٰهَا	تجویز کیا ہم نے اس کو	عَلَيْهِمْ	ان پر	الْمُنْذَرِيْنَ	ڈرائے ہوؤں کی

قوم لوطؑ کے واقعہ میں بھی عبرت کا سامان ہے

لوط علیہ السلام کی قوم نے خاندانِ لوط کو بستی سے نکالنے کا پلان بنایا، اس کا انجام کیا ہوا؟ اسی طرح مکہ والوں نے مؤمنین کو مکہ سے نکال باہر کیا، پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا، پھر مدینہ کی طرف، وہ بھی اپنی حرکت کا انجام دیکھ لیں گے —— اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو، جبکہ تم سمجھدار ہو! کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو، عورتوں کو چھوڑ کر! بلکہ تم نادان لوگ ہو —— گھوڑے کو چھوڑ کر گدھے پر سواری کرتے ہو! —— پس اس کی قوم کا جواب یہی تھا کہ لوط کی فیملی کو اپنی بستی سے باہر کرو، یہ لوگ پاک باز بنتے ہیں —— ہم گندوں کے درمیان ان کا کیا کام! —— پس ہم نے اس کو اور اس کی فیملی کو نجات دی، علاوہ اس کی بیوی کے —— وہ کافرہ تھی، ساتھ نہیں چلی —— ہم نے اس کو باقی رہنے والوں میں تجویز کیا —— اس کے مقدر میں کنکر تھے —— اور ہم نے ان پر خاص قسم کی بارش برسائی، پس ڈرائے ہوؤں کی بارش بری ہوئی —— اسی طرح مکہ والوں پر بھی عذاب کا کوڑا برسے گا، انتظار کریں۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ

اللہِ ؕ تَعٰلَی اللہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَمَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللہِ ؕ قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

قُلِ	کہیں:	مَآءً	پانی	وَّجَعَلَ	اور بنایا
اَلْحَمْدُ (۱)	تمام تعریفیں	فَاَنْۢبَتْنَا	پس اگائے ہم نے	خِلٰلَھَآ	اس کے درمیان
لِلہِ	اللہ کے لئے ہیں	بِہٖ	اس کے ذریعہ	اَنْھٰرًا	نہروں کو
وَسَلٰمٌ (۲)	اور سلام ہے	حَدَآئِقَ	باغات	وَّجَعَلَ	اور بنائے
عَلٰی عِبَادِہِ	اس کے بندوں پر	ذَاتَ بَھْجَۃٍ (۴)	بارونق	لَھَا	اس کے لئے
الَّذِیْنَ	جن کو	مَا کَانَ	نہیں تھا	رَوَاسِیَ (۶)	بھاری پہاڑ
اصْطَفٰی (۳)	منتخب فرمایا	لَکُمْ	تمہارے لئے	وَجَعَلَ	اور بنائی
آٰللہُ	کیا اللہ تعالیٰ	اَنْ تُنْۢبِتُوْا	کہ اگاتے تم	بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ	دو سمندروں کے درمیان
خَیْرٌ	بہتر ہیں	شَجَرَھَا	اس کے درخت	حَاجِزًا	آڑ
اَمَّا	یا جن کو	ءَاِلٰہٌ	کیا کوئی معبود ہے	ءَاِلٰہٌ	کیا کوئی معبود ہے
یُشْرِکُوْنَ	شریک ٹھہراتے ہیں وہ	مَّعَ اللہِ	اللہ کے ساتھ	مَّعَ اللہِ	اللہ کے ساتھ
اَمَّنْ	کیا جس نے	بَلْ ھُمْ	بلکہ وہ	بَلْ اَکْثَرُھُمْ	بلکہ اس کے بیشتر
خَلَقَ	پیدا کیا	قَوْمٌ	لوگ ہیں	لَا یَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	یَّعْدِلُوْنَ	برابر ٹھہراتے	اَمَّنْ	کیا جو
وَالْاَرْضَ	اور زمین کو	اَمَّنْ	کیا جس نے	یُّجِیْبُ	جواب دیتا ہے
وَاَنْزَلَ	اور اتارا	جَعَلَ	بنایا	الْمُضْطَرَّ	بے قرار کو
لَکُمْ	تمہارے لئے	الْاَرْضَ	زمین کو	اِذَا	جب
مِّنَ السَّمَآءِ	آسمان سے	قَرَارًا (۵)	قرار گاہ	دَعَاہُ	وہ اس کو پکارتا ہے

(۱) حمد: تعریف، اختیاری خوبیوں پر ستائش (۲) سلام: سلامتی، دنیا و آخرت کی بھلائی (۳) اصطفی: چنا، مصطفی: چنیدہ (۴) بھجۃ: تروتازہ۔ (۵) قرار: اسم مصدر: ٹھہرنے کی جگہ، نہ لرزنے والی جگہ (۶) رَاسِیَۃ کی جمع: مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے پہاڑ، جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان نہ ہو۔

وَيَكْشِفُ	اور کھولتا ہے	وَمَنْ	اور جو	الْخَلْقَ	مخلوق کو
السُّوْٓءَ	تکلیف کو	يُّرْسِلُ	بھیجتا ہے	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ	پھر وہ اس کو لوٹائیں گے
وَيَجْعَلُكُمْ	اور بنایا تم کو	الرِّيٰحَ	ہواؤں کو	وَمَنْ	اور جو
خُلَفَآءَ	جانشیں	بُشْرًا	خوشخبری دینے والی	يَّرْزُقُكُمْ	روزی دیتے ہیں تم کو
الْاَرْضِ	زمین میں	بَيْنَ يَدَيْ	سامنے	مِّنَ السَّمَآءِ	آسمان سے
ءَاِلٰهٌ	کیا کوئی معبود ہے	رَحْمَتِهٖ	اپنی رحمت کے	وَالْاَرْضِ	اور زمین سے
مَّعَ اللّٰهِ	اللہ کے ساتھ	ءَاِلٰهٌ	کیا کوئی معبود ہے	ءَاِلٰهٌ	کیا کوئی معبود ہے
قَلِيْلًا مَّا	بہت کم	مَّعَ اللّٰهِ	اللہ کے ساتھ	مَّعَ اللّٰهِ	اللہ کے ساتھ
تَذَكَّرُوْنَ	یاد کرتے ہو تم	تَعٰلَى	برتر ہیں	قُلْ	کہو
اَمَّنْ	کیا جو	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	هَاتُوْا	لاؤ
يَّهْدِيْكُمْ	راہ دکھاتا ہے تم کو	عَمَّا	ان سے جن کو	بُرْهَانَكُمْ	اپنی دلیل
فِيْ ظُلُمٰتِ	تاریکیوں میں	يُشْرِكُوْنَ	شریک ٹھہراتے ہیں وہ	اِنْ	اگر
الْبَرِّ	خشکی	اَمَّنْ	کیا جس نے	كُنْتُمْ	ہو تم
وَالْبَحْرِ	اور سمندر کی	يَّبْدَؤُا	اول بار پیدا کیا	صٰدِقِيْنَ	سچے

ربط: توحید، رسالت اور دلیلِ رسالت (قرآن کی حقانیت) کی باتیں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں، پہلے منکروں کو شیطان راجہ اور مؤمن رانی کے واقعات سنائے، تاکہ وہ مؤمن وکافر کا فرق پہچانیں، پھر ثمود وقوم لوط کے واقعات بیان کئے، اوران میں لطیف اشارے کئے، اب توحید پر خطبہ (تقریر) ہے، پہلی آیت تمہید ہے: ارشادِ پاک ہے: —— کہو، تمام تعریفیں اللہ پاک کے لئے ہیں —— کسی اور کی کوئی تعریف نہیں، کیونکہ تعریف صاحبِ کمال کی ہوتی ہے۔ اور مرجع تمام کمالات (خوبیوں) کا اللہ کی ذات ہے، ہر کمال ان کا خانہ زاد ہے، دوسروں کے کمالات اللہ کے بخشے ہوئے ہیں۔ اور کمالات میں سب سے بڑا کمال معبود ہونا ہے، پس وہی قابل پرستش ہیں، اور کوئی معبود نہیں۔

اور سلام ان بندوں پر جن کو منتخب فرمایا —— انبیاء اور اولیاء جن کو مشرکین نے معبود بنایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے چنیدہ بندے ہیں، ان کے لئے دنیا وآخرت میں سلامتی ہے۔ اب بتاؤ: —— کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہیں یا وہ جن کو لوگ شریک ٹھہراتے ہیں؟ —— اللہ تعالیٰ ہی بہتر ہیں، پس بہتر کو چھوڑ کر کم تر کو معبود بنانا کہاں کی عقلمندی ہے؟

فائدہ: ﴿وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى﴾ مشرکین کے جوازِ شرک پر ایک استدلال کا جواب ہے، مشرکین کہتے ہیں کہ جو نیک بندے، ہم سے پہلے گذرے ہیں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خوب بندگی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب خاص حاصل کرلیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو خلعتِ الوہیت سے سرفراز کردیا ہے اور وہ دیگر مخلوقات کی بندگی کے حق دار بن گئے ہیں، جیسے کوئی غلام بادشاہ کی شاندار خدمت کرتا ہے تو بادشاہ خوش ہوکر اس کو "شاہی پوشاک" عطا کرتا ہے اور اپنی مملکت کے کچھ حصہ کا نظم ونسق اس کو سونپ دیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس علاقہ کے لوگوں کی طرف سے سمع وطاعت (بات سننے اور حکم ماننے) کا مستحق ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء کو بعض بعض امور کا اختیار دیدیا ہے اس لئے ان کی بندگی ضروری ہے۔

جواب یہ دیا ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ نیک بندوں نے اللہ کی خوب عبادت کرکے قرب خاص حاصل کرلیا ہے، چنانچہ وہ دنیا و آخرت میں امن وسلامتی کے مستحق ہوگئے ہیں، اور بس! رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے خوش ہوکر ان کو خلعتِ الوہیت پہنایا ہے اس کی کوئی دلیل نہیں، اور جب اللہ تعالیٰ ہر طرح ان بندوں سے بہتر ہیں، اور حکومت وملک صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو معبود بھی وہی ہیں، اور کوئی خدائی میں شریک نہیں، سوچو، کم تر: برتر کے برابر کیسے ہوجائے گا؟

مقامِ حمد صرف اللہ کے لئے ہے، پس وہی معبود ہیں، اور نیک بندوں کے لئے منزلِ سلام ہے

۱- بتاؤ، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور تمہارے نفع کے لئے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس سے بارونق باغات اگائے، تمہارے بس میں نہیں تھا کہ تم اس کے درختوں کو اگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ —— جس نے یہ کام کئے ہوں یا کرسکتا ہو؟ کوئی نہیں! —— بلکہ یعنی پھر بھی وہ لوگ اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں!

۲- بتاؤ جس نے زمین کو قرار دیا —— تاکہ تم اس میں آرام سے زندگی بسر کرسکو، اگر وہ ہچکولے کھاتی تو تمہارا کیا حال ہوتا؟ —— اور اس کے درمیان نہریں چلائیں —— زیر زمین سوت (چشمہ) چلایا، تاکہ جہاں سے چاہو کنواں کھود کر پانی نکال لو، اور زمین کے اوپر بھی ندیاں چلائیں، تاکہ جہاں سے چاہو بے مشقت پانی لے لو —— اور اس پر بوجھل پہاڑ رکھے —— یہ زمین میں میخیں ٹھوکیں، تاکہ وہ کپکپائے نہیں، اور ان کو پانی کی ٹنکیاں بنایا، وہیں سے پانی رس کر ندیاں چلتی ہیں، اور زیر زمیں سوت بہتے ہیں —— اور دو سمندروں کے درمیان آڑ بنائی —— تاکہ حیوانات خشکی میں بسیں، اگر خشکی کی سطح بلند نہ کی جاتی تو ساری زمین پر پانی ہوتا، پھر تم کہاں بستے؟ —— کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ —— جس نے یہ کام کئے ہوں یا کرسکتا ہو؟ کوئی نہیں —— بلکہ یعنی پھر بھی ان کے بیشتر نہیں جانتے —— کہ معبود کون ہے؟

۳- بتاؤ، جو بے قرار کی بات سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے، اور تکلیف دور کرتا ہے —— مشرکین بھی سخت

مصائب وشدائد میں اسی کو پکارتے ہیں، اور جھوٹے معبودوں کو بھول جاتے ہیں ـــــ اور اس نے تم کو زمین میں جانشیں بنایا ـــــ تم سے پہلی نسل گئی اور تم ان کی جگہ زمین کو آباد کر رہے ہو ـــــ کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ ـــــ نہیں ہے جو پکار سنے اور تکلیف دور کرے، اور زمین کو خالی کر کے تمہارے تصرف میں دیدے ـــــ وہ لوگ بہت کم یاد کرتے ہیں ـــــ شدائد ہی میں یاد کرتے ہیں، ضمیر کی اُس شہادت کو امن واطمینان کے وقت بھول جاتے ہیں!

۴-بتاؤ، جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راہ دکھاتا ہے ـــــ اس مقصد سے ستارے بنائے جو تمہاری راہ نمائی کرتے ہیں، اس طرح کہ ستاروں سے تم نے قطب نما بنایا، اس کے سہارے رات میں جہاز رانی کرتے ہو، اور ہوائی جہاز اڑاتے ہو اور خشکی میں ستاروں کو دیکھ کر راہ پاتے ہو ـــــ اور جو مانسونی ہواؤں کو چلاتا ہے جو بارش سے پہلے خوش خبری دیتی ہیں ـــــ بارش کی آمد آمد کی اطلاع دیتی ہیں، پس تم بچاؤ کا سامان کر لیتے ہو، اور بوائی کی تیاری کرتے ہو ـــــ کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ ـــــ کوئی نہیں، اور تم نے جو معبود بنا رکھے ہیں وہ بوگس ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ برتر ہیں ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

۵-بتاؤ، جس نے آفرینش کی ابتداء کی، اور جو اس کو دوبارہ بنائے گا، اور جو تمہیں آسمان وزمین سے روزی دیتا ہے ـــــ ابتداءً پیدا کرنا تو سب کو مسلم ہے، یہی پہلا پریڈ چل رہا ہے، پھر کائنات کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کرے گا، جو دوسرا اور آخری دور ہوگا ـــــ کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ ـــــ جس نے پہلی بار پیدا کیا ہو؟ ـــــ کہو، لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو! ـــــ کہ خدائی میں کوئی ساجھی ہے ـــــ آگے مشرکین کی بوگس دلیل کا جواب ہے۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۣ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝

قُلْ	کہو	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں ہیں	وَمَا	اور نہیں
لَّا يَعْلَمُ	نہیں جانتے	الْغَيْبَ (۱)	غیب کو	يَشْعُرُوْنَ	جانتے وہ
مَنْ	جو	اِلَّا	سوائے	اَيَّانَ	کب
فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	اللّٰهُ	اللہ کے	يُبْعَثُوْنَ	اٹھائے جائیں گے

(۱) غیب: پوشیدہ، غیر حاضر، جو چیز انسان کے حواس سے بالاتر ہے، جو چیزیں حسّ اور عقل کی رسائی سے خارج ہیں، جن کا علم انبیاء کی اطلاع کے بغیر نہیں ہوسکتا، جیسے جنت وجہنم اور آخرت کے معاملات۔

بَلِ	بلکہ	بَلْ	بلکہ	بَلْ	بلکہ
ادّٰرَكَ (۱)	تھک گیا ہے	هُمْ	وہ	هُمْ	وہ
عِلْمُهُمْ	ان کا علم	فِيْ شَكٍّ	شک میں ہیں	مِّنْهَا	آخرت سے
فِي الْاٰخِرَةِ	آخرت میں	مِّنْهَا	آخرت کے بارے میں	عَمُوْنَ	اندھے ہیں

ربط: گذشتہ آیت میں مشرکین سے کہا گیا تھا کہ جوازِ شرک پر دلیل قائم کرو، اگر تم سچے ہو، چنانچہ وہ دلیل لائے کہ ایک عظیم الشان بادشاہ اپنی مملکت اور رعایا کا انتظام خود نہیں کرسکتا، وہ معاملات کا نظم ونسق مقربین بارگاہ کو سونپ دیتا ہے، اور رعایا پر ان کی اطاعت لازم کرتا ہے، اور ان کی سفارش ان کے خداموں اور مقربین کے حق میں قبول کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بعض مقرب بندوں کو الوہیت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے، اس لئے ان کی بندگی ضروری ہے۔ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ غیر محسوس کو محسوس پر، قادر کو عاجز پر اور کامل العلم کو ناقص العلم پر قیاس کرنا ہے جو باطل ہے

کہیں، غیب کو نہیں جانتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے اللہ کے —— یعنی عظیم الشان بادشاہ ناقص العلم ہے، وہ اپنی مملکت کے سارے احوال براہِ راست نہیں جانتا نہ جان سکتا ہے، اس لئے وہ مددگاروں کا محتاج ہے، اور اللہ تعالیٰ کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہے، کوئی چیز ان سے مخفی نہیں، لوگوں کے لئے جو چیزیں غیب (بن دیکھی) ہیں وہ سب اللہ کے سامنے حاضر ہیں، پھر ان کو مددگاروں کی اور غیروں کو الوہیت میں شریک کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ —— پھر بندوں کے لئے غیب کی اور اللہ کے لئے شہادت کی مثال دی ہے —— اور وہ نہیں جانتے کہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے —— اسرافیل بھی نہیں جانتے کہ وہ کب صور پھونکیں گے؟ —— اور نہ صرف یہ کہ یہ بات نہیں جانتے، جان بھی نہیں سکتے —— بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم تھک گیا ہے بلکہ وہ آخرت کے بارے میں شک میں ہیں بلکہ وہ آخرت سے اندھے ہیں —— عقل دوڑا کر تھک گئے، آخرت کی حقیقت نہ پائی، کبھی شک کرتے ہیں کبھی منکر ہوتے ہیں (موضح)

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَاۗؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝

(۱) ادارک: ماضی، واحد مذکر غائب، اصل میں تَدَارَكَ تھا، تاء کا دال میں ادغام کیا، پھر شروع میں ہمزۂ وصل بڑھایا، اس کے اصل معنی: پے در پے ہلاک ہونے کے ہیں، یہاں فنا ہونا اور تھک جانا مراد ہے۔

وَقَالَ	اور کہا	وُعِدْنَا	وعدہ کئے گئے ہم	فِي الْاَرْضِ	زمین میں
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	هٰذَا	اس کا	فَانْظُرُوْا	پس دیکھو
كَفَرُوْٓا	انکار کیا	نَحْنُ	ہم	كَيْفَ كَانَ	کیسا ہوا
ءَاِذَا	کیا جب	وَاٰبَاۗؤُنَا	اور ہمارے اسلاف	عَاقِبَةُ	انجام
كُنَّا	ہو جائیں گے ہم	مِنْ قَبْلُ	اس سے پہلے	الْمُجْرِمِيْنَ	بدکاروں کا
تُرٰبًا	مٹی	اِنْ هٰذَآ	نہیں یہ	وَلَا تَحْزَنْ	اور نہ غم گیں ہوں
وَّاٰبَاۗؤُنَآ (۱)	اور ہمارے اسلاف (بھی)	اِلَّآ	مگر	عَلَيْهِمْ	ان پر
		اَسَاطِيْرُ	منقول باتیں	وَلَا تَكُنْ	اور نہ ہوں آپ
اَىِٕنَّا	کیا بے شک ہم	الْاَوَّلِيْنَ	اگلوں سے	فِيْ ضَيْقٍ	تنگی میں
لَمُخْرَجُوْنَ	ضرور نکالے جائیں گے	قُلْ	کہیں	مِّمَّا	اس سے جو
لَقَدْ	بخدا! واقعہ یہ ہے	سِيْرُوْا	چلو پھرو	يَمْكُرُوْنَ	چال چلتے ہیں وہ

اب مشرکین کے آخرت کے بارے میں شک اور اندھاپن کا بیان ہے، اس طرح آخرت کا موضوع چل پڑا ـــــ اور منکرین کہتے ہیں: کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے اسلاف بھی تو کیا ہم قبروں سے ضرور نکالے جائیں گے؟ بخدا! اس کا وعدہ کیا گیا ہم سے اور ہمارے اسلاف سے قبل ازیں، نہیں ہے یہ مگر اگلوں سے منقول بات! ـــــ یعنی قرنہا قرن بیت گئے مگر یہ وعدہ واقعہ نہیں بنا، پھر ہم اس کا کیوں کر یقین کرلیں؟ یہ تو ایک مذہبی داستان ہے، اس سے زیادہ اس کی کچھ حقیقت نہیں! ـــــ کہو، چلو پھرو زمین میں، پس دیکھو بدکاروں کا انجام کیسا ہوا! ـــــ یعنی اگر یہ جھوٹی بات ہے تو اس کے منکروں کو سزا کیوں ملی؟ اور پیغمبروں نے جو خبر دی تھی وہ واقعہ کیوں بنی؟ ـــــ اور آپ ان لوگوں کا غم نہ کھائیں، اور ان کی چالوں سے تنگی محسوس نہ کریں ـــــ ہم خود ان سے نبٹ لیں گے، جس طرح گذشتہ مجرموں کو سزائیں دی ہیں ان کو بھی دیں گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

(۱) آباؤنا: کا عطف کان کے اسم پر ہے، اور فصل ہو گیا ہے اس لئے ضمیر متصل پر عطف درست ہے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ۝ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۝

وَيَقُوْلُوْنَ	اور کہتے ہیں وہ	الَّذِيْ	اس کا جو	مَا تُكِنُّ (۲)	جو چھپاتے ہیں
مَتٰى	کب ہے	تَسْتَعْجِلُوْنَ	جلدی طلب کر رہے ہو تم	صُدُوْرُهُمْ	ان کے سینے
هٰذَا الْوَعْدُ	یہ وعدہ			وَمَا	اور جو
اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَاِنَّ رَبَّكَ	اور بے شک تیرا رب	يُعْلِنُوْنَ	ظاہر کرتے ہیں وہ
صٰدِقِيْنَ	سچے	لَذُوْ فَضْلٍ	مہربانی والا ہے	وَمَا مِنْ	اور نہیں کوئی
قُلْ	کہو	عَلَى النَّاسِ	لوگوں پر	غَآئِبَةٍ	چھپی چیز
عَسٰٓى	ہوسکتا ہے	وَلٰكِنَّ	مگر	فِي السَّمَآءِ	آسمان میں
اَنْ يَّكُوْنَ	کہ ہو	اَكْثَرَهُمْ	ان کے اکثر	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں
رَدِفَ (۱)	پیچھے لگا	لَا يَشْكُرُوْنَ	شکر بجا نہیں لاتے	اِلَّا	مگر
لَكُمْ	تمہارے	وَاِنَّ رَبَّكَ	اور بے شک تیرا رب	فِيْ كِتٰبٍ	ایک کتاب میں ہے
بَعْضُ	کچھ	لَيَعْلَمُ	البتہ جانتا ہے	مُّبِيْنٍ	واضح

تکذیب رسول کا وبال آنے ہی والا ہے!

اور منکرین کہتے ہیں: کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو؟ —— یعنی تکذیب پر جس عذاب کی تم دھمکی دے رہے ہو وہ کب نازل ہوگا؟ —— ہوسکتا ہے تمہارے پیچھے لگا ہوا ہو کچھ حصہ اس عذاب کا جس کو تم جلدی طلب کر رہے ہو! —— بدر میں اس سزا کی پہلی قسط پہنچی، باقی آخرت میں —— اور بے شک آپ کا پروردگار لوگوں پر مہربان ہے —— وہ سنبھلنے کا موقعہ دے رہا ہے —— مگر اکثر لوگ شکر بجا نہیں لاتے —— یعنی چاہئے تو یہ کہ موقعہ سے فائدہ اٹھائیں، اور مہربانی کے شکر گذار ہوں، مگر لوگ ہیں کہ الٹے ناشکری کرتے ہیں اور عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں —— اور بے شک آپ کا پروردگار یقیناً جانتا ہے اس کو جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں —— یعنی فی الحال مکہ والے

(۱) رَدِفَ: ماضی، واحد مذکر غائب، باب سمع (۲) تُكِنُّ: مضارع، واحد مؤنث غائب، مصدر إکنان: دل میں کوئی بات پوشیدہ رکھنا، چونکہ صدور (فاعل) جمع مکسر ہے، اس لئے فعل مؤنث ہے۔

اگرچہ انکار کررہے ہیں مگران کے ایمان کی امید ہے، جوان کے دلوں میں مخفی ہے، اللہ تعالیٰ کو وہ معلوم ہے، اس کی وجہ سے عذاب آنے میں دیر ہورہی ہے —— اور آسمان وزمین میں کوئی مخفی چیز نہیں مگروہ واضح کتاب (لوح محفوظ) میں مندرج ہے —— اس طے شدہ امر کے موافق جلد یا بہ دیر عذاب ضرور آئے گا۔

> إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾ وَإِنَّهُ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾

إِنَّ	بے شک	فِيهِ	اس میں	بَيْنَهُم	ان کے درمیان
هَٰذَا	یہ	يَخْتَلِفُونَ	اختلاف کرتے ہیں	بِحُكْمِهِ (۳)	اپنا فیصلہ
الْقُرْآنَ	قرآن	وَإِنَّهُ	اور بے شک وہ	وَهُوَ الْعَزِيزُ	اور وہ زبردست
يَقُصُّ (۱)	بیان کرتا ہے	لَهُدًى	یقیناً راہ نمائی	الْعَلِيمُ	ذی علم ہے
عَلَىٰ بَنِي	اولاد پر	وَرَحْمَةٌ	اور مہربانی ہے	فَتَوَكَّلْ	پس بھروسہ کریں
إِسْرَائِيلَ	اسرائیل کے	لِّلْمُؤْمِنِينَ	ایمان لانے والوں کیلئے	عَلَى اللَّهِ	اللہ پر
أَكْثَرَ	اکثر	إِنَّ	بے شک	إِنَّكَ	بے شک آپ
الَّذِي	جو	رَبَّكَ	آپ کا رب	عَلَى الْحَقِّ	حق پر ہیں
هُمْ	وہ	يَقْضِي (۲)	فیصلہ کرتا ہے	الْمُبِينِ	واضح

قرآنِ کریم فیصل، ہدایت اور رحمت ہے

گذشتہ آیات میں قرآنِ کریم نے خبر دی ہے کہ تکذیبِ رسول کا وبال آنے والا ہے، اس خبر کو ہنسی میں مت اڑاؤ، یہ خبر برحق ہے۔ قرآنِ کریم لوگوں کے اختلاف میں فیصل ہے، وہ اختلافات کا تصفیہ کرنے کے لئے آیا ہے، اسلام سے پہلے عربوں میں بعث بعد الموت میں اختلاف تھا، کچھ بندے اس کے قائل تھے، اور اکثر منکر تھے، قرآن نے نازل ہوکر اس اختلاف کا فیصلہ کیا کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے، اسی طرح اہل کتاب میں جن مسائل میں شدید اختلاف تھا

(۱) قَصَّ (ن) القصة: واقعہ بیان کرنا (۲) قَضٰی (ض) بین الخصمین: فریقین میں فیصلہ کرنا۔ (۳) حکم: فیصلہ۔

ان کا تصفیہ بھی قرآن نے کیا، مثلاً: عیسیٰ علیہ السلام کی واقعی پوزیشن کیا تھی؟ عیسائی اس میں بہت مختلف تھے، قرآن نے فیصلہ کیا: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾: عیسیٰ محض ایک بندے ہیں، ہم نے ان پر فضل کیا، اور ان کو بنی اسرائیل کے لئے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنایا —— اسی طرح اب مکہ والے رسول کی تصدیق وتکذیب میں مختلف ہورہے ہیں، اس کا علمی فیصلہ قرآنِ کریم کررہا ہے، اور عملی فیصلہ عذاب کی شکل میں ہونے والا ہے، پس جلدی مت مچاؤ، تھوڑا انتظار کرو اور قرآن ہدایت ورحمت بھی ہے، اس سے حصہ لے لو، عذاب سے بچ جاؤ گے۔

ارشادِ پاک ہے: —— بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے لئے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں —— بنی اسرائیل میں یہود ونصاریٰ دونوں آگئے، عیسائیت بھی درحقیقت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے لئے تھی، پھر پولس نے اس کو عام کیا —— اور اہل کتاب کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ عرب ان کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے، کیونکہ ان کے پاس آسمانی کتابیں تھیں، پس جب ان کے اختلافات کا قرآن تصفیہ کرتا ہے تو عربوں کے اختلافات کا فیصلہ تو بدرجۂ اولیٰ کرے گا، کیونکہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں۔

آگے ارشاد فرماتے ہیں: —— اور بے شک وہ (قرآن) ایمان لانے والوں کے لئے راہ نمائی اور مہربانی ہے —— پس چاہئے کہ اس کی دکھائی ہوئی راہ اپنائیں، اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے حصہ لیں۔

پھر نبی ﷺ سے خطاب ہے: —— بے شک آپ کے رب ان کے درمیان اپنا فیصلہ کرتے ہیں، اور وہ زبردست ذی علم ہیں، پس آپ اللہ پر بھروسہ کریں، آپ یقیناً واضح حق پر ہیں —— یعنی آپ لوگوں کے اختلاف وتکذیب سے متأثر نہ ہوں، اللہ پر بھروسہ کرکے اپنا کام جاری رکھیں، آپ صحیح اور صاف راستہ پر ہیں۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾

إِنَّكَ	بے شک آپ	الصُّمَّ	بہروں کو	مُدْبِرِينَ	پیٹھ پھیر کر
لَا تُسْمِعُ	نہیں سناتے	الدُّعَاءَ	بلانا	وَمَا أَنتَ	اور نہیں آپ
الْمَوْتَىٰ (۱)	مُردوں کو	إِذَا	جب	بِهَادِي	راہ دکھانے والے
وَلَا تُسْمِعُ	اور نہیں سناتے	وَلَّوْا	مڑیں وہ	الْعُمْيِ	اندھوں کو

(۱) الموتی: المیت کی جمع: مردہ...... صُمّ: أصَم کی جمع: بہرا...... عُمْی: الأعمی کی جمع: اندھا۔

عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ	ان کی گمراہی سے	اِلَّا	مگر	بِاٰيٰتِنَا	ہماری باتوں کو
اِنْ	نہیں	مَنْ	جو	فَهُمْ	پس وہ
تُسْمِعُ	سناتے آپ	يُّؤْمِنُ	مان لے	مُّسْلِمُوْنَ	حکم بردار ہیں

قرآن سے نفع اسی کو پہنچتا ہے جو اس کی باتیں مانتا ہے

قرآن بے شک راہ نما اور رحمت ہے، مگر وہ ان لوگوں کے حق میں نافع ہے جو سن کر اثر قبول کریں، اللہ تعالیٰ کی باتوں کا یقین کریں اور فرمان بردار بنیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں، اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ راست پر لا سکتے ہیں، آپ تو اسی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری باتوں کو مانتا ہے، پس وہ فرمان بردار ہے! —— یعنی مکہ والے مردہ دل ہیں، کان کے بہرے ہیں اور پیٹھ پھیر کر جا رہے ہیں، ان کو بات کیسے سنائی جا سکتی ہے؟ اور آنکھوں کے اندھے بھی ہیں، ان کو آپ گمراہی سے واپس کیسے لا سکتے ہیں؟ دعوت کا فائدہ انہی کو پہنچتا ہے جو اثر قبول کریں، اور اللہ کی باتوں کا یقین کر کے فرمان بردار بنیں۔

جاننا چاہئے کہ آیت میں مُردوں کو سنانے کی نفی کی ہے، سننے کی نفی نہیں کی، پس زندہ جو چاہے مردہ کو نہیں سنا سکتا، مگر اللہ تعالیٰ جو چاہیں وہ مردہ سنتا ہے، ورنہ زیارتِ قبور کے وقت سلام کرنا بے فائدہ ہوگا —— اور بہرہ بات کہنے والے کی طرف متوجہ ہو تو ہونٹوں کی حرکت سے بھی بات سمجھ لیتا ہے، مگر پیٹھ پھیرے ہوئے ہو تو نہیں سمجھ سکتا، اس لئے ﴿اِذَا وَلَّوْا﴾ کی قید لگائی۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ

أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ۝ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُم مِّن فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ۝ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ ۖ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

وَإِذَا	اور جب	لَا يُوقِنُونَ	یقین نہیں کرتے	جَاءُو	آئیں گے وہ
وَقَعَ (۱)	پڑے گی	وَيَوْمَ	اور جس دن	قَالَ	فرمائے گا
الْقَوْلُ	بات	نَحْشُرُ	جمع کریں گے ہم	أَكَذَّبْتُم	کیا جھٹلایا تم نے
عَلَيْهِمْ (۲)	ان پر	مِن كُلِّ أُمَّةٍ	ہر جماعت سے	بِآيَاتِي	میری باتوں کو
أَخْرَجْنَا	(تو) نکالیں گے ہم	فَوْجًا	ایک گروہ کو	وَلَمْ تُحِيطُوا (۶)	اور نہیں گھیرا تم نے
لَهُمْ	ان کے لئے	مِّمَّن	ان میں سے جو	بِهَا	ان کو
دَابَّةً	ایک جانور	يُكَذِّبُ	جھٹلاتے ہیں	عِلْمًا	جاننے کے اعتبار سے
مِّنَ الْأَرْضِ	زمین سے	بِآيَاتِنَا	ہماری آیتوں کو	أَمَّاذَا (۷)	یا کیا
تُكَلِّمُهُمْ (۳)	(جو) ان سے باتیں کریگا	فَهُمْ	پس وہ	كُنتُمْ	تھے تم
أَنَّ النَّاسَ (۴)	بایں وجہ کہ لوگ	يُوزَعُونَ (۵)	روکے جائیں گے	تَعْمَلُونَ	کرتے
كَانُوا	تھے وہ		(جماعت بندی کیے جائیں گے)	وَوَقَعَ	اور پڑی
بِآيَاتِنَا	ہماری آیتوں کا	حَتَّىٰ إِذَا	یہاں تک کہ جب	الْقَوْلُ	بات

(۱) وقع کی تعبیر شدت کے لئے ہے، جو چیز پڑی وہ پڑگئی، اب اٹھے گی نہیں، اور رکھی ہوئی چیز اٹھائی جاسکتی ہے (۲) علیھم: منکرین بعث بعد الموت پر۔ (۳) تکلمھم: جملہ فعلیہ: دابۃ کی دوسری صفت ہے، پہلی صفت (کائنۃ) من الأرض ہے (۴) ان سے پہلے باء سببیہ یا لام اجلیہ محذوف ہے، اور جار مجرور أخرجنا سے متعلق ہیں۔ (۵) یوزعون: مضارع مجہول، جمع مذکر غائب، وَزَعَ یَزَعُ (ف) وزعًا: روکنا، جمع کرنا، جماعت بندی کرنا، پہلا ترجمہ حضرت تھانویؒ نے کیا ہے، دوسرا شیخ الہندؒ نے حاصل دونوں ترجموں کا ایک ہے، روکنا جماعت بندی کے لئے ہے۔ (۶) ولم تحیطوا: حال ہے اور کذبتم پر معطوف بھی ہوسکتا ہے (۷) أمّاذا: اصل میں أم ماذا ہے، أم متصلہ اور ما استفہامیہ ہے، اور یہ أکذبتم کا معادل نہیں، معادل صَدَّقتم ہے، اور ماذا کنتم معادل کا قائم مقام ہے، کیونکہ تصدیق کا احتمال ہی نہیں، اس لئے معادل عام لائے ہیں۔

عَلَيۡهِمۡ	ان پر	مَنۡ	جو	اَتۡقَنَ	مضبوط بنایا
بِمَا ظَلَمُوۡا[1]	ان کے ظلم کی وجہ سے	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	كُلَّ شَيۡءٍ	ہر چیز کو
فَهُمۡ	پس وہ	وَمَنۡ	اور جو	اِنَّهٗ	بے شک وہ
لَا يَنۡطِقُوۡنَ	بات نہیں کریں گے	فِي الۡاَرۡضِ	زمین میں ہیں	خَبِيۡرٌ	خوب واقف ہیں
اَلَمۡ	کیا نہیں	اِلَّا	مگر	بِمَا	ان کاموں سے جو
يَرَوۡا	دیکھا انھوں نے	مَنۡ	جس کو	تَفۡعَلُوۡنَ	کرتے ہو تم
اَنَّا	کہ ہم نے	شَآءَ اللّٰهُ	چاہیں اللہ تعالیٰ	مَنۡ	جو
جَعَلۡنَا	بنایا	وَكُلٌّ	اور سب	جَآءَ	لائے گا
الَّيۡلَ	رات کو	اَتَوۡهُ	آئیں گے انکے پاس	بِالۡحَسَنَةِ	نیکی
لِيَسۡكُنُوۡا	تاکہ آرام پائیں وہ	دٰخِرِيۡنَ[2]	حقیر ہوکر	فَلَهٗ	پس اس کے لئے
فِيۡهِ	اس میں	وَتَرَى	اور دیکھتا ہے تو	خَيۡرٌ	بہتر ہے
وَالنَّهَارَ	اور دن کو	الۡجِبَالَ	پہاڑوں کو	مِّنۡهَا	اس سے
مُبۡصِرًا	دکھانے والا	تَحۡسَبُهَا	سمجھتا ہے ان کو	وَهُمۡ	اور وہ
اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ	بے شک اس میں	جَامِدَةً	جما ہوا	مِّنۡ فَزَعٍ	گھبراہٹ سے
لَاٰيٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں	وَّهِيَ	اور وہ	يَّوۡمَئِذٍ	اس دن
لِّقَوۡمٍ	لوگوں کے لئے	تَمُرُّ	گذریں گے	اٰمِنُوۡنَ	چین میں ہونگے
يُّؤۡمِنُوۡنَ	جو مانتے ہیں	مَرَّ[3]	گذرنے کی طرح	وَمَنۡ	اور جو
وَيَوۡمَ	اور جس دن	السَّحَابِ	بادل کے	جَآءَ	لائے گا
يُنۡفَخُ	پھونکا جائے گا	صُنۡعَ	کاریگری	بِالسَّيِّئَةِ	برائی
فِي الصُّوۡرِ	نرسنگے میں	اللّٰهِ	اللہ کی	فَكُبَّتۡ	پس اوندھے کئےجائیں گے
فَفَزِعَ	پس گھبراجائیں گے	الَّذِيۡٓ	جنھوں نے	وُجُوۡهُهُمۡ	ان کے چہرے

(۱)بما ظلموا: باء سببیہ اور ما مصدریہ ہے۔ (۲)دَخَرَ (ف) دُخُوۡرًا: حقیر وذلیل ہونا۔ (۳)مَرَّ السحاب: أی کمر السحاب۔

فِي النَّارِ	دوزخ میں	تُجْزَوْنَ	بدلہ دیئے جاؤگے تم	مَا كُنْتُمْ	اس کا کہ تھے
هَلْ	نہیں	إِلَّا	مگر	تَعْمَلُوْنَ	کرتے تم

بعث بعد الموت (آخرت) کا تذکرہ

پہلی آیت میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے، کوئی کہہ سکتا ہے کہ منکرین بعث کو کوئی نشانی دکھائی جائے تا کہ وہ مان لیں، ان سے کہا جارہا ہے کہ قیامت کے قریب ہم منکرین بعث کو نشانی دکھائیں گے، زمین سے ایک جانور نکلے گا، جو لوگوں سے باتیں کرے گا، پھر قبروں سے مردوں کے زندہ ہو کر نکلنے میں کیا استبعاد ہے، وہ دور از امکان کہاں ہے، بات درحقیقت یہ ہے کہ آیات سے ایمان نہیں ملتا، انسان آیات کی تاویل کر لیتا ہے، ایمان تو دل کے کان سے اللہ کی باتیں سننے سے ملتا ہے، جو مفقود ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور جب ان (منکرین بعث) پر بات پڑے گی (قیامت قریب آئے گی) تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا، اس لئے کہ لوگ ہماری باتوں کا یقین نہیں کرتے —— اس لئے ان کو نشانی دکھائی جائے گی، مگر اس کا حاصل کچھ نہیں نکلے گا —— دابۃ الارض: قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے، اور یاجوج ماجوج کی طرح اس کے بارے میں بھی اسرائیلات کا ایک انبار ہے، جو غرقِ مئے ناب اولی کا مصداق ہے، اس کی حقیقت جب وہ نکلے گا معلوم ہوگی، قبل ازیں کچھ کہنا مشکل ہے۔

آخرت کا تذکرہ: —— اور جس دن ہم ہر جماعت میں سے ایک گروہ علاحدہ کریں گے ان لوگوں میں سے جو ہماری باتوں کو جھٹلاتے تھے، پس وہ روکے جائیں گے (ان کی جماعت بندی کی جائے گی) —— سورۃ الزمر میں ہے: ﴿وَسِيقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا﴾: اور منکر جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جائیں گے، کیونکہ انکار کے اقسام ومراتب بہت ہیں، پس ہر قسم اور ہر درجہ کے کافروں کا گروپ الگ کر دیا جائے گا —— یہاں تک کہ جب وہ آئیں گے تو اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: کیا تم نے میری باتوں کو جھٹلایا، جبکہ تم ان کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لائے تھے —— یعنی بے سمجھے ہی جھٹلا دیا —— یا تم کیا کرتے تھے؟ —— کہنا یہ چاہئے تھا: یا تم نے ان کی تصدیق کی تھی؟ مگر چونکہ اس کا دور تک امکان نہیں تھا، اس لئے اس کی جگہ عام بات رکھی کہ بتاؤ تم کیا کرتے تھے یعنی تکذیب کے علاوہ —— ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا —— اور پڑے گی بات ان پر ان کے ظلم کے سبب سے، پس وہ بات نہیں کر سکیں گے —— کوئی جواب بن نہیں پڑے گا۔

شب وروز کا نظام دلیلِ آخرت ہے: —— اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے، یٰسٓ شریف میں ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾: وہ پاک ذات ہے جس نے سبھی چیزوں کے جوڑے بنائے، اس کا کوئی جوڑا نہیں، وہ یگانہ

ہے۔اور جوڑا: وہ دو چیزیں ہیں جومل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، جیسے شب و روز جوڑا ہیں، وہ وقت کے دو حصے ہیں، آدمی دن میں کام کرتا ہے، کماتا ہے اور رات میں کھاپی کر آرام کرتا ہے، سوچو، اگر صرف دن ہوتا تو آدمی کام سے تھک کر چور ہو جاتا، اور صرف رات ہوتی تو سوتا ہی رہ جاتا، اسی طرح دنیا کا جوڑا آخرت ہے، یہاں کمانا ہے اور آخرت میں کھانا ہے، اور یہاں نہیں کمایا تو آخرت میں کفِ افسوس ملنا ہے — ارشاد فرماتے ہیں: — کیا انھوں نے دیکھا نہیں: ہم نے رات کو بنایا، تا کہ لوگ اس میں آرام کریں، اور دن کو دکھانے والا بنایا، اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جن کو ماننا ہے — اور جن کو نہیں ماننا وہ خوابِ خرگوش میں مبتلا رہتے ہیں۔

اللہ کی ذات مرجع خلائق ہے: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پھیلائی ہیں، پھر ایک دن سب کو اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے، سورۃ الملک میں ہے: ﴿قُلْ: هُوَ الَّذِیْ ذَرَأَكُمْ فِی الْأَرْضِ وَإِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾: آپ کہیں، وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین میں پھیلایا، اور تم (قیامت کے دن) اسی کے پاس اکٹھا کئے جاؤ گے، ارشاد پاک ہے: — اور جس دن نرسنگے میں پھونکا جائے گا — بگل بجایا جائے گا — پس گھبرا جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں — اس کی آواز مہیب ہوگی — مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں — وہ مطمئن رہیں گے — اور سب اللہ تعالیٰ کے پاس آئیں گے حقیر ہو کر — کیونکہ وہی مرجع خلائق ہیں اور اس دن سرمستوں (متکبروں) کی طمطراقی ہرن ہو جائے گی — اور دیکھتا ہے تو پہاڑوں کو، سمجھتا ہے ان کو جما ہوا، اور وہ گذریں گے بادلوں کے گذرنے کی طرح — یعنی روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے اور بادلوں کی طرح گذرتے نظر آئیں گے، اور جس طرح سمندر سے بادل اٹھتے ہیں یہ گرد سمندروں میں جا گرے گی، جس سے پانی خشک ہو جائے گا اور گہرائی بھر جائے گی، اور پوری زمین روٹی کی طرح ہو جائے گی — اللہ تعالیٰ کی کاریگری (قدرت) جنھوں نے ہر چیز کو مضبوط بنایا — وہی ان کو بودا بنا دیں گے، اور ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیں گے — بے شک وہ ان کاموں سے خوب واقف ہیں جو تم کرتے ہو — یعنی اس انقلاب کے بعد بندوں کا حساب وکتاب ہوگا، اور چونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہیں، اس لئے ہر ایک کو ٹھیک ٹھیک اس کے عمل کے موافق جزاوسزا دی جائے گی، نہ ظلم ہوگا نہ حق تلفی ہوگی، ہاں فضل ضرور ہوگا، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

جزاوسزا کا ضابطہ: — جو نیکی لائے گا اس کے لئے اس سے بہتر ہوگا — کم از کم دس گنا ثواب تو دیا ہی جائے گا — اور وہ اس دن گھبراہٹ سے بےفکر ہونگے — یہ نیکیوں کا نقد اور پہلا فائدہ ہے — اور جو برائی لائے گا وہ اوندھے منہ دوزخ میں ڈالا جائے گا، تم صرف انہی کاموں کا بدلہ دیئے جارہے ہو جو تم کیا کرتے تھے — یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ زیادتی نہیں، جیسا کرنا ویسا بھرنا!

إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّأُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ أَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿٩٢﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾

إِنَّمَآ	بس	مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ	فرمان برداروں میں	مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ	ڈرانے والوں سے ہوں
أُمِرْتُ	حکم دیا گیا ہوں میں	وَأَنْ	اور یہ کہ	وَقُلِ	اور کہہ
أَنْ	کہ	أَتْلُوَا	پڑھوں	الْحَمْدُ	تمام تعریفیں
أَعْبُدَ	عبادت کروں	الْقُرْاٰنَ	قرآن	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہیں
رَبَّ	رب کی	فَمَنِ	پس جس نے	سَيُرِيْكُمْ	عنقریب دکھلائیں
هٰذِهِ	اس	اهْتَدٰى	راہ پائی		گے وہ تم کو
الْبَلْدَةِ	شہر کے	فَإِنَّمَا	تو بس	اٰيٰتِهٖ	اپنی نشانیاں
الَّذِيْ	جس نے	يَهْتَدِيْ	راہ پائی اس نے	فَتَعْرِفُوْنَهَا	پس پہچانو گے تم ان کو
حَرَّمَهَا	محترم بنایا اس کو	لِنَفْسِهٖ	اپنے لئے	وَمَا	اور نہیں
وَلَهٗ	اور اس کے لئے	وَمَنْ	اور جو	رَبُّكَ	آپ کا رب
كُلُّ شَيْءٍ	ہر چیز ہے	ضَلَّ	گمراہ ہوا	بِغَافِلٍ	بے خبر
وَّأُمِرْتُ	اور حکم دیا گیا میں	فَقُلْ	تو کہہ	عَمَّا	ان کاموں سے جو
أَنْ	کہ	إِنَّمَآ	بس	تَعْمَلُوْنَ	کرتے ہو تم
أَكُوْنَ	ہوؤں	أَنَا	میں	❁	❁

آخری تین باتیں

پہلی بات: ـــــ داعی خود کو اپنی دعوت کا نمونہ بنائے ـــــ (کہیں) میں بس یہی حکم دیا گیا ہوں کہ اس شہر کے پروردگار کی عبادت کروں، جس نے اس کو محترم بنایا ہے، اور اس کے لئے ہر چیز ہے، اور میں حکم دیا گیا ہوں کہ فرمان

برداروں سے ہوؤں ـــــ اس شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو معظم ومحترم بنایا ہے، اس شہر میں مرکز توحید کعبہ شریف ہے، جہاں ہر قسم کے پھل کھینچے چلے آتے ہیں، یہ اللہ کی روزی ہے، پس کیا اس شہر کے پروردگار کا حق نہیں کہ اسی کی عبادت کی جائے؟ ـــــ اور اس شہر کی تخصیص نہیں، اللہ ہر چیز کے رب ہیں، ساری کائنات کے وہی خالق ومالک ہیں، اس شہر کی تخصیص محض اظہار احسان کے لئے ہے ـــــ اور فرماں برداری یہ ہے کہ خود کو ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے، داعی کی کتابِ دعوت اور کتابِ زندگی میں ہم آہنگی ہو جبھی اس کی دعوت میں اثر ہوگا، اور کہے کچھ اور کرے کچھ تو دعوت مؤثر نہیں ہوگی۔

دوسری بات: ـــــ دعوت کا عمل مسلسل جاری رکھا جائے ـــــ اور یہ کہ قرآن سناؤں، پس جو راہ پائے وہ اپنے نفع ہی کے لئے راہ پائے گا، اور جو گم راہ ہو تو کہیں: میں بس ڈرانے والا میں سے ہوں ـــــ یعنی کہیں: مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ قرآن سنا کر اللہ کا راستہ بتاتا رہوں، اپنی محنت برابر جاری رکھوں، پھر جو بات مان لے تو اسی کا بھلا ہوگا، اور اگر کتے کی دُم ٹیڑھی رہے تو میرا کیا نقصان ہوگا، میں نصیحت کر کے فارغ ہو چکا۔

تیسری بات: ـــــ دعوت کا نتیجہ ایک دن ضرور ظاہر ہوگا ـــــ اور کہیں: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں ـــــ وہی معبود برحق ہیں، معبود ہونا: سب سے بڑی خوبی ہے، جو اللہ کے لئے خاص ہے ـــــ وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے، پس تم ان کو پہچان لوگے ـــــ یعنی تھوڑا انتظار کرو، آگے چل کر اللہ تعالیٰ میرے لائے ہوئے دن کی حقانیت کے ایسے نشان دکھلائیں گے کہ تم سمجھ جاؤ گے کہ دین اسلام برحق ہے، اور جو رسول یہ دین لے کر آیا ہے وہ سچا ہے ـــــ اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو ـــــ وہ وقت آنے پر سب بھگتان کر دے گا!

داعی: مدعو سے کبھی مایوس نہ ہو، اپنا کام برابر جاری رکھے، نتیجہ ضرور ظاہر ہوگا

﴿الحمد للہ! سورۃ النمل کی تفسیر پوری ہوئی﴾
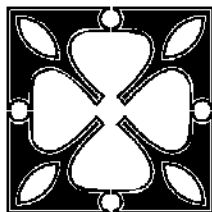
سورۃ القصص

نمبر شمار ۲۸ نزول کا نمبر ۴۹ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۸۸ رکوع: ۹

سورت کا نام: آیت ۲۵: ﴿وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ﴾ سے لیا گیا ہے۔ قَصَص (قاف کا زبر) مصدر اور اسم مصدر ہے یعنی قصہ اور قصہ بیان کرنا، اور قِصَص (قاف کا زیر) قصہ کی جمع ہے، یہ لفظ قرآن میں نہیں آیا۔

زمانۂ نزول: سورۃ الشعراء، سورۂ نمل اور سورۂ قصص یکے بعد دیگرے نازل ہوئی ہیں، اور مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہیں، اس وقت مکہ والوں کی مخالفت زوروں پر تھی، چنانچہ گذشتہ سورت میں ان کو دو واقعات سنائے تھے، جن میں لطیف اشارے تھے، اب اس سورت میں کمزور مسلمانوں کو دو واقعات سنائے جاتے ہیں، ایک بنی اسرائیل کا واقعہ ہے، ان کو کس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کی چیرہ دستیوں سے نجات دی؟ اسی طرح مکہ کے مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ ظالموں کے چنگل سے چھڑائیں گے۔ دوسرا واقعہ: قارون کا ہے، اس کے پاس بے حساب دولت تھی، مگر وہ اپنی دولت کے ساتھ تباہ ہوگیا، اسی طرح ابولہب کے پاس بھی دولت کا ڈھیر تھا، مگر ٹوٹے اس کے ہاتھ اور وہ تباہ ہوا! اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہ آئی، پس نادار مسلمانوں کو مالداروں کے حال سے بدحال نہیں ہونا چاہئے۔

سورت کے مضامین: شروع سورت سے آیت ۴۲ تک موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے، پھر موسیٰ علیہ السلام کی اور تورات کی لاگ رکھ کر رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور قرآن کی حقانیت کا بیان شروع ہوا ہے، موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیلات کو نبی ﷺ کی نبوت کی ایک دلیل قرار دیا ہے۔ آپ اُمّی تھے اور قبل تاریخ کا واقعہ تفصیل کے ساتھ من وعن سنا رہے ہیں، یہ دلیل ہے کہ یہ واقعہ اللہ پاک نے نازل کیا ہے، پس قرآن اللہ کا کلام ہے اور آپ برحق نبی ہیں .... پھر کفار کے کان کھولے ہیں کہ رسول بھیجنے کا اور قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد اتمام حجت بھی ہے، اس کے بغیر کفار کو پکڑا جاتا تو ان کے پاس اپنی مظلومیت کا عذر ہوتا .... پھر یہ بیان کیا ہے کہ جب دین حق آیا تو کفار نے اس کو کس طرح لیا؟ ان کے بالمقابل اہل کتاب کا حال بیان کیا ہے کہ انھوں نے کس طرح بڑھ کر استقبال کیا پس دونوں کا انجام یکساں نہیں ہوسکتا ....

پھر یہ مضمون ہے کہ قیامت کے دن کافروں سے دو سوال ہونگے، جن کا جواب ان سے بن نہ پڑے گا۔

پھر کفار کے بالمقابل مؤمنین کا تذکرہ کیا ہے، اور بتایا ہے کہ کامیابی کا راستہ ایمان و عمل صالح کا راستہ ہے، اور مؤمنین ہی اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں، اور پسند کرنے کا اللہ کو اختیار ہے، مگر یہ چنیدہ بندے خدائی میں حصہ دار نہیں، مقام حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

پھر آخرت کی ضرورت اور اس کا کچھ حال بیان کیا ہے، اور نادار مسلمانوں کو مُژدہ سنایا ہے کہ ذرا صبر کریں، ظفر مندی قریب ہے، اور اس کی دلیل میں قارون کا واقعہ سنایا ہے، پھر سورت کی آخری موعظتیں ہیں، اور توحید پر مضبوط رہنے کا حکم دے کر سورت پوری کی ہے۔

آیاتہا ۸۸ — (۲۸) سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ (۴۹) — رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾

لفظ	ترجمہ	لفظ	ترجمہ	لفظ	ترجمہ
بِسْمِ اللّٰهِ	اللہ کے نام سے	وَفِرْعَوْنَ	اور فرعون کی	مِّنْهُمْ	ان میں سے
الرَّحْمٰنِ	بڑے مہربان	بِالْحَقِّ (۲)	ٹھیک ٹھیک	يُذَبِّحُ	ذبح کرتا تھا
الرَّحِيْمِ	نہایت رحم والے	لِقَوْمٍ	ان لوگوں کے لیے	اَبْنَآءَهُمْ	ان کے بیٹوں کو
طٰسٓمّٓ	طاء، سین، میم	يُّؤْمِنُوْنَ	جو ایمان لائے ہیں	وَيَسْتَحْيٖ	اور زندہ رہنے دیتا تھا
تِلْكَ (۱)	یہ	اِنَّ فِرْعَوْنَ	بے شک فرعون	نِسَآءَهُمْ	ان کی عورتوں کو
اٰيٰتُ	آیتیں ہیں	عَلَا	چڑھا (بڑھا)	اِنَّهٗ كَانَ	بے شک وہ تھا
الْكِتٰبِ	کتاب	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ	مفسدوں میں سے
الْمُبِيْنِ	واضح کی	وَجَعَلَ	اور بنایا	وَنُرِيْدُ	اور چاہتے ہیں کہ
نَتْلُوْا	پڑھتے ہیں ہم	اَهْلَهَا	اس کے لوگوں کو	اَنْ نَّمُنَّ	کہ احسان کریں
عَلَيْكَ	آپ کے سامنے	شِيَعًا (۳)	گروہ گروہ	عَلَى الَّذِيْنَ	ان پر جن کا
مِنْ نَّبَاِ	خبر سے	يَسْتَضْعِفُ	زور گھٹا رکھا تھا	اسْتُضْعِفُوْا	زور گھٹا رکھا تھا
مُوْسٰى	موسیٰ	طَآئِفَةً	ایک جماعت کا	فِي الْاَرْضِ	زمین میں

(۱) تلك: مشار الیہ پوری سورت ہے (۲) بالحق: محذوف سے متعلق ہوکر حال ہے أی نتلو تلاوةً متلبسة بالحق۔

(۳) شيعًا: شيعة کی جمع: گروہ۔

وَنَجْعَلَهُمْ	اور بنائیں ان کو	لَهُمْ	ان کو	وَجُنُوْدَهُمَا	اور دونوں کے لشکر کو
اَئِمَّةً	پیشوا	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	مِنْهُمْ (۲)	ان کی طرف سے
وَّنَجْعَلَهُمُ	اور بنائیں ان کو	وَنُرِيَ	اور دکھائیں	مَّا كَانُوْا	جو تھے وہ
الْوٰرِثِيْنَ	وارث	فِرْعَوْنَ	فرعون	يَحْذَرُوْنَ	ڈرتے
وَنُمَكِّنَ (۱)	اور جمائیں	وَهَامٰنَ	اور ہامان	❁	❁

اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان بڑے رحم والے ہیں

ربط: گذشتہ سورت میں مشرکین مکہ کو ثمود وقوم لوط علیہ السلام کے دو واقعات سنائے تھے، اور ان میں لطیف اشارے تھے، اب اس سورت میں مؤمنین کو دو واقعات سنائے جاتے ہیں، جن میں لطیف اشارے ہیں:

پہلا واقعہ: بنی اسرائیل کا ہے، فرعون نے ان کو تیسرے درجہ کا شہری بنا رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو قتل کرتا، اور وہ کان نہیں ہلا سکتے تھے، مگر اللہ کا فیصلہ ہوا کہ وہ ابھریں، چنانچہ فرعون مع لاؤلشکر غرقاب ہوا، اور بنی اسرائیل زمین کے وارث ہوئے، اس میں مؤمنین کے لئے اشارہ ہے کہ وہ قریش کی چیرہ دستیوں پر صبر کریں، ایک دن وہ ابھریں گے، اور ان کے مخالفین تباہ ہونگے۔

دوسرا واقعہ: قارون کا ہے، اس کے پاس بے حساب دولت تھی، اور اس کو اس پر ناز تھا، مگر وہ دولت خاک میں مل گئی، مشرکین مکہ کو بھی اپنی دولت پر ناز ہے، مگر مسلمان دیکھیں گے کہ وہ دولت اُن کے کچھ کام نہیں آئے گی، وہ ان کو عذاب سے نہیں بچا سکے گی۔

ارشادِ پاک ہے: —— طاء، سین، میم —— ان کے معنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں —— یہ واضح کتاب کی آیتیں ہیں —— یہ پوری سورت: واضح ہے، یعنی اس میں کوئی اغلاق (پیچیدگی) نہیں، صاف صاف باتیں ہیں۔

ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں، موسیٰ اور فرعون کا کچھ حال، ان لوگوں کے نفع کے لئے جو ایمان لائے —— اس میں صراحت ہے کہ یہ واقعہ مؤمنین کو سنایا جارہا ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے چھٹکارا دیا، مکہ کے کمزور مسلمانوں کو بھی ان کے طاقت ور حریفوں کے مقابلہ میں کامیاب فرمائیں گے۔

آگے کی تمہید: مصر میں قبطی تھے، یہ فرعون کی قوم تھی، اور سبطی بھی، یہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھی، جو یوسف علیہ

(۱) نمکن: تمکین: جمانا، قدرت دینا (۲) منهم: أي من اولئك المستضعفين۔

السلام کے زمانہ میں مصر میں آبسی تھی، فرعون ان کو ابھرنے نہیں دیتا تھا، کہتے ہیں: فرعون نے ایک خواب دیکھا، کاہنوں نے تعبیر دی کہ کسی اسرائیلی کے ہاتھ سے تیری حکومت جائے گی، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ کوئی اسرائیلی بچہ زندہ نہ رہنے دیا جائے، اور لڑکیوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا، اس لئے ان کو زندہ رہنے دیا جائے، اور فرعون کی فطرت میں فساد تھا، اس لئے اس نے یہ آرڈی ننس جاری کیا، اور اس پر عمل درآمد شروع ہوگیا۔

بے شک فرعون زمین میں بڑھا چڑھا تھا، اور اس نے وہاں کے باشندوں کے فرقے بنا رکھے تھے، ان میں سے ایک جماعت کا زور گھٹا رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا، بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔

اللہ کا فیصلہ: ـــــ اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کا زمین میں زور گھٹا رکھا تھا، اور ہم ان کو پیشوا بنائیں، اور ان کو زمین کا وارث بنائیں، اور ان کو زمین میں جمادیں، اور فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کو دکھلائیں ان کمزوروں کی طرف سے وہ بات جس سے وہ ڈرتے تھے ـــــ احسان کریں: اس کی تفصیل اگلے جملوں میں ہے ـــــ پیشوا بنائیں: دین کی امامت سپرد کریں...... زمین کا وارث بنائیں: سرزمین مصر کی تخصیص نہیں کی، مطلق زمین فرمایا ہے، پس کوئی اشکال نہیں...... ہامان: ظلم وستم میں فرعون کا شریک اور آلۂ کار بنا ہوا تھا...... ڈرتے تھے: یعنی جس کے ہاتھ پر تباہی مقدر تھی، اس بچہ کو اسی کی گود میں پرورش کرائیں، اور ان کو دکھلادیں کہ تمہاری کوئی تدبیر اللہ کی تقدیر کو روک نہیں سکتی۔

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۞ فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۞ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۞

وَاَوْحَيْنَاۤ	اور وحی کی ہم نے	مُوْسٰۤى	موسیٰ کی	اَرْضِعِيْهِ[1]	دودھ پلا اس کو
اِلٰۤى اُمِّ	ماں کی طرف	اَنْ	کہ	فَاِذَا	پس جب

(۱) اَرْضِعِیْ: اِرضاع سے فعل امر۔

خِفْتِ	ڈرے تو	فَالْتَقَطَهٗ	پس اٹھالیا اس کو	امْرَاَتُ	بیوی نے
عَلَيْهِ	اس پر	اٰلُ فِرْعَوْنَ	فرعون کے لوگوں نے	فِرْعَوْنَ	فرعون کی
فَاَلْقِيْهِ	پس ڈال دے اس کو	لِيَكُوْنَ	تاکہ ہوئے	قُرَّتُ	(وہ) ٹھنڈک ہے
فِي الْيَمِّ	دریا میں	لَهُمْ	ان کا	عَيْنٍ	آنکھ کی
وَلَا تَخَافِيْ	اور نہ ڈر	عَدُوًّا	دشمن	لِّيْ	میرے
وَلَا تَحْزَنِيْ	اور نہ غم کر	وَّحَزَنًا	اور غم	وَلَكَ	اور تیرے
اِنَّا	بے شک ہم	اِنَّ	بے شک	لَا تَقْتُلُوْهُ	نہ مارڈالو اس کو
رَآدُّوْهُ	واپس لانے والے	فِرْعَوْنَ	فرعون	عَسٰٓى اَنْ	ہوسکتا ہے کہ
	ہیں اس کو	وَهَامٰنَ	اور ہامان	يَّنْفَعَنَآ	نفع پہنچائے وہ ہمیں
اِلَيْكِ	تیری طرف	وَجُنُوْدَهُمَا	اور دونوں کا لشکر	اَوْ نَتَّخِذَهٗ	یا بنالیں ہم اس کو
وَجَاعِلُوْهُ	اور بنانے والے ہیں	كَانُوْا	تھے وہ	وَلَدًا	اولاد
	اس کو	خٰطِئِيْنَ	چوکنے والے	وَّهُمْ	اور وہ
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	رسولوں میں سے	وَقَالَتِ	اور کہا	لَا يَشْعُرُوْنَ	شعور نہیں رکھتے تھے

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اس کو دودھ پلا، پس جب تو اس پر ڈرے تو اس کو دریا میں ڈال دے، اور نہ ڈر اور نہ غم کر، ہم اس کو تیرے پاس لانے والے ہیں، اور ہم اس کو رسولوں میں شامل کرنے والے ہیں۔

وحی کی کیا صورت ہوئی؟ جمہور مفسرین کے نزدیک فرشتہ آکر کہہ گیا تھا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک: الہام ہوا تھا، اللہ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی تھی، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یہی ترجمہ کیا ہے، پہلی صورت میں اشکال ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل بے چین کیوں ہوگیا تھا؟ کیا ان کو فرشتہ کی بات پر یقین نہیں آیا تھا؟ اور دوسری صورت میں اشکال یہ ہے کہ اس طرح تفصیلی الہام نہیں ہوتا، اور موسیٰ علیہ السلام رسول ہونگے: یہ بات تو انبیاء کو بھی قبل نبوت معلوم نہیں ہوتی، چالیس سال کے بعد جب نبوت ملتی ہے تب معلوم ہوتی ہے —— پس راجح بات جمہور کی معلوم ہوتی ہے، اور بے چینی فطری تھی، اور فرشتہ کے نازل ہونے سے عورت کا نبی ہونا لازم نہیں آتا، نبوت کے لئے تشریعی وحی ضروری ہے، حضرت مریم کے پاس بھی فرشتہ آیا تھا، اور وہ نبی نہیں تھیں —— اور ہم اس بچہ کو رسول بنائیں گے: اس میں

اشارہ تھا کہ بچہ زندہ رہے گا، اور لمبی عمر پائے گا۔ واللہ اعلم

اس کو دودھ پلا: یعنی جب تک بچہ کے قتل کا اندیشہ نہ ہو برابر دودھ پلاتی رہ، پھر جب اندیشہ ہو تو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دے، اور ڈوبنے سے مت ڈر، وہ ڈوبے گا نہیں، اور جدائی کا غم نہ کر، ہم اس کو تیری آغوش میں لے آئیں گے، اور اللہ کو اس بچہ سے بڑا کام لینا ہے: وہ منصبِ رسالت سے سرفراز کیا جائے گا۔

پس اس کو فرعون کے لوگوں نے اٹھالیا، تا کہ وہ ان کا دشمن اور غم بنے! بے شک فرعون، ہامان اور ان دونوں کا لشکر چوکنے والے تھے — دیوانِ خاص میں نہر چڑھانے کا رواج قدیم زمانہ سے ہے، دہلی کے لال قلعہ میں بھی دیوانِ خاص میں جمنا سے نہر چڑھائی گئی تھی، چنانچہ دریائے نیل سے محل خاص میں نہر جاتی تھی، صندوق بہتا ہوا اس شاخ میں داخل ہوا، اور محل میں پہنچ گیا، وہاں فرعون کے لوگوں میں سے کسی نے اس کو نکال لیا، اور ملکہ کی خدمت میں پیش کیا، یہی بچہ بڑا ہو کر فرعون اور فرعونیوں کا دشمن ہوا، اور ان کے لئے دردِ سر بنا، پس وہ چوکے اور اپنے دشمن کو پالا، اور چوکتے نہ تو کیا کرتے، اللہ کی تقدیر کو کون بدل سکتا ہے!

اور فرعون کی بیوی نے کہا: میری اور آپ کی آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اس کو مت مار ڈالو، ہو سکتا ہے وہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اس کو اولاد بنالیں، اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے — ظنِ غالب یہ قائم ہوا کہ یہ اسرائیلی بچہ ہے، ماں باپ نے اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کیا، اس لئے دریا کے حوالے کیا، پس اس کو ضرور قتل کرنا چاہئے، ورنہ اسکیم فیل ہو جائے گی۔ مگر فرعون کی بیوی آڑے آئی، اس نے کہا: اس کو قتل مت کرو، دیکھو، کیسی موہنی صورت ہے، میں اور آپ اس کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کریں گے، اور ہم پالیں گے تو ہمیں نفع پہنچائے گا، نقصان نہیں پہنچائے گا، اور ہماری اولاد نہ ہوئی تو ہم اسی کو اولاد بنالیں گے — رانی کی بات مان لی گئی کیونکہ ہر شریف بیوی کی بات مانتا ہے، پس بچہ کے قتل کا فیصلہ ملتوی ہو گیا، مگر ان لوگوں کو کیا خبر تھی کہ آگے کیا ہونا ہے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱ۙ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓي اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝۱۲ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ۧ

ع

وَ اَصْبَحَ(۱)	اور صبح کی	قُصِّيْهِ(۴)	پیچھے جا اس کے	وَهُمْ	اور وہ
فُؤَادُ	دل نے	فَبَصُرَتْ	پس دیکھا اس نے	لَهٗ	اس کے
اُمِّ مُوْسٰى	موسیٰ کی ماں کے	بِهٖ	اس کو	نٰصِحُوْنَ	خیر خواہ ہیں
فٰرِغًا	بے قراری کی حالت میں	عَنْ جُنُبٍ(۵)	دور سے	فَرَدَدْنٰهُ	پس پھیر دیا ہم نے اس کو
اِنْ(۲)	بے شک (وہ)	وَّهُمْ	اور وہ	اِلٰٓى اُمِّهٖ	اس کی ماں کی طرف
كَادَتْ(۳)	قریب تھی	لَا يَشْعُرُوْنَ	کچھ نہیں جانتے تھے	كَيْ	تا کہ
لَتُبْدِيْ	کہ ظاہر کر دیتی	وَحَرَّمْنَا	اور روک دیا ہم نے	تَقَرَّ	ٹھنڈی ہو
بِهٖ	بے قراری کو	عَلَيْهِ	اس پر	عَيْنُهَا	اس کی آنکھ
لَوْلَآ	اگر نہ ہوتی	الْمَرَاضِعَ(۶)	دودھ پلانے والیوں کو	وَلَا تَحْزَنَ(۸)	اور نہ غم گیں ہو وہ
اَنْ	(یہ بات) کہ	مِنْ قَبْلُ	پہلے سے	وَلِتَعْلَمَ	اور تا کہ جان لے وہ
رَّبَطْنَا	گرہ دی ہم نے	فَقَالَتْ	پس کہا اس نے	اَنَّ	کہ
عَلٰى قَلْبِهَا	اس کے دل پر	هَلْ	کیا	وَعْدَ اللّٰهِ	اللہ کا وعدہ
لِتَكُوْنَ	تا کہ ہو وہ	اَدُلُّكُمْ	بتلاؤں میں تم کو	حَقٌّ	برحق ہے
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	یقین کرنے والوں سے	عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ	ایک ایسا گھر	وَّلٰكِنَّ	مگر
وَقَالَتْ	اور کہا اس نے	يَّكْفُلُوْنَهٗ(۷)	جو پالے اس کو	اَكْثَرَهُمْ	اکثر لوگ
لِاُخْتِهٖ	اس کی بہن سے	لَكُمْ	تمہارے لئے	لَا يَعْلَمُوْنَ	نہیں جانتے

موسیٰ علیہ السلام آغوشِ مادر میں

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حسب ہدایت بچہ کو دودھ پلاتی رہیں، پھر جب انہیں اندیشہ ہوا کہ پولس کو پتہ چل جائے گا،

(۱) أَصْبَحَ: صبح کے وقت میں داخل ہونا (فعل ناقص نہیں) فؤاد: فاعل، اور فارغاً: فاعل کا حال (یہ ترجمہ شیخ الہندؒ نے کیا ہے) (۲) إن: مخففہ، اسم پوشیدہ، أی إنه (۳ کاد: فعل مقارب، نزدیکی بتلانے کے لئے، یہ فعل محل اثبات میں نفی کرتا ہے، اور محل نفی میں اثبات کرتا ہے، یہاں محل اثبات میں ہے (۴) قُصِّي: بروزن مُدِّي، باب نصر سے فعل امر، صیغہ واحد مؤنث حاضر، قَصَّ الشيئَ: پیچھے چلنا (۵) الجُنُب: دور (۶) المراضع: المرضِع کی جمع: دودھ پلانے والی (۷) كَفَلَ الصغير: بچہ کی پرورش کرنا (بابہ نصر) (۸) لاتحزن: فعل مضارع، صیغہ واحد مؤنث غائب۔

توانھوں نے کشتی نما صندوق بنایا، اوراس میں بچہ کولٹا کر مغرب کے بعد تاریکی میں اس کو دریائے نیل کے حوالہ کیا، صندوق بہتا ہوا فرعون کے دیوانِ خاص میں پہنچا، وہاں اس کو نکال لیا گیا —— اِدھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ دل پر پتھر رکھ کر گھر لوٹ آئیں، رات تو کسی طرح گذر گئی، مگر صبح بے قراری کی انتہاء نہ رہی، یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا، ورنہ وہ اپنی بے قراری کو ظاہر کردیتیں، اور کھیل سارا بگڑ جاتا۔

اُدھر فرعون کے محل میں جب فیصلہ ہوگیا کہ بچہ کو قتل نہیں کرنا، پالنا ہے، تو اس کے لئے دودھ پلانے والی کی تلاش شروع ہوئی، قبطی تو شاہی خاندان کے لوگ تھے، ان کی عورتیں تو دودھ کیا پلاتیں، سبطی غلام تھے، ان میں انّا کی تلاش شروع ہوئی، عورتیں لائی جاتیں مگر بچہ کسی کا دودھ نہیں پیتا تھا، اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بندش کر رکھی تھی، بنی اسرائیل کے مکانات قبطیوں کے محلہ سے الگ تھے، دودھ پلانے والی عورتیں آنے جانے لگیں تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو پتہ چل گیا، انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا: تو بچہ کے پیچھے جا، اور دور سے اس طرح دیکھ کہ لوگ سمجھ نہ سکیں، وہ گئیں اور دور سے دیکھتی رہیں، جب لوگ انّاؤں سے مایوس ہوگئے تو اس لڑکی نے کہا: میں ایک ایسا گھرانہ جانتی ہوں جس کا دودھ بچہ قبول کرے گا، اور وہ آپ لوگوں کے لئے بچہ کو پالیں گے، اور وہ گھرانہ بادشاہ کا خیر خواہ ہے، لوگوں نے کہا: اس کو لا، وہ اپنی والدہ کو لے گئیں، بچہ نے ان کا دودھ قبول کرلیا، لوگوں کو شبہ ہوا، موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے کہا: میں صاف رہتی ہوں اس لئے بچہ نے میرا دودھ قبول کیا، پھر ان سے کہا گیا کہ محل میں آکر دودھ پلا جایا کر، انھوں نے معذرت کی تو بچہ ان کو پرورش کے لئے سونپ دیا گیا، اس طرح موسیٰ علیہ السلام آغوش مادر میں لوٹ آئے، اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

آیات کا ترجمہ: اور صبح کے وقت موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہوگیا، قریب تھیں کہ وہ بے قراری کو ظاہر کردیتیں، اگر ہم نے ان کا دل مضبوط نہ کیا ہوتا، تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوں —— یعنی اگر وہ بے قرار ہوکر راز فاش کردیتیں کہ میں نے اپنا بچہ دریا میں ڈالا ہے، اور بادشاہ کے محل میں جو بچہ دریا سے نکالا گیا ہے وہ میرا بچہ ہے تو وہ بچہ ضرور قتل کردیا جاتا، پھر اللہ کا فرمایا ہوا کیسے پورا ہوتا؟ اب اللہ کا فرمایا ہوا پورا ہوگا، اس لئے ان کے دل کو مضبوط کیا۔

اور اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا: اس (بچہ) کے پیچھے جا، پس اس نے دور سے اس کو دیکھا، درانحالیکہ ان لوگوں کو محسوس نہیں ہوا —— کہ یہ لڑکی بچہ کو دیکھ رہی ہے، ورنہ ان کو شبہ پڑ جاتا —— اور ہم نے پہلے سے دودھ پلانے والیوں کی بندش کر رکھی تھی —— چنانچہ بچہ کسی انّا کا دودھ نہیں پیتا تھا —— پس اس (لڑکی) نے کہا: کیا میں تمہارے لئے ایسے گھرانے کی نشاندہی کروں جو تمہارے لئے اس کو پالے؟ اور وہ بادشاہ کے خیر خواہ ہیں —— غلام قوم میں ہمیشہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں: آقا کے خیر خواہ اور بدخواہ، یہ فیملی فرعون کی خیر خواہ ہے۔

پس ہم نے اس کو اس کی ماں کی طرف پھیر دیا، تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو، اور وہ غم نہ کرے، اور وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے —— کہ اللہ کا ہر وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

> وعدہ اللہ کا پہنچ کر رہتا ہے، ہاں بیچ میں بڑے بڑے پھیر پڑ جاتے ہیں، اس میں بہت لوگ بے چین ہونے لگتے ہیں (شاہ عبدالقادر صاحبؒ)

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۖ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

وَلَمَّا	اور جب	اٰتَيْنٰهُ	(تو) دی ہم نے اس کو	نَجْزِي	صلہ دیتے ہیں ہم
بَلَغَ	پہنچا وہ	حُكْمًا (۳)	فہم	الْمُحْسِنِيْنَ	نیکوکاروں کو
اَشُدَّهٗ (۱)	اپنی بھرپور جوانی کو	وَّعِلْمًا (۴)	اور علم	وَدَخَلَ	اور داخل ہوا وہ
وَاسْتَوٰٓى (۲)	اور درست ہو گیا	وَكَذٰلِكَ	اور اسی طرح	الْمَدِيْنَةَ	شہر میں

(۱) أَشُدّ: اسم تفضیل نہیں، اسم تفضیل أَشَدّ: شین کے زبر کے ساتھ ہے، أَشُدّ: پورا زور، بھرپور جوانی، اس کی لفظی تحقیق میں پانچ قول ہیں (لغات القرآن) اسی طرح اس کے زمانہ کی تعیین میں بھی اختلاف ہے، اٹھارہ سال سے چالیس سال کے بعد تک کے اقوال ہیں۔ (۲) استوی: درست ہوا، یہ وہی لفظ ہے جو ﴿استوی علی العرش﴾ میں ہے، اور یہ لفظ زمانہ کی تعیین کے لئے بڑھایا ہے، یوسف علیہ السلام کے تذکرہ میں یہ لفظ نہیں ہے، پس وہاں شروع جوانی مراد ہوگی، اور بھرپور جوانی کا درمیان تیس سال ہے، اس عمر میں موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے، دس سال مدین میں رہے، پھر واپسی میں چالیس سال میں نبوت ملی، تفسیر کبیر میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اٹھارہ تا تیس سال أَشُد ہے، پھر تیس تا چالیس سال استوی کا زمانہ ہے۔ (۳) یعنی نبوت سے پہلے ہی فہم سلیم اور عقل مستقیم عنایت فرمائی (۴) یہ فطری اور وہبی علم تھا، اکتسابی نہیں۔

عَلٰی حِیْنِ	وقت میں	فَوَكَزَهٗ	پس گھونسا مارا اس کو	نَفْسِیْ	اپنے پیروں پر
غَفْلَةٍ	بے خبری کے	مُوْسٰی	موسیٰ نے	فَاغْفِرْ	پس بخش دیں آپ
مِّنْ اَهْلِهَا	اس کے لوگوں کے	فَقَضٰی	پس تمام ہوگیا	لِیْ	مجھے
فَوَجَدَ	پس پایا اس نے	عَلَيْهِ	اس کا کام	فَغَفَرَ	پس بخش دیا اللہ نے
فِيْهَا	شہر میں	قَالَ	کہا	لَهٗ	اس کو
رَجُلَيْنِ	دو شخصوں کو	هٰذَا	یہ	اِنَّهٗ	بے شک وہ
يَقْتَتِلٰنِ	جو لڑ رہے ہیں	مِنْ عَمَلِ	حرکت سے	هُوَ	ہی
هٰذَا	یہ	الشَّيْطٰنِ	شیطان کی ہے	الْغَفُوْرُ	بڑے بخشنے والے
مِنْ شِيْعَتِهٖ	اس کے لوگوں سے	اِنَّهٗ	بے شک وہ	الرَّحِيْمُ	بڑے رحم والے ہیں
وَهٰذَا	اور یہ	عَدُوٌّ	دشمن ہے	قَالَ رَبِّ	کہا اے میرے رب!
مِنْ عَدُوِّهٖ	اس کے دشمن سے	مُّضِلٌّ	گمراہ کرنے والا	بِمَآ اَنْعَمْتَ	آپ کے احسان فرمانے
فَاسْتَغَاثَهُ	پس فریاد کی اس سے	مُّبِيْنٌ	کھلا		کی وجہ سے
الَّذِیْ	اس نے جو	قَالَ	کہا	عَلَیَّ	مجھ پر
مِنْ شِيْعَتِهٖ	اس کے لوگوں میں سے تھا	رَبِّ	اے میرے رب!	فَلَنْ اَكُوْنَ	پس ہرگز نہیں ہوں گا میں
عَلَى الَّذِیْ	اس پر جو	اِنِّیْ	بے شک میں نے	ظَهِيْرًا	مددگار
مِنْ عَدُوِّهٖ	اس کے دشمن سے تھا	ظَلَمْتُ	کلہاڑی ماری	لِّلْمُجْرِمِيْنَ	بدکاروں کا

قبطی موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا

فرعون کی قوم قبطیوں کی آبادی الگ تھی اور وہ شہر تھا، اور سبطیوں کی آبادی الگ تھی اور وہ جھونپڑپٹی تھی، موسیٰ علیہ السلام دن میں بنی اسرائیل کی بستی میں جاتے تھے، وہاں ان کی والدہ اور رشتہ دار تھے، اور رات کو فرعون کے محل میں لوٹ آتے تھے، ایک دن یہ واقعہ پیش آیا، موسیٰ علیہ السلام رات کو فرعون کے شہر میں داخل ہوئے، قدیم زمانہ میں شروع رات ہی سے شہر میں سناٹا چھا جاتا تھا، اس لئے سڑکیں سنسان تھیں، شہر میں ایک قبطی اور سبطی لڑ رہے تھے، قبطی کوئی بیگار لینا چاہتا تھا، سبطی اس کے لئے تیار نہیں تھا، اس لئے زبردست: زیردست کو مار رہا تھا، زیردست بھی جواب دے رہا تھا، موسیٰ علیہ السلام وہاں سے گذرے تو سبطی نے ان کو مدد کے لئے پکارا، موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو ہٹانے کے لئے ایک گھونسہ مارا، وہ

ایسی جگہ لگا کہ وہ پانی مانگنے نہ رہا، موسیٰ علیہ السلام فوراً اللہ کی طرف رجوع ہوئے، روئے دھوئے اور توبہ کی جو قبول ہوئی۔

آیات کا ترجمہ: —— اور جب موسیٰ بھری جوانی کو پہنچے اور ٹھیک ہو گئے تو ہم نے ان کو فہم وعلم عطا کیا —— صرف علم کافی نہیں ہوتا، فہم بھی ضروری ہے، یک من علم را دہ من عقل باید، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو علم کے ساتھ فہم بھی عطا فرمایا —— اور ہم اسی طرح نیکوکاروں کو صلہ دیا کرتے ہیں —— نیک کردار بندے اسی طرح نوازے جاتے ہیں اور بدکاروں کو علم ہی نہیں ملتا یا ان کے علم میں برکت نہیں ہوتی —— اور وہ لوگوں کی بے خبری کے وقت (فرعون کے) شہر میں داخل ہوئے، وہاں اس نے دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا، یہ اس کا آدمی ہے اور یہ اس کے دشمن کا، پس اس کے آدمی نے اس سے فریاد کی اس کے خلاف جو اس کا دشمن تھا، پس موسیٰ نے اس کو مکا مارا، پس کام تمام ہو گیا —— بعض مرتبہ کسی نازک عضو پر چوٹ لگ جاتی ہے تو آدمی مر جاتا ہے —— موسیٰ نے کہا: یہ شیطانی حرکت ہوگئی، بے شک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے —— یعنی پچھتائے کہ بے قصد خون ہو گیا —— (نیز) کہا: اے پروردگار! میں نے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری! پس آپ مجھے معاف فرمائیں —— انبیاء کی فطرت اور استعداد اعلیٰ ہوتی ہے، وہ نبوت سے پہلے بھی لغزش کی معافی مانگتے ہیں —— سو اللہ نے اس کو معاف کر دیا، بے شک وہ بڑے معاف کرنے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں —— اس کی درگاہ مایوسی کی درگاہ نہیں، پس ہر خطا کار کو اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اور توبہ کی قبولیت کا اندازہ دل کے اطمینان سے ہوتا ہے، جب تک دل میں گناہ کی کھٹک رہے برابر توبہ کرتا رہے —— (نیز) اس نے کہا: اے میرے پروردگار! چونکہ آپ نے مجھ پر احسان فرمایا اس لئے میں (آئندہ) ہرگز بدکاروں کا مددگار نہیں بنوں گا —— یہ عہد توبہ کے لئے شرط ہے، ورنہ توبہ زبانی جمع خرچ ہے۔

فائدہ: یہ واقعہ صرف پیش نہیں آیا تھا، بلکہ رونما کیا گیا تھا، اب اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس سے ہٹیں، اور ان کو کارِ نبوت کے لئے تیار کیا جائے، اس لئے یہ واقعہ پیش آیا، مگر واقعہ کا ظاہری پہلو برا تھا، اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے توبہ تا اللہ کی، جیسے آدم علیہ السلام نے ممنوع درخت کھایا تھا تو وہ لغزش بھی رونما کی گئی تھی، تاکہ آدم علیہ السلام زمین پر اتریں اور خلافتِ ارضی سنبھالیں، مگر چونکہ واقعہ کا ظاہری پہلو نافرمانی کا تھا، اس لئے آدم وحواء علیہما السلام نے فوراً توبہ کی، بلکہ توبہ کے الفاظ بھی ان کو الہام کئے گئے —— اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جو نامناسب واقعات رونما ہوئے ہیں وہ بھی تشریع (قانون سازی) کے لئے رونما کئے گئے تھے، چنانچہ وہ صحابہ بھی واقعہ رونما ہونے پر منفعل (نادم) ہوتے تھے اور توبہ کرتے تھے۔

معصیت بالقصد ہوتی ہے، اور زلت (لغزش) بلا ارادہ

فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ۚ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۡ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ ع

فَاَصْبَحَ (۱)	پس صبح کی (موسیٰ نے)	لَغَوِيٌّ	یقیناً بدراہ ہے	اَتُرِيْدُ	کیا چاہتا ہے تو
فِي الْمَدِيْنَةِ	شہر میں	مُّبِيْنٌ	کھلا	اَنْ	کہ
خَآئِفًا	ڈرتے ہوئے	فَلَمَّآ	پس جب	تَقْتُلَنِيْ	مارڈالے مجھے
يَّتَرَقَّبُ (۲)	انتظار کرتے ہوئے	اَنْ (۳)	(زائدہ)	كَمَا	جیسا
فَاِذَا	پس اچانک	اَرَادَ	چاہا	قَتَلْتَ	مارڈالا تو نے
الَّذِي	وہ جس نے	اَنْ	کہ	نَفْسًا	ایک شخص کو
اسْتَنْصَرَهٗ	ان سے مدد مانگی تھی	يَّبْطِشَ	پکڑے	بِالْاَمْسِ	کل گذشتہ
بِالْاَمْسِ	کل گذشتہ	بِالَّذِيْ	اس کو جو کہ	اِنْ	نہیں
يَسْتَصْرِخُهٗ	انکو مدد کے لئے پکار رہا ہے	هُوَ	وہ	تُرِيْدُ	چاہتا تو
قَالَ	کہا	عَدُوٌّ	دشمن تھا	اِلَّآ	مگر
لَهٗ	اس سے	لَّهُمَا	دونوں کا	اَنْ	یہ کہ
مُوْسٰٓى	موسیٰ نے	قَالَ	کہا اس نے	تَكُوْنَ	ہوئے تو
اِنَّكَ	بے شک تو	يٰمُوْسٰٓى	اے موسیٰ	جَبَّارًا	زبردست

(۱) أصبح: تامہ ہے: صبح میں داخل ہوا، فعل ناقص بمعنی صار نہیں، اور خائفا اور یترقب: دو حال ہیں (۲) ترقَّب الشيئَ: منتظر ہونا، نگاہ رکھنا۔ (۳) أن: دو جگہ زائد آتا ہے: (۱) لما کے بعد (۲) لو سے پہلے جبکہ اس سے پہلے فعل قسم ہو (جمل)

فِي الْاَرْضِ	زمین میں	يَسْعٰى	دوڑتے ہوئے	لَكَ	تیرے لئے
وَمَا	اور نہیں	قَالَ	کہا	مِنَ النّٰصِحِيْنَ	خیر خواہوں سے ہوں
تُرِيْدُ	چاہتا تو	يٰمُوْسٰى	اے موسیٰ	فَخَرَجَ	پس نکلا وہ
اَنْ	کہ	اِنَّ	بے شک	مِنْهَا	شہر سے
تَكُوْنَ	ہوے	الْمَلَاَ	درباری	خَآئِفًا	ڈرتا ہوا
مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ	ملانے والوں سے	يَاْتَمِرُوْنَ	مشورہ کررہے ہیں	يَّتَرَقَّبُ	انتظار کرتا ہوا
وَجَآءَ	اور آیا	بِكَ	تیرے بارے میں	قَالَ رَبِّ	کہا: اے رب!
رَجُلٌ	ایک شخص	لِيَقْتُلُوْكَ	کہ قتل کریں تجھ کو	نَجِّنِيْ	بچا لیجئے مجھے
مِّنْ اَقْصَا	کنارے سے	فَاخْرُجْ	پس نکل جا	مِنَ الْقَوْمِ	لوگوں سے
الْمَدِيْنَةِ	شہر کے	اِنِّيْ	بے شک میں	الظّٰلِمِيْنَ	ظلم پیشہ

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر سے بے گھر ہوئے

قبطی کے قتل کے وقت کوئی موجود نہیں تھا، اس لئے فوری ردعمل نہ ہوا، موسیٰ علیہ السلام اپنی جگہ چلے گئے، انھوں نے صبح کی درانحالیکہ خائف تھے کہ انکوائری ضرور ہوگی، دیکھئے شک کی سوئی کہاں ٹھہرتی ہے! دوسرے دن پھر حضرت نے دیکھا کہ وہی سبطی کسی اور قبطی سے لڑ رہا ہے، آج بھی اس نے موسیٰ علیہ السلام کی دہائی دی، موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ڈانٹا کہ تو بدراہ ہے، ہر ایک سے لڑتا پھرتا ہے! پھر قبطی کو ہٹانے کے لئے پکڑنا چاہا تو سبطی سمجھا آج مجھے مکا ماریں گے، اور میرا کام تمام کردیں گے، پس وہ بول پڑا، موسیٰ! کل تم نے ایک کو نمٹایا تھا، آج میری باری ہے! تم زبردست بننا چاہتے ہو، صلح صفائی کرانا نہیں جانتے، اس طرح کل کے قتل کا معاملہ کھل گیا۔

قاتل کا پتہ چلتے ہی فرعون نے ایوان بلایا، اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشورہ شروع ہوا، وہاں سے ایک آدمی جلدی سے آیا، اور موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ ایوان میں مشورہ ہو رہا ہے کہ تمہیں قصاص میں قتل کیا جائے، لہٰذا آپ شہر سے نکل جائیں، تاکہ پولیس کے ہاتھ نہ آئیں، موسیٰ علیہ السلام فوراً شہر سے نکل گئے، ان کو ڈر تھا کہ کہیں وہ پکڑے نہ جائیں، وہ دعا کر رہے تھے: الٰہی! مجھے ظالموں سے بچا!

آیات کا ترجمہ: —— پس موسیٰ نے شہر میں صبح کی ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے، پس اچانک ایک شخص نے جس نے کل گذشتہ موسیٰ سے مدد طلب کی تھی: مدد کے لئے پکار رہا ہے —— مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ! —— موسیٰ نے اس

سے کہا: بے شک تو ہی کھلا بدراہ ہے! —— ہر کسی سے الجھتا ہے! —— پھر جب موسیٰ نے چاہا کہ اس کو پکڑیں جو دونوں کا دشمن تھا تو (سبطی نے) کہا: موسیٰ! کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے مار ڈالو جس طرح کل گذشتہ ایک آدمی کو مار ڈالا ہے؟ تم زمین میں زبردست بننا چاہتے ہو، اور تم ملاپ کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتے —— یوں کل کے قتل کا بھانڈا پھوٹ گیا! —— اور شہر کے کنارے سے —— پارلیمنٹ شہر سے باہر بناتے ہیں —— ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے موسیٰ! درباری تمہارے قتل کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں، پس تم شہر سے نکل جاؤ، میں آپ کا خیر خواہ ہوں —— اب بچنے کا یہی راستہ ہے —— پس موسیٰ شہر سے نکلے، ڈرتے ہوئے، طلب کا اندیشہ لئے ہوئے، انھوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے ظلم پیشہ لوگوں سے بچالے! —— آخری سہارا اب آپ ہی کا ہے!

قتل قبطی رحمت بنا، اس نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے جدا کر دیا، تا کہ ان کو کارِ نبوت کے لئے تیار کیا جائے

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاۗءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝۲۲ وَلَمَّا وَرَدَ مَاۗءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ڃ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاۗءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝۲۳ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝۲۴

وَلَمَّا	اور جب	اَنْ	کہ	مَدْيَنَ	مدین کے
تَوَجَّهَ	رخ کیا	يَّهْدِيَنِيْ	دکھائے مجھے	وَجَدَ	(تو) پایا
تِلْقَاۗءَ	جانب	سَوَاۗءَ	سیدھی	عَلَيْهِ	اس پر
مَدْيَنَ	مدین کا	السَّبِيْلِ	راہ	اُمَّةً	جماعت کو
قَالَ	(تو) کہا	وَلَمَّا	اور جب	مِّنَ النَّاسِ	لوگوں کی
عَسٰى	ہو سکتا ہے	وَرَدَ	پہنچا	يَسْقُوْنَ	پلا رہے ہیں وہ
رَبِّيْٓ	میرا رب	مَاۗءَ	پانی پر	وَوَجَدَ	اور پایا

مِنْ دُوْنِهِمُ	ان سے ورے	الرِّعَآءُ	چرواہے	فَقَالَ	پس دعا کی
امْرَاَتَيْنِ	دوعورتوں کو	وَ اَبُوْنَا	اور ہمارے ابا	رَبِّ	اے میرے رب!
تَذُوْدٰنِ	جوروکے ہوئے ہیں	شَيْخٌ	بوڑھے ہیں	اِنِّيْ	بے شک میں
قَالَ	پوچھا	كَبِيْرٌ	بہت	لِمَآ	اس کے لئے جو
مَا خَطْبُكُمَا	تمہارا معاملہ کیا ہے؟	فَسَقٰى	پس پلایا	اَنْزَلْتَ	اتاریں آپ
قَالَتَا	کہا انھوں نے	لَهُمَا	دونوں کے لئے	اِلَيَّ	میری طرف
لَا نَسْقِيْ	نہیں پلاتے ہم	ثُمَّ	پھر	مِنْ خَيْرٍ	بھلائی سے
حَتّٰى	یہاں تک کہ	تَوَلّٰٓى	مڑا	فَقِيْرٌ	سخت محتاج ہوں
يُصْدِرَ	لوٹیں	اِلَى الظِّلِّ	سایے کی طرف	۞	۞

موسیٰ علیہ السلام مدین پہنچے

موسیٰ علیہ السلام شہر سے نکلے اور مدین کی راہ لی، مدین: مصر سے آٹھ دس دن کی مسافت پر ہے، وہاں پہنچے تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے، وہاں دیکھا: کنویں پر لوگ اپنے مواشی کو پانی پلا رہے ہیں، اور دوعورتیں اپنی بکریوں کو ایک طرف روکے کھڑی ہیں، پوچھا: تم اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ انھوں نے کہا: جب چرواہے پلا کر چلے جائیں گے تب ہم پلائیں گے، چرواہوں سے مزاحمت ہمارے بس کی بات نہیں، اور ہمارے ابا بہت بوڑھے ہیں، اور گھر میں دوسرا کوئی مرد نہیں، اس لئے مجبوری میں ہمیں بکریاں چرانی پڑتی ہیں، یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام کا جذبۂ ہمدردی ابھرا، انھوں نے دونوں کی بکریوں کو پانی پلایا، پھر درخت کے سایے میں جا بیٹھے اور دعا کی: الٰہی! میں آپ کی طرف سے جو بھی خیر پہنچے اس کا سخت محتاج ہوں!

آیات کا ترجمہ: —— اور جب موسیٰ نے مدین کا رخ کیا تو کہا: امید ہے: میرا رب مجھے سیدھی راہ دکھائے! —— چنانچہ دکھائی، اور خوب دکھائی: فرعون ملعون کے محل سے نکلے اور مدین میں نیک بندے کے گھر پہنچے —— اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو اس پر لوگوں کی ایک جماعت کو پانی پلاتے ہوئے پایا، اور ان سے ورے دوعورتوں کو پایا جو مواشی کو پانی سے روک رہی تھیں —— جانور پیاسے تھے، پانی کی طرف بڑھ رہے تھے، ان کو روک رہی تھیں —— پوچھا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ —— جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ —— انھوں نے کہا: ہم اس وقت پانی پلاتی ہیں جب چرواہے لوٹ جاتے ہیں —— اور گھاٹ خالی ہوجاتی ہے —— اور ہمارے ابا بہت بوڑھے ہیں —— اور گھر میں

دوسرا کوئی مرد نہیں ـــــ پس موسیٰ نے ان کے مویشی کو پانی پلایا، پھر وہ درخت کے سایے کی طرف پلٹے، اور دعا کی: اے میرے پروردگار! میں اس خیر کا سخت محتاج ہوں جو آپ میری طرف اتاریں! ـــــ بندہ جب متوجہ ہو کر مانگتا ہے تو محروم نہیں رہتا، موسیٰ علیہ السلام نے خیر مانگی تو اللہ تعالیٰ نے بڑی خیر اتاری، مدین میں ٹھکانہ دیدیا۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٝ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِیْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

فَجَآءَتْهُ	پس آئی ان کے پاس	لَنَا	ہمارے لئے	الظّٰلِمِيْنَ	ظلم پیشہ
اِحْدٰىهُمَا	دو میں سے ایک	فَلَمَّا	پس جب	قَالَتْ	کہا
تَمْشِیْ	چل رہی ہے	جَآءَهٗ	آئے موسیٰ اس کے پاس	اِحْدٰىهُمَا	دو میں سے ایک نے
عَلَى اسْتِحْيَآءٍ	شرماتی ہوئی	وَقَصَّ	اور بیان کیا	يٰۤاَبَتِ	اے میرے ابا
قَالَتْ	کہا اس نے	عَلَيْهِ	ان کے سامنے	اسْتَاْجِرْهُ	نوکر رکھ لیجئے ان کو
اِنَّ اَبِیْ	بے شک میرے ابا	الْقَصَصَ (۲)	سارا واقعہ	اِنَّ خَيْرَ	بے شک بہتر
يَدْعُوْكَ	آپ کو بلاتے ہیں	قَالَ	تو کہا اس نے	مَنِ	جس کو
لِيَجْزِيَكَ	تا کہ دیں آپ کو	لَا تَخَفْ	مت ڈر	اسْتَاْجَرْتَ	آپ نوکر رکھیں
اَجْرَ	بدلہ	نَجَوْتَ	نجات پائی تو نے	الْقَوِیُّ	طاقت ور
مَا سَقَيْتَ (۱)	آپ کے پلانے کا	مِنَ الْقَوْمِ	لوگوں سے	الْاَمِيْنُ	امانت دار ہے

(۱) ما مصدریہ ہے (۲) قصص: مصدر بمعنی مفعول ہے أی الأمر المقصوص۔

قَالَ	کہا اس نے	اَتْمَمْتَ	پورے کریں آپ	مِنَ الصّٰلِحِيْنَ	خوش معاملہ
اِنِّيْٓ	بے شک میں	عَشْرًا	دس سال	قَالَ ذٰلِكَ	کہا یہ
اُرِيْدُ	چاہتا ہوں	فَمِنْ عِنْدِكَ	تو وہ آپ کے پاس سے ہے	بَيْنِيْ	میرے درمیان
اَنْ	کہ			وَبَيْنَكَ	اور آپ کے درمیان ہے
اُنْكِحَكَ	بیاہ دوں آپ سے	وَمَآ	اور نہیں	اَيَّمَا	جونسی
اِحْدَى ابْنَتَيَّ	دو بیٹیوں میں سے ایک کو	اُرِيْدُ	چاہتا میں	الْاَجَلَيْنِ	دو مدتیں
هٰتَيْنِ	ان دونوں	اَنْ	کہ	قَضَيْتُ	پوری کروں میں
عَلٰٓي اَنْ	اس شرط پر کہ	اَشُقَّ	مشقت ڈالوں	فَلَا عُدْوَانَ	تو نہیں زیادتی
تَاْجُرَنِيْ	نوکری کریں آپ میرے یہاں	عَلَيْكَ	آپ پر	عَلَيَّ	مجھ پر
		سَتَجِدُنِيْٓ	عنقریب پائیں گے آپ مجھے	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
ثَمٰنِيَ	آٹھ			عَلٰي مَا	اس پر جو
حِجَجٍ (۱)	سال	اِنْ شَاۗءَ	اگر چاہا	نَقُوْلُ	ہم کہہ رہے ہیں
فَاِنْ	پس اگر	اللّٰهُ	اللہ نے	وَكِيْلٌ (۲)	کفیل ہیں

موسیٰ علیہ السلام مدین میں ایک خوش معاملہ آدمی کے گھر پہنچے

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی: پروردگار! آپ جو بھی خیر نازل فرمائیں میں اس کا سخت محتاج ہوں، دعا قبول ہوئی اور خیر نازل ہوئی، دو عورتوں میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی، اس نے کہا: ابا جان آپ کو یاد کرتے ہیں، آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے، ابا اس کا صلہ دینا چاہتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے بلاوا سمجھ کر اس کے ساتھ ہو لئے، جب اس کے ابا کو اپنی ساری سرگذشت سنائی تو انھوں نے تسلی دی، اور کہا: آپ ظالم قوم کے پنجہ سے بچ نکلے، مدین فرعون کی حدود سلطنت سے باہر تھا ـــــ پھر ایک لڑکی نے ابا کو مشورہ دیا کہ اس پردیسی کو اپنے یہاں رکھ لیں، یہ طاقت ور اور امانت دار ہے، اور ایسا ملازم بہتر ہوتا ہے ـــــ اس کو کیسے پتہ چلا کہ موسیٰ علیہ السلام طاقت ور ہیں؟ اس کا اندازہ اس طرح ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے چرواہوں کو ہٹا کر دمادم ڈول نکال کر مواشی کو پلایا تھا ـــــ اور اس کا کس طرح پتہ چلا کہ

(۱) حِجَّة کی جمع: سال۔ (۲) وکیل: اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ہے یعنی مخلوقات کے رزق ومعاش کا کفیل، ذمہ دار، گواہ بھی ذمہ دار ہوتا ہے، اس لئے گواہ بھی ترجمہ کرتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام امانت دار ہیں؟ اس کا پتہ بقول مفسرین اس طرح چلا کہ جو لڑکی بلانے آئی تھی اس کو اپنے پیچھے چلنے کے لئے کہا، تاکہ غیر محرم پر نظر نہ پڑے —— لڑکیوں کے والد کو یہ مشورہ پسند آیا، انھوں نے کہا: چونکہ آپ پردیسی ہیں، اس لئے میرے گھر رہیں، مگر میرے گھر میں لڑکیاں ہیں، پس غیر محرم کے ساتھ آپ کیسے رہیں گے؟ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے ایک لڑکی جو آپ کو پسند ہو آپ کے نکاح میں دوں، تاکہ یہ گھر آپ کا گھر ہو جائے، اور چونکہ آپ تہی دست ہیں اس لئے مہر کے طور پر آپ میرے یہاں کم از کم آٹھ سال نوکری کریں، اور دس سال کریں تو آپ کا احسان ہوگا، میں دس سال کی شرط لگا کر آپ پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا، اور اتنا لمبا عرصہ میرے یہاں رہنے میں آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی، مجھے ان شاء اللہ آپ اچھا برتاؤ کرنے والا پائیں گے، موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بات منظور کر لی، اور کہا: مجھے اختیار ہوگا آٹھ برس رہوں یا دس برس، اور معاملہ کا اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا، اس طرح اچھا ٹھکانہ مل گیا۔

لوگوں نے بے دلیل متعین کیا ہے کہ یہ نیک بندے حضرت شعیب علیہ السلام تھے

آیات کا ترجمہ: —— پس موسیٰ کے پاس دو میں سے ایک عورت آئی، وہ شرماتی ہوئی چل رہی تھی، اس نے کہا: میرے ابا آپ کو بلاتے ہیں، تاکہ آپ کو ہمارے لئے پلانے کا صلہ دیں —— بے طلب ملے تو کیوں نہ لے! —— پس جب موسیٰ اس کے پاس آئے، اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا تو اس نے کہا: آپ ڈریں نہیں، آپ نے ظالموں سے نجات پالی! ان میں سے ایک نے کہا: ابا جان! ان کو نوکر رکھ لیجئے، بہترین نوکر طاقت ور اور امانت دار ہوتا ہے، ان کے ابا نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ کے نکاح میں دوں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو، اس شرط پر کہ آپ میرے یہاں آٹھ سال نوکری کریں، اور اگر دس سال پورے کریں تو وہ آپ کا احسان ہوگا، اور میں نہیں چاہتا کہ آپ پر مشقت ڈالوں، اور آپ مجھے ان شاء اللہ نیک معاملہ پائیں گے۔

موسیٰ نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے رہی، دو مدتوں میں سے جونسی مدت پوری کروں تو مجھ پر کوئی دباؤ نہیں ہوگا، اور ہم نے جو معاملہ کیا ہے اس کے اللہ تعالیٰ گواہ ہیں!

اگر بالغہ راضی ہو تو خدمتِ اقارب مہر ہو سکتا ہے (فوائد)

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ

مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۳۰﴾ وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّ اضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَ اَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۫ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

فَلَمَّا	پس جب	لِاَهْلِهِ	اپنے گھر والوں سے	لَعَلَّكُمْ	شاید تم
قَضٰى	پوری کی	امْكُثُوْٓا	ٹھہرو تم	تَصْطَلُوْنَ (۳)	تاپو
مُوْسَى	موسیٰ نے	اِنِّيْٓ	بے شک میں نے	فَلَمَّآ	پس جب
الْاَجَلَ	مدت	اٰنَسْتُ	محسوس کی ہے	اَتٰهَا	آیا وہ آگ پر
وَسَارَ	اور چلا وہ	نَارًا	ایک آگ	نُوْدِيَ	پکارا گیا
بِاَهْلِهٖٓ	اپنے گھر والوں کے ساتھ	لَّعَلِّيْٓ	شاید میں	مِنْ شَاطِئِ	کنارے سے
اٰنَسَ (۱)	(تو) محسوس کی اس نے	اٰتِيْكُمْ	لاؤں تمہارے پاس	الْوَادِ	میدان کے
مِنْ جَانِبِ	جانب سے	مِّنْهَا	وہاں سے	الْاَيْمَنِ (۴)	دائیں
الطُّوْرِ	طور کے	بِخَبَرٍ	کوئی اطلاع	فِي الْبُقْعَةِ (۵)	خطہ میں
نَارًا	آگ	اَوْ جَذْوَةٍ (۲)	یا انگارہ	الْمُبٰرَكَةِ	بابرکت
قَالَ	کہا اس نے	مِّنَ النَّارِ	آگ کا	مِنَ الشَّجَرَةِ	درخت سے

(۱) اِیْنَاس: محسوس کرنا، دیکھنا (۲) الجذوۃ: دہکتا ہوا انگارہ (۳) اِصْطِلَاء: تاپنا، گرمی حاصل کرنا (۴) الأیمن: شاطئ کی صفت ہے، وادی سینا میں چل رہے تھے، وہاں سے دائیں جانب کا کنارہ، شاطئ کی جمع شَوَاطِئ (۵) البقعۃ: زمین کا ٹکڑا۔

اَنْ(۱)	کہ	اِنَّكَ	بے شک تو	قَوْمًا	لوگ
يٰمُوْسٰۤى	اے موسیٰ	مِنَ الْاٰمِنِيْنَ	امن والوں سے ہے	فٰسِقِيْنَ	حد اطاعت سے نکلنے والے
اِنِّيْۤ	بے شک میں	اُسْلُكْ	داخل کر		
اَنَا	ہی	يَدَكَ	اپنا ہاتھ	قَالَ	کہا
اللّٰهُ	اللہ ہوں	فِيْ جَيْبِكَ	اپنے گریبان میں	رَبِّ	اے میرے رب!
رَبُّ	پالنہار	تَخْرُجْ	نکلے گا	اِنِّيْ	بے شک میں نے
الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کا	بَيْضَآءَ	نہایت روشن	قَتَلْتُ	قتل کیا ہے
وَاَنْ(۲)	اور یہ کہ	مِنْ غَيْرِ	بغیر	مِنْهُمْ	ان میں سے
اَلْقِ	ڈال تو	سُوْٓءٍ	کسی بیماری کے	نَفْسًا	ایک شخص کو
عَصَاكَ	اپنی لاٹھی	وَّاضْمُمْ	اور ملا تو	فَاَخَافُ	پس اندیشہ ہے مجھے
فَلَمَّا	پس جب	اِلَيْكَ	اپنی طرف	اَنْ	کہ
رَاٰهَا	دیکھا اس کو	جَنَاحَكَ	اپنا بازو	يَّقْتُلُوْنِ	قتل کریں وہ مجھے
تَهْتَزُّ	لہرا رہا ہے	مِنَ الرَّهْبِ(۵)	ڈر سے	وَاَخِيْ	اور میرا بھائی
كَاَنَّهَا	گویا وہ	فَذٰنِكَ	پس یہ	هٰرُوْنُ	ہارون
جَآنٌّ(۳)	پتلا سانپ ہے	بُرْهَانٰنِ	دو دلیلیں ہیں	هُوَ	وہ
وَّلّٰى	(تو) مڑا وہ	مِنْ رَّبِّكَ	تیرے رب کی طرف سے	اَفْصَحُ	رواں ہے
مُدْبِرًا	پیٹھ پھیر کر	اِلٰى فِرْعَوْنَ	فرعون کی طرف	مِنِّيْ	مجھ سے
وَّلَمْ يُعَقِّبْ(۴)	اور واپس نہیں لوٹا	وَمَلَا۠ئِهٖ	اور اس کے سرداروں کی طرف	لِسَانًا	زبان کے اعتبار سے
يٰمُوْسٰى	اے موسیٰ			فَاَرْسِلْهُ	پس بھیجیں اس کو
اَقْبِلْ	متوجہ ہو	اِنَّهُمْ	بے شک وہ	مَعِيَ	میرے ساتھ
وَلَا تَخَفْ	اور ڈر مت	كَانُوْا	تھے وہ	رِدْاً	مددگار کے طور پر

(۱) أن: تفسیر یہ، نداء کی تفسیر (۲) پہلے أن پر معطوف (۳) جانّ: جنات کے جد امجد کا نام بھی ہے، اور اس کے معنی سانپ کی سٹک بھی ہیں، یہاں یہی معنی ہیں (۴) تعقیب: پیچھے نہیں پھرا، پلٹ کر نہیں دیکھا (۵) من الرهب: اضمم سے متعلق ہے۔

يُصَدِّقُنِيٓ	تصدیق کرے وہ میری	عَضُدَكَ	تیرے بازو کو	بِاٰيٰتِنَآ	ہماری نشانیوں کے
اِنِّيٓ	بے شک میں	بِاَخِيْكَ	تیرے بھائی سے		ساتھ (جاؤ)
اَخَافُ	ڈرتا ہوں	وَنَجْعَلُ	اور بنائیں گے ہم	اَنْتُمَا	تم دونوں
اَنْ	کہ	لَكُمَا	تم دونوں کے لئے	وَمَنِ	اور جو
يُّكَذِّبُوْنِ	جھٹلائیں وہ مجھے	سُلْطٰنًا	شوکت	اتَّبَعَكُمَا	تمہاری پیروی کریں
قَالَ	فرمایا	فَلَا يَصِلُوْنَ	پس نہیں پہنچیں گے وہ	الْغٰلِبُوْنَ	غالب رہنے والے ہو
سَنَشُدُّ	ابھی مضبوط کریں گے ہم	اِلَيْكُمَا	تم دونوں تک	۞	۞

موسیٰ علیہ السلام مدین سے شام (بیت المقدس) جاتے ہوئے راستہ بھول کر طور پر پہنچے

بنی اسرائیل کا وطن ملک شام (بیت المقدس) تھا، یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں یہ خاندان مصر میں آکر آباد ہوا، یوسف علیہ السلام سے چار سو سال بعد موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہے، آپ فرعون کے محل میں پلے بڑھے، تیس سال کی عمر میں قبطی کے قتل کا واقعہ پیش آیا، چنانچہ آپ مصر سے نکل کر مدین پہنچے، وہاں ایک نیک بندے کی لڑکی سے نکاح کیا، اس کے مہر میں آپ نے دس سال تک اس نیک بندے کی نوکری کی، جب مدت پوری ہوئی تو آپ اہل وعیال کے ساتھ مصر تو جا نہیں سکتے تھے، وہاں جاتے تو قتل کر دیئے جاتے، اس لئے آپ نے ملک شام آبائی وطن میں منتقل ہونے کا فیصلہ کیا، اور فیملی کے ساتھ شام کے لئے روانہ ہوئے، مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا، چنانچہ راستہ بھول کر آپ وادی سینا میں پہنچ گئے، یہ مصر کے راستے میں ہے، وہاں کوہ طور پر آگ دیکھ کر راستہ معلوم کرنے کے لئے گئے، وہاں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہوئی، اور آپ کو نبوت ورسالت سے سرفراز کیا گیا، اور فرعون کے پاس مصر میں جانے کا حکم ملا، باقی تفصیلات آیاتِ پاک میں پڑھیں۔

پس جب موسیٰ نے مدت پوری کی —— دس سال نوکری کرلی (قالہ ابن عباسؓ) —— اور وہ اپنے گھر والوں کو لے کر چلے —— اپنے آبائی وطن ملک شام (بیت المقدس) میں بسنے کے پروگرام سے چلے —— تو انھوں نے طور کی جانب آگ محسوس کی —— سردی کا زمانہ تھا، اور راستہ بھی بھول گئے تھے، اچانک دور پہاڑ پر آگ نظر آئی، اس زمانہ میں پہاڑی علاقہ میں جہاں مسافر بھٹک جایا کرتے ہیں کسی اونچے پہاڑ پر رات میں آگ روشن کر دیا کرتے تھے، تاکہ بھولا بھٹکا مسافر وہاں پہنچ جائے، پھر کہیں آگ پر کوئی آدمی بھی ہوتا تھا جس کے پاس فوری امداد کے لئے کھانا پانی وغیرہ ہوتا تھا، اور آبادی سے پہاڑ دور ہوتا تو وہاں آدمی نہیں ہوتا تھا، چنانچہ —— انھوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم ٹھہرو، میں نے

آگ محسوس کی ہے، شاید میں وہاں سے تمہارے لئے کوئی خبر لاؤں یا آگ کا انگارہ لاؤں تاکہ تم تاپو ـــــ أو: مانعۃ الخلو کا ہے، دو باتوں میں سے ایک ضرور ہوگی، اور دونوں جمع بھی ہوسکتی ہیں، خبر بھی لائیں اور انگارہ بھی۔

پس جب وہ آگ پر آئے تو میدان کے دائیں کنارے سے، بابرکت خطہ میں درخت سے پکارے گئے کہ اے موسیٰ! میں ہی اللہ رب العالمین ہوں ـــــ وہ آگ نہیں تھی، تجلی تھی، اس میں سے آواز آئی ـــــ اور ڈالیں آپ اپنی لاٹھی پس جب اس کو لہراتا ہوا دیکھا، گویا وہ پتلا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر مڑے، اور واپس نہیں لوٹے ـــــ حرکت میں سانپ کی سٹک تھی، اور جسامت میں اژدہا تھا، اور پیٹھ پھیرنا طبعی خوف کی وجہ سے تھا ـــــ اے موسیٰ! سامنے آؤ، ڈرو نہیں، تم یقیناً امن والوں میں سے ہو ـــــ یعنی یہ سانپ تم کو ضرر نہیں پہنچائے گا، اس کو بے تکلف پکڑلو، وہ حسب سابق لاٹھی بن جائے گا ـــــ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، کسی بیماری کے بغیر نہایت روشن ہوکر نکلے گا، اور ڈر لگے تو اپنا بازو اپنی طرف ملالو ـــــ وہ پہلی حالت میں لوٹ جائے گا ـــــ یہ آپ کے پروردگار کی طرف سے دو معجزے ہیں فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جانے کے لئے، وہ لوگ یقیناً حد اطاعت سے نکلنے والے ہیں ـــــ یعنی حکم ملا کہ بجائے ملک شام کے مصر جاؤ، اور فرعون اور اس کے ارکانِ دولت کو اطاعتِ خداوندی کی دعوت دو۔

موسیٰ نے کہا: اے میرے پروردگار! میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے، پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کردیں ـــــ یہ قرینہ ہے کہ آپ مصر نہیں جارہے تھے، ملک شام کے ارادے سے نکلے تھے ـــــ اور میرا بھائی ہارون: اس کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے، پس آپ ان کو مددگار بناکر میرے ساتھ بھیجیں، وہ میری تصدیق کریں، مجھے ڈر ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے ـــــ یعنی آپ کا حکم سر آنکھوں پر، مصر جاتا ہوں، مگر ہارون علیہ السلام کو بھی شریک کار بنادیں تو مجھے کام میں سہولت ہوگی، میں اٹک اٹک کر بولتا ہوں، وہ روانی سے بولتے ہیں، نیز وہ میری تصدیق کریں گے تو میری بات وزنی ہوجائے گی۔

ارشاد فرمایا: ہم ابھی آپ کے بازو کو آپ کے بھائی سے مضبوط کرتے ہیں ـــــ یعنی ان کو بھی نبوت سے سرفراز کرتے ہیں ـــــ اور تم دونوں کے لئے شوکت گردانتے ہیں، پس وہ تم تک نہیں پہنچ سکیں گے ـــــ تمہارا رعب داب ان کو باز رکھے گا، وہ تم کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، پس ـــــ ہمارے معجزات کے ساتھ (جاؤ) تم دونوں اور تمہارے پیروکار غالب رہنے والے ہو ـــــ اس حکم اور وعدہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام ملک شام کے بجائے مصر گئے، بھائی وغیرہ سے ملے، پھر دونوں ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس داعی بن کر پہنچے۔

موسیٰؑ نے درخواست کرکے ہارونؑ کو نبی بنوایا ایسا احسان بھائی نے بھائی پر نہیں کیا

فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مُّوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّفۡتَرًی وَّمَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِیۡۤ اٰبَآئِنَا الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوۡسٰی رَبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِمَنۡ جَآءَ بِالۡهُدٰی مِنۡ عِنۡدِهٖ وَمَنۡ تَكُوۡنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَاُ مَا عَلِمۡتُ لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرِیۡ ۚ فَاَوۡقِدۡ لِیۡ یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیۡنِ فَاجۡعَلۡ لِّیۡ صَرۡحًا لَّعَلِّیۡۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوۡسٰی ۙ وَاِنِّیۡ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الۡكٰذِبِیۡنَ ﴿۳۸﴾ وَاسۡتَكۡبَرَ هُوَ وَجُنُوۡدُهٗ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ اِلَیۡنَا لَا یُرۡجَعُوۡنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذۡنٰهُ وَجُنُوۡدَهٗ فَنَبَذۡنٰهُمۡ فِی الۡیَمِّ ۚ فَانۡظُرۡ كَیۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلۡنٰهُمۡ اَئِمَّةً یَّدۡعُوۡنَ اِلَی النَّارِ ۚ وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ لَا یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتۡبَعۡنٰهُمۡ فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا لَعۡنَةً ۚ وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ هُمۡ مِّنَ الۡمَقۡبُوۡحِیۡنَ ﴿۴۲﴾ ع ۱۴

فَلَمَّا	پس جب	سَمِعۡنَا	سنی ہم نے	مِنۡ عِنۡدِهٖ	اس کے پاس سے
جَآءَهُمۡ	پہنچے ان کے پاس	بِهٰذَا	یہ باتیں	وَمَنۡ تَكُوۡنُ	اور جو ہوگا
مُّوۡسٰی	موسیٰ	فِیۡۤ اٰبَآئِنَا	ہمارے اسلاف میں	لَهٗ	اس کے لئے
بِاٰیٰتِنَا	ہمارے معجزات کے ساتھ	الۡاَوَّلِیۡنَ	اگلے	عَاقِبَةُ	اچھا انجام
بَیِّنٰتٍ	نہایت واضح	وَقَالَ	اور کہا	الدَّارِ	اس دنیا کا
قَالُوۡا	(تو) کہا انھوں نے	مُوۡسٰی	موسیٰ نے	اِنَّهٗ	بے شک شان یہ ہے کہ
مَا هٰذَاۤ	نہیں ہے یہ	رَبِّیۡۤ	میرا پروردگار	لَا یُفۡلِحُ	نہیں کامیاب ہوتے
اِلَّا	مگر	اَعۡلَمُ	خوب جانتا ہے	الظّٰلِمُوۡنَ	ظالم پیشہ لوگ
سِحۡرٌ	جادو	بِمَنۡ	اس کو جو	وَقَالَ	اور کہا
مُّفۡتَرًی (۱)	افترا کیا ہوا	جَآءَ	لایا ہے	فِرۡعَوۡنُ	فرعون نے
وَّمَا	اور نہیں	بِالۡهُدٰی	ہدایت	یٰۤاَیُّهَا	اے

(۱) مفتری: سحر کی صفت ہے یعنی جادو ہے، جس کو اللہ کی نشانیاں بتاتا ہے۔

الْمَلَاُ	درباریو!	وَاِنِّیْ	اور بے شک میں	فَانْظُرْ	پس دیکھ
مَا عَلِمْتُ	نہیں جانتا میں	لَاَظُنُّهٗ	یقیناً گمان کرتا ہوں اسکو	كَيْفَ كَانَ	کیسا تھا
لَكُمْ	تمہارے لئے	مِنَ الْكٰذِبِيْنَ	جھوٹوں سے	عَاقِبَةُ	انجام
مِّنْ اِلٰهٍ	کوئی معبود	وَاسْتَكْبَرَ	اور گھمنڈ کیا	الظّٰلِمِيْنَ	ظالموں کا
غَيْرِيْ	میرے علاوہ	هُوَ	اس نے	وَجَعَلْنٰهُمْ	اور بنایا ہم نے ان کو
فَاَوْقِدْ	پس آگ جلا	وَجُنُوْدُهٗ	اور اس کے لشکر نے	اَئِمَّةً	پیشوا
لِيْ	میرے لئے	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	يَّدْعُوْنَ	بلاتے ہیں
يٰهَامٰنُ	اے ہامان	بِغَيْرِ الْحَقِّ	ناحق	اِلَى النَّارِ	دوزخ کی طرف
عَلَى الطِّيْنِ	مٹی پر	وَظَنُّوْٓا	اور گمان کیا انھوں نے	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اور قیامت کے دن
فَاجْعَلْ	پس بنا	اَنَّهُمْ	کہ وہ	لَا يُنْصَرُوْنَ	وہ مدد نہیں کئے جائیں گے
لِّيْ	میرے لئے	اِلَيْنَا	ہماری طرف	وَاَتْبَعْنٰهُمْ	اور پیچھے لگائی ہم نے انکے
صَرْحًا	کوئی محل	لَا يُرْجَعُوْنَ	نہیں لوٹیں گے	فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا	اس دنیا میں
لَّعَلِّيْٓ	تاکہ میں	فَاَخَذْنٰهُ	پس پکڑا ہم نے اس کو	لَعْنَةً	لعنت
اَطَّلِعُ	جھانکوں	وَجُنُوْدَهٗ	اور اس کے لشکر کو	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اور قیامت کے دن
اِلٰٓى اِلٰهِ	معبود کی طرف	فَنَبَذْنٰهُمْ	پس ڈال دیا ہم نے انکو	هُمْ	وہ
مُوْسٰى	موسیٰ کے	فِي الْيَمِّ	سمندر میں	مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ	بدحالوں میں سے ہونگے

موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کے پاس پہنچے، انھوں نے بات نہیں مانی، اور ان کا پارا چڑھ گیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شام کے بجائے مصر کی راہ لی، بھائی سے ملے اور دونوں بھائی فرعونیوں کے پاس پہنچے —— پھر جب موسیٰ ہمارے نہایت واضح معجزات کے ساتھ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا: یہ اللہ کے نام لگایا ہوا جادو ہے —— یعنی معجزات کو جادو بتایا، اور یہ بھی کہا کہ یہ شخص اپنے جادو کو اللہ کے نام لگا رہا ہے، اس کو اللہ کی نشانیاں بتا رہا ہے —— اور ہم نے یہ باتیں (توحید، رسالت اور آخرت کی باتیں) ہمارے گذشتہ اسلاف میں نہیں سنیں —— پس آج یہ کیا نئی باتیں کہہ رہا ہے! —— اور موسیٰ نے (جواباً) کہا: میرا پروردگار خوب جانتا ہے اس کو جو اس کے پاس سے ہدایت لایا ہے، اور اس کو جس کے لئے اس دنیا کا اچھا انجام ہے، بے شک ظالم پیشہ کامیاب نہیں ہوتے —— یعنی میں اپنی طرف

سے نہیں کہہ رہا، اللہ کی طرف سے ہدایت لایا ہوں، اور اللہ تعالیٰ اس کے گواہ ہیں، اور میری صداقت ظاہر ہو کر رہے گی، دیکھنا، دنیا میں اچھا انجام کس کا ہوتا ہے؟ ظالموں کو کبھی سرخ روئی حاصل نہیں ہوتی۔

اور فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے علاوہ کوئی معبود نہیں جانتا، پس اے ہامان تو میرے لئے اینٹیں پکا، اور میرے لئے اونچا محل بنا، جس سے میں موسیٰ کے معبود کو جھانکوں، میں یقیناً اس کو جھوٹوں میں سے خیال کرتا ہوں —— یعنی اپنے وزیر ہامان سے کہا: اینٹوں کا بھٹا لگا، اور بہت اونچی عمارت بنا، میں آسمان کے قریب ہو کر موسیٰ کے رب کا پتہ لگاتا ہوں، میں تو اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں، پس حجت اس پر تام کردوں گا کہ آسمان میں بھی مجھے کوئی خدا نظر نہیں آیا۔

اور اس نے اور اس کے لشکر نے زمین میں ناحق گھمنڈ کیا، اور انھوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹیں گے —— یعنی آخرت کا انکار سرکشی کا سبب بنا، اور ناحق: یعنی حقیر مخلوق کو گھمنڈ کا کیا حق ہے؟ مگر چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کے پر نکلتے ہیں، اور وہ اڑنے کی کوشش کرتی ہے، اور گر کر مرتی ہے!

پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑا، اور ان کو سمندر میں ڈال دیا، پس دیکھ، ظالموں کا انجام کیسا ہوا؟ —— قابلِ عبرت! —— اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں —— انبیاء ہدایت کے پیشوا ہوتے ہیں، اور یہ ظالم گمراہی کے —— اور قیامت کے دن وہ مدد نہیں کئے جائیں گے —— اور انبیاء مدد کئے جائیں گے —— اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے پھٹکار لگا دی، اور قیامت کے دن وہ بدحالوں میں سے ہونگے —— یعنی لوگ رہتی دنیا تک ان پر لعنت بھیجتے رہیں گے، اور آخرت میں ان کا برا حال ہوگا، نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے!

متکبر نہ سمجھیں کہ ان کی گردن نیچی کرنے والا اور سر توڑنے والا کوئی نہیں!

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

وَلَقَدْ	اور بخدا! واقعہ یہ ہے	اِلٰی مُوْسَی	موسیٰ کی طرف	مُرْسِلِیْنَ	بھیجنے والے
اٰتَیْنَا	دی ہم نے	الْاَمْرَ	معاملہ	وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ
مُوْسَی	موسیٰ کو	وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ	بِجَانِبِ	جانب میں
الْكِتٰبَ	کتاب (تورات)	مِنَ الشّٰهِدِيْنَ	موجودین سے	الطُّوْرِ	طور کے
مِنْۢ بَعْدِ	بعد	وَلٰكِنَّآ	لیکن ہم نے	اِذْ	جب
مَآ اَهْلَكْنَا (۱)	ہمارے ہلاک کرنے کے	اَنْشَاْنَا	پیدا کیں	نَادَيْنَا	پکارا ہم نے
الْقُرُوْنَ	صدیوں کو	قُرُوْنًا	صدیاں	وَلٰكِنْ	لیکن
الْاُوْلٰی	اگلی	فَتَطَاوَلَ	پس دراز ہوگیا	رَّحْمَةً	مہربانی
بَصَآئِرَ (۲)	آنکھیں کھولنے والی	عَلَيْهِمُ	ان پر	مِّنْ رَّبِّكَ	آپ کے رب کی
لِلنَّاسِ	لوگوں کی	الْعُمُرُ	زمانہ		طرف سے
وَهُدًى	اور راہ نما	وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ	لِتُنْذِرَ	تاکہ ڈرائیں آپ
وَّرَحْمَةً	اور مہربانی	ثَاوِيًا (۴)	ٹھہرے ہوئے	قَوْمًا	لوگوں کو
لَّعَلَّهُمْ	شاید وہ	فِيْٓ اَهْلِ	لوگوں میں	مَّآ	نہیں
يَتَذَكَّرُوْنَ	نصیحت پذیر ہوں	مَدْيَنَ	مدین کے	اَتٰىهُمْ	پہنچا ان کے پاس
وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ	تَتْلُوْا	پڑھیں آپ	مِّنْ نَّذِيْرٍ	کوئی ڈرانے والا
بِجَانِبِ	جانب میں	عَلَيْهِمْ	ان پر	مِّنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے
الْغَرْبِيِّ (۳)	مغربی	اٰيٰتِنَا	ہماری آیتیں	لَعَلَّهُمْ	ہوسکتا ہے وہ
اِذْ	جب	وَلٰكِنَّا	مگر ہم	يَتَذَكَّرُوْنَ	نصیحت پذیر ہوں
قَضَيْنَآ	طے کیا ہم نے	كُنَّا	تھے ہم	❁	❁

(۱) ما مصدریہ ہے۔ (۲) بصائر وغیرہ الکتاب کے احوال ہیں (۳) جانب الغربی (مرکب اضافی) اصل میں الجانب الغربی (مرکب توصیفی) تھا۔ موصوف صفت کو اپنی جگہ رکھ کر مرکب اضافی بنایا ہے، تاکہ عبارت سبک ہوجائے، مگر معنی مرکب توصیفی کے ہیں، جیسے مسجد الجامع اور دین القیمة [البینة آیت ۵] (۴) ثاویا (اسم فاعل): مقیم، باشندہ، رہنے والا بابہ ضرب۔

جب انسانیت پیاسی ہوتی ہے تو قدرت بارش برساتی ہے

قرونِ اولیٰ کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی، اسی طرح اب نبی ﷺ کو قرآن دیا ہے دونوں ہی کتابیں بصیرت افروز، ہدایت اور رحمت ہیں

ایک قاعدہ: قرآنِ کریم کہیں فہم سامع پر اعتماد کر کے معادل (مساوی) کو حذف کرتا ہے، جیسے سورۃ آلِ عمران (آیت ۲۶) میں ہے: ﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ، إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾: آپ کے اختیار میں بھلائی (اور برائی) ہے، بلاشبہ آپ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں — چونکہ مقام: مقامِ تعریف تھا اس لئے خیر کے معادل 'شر' کو چھوڑ دیا، مخاطبین اس کو خود ہی سمجھ لیں گے — اسی طرح یہاں تورات کا معادل 'قرآنِ کریم' ہے، تورات موسیٰ علیہ السلام کو دی، اور قرآن نبی ﷺ کو، دونوں کتابیں بصیرت افروز ہدایت اور رحمت ہیں، اور معادل کے حذف کا قرینہ اگلی آیات ہیں۔

اگلی آیات میں موسیٰ علیہ السلام کے تین احوال ذکر کئے ہیں:

۱- فرعون کی غرقابی کے بعد جب بنی اسرائیل میدانِ تیہ میں پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بلایا، اور چلّہ کھینچوایا، پھر تورات عنایت فرمائی، کیونکہ بنی اسرائیل چھ لاکھ تھے، اتنی بڑی تعداد کو سنبھالنے کے لئے دستور ضروری تھا۔

۲- مدین میں موسیٰ علیہ السلام نے دس سال قیام کیا، وہاں شادی کی، اور بکریاں چرائیں، اس طرح ان کو کارِ نبوت کے لئے تیار کیا۔

۳- جب مدین سے آبائی وطن شام کے لئے چلے تو راستہ بھول کر وادی تیہ میں پہنچ گئے، وہاں طور پر ان کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔

یہ تینوں واقعات قرآنِ کریم اس طرح بیان کرتا ہے جیسے واقعہ بیان کرنے والا موقعہ پر موجود تھا، جبکہ نبی ﷺ موجود نہیں تھے، آپؐ مابعد زمانہ کے ہیں، پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ قرآن آپ کا کلام نہیں، علیم وخبیر کا کلام ہے، اور آپؐ برحق نبی ہیں، اور قرآن اللہ کا کلام ہے، کیونکہ آپؐ کی امت آسمان کے تاروں سے، درختوں کے پتوں سے اور ریت کے ذروں سے زیادہ ہے، اس لئے ضروری ہے کہ امت کو سنبھالنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ ہدایت ورحمت نازل فرمائیں، جو لوگوں کی آنکھیں کھولے اور لوگ اس سے نصیحت پذیر ہوں۔

البتہ تینوں واقعات کی ترتیب برعکس ہے، چونکہ موسیٰ علیہ السلام کو تورات دینے کا ذکر آیا اس لئے ترتیبِ زمانی کے اعتبار سے تیسرا واقعہ پہلے ذکر کیا، پھر اس سے متصل قیام مدین کا واقعہ ذکر کیا، پھر طور پر نبوت سے سرفراز کرنے کا واقعہ بیان کیا۔

آیات کا ترجمہ اور تفسیر: ارشادِ پاک ہے: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی، اگلی صدیوں کو ہلاک کرنے کے بعد —— یعنی قوم نوح اور عاد وثمود کو ہلاک کیا، ان کے پیغمبروں کو اللہ کی کتابیں اور ہدایتیں دی تھیں، زمانہ گذرنے کے ساتھ وہ کتابیں نہ رہیں، تو فرعونیوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو جلیل القدر کتاب تورات عنایت فرمائی —— جو آنکھیں کھولنے والی، راہ نما اور مہربانی ہے، تاکہ لوگ نصیحت پذیر ہوں —— اسی طرح اب جبکہ تورات اصلی حالت میں نہیں رہی، اور بنی اسماعیل میں کوئی پیغمبر اور کتاب نازل نہیں ہوئی، اور انسانیت سخت پیاسی ہوئی تو اللہ نے بارش برسائی، اور نبی ﷺ کو ایسی ہی بصیرت افروز، ہدایت ورحمت کی حامل کتاب عنایت فرمائی، تاکہ لوگ نصیحت پذیر ہوں۔

قرآن کی حقانیت کے دلائل:

۱- اور آپؐ (طور کی) مغربی جانب میں نہیں تھے، جب ہم نے موسیٰ کے ساتھ معاملہ کیا —— یعنی تورات دی، اور اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ —— بلکہ ہم نے صدیاں پیدا کیں، پس ان پر زمانہ دراز ہوگیا —— اور گذشتہ ہدایات باقی نہ رہیں تو نئی کتاب نازل کرنے کی ضرورت پیش آئی، اسی طرح نزولِ تورات پر بھی عرصۂ دراز گذر گیا، اور وہ اصلی حالت میں نہ رہی تو نئی کتاب (قرآنِ کریم) نازل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

۲- اور آپؐ مدین والوں میں مقیم نہیں تھے، کہ لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائیں —— یہ بات آپؐ کے بس میں نہیں تھی، کیونکہ وہ ماقبل تاریخ کا واقعہ ہے —— بلکہ ہم (وحی) بھیجنے والے ہیں —— یعنی آپؐ اللہ کی وحی سے یہ واقعہ بیان کررہے ہیں، پس اس واقعہ کا بیان قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔

۳- اور آپؐ طور کی (دائیں) جانب بھی نہیں تھے، جب ہم نے موسیٰ کو پکارا —— اور نبوت سے سرفراز کیا —— بلکہ آپؐ کے پروردگار کی مہربانی ہے —— یعنی قرآن اللہ کا کلام اور پیام رحمت ہے —— تاکہ آپؐ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپؐ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا —— یعنی بنو اسماعیل کو، جو آپؐ کی بلاواسطہ امت ہے، باقی دنیا ان کے واسطہ سے امت ہے، جیسا کہ سورۃ الجمعہ میں ہے —— تاکہ وہ لوگ نصیحت پذیر ہوں —— اس تازہ کتاب قرآنِ کریم سے استفادہ کریں۔

تورات شریف اللہ کی عظیم المرتبت کتاب تھی، پھر جب اس کے پیروؤں نے اس کو ضائع کردیا تو قرآن شریف نے اس کی جگہ لے لی

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ

إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيٰتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا
قَالُوا لَوْلَآ أُوتِيَ مِثْلَ مَآ أُوتِيَ مُوسٰى ۚ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَآ أُوتِيَ مُوسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ
قَالُوا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۗ وَقَالُوٓا إِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ فَأْتُوا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ هُوَ أَهْدٰى مِنْهُمَآ أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿٤٩﴾ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا
يَتَّبِعُونَ أَهْوَآءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۚ إِنَّ
اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ﴿٥٠﴾ ع

وَلَوْلَآ	اور اگر نہ (ہوتی)	وَنَكُونَ	اور ہوتے ہم	مُوسٰى	موسیٰ؟
أَنْ	(یہ بات) کہ	مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	ایمان لانے والوں سے	أَوَ	کیا اور
تُصِيبَهُمْ	پہنچتی ان کو		(تو نہ ہم رسول بھیجتے	لَمْ يَكْفُرُوا	نہیں انکار کیا
مُّصِيبَةٌ	کوئی مصیبت		نہ قرآن نازل کرتے)(۱)	بِمَآ أُوتِيَ	اس کا جو دیئے گئے
بِمَا	ان کرتوتوں کی وجہ سے جو	فَلَمَّا	پس جب	مُوسٰى	موسیٰ
قَدَّمَتْ	آگے بھیجے	جَآءَهُمُ	پہنچا ان کو	مِنْ قَبْلُ	قبل ازیں؟
أَيْدِيهِمْ	ان کے ہاتھوں نے	الْحَقُّ	دین حق	قَالُوا	کہا انھوں نے
فَيَقُولُوا رَبَّنَا	پس کہیں وہ	مِنْ عِنْدِنَا	ہمارے پاس سے	سِحْرٰنِ	(یہ) دو جادو (ہیں)
لَوْلَآ	کیوں نہ	قَالُوا	(تو) کہا انھوں نے	تَظٰهَرَا	ایک دوسرے کے موافق
أَرْسَلْتَ	بھیجا آپ نے	لَوْلَآ	کیوں نہیں	وَقَالُوٓا	اور کہا انھوں نے
إِلَيْنَا	ہماری طرف	أُوتِيَ	دیا گیا وہ	إِنَّا بِكُلٍّ	بے شک ہم ہر ایک کا
رَسُولًا	کوئی رسول	مِثْلَ	مانند	كٰفِرُونَ	انکار کرنے والے ہیں
فَنَتَّبِعَ	پس پیروی کرتے ہم	مَآ	اس کے جو	قُلْ	کہیں
آيٰتِكَ	آپ کی آیتوں کی	أُوتِيَ	دیئے گئے	فَأْتُوا	پس لاؤ

(۱) لولا کا جواب محذوف ہے۔

بِكِتٰبٍ	کوئی کتاب	صٰدِقِيْنَ	سچے!	مِمَّنِ اتَّبَعَ	اس سے جس نے پیروی کی
مِّنْ عِنْدِ	پاس سے	فَاِنْ	پس اگر	هَوٰىهُ	اپنی خواہش کی
اللّٰهِ	اللہ کے	لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا	جواب نہ دیں وہ	بِغَيْرِ هُدًى	راہ نمائی کے بغیر
هُوَ اَهْدٰى	وہ زیادہ راہ نما ہو	لَكَ	آپ کو	مِّنَ اللّٰهِ	اللہ کی
مِنْهُمَآ	ان دونوں سے	فَاعْلَمْ	تو جان لیں آپ	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
اَتَّبِعْهُ	(پس) پیروی کروں	اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ	کہ بس پیروی کرتے ہیں وہ	لَا يَهْدِي	راہ نہیں دکھاتے
	میں اس کی	اَهْوَآءَهُمْ	اپنی خواہشات کی	الْقَوْمَ	لوگوں کو
اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَمَنْ اَضَلُّ	اور کون زیادہ گمراہ ہے	الظّٰلِمِيْنَ	ظلم کرنے والے

رسول بھیجنے کا اور قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد اتمام حجت بھی ہے

گذشتہ آیت کے آخر میں فرمایا تھا کہ رسول اس لئے بھیجا جارہا ہے اور اس پر قرآن اس لئے نازل کیا جارہا ہے کہ لوگ نصیحت پذیر ہوں، ایمان لائیں اور اپنی عاقبت سنواریں، اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ مکہ والے تو نہیں مان رہے! اس کا جواب دے رہے ہیں کہ رسول بھیجنے کا اور اس پر قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد اتمام حجت بھی ہے، ایمان نہیں لائیں گے تو قیامت کے دن ان کا منہ بند ہوجائے گا، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ پہنچتی ان کو کوئی مصیبت (دنیا میں یا آخرت میں) ان کے ان کرتوتوں کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، پس کہیں وہ: کیوں نہ بھیجا آپ نے ہماری طرف کوئی رسول، پس ہم آپ کی آیتوں کی پیروی کرتے، اور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہوتے؟ ـــــ تو ہم آپ کو رسول بنا کر نہ بھیجتے، نہ آپ پر قرآن نازل کرتے ـــــ یعنی اتمام حجت مقصود ہے، اگر رسول بھیجے بغیر اور کتاب نازل کئے بغیر دنیا میں عذاب بھیجتے یا آخرت میں سزا دیتے تو ان کے پاس اپنی مظلومیت کا عذر ہوتا، وہ کہتے: ہمیں یکدم عذاب میں دھر لیا، اگر کوئی پیغمبر بھیجتے تو دیکھتے کہ ہم کیسے نیک ایماندار ثابت ہوتے! ـــــ اب کیا عذر کریں گے!

جب لوگوں کو دین حق پہنچا تو مشرکین نے اس کو کس طرح لیا؟

جب مکہ والوں کو اللہ کی طرف سے دینِ حق پہنچا، رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے، اور ان پر قرآنِ کریم نازل کیا گیا، تو انھوں نے ماننے سے انکار کردیا، اور دو باتیں کہیں:

ا-رسول کے بارے میں تو یہ کہا کہ اس کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح عصا اور ید بیضاء کے معجزات کیوں نہیں دیئے گئے؟ یہ خالی ہاتھ کیوں آیا ہے؟ —— جواب: کیا موسیٰ علیہ السلام کے معجزات فرعون اور اس کی قوم نے مان لئے تھے؟ پھر آج اگر ایسے ہی معجزات اس نبی کو دیئے جاتے تو کیا مشرکین ان کو مان لیتے؟ ہرگز نہ مانتے!

۲- نبی ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآنِ کریم ہے، اس کے تعلق سے انھوں نے کہا: یہ تورات کی طرح جادو ہے، اور ہم دونوں کو نہیں مانتے —— اس کا جواب اگلی آیت میں ہے۔

ارشادِ پاک ہے: —— پس جب ان کو (مکہ والوں کو) ہمارے پاس سے دینِ حق پہنچا تو انھوں نے (رسول کے تعلق سے) کہا: کیوں نہیں دیا گیا وہ جیسا موسیٰ دیئے گئے؟ —— یعنی عصا اور ید بیضاء جیسے معجزات لے کر یہ رسول کیوں نہیں آیا؟ —— (جواب) کیا اور نہیں انکار کیا انھوں نے (فرعونیوں نے) اس کا جو قبل ازیں موسیٰ دیئے گئے؟ —— پھر آج ان معجزات سے کیا فائدہ ہوگا؟

(اور قرآن کے تعلق سے) انھوں نے کہا: دو جادو ہیں، ایک دوسرے کے موافق —— ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے! —— اور انھوں نے کہا: ہم دونوں ہی کو نہیں مانتے! —— مکہ والے تورات کو بھی نہیں مانتے تھے، اسی طرح قرآن کا بھی انکار کر دیا۔ (جواب میں) کہو: پس تم اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لاؤ، جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ راہ نما ہو، پس میں اس کی پیروی کروں، اگر تم سچے ہو —— یعنی تم میں کچھ دم خم ہو! —— اللہ کی طرف سے بندوں کی راہ نمائی ضروری ہے، پس اگر یہ دونوں کتابیں جادو ہیں تو تم ان سے بہتر راہ نما کتاب پیش کرو، جو اللہ کی طرف سے ہو، میں اس کی پیروی کرنے کے لئے تیار ہوں —— یہ کلام بر سبیل فرض ہے، جیسا سورۃ الزخرف (آیت ۸۱) میں ہے: ﴿قُلْ: إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ﴾: کہو: اگر مہربان اللہ کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا —— یعنی مجھے تمہاری طرح حق بات کے ماننے سے اباؤ انکار نہیں —— مگر اللہ کی اولاد ہے کہاں؟ وہ تو ایسی کمزوری سے پاک ہیں۔

پھر اگر وہ آپ کو جواب نہ دیں —— یعنی کتاب نہ لاسکیں —— تو آپ جان لیں کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں —— یعنی ان کا دھرم محض ان کی خواہشات کا پلندہ ہے —— اور اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی راہ نمائی کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے؟ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں (برخود غلط قسم کے لوگوں) کو راہ نہیں دکھاتے! —— اللہ تعالیٰ اسی کو راہ دکھاتے ہیں جو ہدایت پانے کا ارادہ کرتا ہے۔

منکرین کی راہ نری خواہش کی راہ ہے، وہ کامیابی کی راہ نہیں

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

وَلَقَدْ	اور بخدا! واقعہ یہ ہے	يُتْلٰى	پڑھی جاتی ہے وہ	يُؤْتَوْنَ	دیئے جائیں گے
وَصَّلْنَا (۱)	جوڑا ہم نے	عَلَيْهِمْ	ان پر	اَجْرَهُمْ	ان کا بدلہ
لَهُمْ	لوگوں کے لئے	قَالُوْٓا	(تو) کہتے ہیں	مَّرَّتَيْنِ	دو مرتبہ
الْقَوْلَ	بات کو	اٰمَنَّا	ایمان لائے ہم	بِمَا صَبَرُوْا	ان کے صبر کرنے کی
لَعَلَّهُمْ	تا کہ وہ	بِهٖ	اس پر		وجہ سے
يَتَذَكَّرُوْنَ	نصیحت پذیر ہوں	اِنَّهُ	بے شک وہ	وَيَدْرَءُوْنَ	اور ہٹاتے ہیں وہ
اَلَّذِيْنَ	جن کو	الْحَقُّ	برحق ہے	بِالْحَسَنَةِ	نیک سلوک کے ذریعہ
اٰتَيْنٰهُمْ	دی ہم نے	مِنْ رَّبِّنَآ	ہمارے پروردگار کی	السَّيِّئَةَ	بدسلوکی کو
الْكِتٰبَ	کتاب (تورات وانجیل)		طرف سے	وَمِمَّا	اور اس میں سے جو
مِنْ قَبْلِهٖ	اس (قرآن) سے پہلے	اِنَّا	بے شک ہم	رَزَقْنٰهُمْ	روزی دی ہم نے انکو
هُمْ	وہ	كُنَّا	تھے ہم	يُنْفِقُوْنَ	خرچ کرتے ہیں
بِهٖ	اس (قرآن) پر	مِنْ قَبْلِهٖ	اس کے پہلے سے	وَاِذَا	اور جب
يُؤْمِنُوْنَ	ایمان لاتے ہیں	مُسْلِمِيْنَ	ماننے والے	سَمِعُوا	سنتے ہیں وہ
وَاِذَا	اور جب	اُولٰٓئِكَ	یہی لوگ	اللَّغْوَ	فضول بات

(۱) وَصَّلَ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ: ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ اچھی طرح ملانا، جوڑنا۔

أَعْرَضُوْا	(تو) روگردانی کرتے ہیں	عَلَيْكُمْ	تم پر	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ
عَنْهُ	اس سے	لَا نَبْتَغِي	نہیں چاہتے ہم	يَهْدِيْ	راہ دکھاتے ہیں
وَقَالُوْا	اور کہتے ہیں	الْجٰهِلِيْنَ	نادانوں کو	مَنْ	جس کو
لَنَآ	ہمارے لئے	إِنَّكَ	بے شک آپ	يَّشَآءُ	چاہیں
أَعْمَالُنَا	ہمارا کیا ہے	لَا تَهْدِيْ	نہیں راہ دکھاتے	وَهُوَ	اور وہ
وَلَكُمْ	اور تمہارے لئے	مَنْ	جس کو	أَعْلَمُ	خوب جاننے والے ہیں
أَعْمَالُكُمْ	تمہارا کیا ہے	أَحْبَبْتَ	چاہیں	بِالْمُهْتَدِيْنَ	ہدایت پانے والوں کو
سَلٰمٌ	سلام	وَلٰكِنَّ	لیکن	۞	۞

جب لوگوں کو دینِ حق پہنچا تو اہل کتاب نے اس کو کس طرح لیا؟

مشرکینِ مکہ نے دینِ حق کو کس طرح لیا؟ اس کا جواب آپ ملاحظہ فرما چکے، اب اس کے بالمقابل اہل کتاب (یہود ونصاری) کا حال ملاحظہ فرمائیں: انھوں نے کس طرح دینِ حق کا استقبال کیا؟ اور یہ بیان ایک تمہید سے شروع ہوا ہے، ارشادِ پاک ہے: ــــ اور بالتحقیق ہم نے لوگوں کے لئے بات (وحی) کو جوڑا، تا کہ وہ نصیحت پذیر ہوں ــــ یعنی وحی کا سلسلہ مسلسل چلا آرہا ہے، جب بھی انسانیت پیاسی ہوتی ہے رحمتِ حق ہدایت کی بارش برساتی ہے، نیا نبی مبعوث کیا جاتا ہے اور اس پر نئی وحی نازل کی جاتی ہے، اسی سنت کے مطابق اب نبی آخر الزماں مبعوث کئے گئے ہیں اور ان پر قرآن نازل کیا جارہا ہے تا کہ لوگ اپنی عاقبت سنواریں ــــ جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے آسمانی کتاب دی ــــ تورات وانجیل دیں، انجیل تورات کا ضمیمہ ہے، مستقل کتاب نہیں ــــ وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں ــــ کفار مکہ کی طرح انکار نہیں کرتے ــــ اور جب ان کو قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق کتاب ہے، ہم اس کو پہلے ہی سے مانتے تھے ــــ یعنی ہماری کتابوں میں نبی آخر الزماں ﷺ اور قرآنِ کریم کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں، ان پیشین گوئیوں پر ہمارا اجمالی ایمان تھا، اب جبکہ وہ آئے تو ہم تفصیل سے ایمان لاتے ہیں، یہ پروردگار کی برحق کتاب ہے ــــ یہی لوگ: اپنا بدلہ دو مرتبہ دیئے جائیں گے، ان کے ہمت سے کام لینے کی وجہ سے ــــ حدیث میں ہے: ''تین شخصوں کو دوہرا ثواب ملتا ہے، ایک: وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا'' (الی آخرہ بخاری شریف حدیث ۹۷) ان حضرات کو دوہرا ثواب اس لئے ملے گا کہ یہ کام بہت بھاری ہے، اجر بقدر مشقت ہوتا ہے، مشرک کے لئے ایمان لانا اتنا بھاری نہیں جتنا

اہل کتاب کے لئے ایمان لانا بھاری ہے، اس کا اپنے نبی پر اور اس کی کتاب پر ایمان ہوتا ہے، ان کے ساتھ اعتقادی وابستگی ہوتی ہے، اس کو چھوڑ کر خاتم النّبیین ﷺ پر ایمان لانا بہت مشکل ہے، چنانچہ نبی ﷺ پر ایمان لانے کا ان کو دوہرا ثواب ملے گا، ہمت سے کام لینے کا یہی مطلب ہے —— مسلمان ہونے کے بعد ہر عمل کا ان کو دوہرا اجر نہیں ملے گا، بلکہ ایمان لانے کا دوگنا ثواب ان کو دیا جائے گا۔

اور مسلمان ہونے کے بعد وہ دین کے داعی بن جاتے ہیں، اور ان کا کردار یہ ہوتا ہے:

۱- اور وہ بدسلوکی کو نیک سلوک سے ہٹاتے ہیں —— یعنی اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دیتے، بلکہ پھول برساتے ہیں، اس سے دوسرے لوگ قریب آتے ہیں، دعوت کا یہ خاص گُر ہے۔

۲- اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں —— داعی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو قریب لانے کے لئے ان پر حسب استطاعت خرچ کرے، کھلائے پلائے اور بوقتِ ضرورت معاشی تعاون کرے، عیسائی اسی راستہ سے اپنی گمراہی پھیلاتے ہیں۔

۳- اور جب وہ فضول بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں —— داعی کو کڑوی کسیلی باتیں سننی ہی پڑتی ہیں، پس ان سے بددل نہ ہو —— اور وہ کہتے ہیں: ہمارے لئے ہمارا کیا ہے، اور تمہارے لئے تمہارا کیا ہے، ہمارا اسلام لو —— یعنی معاف کرو —— ہم نادانوں سے الجھنا نہیں چاہتے —— جوابِ جاہلاں باشد خموشی!

ایک واقعہ: سیرت ابن اسحاق میں یہ واقعہ ہے۔ حبشہ سے بیس آدمی مکہ آئے تاکہ نبی ﷺ کی تحقیق کریں، نبی ﷺ نے ان کو قرآن سنایا، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، جب وہ مشرف بہ اسلام ہوکر واپس جانے لگے تو ابوجہل وغیرہ نے ان پر آوازے کسے کہ ایسا احمقوں کا ٹولہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا، آئے تھے تحقیق حال کے لئے لوٹے غلام بن کر! ان لوگوں نے جواب دیا: معاف رکھو، ہم تمہاری جہالت کا جواب جہالت سے دینا نہیں چاہتے، ہم اور تم میں سے جو جس حال پر ہے اس کا وہی حصہ ہے، ہم نے اپنے نفس کا بھلا چاہنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (فوائد ملخصا)

جس جاہل سے توقع نہ ہو کہ سمجھائے پر لگے گا اس سے کنارہ ہی بہتر ہے (موضح)

داعی کو ایک خاص نصیحت:

بے شک آپ جس کو چاہیں راہ نہیں دکھا سکتے، ہاں اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں راہ دکھاتے ہیں، اور وہ راہ پانے والوں کو خوب جانتے ہیں —— یعنی جس سے داعی کو طبعی محبت ہو، اس کا جی چاہتا ہو کہ وہ ہدایت پر آجائے: ضروری نہیں کہ ایسا ہوجائے، داعی کا کام صرف راستہ بتانا ہے، راستہ پر ڈالنا اللہ کا کام ہے، نبی ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے لئے بہت

سعی کی کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ لیں، مگر کامیابی نہیں ہوئی، جس کا نبی ﷺ کو بہت قلق ہوا، اس پر یہ آیت اتری، اور آپؐ کی تسلی فرمادی، اور داعیوں کو سمجھادیا کہ اللہ ہی کے علم واختیار میں ہے کہ کس میں راہِ راست پر پڑنے کی صلاحیت ہے، اور کون ہدایت چاہتا ہے، اسی کو ہدایت دیتے ہیں۔

داعی کو نتائج سے بے فکر ہوکر دل سوزی کے ساتھ دعوت کے کام میں لگا رہنا چاہئے

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝

وَقَالُوْٓا	اور کہا انھوں نے	لَهُمْ	ان کو	وَلٰكِنَّ	مگر
اِنْ	اگر	حَرَمًا	حرم میں	اَكْثَرَهُمْ	اکثر لوگ
نَتَّبِعِ	پیروی کریں ہم	اٰمِنًا (۳)	امن والے	لَا يَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں
الْهُدٰى	ہدایت کی	يُّجْبٰٓى (۴)	کھینچے جاتے ہیں	وَكَمْ	اور بہت سی
مَعَكَ	آپ کے ساتھ	اِلَيْهِ	اس کی طرف	اَهْلَكْنَا	ہلاک کی ہم نے
نُتَخَطَّفْ (۱)	(تو) اچک لیے جائیں ہم	ثَمَرٰتُ	پھل (فوائد)	مِنْ قَرْيَةٍ	بستیاں
مِنْ اَرْضِنَا	ہماری زمین سے	كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کے	بَطِرَتْ (۶)	نازاں تھا
اَوَلَمْ	کیا اور نہیں	رِّزْقًا (۵)	روزی	مَعِيْشَتَهَا (۷)	اس کا سامان زندگی
نُمَكِّنْ (۲)	جمایا ہم نے	مِّنْ لَّدُنَّا	ہمارے پاس سے	فَتِلْكَ	پس یہ ہیں

(۱) تَخَطُّف: اچک لینا، جھپٹا مار کر لے لینا یعنی قتل کردیا جانا، لوٹ لیا جانا (۲) تمکین: جمانا، قدرت دینا، جگہ دینا، بنانا (۳) آمنا: حرما کا حال، حرماً: نمکن کا مفعول، نمکن: جعل کے مفہوم کو متضمن ہے (۴) یُجبی: مضارع مجہول، بابہ ضرب وفتح، مصادر جِبیٌ وجِبَایة: کھینچ کر لانا (۵) رزقاً: یجبی کا مفعول مطلق یا ثمرات کا حال۔(۶) بَطِرَ (س) بَطَراً: اترانا، اکڑنا۔(۷) معیشة: اسم مصدر: سامانِ زندگی۔

ان کو	عَلَيْهِمْ	آپ کے رب	رَبُّكَ	ان کے گھر	مَسٰكِنُهُمْ
ہماری آیتیں	اٰيٰتِنَا	ہلاک کرنے والے	مُهْلِكَ	نہیں بسا گیا (ان میں)	لَمْ تُسْكَنْ
اور نہیں ہیں ہم	وَمَا كُنَّا	بستیوں کو	الْقُرٰى	ان کے بعد	مِّنْۢ بَعْدِهِمْ
ہلاک کرنے والے	مُهْلِكِي[1]	یہاں تک کہ	حَتّٰى	مگر تھوڑا سا	اِلَّا قَلِيْلًا
بستیوں کو	الْقُرٰٓى	بھیجیں	يَبْعَثَ	اور تھے ہم	وَكُنَّا
مگر	اِلَّا	ان کی بڑی بستی میں	فِيْٓ اُمِّهَا	ہی	نَحْنُ
جبکہ اس کے باشندے	وَاَهْلُهَا	اہم رسول کو	رَسُوْلًا	وارث	الْوٰرِثِيْنَ
شرارت کرنے والے ہوں	ظٰلِمُوْنَ	(جو) پڑھ کر سنائے	يَّتْلُوْا	اور نہیں تھے	وَمَا كَانَ

ایک ہوّا جو مشرکینِ مکہ کے لئے قبولِ حق سے مانع بنا

ہوّا: انجانا خوف —— اور انھوں نے (مشرکین مکہ نے) کہا: اگر ہم ہدایت قبول کر کے آپ کے ساتھ ہولیں (یعنی مسلمان ہو جائیں) تو ہم اپنی زمین (مکہ) سے اچک لئے جائیں —— سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائے، تمام قبائل ہم پر چڑھ دوڑیں، ہماری نہ جان سلامت رہے نہ مال، اور ہم مکہ مکرمہ سے کھدیڑ دیئے جائیں!

جواب: —— کیا ہم نے ان کو بہ اطمینان ٹھہرنے کی جگہ نہیں دی جو قابلِ احترام امن والی جگہ ہے! جس کی طرف کھینچے جاتے ہیں ہر طرح کے پھل جو ہماری طرف سے روزی ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں —— یعنی اب عرب قبائل کی دشمنی سے کس کی پناہ میں ہو؟ یہ حرم کا ادب ہی مانع ہے کہ باوجود آپس کی سخت عداوتوں کے باہر والے چڑھائی کر کے تم کو مکہ سے نکال نہیں دیتے، پس کیا ایمان لانے پر وہ تم کو پناہ نہیں دے گا؟ یہ محض ہوّا ہے جو تم کو ایمان سے روک رہا ہے —— پھر مزید اللہ کی نعمتوں میں غور کرو، اللہ نے تمہیں پھلوں کی روزی دی، جو دنیا جہاں سے مکہ کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں، کیا تم پر اس کا شکر واجب نہیں؟ ان کی نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ ایمان لاؤ، اللہ کے رسول کا ساتھ دو، اور ہر طرح اسلام کا بول بالا کرو۔

مکہ کے مشرکو قوموں کی تباہی سے سبق لو

اور کتنی ہلاک کیں ہم نے بستیاں —— عاد و ثمود کی، مدین اور قوم لوط کی —— جن کا گذران اتراتا تھا —— تمدن عروج پر تھا، اور ان قوموں کو اپنی معیشت پر ناز تھا —— پس یہ رہے ان کے گھر نہیں بسا گیا (ان میں) ان کے بعد مگر بس

(۱) مھلکی: اصل میں مھلکین تھا، اضافت کی وجہ سے نون گرا ہے۔

برائے نام ـــــ کوئی مسافر وہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاتا ہے یا کوئی عبرت کا نظارہ کرنے والا وہاں پہنچ جاتا ہے ـــــ اور ہم ہی تھے آخر میں سب کچھ لینے والے ـــــ یعنی سب کھیت رہے، کوئی وارث باقی نہ رہا، صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا۔

حاصل: کہا گیا کہ عربوں کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو، اللہ کے عذاب سے ڈرو، دیکھتے نہیں، کتنی قومیں گذر چکی ہیں، جن کو اپنی خوش عیشی پر غرّہ تھا، جب انھوں نے تکبر اور سرکشی کی راہ اختیار کی، اور نبیوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کس طرح تباہ کر ڈالا، آج صفحۂ ہستی پر ان کا نام ونشان باقی نہیں، ان کی بستیوں کے یہ کھنڈرات ہیں، جن میں کوئی بسنے والا نہیں، ان سے عبرت پکڑو!

مکہ کے مشرکو! تمہاری ہلاکت کا سامان ہو چکا ہے، تمہاری شرارت کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے

اور آپ کا پروردگار بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کی بڑی بستی میں کوئی رسول نہ بھیج دے، جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے ـــــ وہ عظیم رسول آچکے ہیں، جو تمہیں غفلت سے ہوشیار کر چکے ہیں یعنی تمہاری بربادی کا سامان ہو چکا ہے ـــــ اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے، مگر جبکہ وہاں کے لوگ شرارت پر اتر آئیں ـــــ یعنی جب لوگ ہوشیار کرنے پر بھی باز نہیں آتے، ظلم وسرکشی پر کمر بستہ رہتے ہیں تو اللہ کی پکڑ میں دیر نہیں لگتی، اللہ نے بدر کے میدان میں ان کو پکڑا۔

> روئے زمین کی تمام آبادیوں کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے، اسی لئے سب سے بڑے اور آخری رسول کو وہاں بھیجا گیا

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝ ع

وَمَآ	اور جو کچھ	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	دنیوی زندگی میں	خَيْرٌ	وہ بہتر
اُوْتِيْتُمْ	دیئے گئے تم	وَزِيْنَتُهَا	اور اس کی زینت ہے	وَّاَبْقٰى	اور دیر پا ہے
مِّنْ شَيْءٍ	کوئی چیز	وَمَا	اور جو کچھ	اَفَلَا	کیا پس نہیں
فَمَتَاعُ	پس برتنے کا سامان ہے	عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس ہے	تَعْقِلُوْنَ	سمجھتے تم؟

اَفَمَنۡ	کیا پس جو شخص	كَمَنۡ	مانند اس شخص کے ہے	ثُمَّ هُوَ	پھر وہ
وَّعَدۡنٰهُ	وعدہ کیا ہم نے اس سے	مَّتَّعۡنٰهُ	جس کو فائدہ اٹھانے	يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ	قیامت کے دن
وَعۡدًا حَسَنًا	اچھا وعدہ		کے لئے دیا ہم نے	مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ	حاضر کئے ہوؤں
فَهُوَ	پس وہ	مَتَاعَ	سامان		میں سے ہوگا
لَاقِيۡهِ	اس سے ملاقات کرنے والا ہے	الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا	دنیوی زندگی کا	۞	۞

مؤمن اور کافر انجام کے اعتبار سے برابر نہیں

ارشادِ پاک ہے: —— اور تم جو بھی چیز دیئے گئے ہو وہ دنیوی زندگی میں برتنے کا سامان اور اس کی رونق ہے —— متاع: جیسے صافی، چولہے کا کپڑا، گندہ ہو گیا پھینک دیا، دنیا کے خان مان کی بس اتنی ہی حیثیت ہے، چند دن استعمال کیا، پھر پیچھے رہ گیا —— پس عقل سے کام لینا چاہئے، دنیا میں کتنے دن جینا ہے، یہاں کی بہار چند روزہ ہے —— اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور دیر پا ہے —— جنت اور اس کی نعمتیں مراد ہیں —— پس کیا تم سمجھتے نہیں! —— کیا تمہاری عقل چرنے گئی ہے، تمہیں دنیا میں کتنے دن جینا ہے، یہاں کا عیش ہیچ ہے، ان فانی لذتوں کو دائمی نعمتوں پر ترجیح دے رہے ہو! —— بتاؤ، جس سے ہم نے وعدہ کیا ہے اچھا وعدہ، اور وہ اس کو پہنچ کر رہنے والا ہے (کیا) اس کے برابر ہو سکتا ہے (وہ) جس کو ہم نے دنیوی زندگی میں چند روز فائدہ اٹھانے کے لئے سامان دیا ہے، پھر وہ قیامت کے دن پکڑا ہوا آئے گا؟! —— نہیں، ہرگز نہیں، اول کے لئے دائمی عیش کا وعدہ ہے، جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا، اور دوسرے کے لئے چند روزہ عیش کے بعد گرفتاری کا وارنٹ اور دائمی جیل خانہ ہے، بھلا یہ دونوں انجام کے اعتبار سے کس طرح برابر ہو سکتے ہیں!

ایک مثال: ایک شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے سر پر شاہی تاج رکھا ہے، خدم وحشم پرا باندھے کھڑے ہیں، اور الوانِ نعمت دسترخوان پر چنے ہوئے ہیں کہ اچانک آنکھ کھل جائے اور دیکھے کہ انسپکٹر پولیس گرفتاری کا وارنٹ اور بیڑی لئے کھڑا ہے وہ پکڑ کر لے گیا، اور حبس دوام کی سزا مل گئی، بتلاؤ، اسے وہ خواب کی بادشاہت اور پلاؤ قورمہ کی لذت کیا یاد آئے گی! (فوائد)

وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ۝ قَالَ الَّذِيۡنَ حَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيۡنَ اَغۡوَيۡنَا ۚ اَغۡوَيۡنٰهُمۡ كَمَا غَوَيۡنَا ۚ تَبَرَّاۡنَاۤ اِلَيۡكَ مَا كَانُوۡۤا اِيَّانَا يَعۡبُدُوۡنَ ۝ وَقِيۡلَ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَرَاَوُا الۡعَذَابَ ۚ لَوۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ ۝ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

وَيَوْمَ	اور جس دن	اَغْوَيْنٰهُمْ	بہکایا ہم نے ان کو	لَوْ	کاش
يُنَادِيْهِمْ	ان کو پکاریں گے	كَمَا	جس طرح	اَنَّهُمْ	کہ وہ
فَيَقُوْلُ	پس فرمائیں گے	غَوَيْنَا	ہم بہکے	كَانُوْا	ہوتے
اَيْنَ	کہاں ہیں	تَبَرَّاْنَآ	بیزاری ظاہر کرتے ہیں ہم	يَهْتَدُوْنَ	راہ پائے ہوئے
شُرَكَآءِيَ	میرے ساجھی	اِلَيْكَ	آپ کے سامنے	وَيَوْمَ	اور جس دن
الَّذِيْنَ	جن کو	مَا كَانُوْٓا	نہیں تھے وہ	يُنَادِيْهِمْ	ان کو پکاریں گے
كُنْتُمْ	تھے تم	اِيَّانَا	ہم کو	فَيَقُوْلُ	پس فرمائیں گے
تَزْعُمُوْنَ	گمان کرتے؟	يَعْبُدُوْنَ	پوجتے	مَاذَآ	کیا
قَالَ	کہا	وَقِيْلَ	اور کہا گیا	اَجَبْتُمُ	جواب دیا تم نے
الَّذِيْنَ (1)	ان لوگوں نے جو	ادْعُوْا	بلاؤ تم	الْمُرْسَلِيْنَ	رسولوں کو
حَقَّ	ثابت ہوگئی	شُرَكَآءَكُمْ	ان شرکاء کو	فَعَمِيَتْ	پس اندھی ہوجائیں گی
عَلَيْهِمُ	ان پر	فَدَعَوْهُمْ	پس وہ ان کو بلائیں گے	عَلَيْهِمُ	ان پر
الْقَوْلُ	بات	فَلَمْ	پس نہیں	الْاَنْۢبَآءُ	خبریں
رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	يَسْتَجِيْبُوْا	جواب دیں گے وہ	يَوْمَئِذٍ	اس دن
هٰٓؤُلَآءِ	یہ (ہیں)	لَهُمْ	ان کو	فَهُمْ	پس وہ
الَّذِيْنَ	جن کو	وَرَاَوُا	اور دیکھیں گے وہ	لَا يَتَسَآءَلُوْنَ	آپس میں نہیں
اَغْوَيْنَا	ہم نے بہکایا	الْعَذَابَ	عذاب کو		پوچھیں گے

قیامت کے دن مشرکوں سے دو سوال

پہلا سوال: ـــــ توحید کے متعلق ـــــ اور (یاد کرو) جس دن اللہ تعالیٰ (عام مشرکین) کو پکار کر پوچھیں گے: کہاں ہیں میرے ساجھی جن کو تم نے ساجھی بنا رکھا تھا؟ ـــــ میری خدائی میں وہ حصہ دار کہاں ہیں جن کو تم نے حصہ دار

(۱) الذین سے مراد مہنت (سادھوؤں کے سردار) ہیں، جنھوں نے عام مشرکین کو گمراہ کیا ہے۔

بنا رکھا تھا اور تم ان کی پوجا کرتے تھے؟ ــــ وہ لوگ جن پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے ــــ یعنی بڑے مجرم: مہنت اور گرو ــــ بولیں گے: اے ہمارے رب! یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا، ہم نے ان کو بہکایا جیسے ہم بہکے، ہم آپ کے سامنے ان سے بے تعلقی ظاہر کرتے ہیں، یہ لوگ ہمیں نہیں پوجتے تھے ــــ جب عام مشرکین سے سوال ہوگا تو مہنت اور بڑے مجرم سمجھ جائیں گے کہ یہ لوگ ہمارا نام لیں گے، پس وہ سبقت کر کے کہیں گے: اے پروردگار! بے شک ہم نے ان کو گمراہ کیا، کیونکہ ہم خود گمراہ تھے، مگر ہم نے ان پر کچھ زبردستی نہیں کی، وہ اپنی مرضی سے ہمارے بہکائے میں آئے، بایں اعتبار وہ ہمیں نہیں پوجتے تھے، ہم آپ کے سامنے ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، وہ جانیں ان کا کام!

وہ لوگ جو بت پرستی میں واسطہ تھے وہ تو ہٹ گئے، اب ان سے کہا جائے گا کہ اپنی مورتیوں کو پکارو، وہ تمہاری مدد کو آئیں، ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اور کہا گیا بلاؤ اپنے شرکاء کو، پس وہ ان کو پکاریں گے، پس وہ ان کو جواب ہی نہیں دیں گے ــــ کیونکہ وہ ان کی پکار سن ہی نہیں رہے ــــ اور وہ عذاب کو دیکھیں گے ــــ اور کوئی ان کو عذاب سے بچانے کے لئے نہیں آئے گا ــــ اور وہ یا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ــــ کاش ہوتے وہ راہ پائے ہوئے! ــــ پس ان کو یہ برا دن نہ دیکھنا پڑتا۔

دوسرا سوال: ــــ رسالت کے متعلق ــــ اور (یاد کرو) جس دن اللہ تعالیٰ (مشرکوں سے) پکار کر پوچھیں گے ــــ یعنی دور سے آواز آئے گی کہ ــــ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ پس اس دن ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی ــــ یعنی مضامین گم ہو جائیں گے، ان سے کوئی جواب بن نہ پڑے گا ــــ پس وہ آپس میں بھی نہیں پوچھیں گے ــــ یعنی باہم مشورہ کر کے بھی کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔

مشرکین قیامت کے دن دیدارِ خداوندی سے محروم ہونگے اس لئے دور سے پکارے جائیں گے

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

فَاَمَّا	پس رہا	مَنْ	جو	تَابَ (۱)	متوجہ ہوا

(۱) تاب (ن): جب اس کا صلہ إلی آئے تو معنی ہوتے ہیں: متوجہ ہونا (یہاں إلی اللہ محذوف ہے) اور جب اس کا صلہ علی آئے تو معنی ہوتے ہیں: توبہ قبول کرنا۔

وَ اٰمَنَ	اور ایمان لایا	الْخِيَرَةُ [۳]	پسند کرنا	يُعْلِنُوْنَ	ظاہر کرتے ہیں وہ
وَعَمِلَ	اور کئے اس نے	سُبْحٰنَ	پاک ہیں	وَهُوَ اللّٰهُ	اور وہی اللہ ہیں
صَالِحًا	نیک کام	اللّٰهِ	اللہ	لَآ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں
فَعَسٰٓى [۱]	پس ہوسکتا ہے	وَتَعٰلٰى	اور برتر ہیں	اِلَّا هُوَ	مگر وہی
اَنْ يَّكُوْنَ	کہ ہو وہ	عَمَّا	ان سے جن کو	لَهُ	ان کے لئے
مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ	کامیاب ہونے والوں سے	يُشْرِكُوْنَ	شریک ٹھہراتے ہیں وہ	الْحَمْدُ	تمام تعریفیں ہیں
وَرَبُّكَ	اور آپ کا رب	وَرَبُّكَ	اور آپ کا رب	فِي الْاُوْلٰى [۵]	ورے کی دنیا میں
يَخْلُقُ	پیدا کرتا ہے	يَعْلَمُ	جانتا ہے	وَالْاٰخِرَةِ	اور پرے کی دنیا میں
مَا يَشَآءُ	جو چاہتا ہے	مَا	جو	وَلَهُ	اور ان کے لئے
وَيَخْتَارُ [۲]	اور پسند کرتا ہے	تُكِنُّ [۴]	چھپاتے ہیں	الْحُكْمُ	حکم ہے
مَا كَانَ	نہیں تھا	صُدُوْرُهُمْ	ان کے سینے	وَاِلَيْهِ	اور ان کی طرف
لَهُمُ	ان کے لئے	وَمَا	اور جو	تُرْجَعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے

کامیابی کا راستہ ایمان وعمل صالح کا ہے اور مؤمنین ہی اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں

مگر وہ لوگ خدائی میں شریک نہیں، مقامِ حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے

اب کفار ومشرکین کے بالمقابل مؤمنین کا تذکرہ کرتے ہیں، چیزیں ضد سے بھی پہچانی جاتی ہیں، ارشاد فرماتے ہیں:

—— پس رہا وہ جو اللہ کی طرف متوجہ ہوا، ایمان لایا اور نیک کام کئے تو ہوسکتا ہے وہ آخرت میں کامیاب ہو! —— یعنی آخرت کی کامیابی صرف ایمان وعمل صالح سے ہے، جو شخص کفر وشرک سے کنارہ کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہوگا، ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرے گا وہ آخرت میں بالیقین کامیاب ہوگا۔

رہی یہ بات کہ مؤمن بندے ہی کامیاب کیوں ہونگے؟ اللہ تعالیٰ کو یہی بندے کیوں پسند ہیں؟ جواب ارشاد

(۱) عسى: ہوسکتا ہے، امید ہے: یہ شاہی محاورہ ہے یعنی یقیناً وہ کامیاب ہونگے۔ (۲) اختارہ (افتعال): پسند کرنا، منتخب کرنا، چننا (۳) الخِيَرة: مصدر، خار يخير (ض) خَيْرًا وَخِيَرَةً: چھانٹنا، چننا، انتخاب کرنا (۴) تُكِنُّ: مضارع، واحد مؤنث غائب، إكنان (افعال): دل میں کوئی بات چھپانا (فاعل صدورهم: اسم ظاہر جمع مکسر ہے، اس لئے فعل مؤنث لایا گیا ہے) (۵) الأولى اور الآخرة: موصوف کے قائم مقام ہیں أي في الدار الأولى: الدنيا، والدار الآخرة، هي التي دونها۔

فرماتے ہیں: —— اور آپ کا رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور (جس چیز کو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے، لوگوں کو پسند کرنے کا کوئی اختیار نہیں —— یعنی تم کون ہوتے ہو اس معاملہ میں دخل دینے والے؟ ہر چیز کا پیدا کرنا اللہ کی مشیت واختیار سے ہے، اور کسی چیز کو پسند کرنے یا چھانٹ کر منتخب کر لینے کا حق بھی اسی کو حاصل ہے، ان کی مرضی! وہ جس کو چاہیں برگزیدہ بنائیں۔

پھر تو یہ برگزیدہ بندے خدائی میں حصہ دار ہونگے؟ نہیں —— اللہ تعالیٰ پاک اور برتر ہیں ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں —— یعنی کوئی بڑی سے بڑی برگزیدہ مخلوق بھی الوہیت میں حصہ دار نہیں، کیونکہ برگزیدہ مخلوق برگزیدہ ہو کر بھی اللہ کے برابر نہیں ہوسکتی، وہ مخلوقات سے برتر و بالا ہیں، پھر وہ خدائی میں برابر کی پوزیشن کیسے حاصل کرسکتی ہے؟

برگزیدگی کی بنیاد کیا ہے؟ اس کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، ارشادِ پاک ہے: اور آپ کا رب جانتا ہے ان باتوں کو جو لوگ دلوں میں پوشیدہ رکھتے ہیں، اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں —— یعنی جس مخلوق میں جیسی استعداد دیکھتے ہیں: اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں، انھوں نے ساتویں آسمان کو اور عرش وکرسی کو برتری بخشی، فرشتوں میں سے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو فضیلت دی، اولادِ آدم علیہ السلام میں سے انبیاء کو، اور ان میں سے اولو العزم پانچ رسولوں کو، اور ان میں سے خاتم النبیین ﷺ کو افضل قرار دیا، اماکن میں سے مسجدِ حرام کو، ایام میں سے جمعہ کو اور راتوں میں سے شبِ قدر کو بابرکت بنایا، پس اگر مؤمنین کو جنت کا حقدار بنایا تو وہ ان کا اختیار ہے —— وہی اللہ ہیں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، ان کے لئے تمام تعریفیں ہیں اس دنیا میں بھی اور دوسری دنیا میں بھی —— یعنی سارے جہاں میں وہی معبود ہیں، ان کے علاوہ کوئی معبود نہیں، کیونکہ مقام حمد انہی کے لئے ہے (اس کی تفسیر سورۃ النمل آیت ۵۹ میں ہے) —— اور انہی کا حکم (نافذ) ہے —— سارے جہاں میں —— پھر کوئی اور خدا کیسے ہوجائے گا؟ —— اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے —— یعنی کوئی اور خدا ہوتا تو وہ اپنے عابدوں کو اپنی طرف لوٹاتا جبکہ مرجع خلائق اللہ تعالیٰ ہی ہیں، پس وہی اکیلے معبود ہیں۔

اللہ تعالیٰ الوہیت میں یگانہ ہیں، پس ان کے سوا کسی کی بندگی جائز نہیں

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَاۗءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ اَفَلَا

تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ع ۱۵

قُلْ	پوچھیں	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	فِيْهِ	اس میں
اَرَءَيْتُمْ	کیا دیکھا تم نے (بتاؤ)	عَلَيْكُمُ	تم پر	وَلِتَبْتَغُوْا	اور تا کہ تلاش کرو تم
اِنْ جَعَلَ	اگر بنائیں	النَّهَارَ	دن کو	مِنْ فَضْلِهٖ	اللہ کے فضل سے
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	سَرْمَدًا	نہ ختم ہونے والا	وَلَعَلَّكُمْ	اور تا کہ تم
عَلَيْكُمُ	تم پر	اِلٰى يَوْمِ	دن تک	تَشْكُرُوْنَ	شکر بجالاؤ
الَّيْلَ	رات کو	الْقِيٰمَةِ	قیامت کے	وَيَوْمَ	اور جس دن
سَرْمَدًا	نہ ختم ہونے والی	مَنْ اِلٰهٌ	کوئی معبود ہے	يُنَادِيْهِمْ	پکاریں گے ہم ان کو
اِلٰى يَوْمِ	دن تک	غَيْرُ اللّٰهِ	اللہ کے علاوہ	فَيَقُوْلُ	پس فرمائیں گے
الْقِيٰمَةِ	قیامت کے	يَاْتِيْكُمْ	لائے وہ تمہارے لئے	اَيْنَ	کہاں ہیں
مَنْ اِلٰهٌ	کوئی معبود ہے	بِلَيْلٍ	رات کو	شُرَكَآءِيَ	میرے ساجھی
غَيْرُ اللّٰهِ	اللہ کے علاوہ	تَسْكُنُوْنَ	آرام کرو تم	الَّذِيْنَ	جن کو
يَاْتِيْكُمْ	لائے وہ تمہارے لئے	فِيْهِ	اس میں	كُنْتُمْ	تھے تم
بِضِيَآءٍ	روشنی؟	اَفَلَا	کیا پس نہیں	تَزْعُمُوْنَ	گمان کرتے
اَفَلَا	کیا پس نہیں	تُبْصِرُوْنَ	دیکھتے تم	وَنَزَعْنَا	اور کھینچ کر نکالیں گے ہم
تَسْمَعُوْنَ	سنتے تم	وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ	اور اپنی مہربانی سے	مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ	ہر امت میں سے
قُلْ	پوچھو	جَعَلَ لَكُمُ	بنایا تمہارے لئے	شَهِيْدًا	احوال بتلانے والا
اَرَءَيْتُمْ	بتاؤ	الَّيْلَ وَالنَّهَارَ	رات اور دن کو	فَقُلْنَا	پس ہم کہیں گے
اِنْ جَعَلَ	اگر بنائیں	لِتَسْكُنُوْا	تا کہ آرام کرو تم	هَاتُوْا	لاؤ

بُرْهَانَكُمْ	اپنی دلیل	الْحَقَّ	برحق بات	عَنْهُمْ	ان سے
فَعَلِمُوْٓا	پس جان لیں گے وہ	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہے	مَّا كَانُوْا	جن کو تھے وہ
اَنَّ	کہ	وَضَلَّ	اور گم ہوجائیں گے	يَفْتَرُوْنَ	گھڑتے

آخرت کی ضرورت اور اس کا کچھ حال

گذشتہ آیت کے آخر میں تھا کہ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے یعنی قیامت کے دن، قیامت کا دن اس دنیا کا آخری دن ہے۔اس کے بعد آخرت شروع ہوگی، اب آخرت کی ضرورت پر دلیل قائم کرتے ہیں۔آخرت اس دنیا کا جوڑا ہے، جوڑا وہ دو چیزیں ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، جیسے دو جوتے، دو چپل، کرتا پاجامہ اور نر مادہ وغیرہ جوڑا ہیں، اسی طرح شب وروز بھی جوڑا ہیں، دونوں مل کر معیشت کا مقصد پورا کرتے ہیں، اگر صرف رات ہوتی تو سوتے سوتے تھک جاتے، اور اٹھتے تو اندھیرے میں کیا کرتے؟ اور صرف دن ہوتا تو جھلس کر رہ جاتے اور کام کرتے کرتے تھک کر چور ہوجاتے، یہ دن ہے جس میں آدمی کماتا ہے اور رات کو کھا پی کر چین سے سوتا ہے۔اور دن میں بھی اور رات میں بھی عبادت کرکے اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے۔اور سورۃ یٰسٓ (آیت ۳۶) میں ہے کہ اللہ نے کائنات کی سب چیزیں جوڑا جوڑا پیدا کی ہیں، اکیلی ذات صرف اللہ کی ہے، اسی سنت الٰہی کے مطابق دنیا کا جوڑا آخرت ہے، کیونکہ اگر صرف یہ دنیا ہوتی تو عمل کرتے کرتے تھک جاتے، اور نتیجہ کچھ ظاہر نہ ہوتا، اور صرف آخرت ہوتی تو جزاو سزا معقول نہ ہوتی، اب اس دنیا میں مختصر وقت کے لئے عمل کرنا ہے، پھر آخرت میں اس کا ہمیشہ کے لئے بدلہ پانا ہے۔

آیاتِ پاک کا ترجمہ: پوچھو! بتلاؤ، اگر اللہ تعالیٰ تم پر رات کو قیامت کے دن تک نہ ختم ہونے والا بنادیں تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو تمہارے لئے (دن کی) روشنی لائے؟ کیا پس تم سنتے نہیں؟! —— رات میں سن ہی سکتا ہے —— بتلاؤ، اگر اللہ تعالیٰ تم پر دن کو قیامت کے دن تک نہ ختم ہونے والا بنادیں، تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لائے، جس میں تم آرام کرو؟ کیا پس تم دیکھتے نہیں! —— دن میں دیکھ سکتا ہے —— اور دونوں سوالوں کا جواب ایک ہے کہ ایسا کوئی معبود نہیں! اس لئے فرماتے ہیں —— اور اللہ نے اپنی مہربانی سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا، تا کہ تم اس (رات) میں آرام کرو، اور تا کہ (دن میں) اللہ کے فضل (روزی) کو تلاش کرو، اور تا کہ تم اللہ کا شکر بجالاؤ —— یعنی دنیا میں صرف کمانا کھانا ہی نہیں ہے، اللہ کی بندگی کرکے اور اس کے احکام پر عمل کرکے شکر بھی بجالانا ہے، کیونکہ کل قیامت کو احوال بتلانے والے کھڑے کئے جائیں گے، جیسا کہ آگے ہے۔

آخرت کا کچھ حال: —— اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکاریں گے، پس پوچھیں گے: کہاں ہیں میرے ساجھی جن کو

تم شریک گمان کیا کرتے تھے؟ —— مشرکین انکار کریں گے: کہیں گے:﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ بخدا! ہمارے رب کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے (الانعام آیت ۲۳) —— اور ہم ہر امت میں سے احوال بتلانے والا کھڑا کریں گے —— جو گواہی دے گا کہ انھوں نے شرک کیا ہے —— پس ہم پوچھیں گے: اپنی دلیل لاؤ —— یعنی تمہارا شرک کرنا تو گواہوں سے ثابت ہو گیا، پس اب جوازِ شرک پر دلیل قائم کرو —— پس وہ جان لیں گے کہ اللہ کی بات ہی سچی ہے —— کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں، وہ اکیلے ہی معبود ہیں —— اور وہ معبود جن کو انھوں نے گھڑا تھا سب کافور ہو جائیں گے —— میدان صاف! رہا نام باقی اللہ کا! —— یہاں مشرکین ومنکرین سے گفتگو تمام ہوئی، آگے مؤمنین کو قارون کا قصہ سنایا جائے گا۔

قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ اگر ایک تمہید پر دو مضمون متفرع کرنے ہوں تو تمہید کو مکرر لاتا ہے

إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ إِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۠ إِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ إِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

إِنَّ	بے شک	مُوْسٰى	موسیٰ (کی)	مِنَ الْكُنُوْزِ	خزانوں سے
قَارُوْنَ	قارون	فَبَغٰى[1]	پس زیادتی کی اس نے	مَآ إِنَّ[2]	جو بے شک
كَانَ	تھا	عَلَيْهِمْ	قوم پر	مَفَاتِحَهٗ	اس کی چابیاں
مِنْ قَوْمِ	قوم سے	وَاٰتَيْنٰهُ	اور دیئے ہم نے اس کو	لَتَنُوْٓاُ[3]	البتہ گراں بار کرتی تھیں

(۱) بغی (ض) علیه: زیادتی کرنا، حد اعتدال سے بڑھ جانا، مخالفت کرنا (۲) ما موصولہ/ موصوفہ، إن: مشبہ بالفعل، لتنوأ: خبر، پھر جملہ ما کا صلہ/ صفت، پھر جملہ آتینا کا مفعول ثانی۔ (۳) تَنُوْءُ: مضارع، واحد مؤنث غائب، نَاءَ (ن) بِحَمْلِهٖ: بوجھل سامان کو مشکل سے لے کر اٹھنا

بِالْعُصْبَةِ (۱)	جماعت کو	مِنَ الدُّنْيَا	دنیا سے	عِنْدِیْ	میری
اُولِی الْقُوَّةِ	زور آور	وَاَحْسِنْ	اور اچھا سلوک کر	اَوَلَمْ	کیا اور نہیں
اِذْ قَالَ	جب کہا	كَمَآ	جس طرح	يَعْلَمْ	جانا اس نے
لَهٗ	اس سے	اَحْسَنَ	اچھا سلوک کیا	اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ نے
قَوْمُهٗ	اس کی قوم نے	اللّٰهُ	اللہ نے	قَدْ اَهْلَكَ	بالتحقیق ہلاک کیا
لَا تَفْرَحْ	مت اترا	اِلَيْكَ	تیرے ساتھ	مِنْ قَبْلِهٖ	اس سے پہلے
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَلَا تَبْغِ	اور نہ چاہ	مِنَ الْقُرُوْنِ	صدیوں سے
لَا يُحِبُّ	پسند نہیں کرتے	الْفَسَادَ	فساد	مَنْ هُوَ	جو وہ
الْفَرِحِيْنَ	اترانے والوں کو	فِی الْاَرْضِ	زمین میں	اَشَدُّ	سخت تھیں
وَابْتَغِ	اور چاہ	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مِنْهُ	اس سے
فِيْمَآ	اس میں جو	لَا يُحِبُّ	نہیں پسند کرتے	قُوَّةً	طاقت میں
اٰتٰكَ	دیا تجھ کو	الْمُفْسِدِيْنَ	فسادیوں کو	وَّاَكْثَرُ	اور زیادہ تھیں
اللّٰهُ	اللہ نے	قَالَ	کہا اس نے	جَمْعًا	تعداد میں
الدَّارَ الْاٰخِرَةَ	آخرت کا گھر	اِنَّمَآ (۳)	سوائے اس کے نہیں	وَلَا يُسْئَلُ	اور نہیں پوچھے جاتے
وَلَا تَنْسَ (۲)	اور مت بھول	اُوْتِيْتُهٗ	دیا گیا ہوں میں اس کو	عَنْ ذُنُوْبِهِمُ	ان کے گناہوں سے
نَصِيْبَكَ	اپنا حصہ	عَلٰی عِلْمٍ	مہارت سے	الْمُجْرِمُوْنَ	مجرم لوگ

نادار مسلمان صبر کریں ظفر مندی قریب ہے

سورت کے شروع میں مسلمانوں کو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ سنایا تھا، بے بس بنی اسرائیل کو کس طرح فرعونیوں کے چنگل سے چھڑایا، اسی طرح مظلوم مسلمانوں کو بھی ظالم کافروں سے چھڑایا جائے گا، اب ان کو قارون کا قصہ سناتے ہیں، قصہ کے آخر میں ایمان داروں کا قول ہے: ''بس جی! معلوم ہو گیا کہ کافروں کو کامیابی نہیں ملتی'' یعنی گو چند روز مزے لوٹ لیں، مگر انجام پھر خسران ہے، پس فلاح معتد بہ اہل ایمان کے ساتھ مخصوص ہے (تھانویؒ)

(۱) عصبة: جماعت، گروہ، دس یا زیادہ (۲) ولا تنس: یعنی کھا پی اور اسراف مت کر (قالہ مالک) (۳) إنما: إن حرف مشبہ بالفعل اور ما کافہ اور إنما: کلمۂ حصر۔

—— اس سورت کا نزول ایسے وقت ہوا ہے جب مکہ میں کمزور مسلمان ظلم کی چکی میں پس رہے تھے، اور مکہ کے مالدار اپنی دولت پر اترا رہے تھے، ایسے وقت میں نادار مسلمانوں کو یہ واقعہ سنایا کہ چند روز صبر کرو صفحہ پلٹنے والا ہے اور ظفر مندی قریب ہے۔

قارون کا تعارف اور اس کا انجام

قارون: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا، اور فرعون کی پیشی میں رہتا تھا، ظالم حکومتیں قوم کا خون چوسنے کے لئے انہی میں سے کسی کو اپنا آلۂ کار بنایا کرتی ہیں، قارون نے تعلقات سے فائدہ اٹھا کر خوب دولت سمیٹی یا کہتے ہیں: کیمیا گر تھا، تانبا پیتل کا سونا بنا کر ڈھیر لگایا، جب بنی اسرائیل دریا سے پار ہوئے تو وہ بھی ساتھ تھا، وہ ظاہر میں مؤمن بنا ہوا تھا مگر سامری کی طرح منافق تھا، حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی عزت دیکھ کر اس کا دل کباب ہوتا تھا، پھر جب زکات کا حکم آیا اور اس سے زکات نکالنے کے لئے کہا گیا تو بات اس کی برداشت سے باہر ہوگئی، اس نے ایک عورت کو بہکا کر تیار کیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام مجمع میں زنا کی سزا بیان کریں تو تو ان کو اپنے ساتھ متہم کرنا، وہ اپنی حرکت کر گذری، موسیٰ علیہ السلام نے اس کو شدید قسمیں دیں اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو وہ کھل گئی، اس نے اعتراف کیا کہ قارون نے اس کو پٹی پڑھائی تھی، اس وقت وہ موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے مع اس کے خزانے کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

آیاتِ پاک کا ترجمہ اور تفسیر: —— بے شک قارون موسیٰ کی برادری کا تھا، پس اس نے قوم پر سر ابھارا —— شرارت کرنے لگا —— اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اس کی چابیاں ایک زور آور جماعت کو گراں بار کرتی تھیں —— یعنی مال کے صندوق اتنے تھے کہ ان کی کنجیاں اٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جاتے تھے —— جب اس سے اس کی قوم نے کہا: (اپنی دولت پر) اترا مت! بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے —— جو کام اللہ کو نہ بھائے وہ کام کبھی نہیں کرنا چاہئے —— اور چاہ تو آخرت کا گھر اس مال سے جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے —— یعنی اللہ کے لئے مال خرچ کر کے اپنی آخرت سنوار —— اور اپنا دنیا کا حصہ مت بھول —— یعنی اسراف کے بغیر کھاپی اور پہن، اس میں کچھ حرج نہیں —— اور (غریبوں کے ساتھ) حسن سلوک کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ حسن سلوک کیا ہے —— کیونکہ غریبوں کے نصیب کا بھی تجھے ملا ہے، پس ان کو پہنچا —— اور زمین میں بگاڑ مت چاہ، بے شک اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتے —— یعنی سیدھی راہ چل، پیسے کے بوتے پر زمین میں اودھم مچانا اور خرابیاں ڈالنا اچھا نہیں۔

قارون نے کہا: مجھے سب کچھ میری ہنر مندی سے ملا ہے! —— اللہ نے مجھے کہاں دیا ہے؟ —— کیا اس کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے ایسی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو اس سے زور آور اور تعداد میں زیادہ تھیں؟ —— یعنی اللہ

نے ان کا سب کچھ لے لیا، نہ مال رہا نہ مالدار، اور یہ لے لینا دلیل ہے کہ دیا بھی اسی نے تھا، ورنہ اس کو لینے کا کیا حق تھا؟
—— اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جاتا —— وجہ بتاؤ؟ نوٹس نہیں دیا جاتا، وقت آنے پر یکدم مونڈی پکڑ کر کاٹ دی جاتی ہے، تیرا بھی جب وقت آئے گا یہی حشر ہوگا۔

عذاب کا کوڑا آناً فاناً برستا ہے، پھر سنبھلنے کا موقعہ نہیں ملتا!

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۷/۱۱

فَخَرَجَ	پس وہ نکلا	يٰلَيْتَ لَنَا	اے کاش ہمارے لئے (ہوتا)	وَقَالَ	اور کہا
عَلٰى قَوْمِهٖ	اپنی قوم کے سامنے			الَّذِيْنَ	جو
فِىْ زِيْنَتِهٖ	اپنے ٹھاٹھ (آرائش) میں	مِثْلَ مَاۤ (۱)	مانند اس کے جو	اُوْتُوا	دیئے گئے
		اُوْتِىَ	دیا گیا	الْعِلْمَ	علم
قَالَ	کہا	قَارُوْنُ	قارون	وَيْلَكُمْ	ناس ہو تمہارا!
الَّذِيْنَ	جو	اِنَّهٗ	بے شک وہ	ثَوَابُ	بدلہ
يُرِيْدُوْنَ	چاہتے ہیں	لَذُوْ حَظٍّ	قسمت والا ہے	اللّٰهِ	اللہ کا
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگی	عَظِيْمٍ	بڑی	خَيْرٌ	بہتر ہے

(۱) مثلَ: لیتَ کا اسم مؤخر ہے۔

لِّمَنْ	اس کے لئے جو	مِنْ فِئَةٍ	کوئی جماعت	يَبْسُطُ	کشادہ کرتے ہیں
اٰمَنَ	ایمان لایا	يَّنْصُرُوْنَهٗ	جو اس کی مدد کرتی	الرِّزْقَ	روزی
وَعَمِلَ	اور کیا اس نے	مِنْ دُوْنِ	ورے	لِمَنْ يَّشَآءُ	جس کے لئے چاہتے ہیں
صَالِحًا	نیک کام	اللّٰهِ	اللہ کے	مِنْ عِبَادِهٖ	اپنے بندوں سے
وَلَا يُلَقّٰهَآ (۱)	اور دور سے نہیں پکڑائے	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا وہ	وَيَقْدِرُ	اور تنگ کرتے ہیں
	جاتے جنت	مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ (۲)	بدلہ لینے والوں میں سے	لَوْلَآ	اگر نہ ہوتی
اِلَّا	مگر	وَاَصْبَحَ	اور صبح کی	اَنْ	(یہ بات) کہ
الصّٰبِرُوْنَ	صبر شعار لوگ	الَّذِيْنَ	جنھوں نے	مَّنَّ اللّٰهُ	احسان کیا اللہ نے
فَخَسَفْنَا	پس دھنسادیا ہم نے	تَمَنَّوْا	آرزو کی تھی	عَلَيْنَا	ہم پر
بِهٖ	اس کو	مَكَانَهٗ	اس جیسا ہونے کی	لَخَسَفَ	تو دھنسایا جاتا
وَبِدَارِهِ	اور اس کے گھر کو	بِالْاَمْسِ	گذشتہ کل	بِنَا	ہم کو
الْاَرْضَ	زمین میں	يَقُوْلُوْنَ	کہہ رہے ہیں	وَيْكَاَنَّهٗ	ارے! گویا
فَمَا كَانَ	پس نہیں تھی	وَيْكَاَنَّ (۳)	ارے! گویا	لَا يُفْلِحُ	کامیاب نہیں ہوتے
لَهٗ	اس کے لئے	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ	الْكٰفِرُوْنَ	اللہ کا انکار کرنے والے

قارون کا باقی قصہ

پس قارون اپنی برادری کے سامنے اپنی آرائش کے ساتھ نکلا ــــــ لباسِ فاخر پہن کر، حشم وخدم کو ساتھ لے کر، شان وشوکت کے ساتھ کہیں جارہا تھا، اس کو دیکھ کر طالبینِ دنیا کی رال ٹپک گئی ــــــ ان لوگوں نے جو دنیا چاہتے تھے کہا: کیا خوب ہوتا! جو ہمیں بھی قارون جیسا مال سامان ملا ہوتا! واقعی وہ بڑا خوش نصیب ہے! ــــــ اس کی زندگی قابلِ رشک ہے!

اور جن لوگوں کو اللہ نے علم دیا تھا، انھوں نے کہا: تمہارا ناس ہو! اللہ کا ثواب بدرجہا بہتر ہے اس شخص کے لئے جو ایمان لایا، اور اس نے نیک کام کیا، اور جنت نہیں عطا کی جاتی مگر صبر شعار لوگوں کو! ــــــ یعنی ذی علم لوگوں نے کہا: کم بختی

(۱) يُلَقّٰى: مضارع مجہول منفی، واحد مذکر غائب، مصدر تَلْقِيَة (تفعیل): دور سے پھینک کر کوئی چیز پکڑانا، دینا، عطا کرنا ...... ھا کا مرجع آخرت (جنت) ہے، جو ثواب سے سمجھا جاتا ہے (۲) اِنْتِصَار: بدلہ لینا (۳) ویکأن: میں نحویوں کا بڑا اختلاف ہے (لغات القرآن) میرے نزدیک: وَیْ: ہلکا کلمۂ تعجب یا تحسر ہے، اور كَاَنَّ: حرف مشبہ بالفعل ہے۔

مارو! دنیا کی چمک دمک پر کیا ریجھتے ہو! آخرت کی فکر کرو، صالحین کو آخرت میں جو دولت ملے گی وہ دنیا سے بدرجہا بہتر ہوگی، مگر وہ انہی مؤمنین صالحین کو نصیب ہوگی جو حلال طریقوں سے رزق کماتے ہیں، اور اس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پس کوئی ایسی جماعت نہیں تھی جو اس کو اللہ کے عذاب سے بچاتی، اور نہ وہ خود اپنے کو عذاب سے بچا سکا! ـــــ یعنی نہ اس کے جتھے نے اس کی مدد کی نہ اس کی اپنی قوت ہی اس کے کچھ کام آئی ـــــ اور صبح کو ـــــ یعنی اس کی ہلاکت کے بعد ـــــ وہ لوگ جو کل گذشتہ ـــــ یعنی ماضی قریب میں ـــــ اس جیسا ہونے کی آرزو کرتے تھے، کہنے لگے: بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتے ہیں روزی کشادہ کرتے ہیں، اور (جس کے لئے چاہتے ہیں روزی) تنگ کرتے ہیں ـــــ یعنی رزق کی تنگی اور کشادگی مقبول ومردود ہونے کا معیار نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جس کے لئے چاہتے ہیں روزی کے دروازے کھولتے ہیں، اور جس کے لئے چاہتے ہیں بند کرتے ہیں، اور ہر حال میں بندوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے، یہ بات قارون کا برا انجام دیکھ کر ترقی کے طالبوں کی سمجھ میں آگئی، چنانچہ انھوں نے کہا: ـــــ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا ـــــ اور قارون جیسا نہیں بنایا، ورنہ ـــــ ہم بھی دھنسا دیئے جاتے! بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ منکرین کامیاب نہیں ہوتے ـــــ مؤمنین ہی کامیاب ہوتے ہیں، خواہ ان کو دنیا کم ملے یا زیادہ!

قارون کی دولت کو نادانوں نے کہا کہ اس کی بڑی قسمت ہے! بڑی قسمت یہ نہیں، آخرت کی کامیابی بڑی قسمت ہے!

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۸۳ مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۴ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَاۗءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۸۵ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۸۶ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ

اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾

ع ۹ / ۱۲

تِلْكَ	وہ	مِنْهَا	اس سے	الْقُرْاٰنَ	قرآن
الدَّارُ	گھر	وَمَنْ جَآءَ	اور جو لایا	لَرَآدُّكَ	ضرور لوٹانے والا
الْاٰخِرَةُ	پرے کا	بِالسَّيِّئَةِ	برائی		ہے تجھ کو
نَجْعَلُهَا	بنائیں گے ہم اس کو	فَلَا يُجْزَى	پس نہیں بدلہ دیئے	اِلٰى مَعَادٍ (۴)	لوٹنے کی جگہ کی طرف
لِلَّذِيْنَ	ان کے لئے جو		جائیں گے	قُلْ	کہو
لَا يُرِيْدُوْنَ	نہیں چاہتے	الَّذِيْنَ	وہ جنھوں نے	رَّبِّيْٓ	میرا پروردگار
عُلُوًّا (۱)	بڑائی	عَمِلُوا	کیں	اَعْلَمُ	خوب جانتا ہے
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	السَّيِّاٰتِ	برائیاں	مَنْ جَآءَ	اس کو جو لایا ہے
وَلَا فَسَادًا	اور نہ بگاڑ	اِلَّا مَا	مگر جو	بِالْهُدٰى	ہدایت
وَالْعَاقِبَةُ (۲)	اور اچھا انجام	كَانُوْا	تھے	وَمَنْ هُوَ	اور اس کو جو وہ
لِلْمُتَّقِيْنَ	پرہیزگاروں کے لئے ہے	يَعْمَلُوْنَ	کرتے	فِيْ ضَلٰلٍ	گمراہی میں ہے
مَنْ جَآءَ	اور جو لایا	اِنَّ	بے شک	مُّبِيْنٍ	کھلی
بِالْحَسَنَةِ	نیکی	الَّذِيْ	جس نے	وَمَا	اور نہیں
فَلَهٗ	پس اس کے لئے	فَرَضَ (۳)	مقرر کیا	كُنْتَ	تھے آپ
خَيْرٌ	بہتر ہے	عَلَيْكَ	آپ پر	تَرْجُوْٓا	امید رکھتے

(۱) عُلوا: عَلَا يَعْلُو کا مصدر ہے، مادہ کی دلالت بلندی اور رفعت پر ہے، اور اس کا استعمال قابل مدح اور قابل مذمت دونوں کے لئے ہوتا ہے، یہاں سرکشی کے معنی ہیں (۲) العاقبة: عَقَبَ يَعْقُبُ (ن) کا مصدر ہے: پیچھے آنا، اور العاقبة کا استعمال ثواب کے لئے مخصوص ہے (۳) فَرَضَ: مقرر کیا: یعنی اس کے احکام برائے عمل مقرر کئے (۴) مَعَاد (ظرف مکان): لوٹ کر آنے کی جگہ یعنی جنت، جو انسانوں کا وطن اصلی ہے۔

اَنْ يُّلْقٰٓى	کہ ڈالی جائے گی	عَنْ اٰيٰتِ	آیتوں سے	مَعَ اللّٰهِ	اللہ کے ساتھ
اِلَيْكَ	آپ کی طرف	اللّٰهِ	اللہ کی	اِلٰهًا اٰخَرَ	دوسرے معبود کو
الْكِتٰبُ	کتاب (قرآن)	بَعْدَ اِذْ	اس کے بعد کہ	لَآ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں
اِلَّا رَحْمَةً	مگر مہربانی ہے	اُنْزِلَتْ	اتاری گئیں وہ	اِلَّا هُوَ	مگر وہی
مِّنْ رَّبِّكَ	آپ کے رب کی	اِلَيْكَ	آپ کی طرف	كُلُّ شَيْءٍ	ہر چیز
فَلَا تَكُوْنَنَّ	پس ہرگز نہ ہوں آپ	وَادْعُ	اور بلا	هَالِكٌ	نابود ہونے والی ہے
ظَهِيْرًا	مددگار	اِلٰى رَبِّكَ	اپنے رب کی طرف	اِلَّا وَجْهَهٗ	مگر اس کا چہرہ
لِّلْكٰفِرِيْنَ	کافروں کے	وَلَا تَكُوْنَنَّ	اور ہرگز نہ ہوتو	لَهُ الْحُكْمُ	اسی کے لئے حکم ہے
وَلَا يَصُدُّنَّكَ (۱)	اور ہرگز نہ روکیں	مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ	مشرکوں میں سے	وَاِلَيْهِ	اور اسی کی طرف
	کافر تجھ کو	وَلَا تَدْعُ	اور نہ پکاریں آپ	تُرْجَعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے تم

ربط: اب آخر سورت تک مؤمنین سے خاص خطاب ہے، ایک دو آیتوں میں نزول کے اعتبار سے نبی ﷺ سے خطاب ہے، مگر وہ بھی نظم قرآنی میں مؤمنین ہی سے خطاب ہے، البتہ آخر میں عام خطاب ہے۔

جنت کس کے لئے ہے؟ —— وہ آخرت کا گھر (جنت) بنائیں گے ہم اُن کو ان لوگوں کے لئے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں نہ بگاڑ، اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے —— یعنی ایمان وعمل صالح کے بعد جنت نشیں بنانے والے دو وصف ہیں: ایک: تواضع (خاکساری) دوسرا: اصلاح معاشرہ۔ خاکساری: یہ ہے کہ خود کو مٹی جیسا سمجھے، فی حد ذاتہ دوسروں کو خود سے بہتر جانے، بڑائی نہ چاہنے کا یہی مطلب ہے، اور بگاڑ نہ چاہنے کا مطلب ہے: لوگوں کے احوال کو سنوارنا، اس کی جو بھی صورت ہو...... اور ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ بطور دلیل لایا گیا ہے کہ جنت نیکوں کی جگہ ہے، بدکاروں کی جگہ نہیں۔

آخرت میں جزاؤ سزا کا ضابطہ: —— جو شخص نیکی لایا: اس کے لئے اس سے بہتر ہے، اور جو شخص بدی لایا: تو جنھوں نے برائیاں کیں: وہ بدلہ نہیں دیئے جائیں گے مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے —— اس سے بہتر ہے: یعنی نیکی کا کم از کم دس گنا ثواب پائے گا —— اور نیکی پر وعدہ کیا ہے، پس یقیناً اس کا بدلہ ملے گا —— اور برائی پر وعدہ نہیں کیا، بلکہ فرمایا: اپنے کئے ہی کی سزا ملے گی، کیونکہ بدی معاف بھی ہوسکتی ہے، اور اس کی سزا بڑھتی بھی نہیں۔

(۱) لَا يَصُدُّنَّ: نہی، با نون تاکید، جمع مذکر غائب، صَدّ: مصدر باب نصر: روکنا۔ قاعدہ: واحد مذکر غائب میں نون ثقیلہ سے پہلے زبر ہوتا ہے، جیسے لَيَقُوْلَنَّ الذین کفروا اور جمع مذکر غائب میں پیش ہوتا ہے، جیسے یہاں، کیونکہ واو محذوف ہوتا ہے۔

جنت میں پہنچنے کے لئے قرآن پر عمل ضروری ہے: ـــــ بے شک جس نے آپ کے لئے قرآن مقرر کیا ہے وہ ضرور آپ کو لوٹنے کی جگہ (جنت) کی طرف لوٹائے گا ـــــ انسان کا اصلی وطن جنت ہے، دادا دادی جنت میں بسائے گئے تھے، پھر وہاں سے زمین پر اتارے گئے، اور وطن سے ہر کسی کو محبت ہوتی ہے، ہر شخص اپنے وطن کی طرف لوٹنا چاہتا ہے، مگر وطن کا راستہ پیچ در پیچ ہو تو گائڈ بک کی ضرورت پڑتی ہے، اور وہ قرآنِ کریم ہے، اس کا نزول اسی مقصد سے ہوا ہے، لوگ اس پر عمل کر کے ہی جنت میں پہنچ سکتے ہیں۔

ملحوظہ: اس سورت کا نزول کا نمبر ۴۹ ہے، مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں یعنی یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، مگر یہ آیت ہجرت کے وقت اتری ہے، اس کے ذریعہ نبی ﷺ کی تسلی فرمائی ہے کہ پھر مکہ میں آؤ گے، اور خوب اچھی طرح پورے غالب ہو کر آؤ گے، کیونکہ آپ برحق نبی ہیں، اللہ نے آپؐ پر قرآن اتارا ہے، پس یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا، جیسے اسی سورت کی (آیت ۵۶): ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ، وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ ابو طالب کے بے ایمان مرنے پر نبی ﷺ کی تسلی کے لئے نازل ہوئی ہے، اور نظم قرآنی میں اس کو اس سورت میں رکھا گیا ہے۔ پس نزول کے اعتبار سے معاد سے مکہ مکرمہ مراد ہے، اور نظم قرآنی کے اعتبار سے جنت مراد ہے۔

رسول اللہ ﷺ برحق نبی ہیں اور منکرین صریح گمراہی میں ہیں: ـــــ کہو: میرا پروردگار خوب جانتا ہے اس کو جو ہدایت لایا ہے، اور اس کو جو کھلی گمراہی میں ہے ـــــ اور آپ کے برحق نبی ہونے کی دلیل آپؐ پر نازل شدہ قرآن ہے ـــــ اور آپؐ امید نہیں رکھتے تھے کہ آپؐ پر قرآن اتارا جائے گا، مگر وہ محض آپؐ کے رب کی مہربانی ہے ـــــ یعنی آپ کچھ رسالت اور نزولِ قرآن کے انتظار میں نہیں تھے، یہ محض رحمتِ الٰہی ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری اور وحی سے سرفراز فرمایا۔

خطاب عام: ـــــ پس آپ ہرگز کافروں کے پشت پناہ نہ بنیں ـــــ یہ امت کو سنایا کہ تم ان کی حمایت ہرگز مت کرو ـــــ اور ہرگز آپ کو کفار نہ روکیں اللہ کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے آپ کی طرف ان کے نزول کے بعد ـــــ اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں، اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہوں ـــــ یعنی اپنی قوم کی ہم نوائی ہرگز مت کرو، بلکہ ان کو اپنے رب کی طرف دعوت دو ـــــ اور آپ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکاریں (کیونکہ) ان کے علاوہ کوئی معبود نہیں (اور کوئی اور معبود کیسے ہو سکتا ہے؟) ہر چیز نابود ہونے والی ہے، سوائے اس کی ذات کے ـــــ اور فانی معبود نہیں ہو سکتا ـــــ اور اسی کا حکم چلتا ہے ـــــ پس وہی معبود برحق ہے ـــــ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے! ـــــ یعنی وہی مرجع خلائق ہیں! ان کے علاوہ نہ کوئی خالق ہے نہ مالک!

﴿بحمدہ تعالیٰ ۴ / رجب المرجب ۱۴۳۶ھ = ۲۳ / مئی ۲۰۱۵ء کو سورۃ القصص کی تفسیر پوری ہوئی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ العنکبوت

نمبر شمار ۲۹ نزول کا نمبر ۸۵ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۶۹ رکوع: ۷

یہ آخری مکی سورت ہے، اس کے نزول کا نمبر پچاسی ہے، مکی سورتیں کل پچاسی ہیں۔ یہ سورت ایسے زمانہ میں نازل ہوئی ہے جب مکہ والوں کا ظلم اپنی انتہاء کو پہنچ گیا تھا، وہ نبی ﷺ کو قتل کرنے کا پلان بنا رہے تھے، اور مسلمان وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے، چنانچہ ان کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیدیا تھا —— ہجرت آسان کام نہیں، وطن، اقرباء اور کاروبار چھوڑ کر خالی ہاتھ چل دینا بڑا مجاہدہ ہے، آدمی سوچتا ہے کہ بے وطنی میں کون پرسانِ حال ہوگا؟ کیا کھاؤں گا، کہاں رہوں گا، کیا کروں گا؟ مگر دین کی خاطر یہ مشقت جھیلنی پڑتی ہے، اب موڑ آگیا تھا کہ یا تو وطن چھوڑے یا دین کو، وطن کو چھوڑنا آسان تھا بہ نسبت دین چھوڑنے کے، اس لئے یہ سورت استقامت علی الدین کے بیان سے شروع ہوئی ہے، فرمایا: آزمائشوں سے مت گھبراؤ، دین پر مضبوط رہو، اور استقامت پر مژدہ سنایا، اور بتایا کہ مجاہدہ میں مجاہد ہی کا نفع ہے —— پھر مجاہدہ کی ایک مثال بیان کی ہے کہ اگر ماں باپ دین چھوڑنے کے لئے دباؤ ڈالیں تو ان کی بات مت مانو، یہ بڑا مجاہدہ ہے —— پھر چند ظالم اقوام واشخاص کی تباہی کا حال سنایا ہے، اس میں مسلمانوں کے لئے اچھے انجام کا اور اعداء کی تباہی کا اشارہ ہے، پھر چند ضمنی سوالوں کے جوابات ہیں۔

پھر یہ بیان شروع ہوا ہے کہ کائنات خاص مقصد سے پیدا کی گئی ہے، جس کو قرآنِ کریم واضح کرتا ہے، اور قرآن کی حقانیت کی تین دلیلیں بیان کی ہیں، اور کفار کے اس مطالبہ کے تین جوابات دیئے ہیں کہ اگر وہ باطل پر ہیں تو اللہ کا عذاب کیوں نہیں آجاتا؟

اس کے بعد مہاجرین کے لئے یہ مضمون بیان کیا ہے کہ اسبابِ رزق اللہ نے پیدا کئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اسبابِ معیشت کی تجدید بھی کرتے ہیں، پس رزق کی فکر میں مت پڑو، اللہ پر بھروسہ کرو، وہ ہر جگہ رزق پہنچائیں گے۔

اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ اسبابِ رزق کی طرح اللہ تعالیٰ اس کائنات کی بھی تجدید کریں گے، اور دوسری زندگی —— جو آخری زندگی ہوگی —— اصل زندگی ہوگی، پس اس کے لئے محنت کرنی چاہئے، کیونکہ دنیا کی زینت کفر سے ہے اور آخرت کی ایمان اور اعمالِ صالحہ سے، پھر مشرکین کو اللہ کا یہ عظیم احسان یاد دلایا ہے کہ اللہ نے حرم شریف کو امن کی جگہ بنایا ہے، اللہ کے اس احسان کا شکر بجالاؤ، بتوں کو چھوڑو، اور ایک اللہ پر ایمان لاؤ۔

پھر آخر میں ان لوگوں کا انجام بیان کیا ہے جو کلمہ کے دونوں اجزاء کا انکار کرتے ہیں یا کسی ایک جزء کو نہیں مانتے، اور بالکل آخری آیت میں دین کے لئے مشقتیں جھیلنے والوں سے نصرت کا وعدہ کیا ہے۔

آیاتہا ۶۹ (۲۹) سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ (۸۵) رکوعاتہا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الٓمّٓ ۝۱ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝۲ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۴ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۷

بِسْمِ	نام سے	وَهُمْ	اور وہ	وَلَيَعْلَمَنَّ	اور ضرور جانیں گے
اللّٰهِ	اللہ کے	لَا يُفْتَنُوْنَ (۳)	آزمائے نہیں جائیں گے؟	الْكٰذِبِيْنَ	جھوٹوں کو
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	وَلَقَدْ	اور البتہ واقعہ یہ ہے	اَمْ حَسِبَ	کیا خیال کرتے ہیں
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے	فَتَنَّا	(کہ) ہم نے آزمایا	الَّذِيْنَ	جو
الٓمّٓ	الف، لام، میم	الَّذِيْنَ	ان لوگوں کو جو	يَعْمَلُوْنَ	کرتے ہیں
اَحَسِبَ	کیا سمجھا ہے	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	السَّيِّاٰتِ	برائیاں
النَّاسُ	لوگوں نے	فَلَيَعْلَمَنَّ	پس ضرور جانیں گے	اَنْ يَّسْبِقُوْنَا	کہ ہمارے ہاتھ سے
اَنْ يُّتْرَكُوْٓا (۱)	کہ چھوڑ دیئے جائیں گے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ		نکل جائیں گے؟
اَنْ يَّقُوْلُوْٓا (۲)	یہ کہنے پر کہ	الَّذِيْنَ	ان کو جنھوں نے	سَاۗءَ مَا	برا ہے جو
اٰمَنَّا	ہم ایمان لائے	صَدَقُوْا	سچ کہا	يَحْكُمُوْنَ	فیصلہ کرتے ہیں وہ

(۱) اَن یترکوا: اَن مصدریہ، مابعد کے ساتھ مل کر حسب کے دومفعولوں کے قائم مقام (۲) اَن یقولوا: اَن مصدریہ، اس سے پہلے لام اجلیہ محذوف ہے، اور جار مجرور یترکوا سے متعلق ہیں (۳) فتن (ض) فتنًا: سونے چاندی اور دیگر معدنیات کو جانچنے کے لئے آگ میں تپانا۔ ثانوی معنی: کسی چیز سے آزمانا، کسی آزمائش میں مبتلا کرنا۔

مَنْ كَانَ	جو شخص ہے	جَاهَدَ (۱)	پوری طاقت لگائی	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام
يَرْجُوْا	امید باندھے ہوئے ہے	فَاِنَّمَا	پس صرف	لَنُكَفِّرَنَّ	ضرور مٹائیں گے ہم
لِقَآءَ اللّٰهِ	اللہ سے ملاقات کی	يُجَاهِدُ	طاقت لگاتا ہے	عَنْهُمْ	ان سے
فَاِنَّ اَجَلَ	پس بیشک مقررہ وقت	لِنَفْسِهٖ	اپنے نفع کے لئے	سَيِّاٰتِهِمْ	ان کی برائیاں
اللّٰهِ	اللہ سے (ملاقات کا)	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ	اور ضرور بدلہ دیں
لَاٰتٍ	ضرور آنے والا ہے	لَغَنِيٌّ	یقیناً بے نیاز ہیں		گے ہم ان کو
وَهُوَ	اور وہ	عَنِ الْعٰلَمِيْنَ	تمام جہانوں سے	اَحْسَنَ (۲)	بہترین بدلہ
السَّمِيْعُ	سب کچھ سننے والے	وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	الَّذِيْ	ان کاموں کا جو
الْعَلِيْمُ	سب کچھ جاننے والے ہیں	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	وہ کیا کرتے تھے
وَمَنْ	اور جس نے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	❁	❁

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

استقامت علی الدین کا بیان

ربط: گذشتہ سورت کے آخر میں خطابِ عام تھا: ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ آيَاتِ اللّٰهِ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ﴾: اور ہرگز کفار تجھے نہ روکیں اللہ کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے، تیری طرف ان کے نزول کے بعد۔ یعنی جب قرآن آ گیا، تو اب ایمان لانے میں دیر کیا؟ اور ایمان لانے کے بعد کسی آزمائش سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ یہ سورت استقامت علی الدین کے بیان سے شروع ہو رہی ہے، پہلے مؤمنین کی ڈھارس بندھائی ہے، پھر ظالموں کو دھمکایا ہے اور مجاہدہ پر مژدہ سنایا ہے۔

یہ سورت مکی دور کے آخر میں اتری ہے، وہ پُر آشوب دور تھا، لوگ اسلام قبول کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے، کیونکہ جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ مصائب میں گھرے ہوئے تھے، اور کفار کے مظالم سے تنگ آ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے، چنانچہ یہ سورت اس بیان سے شروع ہوئی ہے کہ جب بھی کوئی نئی ملت وجود میں آتی ہے تو اس کو کٹھنائیوں سے گذرنا پڑتا ہے، یہ آج کوئی نئی بات نہیں، ارشادِ پاک ہے: —— الف، لام، میم —— یہ حروفِ مقطعات ہیں، ان کی مراد

(۱) جاهد في الأمر: پوری طاقت صرف کرنا، پوری کوشش کرنا، نفس، شیطان اور اعدائے اسلام سے ٹکر لینا، مجاہدہ کرنا (۲) أحسن (اسم تفضیل) مضاف الیہ کے ساتھ مل کر نجزی کا مفعول ثانی۔

اللہ تعالیٰ جانتے ہیں —— کیا لوگوں (مسلمانوں) نے سمجھا ہے کہ ان کو چھوڑ دیا جائے گا یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لائے، اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ —— ضرور آزمایا جائے گا! اللہ کی سنت (طریقہ) یہی ہے کہ ہر ملت کو ابتداء میں سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں، ارشادِ پاک ہے: —— بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو جانچا جو ان سے پہلے ہوئے —— یعنی گذشتہ نبیوں کے متبعین بھی سخت آزمائشوں سے گذرے ہیں، بخاری شریف میں حدیث (نمبر ۳۶۱۲) ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: آپؐ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں، اور دعا فرمائیں، دیکھئے کفار نے ہمارا کیا حال کر رکھا ہے؟ اور کرتا اٹھا کر پیٹھ دکھائی، آپ ﷺ کعبہ شریف کے سایہ میں لیٹے ہوئے تھے، آپؐ اٹھ بیٹھے، اور فرمایا: (بس ابھی سے گھبرا گئے) پہلے ایک آدمی زمین میں گاڑا جاتا تھا، پھر آرے سے اس کو چیر دیا جاتا تھا، دوسرے کی کھال اور گوشت لوہے کی کنگھیوں سے اتار لیا جاتا تھا، مگر یہ مظالم ان کو ایمان سے نہیں ہٹاتے تھے۔ بخدا! ضرور یہ دین تکمیل پذیر ہوگا، یہاں تک کہ ایک اونٹ سوار صنعائے یمن سے حضر موت تک چلے گا، اور اسے خدا کے علاوہ اور بکریوں پر بھیڑیے کے علاوہ کوئی ڈر نہیں ہوگا، مگر تم جلدی مچاتے ہو! (ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہتے ہو یعنی تھوڑا انتظار کرو، حالات ضرور پلٹیں گے)

پس ضرور اللہ تعالیٰ جانیں گے ان کو جنھوں نے سچ کہا، اور ضرور جانیں گے جھوٹوں کو —— یعنی اللہ تعالیٰ علانیہ ظاہر کریں گے کہ دعوئے ایمان میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ اور اس کے موافق ہر ایک سے معاملہ کریں گے۔

سوال: ﴿لَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ﴾ (ضرور اللہ تعالیٰ جانیں گے) اس سے حدوثِ علم کا وہم ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے، حوادث (واقعات) کے وقوع سے پہلے اللہ تعالیٰ کو ہر بات معلوم ہے، جانچ کی حاجت نہیں۔

جواب: مفسرین کرام نے اس سوال کا مختلف طرح سے جواب دیا ہے، اوپر ایک جواب کی طرف اشارہ کیا ہے، علم باری تعالیٰ کی دو جہتیں ہیں، ایک: اللہ کی جہت، دوسری: بندوں کی جہت، اول ازلی ہے اور دوسری حادث، اللہ تعالیٰ کے علم میں تو سب کچھ ازل سے ہے، مگر اس کے علانیہ اظہار کے لئے آزمائش ضروری ہے، پس لَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ بمعنی لَيُبِيْنَنَّ اللّٰهُ ہے (ابن عباسؓ)

نظیر: جیسے تقدیر کی دو جہتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی جانب میں تقدیم مبرم (قطعی) ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے شمولِ علم کے ساتھ تھے ہے۔ اور بندوں کی جانب میں معلّق (لٹکی ہوئی) ہے، کیونکہ وہ بندوں کے عدم علم کے ساتھ تھے ہے (تفصیل تحفۃ القاری شرح صحیح بخاری ۱۱: ۳۶۹ میں ہے)

مثال سے وضاحت: جیسے استاذ جانتا ہے کہ فلاں طالب علم جماعت میں اول آئے گا، اور فلاں ناکام ہوگا، مگر اس

جاننے پر احکام مرتب نہیں ہوسکتے، امتحان ضروری ہے، دونوں کے جوابات پوزیشن متعین کریں گے، اسی طرح بلاتشبیہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی پر مدار نہیں رکھا جاسکتا، علانیہ اظہار کے لئے جانچ ضروری ہے، اسی سے حجت قائم ہوگی۔

ظالموں کو دھمکی: —— کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں —— مسلمانوں کو ستاتے ہیں —— یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے؟ —— وہ بچ کر کہاں جائیں گے؟ —— برا ہے فیصلہ جو وہ کرتے ہیں —— یعنی مؤمنین کے امتحانات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ ہم مزے سے ظلم کرتے رہیں گے اور پکڑے نہیں جائیں گے وہ اللہ تعالیٰ سے بچ کر کہاں جاسکتے ہیں؟ جو سخت ترین سزا ان کو ملنے والی ہے اس کے سامنے مسلمانوں کے امتحان کی سختی کچھ بھی نہیں، اگر اِس وقت کی عارضی مہلت سے انھوں نے یہ رائے قائم کرلی ہے کہ وہ ہمیشہ مامون رہیں گے، اور سزا کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ نہیں آئیں گے تو درحقیقت انھوں نے بہت ہی بری بات طے کی ہے، ایسا احمقانہ فیصلہ آنے والی مصیبت کو روک نہیں سکتا (فوائد شبیری)

مجاہدہ پر مُژدہ! —— مُجاہدہ: جان فشانی، سخت محنت۔ دین پر مضبوط جمنا اور اعداء اسلام کی طرف سے آنے والی سختیاں جھیلنا۔ اور ناموافق حالات میں بھی دین پر استوار رہنا بڑا مجاہدہ ہے، اس پر خوش خبری سناتے ہیں —— جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہے وہ (جان لے کہ) اللہ تعالیٰ (سے ملنے) کا مقررہ وقت ضرور آنے والا ہے —— یعنی جو مؤمنین اس توقع پر ظلم وستم سہہ رہے ہیں کہ ان کو آخرت میں اس کا صلہ ملے گا، وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا مقررہ وقت آیا چاہتا ہے، مؤمنین کی توقعات پوری ہوکر رہیں گی —— اور وہ سب کچھ سننے والے سب کچھ جاننے والے ہیں —— یعنی وہ سب کی باتیں سن رہے ہیں اور سب کے احوال دیکھ رہے ہیں، وہ مؤمنین کی محنت رائگاں نہیں کریں گے۔

مجاہدہ میں لوگوں کا اپنا نفع ہے! —— اور جو شخص پوری طاقت لگاتا ہے وہ اپنے فائدے ہی کے لئے پوری طاقت لگاتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جہانوں سے بے نیاز ہیں —— یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کی طاعت سے کیا نفع اور معصیت سے کیا نقصان! وہ بے نیاز ذات ہے۔ ہاں بندہ پروردگار کی طاعت میں محنت اٹھائے اس کا پھل دارین میں اس کو ملے گا، مجاہدین کچھ اللہ پر احسان نہیں کرتے، اللہ کا احسان ہے کہ اس نے مجاہدہ کی توفیق دی۔

من نہ کردم خلق تا سُودے کنم ❁ بلکہ تا بر بندگاں جُودے کنم

میں نے مخلوق اس لئے پیدا نہیں کی کہ کچھ فائدہ اٹھاؤں ÷ بلکہ اس لئے پیدا کی ہے کہ بندوں پر بڑی سخاوت کروں۔

ایمان کا صلہ: —— اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے، ہم ضرور ان سے ان کی برائیاں مٹائیں گے، اور ہم ضرور ان کو ان کاموں کا بہترین بدلہ دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے —— سورۃ ہود (آیت ۱۱۴) میں ضابطہ ہے:

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾: بے شک نیک کام برے کاموں کو مٹادیتے ہیں، وضوء اور نماز وغیرہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں ـــــ اور ابھی سورۃ القصص (آیت ۸۴) میں آیا ہے: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا﴾: اور جو شخص نیکی لایا اس کو اس سے بہتر بدلہ ملے گا یعنی زیادہ بدلہ ملے گا، جس کا اقل درجہ دس گنا ہوگا، مؤمنین اس بدلہ پر خوش ہوں، دین پر مضبوط رہیں اور ہر طرح کی سختیاں خندہ پیشانی سے جھیلیں، ان کی محنت رائگاں نہیں جائے گی۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٨ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ۝

وَوَصَّيْنَا	اور تاکید کی ہم نے	لَكَ	تیرے لئے	بِمَا	ان کاموں سے جو
الْإِنْسَانَ	انسان کو	بِهِ[2]	اس کے خدا ہونے کا	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	تم کیا کرتے تھے
بِوَالِدَيْهِ	اس کے ماں باپ کے ساتھ	عِلْمٌ	کچھ علم	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ
حُسْنًا[1]	بھلائی کرنے کی	فَلَا تُطِعْهُمَا	پس دونوں کا کہنا	آمَنُوا	ایمان لائے
وَإِنْ	اور اگر		مت مان	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
جَاهَدَاكَ	دباؤڈالیں دونوں تجھ پر	إِلَيَّ	میری طرف	الصَّالِحَاتِ	نیک کام
لِتُشْرِكَ	تاکہ شریک ٹھہرائے تو	مَرْجِعُكُمْ	تمہارا لوٹنا ہے	لَنُدْخِلَنَّهُمْ	ضرور داخل کریں
بِي	میرے ساتھ	فَأُنَبِّئُكُمْ	پس آگاہ کروں گا		گے ہم ان کو
مَا لَيْسَ	اس چیز کو کہ نہیں		میں تم کو	فِي الصَّالِحِينَ	نیک لوگوں میں

مجاہدہ کی مثال: ماں باپ شرک کے لئے دباؤڈالیں تو ان کی بات مت مانو:

ماں باپ سے زیادہ حق کسی کا نہیں، مگر اللہ کا حق ان سے بھی زیادہ ہے، پس اللہ کی خاطر نہ دین چھوڑے نہ گناہ کرے، حدیث میں ہے: لاطاعةَ لمخلوق فی معصية الخالق: کسی بھی مخلوق کی بات ماننا جائز نہیں خالق کی نافرمانی کے کام

(۱) حُسْنا: مصدر محذوف کی صفت ہو کر وَصَّینا کا مفعول مطلق ہے أی: وصيناه إيصاء حسنا (۲) به میں مضاف محذوف ہے، أی بإلهيته: اس کے معبود ہونے کا...... اور علمٌ: لیس کا اسم مؤخر ہے۔

میں، نہ ماں باپ کی، نہ شوہر کی، نہ پیر کی، نہ استاذ کی، نہ بادشاہ کی، اللہ کا حق ان سب کے حقوق سے مقدم ہے۔

آیت کا شانِ نزول: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی والدہ نے جو مشرکہ تھی بیٹے کے اسلام کی خبر سن کر عہد کیا کہ دانہ پانی کچھ نہ چکھوں گی، نہ چھت کے نیچے آرام کروں گی، تا آنکہ سعد اسلام سے پھر جائے، لوگ زبردستی منہ چیر کر کھانا پانی دیتے تھے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، اور بتلایا کہ اس طرح والدین کا خلافِ حق پر مجبور کرنا ایک ابتلاء ہے، چاہئے کہ مؤمن ثابت قدم رہے، اس کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئے۔

آیاتِ پاک: —— اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا —— یہ حکم اپنی جگہ برحق ہے، قرآن وحدیث اس کی تاکید سے بھرے پڑے ہیں —— اور اگر دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھہرائے اس چیز کو جس کے شریک ہونے کا تجھ کو کچھ علم نہیں —— کہاں سے علم ہوگا جب اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں —— پس تو ان دونوں کا کہنا مت مان —— اور توحید کو مت چھوڑ —— تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے، پس میں تم کو تمہارے سب کام جتلادوں گا —— کہ اولاد اور والدین میں سے کون ناحق تھا اور کون حق پر تھا —— اور کل قیامت کو کیا ابھی بتلا دیتے ہیں —— اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، ہم ان کو ضرور نیک بندوں میں شامل کریں گے —— یعنی ایک اللہ پر ایمان لانے والے ہی برحق ہیں، ان کو نیک بندوں میں شامل کیا جائے گا، اور یہ آدھا مضمون ہے، باقی آدھا فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا گیا ہے یعنی مشرک ماں باپ جنھوں نے مؤمن اولاد پر دباؤ ڈالا ہے وہ جہنم میں جائیں گے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

وَمِنَ النَّاسِ	اور بعضا انسان	فَاِذَآ	پھر جب	فِتْنَةَ	آزمائش کو
مَنْ يَّقُوْلُ	جو کہتا ہے	اُوْذِيَ	وہ ستایا جاتا ہے	النَّاسِ	لوگوں کی
اٰمَنَّا	ایمان لائے ہم	فِي اللّٰهِ (۱)	(راہِ) خدا میں	كَعَذَابِ اللّٰهِ	اللہ کے عذاب کی طرح
بِاللّٰهِ	اللہ تعالیٰ پر	جَعَلَ	(تو) قرار دیتا ہے	وَلَئِنْ جَآءَ	اور بخدا! اگر آئی

(۱) فی اللہ: ای فی دین اللہ: دین کی وجہ سے۔

نَصْرٌ	مدد	اَوَلَيْسَ	کیا اور نہیں	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
مِّنْ رَّبِّكَ	تیرے رب کی طرف سے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	الَّذِيْنَ	ان لوگوں کو جو
لَيَقُوْلُنَّ	تو ضرور کہیں گے وہ	بِاَعْلَمَ(1)	خوب جاننے والے	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
اِنَّا	بے شک	بِمَا فِيْ صُدُوْرِ	اس کو جو سینوں میں ہے	وَلَيَعْلَمَنَّ	اور بخدا ضرور جانیں گے
كُنَّا	ہم تھے	الْعٰلَمِيْنَ	جہاں والوں کے	الْمُنٰفِقِيْنَ	منافقین کو
مَعَكُمْ	تمہارے ساتھ	وَلَيَعْلَمَنَّ	اور بخدا ضرور جانیں گے	❁	❁

ان لوگوں کا تذکرہ جو ایمان کا دعوی کرتے ہیں مگر ایمان دلوں میں راسخ نہیں

مسلمانوں کے زُمرے میں بے پینڈے کے لوٹے بھی ہوتے ہیں، ان کو دین کی وجہ سے جب کوئی نقصان یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کو آخری درجہ کی تکلیف سمجھتے ہیں، خدائی عذاب سمجھتے ہیں، اور دعوئے ایمان سے دست بردار ہونے لگتے ہیں، کفار کی ہم نوائی شروع کردیتے ہیں، قرآنِ کریم ان کو منافق قرار دیتا ہے ـــــ اور اگر مسلمانوں کا عروج اور کامیابی دیکھتے ہیں تو باتیں چھانٹتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ تھے ـــــ ایسے سب لوگ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں، وہ زبانی جمع خرچ کرکے اپنے دلوں کا حال اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ ان کا حال برملا ظاہر کرنا چاہتے ہیں، تاکہ مسلمان ان کو پہچان لیں۔

آیاتِ پاک: اور بعض لوگ کہتے ہیں: ہم اللہ پر ایمان لائے! پھر جب وہ دین کی وجہ سے ستائے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ کے عذاب کے مانند قرار دیتے ہیں ـــــ یعنی آخری درجہ کا آزار محسوس کرتے ہیں، حالانکہ وہ کہنی کی چوٹ ہوتی ہے جو جلد ہی زائل ہوجاتی ہے ـــــ اور بخدا! اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے کوئی مدد آئے تو وہ ضرور کہیں گے: ہم بالیقین تمہارے ساتھ ہیں! ـــــ تمہارے اسلامی بھائی ہیں، ہمیں بھی خیر پہنچنی چاہئے ـــــ کیا اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم نہیں وہ باتیں جو دنیا جہاں والوں کے سینوں میں ہیں؟ ـــــ اللہ کو ہر راز معلوم ہے! ـــــ اور بخدا! اللہ تعالیٰ ضرور جانیں گے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور ضرور جانیں گے منافقوں کو ـــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے: ﴿لَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ﴾ کا ترجمہ لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ کیا ہے (ابن کثیر) یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھلا دیں گے، دودھ اور پانی الگ کردیں گے، لوگ جان لیں گے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ

(۱) باعلم: لیس کی خبر پر باء زائد ہے۔

بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰھُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ ⑫ وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَھُمْ وَاَثْقَالًا
مَّعَ اَثْقَالِھِمْ ز وَلَیُسْئَلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَمَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ⑬ ع

ع ۱۳/۱

وَقَالَ	اور کہا	وَمَا هُمْ	اور نہیں ہیں وہ	مَّعَ اَثْقَالِهِمْ	اپنے بوجھوں کے ساتھ
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	بِحٰمِلِيْنَ	اٹھانے والے	وَلَيُسْئَلُنَّ	اور ضرور پوچھے
كَفَرُوْا	اسلام قبول نہیں کیا	مِنْ خَطٰيٰهُمْ	ان کے گناہوں میں سے		جائیں گے
لِلَّذِيْنَ	ان سے جنھوں نے	مِّنْ شَيْءٍ	کچھ بھی	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن
اٰمَنُوْا	قبول کیا	اِنَّهُمْ	بے شک وہ	عَمَّا	اس بات کے بارے
اتَّبِعُوْا	پیروی کرو	لَكٰذِبُوْنَ	یقیناً جھوٹے ہیں		میں جو
سَبِيْلَنَا	ہماری راہ کی	وَلَيَحْمِلُنَّ	اور وہ ضرور اٹھائیں گے	كَانُوْا	وہ تھے
وَلْنَحْمِلْ	اور ضرور اٹھائیں گے ہم	اَثْقَالَهُمْ	اپنے بوجھ	يَفْتَرُوْنَ	جھوٹی بنایا کرتے
خَطٰيٰكُمْ	تمہارے گناہ	وَاَثْقَالًا	اور دوسرے بوجھ	۞	۞

ضعیف الایمان مسلمانوں کو کافر چکمہ نہ دیں، کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں

منافقوں کے تذکرہ کے بعد کمزور ایمان والوں کا تذکرہ کرتے ہیں، ان کو کفار دھوکہ دیتے ہیں، ان کو کفار کی احمقانہ باتوں میں نہیں آنا چاہئے، کفار ایسے مسلمانوں سے کہتے ہیں: اسلام چھوڑ کر ہماری راہ پر آجاؤ، اپنے قدیم دھرم (شرک) کی طرف لوٹ جاؤ، اور ایسا کرنے کو اگر تم گناہ سمجھتے ہو تو ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے، تم بے فکر رہو۔

جواب: وہ لوگ جھوٹے ہیں، قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ہر شخص کو اپنا بوجھ اٹھانا ہوگا، اگر یہ کمزور ایمان والے خدانخواستہ کفر کی طرف پلٹ گئے تو اس کا وبال انہی کے سر پڑے گا، دوسرا کوئی ذمہ دار نہ ہوگا ——— ہاں کفار اپنا بوجھ ضرور ڈھوئیں گے، اور ساتھ ہی اضلال (گمراہ کرنے) کا بوجھ بھی ڈھوئیں گے، کیونکہ جو کسی کو گمراہ کرتا ہے یا بہکا پھسلا کر گناہ کراتا ہے اس کے بوجھ کا ایک حصہ اس سبب بننے والے کے ذمہ بھی پڑتا ہے، پس یہ بھی اسی کا بوجھ ہے ——— اور کفار نے جو جھوٹی بات گھڑی ہے کہ ہم تمہارا بوجھ اٹھالیں گے: اس کے بارے میں قیامت کے دن ان سے باز پرس ہوگی۔

آیاتِ کریمہ: اور جن لوگوں نے دین اسلام قبول نہیں کیا: ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے والوں سے کہا: ہمارے

راستہ کی پیروی کرو ـــــ یعنی کفر کی طرف پلٹ جاؤ ـــــ اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے ـــــ اگر کفر کی طرف پلٹنا تمہارے نزدیک گناہ ہو ـــــ اور وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں، وہ یقیناً جھوٹے ہیں ـــــ اپنی اس بات میں کہ ہم تمہارا گناہ اوڑھ لیں گے ـــــ اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے، اور دوسرے بوجھ بھی اپنے بوجھوں کے ساتھ، اور وہ قیامت کے دن ضرور پوچھے جائیں گے اس بات کے بارے میں جو وہ گھڑا کرتے تھے ـــــ یہ باز پرس ان کو سزا دینے کے لئے ہوگی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

وَلَقَدْ	اور بخدا واقعہ یہ ہے	سَنَةٍ	سال	ظٰلِمُوْنَ	ظالم تھے
اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	اِلَّا	مگر کم	فَاَنْجَيْنٰهُ	پس بچایا ہم نے اس کو
نُوْحًا	نوح کو	خَمْسِيْنَ	پچاس	وَاَصْحٰبَ	اور اصحابِ
اِلٰى قَوْمِهٖ	اس کی قوم کی طرف	عَامًا	سال	السَّفِيْنَةِ	کشتی کو
فَلَبِثَ	پس ٹھہرا وہ	فَاَخَذَهُمُ	پس پکڑا ان کو	وَجَعَلْنٰهَآ	اور بنایا ہم نے کشتی کو
فِيْهِمْ	ان میں	الطُّوْفَانُ (۱)	طوفان نے	اٰيَةً	ایک نشانی
اَلْفَ	ہزار	وَهُمْ	اور وہ	لِّلْعٰلَمِيْنَ	جہاں والوں کے لئے

ظالم اقوام کی تباہی: نوح علیہ السلام کی قوم کا واقعہ

اب مکہ کے ظالم کافروں کو اور ضعیف مسلمانوں کو چند ظالم اقوام کی تباہی کا حال سناتے ہیں۔ وہ اقوام یہ ہیں: حضرات نوح و ابراہیم ولوط و شعیب علیہم السلام کی اقوام، اور چند ظالم قوموں کی تباہی کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی عاد و ثمود اور قارون، فرعون اور ہامان کی تباہی کی طرف۔

نوح علیہ السلام: ماقبل تاریخ کی معروف شخصیت ہیں، وہ انسانوں کے دوسرے دادا ہیں، ساری انسانیت ان کی اولاد ہے، طوفان سے نجات کے بعد دیگر مؤمنین کی نسلیں منقطع ہوگئیں، صرف نوح علیہ السلام کے تین صاحبزادگان کی

(۱) طوفان: وہ آفت جو لوگوں کو گھیر لے، ان کے مکانات اور کھیتوں کو ڈھانپ لے، خواہ وہ بارش ہو یا سیلاب، پس یہ طواف سے اسم جنس ہے (روح)

نسلیں چلیں۔نوح علیہ السلام ان کی قوم میں نبی بنا کر مبعوث کئے گئے،اس زمانہ میں انسانوں کے قد اور عمریں لمبی ہوتی تھیں، ہزار سال سے کم عمریں نہیں ہوتی تھیں،اور قد ساٹھ ہاتھ کا ہوتا تھا۔تورات کی کتاب پیدائش کے شروع میں آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان کے آباء کی عمریں مذکور ہیں،اور آدم علیہ السلام کے قد کی لمبائی حدیث میں آئی ہے، پھر عمر اور قد دونوں تیزی سے گھٹے،اور موجودہ حالت پر آکر ٹھہر گئے، جیسے بچپن سے بائیس سال تک قد تیزی سے بڑھتا ہے پھر ٹھہر جاتا ہے۔

نوح علیہ السلام نے طویل زمانہ تک قوم پر محنت کی، ہر طرح ان کو سمجھایا،قوم بت پرستی کی گمراہی میں مبتلا ہو چکی تھی، بجز چند نفوس کے کسی نے بات نہیں مانی، پس بے حساب بارش برسی، جس نے طوفان کی شکل اختیار کی،نوح علیہ السلام نے پہلے ہی بہ حکم الٰہی کشتی بنالی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ مؤمنین کو بچالیا،اور باقی قوم باڑ کی زد میں آگئی۔آج جو چھوٹی بڑی کشتیاں سمندروں میں تیر رہی ہیں وہ سفینۂ نوح کی یادگار ہیں،زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ شکلیں بدلی ہیں۔

آیاتِ کریمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، پس وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار سال تک ٹھہرے — ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ساڑھے نوسو برس دعوت وتبلیغ اور سعی واصلاح میں مصروف رہے، پھر طوفان آیا،طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے،اس طرح کل عمر ایک ہزار پچاس ہوئی (فوائد) — پس ان کو طوفان نے پکڑا،اور وہ ظالم تھے — یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ انھوں نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری — پس ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو بچالیا — سنت اللہ یہی ہے۔جب حق اور باطل میں کش مکش کے نتیجہ میں عذاب آتا ہے تو کافر تباہ ہوتے ہیں اور مؤمنین نجات پاتے ہیں — اور کشتی کو جہاں والوں کے لئے ایک نشانی (یادگار) بنایا — اب جو جہاز اور کشتیاں ہیں وہ سب نشانی ہیں، جنھیں دیکھ کر سفینۂ نوح کی یاد تازہ ہوتی ہے،اور قدرتِ الٰہی کا نمونہ نظر آتا ہے (فوائد)

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾

وَاِبْرٰهِيْمَ(1)	اور ابراہیم کو	اَوْثَانًا	مورتیوں کی	لَهٗ	اس کا
اِذْ قَالَ	جب کہا اس نے	وَّتَخْلُقُوْنَ	اور گھڑتے ہو	اِلَيْهِ	اس کی طرف
لِقَوْمِهِ	اپنی قوم سے	اِفْكًا	جھوٹ	تُرْجَعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے تم
اعْبُدُوا	عبادت کرو	اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جن کو	وَاِنْ	اور اگر
اللّٰهَ	اللہ کی	تَعْبُدُوْنَ	پوجتے ہو تم	تُكَذِّبُوْا	جھٹلاؤ تم
وَاتَّقُوْهُ	اور ڈرو اس سے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ سے ورے	فَقَدْ	تو بالیقین
ذٰلِكُمْ	یہ	لَا يَمْلِكُوْنَ	نہیں مالک ہیں وہ	كَذَّبَ	جھٹلایا
خَيْرٌ	بہتر ہے	لَكُمْ	تمہارے لئے	اُمَمٌ	امتوں نے
لَّكُمْ	تمہارے لئے	رِزْقًا(2)	روزی کے	مِّنْ قَبْلِكُمْ	تم سے پہلے
اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	فَابْتَغُوْا	پس چاہو	وَمَا	اور نہیں
تَعْلَمُوْنَ	جانتے	عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کے پاس	عَلَى الرَّسُوْلِ	رسول کی ذمہ داری
اِنَّمَا	صرف	الرِّزْقَ(3)	روزی	اِلَّا	مگر
تَعْبُدُوْنَ	عبادت کرتے ہو تم	وَاعْبُدُوْهُ	اور عبادت کرو اس کی	الْبَلٰغُ	پہنچانا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ سے ورے	وَاشْكُرُوْا	اور شکر بجالاؤ	الْمُبِيْنُ	کھول کر

ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا واقعہ

نوح علیہ السلام کے عرصہ بعد عظیم المرتبت رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوئے ہیں، آپ عراق میں دجلہ اور فرات کے ڈیلٹا میں اُوْر شہر میں نمرود (بروزن امرود) کے زمانہ میں مبعوث کئے گئے، آپ نے بھی قوم پر ہر چند محنت کی مگر لوگوں نے ایک نہ سنی، اور دشمنی یہاں تک بڑھی کہ آپ کو نذرِ آتش کیا گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے آگ کو باغ بنا دیا، پھر آپ نے قوم سے مایوس ہوکر فلسطین کی طرف ہجرت کی۔

ارشادِ پاک ہے: اور (بھیجا) ابراہیمؑ کو: جب اس نے اپنی قوم سے کہا: اللہ کی بندگی کرو، اور اس سے ڈرو! — یعنی غیر اللہ کی بندگی مت کرو — یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم سمجھ رکھتے ہو — پس بات بوجھو! — تم اللہ تعالیٰ سے نیچے صرف مورتیوں کو پوجتے ہو — یعنی وہ صرف پتھر کی مورتیں ہیں، وہ خدا کیسے ہوسکتی ہیں؟ — اور تم جھوٹ

(۱) اِبراھیم: نوحا پر معطوف ہے (۲) رزقا: مفعول بہ ہے (۳) نکرہ معادۃ بالمعرفہ عین اول ہوتا ہے۔

گھڑتے ہو ـــــ یعنی ان بتوں کے بارے میں جو تمہارے عقائد ہیں وہ محض اوہام وخیالات ہیں ـــــ بے شک جن کو تم اللہ سے نیچے پوجتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں ـــــ روزی رساں اللہ تعالیٰ ہیں ـــــ پس اللہ تعالیٰ ہی سے روزی مانگو، اور اس کی عبادت کرو، اور اس کا شکر بجالاؤ ـــــ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا اس کی روزی کی شکر گذاری ہے ـــــ اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے ـــــ اس وقت وہ تمہیں اپنی بندگی کا صلہ دے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا دلیل ہے کہ وہی معبود ہے، کوئی اور معبود ہوتا تو وہ اپنی طرف لوٹاتا۔

اور اگر تم (مجھے) جھٹلاتے ہو تو بالیقین ان امتوں نے (اپنے رسولوں کو) جھٹلایا ہے جو تم سے پہلے ہوئی ہیں ـــــ یعنی آج یہ کوئی نئی بات نہیں ـــــ اور رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچانا ہے ـــــ اور یہ فریضہ میں انجام دے چکا، آگے تم جانو اور تمہارا کام!

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ اللَّهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَئِسُوا مِنْ رَحْمَتِي وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٣﴾

ع ۲ / ۱۴

أَوَلَمْ يَرَوْا	کیا اور نہیں دیکھتے وہ	عَلَى اللَّهِ	اللہ تعالیٰ پر	بَدَأَ	شروع کی
كَيْفَ	کیسے	يَسِيرٌ	آسان ہے	الْخَلْقَ	آفرینش
يُبْدِئُ	شروع کرتے ہیں	قُلْ	کہہ	ثُمَّ اللَّهُ	پھر اللہ تعالیٰ
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	سِيرُوا	چلو پھرو	يُنْشِئُ	پیدا کریں گے
الْخَلْقَ	آفرینش کو	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	النَّشْأَةَ	پیدائش
ثُمَّ يُعِيدُهُ	پھر لوٹائیں گے وہ اس کو	فَانْظُرُوا	پس دیکھو	الْآخِرَةَ	آخری مرتبہ
إِنَّ ذَٰلِكَ	بے شک یہ کام	كَيْفَ	کیسے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	بِمُعْجِزِيْنَ	عاجز کرنے والے	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی آیتوں کا
قَدِيْرٌ	قادر ہیں	فِي الْاَرْضِ	زمین میں (بھاگ کر)	وَلِقَآئِهٖ	اوران سے ملاقات کا
يُعَذِّبُ	سزادیں گے	وَلَا فِي السَّمَآءِ	اور نہ آسمان میں (چڑھ کر)	اُولٰٓئِكَ	وہ لوگ
مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہیں گے	وَمَا لَكُمْ	اور نہیں ہے تمہارے لئے	يَئِسُوْا	مایوس ہونگے
وَيَرْحَمُ	اور مہربانی کریں گے	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ سے ورے	مِّنْ رَّحْمَتِيْ	میری مہربانی سے
مَنْ يَّشَآءُ	جس پر چاہیں گے	مِنْ وَّلِيٍّ	کوئی کارساز	وَاُولٰٓئِكَ	اور وہ
وَاِلَيْهِ	اور اسی کی طرف	وَّلَا نَصِيْرٍ	اور نہ کوئی مددگار	لَهُمْ	ان کے لئے
تُقْلَبُوْنَ	پلٹائے جاؤ گے	وَالَّذِيْنَ	اور جنھوں نے	عَذَابٌ	سزا ہے
وَمَآ اَنْتُمْ	اور نہیں ہو تم	كَفَرُوْا	انکار کیا	اَلِيْمٌ	دردناک

آخرت کے امکان ووقوع پر استدلال

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو قوم کو توحید عبادت کی دعوت دی تو اس میں آخرت کی طرف اشارہ کیا ہے، فرمایا: ﴿اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾: اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، مگر اس کی تفصیل نہیں کی، اس لئے اللہ تعالیٰ واقعہ روک کر امکانِ آخرت کی تفصیل کرتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ کیا اور نہیں دیکھتے وہ (منکرین آخرت) کہ کیسے شروع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آفرینش کو؟ پھر وہ اس کو لوٹائیں گے، بے شک یہ کام اللہ تعالیٰ پر آسان ہے ـــــ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات تین طرح پیدا کرتے ہیں:

اول: بے شمار مخلوقات ہر آن اور ہر لحہ براہ راست مٹی سے پیدا ہو رہی ہے، پھل میں اور زخم میں کیڑے پڑ جاتے ہیں، مکھی، مچھر اور کھٹمل میل سے پیدا ہوتے ہیں، نالی کی مٹی سے کیا کیا نہیں پیدا ہوتا، برسات میں گھاس میں طرح طرح کے کیڑے اور پتنگے پیدا ہو جاتے ہیں، یہ سب ڈائریکٹ مٹی سے پیدا ہوتے ہیں، ان میں توالدوتناسل نہیں ہوتا، وہ اپنی مدتِ عمر پوری کر کے ختم ہو جاتے ہیں، یہی ان کی قیامت ہے، پھر وہ مٹی سے دوبارہ پیدا ہوتے ہیں، یہی اعادہ اور حیاتِ نو ہے۔

دوم: کچھ مخلوقات براہِ راست مٹی سے بھی پیدا ہوتی ہیں، پھر ان میں توالدوتناسل بھی ہوتا ہے، مچھلی اور مینڈک وغیرہ اس طرح پیدا ہوتے ہیں۔

سوم: بڑی مخلوقات کے پہلے دو فرد (نرومادہ) مٹی سے پیدا کئے گئے، پھر ان میں توالدوتناسل کا سلسلہ جاری کیا، اب وہ مٹی سے براہِ راست پیدا نہیں ہوتے، جیسے انسان، گائے بھینس اور بکری، کبوتر وغیرہ، مگر ان کی نسل بھی بالواسطہ مٹی ہی

سے پیدا ہوتی ہے۔

اور یہ سب کچھ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہو رہا ہے، پس قیامت کے دن دوبارہ مٹی سے پیدا ہونے میں کیا استبعاد رہ جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کام کچھ مشکل نہیں۔

یہ تو حضر میں آپ نے مخلوقات کا مشاہدہ کیا، اب ذرا سفر میں نکلیں، زمین کی سیر کریں، آفرینش کی حیرت انگیز صورتیں اور نئی نئی مخلوقات سامنے آئیں گی۔ ارشادِ پاک ہے: کہیں: چلو زمین میں، پس دیکھو: کیسے شروع کی آفرینش، پھر اللہ تعالیٰ آخری مرتبہ مخلوقات کو پیدا کریں گے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں ـــــ اول وثانی: دونوں مرتبہ پیدا کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں، ان کی قدرت پہلی مرتبہ پیدا کرنے تک محدود نہیں ـــــ اور ﴿النَّشْأَةَ الآخِرَةَ﴾ میں اشارہ ہے کہ کائنات کی تجدید (نئے سرے سے آفرینش) بس ایک مرتبہ ہوگی، پھر وہی خلقت تا ابد چلتی رہے گی، جنت وجہنم ابدی ہیں۔

قیامت کے احوال: ـــــ سزا دیں گے جس کو چاہیں گے، اور مہربانی کریں گے جس پر چاہیں گے ـــــ یہ عموم قدرت کا بیان ہے، ضدین پر اللہ تعالیٰ یکساں قادر ہیں ـــــ اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے ـــــ کیونکہ وہی خالق ومالک ہیں، پس وہی معبود بھی ہیں ـــــ اور تم زمین میں عاجز کرنے والے ہو نہ آسمان میں ـــــ نہ زمین کے سوراخوں میں گھس کر سزا سے بچ سکتے ہو، نہ آسمان میں اڑ کر ـــــ اور تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی کارساز ہے نہ کوئی مددگار ـــــ کوئی بھی طاقت تمہاری حمایت ومدد کو نہیں پہنچ سکتی۔

اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں اور ان کی ملاقات کا انکار کیا: وہ میری مہربانی سے مایوس ہونگے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا ـــــ اس کا مقابل فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے یعنی جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ دیدارِ خداوندی کے امیدوار ہیں: وہی اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے حقدار ہونگے، وہی آخرت میں سرخ رو ہونگے، اور اللہ کی جنت کے مزے لوٹیں گے۔

نوٹ: رکوع اس آیت پر لگنا چاہئے، ایک آیت پہلے لگ گیا ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۴ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ

بَعْضُكُمْ بَعْضًا ز وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

فَمَا كَانَ	پس نہیں تھا	لَاٰيٰتٍ	البتہ نشانیاں ہیں	الدُّنْيَا	دنیا کی
جَوَابَ (۱)	جواب	لِّقَوْمٍ	لوگوں کے لئے	ثُمَّ	پھر
قَوْمِهٖٓ	اس کی قوم کا	يُّؤْمِنُوْنَ	جو ایمان رکھتے ہیں	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن
اِلَّآ اَنْ	مگر یہ کہ	وَقَالَ	اور کہا اس نے	يَكْفُرُ	انکار کرے گا
قَالُوا	کہا انھوں نے	اِنَّمَا (۳)	اس کے علاوہ نہیں	بَعْضُكُمْ	تمہارا بعض
اقْتُلُوْهُ	مار ڈالو اس کو	اتَّخَذْتُمْ	(کہ) بنایا ہے تم نے	بِبَعْضٍ	بعض کا
اَوْ حَرِّقُوْهُ	یا جلا دو اس کو	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے وَرے	وَّيَلْعَنُ	اور لعنت بھیجے گا
فَاَنْجٰىهُ	پس بچالیا اس کو	اَوْثَانًا	مورتیوں کو	بَعْضُكُمْ	تمہارا بعض
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے	مَّوَدَّةَ (۴)	بربنائے محبت	بَعْضًا	بعض پر
مِنَ النَّارِ	آگ سے	بَيْنِكُمْ	باہمی	وَّمَاْوٰىكُمُ	اور تمہارا ٹھکانہ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (۲)	بے شک اس میں	فِي الْحَيٰوةِ	زندگی میں	النَّارُ	دوزخ ہے

(۱) جوابَ: کان کی خبر مقدم ہے۔ اور أن قالوا: اسم مؤخر، اور ما و لا (نفی اثبات) حصر کے لئے ہیں۔ قاعدہ: جس چیز کا حصر کرنا ہوتا ہے اس کو إلا کے بعد لاتے ہیں۔ جیسے ما زید إلا قائم اور ما قائم إلا زید، اول میں قیام کا حصر ہے اور ثانی میں زید کا، آیت میں سزا کو دو صورتوں میں منحصر کیا ہے (۲) ذلك کا مشار الیہ آگ سے نجات دینا ہے۔ قاعدہ: جیسے ضمیر کا مرجع اقرب ہوتا ہے، مشار الیہ بھی اقرب ہوتا ہے (۳) إنما کلمۂ حصر ہے، اس کا فارسی ترجمہ: جز یں نیست ہے یعنی اس کے علاوہ نہیں، بس یہی، صرف یہی، اور حصر مودۃ کا کرنا ہے یعنی علتِ اتخاذ محض عقیدت کا غلو ہے (۴) مودۃَ: اتخذتم کا مفعول لہٗ ہے، اور مفعول لہٗ وجہ بیان کرتا ہے، جیسے ضربتُه تأدیبًا: میں نے اس کو سلیقہ سکھانے کے لئے مارا، پس مورتیوں کو معبود بنانے کی وجہ عقیدت کا غلو ہی ہے، جیسے جاہل مسلمان اولیاء کی قبور پر مراسم عبودیت بجالاتے ہیں، اس کی وجہ بھی محض عقیدت کا غلو ہے یا جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کرتے ہیں اور ان کو تہائی خدا مانتے ہیں۔

وَمَا لَكُمْ	اور نہیں ہوگا تمہارے لئے	اِنَّهٗ هُوَ	بے شک وہی	النُّبُوَّةَ	نبوت
مِّنْ نَّصِيْرِيْنَ	کوئی بھی مددگار	الْعَزِيْزُ	زبردست	وَالْكِتٰبَ	اور کتاب
فَاٰمَنَ	پس ایمان لایا	الْحَكِيْمُ	حکمت والا ہے	وَاٰتَيْنٰهُ	اور دیا ہم نے اس کو
لَهٗ	اس پر	وَوَهَبْنَا	اور بخشا ہم نے	اَجْرَهٗ	اس کا بدلہ
لُوْطٌ	لوطؑ	لَهٗٓ	اس کو	فِي الدُّنْيَا	دنیا میں
وَقَالَ	اور کہا اس نے	اِسْحٰقَ	اسحاق	وَاِنَّهٗ	اور بے شک وہ
اِنِّيْ	بے شک میں	وَيَعْقُوْبَ	اور یعقوب	فِي الْاٰخِرَةِ	آخرت میں
مُهَاجِرٌ	ہجرت کرنے والا ہوں	وَجَعَلْنَا	اور گردانی ہم نے	لَمِنَ	نیک بندوں میں سے
اِلٰى رَبِّيْ	میرے پروردگار کی طرف	فِيْ ذُرِّيَّتِهِ	اس کی اولاد میں	الصّٰلِحِيْنَ	ہے

ابراہیم علیہ السلام کا باقی قصہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرست قوم پر لمبے عرصہ تک محنت کی، ان کو مورتیوں کا بوگس ہونا سمجھایا، جب نہیں سمجھے تو عملی طور پر سمجھایا، مورتیوں کی مرمت کرڈالی، پھر جب قوم معقول جواب دینے سے عاجز رہ گئی تو انھوں نے باہم مشورہ کرکے عملی فیصلہ کیا، ارشادِ پاک ہے: —— پس ابراہیمؑ کی قوم کا جواب یہی تھا کہ انھوں نے کہا: اس کو (تلوار سے) قتل کردو یا آگ میں جلادو —— تاکہ سسک سسک کر مرے —— پھر باہمی مشورہ سے دوسری صورت طے پائی، اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا —— پس اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ سے بچالیا —— آگ کو حکم دیا کہ ٹھنڈی ہوجا اور گل وگلزار بن جا، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام صحیح سلامت آگ سے نکل آئے —— بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

نشانیاں: کہتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مورتیوں کو توڑا تو قوم مقدمہ نمرود بادشاہ کے پاس لے گئی، نمرود خدائی کا دعوے دار تھا، ابراہیم علیہ السلام طلب کئے گئے، آپ نے اس کو بھی توحید کی دعوت دی، وہ ہکا بکا رہ گیا، دلائل توحید کا جواب نہ دے سکا، پس کھسیانی بلّی کھمبا نوچے، اس نے کہا: میں تجھے جہنم رسید کروں گا، اور میں اپنی جنت (باغ) میں جاؤں گا، چنانچہ اس نے رعایا کو حکم دیا کہ سوختہ جمع کرو، اور میرے لئے جنت بناؤ، قوم نے چھ ماہ سوختہ ڈھویا، جب لاوا بھڑکا تو یہ حال تھا کہ اس کے قریب نہیں جاسکتے تھے، چنانچہ گوپھن کے ذریعہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا، مگر آپ آگ سے صحیح سلامت نکل آئے، قوم حیرت زدہ رہ گئی، مگر ایمان نہیں لائی، اس واقعہ میں مؤمنین کے

لئے کئی ایک نشانیاں ہیں، مثلاً:

ا- جب حق اور باطل میں آویزش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ انبیاء کو اور مؤمنین کو سرخ رو کرتے ہیں، اور مخالفین منہ کی کھاتے ہیں، اس واقعہ میں بھی ابراہیم علیہ السلام کی جیت ہوئی اور قوم نامراد ہوئی، پس یہ واقعہ ابراہیم علیہ السلام کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔

۲- دنیا دارالاسباب ہے، مسببات اسباب سے پیدا ہوتے ہیں، مگر اسباب خودکار نہیں، اسباب پر مسبب الاسباب کا کنٹرول ہے، اسباب ان کے حکم سے کام کرتے ہیں، اس واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا وہ ٹھنڈی ہوگئی اور سلامتی بن گئی، یعنی اس کی فطرت بدل گئی ـــــ اور ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں، آئے دن ایسے واقعات پیش آتے ہیں، مکان میں آگ لگتی ہے، اہل خانہ جل کر بھسم ہوجاتے ہیں، اور ایک بچہ زندہ سلامت نکل آتا ہے اور یہی حال پانی ہوا کا بھی ہے، پانی ڈوباتا ہے، ہوا اڑاتی ہے، مگر اس وقت جب اللہ کا حکم ہو، ورنہ کچھ نہیں ہوتا۔

۳- کبھی ظاہر وباطن مختلف ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ دجال کے ساتھ جنت وجہنم ہونگے، اس کی جنت درحقیقت دوزخ ہوگی اور دوزخ جنت ہوگی، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کی دوزخ میں گرنا، وہ جنت ہوگی'' اس واقعہ سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی آتش نمرود بظاہر آگ تھی، اور بہ باطن ٹھنڈی سلامتی تھی۔

فائدہ: نمرود کے لئے جنت بھی بنائی گئی تھی، مگر اس کو اس میں جانا نصیب نہ ہوا، مچھر اس کے دماغ میں گھس گیا، اور بھیجا کھا کر اس کا کام تمام کردیا۔

اور (آگ سے نکل کر یا پہلے) اس نے (یہ بھی) کہا کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر مورتیوں کو اپنایا ہے، آپسی محبت ہی کی وجہ سے دنیوی زندگی میں ـــــ بت پرستی کی جڑ یہی ہے، عقیدت ومحبت کا غلو شرک تک پہنچاتا ہے، قوم میں کچھ نیک لوگ ہوتے ہیں، جنھیں لوگ محبوب رکھتے ہیں، جب وہ انتقال کرجاتے ہیں تو لوگ جوش محبت میں ان کی تصویریں بنا کر بطور یادگار رکھ لیتے ہیں، پھر اگلی نسل میں ان تصویروں کی تعظیم شروع ہوجاتی ہے، وہی تعظیم بڑھتے بڑھتے عبادت کی شکل اختیار کرلیتی ہے، یا تصویریں بنانے کے بجائے ان اولیاء کی قبروں کی تعظیم شروع ہوجاتی ہے، جو رسوم شرک تک پہنچادیتی ہے ـــــ مگر یہ آپسی محبت ومودت اس دنیا تک ہے ـــــ پھر قیامت کے دن تمہارے بعض بعض کا انکار کریں گے ـــــ اولیائے کرام قبوریوں سے دست بردار ہوجائیں گے ـــــ اور تمہارے بعض بعض پر لعنت بھیجیں گے ـــــ معبود عابدوں پر اور عابد معبودوں پر ـــــ اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور تمہارا کوئی مددگار نہیں! ـــــ جو تمہیں دوزخ کی آگ سے بچالے۔

پس ان پر لوط ایمان لایا —— آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، ان کے علاوہ قوم کے کسی مرد نے نہیں مانا، اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا کہ وہ اہل خانہ تھیں، اور بیوی شوہر کے زیر اثر ہوتی ہے، اور عورتیں عام طور پر مردوں کے تابع سمجھی جاتی ہیں —— اور یہاں وقفِ لازم اس لئے ہے کہ کوئی اگلے قال کا فاعل لوط علیہ السلام کو نہ بنادے، اس کے فاعل ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

اور انھوں نے (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: میں میرے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں —— عبارت میں مجاز بالحذف ہے، أي إلی ما أمرني به ربي: جدھر ہجرت کرنے کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے یا اللہ کو منظور ہے، کیونکہ آپ اللہ کے بھروسہ پر وطن سے نکل کھڑے ہوئے تھے، پہلے مصر پہنچے، وہ جگہ راس نہ آئی، تو شام میں فلسطین میں پہنچ گئے اور وہاں بس گئے —— بے شک وہ زبردست حکمت والے ہیں —— وہ میری حفاظت کریں گے اور مجھے شادکام کریں گے —— اس میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کے لئے بڑا سبق ہے۔

اور ہم نے ان کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) بخشا، اور ہم نے اس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھی، اور ہم نے اس کو دنیا میں اس کا بدلہ دیا، اور وہ آخرت میں یقیناً نیک بندوں میں سے ہے —— حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ صاحبزادے تھے، پلوٹھے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، جو بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، دوسرے: حضرت اسحاق علیہ السلام تھے، جو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور شادی کی تھی، اس بی بی کا نام قطورہ تھا، ان کے بطن سے ابراہیم علیہ السلام کے چھ بیٹے پیدا ہوئے (قصص القرآن ۱: ۲۵۵ مولانا حفظ الرحمٰن مجاہد ملت) اور حضرت یعقوب علیہ السلام: حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں، ان دو کا ذکر اس لئے کیا کہ ہجرت کی جگہ فلسطین میں یہی تھے —— اور ہم نے ان کی نسل میں: یعنی ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں —— حضرت ابراہیم علیہ السلام ابوالانبیاء ہیں، ان کے بعد ان کی اولاد ہی میں نبوت اور آسمانی کتابوں کا سلسلہ چلا —— اور ہم نے ان کو دنیا میں ان کا صلہ دیا یعنی راہِ خدا میں ان کی قربانیوں کی وجہ سے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے مال و اولاد اور عزت دی اور ہمیشہ کے لئے نیک نام بنایا —— اور آخرت میں اعلیٰ درجہ کے صالحین کی جماعت میں شامل ہونگے۔

فائدہ: یہاں اگر کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو کہ آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیوں نہیں جلایا؟ آگ کی خاصیت جلانا ہے، اس کا جواب پہلے آگیا ہے کہ اسباب خودکار نہیں یعنی ان کی خاصیت ذاتی نہیں جو جدا نہ ہوسکے، بلکہ اللہ کے رکھنے سے ان میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، پس اللہ تعالیٰ اس تاثیر کو جدا بھی کرسکتے ہیں، ہندو میتھالوجی (مذہبیات) میں سیتا بائی کا آگ کے ذریعے امتحان کیا جانا مشہور ہے، وہ جلی نہیں تھیں، اور مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب

رحمہ اللہ نے قصص القرآن (جلد ا،ص:۱۳۳) میں لندن ٹائمنر کے حوالے سے ایک واقعہ لکھا ہے۔

واقعہ: گذشتہ سال لندن اور امریکہ میں خدا بخش کشمیری نے دہکتی ہوئی آگ پر چلنے کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ خود بھی چلا اور دوسرے اشخاص کو بھی اپنے ساتھ آگ پر سے گذارا اور اُس کے بعد تمام سائنس دانوں نے اس کے جسم کا طرح طرح سے تجربہ کر کے یہ معلوم کرنا چاہا کہ شاید وہ فائر پروف ہو، مگر ناکام رہے، اور اُن کو اقرار کرنا پڑا کہ اُس کا جسم اور آگ پر گذرنے والے دوسرے اشخاص کا جسم عام انسانوں کے جسم سے زیادہ کوئی خاص کیفیت نہیں رکھتا اور انتہائی حیرت واستعجاب کے ساتھ اس کا اعتراف کیا کہ وہ اس حقیقت کے سمجھنے سے عاجز ہیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ آگ موجود ہے اور نہیں جلاتی۔

پس علم کی فراوانی کے باوجود جب کہ ہمارے عجز کا یہ عالم ہے تو ہم کو کیا زیبا ہے کہ علم یقین (وحی) کی بیان کردہ حقیقت (معجزہ) کا اس لئے انکار کر دیں کہ ہماری عقل عام حالات میں سبب کے بغیر کسی مسبب کو دیکھنے کی عادی نہیں ہے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ؑ وَلَمَّا جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ښ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڒ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓي اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

وَلُوْطًا	اور (بھیجا) لوطؑ کو	اِذْ قَالَ	جب کہا اس نے	لِقَوْمِهٖٓ	اپنی قوم سے

اِنَّكُمْ	بے شک تم	ائْتِنَا	ہمارے پاس لا	قَالَ	کہا اس نے
لَتَاْتُوْنَ	البتہ کرتے ہو	بِعَذَابِ اللّٰهِ	اللہ کا عذاب	اِنَّ فِيْهَا	بے شک اس میں
الْفَاحِشَةَ	ایسا بے حیائی کا کام	اِنْ كُنْتَ	اگر ہے تو	لُوْطًا	لوط ہیں
مَا سَبَقَكُمْ	(کہ) نہیں بڑھا تم سے	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ	سچوں میں سے	قَالُوْا	کہا انھوں نے
بِهَا	اس کام کے ساتھ	قَالَ	کہا اس نے:	نَحْنُ اَعْلَمُ	ہم خوب جانتے ہیں
مِنْ اَحَدٍ(۱)	کوئی بھی	رَبِّ	اے میرے رب	بِمَنْ فِيْهَا	ان کو جو اس میں ہیں
مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ	جہاں والوں میں سے	انْصُرْنِيْ	مدد فرما میری	لَنُنَجِّيَنَّهٗ	بالضرور ہم بچالیں گے اس کو
اَئِنَّكُمْ	بے شک تم	عَلَى الْقَوْمِ	لوگوں پر	وَاَهْلَهٗٓ	اور اس کے گھر والوں کو
لَتَاْتُوْنَ	یقیناً آتے ہو	الْمُفْسِدِيْنَ	فساد کرنے والے	اِلَّا امْرَاَتَهٗ	مگر اس کی بیوی کو
الرِّجَالَ	مردوں کو	وَلَمَّا جَآءَتْ	اور جب آئے	كَانَتْ	ہے وہ
وَتَقْطَعُوْنَ	اور کاٹتے ہو	رُسُلُنَآ	ہمارے فرستادے	مِنَ الْغٰبِرِيْنَ	باقی رہ جانے والوں میں سے
السَّبِيْلَ	راہ	اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم کے پاس	وَلَمَّآ	اور جب
وَتَاْتُوْنَ	اور کرتے ہو	بِالْبُشْرٰى	خوش خبری لے کر	اَنْ جَآءَتْ(۳)	آئے
فِيْ نَادِيْكُمُ	اپنی محفل میں	قَالُوْٓا	کہا انھوں نے	رُسُلُنَا	ہمارے فرستادے
الْمُنْكَرَ	ناجائز کام	اِنَّا مُهْلِكُوْٓا(۲)	بے شک ہم ہلاک کرنے والے ہیں	لُوْطًا	لوط کے پاس
فَمَا كَانَ	پس نہیں تھا			سِيْٓءَ(۴)	برا ہوا وہ
جَوَابَ	جواب	اَهْلِ	باشندوں کو	بِهِمْ	ان کی وجہ سے
قَوْمِهٖٓ	اس کی قوم کا	هٰذِهِ الْقَرْيَةِ	اس بستی کے	وَضَاقَ	اور تنگ ہوا
اِلَّآ اَنْ	مگر یہ کہ	اِنَّ اَهْلَهَا	بیشک اس کے باشندے	بِهِمْ	ان کی وجہ سے
قَالُوْا	کہا انھوں نے	كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ	گنہگار ہیں	ذَرْعًا(۵)	ہاتھ کے طور پر

(۱) من زائدہ: برائے تاکید (۲) مهلکوا: (اسم فاعل) دراصل مهلکون تھا، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، پھر واو جمع کے مشابہ ہوگیا اس لئے الف بڑھایا (یہ قرآنی رسط الخط ہے) (۳) اَن: زائدہ، برائے تحسین کلام (۴) سِيْءَ: سَاءَ کا ماضی مجہول (۵) ذرعاً: (ہاتھ کی کشادگی) تمیز ہے۔

وَ قَالُوْا	اور کہا انھوں نے	مِنَ الْغٰبِرِيْنَ	باقی رہ جانے والوں	بِمَا كَانُوْا	اس وجہ سے کہ تھے وہ
لَا تَخَفْ	مت ڈر		میں سے	يَفْسُقُوْنَ	نافرمانی کرتے
وَلَا تَحْزَنْ	اور مت غم گیں ہو	اِنَّا مُنْزِلُوْنَ	بے شک ہم اتارنے	وَلَقَدْ	اور بخدا تحقیق
اِنَّا مُنَجُّوْكَ	بیشک ہم تجھے بچانے		والے ہیں	تَّرَكْنَا	چھوڑی ہم نے
	والے ہیں	عَلٰٓى اَهْلِ	باشندوں پر	مِنْهَآ	اس بستی سے
وَ اَهْلَكَ	اور تیرے گھر والوں کو	هٰذِهِ الْقَرْيَةِ	اس بستی کے	اٰيَةًۢ بَيِّنَةً	واضح نشانیاں
اِلَّا امْرَاَتَكَ	مگر تیری بیوی کو	رِجْزًا (1)	سخت عذاب	لِّقَوْمٍ	لوگوں کے لئے
كَانَتْ	ہے وہ	مِّنَ السَّمَآءِ	آسمان سے	يَّعْقِلُوْنَ	جو سمجھ رکھتے ہیں

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی

حضرت لوط علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں، ہجرت میں ساتھ تھے، جب ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں مقیم ہوگئے تو لوط علیہ السلام کو سدوم اور مضافات کی پانچ بستیوں کی طرف مبعوث کیا گیا، ان بستیوں کا محل وقوع 'بحر مردہ' تھا۔ یہاں کے لوگ ایک گندے گناہ میں مبتلا تھے، لوط علیہ السلام نے ان کو ہر چند سمجھایا، مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آئے، پس اللہ کا عذاب آیا، اور ان بستیوں کو تلپٹ کردیا، اب وہاں 'بحر مردہ' ہے پس دیکھو اس کو جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو!

ارشادِ پاک ہے: اور لوطؑ کو (بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: تم ایسا بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے جہاں والوں میں سے نہیں کیا —— خلافِ فطرت کام کی تم نے بنیاد ڈالی ہے! —— بے شک تم مردوں کو آتے ہو —— اور بیویوں کو چھوڑتے ہو —— اور تم راستہ کاٹتے ہو —— ڈاکہ زنی کرتے ہو یا بدکاری کے لئے مسافروں کی راہ مارتے ہو —— اور تم اپنی محفل میں نامعقول حرکت کرتے ہو —— وہی بدکاری برملا کرتے ہونگے یا دوسری بے شرمی کی باتیں کرتے ہونگے —— پس اس کی قوم کا جواب یہی تھا کہ لے آ ہم پر اللہ کا عذاب اگر تو سچا ہے!

اعتراض: یہاں یہ جواب ہے اور اعراف ۸۲ اور نمل ۵۶ میں جواب ہے: "لوط کے لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو" اور دونوں جگہ حصر ہے، پس یہ تعارض ہے۔

جواب: تعارض کے لئے وحدتِ زماں شرط ہے، پس اگر دونوں جواب دو وقتوں کے ہوں تو کیا تعارض ہے؟ ——

(۱) رجز: بے چین کرنے والا عذاب۔

رہی یہ بات کہ پہلا جواب کونسا ہے؟ اس کی تعیین کی ضرورت نہیں۔

کہا اس نے: اے پروردگار! شریر لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما! ــــ یعنی ان پر حسبِ طلب عذاب نازل فرما۔

سوال: لوط علیہ السلام نے توحید کی دعوت تو دی نہیں، جبکہ تمام انبیاء سب سے پہلے توحید کی دعوت دیتے ہیں؟

جواب: دی ہوگی اور ضرور دی ہوگی، مگر اس کا تذکرہ نہیں کیا، بدیہی بات کا تذکرہ نہیں کیا جاتا، صرف اس گندی حرکت کا تذکرہ کیا، جس کی پاداش میں عذاب نازل ہوا۔

لوط علیہ السلام کی دعا پر فرشتوں کو اُن بستیوں کے تباہ کرنے کا حکم ہوا، فرشتے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے اور ان کو بیٹے (اسحاق علیہ السلام) کی بشارت دی، اور اطلاع دی کہ ہم سدّوم وغیرہ بستیوں کو ہلاک کرنے جارہے ہیں ــــ ارشادِ پاک ہے: اور جب ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیمؑ کے پاس خوش خبری لائے تو انھوں نے کہا: ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، بے شک اس کے باشندے گنہگار ہیں ــــ پہلے بیٹے کی بشارت دی پھر سدوم کی ہلاکت کی خبر سنائی، اس میں اشارہ ہے کہ ایک قوم سے اگر خدا کی زمین خالی کی جارہی ہے تو دوسری قوم (بنی اسرائیل) کی بنیاد بھی ڈالی جارہی ہے۔

ابراہیمؑ نے کہا: بے شک اس میں لوط ہیں ــــ فرشتوں نے جب خبر دی تھی تو کوئی استثناء نہیں کیا تھا، انھوں نے کہا تھا: ''ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں'' اور سورہ انفال میں ضابطہ ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ﴾ [آیت ۳۳] یعنی نبی کی موجودگی میں عذاب نہیں آتا، یہ ضابطہ عام ہے، اور سدّوم میں لوط علیہ السلام موجود تھے پھر اس کے باشندوں کو کیسے ہلاک کیا جائے گا؟ اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات فرمائی، پس فرشتوں نے استثناء کیا کہ ہمیں معلوم ہے کہ اس بستی میں لوط علیہ السلام اور دیگر مؤمنین ہیں، ہم پہلے ان کو نکال لیں گے، پھر بستی کو ہلاک کریں گے ــــ کہا انھوں نے: ہم خوب جانتے ہیں ان کو جو اس میں ہیں، ہم ضرور اس کو اور اس کے گھر والوں کو بچالیں گے، مگر ان کی بیوی (نہیں بچے گی) وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ــــ وہ کافر تھی، صرف دو صاحبزادیاں مسلمان تھیں۔

اور جب آئے ہمارے فرستادے لوطؑ کے پاس تو وہ ان کی وجہ سے غم گیں ہوا، اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوا ــــ فرشتے نہایت حسین وجمیل امردوں کی شکل میں وہاں پہنچے تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے اول پہچانا نہیں، بہت تنگ دل اور ناخوش ہوئے کہ اب ان مہمانوں کی عزت قوم کے ہاتھ سے کس طرح بچاؤں گا، اگر اپنے یہاں نہ ٹھہراؤں تو اخلاق ومروّت اور مہمان نوازی کے خلاف ہے، ٹھہراتا ہوں تو اس بدکار قوم سے آبرو کس طرح محفوظ رہے گی (فوائد) ــــ اور انھوں نے کہا: نہ ڈر نہ غم کر، ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچانے والے ہیں، مگر آپ کی بیوی (نہیں بچے

گی)وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے —— آنے والوں نے کہا: ہم آدمی نہیں، فرشتے ہیں، ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا کر باقی لوگوں کو غارت کریں گے، ہاں آپ کی بیوی ساتھ نہیں دے گی، وہ عذاب میں گرفتار ہوگی —— ہم اس بستی والوں پر آسمان سے سخت عذاب اتارنے والے ہیں، ان کی بدکاری کی سزا میں —— کہتے ہیں: ان بستیوں کے نیچے گندھک کے خزانے تھے، ان میں آگ لگ گئی، اوپر کی زمین پکی، پھٹی اور زور کا دھماکہ ہوا، اور پورا قطعۂ زمین بلند ہوا، اور بکھر کر کھنگر بن کر برسا، اور پورا علاقہ سطح زمین سے دو ہزار فٹ نیچے چلا گیا، اب وہاں بحر مردہ ہے —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ باقی رکھی ہم نے اس بستی سے کھلی نشانی ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں —— مراد وہی بحر مردہ ہے جو عبرت گاہ ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

وَاِلٰى مَدْيَنَ	اور مدین کی طرف	اعْبُدُوا	عبادت کرو	فِي الْاَرْضِ	زمین میں
اَخَاهُمْ	ان کے برادر	اللّٰهَ	اللہ کی	مُفْسِدِيْنَ (۱)	خرابی مچاتے ہوئے
شُعَيْبًا	شعیبؑ کو	وَارْجُوا	اور امید رکھو	فَكَذَّبُوْهُ	پس جھٹلایا انھوں نے اس کو
فَقَالَ	پس کہا اس نے	الْيَوْمَ الْاٰخِرَ	پچھلے دن کی	فَاَخَذَتْهُمُ	پس پکڑا ان کو
يٰقَوْمِ	اے میری قوم	وَلَا تَعْثَوْا	اور نہ پھیلو	الرَّجْفَةُ	بھونچال نے

(۱) مفسدین: حال برائے تاکید ہے، کیونکہ عُثو کے معنی بھی فساد پھیلانے کے ہیں۔

فَاَصْبَحُوْا	پس رہ گئے وہ	وَ قَارُوْنَ	اور قارون کو	عَلَيْهِ	ان پر
فِيْ دَارِهِمْ (۱)	اپنے علاقہ میں	وَ فِرْعَوْنَ	اور فرعون کو	حَاصِبًا	سنگ بار ہوا
جٰثِمِيْنَ	اوندھے منہ پڑے ہوئے	وَ هَامٰنَ	اور ہامان کو	وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض
وَعَادًا (۲)	اور عاد کو	وَلَقَدْ	اور بخدا تحقیق	مَّنْ اَخَذَتْهُ	پکڑا اس کو
وَّثَمُوْدَا	اور ثمود کو	جَآءَهُمْ	لائے ان کے پاس	الصَّيْحَةُ	چنگھاڑ نے
وَ قَدْ تَّبَيَّنَ	اور تحقیق واضح ہو چکا ہے	مُّوْسٰى	موسیٰ	وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض
لَكُمْ	تمہارے لئے	بِالْبَيِّنٰتِ	نشانیاں	مَّنْ خَسَفْنَا	دھنسا دی ہم نے
مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ (۳)	ان کے گھروں سے	فَاسْتَكْبَرُوْا	پس بڑھے وہ	بِهِ	اس کے ساتھ
وَزَيَّنَ	اور مزین کیا	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	الْاَرْضَ	زمین
لَهُمُ	ان کے لئے	وَمَا كَانُوْا	اور نہیں تھے وہ	وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض
الشَّيْطٰنُ	شیطان نے	سٰبِقِيْنَ	ہاتھ سے نکل جانے والے	مَّنْ اَغْرَقْنَا	ڈبو دیا ہم نے
اَعْمَالَهُمْ	ان کے کاموں کو	فَكُلًّا	پس ہر ایک کو	وَمَا كَانَ اللّٰهُ	اور نہیں تھے اللہ تعالیٰ
فَصَدَّهُمْ	پس روک دیا ان کو	اَخَذْنَا	پکڑا ہم نے	لِيَظْلِمَهُمْ	کہ ظلم کرتے ان پر
عَنِ السَّبِيْلِ (۴)	اللہ کے راستے سے	بِذَنْۢبِهٖ	اس کے گناہ کی وجہ سے	وَلٰكِنْ كَانُوْا	لیکن تھے وہ
وَكَانُوْا	اور تھے وہ	فَمِنْهُمْ	پس ان میں سے بعض	اَنْفُسَهُمْ	اپنی ذاتوں پر
مُسْتَبْصِرِيْنَ	ہوشیار	مَّنْ اَرْسَلْنَا	بھیجی ہم نے	يَظْلِمُوْنَ	ظلم کرتے

مدین والوں کا انجام

مدین: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس بیٹے کا نام ہے جو آپ کی تیسری بیوی قطورا سے پیدا ہوا تھا، اس کی نسل آگے چل کر بڑا قبیلہ بنی اور شرک وکفر اور دیگر برائیوں میں مبتلا ہوئی، ان کی اصلاح کے لئے قبیلہ کے آدمی حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث کئے گئے، انھوں نے ہر چند محنت کی، مگر چند ضعفاء کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لایا، آخر اللہ کا عذاب آیا، اور سب کھیت رہے، ارشادِ پاک ہے: —— اور مدین والوں کی طرف ان کے برادر شعیب کو مبعوث کیا، پس انھوں نے

(۱) دار: شہر، علاقہ جیسے مدینہ دار الهجرة ہے (۲) ناصب أهلكنا مقدر ہے، جو أخذتهم الرجفة سے مفہوم ہے (۳) من: تبعیضیہ ہے (۴) السبيل کا ال عہدی ہے۔

کہا: اے قوم! اللہ کی عبادت کرو، اور قیامت کے دن کا خیال رکھو، اور زمین میں اودھم مت مچاؤ ـــــ لین دین میں دغا بازی مت کرو، سود بٹہ مت لگاؤ اور ڈاکہ زنی مت کرو ـــــ پس انھوں نے اس کی تکذیب کی تو ان کو بھونچال نے پکڑ لیا، اور وہ اپنے علاقہ میں ڈھیر ہو کر رہ گئے ـــــ لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے کہ یکا یک ہولناک زلزلہ آیا، صبح کو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کل کے سرکش گھٹنوں کے بل اوندھے منہ مرے ہوئے پڑے ہیں!

عاد وثمود اور قارون وفرعون وہامان کا انجام

اور عاد وثمود کو ہلاک کیا، اور تمہیں ان کے کچھ گھر صاف نظر آ رہے ہیں ـــــ عاد قدیم عرب قوم تھی، ان کا مسکن احقاف تھا جو حضر موت (یمن) کے شمال میں واقع ہے، حضرت ہود علیہ السلام ان کی طرف مبعوث کئے گئے، انھوں نے قوم کو توحید اور اللہ کی عبادت کی طرف بلایا، مگر انھوں نے ایک نہ سنی تو عذاب نے ان کو آ گھیرا، آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل تیز وتند ہوا چلی، جس نے ان کی آبادی کو تہ وبالا کر کے رکھ دیا ـــــ ثمود: عاد کے بعد عرب قوم تھی، ان کی آبادیاں حجر میں تھیں، حجاز اور شام کے درمیان وادی قری ان کا مسکن تھا، حضرت صالح علیہ السلام ان کی طرف مبعوث کئے گئے، جب دعوت ہر طرح بے اثر ہو گئی تو صاعقہ (کڑک دار بجلی) نے ان کا کام تمام کر دیا، یہ قوم سنگ تراشی میں مہارت رکھتی تھی، ان کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں، ان کے کچھ گھر آج بھی صاف نظر آ رہے ہیں۔ ان کھنڈرات سے عبرت حاصل کرو ـــــ اور شیطان نے ان کو ان کے اعمال بھلے کر دکھائے، سو روک دیا ان کو راہِ راست سے، اور وہ سمجھدار تھے ـــــ بڑے فرزانہ تھے، مگر شیطان کے بہکاوے میں آ گئے۔

اور قارون وفرعون وہامان کو ہلاک کیا، اور موسیٰ ان کے پاس بالتحقیق کھلی نشانیاں لائے تھے ـــــ مگر ان سے ان عقل کے اندھوں کی آنکھیں نہ کھلیں ـــــ پس انھوں نے زمین میں سر ابھارا ـــــ کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی حق کے سامنے نہ جھکے، کبر وغرور نے ان کی گردن نیچی نہ ہونے دی ـــــ اور وہ ہاتھ سے نکل جانے والے نہیں تھے ـــــ یعنی کیا بڑے بن کر سزا سے بچ گئے، کیا انھوں نے اللہ کو ہرا دیا؟ ـــــ پس ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی پاداش میں پکڑا ـــــ یعنی ان میں سے ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا دی ـــــ پس بعض پر ـــــ قوم لوط اور عاد پر ـــــ سنگ بار ہوا بھیجی ـــــ اور بعض کو ـــــ ثمود اور مدین والوں کو ـــــ چنگھاڑ نے پکڑا ـــــ اور بعض کو ـــــ قارون کو ـــــ ہم نے زمین میں دھنسا دیا ـــــ اور بعض کو ـــــ فرعون وہامان کو ـــــ غرقاب کر دیا ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا ـــــ ان کی بارگاہ ناانصافی سے پاک ہے ـــــ بلکہ انھوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا ـــــ یعنی ایسے کام کئے جن کا نتیجہ ان کے حق میں برا نکلا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

ع ۴

مَثَلُ	عجیب حال	لَبَيْتُ	یقیناً گھر ہے	وَتِلْكَ(۳)	اور یہ
الَّذِيْنَ	ان کا جنھوں نے	الْعَنْكَبُوْتِ	مکڑی کا	الْاَمْثَالُ	مثالیں
اتَّخَذُوْا	بنائے	لَوْ كَانُوْا(۱)	اگر/کاش ہوتے وہ	نَضْرِبُهَا	بیان کرتے ہیں ہم ان کو
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے نیچے	يَعْلَمُوْنَ	جانتے	لِلنَّاسِ	لوگوں کے فائدے کیلئے
اَوْلِيَآءَ	کارساز	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَمَا	اور نہیں
كَمَثَلِ	جیسے عجیب حال	يَعْلَمُ	جانتے ہیں	يَعْقِلُهَآ	سمجھتے ان کو
الْعَنْكَبُوْتِ	مکڑی کا	مَا يَدْعُوْنَ(۲)	جن کو پکارتے ہیں وہ	اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ	مگر جاننے والے
اِتَّخَذَتْ	بنایا اس نے	مِنْ دُوْنِهٖ	اللہ سے نیچے	خَلَقَ	پیدا کئے
بَيْتًا	کوئی گھر	مِنْ شَيْءٍ	جس چیز کو بھی	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے
وَاِنَّ	اور بے شک	وَهُوَ	اور وہ	السَّمٰوٰتِ	آسمان
اَوْهَنَ	نہایت بودا	الْعَزِيْزُ	زبردست	وَالْاَرْضَ	اور زمین
الْبُيُوْتِ	گھر	الْحَكِيْمُ	حکمت والے ہیں	بِالْحَقِّ(۴)	بامقصد

(۱)لو: شرطیہ ہے یا تمنی کا، پہلی صورت میں جزاء محذوف ہوگی، اور وہ ہے: ''تو ہرگز ان کو کارساز نہ بناتے'' (۲)ما یدعون: یعلم کا مفعول بہ ہے، اور ما موصولہ ہے، اور من دونہ: یدعون سے متعلق ہے، اور من شیئ: ما کا بیان ہے (۳)تلک: اسم اشارہ بعید: اسم اشارہ قریب کے معنی میں ہے۔ (۴)حق: کے معنی ہیں: وہ چیز جو حکمت کے مقتضی کے مطابق ایجاد کی گئی ہو (دیگر معانی کے لئے دیکھیں: لغات القرآن لفظ حق)

إِنَّ فِي ذٰلِكَ	بے شک اس میں	مِنَ الْكِتٰبِ[۲]	کتاب سے	وَلَذِكْرُ	اور یقیناً یاد
لَاٰيَةً	یقیناً بڑی نشانی ہے	وَاَقِمِ	اور اہتمام کر	اللّٰهِ	اللہ کی
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ	ایمان والوں کے لئے	الصَّلٰوةَ	نماز کا	اَكْبَرُ	بڑی چیز ہے
اُتْلُ[۱]	تلاوت کر	اِنَّ الصَّلٰوةَ	بے شک نماز	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
مَا	جو	تَنْهٰى	روکتی ہے	يَعْلَمُ	جانتے ہیں
اُوْحِيَ	وحی کی گئی	عَنِ الْفَحْشَآءِ	بے حیائی کے کام سے	مَا تَصْنَعُوْنَ	جو کرتے ہو تم
اِلَيْكَ	تیری طرف	وَالْمُنْكَرِ	اور ناجائز کام سے	۞	۞

مضبوط محل طوفانِ بادوباراں سے بچا سکتا ہے، مکڑی کا جالا نہیں بچا سکتا

پہلی آیت: ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ ماقبل میں نو اقوام واشخاص کا ذکر آیا ہے، جو اللہ کے عذاب سے ہلاک ہوئے، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے معبودوں نے ان کو اللہ کی پکڑ سے کیوں نہیں بچایا؟ جواب یہ ہے کہ مضبوط محل طوفانِ بادوباراں سے بچا سکتا ہے، مکڑی کا جالا کیا بچائے گا! مشرکین کے معبودوں کی حیثیت مکڑی کے جالے سے زیادہ نہیں، کاش وہ یہ بات جانتے تو کبھی بھی ان کو کارساز نہ بناتے۔ ارشاد پاک ہے: —— ان لوگوں کا حال جنھوں نے اللہ کے سوا کارساز تجویز کر رکھے ہیں مکڑی کے حال جیسا ہے، اس نے ایک گھر بنایا —— مکڑی تار کھینچ کر گھر بناتی ہے، اس میں رہتی ہے، اور اس میں اس کا شکار (مکھی وغیرہ) پھنستا ہے —— اور کچھ شک نہیں کہ سب گھروں میں زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہے، اگر وہ جانتے —— تو ہرگز ان کو کارساز نہ بناتے۔

مخلوق خالق کے سامنے بے قدر ہے

دوسری آیت: بھی ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے، کوئی سوچ سکتا ہے کہ مشرکوں کے معبودوں میں ملائکہ، انبیاء اور اولیاء بھی ہیں، جن کی اپنی جگہ کچھ حیثیت ہے، اللہ تعالیٰ نے سب کو ایک لاٹھی سے کیوں ہانک دیا ہے! سب کو مکڑی کے جالے کیوں قرار دیا ہے! جواب: مشرکین جن کو بھی پکارتے ہیں، ان کی حیثیت اور مرتبہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، کیونکہ وہ سب اللہ کی مخلوق ہیں، اور خالق اپنی مخلوق سے خوب واقف ہوتا ہے ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ، وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾: کیا وہ نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ باریک بیں باخبر ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ذاتی اختیار نہیں رکھتا، کوئی بھی مختار کل

(۱) تلاوت: قراءت سے خاص ہے۔ تلاوت کے معنی ہیں: کسی کلام کو پڑھنا وجو باعمل کے اعتقاد کے ساتھ، چنانچہ تلاوت آسمانی کتابوں کے ساتھ خاص ہے (۲) من الکتاب: ما موصولہ کا بیان ہے۔

نہیں، پس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ تو زبردست حکمت آشنا ہیں، بتاؤ، ان معبودوں میں سے کون زبردست اور حکمت آشنا ہے؟ ارشادِ پاک ہے: —— بے شک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں ہر اس چیز کو جس کو وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں —— ان میں سے کوئی بھی اختیار کامل نہیں رکھتا —— اور وہ زبردست حکمت آشنا ہیں —— ان کے کسی معبود میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں؟

مکڑی کے جالے کی مثال ممثّل لہٗ کے حسب حال ہے

تیسری آیت: بھی ایک سوال کا جواب ہے۔ مشہور اعتراض ہے کہ مکڑی کے جالے کی مثال اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان نہیں، جواب: مثالیں لوگوں کے فائدے کے لئے بیان کی جاتی ہیں، مثال میں مثال دینے والے کی حیثیت ملحوظ نہیں ہوتی، بلکہ ممثّل لہٗ کی حالت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ یہ بات سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶) میں بھی ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا﴾: اللہ تعالیٰ شرم نہیں کرتے کہ بیان کریں کوئی بھی مثال، خواہ مچھر کی ہو یا اس سے بھی معمولی چیز کی، ارشادِ پاک ہے: —— اور ہم ان مثالوں کو لوگوں کے فائدے کے لئے بیان کرتے ہیں، اور ان کو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں —— وہی ان کی کل بٹھاتے ہیں، جاہل گنوار ان کو کیا سمجھیں! (کل بٹھانا: ٹھیک مطلب سمجھنا)

کائنات حکمت کے مقتضیٰ کے مطابق پیدا کی گئی ہے

چوتھی آیت: میں یہ بیان ہے کہ جب ثابت ہوگیا کہ کائنات کے خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہیں تو اب سوال پیدا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کیوں پیدا کی ہے؟ جواب: کائنات بامقصد پیدا کی ہے، کھیل تماشا نہیں کیا۔ ارشادِ پاک ہے: —— اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو —— یعنی ساری کائنات کو —— بامقصد پیدا کیا ہے، بے شک اس (پیدا کرنے) میں یقیناً بڑی نشانی ہے ایمان والوں کے لئے —— کائنات میں مؤمن بندے غور کریں وہ یہ حقیقت پا سکتے ہیں کہ یہ بچوں کا گھروندا نہیں کہ کھیل لئے، پھر برابر کردیا، بلکہ اس کے اطوار واحوال گواہی دیتے ہیں کہ یہ کائنات بامقصد اور حکمت کے مقتضیٰ کے مطابق پیدا کی گئی ہے، ہر ورق دفترے است از معرفتِ کردگار!

قرآنِ کریم تخلیقِ کائنات کے مقصد کو بیان کرتا ہے

پانچویں آیت: میں یہ بیان ہے کہ قرآنِ کریم تخلیقِ کائنات کے مقصد کو بیان کرتا ہے، اس کی تلاوت کرو، سب کچھ اس میں مل جائے گا، یہ کتاب اسی مقصد سے اتاری گئی ہے —— اور تلاوت کے مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ وجوباً قرآن کے احکام پر عمل کیا جائے، پھر ایک خاص عمل نماز کا حکم دیا ہے اور فحشاء اور منکر کی ممانعت کی ہے، اور اس کو

نماز کے فائدے کے طور پر ذکر کیا ہے، پھر نماز کا اس سے بڑا فائدہ بیان کیا ہے۔ ارشادِ پاک ہے:—— تلاوت کر اس کتاب کی جو تیری طرف اتاری گئی ہے، اور نماز کا اہتمام کر، نماز یقیناً بے حیائی اور ناجائز کاموں سے روکتی ہے، اور اللہ کی یاد اس سے بڑا فائدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جانتے ہیں جو تم کرتے ہو —— یہ اہم آیت ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔قرآنِ کریم تمام انسانوں کی طرف اتارا گیا ہے:

ارشادِ پاک: ﴿اُوْحِیَ اِلَیْكَ﴾ کا مخاطب ہر شخص ہے، خاص نبی ﷺ اس کا مصداق نہیں، کیونکہ قرآنِ کریم بواسطہ رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں کی طرف اتارا گیا ہے۔ سورۃ النحل (آیت ۴۴) میں ہے: ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾: اور ہم نے آپؐ کی طرف نصیحت نامہ (قرآن) نازل کیا ہے، تاکہ آپؐ کھول کر بیان کریں لوگوں کے لئے اس کو جو ان کی طرف اتارا گیا ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مخاطب ہر شخص ہے مگر اب یہ غلطی تہ بہ تہ ہوگئی ہے کہ ہم بھی اور دوسرے بھی قرآن کو صرف مسلمانوں کی مقدس کتاب سمجھتے ہیں، اس لئے اغیار اس کو ہاتھ نہیں لگاتے، حالانکہ نبی ﷺ قرآنِ کریم مشرکوں کے سامنے بھی پڑھتے تھے، اور جب نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں قرآن پڑھتے تھے تو مشرکین کے رؤساء چھپ کر اور عام مشرک کھل کر قرآن سنتے تھے، اور اسی وجہ سے قرآن میں جگہ جگہ مشرکین کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں، تاکہ ان کو تشفی ہو۔

پس جو بھی شخص کائنات پیدا کرنے کا مقصد سمجھنا چاہتا ہے وہ قرآنِ کریم کا مطالعہ کرے۔ قرآنِ کریم اس کو سمجھائے گا کہ اللہ نے یہ کائنات کیوں بنائی ہے؟ اور اس عالم میں انسان کی ذمہ داری کیا ہے؟ اس کو کیا کام کرنے چاہئیں اور کیا کام نہیں کرنے چاہئیں؟ اور اس کو کیسی زندگی گذارنی چاہئے تاکہ اس کی آخرت آباد ہو۔

۲۔دوامر و نہی:

مثبت و منفی پہلو سے احکام بہت ہیں۔ اس آیت میں مثبت پہلو سے مثال کے طور پر اسلام کے سب سے اہم رکن نماز کا ذکر کیا ہے، اور صَلُّوْا: نماز پڑھو: نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾: نماز کو سیدھا کرو، تیر کی لکڑی کی طرح یعنی پورے اہتمام سے نماز ادا کرو، فرائض، واجبات، سنن، مستحبات اور آداب کا خیال رکھو، مکروہات اور مفسدات سے بچو، اور اس طرح توجہ کے ساتھ نماز ادا کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، ورنہ اللہ تو تم کو دیکھ ہی رہے ہیں۔

اور منفی پہلو سے فحشاء اور منکر سے بچنے کا تذکرہ کیا ہے، مگر ان منفی احکام کو نماز کے ایک فائدے کے طور پر ذکر کیا ہے۔

فحشاء: بے حیائی والے گناہ، جیسے زنا، امرد پرستی، طبق زنی، جلق اور غیر محرم پر بری نظر ڈالنا وغیرہ، اور منکر: ہر ناجائز کام، پس

یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے، اس منفی حکم کونماز کے فائدے کے طور پر ذکر کیا ہے، ہم خرما ہم ثواب! نماز ایک ایسی عبادت ہے جو ہر گناہ سے روکتی ہے، نمازی نہ بے حیائی والے گناہ کرتا ہے نہ کوئی اور ناجائز کام۔ یہاں ایک مشہور سوال ہے۔ بعض بندے پابندی سے نماز پڑھتے ہیں، اور وہ کسی خاص گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، پس اللہ کا ارشاد کس طرح درست ہوگا؟

یہ اعتراض روکنے اور گناہ نہ ہونے دینے کے درمیان فرق نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے، فرمایا ہے: ﴿تَنْهٰى﴾: نماز روکتی ہے، نہیں فرمایا: نماز گناہ نہیں ہونے دیتی۔ جیسے کسی کا بیٹا آوارہ ہے، اودھم مچاتا پھرتا ہے، لوگ اس کے باپ سے کہتے ہیں تم اپنے بیٹے کو روکتے نہیں؟ وہ جواب دیتا ہے بہتیرا روکتا ہوں، مگر نالائق مانتا نہیں، اسی طرح نماز روکتی ہے، مگر کبھی نفس یا شیطان کے غلبہ سے نمازی نہیں مانتا، پس نماز کا کیا قصور؟ —— اور نماز روکتی ہے: اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی لیبارٹری (تجربہ گاہ) ہو تو اس میں تجزیہ (تحلیل) کے لئے دو دل بھیجو، ایک نمازی کا جو کسی گناہ میں مبتلا ہے، دوسرا بے نمازی کا جو اسی گناہ میں مبتلا ہے، رپورٹ یقیناً مختلف آئے گی، نمازی گناہ کرتا نظر آئے گا درانحالیکہ اس کا دل رو رہا ہوگا، اور بے نمازی ڈھٹائی سے گناہ کرتا نظر آئے گا، یہ دلیل ہے کہ نمازی کو نماز روکتی ہے، مگر کسی وقتی جذبہ سے وہ نہیں رکتا۔ اسی وجہ سے نمازی کو کسی دن توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، اور بے نمازی اس سے محروم رہتا ہے۔

۳- نماز کا بڑا فائدہ اللہ کی یاد ہے:

اللہ اکبر: مستقل جملہ ہے، اس لئے مفضل منہ من کل شیئ مقدر ہے یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بڑی ہستی ہیں۔ اسی طرح اگر: ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ﴾ کو مستقل لیا جائے تو مفضل منہ عام مقدر ہوگا یعنی اللہ کا ذکر سب سے اہم عبادت ہے۔ مگر آیت کریمہ میں جس سباق میں یہ جملہ آیا ہے اس میں مفضل منہ: من هذا مقدر ہے یعنی نماز فحشاء و منکر سے روکتی ہے وہ اس کا ایک فائدہ ہے۔ اور اس سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ نماز اللہ کو یاد رکھنے کا ذریعہ ہے۔ سورہ طٰہٰ (آیت ۱۴) میں موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا ہے: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِيْ﴾: نماز کا اہتمام کر مجھے یاد رکھنے کے لئے یعنی نماز سے مقصود اللہ کی یاد ہے، جو نماز سے غافل ہوتا ہے وہ اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے —— دنیا بھول بھلیاں ہے، ذرا دیر میں آدمی اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، نماز پڑھتے پڑھتے نماز کی رکعتیں بھول جاتا ہے، اسی لئے پانچ نمازیں پانچ الگ الگ اوقات میں رکھی گئی ہیں، تاکہ بندے ان کے سہارے اللہ کو یاد رکھیں، یہی نماز کا بڑا فائدہ ہے —— آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے، بندے جو اچھے برے کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر نہیں، وہ اچھے کاموں کا اچھا بدلہ دیں گے اور برے کاموں کو یا تو معاف کریں گے یا دُھلائی کریں گے۔ اللّٰھم اغفرلنا ذنوبنا وإسرافنا فی أمرنا، وتب علینا، إنك أنت التواب الرحیم (آمین)

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

لفظ	ترجمہ	لفظ	ترجمہ	لفظ	ترجمہ
وَلَا تُجَادِلُوْٓا	اور مت جھگڑو	اِلَيْنَا	ہماری طرف	فَالَّذِيْنَ	پس جن کو
اَهْلَ الْكِتٰبِ	اہل کتاب سے	وَاُنْزِلَ	اور اتارا گیا	اٰتَيْنٰهُمُ	دی ہم نے
اِلَّا	مگر	اِلَيْكُمْ	تمہاری طرف	الْكِتٰبَ	کتاب
بِالَّتِيْ[1]	اس (طریقہ) سے	وَاِلٰهُنَا	اور ہمارا معبود	يُؤْمِنُوْنَ	مانتے ہیں وہ
هِيَ	(کہ) وہ	وَاِلٰهُكُمْ	اور تمہارا معبود	بِهٖ	اس کو
اَحْسَنُ	بہتر ہے	وَاحِدٌ	ایک ہے	وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ	اور بعض ان لوگوں میں سے
اِلَّا	مگر	وَّنَحْنُ	اور ہم	مَنْ	جو
الَّذِيْنَ	جو	لَهٗ	اس کی	يُّؤْمِنُ	مانتے ہیں
ظَلَمُوْا	ناانصاف ہیں	مُسْلِمُوْنَ	فرمان برداری کرنے	بِهٖ	اس کو
مِنْهُمْ	ان میں سے		والے ہیں	وَمَا يَجْحَدُ	اور نہیں انکار کرتے
وَقُوْلُوْٓا	اور کہو	وَكَذٰلِكَ	اور اسی طرح	بِاٰيٰتِنَآ	ہماری آیتوں کا
اٰمَنَّا	مان لیا ہم نے	اَنْزَلْنَآ	اتاری ہم نے	اِلَّا	مگر
بِالَّذِيْٓ	اس کو جو	اِلَيْكَ	آپ کی طرف	الْكٰفِرُوْنَ	منکرین
اُنْزِلَ	اتارا گیا	الْكِتٰبَ	کتاب	وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ

(۱) التی: الخصلة محذوف کا صلہ ہے۔

تَتْلُوْا	تلاوت کرتے	لَّارْتَابَ[۳]	ضرور شک کرتے	الْعِلْمَ	علم
مِنْ قَبْلِهٖ	اس سے پہلے	الْمُبْطِلُوْنَ	باطل پرست	وَمَا	اور نہیں
مِنْ كِتٰبٍ	کوئی کتاب	بَلْ هُوَ	بلکہ وہ	يَجْحَدُ	انکار کرتے
وَّلَا تَخُطُّهٗ[۱]	اور نہیں لکھتے تھے	اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ	واضح آیتیں ہیں	بِاٰيٰتِنَآ	ہماری آیتوں کا
	آپ اس کو	فِيْ صُدُوْرِ	سینوں میں	اِلَّا	مگر
بِيَمِيْنِكَ[۲]	اپنے دائیں ہاتھ سے	الَّذِيْنَ	ان کے جو	الظّٰلِمُوْنَ	ناانصاف لوگ
اِذًا	تب تو	اُوْتُوا	دیئے گئے	۞	۞

قرآن اللہ کی برحق کتاب ہے

گذشتہ آیت میں قرآن کی تلاوت کا حکم تھا، اب روئے سخن قرآن کی حقانیت کی طرف ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: قرآنِ کریم سابقہ کتابوں کی طرح اللہ کی برحق کتاب ہے، اور یہ کوئی انوکھی کتاب نہیں، اس سے پہلے تورات وانجیل وغیرہ کتابیں آچکی ہیں، یہ سب کتابیں ایک سرچشمہ سے نکلی ہوئی ہیں، اس لئے اہل کتاب اور اس امت کے درمیان نقطۂ اشتراک ہے اور وہ عقیدۂ توحید ہے، اس کی رعایت میں اہل کتاب کے ساتھ مذہبی گفتگو میں سلیقہ مندی کا مظاہرہ کرنا چاہئے، ارشاد پاک ہے: —— اور اہل کتاب سے مت الجھو، مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہے —— کیونکہ مشرکوں کا دین تو جڑ سے غلط ہے، اور اہل کتاب کا دین اصل میں سچا ہے، اس لئے ان کے ساتھ مذہبی گفتگو کا انداز مختلف ہونا چاہئے، نرمی، متانت اور خیر خواہی کے ساتھ ان کے سامنے بات پیش کرنی چاہئے —— مگر جو ناانصاف ہیں —— اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو ان کوترکی بہ ترکی جواب دے سکتے ہو۔

اہل کتاب کے ساتھ گفتگو کا انداز: —— اور کہو: ہم نے مان لیا اس کو جو ہماری طرف اتارا گیا، اور جو تمہاری طرف اتارا گیا —— یعنی ہم تمہاری کتابوں کو بھی اللہ کی کتابیں مانتے ہیں —— اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے —— یہ ہم میں اور تم میں نقطۂ اشتراک ہے —— اور ہم اس کے فرمان بردار ہیں —— یعنی اب اللہ نے اپنی آخری کتاب میں جو احکام دیئے ہیں: ہم ان پر عمل پیرا ہیں۔

قرآن کی حقانیت کی پہلی دلیل: اہل کتاب کا ایمان لانا: —— اور اسی طرح —— یعنی سابقہ کتابوں کی طرح —— ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری ہے، اب جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب کو مانتے ہیں —— یعنی

(۱) خطَّ (ن): لکھنا۔ (۲) بیمینك: اصل دائیں ہاتھ سے لکھنا ہے (۳) ارتیاب: شک کرنا، ریب: شک۔

انصاف پسند اہل کتاب قرآن کی صداقت دل سے قبول کرتے ہیں، یہ قرآن کی حقانیت کی دلیل ہے، اہل کتاب بابصیرت لوگ ہیں، وہ اللہ کی کتابوں سے واقف ہیں، ان کا قرآن پر ایمان لانا قرآن کی حقانیت کی دلیل ہے۔

اور ان لوگوں میں سے —— یعنی مکہ کے مشرکوں میں سے —— وہ ہیں جو اس کو مانتے ہیں —— یعنی مشرکوں کا ایمان لانا بھی دلیل ہے —— اور ہماری آیتوں کا انکار کٹر منکر ہی کرتے ہیں —— خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک: جو لوگ حق پوش نانہجار ہیں وہی قرآن کی صداقت کا انکار کرتے ہیں۔

قرآن کی حقانیت کی دوسری اور تیسری دلیل: ایک امّی ہستی کا قرآن پیش کرنا اور لاکھوں انسانوں کا اس کو حفظ کرنا —— اور آپؐ قرآن سے پہلے کسی کتاب کی تلاوت نہیں کرتے تھے، اور نہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے، تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے —— کہ آپ نے اہل کتاب کی کتابیں پڑھ کر عربی میں یہ مضامین ڈھال لئے ہیں —— نبی ﷺ کی نزولِ قرآن سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی مکہ والوں کے سامنے تھی، وہ سب جانتے تھے کہ آپؐ کبھی کسی استاذ کے پاس نہیں بیٹھے، اور آپؐ لکھنا پڑھنا بھی نہیں سیکھے، پھر ایسی محیر العقل کتاب کہاں سے پیش کررہے ہیں؟ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ آپؐ کا کمال نہیں، یہ کسی بالاتر ہستی کا کلام ہے —— بلکہ وہ واضح آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جو علم دیئے گئے ہیں —— یعنی اہل علم اس کو حفظ کرتے ہیں، لاکھوں مرد، عورتیں اور بچے قرآن کے حافظ ہیں: یہ بھی دلیل ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، کسی انسانی کتاب کا ایک آدھ حافظ تو ہوسکتا ہے، اور وہ بھی جب کہ اس کو سمجھتا ہو، جیسے شعراء کے راویے ہوتے ہیں، مگر بغیر سمجھے اتنی بڑی کتاب بچے تک حفظ کرلیتے ہیں، یہ قرآن کی صداقت کی دلیل ہے —— اور ہماری آیتوں کا انکار ناانصاف لوگ ہی کرتے ہیں —— یعنی اب بھی جو لوگ مرغ کی ایک ٹانگ! گائے جائیں: وہ سخت ناانصاف ہیں، ان کا کوئی علاج نہیں، جب کوئی شخص ٹھان لے کہ مجھے ماننا نہیں تو اس کو کون منوادے!

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۱ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۵۲ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ

ع۱

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	عَلَيْكَ	تجھ پر	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں ہے
لَوْلَا	کیوں نہیں	الْكِتٰبَ	کتاب	وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ
اُنْزِلَ	اتاری گئیں	يُتْلٰى	پڑھی جاتی ہے	اٰمَنُوْا	مانتے ہیں
عَلَيْهِ	اس پر	عَلَيْهِمْ	ان پر	بِالْبَاطِلِ	غلط بات
اٰيٰتٌ	نشانیاں	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں	وَكَفَرُوْا	اور انکار کرتے ہیں
مِّنْ رَّبِّهٖ	اس کے رب کی طرف سے	لَرَحْمَةً	البتہ مہربانی	بِاللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کا
قُلْ	کہہ	وَّذِكْرٰى	اور نصیحت ہے	اُولٰٓئِكَ	وہی لوگ
اِنَّمَا	بس	لِقَوْمٍ	ایسے لوگوں کے لئے	هُمُ	وہ
الْاٰيٰتُ	نشانیاں	يُّؤْمِنُوْنَ	جو مانتے ہیں	الْخٰسِرُوْنَ	گھاٹا پانے والے ہیں
عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس ہیں	قُلْ	کہہ	وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ	اور جلدی مچاتے ہیں وہ تجھ سے
وَاِنَّمَا	اور بس	كَفٰى	کافی ہیں		
اَنَا	میں	بِاللّٰهِ (۱)	اللہ تعالیٰ	بِالْعَذَابِ	عذاب کے بارے میں
نَذِيْرٌ	ڈرانے والا ہوں	بَيْنِيْ	میرے درمیان	وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتی
مُّبِيْنٌ	کھلا	وَبَيْنَكُمْ	اور تمہارے درمیان	اَجَلٌ	مدت
اَوَلَمْ	کیا اور نہیں	شَهِيْدًا (۲)	گواہ	مُّسَمًّى	مقرر
يَكْفِهِمْ	کافی ان کو	يَعْلَمُ	جانتے ہیں	لَّجَآءَهُمُ	تو پہنچتا ان کو
اَنَّآ	کہ ہم نے	مَا	جو	الْعَذَابُ	عذاب
اَنْزَلْنَا	اتاری	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ	اور ضرور آئیگا انکے پاس

(۱) کفی کے فاعل پر باء زائد ہے (۲) شہیدا: تمیز ہے، نسبت کے ابہام کو دور کرتی ہے۔

بَغْتَةً	اچانک	جَهَنَّمَ	جہنم	وَمِنْ تَحْتِ	اور نیچے سے
وَّهُمْ	اور وہ	لَمُحِيْطَةٌ	یقیناً گھیرنے والی ہے	اَرْجُلِهِمْ	ان کے پیروں کے
لَا يَشْعُرُوْنَ (۱)	احساس نہیں کرتے ہونگے	بِالْكٰفِرِيْنَ	کافروں کو	وَيَقُوْلُ	اور فرمائیں گے
يَسْتَعْجِلُوْنَكَ	اور جلدی مچاتے ہیں وہ تجھ سے	يَوْمَ	(یاد کرو) جس دن	ذُوْقُوْا	چکھو
		يَغْشٰهُمُ	ڈھانکے گا ان کو	مَا كُنْتُمْ	جو تم تھے
بِالْعَذَابِ	عذاب کے بارے میں	الْعَذَابُ	عذاب	تَعْمَلُوْنَ	کرتے
وَاِنَّ	اور بے شک	مِنْ فَوْقِهِمْ	ان کے اوپر سے	❁	❁

ایک سوال کے تین جواب کہ نشانیاں دکھاؤ تو ہم قرآن کی حقانیت پر ایمان لائیں

سورۃ بنی اسرائیل (آیات ۹۰-۹۴) میں مشرکینِ مکہ کے نامعقول مطالبات آئے ہیں، مثلاً: (۱) سرزمین مکہ میں نہر جاری کر کے اس کو سرسبز وشاداب بنادو (۲) آپؐ کے لئے کھجور اور انگور کا باغ ہو، اور اس کے بیچ میں نہریں رواں ہوں (۳) آسمان کو پارہ پارہ کر کے گرادو (۴) اللہ جلوہ گر ہو کر اور فرشتے ظاہر ہو کر آپؐ کے سچے نبی ہونے کی گواہی دیں، وغیرہ وغیرہ ——— وہاں ان بے ہودہ مطالبات کا جواب دیا ہے، یہاں اس مطالبہ کے تین جواب دیئے ہیں:

پہلا جواب: نشان دکھانا رسول کے اختیار میں نہیں، اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اور نبی کی تصدیق اس پر موقوف بھی نہیں، نبی کا کام بدی کے نتائج سے صاف صاف آگاہ کرنا ہے، پھر نبی کی تصدیق کے لئے اللہ تعالیٰ جو چاہیں نشان دکھائیں، یہ ان کے اختیار کی بات ہے۔

دوسرا جواب: کیا قرآنِ کریم جو رات دن ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے: کافی نشان نہیں؟ دیکھتے نہیں! قرآن کی حقانیت پر ایمان لانے والے کس طرح رحمتِ خداوندی سے بہرہ ور ہو رہے ہیں؟ اور کس طرح اس کی نصیحت پر عمل کر کے اپنی زندگیوں کو سنوار رہے ہیں؟ قرآنِ کریم کے مؤمنین کی زندگیوں پر مرتب ہونے والے اثرات اس کی حقانیت کی دلیل ہیں۔

تیسرا جواب: ہر دعوے پر گواہ چاہئے، رسول کے دعوئے رسالت کے گواہ اللہ تعالیٰ ہیں، اور وہ سب سے مضبوط گواہ ہیں، کیونکہ گواہ کے لئے معاملہ کی پوری واقفیت ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے تمام احوال سے واقف ہیں، تم دیکھتے نہیں! وہ رسول کو اور اس پر ایمان لانے والوں کو کس طرح بڑھا رہے ہیں، یہ رسول کے دعوے کی عملی تصدیق ہے۔

(۱) شعور: بھنک پڑنا، محسوس ہونا، سان گمان ہونا۔

پس اب جو غلط چیز (بتوں) کو مانیں گے، اور برحق اللہ تعالیٰ کا انکار کریں گے: وہ گھاٹے میں رہیں گے۔

آیاتِ پاک: — اور کہا انھوں نے — منکرین نے — اس پر — رسول پر — اس کے رب کی طرف سے نشانیاں — جو ہم مانگتے ہیں — کیوں نہیں اتاری گئیں؟ پہلا جواب: — کہہ نشانیاں اللہ ہی کے پاس ہیں، اور میں کھول کر نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والا ہی ہوں — دوسرا جواب: — کیا اوران کے لئے کافی نہیں یہ بات کہ ہم نے آپؐ پر کتاب اتاری ہے، وہ ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے، بے شک اس میں یقیناً مہربانی اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو مانتے ہیں — تیسرا جواب: — کہہ: اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہیں، وہ جانتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے — اور جو لوگ غلط چیزوں کو مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں وہی گھاٹا پانے والے ہیں!

نامعقول مطالبہ کی ایک مثال کہ ہم باطل پر ہیں تو ہم پر دنیوی یا اخروی عذاب کیوں نہیں آتا؟

دنیوی عذاب: اس لئے نہیں آتا کہ ہر چیز کے لئے ایک وقت متعین ہے: کُلُّ اَمرٍ مَرْھُوْنٌ بِوقتہ، اور جان لو کہ دنیا میں عذاب ضرور آئے گا، اور اچانک آئے گا، تمہیں اس کا سان گمان بھی نہیں ہوگا — یہ عذاب بدر کے میدان میں آیا، مکہ والوں کے سب سورما لقمۂ اجل بن گئے، اور ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے!

اور اخروی عذاب: موت کے بعد آئے گا، وہ اس سے بچ نہیں سکتے، کیونکہ جہنم ان کو گھیرے ہوئے ہے — وہ دن یاد کرو جب جہنم کا عذاب ان کو اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے یعنی ہر طرف سے ڈھانکے گا، اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو! — وہ دن نہایت برا دن ہوگا، وہ دن آئے اس سے پہلے جہنم سے بچنے کا سامان کرلو!

آیاتِ پاک: — اور وہ آپؐ سے (دنیوی) عذاب جلدی مانگتے ہیں! — اور اگر مدت مقرر نہ ہوتی تو ان کو عذاب پہنچتا، اور ضرور ان کو اچانک پہنچے گا، اور ان کو سان گمان نہ ہوگا!

اور وہ آپؐ سے (اخروی) عذاب جلدی مانگتے ہیں! — اور جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے — (یاد کرو) جس دن ڈھانکے گا ان کو عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے، اور وہ کہے گا: چکھو، جو کچھ تم کیا کرتے تھے!

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ

الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝۵۸ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۵۹ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶۰

يٰعِبَادِيَ	اے میرے بندو	وَعَمِلُوا	اور کیے انھوں نے	الَّذِيْنَ	جنھوں نے
الَّذِيْنَ	جو	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	صَبَرُوْا	برداشت کیا
اٰمَنُوْٓا	ایمان لائے	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ (۱)	ضرور ٹھکانہ دیں	وَعَلٰي رَبِّهِمْ	اور اپنے رب پر
اِنَّ اَرْضِيْ	بے شک میری زمین		گے ہم ان کو	يَتَوَكَّلُوْنَ	بھروسہ کرتے ہیں
وَاسِعَةٌ	کشادہ ہے	مِّنَ الْجَنَّةِ	جنت کے	وَكَاَيِّنْ (۲)	اور بہت سے
فَاِيَّايَ	پس میری ہی	غُرَفًا	بالا خانوں میں	مِّنْ دَاۗبَّةٍ	جانور
فَاعْبُدُوْنِ	بندگی کرو	تَجْرِيْ	بہتی ہیں	لَّا تَحْمِلُ	نہیں اٹھاتے
كُلُّ نَفْسٍ	ہر نفس	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے	رِزْقَهَا	اپنی روزی
ذَاۗىِٕقَةُ	چکھنے والا ہے	الْاَنْهٰرُ	نہریں	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
الْمَوْتِ	موت کو	خٰلِدِيْنَ	سدا رہنے والے	يَرْزُقُهَا	ان کو روزی دیتے ہیں
ثُمَّ اِلَيْنَا	پھر ہماری طرف	فِيْهَا	ان میں	وَاِيَّاكُمْ	اور تم کو
تُرْجَعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے	نِعْمَ	بہترین ہے	وَهُوَ	اور وہ
وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	اَجْرُ	بدلہ	السَّمِيْعُ	خوب سننے والے
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	الْعٰمِلِيْنَ	عمل کرنے والوں کا	الْعَلِيْمُ	ہر چیز جاننے والے ہیں

نیک مؤمنین کا بہترین انجام

اب کفار کے مقابلہ میں نیک مؤمنین کا بہترین انجام بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں: —— اے میرے وہ بندو جو

(۱) لَنُبَوِّئَنَّ: جمع متکلم، مضارع بانون تاکید، ھم: مفعول، تَبْوِئَة: مصدر باب تفعیل: ہم ضرور ان کو جگہ دیں گے، اتاریں گے

(۲) کَاَیِّن: اصل میں کَاَیٍّ تھا، قرآنی رسم الخط میں تنوین کو نون کی صورت میں لکھا گیا ہے، یہ لفظ مبہم کثیر تعداد پر دلالت کرتا ہے، اور اس کی تمیز پر مِن آتا ہے۔

ایمان لائے! بے شک میری زمین کشادہ ہے، پس میری ہی بندگی کرو ـــــ یعنی مکہ کے کافر اگر تم کو تنگ کرتے ہیں تو اللہ کی زمین وسیع ہے، دوسری جگہ (مدینہ) چلے جاؤ، اور میری ہی بندگی کرو ـــــ ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے ـــــ یعنی دنیا کی زندگی کئی دن کی ہے؟ جہاں بن پڑے کاٹ لو، پھر ہمارے پاس آؤ گے تب صلہ پاؤ گے ـــــ اور وہ صلہ یہ ہے: ـــــ اور جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے: ہم ان کو ضرور ٹھکانہ دیں گے جنت کے بالاخانوں میں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، بہترین ہے ان عمل کرنے والوں کا بدلہ جنھوں نے مصائب سہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں ـــــ یعنی جو لوگ صبر واستقلال سے اسلام وایمان کی راہ پر جمے رہے، اور خدا پر بھروسہ کر کے گھر بار چھوڑ کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے: ان کو اس وطن کے بدلے بہترین وطن ملے گا، اور ان کو یہاں کے گھروں سے بہتر گھر دیئے جائیں گے! (فوائد) ـــــ اور توکل کی ایک مثال ـــــ اور بہتیرے جانور اپنی روزی اٹھائے ہوئے نہیں ہیں ـــــ بعض جانوروں کے پاس ذخیرہ ہوتا ہے، اکثر بیلنس نہیں رکھتے ـــــ اور اللہ تعالیٰ ان کو اور تم کو روزی دیتے ہیں ـــــ یعنی روزی کی طرف سے بے فکر ہو کر ہجرت کرو، وہ تمہیں ضائع نہیں کرے گا ـــــ اور وہ خوب سننے والے ہر چیز کو جاننے والے ہیں ـــــ بندوں کی التجائیں سنتے ہیں، اور ان کے احوال جانتے ہیں، پس تم سامانِ معیشت ساتھ لے جانے کی فکر مت کرو، اللہ کے بھروسہ پر نکل کھڑے ہو، وہ روزی مہیا کریں گے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٦١﴾ اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۗ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٣﴾ ع ۱۲/۱

وَلَئِنْ	اور بخدا! اگر	خَلَقَ	پیدا کئے	وَسَخَّرَ (۱)	اور کام میں لگایا
سَأَلْتَهُمْ	پوچھیں آپ ان سے	السَّمٰوٰتِ	آسمان	الشَّمْسَ	سورج
مَّنْ	کس نے	وَالْأَرْضَ	اور زمین	وَالْقَمَرَ	اور چاند کو

(۱) تسخیر: بس میں کرنا، زبردستی کام میں لگانا۔

لَيَقُوْلُنَّ	البتہ ضرور کہیں گے وہ	لَهٗ	اس کے لئے	الْاَرْضَ	زمین کو
اللّٰهُ (1)	اللہ نے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مِنْۢ بَعْدِ	بعد
فَاَنّٰى	پس کہاں	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو	مَوْتِهَا	اس کے مرجانے کے
يُؤْفَكُوْنَ (2)	الٹے پھرے جارہے ہیں وہ	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے ہیں	لَيَقُوْلُنَّ	ضرور کہیں گے وہ
اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	وَلَئِنْ	اور بخدا! اگر	اللّٰهُ	اللہ نے
يَبْسُطُ	پھیلاتے ہیں	سَاَلْتَهُمْ	پوچھیں آپ ان سے	قُلِ	کہیں
الرِّزْقَ	روزی	مَّنْ نَّزَّلَ	کس نے اتارا	الْحَمْدُ	تمام تعریفیں
لِمَنْ	جس کے لئے	مِنَ السَّمَاۗءِ	آسمان سے	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہیں
يَّشَاۗءُ	چاہتے ہیں	مَاۗءً	پانی	بَلْ	مگر
مِنْ عِبَادِهٖ	اپنے بندوں میں سے	فَاَحْيَا	پس زندہ کیا	اَكْثَرُهُمْ	ان میں سے اکثر
وَيَقْدِرُ (3)	اور تنگ کرتے ہیں	بِهِ	اس کے ذریعہ	لَا يَعْقِلُوْنَ	سمجھتے نہیں

اسبابِ رزق اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں، پس وہی معبود ہیں

رزق کے تمام اسباب سماویہ اور ارضیہ اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیے ہیں، پس اس پر بھروسہ کرنا چاہئے، ہجرت میں سامانِ معیشت ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں، یہ ماسبق سے ربط ہوا۔ اور جب رزاق اللہ تعالیٰ ہیں تو معبود بھی وہی ہیں، اس طرح کلام کا رخ توحید کی طرف ہوگیا۔ ارشاد پاک ہے: —— اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ اور کس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا؟ —— اوپر سے پانی برستا ہے، زمین غذا اگاتی ہے، سورج کی توانائی پھل اور غلہ پکاتی ہے اور چاند کی چاندنی ذائقہ پیدا کرتی ہے، یوں اللہ تعالیٰ نے روزی کے اسباب فراہم کئے —— پس وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! —— مشرکین جواہر کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کو ایشور (خالق) کہتے ہیں، اس لئے وہ یہی جواب دیں گے —— پس وہ کدھر پلٹے جارہے ہیں؟ —— اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مورتیوں کے گرویدہ کیوں ہورہے ہیں؟ جو خالق ورزاق ہے وہی معبود ہے، کوئی دوسرا معبود کہاں سے آگیا؟

اسبابِ رزق اختیار کرنے پر سب کو روزی حسب خواہش یا یکساں کیوں نہیں ملتی؟

آگے ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے۔ لوگ اسبابِ رزق اختیار کرتے ہیں، مگر روزی سب کو دل خواہ نہیں ملتی: اس کی

(۱) اللہ: مبتدا ہے، اور خبر محذوف ہے أی خلق و سخر (۲) إفك (ضرب): پھیرنا، بھٹکانا (۳) قَدَر (ضرب): تنگ کرنا۔

کیا وجہ ہے؟ جواب: یہ بات بندوں کی مصلحت پر موقوف ہے، جس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسباب خودکار نہیں، ان کا سرا مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے، وہ بندوں کی مصلحت کے موافق روزی کشادہ اور تنگ کرتے ہیں، ارشادِ پاک ہے: —— اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتے ہیں روزی کشادہ کرتے ہیں، اور اس کے لئے تنگ کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں!

اسبابِ معیشت کی اللہ تعالیٰ تجدید کرتے ہیں

اب یہ بات بیان کرتے ہیں کہ اسبابِ رزق کی اللہ تعالیٰ تجدید کرتے ہیں، جب زمین اجڑ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اوپر سے پانی برساتے ہیں جس سے زمین لہلہانے لگتی ہے، اور تازہ فصل تیار ہوتی ہے، اور لوگوں اور جانوروں کو روزی ملتی ہے۔

اسی طرح سیم وزر میں تقدیری (مان لیا ہوا) نماء (بڑھوتری) ہے، اموالِ تجارت میں تحقیقی، اور مواشی میں حسّی، اسی نماء میں اللہ تعالیٰ نے غریبوں کا حق رکھا ہے۔ پس جو خدا اسبابِ معیشت کی تجدید کر کے روزی پہنچاتا ہے وہی معبود ہے، مگر اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

یہ ماقبل سے ربط وتعلق ہوا، اور مابعد سے تعلق یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اسباب معیشت کی تجدید کرتے ہیں: اس دنیا کو بھی دوسری دنیا سے بدل دیں گے، تاکہ مؤمنین کے لئے سامانِ عیش (جنت) فراہم کریں، وہی ان کی روزی ہوگی۔

ارشاد فرماتے ہیں: —— اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ زمین کو مرجانے کے بعد زندہ کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! کہو: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں —— وہی معبود ہیں، کیونکہ معبود ہونا سب سے بڑا کمال ہے، اور تمام کمالات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، پس یہ کمال بھی ان کے ساتھ خاص ہے —— مگر بیشتر لوگ سمجھتے نہیں! —— ان کی عقلوں پر پتھر پڑ گئے ہیں، اس لئے پتھروں کو معبود بنائے ہوئے ہیں!

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۟ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى

اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ ع

وَمَا هٰذِهِ	اور نہیں ہے یہ	اِلَى الْبَرِّ	خشکی کی طرف	مِنْ حَوْلِهِمْ	ان کے آس پاس سے
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ	دنیا کی زندگی	اِذَا هُمْ	اچانک وہ	اَفَبِالْبَاطِلِ	کیا پس باطل پر
اِلَّا لَهْوٌ(۱)	مگر دل بہلانا	يُشْرِكُوْنَ	شریک کرتے ہیں	يُؤْمِنُوْنَ	یقین رکھتے ہیں
وَّلَعِبٌ(۲)	اور کھیلنا	لِيَكْفُرُوْا	تاکہ انکار کریں گے وہ	وَبِنِعْمَةِ	اور نعمت کا
وَاِنَّ	اور بے شک	بِمَآ	اس کا جو	اللّٰهِ	اللہ کے
الدَّارَ الْاٰخِرَةَ	پچھلا گھر	اٰتَيْنٰهُمْ	دیا ہم نے ان کو	يَكْفُرُوْنَ	انکار کرتے ہیں
لَهِيَ	البتہ وہ	وَلِيَتَمَتَّعُوْا	اور تاکہ فائدہ اٹھائیں وہ	وَمَنْ اَظْلَمُ	اور کون بڑا ظالم ہے
الْحَيَوَانُ(۳)	زندگانی ہے	فَسَوْفَ	پس عنقریب	مِمَّنِ	اس سے جس نے
لَوْ كَانُوْا	اگر/کاش وہ	يَعْلَمُوْنَ	جانیں گے وہ	افْتَرٰى	گھڑا
يَعْلَمُوْنَ	جانتے	اَوَلَمْ	کیا اور نہیں	عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر
فَاِذَا رَكِبُوْا	پس جب سوار ہوئے وہ	يَرَوْا	دیکھا انھوں نے	كَذِبًا	جھوٹ
فِي الْفُلْكِ	کشتی میں	اَنَّا	کہ ہم نے	اَوْ كَذَّبَ	یا جھٹلایا
دَعَوُا اللّٰهَ	پکارا انھوں نے اللہ کو	جَعَلْنَا	بنایا	بِالْحَقِّ	دین حق کو
مُخْلِصِيْنَ	خالص کر کے	حَرَمًا	حرم شریف کو	لَمَّا جَآءَهٗ	جب پہنچا اس کو
لَهُ	اس کے لئے	اٰمِنًا(۴)	امن والا	اَلَيْسَ	کیا نہیں ہے
الدِّيْنَ	دین (اعتقاد) کو	وَّيُتَخَطَّفُ(۵)	(درانحالیکہ) اُچکے	فِيْ جَهَنَّمَ	جہنم میں
فَلَمَّا نَجّٰهُمْ	پس جب نجات دی ہم نے ان کو		جارہے ہیں	مَثْوًى	ٹھکانہ
		النَّاسُ	لوگ	لِلْكٰفِرِيْنَ	منکروں کا

(۱) لهو: غیر دانشمندانہ تفریح (۲) لعب: کھیل، دلچسپ مشغلہ (۳) حیوان: حَيِيَ يَحْيٰ کا مصدر، اصل میں حَيَيَان تھا، یاء ثانیہ کو واو سے بدل دیا ہے، یہ حیاۃ سے زیادہ بلیغ ہے۔ (۴) آمنا: جعلنا کا مفعول ثانی ہے (۵) جملہ حالیہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ	اور جنھوں نے	لَنَهْدِيَنَّهُمْ	ضرور دکھائیں گے	وَإِنَّ اللهَ	اور بے شک اللہ تعالیٰ
جَاهَدُوْا	سخت محنت کی		ہم ان کو	لَمَعَ	یقیناً ساتھ ہیں
فِيْنَا	ہمارے لئے	سُبُلَنَا	ہماری راہیں	الْمُحْسِنِيْنَ	نیکوکاروں کے

کائنات کی تجدید ہوگی، اور دوسری زندگی اصل زندگی ہوگی

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ یہ دنیا جو اس وقت رواں دواں ہے: ایک دن ختم کردی جائے گی: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾: ہر چیز فنا ہونے والی ہے، علاوہ اللہ کی ذات کے (القصص آیت ۸۸) پھر بتدریج آفرینش کی ابتدا ہوگی: ﴿إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ﴾: بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے، اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا (البروج آیت ۱۳) یہی کائنات کی تجدید یعنی نیا ایڈیشن ہے، اور دوسری زندگی ہی اصل زندگی ہوگی، وہ ہمیشہ کے لئے ہوگی، جنت اور جہنم ابدی ہیں، پس آدمی کو چاہئے کہ یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے، اس فانی دنیا پر نہ ریجھے، اس کی حقیقت بہلاوا اور تماشا ہے۔ ارشادِ پاک ہے: —— اور دنیا کی یہ زندگی بہلاوا اور تماشا ہی ہے، اور بے شک پچھلی دنیا ہی زندگی ہے، اگر/ کاش لوگ جانتے!

دنیا کی زینت کفر سے ہے، اور آخرت کی ایمان سے

آخرت کو بھول کر اور دنیا کو مطمح نظر بنا کر رات دن اپنی توانائیاں وہی لوگ خرچ کرتے ہیں جن کو آڑے وقت اللہ یاد بھی آتا ہے تو جلد ہی اس کو بھول جاتے ہیں، اور اپنی دنیا میں مگن ہوجاتے ہیں، جب ان کی کشتی طوفان میں گھر جاتی ہے تو بڑی عقیدت سے اللہ کو پکارتے ہیں، مگر جونہی خشکی پر قدم رکھتے ہیں: اللہ کا احسان بھول جاتے ہیں، اور جھوٹے دیوتاؤں کو پکارنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں چند دن مزے اڑانا چاہتے ہیں، اڑالیں! عنقریب ان کو پتہ چل جائے گا کہ احسان فراموشی کا نتیجہ کیا ہے! ارشاد فرماتے ہیں: —— پس جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو انھوں نے اللہ کو پکارا، خالص اعتقاد سے، پھر جب ان کو خشکی کی طرف نجات دی تو اچانک وہ شریک ٹھہرانے لگے، تاکہ اس نعمت کا انکار کریں جو ہم نے ان کو دی —— مثلاً ڈوبنے سے بچایا —— اور تاکہ فائدہ اٹھائیں —— چند روز مزے اڑالیں —— سو عنقریب وہ جان لیں گے!

اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان کہ حرم شریف کو امن کی جگہ بنایا

اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا: اللہ کی نعمتوں کا انکار ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان مشرکین مکہ پر یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے حرم شریف کو امن کی جگہ بنایا ہے۔ مکہ کے کفار اللہ کے گھر کے طفیل دشمنوں سے پناہ میں ہیں، اردگرد سارے عرب میں کشت وخون کا بازار گرم تھا، اور مکہ والے چین سے تھے، وہ اللہ کا یہ احسان کیوں نہیں مانتے، اور صرف اس کی بندگی کیوں نہیں کرتے؟ وہ باطل (بتوں) کو تو مانتے ہیں جن کا کوئی احسان نہیں، اور برحق اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے جن کا یہ بڑا احسان ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— کیا اور وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے حرم شریف کو امن کی جگہ بنایا، درانحالیکہ لوگ ان کے آس پاس سے اچکے جارہے ہیں؟ کیا پس وہ غلط چیز کو مانتے ہیں، اور اللہ کے احسان کا انکار کرتے ہیں؟

شرک کرنے والوں کا یا دین حق کو جھٹلانے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے

آیتِ کریمہ میں أو مانعۃ الخلو کا ہے، پس دونوں باتیں جمع ہوسکتی ہیں، شرک کرنے والے: جیسے مشرکین مکہ، اور دین حق کا انکار کرنے والے: جیسے یہود ونصاریٰ: سب کا انجام دوزخ ہے، کیونکہ یہ دونوں باتیں سب سے بڑی ناانصافی ہیں، کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا: اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا ہے جس کا کوئی جواز نہیں، اسی طرح نبی ﷺ جو دین حق لے کر آئے ہیں: اس کو جھٹلانا کیا کم ظلم ہے؟ کیا ان ظالموں کو معلوم نہیں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا —— کہ بت ان کے شریک ہیں —— یا سچی بات کو جھٹلایا جب وہ اس کو پہنچی، کیا جہنم میں منکروں کا ٹھکانہ نہیں!

دین کے لئے مشقتیں برداشت کرنے والوں کی نصرت

منکرین کا انجام سنا کر اب مؤمنین کا انجام بیان کرتے ہیں، یہ وہ مؤمنین ہیں جو کفار مکہ کے مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے، سورت کا آغاز انہی کے تذکرہ سے ہوا تھا۔ فرماتے ہیں: جو لوگ اللہ کے لئے محنت اٹھاتے ہیں اور بے وطنی کی مشقت جھیلتے ہیں: ان کو اللہ تعالیٰ کامیابی کی راہیں دکھائیں گے، ان کی دست گیری فرمائیں گے، کیونکہ اللہ کی حمایت ونصرت ہمیشہ نیکوکاروں کے ساتھ ہوتی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور جو لوگ ہمارے دین کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں: ہم ضرور ان کو اپنی راہیں سجھاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ یقیناً نیکوکاروں کے ساتھ ہیں۔

فائدہ: جہاد کے مادّہ کے ساتھ فی سبیل اللہ آئے تو وہ خاص ہے، اس وقت جہاد کے معنی ہیں: دشمنانِ اسلام سے لوہا لینا، اور جب فی اللہ یا فینا آئے تو عام ہے، اس وقت لفظ دین محذوف رہتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ تن توڑ محنت کرے، آخری درجہ کی طاقت خرچ کردے، اسی کو مجاہدہ کہتے ہیں۔

﴿الحمدللہ! ۱۷؍ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ=۳؍اگست ۲۰۱۵ء بروز پیر سورۃ العنکبوت کی تفسیر پوری ہوئی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الروم

نمبر شمار ۳۰ نزول کا نمبر ۸۴ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۶۰ رکوع: ۶

یہ بھی مکی دور کی تقریباً آخری سورت ہے، اس کے نزول کا نمبر ۸۴ ہے، سورۃ عنکبوت کا ۸۵ تھا، مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں۔ اس سورت کے شروع میں رومیوں کے غلبہ کی پیشین گوئی ہے، اس لئے اس کا نام سورۃ الروم رکھا گیا ہے۔ گذشتہ سورت کے آخر میں قرآن کی حقانیت کا بیان تھا، یہ سورت اسی مضمون سے شروع ہوئی ہے، شروع میں یہ پیش خبری ہے کہ دس سے کم سالوں میں رومیوں کا غلبہ ہوگا، یہ خبر ٹھیک وقت پر پوری ہوئی، جس سے قرآن کی حقانیت ثابت ہوئی۔

اور اس پیشین گوئی میں مہاجرین مدینہ کے لئے ایک خوش خبری تھی کہ وہ بھی چند سالوں میں مکہ کے کفار پر غالب آئیں گے، چنانچہ آٹھویں سال یہ خبر بھی واقعہ بنی ـــــ پھر معاً بعد آخرت کا تذکرہ شروع ہوا ہے، یہ بھی آئندہ کی ایک خبر ہے، اور محقق الوقوع ہے، پس دونوں خبروں میں مناسبت ہے ـــــ پھر وقوع آخرت کی خبر دے کر آخرت کی آٹھ دلیلیں بیان کی ہیں، یہ خاصہ کی چیز ہے، اس کے بعد شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات ہے، پھر مشرکین کے بے ہنگم احوال ہیں۔

پھر یہ مضمون شروع ہوا ہے کہ اللہ نے جس کے لئے روزی کشادہ کی ہے وہ صدقہ خیرات کرے، لون (سودی قرض) نہ دے، سود حرام ہے، اور سودی نظام تباہ کن معاشی نظام ہے، اس نے سارے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، اور خشکی اور تری میں بگاڑ پھیل گیا ہے، پس اس سے بچنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے روزی کمانے کے حلال ذرائع: تجارت اور زراعت پیدا کئے ہیں، لوگ ان کے ذریعہ روزی حاصل کریں، حرام کو کیوں اپنائیں! سود خوری: مفت خوری کی ایک شکل ہے، اس سے بچیں، یہ مضمون بھی اہم ہے ـــــ پھر سورت کے آخر میں آخرت کا تذکرہ ہے، اور پانچ باتیں بیان کر کے سورت ختم کی ہے، یہ سورت کے بنیادی مضامین ہیں، درمیان میں ضمنی باتیں آئیں ہیں ـــــ اب سورت کی تلاوت کریں، اللہ تعالیٰ قارئین کرام کو قرآن کی برکات سے نوازیں (آمین)

۞ ۞ ۞

آیاتہا ۶۰ (۳۰) سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ (۸۴) رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾

بِسْمِ	نام سے	مِّنْۢ بَعْدِ	اپنے مغلوب ہونے	الْمُؤْمِنُوْنَ	مومنین
اللّٰهِ	اللہ کے	غَلَبِهِمْ (۱)	کے بعد	بِنَصْرِ اللّٰهِ	اللہ کی مدد سے
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	سَيَغْلِبُوْنَ	جلد غالب آئیں گے	يَنْصُرُ	مدد کرتے ہیں
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے	فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ (۲)	چند سالوں میں	مَنْ يَّشَآءُ	جس کی چاہتے ہیں
الٓمّٓ	الف، لام، میم	لِلّٰهِ	اللہ ہی کے لئے	وَهُوَ	اور وہ
غُلِبَتِ	مغلوب ہوئے	الْاَمْرُ	اختیار ہے	الْعَزِيْزُ	زبردست
الرُّوْمُ	رومی	مِنْ قَبْلُ	پہلے بھی	الرَّحِيْمُ	حکمت آشنا ہیں
فِيْٓ اَدْنَى	لگواں زمین میں	وَمِنْۢ بَعْدُ	اور بعد میں بھی	وَعْدَ اللّٰهِ (۳)	اللہ کا وعدہ ہے
الْاَرْضِ		وَيَوْمَئِذٍ	اور اس دن	لَا يُخْلِفُ	نہیں خلاف کرتے
وَهُمْ	اور وہ	يَّفْرَحُ	خوش ہونگے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ

(۱) غَلَبٌ: مصدر مجہول ہے، جس کے معنی ہیں: مغلوب ہونا، عربی میں مصدر معروف اور مصدر مجہول میں فرق نہیں ہوتا، قرائن سے پہچانا جاتا ہے۔ جیسے نَصَرَ يَنْصر نَصْرًا میں نَصْرًا: مصدر معروف ہے، اس کے معنی ہیں: مدد کرنا۔ اور نُصِرَ يُنْصَرُ نَصْرًا: میں نَصْرًا: مصدر مجہول ہے، اس کے معنی ہیں: مدد کیا جانا (۲) بضع: تین تا نو (۳) وعد اللہ: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، جس کو محذوف رکھنا واجب ہے، أی وَعَدَ اللّٰهُ وَعْدًا۔

وَعۡدَهٗ	اپنے وعدہ کا	يَعۡلَمُوۡنَ	جانتے ہیں وہ	وَهُمۡ	اور وہ
وَلٰكِنَّ	لیکن	ظَاهِرًا	ظاہر کو	عَنِ الۡاٰخِرَةِ	آخرت سے
اَكۡثَرَ النَّاسِ	اکثر لوگ	مِّنَ الۡحَيٰوةِ	دنیا کی زندگی کے	هُمۡ غٰفِلُوۡنَ	بے خبر ہیں
لَا يَعۡلَمُوۡنَ	جانتے نہیں	الدُّنۡيَا		۞	۞

اللہ پاک کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمان و رحیم ہیں

رومیوں کے غلبہ کی پیشین گوئی قرآن کی حقانیت کی دلیل ہے، اور اس میں مہاجرین کے لئے اشارہ ہے

ماقبل سے ربط: گذشتہ سورت میں قرآن کی حقانیت اور مدینہ کی طرف ہجرت کا ذکر آیا ہے۔ اب اس سورت میں ایک پیشین گوئی کے ضمن میں مہاجرین کو اشارہ دیا ہے کہ مدینہ کی طرف نکلو، ان شاء اللہ رومیوں کی طرح چند سالوں میں غالب آؤ گے، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں گے، چنانچہ ہجرت کے بعد آٹھویں سال مکہ فتح ہوا، اور مہاجرین گھر لوٹے ـــــ اور رومی بھی ساتویں سال غالب آئے، قرآن کی حقانیت ظاہر ہو کر رہی اور بہت سے لوگ ایمان لے آئے۔

پیشین گوئی: ـــــ جزیرۃ العرب سے لگی ہوئی دو بھاری حکومتیں: روم و فارس تھیں، یہ حکومتیں اس وقت کی سپر پاور تھیں، ان میں مدتِ دراز سے ٹکر چلی آرہی تھی۔ ۶۰۲ء سے ۶۱۴ء کے بعد تک ان میں حریفانہ نبرد آزمائی کا سلسلہ جاری رہا۔ نبی ﷺ کی ولادتِ مبارکہ ۵۷۰ء میں ہوئی ہے، اور بعثت ۶۱۰ء میں۔ آپ کی بعثت کے بعد روم اور فارس میں مقام اذرعات و بُصریٰ کے درمیان لڑائی ہوئی، اور رومی مغلوب ہوگئے۔ خسرو پرویز نے رومن امپائر کو فیصلہ کن شکست دیدی، شام، مصر اور ایشیائے کوچک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے، اور رومی اپنے دارالسلطنت میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہوگئے ـــــ جب یہ خبر مکہ مکرمہ پہنچی تو مشرکین نے بغلیں بجائیں، وہ مسلمانوں سے کہنے لگے: ”تم اور رومی اہل کتاب ہو، اور ہم اور فارسی ہم مشرب، پس روم پر فارس کا غالب آنا ہمارے لئے نیک فال ہے، ہم بھی تم پر غالب آئیں گے“

صحابہ نے یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی تو سورۃ الروم کی یہ آیتیں نازل ہوئیں، جن میں پیشین گوئی تھی کہ نو سال کے اندر رومی فارسیوں پر غالب آئیں گے، جس کی بظاہر کوئی امید نہیں تھی، لیکن اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں، اور مسلمانوں کو اللہ کے وعدے پر یقین تھا، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے اس پر شرط بدی ـــــ پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ساتویں برس پھر دونوں میں مقابلہ ہوا، اور رومی غالب آگئے، اور قرآن کی پیشین گوئی پوری ہوئی ـــــ اور اس درمیان مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، پھر ۲ ہجری میں بدر میں مسلمانوں اور مشرکوں میں معرکہ آرائی ہوئی، جس

میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، اور کفار نے منہ کی کھائی، اور اسی دن رومیوں کے غلبہ کی خبر آئی تو مسلمانوں کی خوشی دوبالا ہوگئی، اور مشرکین کی مکھی تیل میں گری!

آیاتِ پاک: ـــــ الف، لام، میم ـــــ یہ حروف مقطعات (علاحدہ علاحدہ حروف ہجاء) ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ـــــ لگواں علاقے میں رومی ہارے، اور وہ مغلوب ہونے کے بعد جلد چند سالوں میں غالب آئیں گے، اللہ ہی کا اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی، اور اس دن مؤمنین اللہ کی مدد سے خوش ہونگے ـــــ ایک تو اس دن اپنی فتح کی خوشی ہوگی، دوسری پیشین گوئی پوری ہونے کی خوشی، خوشی بالائے خوشی! ـــــ اللہ تعالیٰ جس کی چاہتے ہیں مدد کرتے ہیں، اور وہ زبردست حکمت آشنا ہیں ـــــ زبردست ایسے کہ ضعیف کو قوی کردیں، حکیم ایسے کہ مصلحت کے مطابق پانسہ پلٹ دیں ـــــ یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتے ـــــ وعدہ خلافی مروّت کے خلاف ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہیں ـــــ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ـــــ ان کا اللہ کے وعدوں پر یقین نہیں ـــــ وہ دنیا کی زندگی کے ظاہری پہلو کو جانتے ہیں ـــــ ظاہر بیں نگاہیں اسبابِ ظاہری پر فیصلہ کرتی ہیں ـــــ اور وہ آخرت سے بے خبر ہیں ـــــ یہ مثال ہے، ظاہر بین سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا اسی طرح چلتی رہے گی، حالانکہ اس زندگی کی تہ میں ایک دوسری زندگی پوشیدہ ہے، اور وہ آخرت ہے، جس سے لوگ بے خبر ہیں (باقی آگے)

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُسَمًّى ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُونَ ﴿٨﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَنْ كَذَّبُوا بِآيٰتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ ﴿١٠﴾ ع

أَوَلَمْ	کیا اور نہیں	مَا خَلَقَ	نہیں پیدا کیا	وَالْأَرْضَ	اور زمین کو
يَتَفَكَّرُوا	غور کیا انھوں نے	اللَّهُ	اللہ نے	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور اس کو جو انکے درمیان ہے
فِي أَنْفُسِهِمْ	اپنے دلوں میں؟	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	إِلَّا	مگر

بِالْحَقِّ(۱)	خاص مقصد سے	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَاَجَلٍ(۲)	اور مدت	كَانُوْٓا	تھے وہ	لِيَظْلِمَهُمْ	کہ ظلم کرتے ان پر
مُّسَمًّى	مقررہ تک	اَشَدَّ	زیادہ سخت	وَلٰكِنْ كَانُوْٓا	لیکن تھے وہ
وَاِنَّ كَثِيْرًا	اور بے شک بہت سے	مِنْهُمْ	ان سے	اَنْفُسَهُمْ(۵)	اپنی ذاتوں پر
مِّنَ النَّاسِ	لوگوں میں سے	قُوَّةً	قوت میں	يَظْلِمُوْنَ	ظلم کرتے
بِلِقَآئِ	ملاقات کا	وَّاَثَارُوا(۳)	اور جوتا بویا انھوں نے	ثُمَّ كَانَ	پھر ہوا
رَبِّهِمْ	ان کے رب کی	الْاَرْضَ	زمین کو	عَاقِبَةَ(۶)	انجام
لَكٰفِرُوْنَ	یقیناً انکار کرنے والے ہیں	وَعَمَرُوْهَآ(۴)	اور آباد کیا انھوں نے اس کو	الَّذِيْنَ(۷)	جنھوں نے
اَوَلَمْ	کیا اور نہیں	اَكْثَرَ	زیادہ	اَسَآءُوا	برائیاں کیں
يَسِيْرُوْا	چلے پھرے وہ	مِمَّا	اس سے جو	السُّوْٓاٰى(۸)	برا
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	عَمَرُوْهَا	آباد کیا انھوں نے اس کو	اَنْ كَذَّبُوْا(۹)	بایں وجہ کہ انھوں
فَيَنْظُرُوْا	پس دیکھتے وہ	وَجَآءَتْهُمْ	اور آئے ان کے پاس		نے جھٹلایا
كَيْفَ	کیسا	رُسُلُهُمْ	ان کے رسول	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی آیتوں کو
كَانَ عَاقِبَةُ	ہوا انجام	بِالْبَيِّنٰتِ	واضح دلائل کے ساتھ	وَكَانُوْا بِهَا	اور تھے وہ ان کا
الَّذِيْنَ	ان کا جو	فَمَا كَانَ	پس نہیں تھے	يَسْتَهْزِءُوْنَ	ٹھٹھا کرتے

آخرت سے غفلت کیوں؟ آخرت تو برحق ہے

انسان سوچتا کیوں نہیں؟ اس کے سوچنے کے لئے ایک نقطہ ہے کہ جب ہر چیز خاص مقصد کے لئے اور معین وقت کے لئے پیدا کی گئی ہے، تو خود انسان کو مہمل کیسے چھوڑا جا سکتا ہے؟ اس کی پیدائش کا بھی ضرور کوئی مقصد ہونا چاہئے ــــــ اور وہ مقصد ہے: تکلیفِ شرعی، یعنی انسان کو کچھ احکام دیئے گئے ہیں، جن کی تعمیل اس پر لازم ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ

(۱) حق: حکمت کے اقتضاء کے مطابق کوئی چیز ایجاد کرنا (۲) اجل: کا حق پر عطف ہے۔ (۳) أثار إثارة: جوتنا، کھیتی کرنا (۴) عَمَرَ عِمارَة: بسانا، آباد کرنا (۵) أنفسهم: يظلمون کا مفعول مقدم ہے (۶) عاقبةَ: كان کی خبر مقدم ہے (۷) الذين أساء وا: موصول صلہ مل کر مضاف الیہ ہیں (۸) السو آى: كان کا اسم مؤخر ہے، السو آى: برا کام، أسوأ کا مؤنث ہے، جیسے حُسنٰى: أحسن کا مؤنث ہے، اور مصدر بروزن فُعلی بھی ہو سکتا ہے (۹) أن سے پہلے لام یا باء محذوف ہے۔

الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾: اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنھوں نے موت وحیات کو پیدا کیا یعنی دنیا کی زندگی بنائی، جس میں مرنا اور جینا ہے، تاکہ وہ تمہاری آزمائش کریں کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے [الملک ۲]

پھر اعمال کی جزاوسزا اس دنیا میں نہیں ہے، اس کے لئے دوسری دنیا بنائی جائے گی، جس کا نام آخرت ہے، اس میں جنت وجہنم اسی مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہیں، اور آخرت میں سب سے بڑی نعمت دیدارِ خداوندی ہوگی، اور سب سے بڑی سزا دیدارِ خداوندی سے محرومی ہوگی: ﴿إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُوْنَ﴾: کفار قیامت کے دن اپنے پروردگار کے دیدار سے روک دیئے جائیں گے [التطفیف ۱۵] پس جو شخص آخرت کا انکار کرتا ہے وہ اپنے پروردگار کی ملاقات کا انکار کرتا ہے، جبکہ اللہ کی محبت انسان کی رگ وپے میں بسی ہوئی ہے، اسی وجہ سے دیدارِ خداوندی سے محرومی کفار کے لئے سزا ہوگی۔

اور انسان کے سوچنے کے لئے دوسرا نقطہ یہ ہے کہ گذشتہ اقوام جو دنیا کے سازوسامان میں ہر طرح موجودہ لوگوں سے بہتر تھیں، اور انھوں نے عمریں بھی لمبی پائی تھیں، جب ان کے پاس رسول آئے، اور انھوں نے رسولوں کی بات نہ مانی تو ان کا دنیا میں کیا انجام ہوا؟ وہ کیوں تباہ وبرباد کی گئیں؟ اگر انسان اس پر غور کرے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مکلّف بنایا ہے، احکام دیئے ہیں، اگر وہ اس کی خلاف ورزی کریں گے تو دنیا میں بھی سزا پائیں گے اور آخرت میں بھی —— یہ تین آیتوں کا خلاصہ ہے۔

آیاتِ پاک: —— کیا اور وہ اپنے دلوں میں سوچتے نہیں؟ —— سوچنے کے لئے پہلا نقطہ: —— اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں خاص مقصد اور معین وقت کے لئے پیدا کیا ہے —— وہ خاص مقصد: کائنات انسان کی مصلحت کے لئے بنائی گئی ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّافِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا﴾: اللہ نے تمہارے فائدے کے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا ہے جو زمین میں ہے [البقرۃ ۲۹] —— اور اس دنیا کی ہر چیز ناپائدار ہے، ایک وقت کے بعد اس کو ختم ہوجانا ہے: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ﴾: ہر چیز فنا ہونے والی ہے [القصص ۸۸] —— پھر اللہ تعالیٰ کائنات کی تجدید کریں گے، یعنی مخلوقات کو دوبارہ پیدا کریں گے: ﴿إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ﴾: وہی آفرینش کی ابتدا کرتے ہیں، پھر اس کو لوٹائیں گے یعنی دوبارہ پیدا کریں گے [البروج ۱۳] اسی حیاتِ نو کا نام آخرت ہے —— اور بہت سے انسان اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں —— یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت کو نہیں مانتے، اور آخرت کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت دیدارِ الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔

انسان کے غور کرنے کا دوسرا نقطہ: —— کیا اور وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ —— مراد جزیرۃ العرب کی سرزمین ہے —— پس وہ دیکھتے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے؟ —— مراد عاد وثمود وغیرہ ہیں ——

وہ اِن (مکہ والوں) سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے، اور انھوں نے زمین کو جوتا بویا، اور اس کو آباد کیا زیادہ اس سے جو انھوں نے اس کو آباد کیا ـــــ یعنی عاد وثمود بڑی طاقت ور قومیں تھیں، جنھوں نے زمین کو جوت بو کر خوب کمایا، پہاڑ کھود کر چشمے نکالے، اور تمدن کو ترقی دی، انھوں نے عمریں بھی لمبی پائیں، اور زمین کو موجودہ کافروں سے زیادہ آباد کیا ـــــ اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے ـــــ پس انھوں نے تکذیب کی تو دنیا میں ان کا انجام کیا ہوا؟ کس طرح وہ تباہ و برباد کئے گئے؟ ـــــ پس اللہ ایسے نہیں تھے کہ ان پر ظلم کرتے، لیکن وہ اپنی ذاتوں پر ظلم کرتے تھے ـــــ یعنی انھوں نے خود اپنے پیروں پر تیشہ زنی کی، اللہ کی بارگاہ ظلم وزیادتی سے پاک ہے یعنی انھوں نے وہ کام کئے جن کا نتیجہ برا نکلا، یہی اپنی جانوں پر ظلم کرنا ہے ـــــ پس برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا! بایں وجہ کہ انھوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان کی ہنسی اڑاتے تھے ـــــ پھر آخرت میں تکذیب واستہزاء کی جو سزا ملے گی وہ الگ ہے۔

لوگوں کو چاہئے کہ گذرے ہوئے لوگوں کے احوال سے عبرت پکڑیں، اللہ کا قانون یکساں چلتا ہے

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	ثُمَّ اِلَيْهِ	پھر اس کی طرف	السَّاعَةُ	قیامت
يَبْدَؤُا	شروع کرتے ہیں	تُرْجَعُوْنَ	پھیرے جاؤ گے	يُبْلِسُ (۱)	حیران رہ جائیں گے
الْخَلْقَ	آفرینش	وَيَوْمَ	اور جس دن	الْمُجْرِمُوْنَ	مجرم لوگ
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ	پھر اس کو لوٹائیں گے	تَقُوْمُ	قائم ہوگی	وَلَمْ يَكُنْ (۲)	اور نہیں ہوگا

(۱) اَبلس: حیران وششدر رہنا، اِبلیس: رحمت سے مایوس (۲) لم یکن: لم مضارع کو ماضی منفی بناتا ہے، یہ تعبیر تحقق وقوع کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے، لھم: خبر مقدم ہے، شفعاء: اسم مؤخر، من شر کائھم: شفعاء کی صفت ہے أی کائن منھم۔

لَهُمْ	ان کے لئے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	فَسُبْحٰنَ[۱][۲]	پس پاکی بیان کرو
مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ	ان کے شریک ٹھہرائے ہوؤں میں سے	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	اللّٰهِ	اللہ کی
		فَهُمْ	پس وہ	حِيْنَ	جب
شُفَعٰٓؤُا	کوئی سفارشی	فِيْ رَوْضَةٍ	خوبصورت باغ میں	تُمْسُوْنَ[۳]	تم شام کرتے ہو
وَكَانُوْا	اور ہونگے وہ	يُّحْبَرُوْنَ[۱]	خوش کئے ہوئے ہونگے	وَحِيْنَ	اور جب
بِشُرَكَآئِهِمْ	اپنے شریکوں کا	وَاَمَّا الَّذِيْنَ	اور رہے وہ جنھوں نے	تُصْبِحُوْنَ	تم صبح کرتے ہو
كٰفِرِيْنَ	انکار کرنے والے	كَفَرُوْا	انکار کیا	وَلَهُ	اور اس کے لئے
وَيَوْمَ تَقُوْمُ	اور جس دن قائم ہوگی	وَكَذَّبُوْا	اور جھٹلایا	الْحَمْدُ	تعریف ہے
السَّاعَةُ	قیامت	بِاٰيٰتِنَا	ہماری آیتوں کو	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں
يَوْمَئِذٍ	اس دن	وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ	اور آخرت کی ملاقات کو	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں
يَّتَفَرَّقُوْنَ	جدا جدا ہوجائیں گے وہ	فَاُولٰٓئِكَ	پس وہ	وَعَشِيًّا[۴]	اور تیسرے پہر
فَاَمَّا الَّذِيْنَ	پس رہے وہ جو	فِي الْعَذَابِ	عذاب میں	وَّحِيْنَ	اور جب
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	مُحْضَرُوْنَ	حاضر کئے ہوئے ہونگے	تُظْهِرُوْنَ	تم دوپہر میں داخل ہوؤ

وقوعِ آخرت کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ آفرینش کی ابتداء کرتے ہیں، پھر اس کو لوٹائیں گے —— یعنی اسی زمین پر مخلوقات کو دوبارہ پیدا کریں گے —— پھر تم اس کی طرف پھیرے جاؤگے —— یعنی آخرت میں لے جائے جاؤگے، پل صراط سے گذار کر —— اور جس دن قیامت برپا ہوگی مجرم لوگ حیران رہ جائیں گے —— سوچیں گے: ہائے کیا ہوگیا! —— اور ان کے لئے ان کے معبودوں میں سے کوئی سفارشی نہیں ہوگا —— یعنی وقت پر کوئی کام نہیں آئے گا —— اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کریں گے —— کہیں گے: ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾: خدا کی قسم! اے ہمارے ربّ ہم مشرک نہیں تھے [الانعام ۲۳] یعنی جس کے حق ہونے کا آج دعوی ہے: اس کا انجام یہ ہوگا کہ خود ہی اس کو باطل سمجھنے لگیں گے۔

اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن لوگ جدا جدا ہوجائیں گے —— یعنی نیک و بد الگ الگ کردیئے جائیں

(۱) حبرہ (ن) حُبوراً: خوش کرنا، مسرور کرنا (۲) سبحان: فعلِ امر کا مفعول مطلق ہے أی سبحوا سبحان اللہ (۳) مَسَاء: شام، سورج ڈوبنے کا وقت (۴) پہر: تین گھنٹے کا وقفہ، رات دن کے چار چار پہر ہوتے ہیں۔

گے ـــــ فصل جب تک کھیت میں ہوتی ہے دانہ، بھوس اور گھاس ساتھ ہوتے ہیں، پھر جب کھلیاں میں آتی ہے تو سب علاحدہ علاحدہ کر دیئے جاتے ہیں ـــــ پس رہے وہ لوگ جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، تو وہ خوبصورت باغ میں خوش کئے ہوئے ہونگے ـــــ انعام واکرام سے نوازے جائیں گے، اور ہر قسم کی لذت وسرور سے بہرہ ور ہونگے ـــــ اور رہے وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا، اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا: پس وہ عذاب میں حاضر کئے ہوئے ہونگے ـــــ جہاں ان کا یار ہوگا نہ مددگار!

جو جنت چاہتا ہے پابندی سے پانچ نمازیں پڑھے: ـــــ پس پاکی بیان کرو اللہ کی جب تم شام کرتے ہو ـــــ مَسَاء: شام، غروبِ آفتاب کا وقت ـــــ غروب دو ہیں: سورج کی ٹکیا کا چھپنا اور اس کی روشنی (شفق) کا چھپنا، پس اس میں مغرب وعشاء: دو نمازیں آ گئیں ـــــ اور جب تم صبح کرتے ہو ـــــ اس وقت صبح کی نماز ادا کرو ـــــ اور ان کے لئے سب تعریفیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں ـــــ یہ تسبیح کا معادل تحمید ہے، نماز میں دونوں باتیں جمع ہیں ـــــ اور تیسرے پہر ـــــ عصر پڑھو ـــــ اور جب تم دوپہر میں داخل ہوؤ ـــــ تو ظہر ادا کرو۔

یہ اوقات روحانیت کے پھیلنے کے اوقات ہیں، ان اوقات میں رحمتِ الٰہی کا فیضان ہوتا ہے، فرشتے اترتے ہیں، اللہ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں، اور بندوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس لئے نمازوں کے لئے یہ اوقات متعین کئے گئے ہیں (تفصیل کے لئے دیکھیں رحمۃ اللہ الواسعہ ۲۹۶:۳)

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١٩﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ﴿٢٠﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ ﴿٢٢﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ

اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَآءُ وَ الۡاَرۡضُ بِاَمۡرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمۡ دَعۡوَةً ٭ۖ مِّنَ الۡاَرۡضِ ٭ۖ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ تَخۡرُجُوۡنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَهُوَ اَهۡوَنُ عَلَيۡهِ ؕ وَلَهُ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰى فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۲۷﴾

يُخۡرِجُ	نکالتا ہے	ثُمَّ اِذَاۤ	پس اچانک	لَاٰيٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں
الۡحَىَّ	زندہ کو	اَنۡتُمۡ	تم	لِّقَوۡمٍ	ان لوگوں کے لئے
مِنَ الۡمَيِّتِ	مردہ سے	بَشَرٌ	انسان ہو	يَّتَفَكَّرُوۡنَ	(جو) سوچتے ہیں
وَيُخۡرِجُ	اور نکالتا ہے	تَنۡتَشِرُوۡنَ	(زمین میں) پھیل رہے ہو	وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ	اور اسکی نشانیوں میں سے ہے
الۡمَيِّتَ	مردہ کو	وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ	اور اسکی نشانیوں میں سے	خَلۡقُ	پیدا کرنا
مِنَ الۡحَىِّ	زندہ سے	اَنۡ خَلَقَ	(یہ بات ہے) کہ پیدا کئے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو
وَيُحۡىِ	اور زندہ کرتا ہے	لَكُمۡ	تمہارے لئے	وَالۡاَرۡضِ	اور زمین کو
الۡاَرۡضَ	زمین کو	مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ(۳)	تمہاری جنس سے	وَاخۡتِلَافُ	اور طرح طرح کا ہونا ہے
بَعۡدَ مَوۡتِهَا	اس کے مرے پیچھے	اَزۡوَاجًا	جوڑے	اَلۡسِنَتِكُمۡ	تمہاری بولیوں کا
وَكَذٰلِكَ	اور اسی طرح	لِّتَسۡكُنُوۡۤا	تاکہ سکون حاصل کرو تم	وَاَلۡوَانِكُمۡ	اور تمہارے رنگوں کا
تُخۡرَجُوۡنَ	نکالے جاؤ گے تم	اِلَيۡهَا	ان کے پاس	اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ	بے شک اس میں
وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ(۱)	اور اس کی نشانیوں	وَجَعَلَ	اور بنایا	لَاٰيٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں
	میں سے	بَيۡنَكُمۡ	تمہارے درمیان	لِّلۡعٰلِمِيۡنَ	جاننے والوں کے لئے
اَنۡ خَلَقَكُمۡ(۲)	(یہ بات ہے) کہ پیدا	مَّوَدَّةً	پیار	وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ	اور اسکی نشانیوں میں سے ہے
	کیا تم کو	وَّرَحۡمَةً	اور مہربانی	مَنَامُكُمۡ	تمہارا سونا
مِّنۡ تُرَابٍ	مٹی سے	اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ	بے شک اس میں	بِالَّيۡلِ	رات میں

(۱) من آیاته: سب جگہ خبر مقدم ہے اور اس میں مجاز بالحذف ہے أی من آیات قدرته۔ (۲) أن: مصدریہ ہے، تاکہ فعل کا مبتدا بنا صحیح ہو (۳) الأنفس: مجاز عن الجنس (روح)

وَالنَّهَارِ	اور دن میں	الْاَرْضَ	زمین کو	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں
وَابْتِغَآؤُكُمْ	اور تمہارا تلاش کرنا	بَعْدَ مَوْتِهَا	اس کے مرنے کے بعد	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں ہے
مِّنْ فَضْلِهٖ	اس کے فضل سے	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں	كُلٌّ لَّهٗ	سب اس کے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں	لَاٰيٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں	قٰنِتُوْنَ	فرماں بردار ہیں
لَاٰيٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں	لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے	وَهُوَ الَّذِيْ	اور وہی ہیں جو
لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے	يَّعْقِلُوْنَ	(جو) سمجھتے ہیں	يَبْدَؤُا	شروع کرتے ہیں
يَّسْمَعُوْنَ	(جو) سنتے ہیں	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ	اور اسکی نشانیوں میں سے ہے	الْخَلْقَ	آفرینش
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ	اور اسکی نشانیوں میں سے	اَنْ تَقُوْمَ	کہ کھڑے ہیں	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ	پھر لوٹائیں گے اس کو
يُرِيْكُمُ (۱)	(یہ بات ہے کہ)	السَّمَآءُ	آسمان	وَهُوَ اَهْوَنُ	اور وہ آسان ہے
	دکھاتے ہیں وہ تم کو	وَالْاَرْضُ	اور زمین	عَلَيْهِ	ان پر
الْبَرْقَ	بجلی	بِاَمْرِهٖ	اس کے حکم سے	وَلَهُ	اور ان کے لئے
خَوْفًا (۲)	ڈر	ثُمَّ اِذَا	پھر جب	الْمَثَلُ (۴)	شان ہے
وَّطَمَعًا	اور امید کے لئے	دَعَاكُمْ	پکارے گا تم کو	الْاَعْلٰى	بڑی
وَّيُنَزِّلُ	اور اتارتے ہیں	دَعْوَةً (۳)	پکارنا	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں
مِنَ السَّمَآءِ	آسمان سے	مِّنَ الْاَرْضِ	زمین سے	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں
مَآءً	پانی	اِذَآ اَنْتُمْ	اچانک تم	وَهُوَ	اور وہ
فَيُحْيِ	پس زندہ کرتے ہیں	تَخْرُجُوْنَ	نکل پڑوگے	الْعَزِيْزُ	زبردست
بِهٖ	اس کے ذریعہ	وَلَهٗ مَنْ	اور اس کے لئے ہے جو	الْحَكِيْمُ	حکمت والے ہیں

آخرت کی آٹھ دلیلیں

گذشتہ آیات میں وقوعِ آخرت کا تذکرہ تھا، چونکہ کفار ومشرکین امکانِ آخرت ہی کے منکر تھے، اس لئے اب اس

---

(۱) یریکم: سے پہلے أن مصدر یہ محذوف ہے، تاکہ اس کا مبتدا بننا صحیح ہو (۲) خوفًا وطمعًا: مفعول لہٗ ہیں (۳) دعوۃ: مفعول مطلق بیانِ نوع کے لئے ہے یعنی جب تم کو یکبارگی پکار کر زمین سے بلائے گا (بیان القرآن) (۴) المثل (معرف باللام) سے مراد عظیم الشان صفت ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے مَثَل اور مثال کا استعمال درست ہے، مِثْل کا استعمال درست نہیں: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾: اللہ کے مانند (نوع میں) کوئی چیز نہیں۔

کے امکان پر دلائل قائم کرتے ہیں۔

پہلی دلیل: — اللہ تعالیٰ زندہ کو مردہ سے نکالتے ہیں، اور مردہ کو زندہ سے نکالتے ہیں — یعنی اللہ تعالیٰ ایک چیز سے اس کی ضد پیدا کرتے ہیں، ضدین پر وہ یکساں قادر ہیں، انسان کو نطفہ سے، نطفہ کو انسان سے، جانور کو بیضہ سے، بیضہ کو جانور سے، مؤمن کو کافر سے اور کافر کو مؤمن سے نکالتے ہیں۔

ایک نظیر: — اور زمین کو مرجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں — یعنی زمین جب خشک ہوکر مرجاتی ہے تو رحمت کے پانی سے پھر زندہ کرکے سرسبز وشاداب کردیتے ہیں — اور اسی طرح تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے — یعنی دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔

دوسری دلیل: — اور اللہ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پس اچانک تم انسان ہو، زمین میں پھیل رہے! — ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے، سورۃ المؤمنون (آیات ۱۲-۱۴) میں اس کی تفصیل ہے، اللہ تعالیٰ بے جان مادّہ کو مختلف احوال سے گذارتے ہیں، سورۃ نوح (آیت ۱۴) میں ہے: ﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا﴾: اللہ نے تم کو طرح طرح سے بنایا۔ سات مراحل سے گذرنے کے بعد بے جان مادہ اچانک اشرف المخلوقات انسان بن جاتا ہے، سورۃ المؤمنون کی (آیت ۱۴) ہے: ﴿ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ، فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾: پھر ہم نے اس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنادیا، پس کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام کاریگروں سے بڑھ کر ہیں — پھر اللہ کی قدرت دیکھو! اس نے انسان کو کتنا پھیلایا، ساری زمین اس سے بھر گئی — یہی قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد مٹی سے مختلف احوال سے گذار کر دوبارہ پیدا کریں گے، پھر جس طرح ان کو زمین میں پھیلایا ہے سمیٹ کر میدانِ محشر میں جمع کریں گے۔

تیسری دلیل: — اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے، تاکہ تم ان کے پاس جاکر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان پیار ومحبت گردانی، اس میں یقیناً ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سوچتے ہیں — یہ قانونِ ازدواج سے استدلال ہے، ازدواج کے معنی ہیں: جوڑا جوڑا بنانا۔ جوڑا: وہ دو چیزیں ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، مرد وزن مل کر افزائشِ نسل کے مقصد کو پورا کرتے ہیں اس لئے وہ جوڑا ہیں — اللہ نے کائنات جوڑا جوڑا بنائی ہے، یٰسٓ (آیت ۳۶) میں ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ﴾: وہ پاک ذات ہے جس نے سبھی چیزوں کو جوڑا جوڑا بنایا، زمین کی نباتات کو بھی، اور خود انسانوں کو بھی، اور ان چیزوں کو بھی جن کو لوگ نہیں جانتے۔ یعنی ہر قسم کا مقابل ہے، کوئی چیز مقابل سے خالی

نہیں، بے مقابل صرف اللہ تعالیٰ ہیں ـــــ اسی قاعدہ سے نوع انسان کو بھی دو صنفوں میں تقسیم کیا ہے، اور ان کا جوڑا بنایا ہے، تاکہ ایک کو دوسرے سے سکون حاصل ہو، اگر نا جنس جوڑا ہوتا تو اس سے وقتی طور پر ضرورت پوری ہو جاتی، مگر اس سے سکون حاصل نہ ہوتا، پھر مزید برآں مقصدِ تسکین کی تکمیل کے لئے باہم پیار و محبت کا جذبہ رکھا، تاکہ وہ شیر و شکر بن جائیں۔

استدلال: حسب قانونِ الٰہی اس دنیا کا بھی جوڑا ہے، اور وہ آخرت ہے، دو دنیا مل کر ایک مقصد کی تکمیل کریں گے، اور وہ مقصد ہے: تکلیف شرعی اور جزاوسزا، اس دنیا میں انسان کو احکام دیئے گئے ہیں اس کی تعمیل یا عدم تعمیل پر آخرت میں جزاوسزا ہوگی، کیونکہ اس دنیا میں جزاوسزا نہیں ہوسکتی، ورنہ غیب سے پردہ ہٹ جائے گا، جو امتحان کے مقصد کے منافی ہوگا ـــــ پس آخرت کا انکار قانونِ قدرت کا انکار ہے!

چوتھی دلیل: ـــــ اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے: آسمان وزمین کو پیدا کرنا، اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا مختلف ہونا۔ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے ـــــ یعنی اللہ نے یہ دنیا بوقلموں بنائی ہے، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی دیکھو، نوعِ انسانی میں بھاشاؤں اور رنگوں کا اختلاف دیکھو، گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن! ـــــ اسی طرح یہ دنیا اپنی وضع میں آخرت سے مختلف ہے، یہاں اچھے برے رلے ملے ہیں، آخرت میں وہ جدا کردیئے جائیں گے، اسی اختلاف سے کائنات میں نمکینی ہے، اگر یہی دنیا ہوتی تو انسان اُوب جاتا، اس لئے ذائقہ بدلنے کے لئے دنیا کے ساتھ آخرت کو رکھا ہے۔

پانچویں دلیل: ـــــ اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے: تمہارا رات میں اور دن میں سونا، اور تمہارا اللہ کے فضل (روزی) کو تلاش کرنا، اس میں یقیناً ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں ـــــ نیند: موت کے مشابہ ہے، اور بیداری: حیات کے، بیداری کمانے کھانے کے لئے ہے، اور نیند آرام کے لئے، دونوں باتیں ایک ساتھ ضروری ہیں، اگر آدمی ہمیشہ ہی بیدار رہے تو کاموں سے تھک کر چور ہو جائے، اور مدام سوتا رہے تو زندگی کا لطف کہاں پائے، اللہ نے اپنی قدرت سے دونوں باتیں جمع کی ہیں، آدمی اٹھتا ہے، کماتا کھاتا ہے، پھر پڑ کر سو جاتا ہے، اور آرام پاتا ہے، دن میں بھی اور رات میں بھی ـــــ اسی طرح یہ دنیا کمانے کے لئے ہے اور آخرت کھانے اور عیش کرنے کے لئے، اور جس نے اس دنیا میں بویا نہیں وہ آخرت میں کیا کاٹے گا؟ پس جس طرح بیداری کے ساتھ نیند ضروری ہے: دنیا کے ساتھ آخرت بھی ضروری ہے۔

چھٹی دلیل: ـــــ اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتے ہیں، اور آسمان سے پانی برساتے ہیں، پس اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرتے

ہیں، اس میں یقیناً ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں ـــــ دنیا خیر و شر کا مجموعہ ہے، جیسے بجلی چمکتی ہے تو ڈر بھی لگتا ہے اور امید بھی بندھتی ہے، پھر جب اس کے بعد بارش ہوتی ہے تو زمین لہلہانے لگتی ہے، اسی طرح یہ دنیا جو خیر و شر کا مجموعہ ہے: اگر ہمیشہ چلتی رہے تو ایسا ہے جیسے بجلی چمکتی رہے اور بارش نہ ہو، پس اس کے ساتھ آخرت ضروری ہے، وہاں رحمت کی بارش ہوگی، اور مؤمنین کی زندگی شاداب ہوگی، اور منکرین منہ کی کھائیں گے!

سا تویں دلیل: ـــــ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے برقرار ہیں، پھر جب وہ تمہیں زمین سے یکبارگی پکارے گا تو تم اچانک نکل پڑوگے ـــــ اور اسی کی ملکیت ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب اس کے فرمان بردار ہیں! ـــــ نظام عالم اللہ تعالیٰ کے اشاروں پر چل رہا ہے، ارض و سماء اسی کے حکم سے قائم ہیں، کائنات کا ذرہ ذرہ احکام الٰہی کا منتظر ہے، پس جب اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیں گے ـــــ اور اچانک دیں گے ـــــ تو وہ حکم کی تعمیل کرے گی، اور اپنے اندر سے مردے نکال باہر کرے گی، اور قیامت برپا ہوجائے گی۔

آٹھویں دلیل: ـــــ اور وہی ہیں جو آفرینش کی ابتداء کرتے ہیں، پھر اس کو لوٹائیں گے، اور وہ لوٹانا ان کے لئے نہایت آسان ہے، اور ان کی شان بڑی عالی ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، اور وہ زبردست حکمت آشنا ہیں ـــــ یعنی لوگوں کے احوال کے اعتبار سے پہلی بار بنانے سے دوسری بار بنانا آسان ہے، پھر یہ عجیب بات ہے کہ منکرین پہلی بار پیدا کرنے پر تو اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہیں، اور دوسری بار پیدا کرنے سے عاجز! جبکہ کائنات میں اللہ تعالیٰ عظیم الشان ہیں، وہ اعلیٰ صفات کے مالک ہیں، وہ جو چاہیں کرسکتے ہیں، مگر وہ حکیم بھی ہیں جب ان کی حکمت کا تقاضا ہوگا اس دنیا کو ختم کرکے دوسری دنیا آباد کریں گے۔

کائنات جب تک اللہ کا حکم ہے قائم رہے گی، پھر جب دنیا کی میعاد پوری ہوجائے گی: اللہ تعالیٰ کی ایک پکار پر سب مردے قبروں سے نکل پڑیں گے

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

ضَرَبَ	ماری (اللہ نے)	فِيْهِ[7]	اس میں	الَّذِيْنَ	جنھوں نے
لَكُمْ	تمہارے لئے	سَوَآءٌ	برابر ہو	ظَلَمُوْٓا	ظلم کیا
مَّثَلًا	ایک مثال	تَخَافُوْنَهُمْ[8]	ڈرو تم ان سے	اَهْوَآءَهُمْ	اپنی خواہشات کی
مِّنْ اَنْفُسِكُمْ[1]	تمہاری ذاتوں سے	كَخِيْفَتِكُمْ	جیسے تمہارا ڈرنا	بِغَيْرِ عِلْمٍ	علم کے بغیر
هَلْ لَّكُمْ[2]	کیا ہے تمہارے لئے	اَنْفُسَكُمْ	اپنے لوگوں سے	فَمَنْ	پس کون
مِّنْ مَّا[3]	ان سے جن کے	كَذٰلِكَ	اس طرح	يَّهْدِيْ	راہ دکھائے
مَلَكَتْ	مالک ہیں	نُفَصِّلُ	ہم کھول کر بیان کرتے ہیں	مَنْ	جس کو
اَيْمَانُكُمْ	تمہارے دائیں ہاتھ	الْاٰيٰتِ	باتیں	اَضَلَّ	گمراہ کریں
مِّنْ شُرَكَآءَ[4]	کوئی شریک	لِقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
فِيْ مَا[5]	اس میں جو	يَّعْقِلُوْنَ	(جو) عقل رکھتے ہیں	وَمَا	اور نہیں
رَزَقْنٰكُمْ	روزی دی ہم نے تم کو	بَلِ	بلکہ	لَهُمْ	ان کے لئے
فَاَنْتُمْ[6]	پس تم	اتَّبَعَ	پیروی کی	مِّنْ نّٰصِرِيْنَ	کوئی مددگار

ابطالِ شرک

سابقہ آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہیں، پس وہی معبود برحق ہیں، اس لئے اب شرک کو ایک واضح مثال سے باطل کرتے ہیں ــــــ مشرکین: ملائکہ، انبیاء اور اولیاء وغیرہ کو شریک ٹھہراتے ہیں، حالانکہ یہ اللہ کے بندے (غلام) ہیں، اور آقا: غلاموں سے کام تو لیتا ہے، مگر وہ آقا کی چیزوں میں برابر کے شریک نہیں ہوتے، جیسے مشارکہ (پاٹنر شپ) میں تمام شرکاء شریک ہوتے ہیں، اور ہر شریک دوسرے شریک سے ڈر کر تصرف کرتا ہے، وہ ڈرتا ہے کہ کہیں وہ باز پرس نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی کائنات میں ایسا کوئی شریک نہیں، مگر عقل ہو تو آدمی بوجھے، بے عقل کو راہِ ہدایت پر کون لاسکتا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے ہی حالات سے ایک

(۱)من أنفسكم: مثلاً کی صفت ہے، أی كائنا من أنفسكم (۲)هل: استفہام انکاری ہے یعنی نہیں ہے، لكم: خبر مقدم ہے (۳)من ما ملكت أيمانكم: شركاء کا حال ہے (۴)من شركاء: مبتدا مؤخر ہے، اور من زائدہ نفی کی تاکید کے لئے ہے جو هل سے مفہوم ہوتی ہے (۵)فی ما رزقناكم: شركاء سے متعلق ہے (۶)فأنتم فيه سواء: هل کے جواب کی جگہ میں ہے (۷)فيه: سواء سے متعلق ہے (۸)تخافونهم: أنتم کی دوسری خبر ہے۔

مثال بیان کرتے ہیں: کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی تمہارا اُس مال میں شریک ہے جو ہم نے تم کو بطور روزی دیا ہے، اس طرح کہ تم اور وہ اس میں برابر کے ہو جاؤ، جن سے تم ایسا ڈرو جیسا تم اپنے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ اس طرح ہم کھول کر باتیں بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو فہم سے کام لیتے ہیں ـــــ یعنی ایسا برابر کا کوئی نہیں، غلام کام کرتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں، مگر آقا کے مال میں حصہ دار نہیں ہوتے۔

پھر مشرکین شرک میں کیوں مبتلا ہیں؟ ـــــ بلکہ ان ظالموں نے بے دلیل اپنے خیالات کا اتباع کر رکھا ہے، سو جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے؟ ـــــ کوئی نہیں! وہ ہمیشہ شرک کی دلدل میں پھنسے رہیں گے ـــــ اور ان کا کوئی حمایتی نہیں ہوگا ـــــ کیونکہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شرکاء کا خدا کی خدائی میں کوئی حصہ نہیں۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٣٢﴾

فَأَقِمْ	پس سیدھا کر	النَّاسَ	لوگوں کو	وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ	مگر اکثر
وَجْهَكَ	اپنا رخ	عَلَيْهَا	اس پر	النَّاسِ	لوگ
لِلدِّينِ (۱)	دین اسلام کی طرف	لَا تَبْدِيلَ (۴)	نہیں بدلنا ہے	لَا يَعْلَمُونَ	جانتے نہیں
حَنِيفًا (۲)	ایک طرف کا ہو کر	لِخَلْقِ	بنانے کو	مُنِيبِينَ (۵)	رجوع ہو کر
فِطْرَتَ (۳)	آفرینش (لازم پکڑ)	اللَّهِ	اللہ کے	إِلَيْهِ	اس کی طرف
اللَّهِ	اللہ کی	ذَٰلِكَ	یہی	وَاتَّقُوهُ	اور ڈرو اس سے
الَّتِي	جو	الدِّينُ	دین ہے	وَأَقِيمُوا	اور اہتمام کرو
فَطَرَ	بنایا (اللہ نے)	الْقَيِّمُ	سیدھا	الصَّلَاةَ	نماز کا

(۱) الدین: میں ال عہدی ہے (۲) حنیفاً: أقم کے فاعل سے حال ہے، حنیف کے معنی ہیں: باطل سے کنارے ہو کر دین حق کی طرف مائل ہونا (۳) فطرتَ: منصوب علی الاغراء ہے (۴) لاتبدیل: خبر انشاء کو متضمن ہے (۵) منیبین: أقم کے فاعل سے حال ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا	اور نہ ہوؤ	فَرَّقُوْا	ٹکڑے کئے	كُلُّ حِزْبٍۭ	ہر فرقہ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ	مشرکوں میں سے	دِيْنَهُمْ	اپنے دین کے	بِمَا	اس پر جو
مِنَ الَّذِيْنَ (۱)	(اور مت ہوؤان میں	وَكَانُوْا	اور ہوگئے وہ	لَدَيْهِمْ	اس کے پاس ہے
	سے) جنھوں نے	شِيَعًا	فرقے	فَرِحُوْنَ	نازاں ہے

توحید کا بیان

جب شرک باطل ہوگیا تو توحید کی طرف آؤ، اللہ کی رسّی مضبوط پکڑو، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ سو آپ باطل سے یکسو ہوکر اپنا رخ دین اسلام کی طرف رکھیں ـــــ یعنی جو گمراہی سے کسی طرح نکلنا نہیں چاہتے ان کو تو شرک کی دلدل میں پڑا رہنے دو، تم شرک سے منہ موڑ کر دین اسلام کی طرف رخ کرلو اور اس سچے دین کو پوری توجہ اور یک جہتی سے تھام لو ـــــ اللہ کی اُس بناوٹ کا اتباع کرو جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بناوٹ کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ـــــ یعنی اللہ کی معرفت اور توحید کا علم انسان کی فطرت (نیچر) میں رکھا گیا ہے، پس انسان کو چاہئے کہ اس کی پیروی کرے، اپنی فطرت کو نہ بدلے، کیونکہ یہی دین مستقیم ہے، اور دیگر ادیان باطل ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں نیا نہیں آتا، اس دنیا میں صرف انسان کا جسم نیا بنتا ہے کیونکہ یہ عالم اجساد ہے اور اس کی روح اس سے بہت پہلے پیدا کی جاچکی ہے اور تمام روحیں عالم ارواح میں موجود ہیں، وہاں سے وہ روح شکم مادر میں بننے والے جسد خاکی میں منتقل کی جاتی ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۲ ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ﴾ اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں، تاکہ تم لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔

یہ عہد الست اور عالم ذُرّ کا واقعہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے ان کی صلبی اولاد پیدا کی جیسا کہ حدیث میں تفصیل ہے، پھر اولاد کی پشت در پشت سے ان کی اولاد نکالی، اور اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنے سامنے پھیلایا یعنی ان پر اپنی تجلی فرمائی، اپنا جلوہ دکھایا، اس طرح دیدار کراکر اپنی معرفت اور پہچان کرائی، پھر ان سے پوچھا: ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' سب نے کہا! کیوں نہیں! ہم سب گواہی دیتے ہیں یعنی اقرار کرتے ہیں۔ یہ مضمون مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۲ اور مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۴۴ کی روایت میں ہے جس کی سند صحیح ہے۔

(۱) من الذین: من المشرکین سے بدل ہے، حرف جر کے اعادہ کے ساتھ۔

پھر وہ روحیں اصلاب میں واپس نہیں کی گئیں بلکہ عالم ارواح میں ان کو خاص ترتیب سے رکھ دیا گیا، بخاری شریف میں روایت ہے الأرواحُ جنودٌ مُجنَّدَة: عالم ارواح میں روحیں خاص ترتیب سے جیسے فوج کی پلٹنیں ہوتی ہیں رکھی ہوئی ہیں پھر شکم مادر میں تیار ہونے والے جسم میں وہیں سے روح لاکر فرشتہ پھونکتا ہے۔

یہی وہ فطرت (نیچر) ہے جس پر انسان کو پیدا کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر جنا جاتا ہے، پھر بچہ جن ہاتھوں میں پلتا بڑھتا ہے ان کا مذہب قبول کر لیتا ہے، اور غلط راہ پر پڑ جاتا ہے، اسی کو فرمایا کہ فطرت کی اتباع کرو، اللہ کی بناوٹ کو مت بدلو، یہ توحید سیدھا دین ہے، اس پر مضبوط رہو، دوسرے سب ادیان باطل ہیں۔

اللہ کی طرف رجوع ہوکر —— یعنی کسی دنیوی مصلحت سے دین اسلام کو اختیار کیا تو یہ درست نہ ہوگا، اخلاص کے ساتھ دین کو اپناؤ —— پھر دین فطرت کی چند اہم باتوں کا تذکرہ فرماتے ہیں —— اور اللہ سے ڈرو، اور نماز کی پابندی کرو، اور شرک کرنے والوں میں سے مت ہوؤ، اور ان لوگوں میں سے بھی مت ہوؤ جنھوں نے اپنے دین کے ٹکڑے کر لئے، اور وہ گروہ گروہ بن گئے، ہر گروہ اس پر جو اس کے پاس ہے نازاں ہے —— ان دو آیتوں میں مثبت پہلو سے تین باتوں کا حکم ہے اور منفی پہلو سے دو باتوں کی ممانعت ہے:

۱-مُنیب (اسم فاعل) إنابة: مصدر باب افعال، یہ اَقِم کی ضمیر فاعل سے حال ہے، انابت کے معنی ہیں: اللہ کی طرف رجوع کرنا، اخلاص کے ساتھ توبہ کرنا، ہر چیز سے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا —— پہلا حکم یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ دین اسلام کو اختیار کرو، کوئی دنیوی مصلحت پیش نظر مت رکھو۔

۲-اتَّقوا: اتقاءٌ سے فعل امر ہے یعنی ڈرو، پرہیز گاری اختیار کرو —— اللہ سے ڈرنا محبت کی وجہ سے ہوتا ہے، بر بنائے خوف نہیں، جیسے شیر سے، سانپ سے اور دشمن سے ڈرتے ہیں، ایسا ڈرنا مراد نہیں، بلکہ جس طرح باپ سے، استاذ سے اور پیر سے ڈرتے ہیں، ایسا ڈرنا مراد ہے۔ فرماں بردار لڑکا سوچتا ہے: مجھے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے کہ ابا ناراض ہوجائیں، ورنہ میرا بھلا نہیں ہوگا، طالبِ علم شاگرد سوچتا ہے: مجھے کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہئے کہ استاذ ناراض ہوجائیں، ورنہ مجھے علم نہیں آئے گا، عقیدت کیش مرید سوچتا ہے: مجھے کوئی ایسا وطیرہ اختیار نہیں کرنا چاہئے کہ پیر صاحب ناراض ہوجائیں، ورنہ مجھے وصلِ خداوندی نصیب نہیں ہوگا، اسی طرح مؤمن بندہ سوچتا ہے کہ مجھے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائیں، ورنہ میرا پرسانِ حال کون ہوگا؟ —— پس تقوی میں تمام مامورات پر مضبوطی سے عمل کرنا، اور تمام منہیات سے بچنا شامل ہے۔

۳-پھر مامورات میں سے اہم عبادت نماز کی تخصیص کی، کیونکہ نماز دین کا بنیادی ستون ہے، جو نماز کا اہتمام کرتا ہے وہ پورے دین کا خیال رکھتا ہے، اور جو نماز کی طرف سے غفلت برتتا ہے وہ دوسرے احکام کو بھی ضرور نظر انداز کرتا ہے۔

۴-اور پہلا منفی حکم یہ دیا کہ شرک کرنے والوں میں شامل مت ہوؤ، اور یہ حکم نماز کے اہتمام کے حکم کے بعد متصلاً اس لئے دیا ہے کہ نماز چھوڑنے والے میں اور ہندو میں کوئی فرق نہیں، حدیث میں ہے: جو ارادۃً نماز نہیں پڑھتا وہ دین اسلام کا منکر ہے: من ترك الصلاة متعمداً فقد كفر۔ یعنی کفر اور ترکِ نماز کے ڈانڈے ملے ہوئے ہیں، ایک قدم اِدھر تو مسلمان، اور ایک قدم اُدھر تو کافر! بين الكفر و الإيمان تركُ الصلاة: دو بڑے راستوں کے درمیان ڈیوائڈر ہوتا ہے، اس کا دونوں راستوں سے تعلق ہوتا ہے، پس جو نماز نہیں پڑھتا وہ اس لائن پر پہنچ گیا، ایک قدم اٹھائے گا کفر کی سرحد میں پہنچ جائے گا۔

۵-دوسرا منفی حکم یہ دیا کہ اہل کتاب یہود و نصاری میں شامل مت ہوؤ، انھوں نے اپنے صحیح دین کے ٹکڑے کر لئے ہیں اور گروہ گروہ بن گئے ہیں، اور ہر گروہ اپنے عقائد و اعمال پر خوش ہے، گو ان کا دین اصل کے اعتبار سے صحیح تھا مگر اب ان کا کوئی گروہ حق پر نہیں۔

فائدہ: یہ تفسیر زمانۂ نزول کے اعتبار سے ہے، اُس وقت مسلمانوں میں گروہ بندی نہیں ہوئی تھی، سب صحابہ حق پر تھے، اب مسلمانوں میں بھی تہتر فرقے بن گئے ہیں، ان میں سے حق پر صرف اہل السنہ والجماعۃ ہیں، دوسرے تمام فرقے کم و بیش اسلام سے ہٹ گئے ہیں، پس ان فرقوں میں شامل مت ہوؤ، اگرچہ وہ اپنے عقائد و اعمال پر نازاں ہیں، وہ اپنے ہی عقائد و اعمال کو صحیح دین بتاتے ہیں، مگر وہ گمراہ ہیں، ان میں شامل ہونے سے بچو!

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾

وَإِذَا	اور جب	النَّاسَ	لوگوں کو	دَعَوْا	پکارتے ہیں
مَسَّ	چھوتا ہے	ضُرٌّ	ضرر (نقصان)	رَبَّهُمْ	اپنے رب کو

مُّنِيْبِيْنَ[1]	متوجہ ہوکر	اَمْ	کیا	سَيِّئَةٌ	کوئی برائی
اِلَيْهِ	اس کی طرف	اَنْزَلْنَا	ہم نے اتاری ہے	بِمَا	اس کی وجہ سے جو
ثُمَّ اِذَآ	پھر جب	عَلَيْهِمْ	ان پر	قَدَّمَتْ	آگے بھیجے ہیں
اَذَاقَهُمْ	چکھاتے ہیں ان کو	سُلْطٰنًا[2]	کوئی حجت	اَيْدِيْهِمْ	ان کے ہاتھوں نے
مِّنْهُ	اپنی طرف سے	فَهُوَ	پس وہ	اِذَا هُمْ	اچانک وہ
رَحْمَةً	مہربانی	يَتَكَلَّمُ	بولتی ہے	يَقْنَطُوْنَ	آس توڑ بیٹھتے ہیں
اِذَا	(تو) اچانک	بِمَا كَانُوْا	وہ جو ہیں وہ	اَوَلَمْ	کیا اور نہیں
فَرِيْقٌ	ایک جماعت	بِهٖ[3]	اس کے ساتھ	يَرَوْا	دیکھا انھوں نے
مِّنْهُمْ	ان میں سے	يُشْرِكُوْنَ	شریک ٹھہراتے	اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ
بِرَبِّهِمْ	اپنے رب کے ساتھ	وَاِذَآ	اور جب	يَبْسُطُ	کشادہ کرتے ہیں
يُشْرِكُوْنَ	شریک ٹھہراتی ہے	اَذَقْنَا	چکھاتے ہیں ہم	الرِّزْقَ	روزی
لِيَكْفُرُوْا	تاکہ انکار کریں وہ	النَّاسَ	لوگوں کو	لِمَنْ يَّشَآءُ	جس کیلئے چاہتے ہیں
بِمَآ	اس کا جو	رَحْمَةً	مہربانی	وَيَقْدِرُ	اور تنگ کرتے ہیں
اٰتَيْنٰهُمْ	دیا ہم نے ان کو	فَرِحُوْا	(تو) خوش ہوتے ہیں وہ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں
فَتَمَتَّعُوْا	پس فائدہ اٹھالو	بِهَا	اس سے	لَاٰيٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں
فَسَوْفَ	پس عنقریب	وَاِنْ	اور اگر	لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے
تَعْلَمُوْنَ	جان لوگے!	تُصِبْهُمْ	پہنچتی ہے ان کو	يُّؤْمِنُوْنَ	(جو) یقین رکھتے ہیں

مشرکین کے بے ہنگم (غیر موزوں) حالات

ابھی حکم آیا تھا کہ مشرکین میں شامل مت ہوؤ، اب اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین بے پینڈے کے لوٹے ہیں، کبھی اِدھر کبھی اُدھر، کسی حال پر ان کو قرار نہیں، سختی کے بعد مہربانی پہنچے تو شرک پر تل جائیں، اور مہربانی کے بعد برائی پہنچے تو آس توڑ بیٹھیں، ایسوں سے دور کی صاحب سلامت اچھی! ارشاد فرماتے ہیں: —— اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف

(۱) منیبین: دَعَوا کے فاعل سے حال ہے، اور إنابة کے معنی ابھی گذرے (۲) سلطان: اتھارٹی اور دلیل بھی اتھارٹی ہوتی ہے۔
(۳) بہ کی ضمیر ما کی طرف لوٹتی ہے، مراد غیر اللہ ہیں۔

پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اس کی طرف متوجہ ہو کر پکارتے ہیں ـــــ کیونکہ اللہ کی معرفت فطرت میں ہے، اس لئے سختی کے وقت اس کا اظہار ہو جاتا ہے، اس وقت جھوٹے سہارے سب ذہن سے نکل جاتے ہیں، ایک اللہ ہی یاد رہ جاتا ہے ـــــ پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں ـــــ یعنی وہ سابقہ حالت باقی نہیں رہتی، جہاں اللہ کی مہربانی سے مصیبت دور ہوئی، لگے دیوتاؤں کو پکارنے! ـــــ تا کہ وہ اس نعمت کا (عملی) انکار کریں جو اللہ نے ان کو دی ـــــ مراد تکلیف سے نجات دینا ہے ـــــ پس فائدہ اٹھالو، عنقریب جان لوگے ـــــ کہ کفر وناشکری کا نتیجہ کیا ہے!

شرک کا نظریہ بے سند ہے: ـــــ کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے جو ان کو شرک کرنے کے لئے کہہ رہی ہے؟ ـــــ شرک کے جواز کی کوئی نقلی دلیل نہیں، وہ محض بوگس نظریہ ہے، پھر وہ شرک میں کیوں مبتلا ہیں؟ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور جب ہم لوگوں کو مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر ان پر کوئی مصیبت آتی ہے، ان کے ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں تو وہ یکا یک ناامید ہو جاتے ہیں ـــــ یہ پہلی حالت کی برعکس حالت ہے، پہلی حالت تھی تکلیف کے بعد مہربانی، اور یہ مہربانی کے بعد مصیبت آئی، جو انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے پس وہ رحمتِ الٰہی سے ایسے ناامید ہو جاتے ہیں کہ گویا اب کوئی نہیں جو مصیبت کو دور کرنے پر قادر ہو! ـــــ اور مؤمن کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے، وہ عیش وراحت میں منعم حقیقی کو یاد رکھتا ہے، اور مصیبت میں پھنس جائے تو صبر وتحمل سے کام لیتا ہے، اور اللہ سے فضل کی امید باندھتا ہے۔ اسباب کا سرا مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے، اس کے فضل سے فضا بدل جاتی ہے۔

اسباب کا سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے: ایک مثال: ـــــ کیا اور وہ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ روزی کشادہ کرتے ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں، اور تنگ کرتے ہیں، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں ـــــ رزق کے ایک ہی طرح کے اسباب چند لوگ اختیار کرتے ہیں، مگر روزی سب کو یکساں نہیں ملتی، کم وبیش ملتی ہے: یہ دلیل ہے کہ اسباب خود کار نہیں، بہ حکم الٰہی کام کرتے ہیں، اسی طرح سختی نرمی ربّ قدیر کے ہاتھ میں ہے۔

بندے کو ہر حال میں رضا بہ قضا رہنا چاہئے، نعمت کے وقت شکر گذار رہے اور سختی کے وقت صبر کرے

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ

فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع ۱۳

فَاٰتِ	پس دے تو	مِّنْ رِّبًا	کوئی سود	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو
ذَا الْقُرْبٰى	رشتہ دار کو	لِّيَرْبُوَا	تا کہ بڑھے وہ	ثُمَّ رَزَقَكُمْ	پھر روزی دی تم کو
حَقَّهٗ	اس کا حق	فِيْٓ اَمْوَالِ	مالوں میں	ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ	پھر مارے گا تم کو
وَالْمِسْكِيْنَ	اور غریب کو	النَّاسِ	لوگوں کے	ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ	پھر زندہ کرے گا تم کو
وَابْنَ السَّبِيْلِ	اور مسافر کو	فَلَا يَرْبُوْا	پس نہیں بڑھتا وہ	هَلْ مِنْ	کیا تمہارے شرکاء
ذٰلِكَ خَيْرٌ	یہ بہتر ہے	عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس	شُرَكَاۗىِٕكُمْ	میں سے کوئی ہے
لِّلَّذِيْنَ	ان کے لئے جو	وَمَآ اٰتَيْتُمْ	اور جو دیا تم نے	مَّنْ يَّفْعَلُ	جو کرتا ہو
يُرِيْدُوْنَ	چاہتے ہیں	مِّنْ زَكٰوةٍ	زکات سے	مِنْ ذٰلِكُمْ (۲)	اُس میں سے
وَجْهَ اللّٰهِ	اللہ کا چہرہ	تُرِيْدُوْنَ	چاہتے ہو تم	مِّنْ شَيْءٍ	کچھ بھی
وَاُولٰٓئِكَ	اور وہ	وَجْهَ اللّٰهِ	اللہ کا چہرہ	سُبْحٰنَهٗ	پاک ہے اس کی ذات
هُمُ	ہی	فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	پس وہ ہی	وَتَعٰلٰى	اور برتر و بالا ہے
الْمُفْلِحُوْنَ	کامیاب ہونے والے ہیں	الْمُضْعِفُوْنَ (۱)	بڑھانے والے ہیں	عَمَّا	ان سے جن کو
وَمَآ اٰتَيْتُمْ	اور جو دیا تم نے	اَللّٰهُ الَّذِيْ	اللہ: جس نے	يُشْرِكُوْنَ	شریک ٹھہراتے ہیں وہ

اللہ نے جس کے لئے روزی کشادہ کی ہے وہ خیرات کرے، لون (سودی قرض) نہ دے

اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے رزق کشادہ کیا ہے وہ صدقہ خیرات کرے، لون (سودی قرض) نہ دے۔ پہلی صورت میں مال بڑھے گا، اگرچہ بظاہر گھٹتا ہوا نظر آئے، اور دوسری صورت میں مال برباد ہوگا، اگرچہ بظاہر بڑھتا ہوا نظر آئے، وہ نظر کا دھوکہ ہے، اس کا انجام برا ہے، ارشادِ پاک ہے: —— پس رشتہ داروں کو ان کا حق دے، اور مسکین اور مسافر کو بھی،

---

(۱) الْمُضْعِف: اسم فاعل، مصدر إضعاف، مادّہ ضِعْف: چند در چند کرنے والے، کئی گنا بڑھانے والے (۲) ذٰلکم: ذا: اسم اشارہ قریب، لام بُعد، کم: ضمیر خطاب۔

یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی خوشنودی کے طالب ہیں، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں —— یعنی دنیا کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں، پس جو لوگ اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں، ان کو چاہئے کہ اس کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کریں۔ رشتہ داروں کی، غریبوں کی اور مسافروں کی خبر گیری کریں، سب کے درجہ بہ درجہ حقوق ادا کریں، ایسے ہی بندوں کو دنیا وآخرت کی بھلائی نصیب ہوگی۔

فائدہ: رشتہ داروں، غریبوں اور مسافروں کو دینے کا جو حکم ہے اس کو ان کا حق قرار دیا ہے۔ یعنی دینے والے کا ان پر کوئی احسان نہیں، وہ تو ان کا حق ہے جو ان کو دیا گیا —— اس کی تفصیل یہ ہے کہ مالداروں کو رزق کے علاوہ جو زائد دیا جاتا ہے وہ ان کا نصیب (حصہ) نہیں ہوتا، وہ دوسروں کا حصہ ہوتا ہے جو مالداروں کے ذریعہ ان کو دیا گیا ہے —— اور یہ حق منتشر (پھیلا ہوا) ہے، پھر جب کسی معین رشتہ دار وغیرہ کو دیدیا تو وہ حق سمٹ کر اس پر آگیا —— جیسے فرض کفایہ منتشر ہوتا ہے، پھر جب اس فرض کی ادائیگی کے لئے حسب ضرورت افراد کھڑے ہوگئے، اور انھوں نے وہ کام انجام دیدیا تو فریضہ ان پر سمٹ آیا، انہی کو فرض کی ادائیگی کا ثواب ملے گا، اور باقی لوگ فرض سے سبکدوش ہوجائیں گے —— اسی طرح یہ حق بھی پہلے منتشر تھا، پھر جب کسی معین غریب کو دیدیا تو وہ اسی کا حق ہوگیا، اب وہ دوسروں کا حق نہ رہا۔

اور جو دیا تم نے کوئی لون، تاکہ بڑھے وہ لوگوں کے مالوں میں (شامل ہوکر) تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، اور جو دی تم نے کچھ خیرات، تم اللہ کی خوشنودی چاہتے ہو، تو وہی لوگ بڑھانے والے ہیں —— یعنی سود بیاج سے گو بظاہر مال بڑھتا دکھائی دے لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہے، جیسے ورم سے بدن پھول جاتا ہے مگر وہ مہلک بیماری ہے اور زکات خیرات سے مال کم ہوگا، مگر حقیقت میں وہ بڑھتا ہے۔

فائدہ: لون (سودی قرض) دینے کی ممانعت قرآنِ کریم میں ہے، اور لینے کی ممانعت حدیثوں میں ہے، حدیثوں میں لینے دینے کو برابر کا گناہ قرار دیا ہے، مگر شدید مجبوری میں فقہاء نے دینے کی گنجائش دی ہے، لینے کی کسی حال میں گنجائش نہیں۔

فائدہ: ﴿لِيَرْبُوَا فِيْٓ أَمْوَالِ النَّاسِ﴾: تاکہ وہ لوگوں کے مالوں میں شامل ہوکر بڑھے: یہ سودی قرض دینے کی غرض ہے اور ﴿تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ﴾: تم اللہ کی خوشنودی چاہتے ہو: یہ صدقہ خیرات کی قبولیت کی شرط ہے۔

جو روزی رساں ہے وہی معبود ہے: —— اللہ وہ ہیں جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو روزی دی، پھر تم کو مارے گا، پھر تم کو جلائے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کرتا ہو؟ اللہ کی ذات پاک اور برتر ہے ان سے جن کو لوگ شریک ٹھہراتے ہیں —— یعنی پیدا کرنا، روزی دینا اور مارنا جلانا تو تنہا اللہ کے اختیار میں ہے، پھر دوسرے شریک کدھر سے آگئے؟ اور اللہ کی الوہیت میں کیسے شریک ہوگئے؟ تعالی اللہ عما یقولون علواً کبیرا!

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

ظَهَرَ	ظاہر ہوا	يَرْجِعُوْنَ	لوٹیں وہ	وَجْهَكَ	اپنا رخ
الْفَسَادُ	فساد (بگاڑ)	قُلْ	کہہ	لِلدِّيْنِ	دین کے لئے
فِي الْبَرِّ	خشکی میں	سِيْرُوْا	چلو	الْقَيِّمِ	بالکل سیدھا
وَالْبَحْرِ	اور سمندر میں	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	مِنْ قَبْلِ	اس سے پہلے
بِمَا	ان اعمال کی وجہ سے جو	فَانْظُرُوْا	پس دیکھو	اَنْ يَّاْتِيَ	کہ آئے
كَسَبَتْ	کمائے	كَيْفَ	کیسا	يَوْمٌ	وہ دن
اَيْدِي	ہاتھوں نے	كَانَ	تھا	لَّا مَرَدَّ (۲)	نہیں ٹالنا ہے
النَّاسِ	لوگوں کے	عَاقِبَةُ	انجام	لَهٗ	اس کو
لِيُذِيْقَهُمْ	تا کہ چکھائے ان کو	الَّذِيْنَ	ان کا جو	مِنَ اللّٰهِ (۳)	اللہ کی طرف سے
بَعْضَ	کچھ	مِنْ قَبْلُ (۱)	پہلے ہوئے	يَوْمَئِذٍ	اس دن
الَّذِيْ	اس کا جو	كَانَ اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر	يَّصَّدَّعُوْنَ (۴)	جدا جدا ہونگے
عَمِلُوْا	کیا انھوں نے	مُّشْرِكِيْنَ	مشرک تھے	مَنْ كَفَرَ	جس نے انکار کیا
لَعَلَّهُمْ	تا کہ	فَاَقِمْ	پس سیدھا کر	فَعَلَيْهِ	تو اس پر ہے

(۱) قبلُ: ضمہ پر مبنی ہے، مضاف الیہ محذوف منوی ہے، اور وہ ھم ہے (۲) مَرَدّ: اسم فعل: پلٹنا، ٹالنا، پھیرنا۔ (۳) من اللہ: کا تعلق یأتی سے ہے وعلیہ الأکثر (روح) (۴) یَصَّدَّعُون: اصل میں یَتَصَدَّعُون تھا، تَصَدُّع (تفعل) متفرق ہونا، صَدْع: پھاڑنا، دو ٹکڑے کرنا، الگ الگ کرنا۔

نیک کام	الصّٰلِحٰتِ	بستر بچھا رہے ہیں	یَمْهَدُوْنَ[1]	اس کا انکار	کُفْرُهٗ
اپنی مہربانی سے	مِنْ فَضْلِهٖ[2]	تا کہ بدلہ دیں	لِيَجْزِيَ	اور جس نے کیا	وَمَنْ عَمِلَ
بیشک وہ پسند نہیں کرتے	اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ	ان کو جو ایمان لائے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	نیک کام	صَالِحًا
انکار کرنے والوں کو	الْكٰفِرِيْنَ	اور کئے انھوں نے	وَعَمِلُوا	تو وہ اپنے ہی لئے	فَلِاَنْفُسِهِمْ

سودی نظام تباہ کن معاشی نظام ہے

ایک آیت پہلے لون (سودی قرض) کی ممانعت آئی تھی، اب یہ مضمون ہے کہ سودی نظام تباہ کن معاشی نظام ہے۔ جس معاشرہ میں یہ نظام چل پڑتا ہے وہ تباہ ہوجاتا ہے، کیونکہ سودی نظام سے سرمایہ داری وجود میں آتی ہے، ملک کی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے، سرمایہ دار براہِ راست زر سے زر پیدا کرنے لگتے ہیں، جس سے بے روزگاری پھیل جاتی ہے، پھر اس کے ردِّ عمل میں اشتراکیت پیدا ہوتی ہے، جو لوگوں کی جیبیں خالی کردیتی ہے، پس وہ بھی مداوا نہیں، اللہ نے پانچ انگلیاں برابر نہیں بنائیں، پھر کوئی ان کو برابر کیسے کردے گا؟

اسلام نے سود کو حرام کیا ہے، اور بیع کو جائز، یعنی زر سے زر پیدا کرنے کے لئے درمیان میں عمل کا واسطہ لانا ضروری ہے، سو روپے کی چیز لایا اور ایک سو دس میں بیچ دی: یہ جائز ہے، یہ نفع ہے، اور سو روپے قرض دے کر ایک ماہ کے بعد ایک سو دس روپے لئے یہ حرام ہے، یہ سود ہے، ماضی میں مہاجنی سود کا رواج تھا، دولت بنیوں کے ہاتھوں میں سمٹ گئی تھی، وہ غریبوں کا بری طرح خون چوستے تھے، پس برکت اسلامی نظام میں ہے، عمل کے واسطہ سے دولت بڑھائی جائے، مگر مرابحہ کا حیلہ کرکے نہیں، بلکہ واقعی مضاربہ کا واسطہ درمیان میں لایا جائے، کسی کے پاس دس کروڑ روپے ہیں، وہ کوئی کارخانہ قائم کرے اور مال تیار کرے، اور اس کو بیچ کر نفع کمائے، آدھا نفع ملازمین کی تنخواہوں میں جائے گا، اس طرح دولت پھیلے گی، بے روزگاری ختم ہوگی، اور کیمونزم کی راہ رکے گی۔

ارشادِ پاک ہے: —— خشکی اور تری میں بگاڑ پھیل گیا، لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے، تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائیں: شاید وہ باز آئیں —— یہ عام بات ہے، ہر بگاڑ کو شامل ہے، جو ایسے گناہوں سے وجود میں آئے جو از قبیل ظلم وستم ہیں، جیسے سود خوری، زنا کاری اور ڈاکہ زنی وغیرہ —— اور خشکی اور تری: محاورہ ہے، مراد پورا عالم ہے، کیونکہ زمین خشکی اور تری کا مجموعہ ہے، جیسے مشرق ومغرب سے مراد تمام عالم ہوتا ہے، شمال وجنوب بھی اس میں شامل ہیں —— بدکاریوں سے بگاڑ پھیلنا گو ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا، مگر بعثتِ نبوی کے وقت صورتِ حال بہت بھیانک

(۱) مَهَدَ مَهْدًا: درست کرنا، ہموار کرنا (۲) من فضله: یجزی سے متعلق ہے۔

ہوگئی تھی، دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ارشاد فرماتے ہیں: —— کہو: زمین میں چلو پھرو، پھر ان لوگوں کا انجام دیکھو جو پہلے گذرے ہیں، ان کے بیشتر مشرک تھے —— اور تھوڑے یہودی تھے، جزیرۃ العرب میں یہی لوگ سودخوری کا بازار گرم کئے ہوئے تھے،اور دیگر جرائم کے بھی خوگر تھے۔گھوم پھر کران کا انجام دیکھو،اوراس سے سبق لو۔

سود کی گرم بازاری ہوتو مسلمان کیا کریں؟ —— پس آپ اپنا چہرہ دین مستقیم کی طرف رکھیں —— یعنی دین پر ٹھیک طرح قائم رہیں، سیلاب کی رو میں بہ نہ جائیں، اقتصادی نقصان برداشت کریں، سورۃ المائدہ (آیت ۱۰۰) میں ہے:﴿قُلْ: لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ، وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ، فَاتَّقُوْا اللّٰهَ يٰأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾: کہو: ناپاک اور پاک برابر نہیں،اگرچہ تجھے ناپاک کی زیادتی پسند آئے، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اے عقلمندو تاکہ تم کامیاب ہوؤ —— قبل ازیں کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے جس کے لئے پلٹنا نہیں —— یعنی قیامت آجائے، قیامت کا آنا اللہ کی طرف سے اٹل ہے، وہ خود نہیں پھرے گی نہ کوئی اس کو پھیرے گا —— اس دن لوگ جدا جدا ہونگے —— سود سے بچنے والے الگ کرلئے جائیں گے اور سود خور الگ —— جس نے انکار کیا —— یعنی اللہ کا حکم نہیں مانا —— اس پر اس کا انکار پڑے گا —— یعنی وہ اس کی سزا بھگتے گا —— اور جس نے نیک کام کیا —— یعنی سود سے بچا —— وہ اپنا بستر بچھا رہے ہیں —— یعنی جنت میں آرام کرنے کی تیاری کررہے ہیں —— تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان لوگوں کو بدلہ دیں جنھوں نے مان لیا اور نیک کام کئے —— یہ قیامت کے دن کے آنے کی وجہ بیان کی ہے —— بےشک اللہ تعالیٰ حکم نہ ماننے والوں کو پسند نہیں کرتے —— اور جو اس سچے مالک کو نہ بھائے اس کا کہاں ٹھکانا!

کتنا بھی بڑا نیک ہو اسے بھی اللہ کے فضل سے جنت ملے گی

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ

عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا
فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ
الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا
مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ (۱)	اور اسکی نشانیوں میں سے ہے	مِنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے	الرِّيْحَ	ہوائیں
اَنْ يُّرْسِلَ (۲)	کہ چلاتے ہیں وہ	رُسُلًا	رسول	فَتُثِيْرُ	پس ابھارتی ہیں وہ
الرِّيَاحَ	ہوائیں	اِلٰى قَوْمِهِمْ	ان کی قوم کی طرف	سَحَابًا	بادل کو
مُبَشِّرٰتٍ (۳)	خوش خبری دینے والی	فَجَآءُوْهُمْ	پس آئے وہ ان کے پاس	فَيَبْسُطُهٗ	پس پھیلاتے ہیں
وَّلِيُذِيْقَكُمْ	اور تاکہ چکھائیں تم کو	بِالْبَيِّنٰتِ	واضح دلیل کے ساتھ		اللہ اس کو
مِّنْ رَّحْمَتِهٖ	اپنی مہربانی سے	فَانْتَقَمْنَا	پس بدلہ لیا ہم نے	فِي السَّمَآءِ	آسمان میں
وَلِتَجْرِيَ	اور تاکہ چلیں	مِنَ الَّذِيْنَ	ان سے جنھوں نے	كَيْفَ يَشَآءُ	جس طرح چاہتے ہیں
الْفُلْكُ (۴)	کشتیاں	اَجْرَمُوْا	گناہ کئے	وَيَجْعَلُهٗ	اور بناتے ہیں اس کو
بِاَمْرِهٖ	اس کے حکم سے	وَكَانَ حَقًّا	اور تھا لازم	كِسَفًا (۵)	تہ بہ تہ
وَلِتَبْتَغُوْا	اور تاکہ تلاش کرو تم	عَلَيْنَا	ہمارے ذمہ	فَتَرَى	پس دیکھتا ہے تو
مِنْ فَضْلِهٖ	اس کے فضل سے	نَصْرُ	مدد کرنا	الْوَدْقَ	بارش کو
وَلَعَلَّكُمْ	اور تاکہ تم	الْمُؤْمِنِيْنَ	مومنین کی	يَخْرُجُ	نکلتی ہے
تَشْكُرُوْنَ	شکر گذار ہو	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	مِنْ خِلٰلِهٖ	اس کے درمیان سے
وَلَقَدْ	اور بخدا واقعہ یہ ہے	الَّذِيْ	وہ ہیں جو	فَاِذَآ	پس جب
اَرْسَلْنَا	(کہ) بھیجے ہم نے	يُرْسِلُ	چلاتے ہیں	اَصَابَ	پہنچتا ہے

(۱) من آیاته: خبر مقدم ہے (۲) اَن: مصدریہ ہے، تاکہ فعل کا مبتدا بننا درست ہو (۳) مبشرات: الریاح کا حال ہے
(۴) الفلك: میں مفرد جمع یکساں ہیں۔ (۵) کسف: ٹکڑا، اوپر تلے، تہ بہ تہ۔

بِهٖ	اس کو	بَعۡدَ مَوۡتِهَا	اس کے مرنے کے بعد	الۡمَوۡتٰى	مردوں کو
مَنۡ يَّشَآءُ	جس کو چاہتا ہے	اِنَّ ذٰلِكَ	بے شک وہ	وَلَا تُسۡمِعُ	اور نہیں سنا سکتے
مِنۡ عِبَادِهٖٓ	اپنے بندوں میں سے	لَمُحۡيِ(۳)	البتہ زندہ کرنے والے ہیں	الصُّمَّ	بہروں کو
اِذَا هُمۡ	اچانک وہ	الۡمَوۡتٰى	مردوں کو	الدُّعَآءَ	پکار
يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ	خوشیاں مناتے ہیں	وَهُوَ	اور وہ	اِذَا	جب
وَاِنۡ كَانُوۡا	اگرچہ تھے وہ	عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ	ہر چیز پر	وَلَّوۡا	مڑیں وہ
مِنۡ قَبۡلِ	پہلے سے	قَدِيۡرٌ	قدرت رکھنے والے ہیں	مُدۡبِرِيۡنَ	پیٹھ پھیر کر
اَنۡ يُّنَزَّلَ	کہ اتاریں وہ	وَلَئِنۡ	اور بخدا! اگر	وَمَآ اَنۡتَ	اور نہیں آپ
عَلَيۡهِمۡ	ان پر	اَرۡسَلۡنَا	چلائیں ہم	بِهٰدِ	راہ دکھانے والے
مِّنۡ قَبۡلِهٖ(۱)	اس کے اترنے سے پہلے	رِيۡحًا(۴)	(بے برکت) ہوا	الۡعُمۡىِ	اندھوں کو
لَمُبۡلِسِيۡنَ(۲)	یقیناً ناامید تھے	فَرَاَوۡهُ	پس وہ کھیتی کو دیکھیں	عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ	ان کی گمراہی سے
فَانۡظُرۡ	پس دیکھ	مُصۡفَرًّا	زرد	اِنۡ تُسۡمِعُ	نہیں سنا سکتے آپ
اِلٰٓى اٰثٰرِ	آثار کی طرف	لَّظَلُّوۡا(۵)	تو ہو جائیں وہ	اِلَّا مَنۡ	مگر اس کو
رَحۡمَتِ اللّٰهِ	اللہ کی رحمت کے	مِنۡۢ بَعۡدِهٖ	اس کے بعد	يُّؤۡمِنُ	جو مانتا ہے
كَيۡفَ	کیسے	يَكۡفُرُوۡنَ	ناشکری کرتے	بِاٰيٰتِنَا	ہماری باتوں کو
يُحۡىِ	زندہ کرتے ہیں	فَاِنَّكَ	پس بے شک آپ	فَهُمۡ	پس وہ
الۡاَرۡضَ	زمین کو	لَا تُسۡمِعُ	نہیں سنا سکتے	مُّسۡلِمُوۡنَ	منقاد ہونے والے ہیں

اللہ تعالیٰ نے روزی کمانے کے حلال ذرائع: تجارت اور زراعت پیدا کئے ہیں

اب نصیحت کرتے ہیں کہ سود کے ذریعہ کمائی مت کرو، اللہ تعالیٰ نے روزی کمانے کے لئے دو حلال ذرائع: تجارت اور زراعت پیدا کئے ہیں، ان کے ذریعہ روزی کماؤ، حدیث میں ہے: إن نفسا لن تموت حتى تستكمل رزقها،

(۱) من قبله کو فاصلہ کی رعایت میں مقدم کیا ہے اور ضمیر کا مرجع نزول ہے جو ینزل سے سمجھا جاتا ہے (۲) إبلاس: مایوس ہونا (۳) مُحْی: اصل میں مُحْيِيْ تھا، ایک یاء حذف کی ہے، إحیاء: زندہ کرنا۔ (۴) ریح (مفرد) بے برکت ہوا کے لئے، اور ریاح (جمع) بابرکت ہوا کے لئے مستعمل ہے (۵) ظلّوا: فعل ناقص بمعنی صاروا ہے۔

فاتقوا الله و أجملوا في الطلب: کوئی شخص اس وقت تک مرتا نہیں جب تک وہ اپنی روزی مکمل نہ کرلے، پس اللہ سے ڈرو (حرام ذرائع معاش اختیار مت کرو) اور خوبصورت (جائز) ذرائع سے روزی طلب کرو۔

سمندر پار کی تجارت مقامی تجارت سے زیادہ مفید ہے: اُورسیز (سمندر پار) کی تجارت مقامی تجارت سے زیادہ نفع بخش ہے، جہازوں کے ذریعہ تجارتی مال دوسرے ملکوں میں منتقل کرسکتے ہیں، اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو مسخر کیا ہے، بلکہ اب تو فضائی راہیں بھی ہموار ہوگئی ہیں، پس بڑی تجارتیں کرو، اور نفع کماؤ، سود کے چکر میں مت پڑو، ارشادِ پاک ہے: اور اللہ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ بات ہے کہ وہ خوش خبری دینے والی ہوائیں چلاتے ہیں، اور تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں، اور تاکہ کشتیاں ان کے حکم سے چلیں، اور تاکہ تم ان کی روزی تلاش کرو، اور تاکہ تم شکرگذار بنو —— ہوا: اللہ کی بڑی نعمت ہے، اس پر زندگی کا مدار ہے، اور مانسونی ہوائیں تو بارش کی خوش خبری لاتی ہیں، پھر اللہ کی مہربانی سے مینہ برستا ہے، اور لوگوں کو پانی اور رزق ملتا ہے، یہ اللہ نے اپنی رحمت کا مزہ چکھایا —— اور ہوا کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ بادبانی جہاز اور بڑی کشتیاں ہوا سے چلتی ہیں، لوگ ان کے ذریعہ تجارتی مال سمندر پار منتقل کرتے ہیں، اور اللہ کے فضل سے خوب نفع کماتے ہیں، بندوں پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔

اللہ کی نعمت کی ناشکری کرنے والوں کو سزا ملتی ہے: —— جب زمین اجڑ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ مانسونی ہوا چلاتے ہیں، بارش ہوتی ہے، اور مردہ زمین لہلہانے لگتی ہے، اسی طرح جب دنیا میں گمراہی چھا جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ رسولوں کو واضح دلیل کے ساتھ بھیجتے ہیں، پس جو لوگ ان کی دعوت پر ایمان لاتے ہیں سرخ رو ہوتے ہیں، کیونکہ انھوں نے اللہ کی نعمت ہدایت کی قدر کی، یہ اہل ایمان کی نصرت ہوئی، اور جو لوگ انبیاء کی دعوت قبول نہیں کرتے ان کو ان کے اِس جرم کی سزا ملتی ہے، یہ انتقام لینا ہوا، اور سورۃ ابراہیم (آیت ۷) میں ارشاد پاک ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ، وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾: یعنی جو شکر بجالائے گا اس کو مزید نعمتیں ملیں گی، اور جو ناشکری کرے گا وہ جان لے کہ اللہ کی سزا سخت ہے —— یہاں یہ مضمون نظیر کے طور پر بیان ہوا ہے، ارشاد پاک ہے: —— اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، وہ ان کے پاس واضح دلائل کے ساتھ پہنچے، پس ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو جرم کے مرتکب ہوئے، اور اہل ایمان کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

زراعت بھی ایک اہم ذریعۂ معاش ہے: معیشت کا بڑا مدار زراعت (کھیتی باڑی) پر ہے۔ غور کرو! اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کیا کیا انتظام کیا ہے؟ وہ بارش برساتے ہیں، جس سے زمین اجڑ جانے کے بعد سرسبز ہوجاتی ہے، اور لوگوں کو اور جانوروں کو روزی ملتی ہے، اور بارش کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے کہ سمندر سے اَبخرے اٹھتے ہیں، جن کو ہوائیں ابھار

کر فضاء میں لے جاتی ہیں، وہاں وہ تہ بہ تہ بادل بن جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان بادلوں کو جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں پھر بادل ویسے ہی رہتے ہیں، اور مینہ کے قطرے ان کے درمیان سے نکلنے لگتے ہیں جو زمین کی آبادی کا ذریعہ بنتے ہیں، یہی اللہ کی رحمت کے آثار ہیں، ان سے فائدہ اٹھاؤ، کماؤ کھاؤ، لوگوں کا خون مت چوسو! —— اور جس طرح بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے قیامت کے دن مردے زندہ کئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کو اس پر پوری قدرت حاصل ہے (تفصیل آگے آئے گی)

ارشاد فرماتے ہیں: —— اللہ تعالیٰ ایسے ہیں جو ہوائیں چلاتے ہیں —— یہ مانسونی ہوائیں نہیں، عام ہوائیں ہیں —— پس وہ بادلوں کو ابھارتی ہیں —— یعنی ابخروں کو فضاء میں لے جاتی ہیں —— پھر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتے ہیں آسمان میں پھیلاتے ہیں، اور اس کو تہ بہ تہ کرتے ہیں —— اس کا نظارہ ہوائی جہاز سے خوب ہوتا ہے —— پس آپ بارش کو دیکھتے ہیں اس (بادل) کے درمیان سے نکلتی ہے —— یعنی بادل تو بادل رہتا ہے، اور بارش ہونے لگتی ہے —— پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں وہ (بارش) پہنچاتے ہیں تو یکا یک وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں، اگرچہ وہ ان پر بارش برسنے سے پہلے، اس سے پہلے ناامید تھے —— یعنی ان کو بارش کے کچھ آثار نظر نہیں آرہے تھے، پہلے سے لوگ ناامید تھے، بارش آنے سے ذرا دیر پہلے تک ان کو رحمتِ الٰہی کی امید نہیں تھی —— سو آپ رحمتِ الٰہی (بارش) کے آثار دیکھیں، کس طرح اللہ تعالیٰ زمین کو اجڑ جانے کے بعد ہرا بھرا کر دیتے ہیں! —— بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

اللہ تعالیٰ کھیتی خراب بھی کر سکتے ہیں: —— اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں، وہ کھیتی خراب بھی کر سکتے ہیں، کبھی بے برکت ہوا چل پڑتی ہے، اور ہری کھیتی پیلی پڑ جاتی ہے، اور دانے کے لالے پڑ جاتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور بخدا! اگر ہم بے برکت ہوا چلائیں، پس وہ کھیتی کو زرد دیکھیں، تو وہ خوشی کے بعد ناشکری کرتے رہ جائیں —— یعنی فوراً بدل جائیں، اللہ کا احسان فراموش کر کے ناشکری شروع کر دیں!

بات اسی کے لئے مفید ہے جو گوش ہوش سے سنتا ہے: —— سود سے متعلق جو گفتگو چل رہی ہے اس کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ بات اسی کے لئے مفید ہے جو گوش ہوش نیوش سے سنتا ہے، مردے، بہرے اور اندھے کیا خاک فائدہ اٹھائیں گے! ارشاد فرماتے ہیں: —— پس آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں، اور نہ آپ اندھوں کو ان کی بے راہی سے راہ پر لا سکتے ہیں —— مردوں کے اسماع (سنانے) کی نفی کی ہے، سمع (سننے) کی نفی نہیں کی، اور زیارتِ قبور کے وقت سلام مأمور بہ ہے، پس اگر مردے نہیں سنتے تو یہ فضول عمل ہے! ہاں زندے جو چاہیں مردوں کو نہیں سنا سکتے، ویسے یہ مسئلہ صحابہ میں مختلف فیہ تھا —— اور بہرہ متوجہ ہو تو ہونٹوں کے اشارے

سے بھی کچھ سمجھ لیتا ہے، لیکن اگر اس کا رخ دوسری طرف ہو تو کیا خاک اندازہ کر سکتا ہے! —— اور اندھے سے عقل کا اندھا مراد ہے، گمراہ شخص کو راہ پر لانا کسی کے بس میں نہیں —— آپ تو انہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری باتوں کو مانتے ہیں، پس وہ منقاد ہونے والے ہیں —— دل سے ماننا ایمان ہے، اور ظاہری انقیاد اسلام ہے، اور دونوں ضروری ہیں، چنانچہ آیت میں دونوں کو جمع کیا ہے۔

> سودخوری ایک طرح کی مفت خوری ہے، اور مفت کی شراب قاضی کو بھی حلال ہے، اس لئے دین دار لوگ بھی اسلامی بینک نام رکھ کر سود لیتے ہیں، جبکہ بینک اسلامی نہیں ہو سکتا، بینک زر سے زر پیدا کرنے کا نام ہے، جو سود ہے

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

ع ۷ / ۹

اَللّٰهُ(۱)	اللہ تعالیٰ	مِّنْ ضُعْفٍ	کمزوری سے	ضُعْفٍ	کمزوری کے
الَّذِیْ	جنھوں نے	ثُمَّ جَعَلَ	پھر بنائی	قُوَّةً	طاقت
خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو	مِنْۢ بَعْدِ	بعد	ثُمَّ جَعَلَ	پھر بنائی

(۱) اللہ: مبتدا، الذی: خبر۔

مِنْۢ بَعْدِ	بعد	الْعِلْمَ	علم	وَلَئِنْ	اور بخدا! اگر
قُوَّةٍ	طاقت	وَالْاِيْمَانَ	اور ایمان	جِئْتَهُمْ	آئے تو ان کے پاس
ضُعْفًا	کمزوری کے	لَقَدْ	البتہ تحقیق	بِاٰيَةٍ	کسی نشانی کے ساتھ
وَّ شَيْبَةً	اور بڑھاپا	لَبِثْتُمْ	ٹھہرے تم	لَّيَقُوْلَنَّ	(تو) ضرور کہیں گے
يَخْلُقُ	پیدا کرتے ہیں	فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ	نوشتہ الٰہی میں	الَّذِيْنَ	جنھوں نے
مَا يَشَآءُ	جو چاہتے ہیں	اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ	قیامت کے دن تک	كَفَرُوْٓا	انکار کیا
وَهُوَ	اور وہ	فَهٰذَا	پس یہ	اِنْ اَنْتُمْ	نہیں ہو تم
الْعَلِيْمُ	سب کچھ جاننے والے	يَوْمُ الْبَعْثِ	قیامت کا دن ہے	اِلَّا مُبْطِلُوْنَ	مگر جھوٹ کہنے والے
الْقَدِيْرُ	بڑی قدرت والے ہیں	وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ	مگر تھے تم	كَذٰلِكَ	اور اسی طرح
وَيَوْمَ	اور جس دن	لَا تَعْلَمُوْنَ	نہیں جانتے	يَطْبَعُ	مہر کرتے ہیں
تَقُوْمُ	برپا ہوگی	فَيَوْمَئِذٍ	پس آج	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
السَّاعَةُ	قیامت	لَّا يَنْفَعُ	نہیں کام آئے گی	عَلٰى قُلُوْبِ	دلوں پر
يُقْسِمُ	قسمیں کھائیں گے	الَّذِيْنَ	جنھوں نے	الَّذِيْنَ	ان کے جو
الْمُجْرِمُوْنَ	گنہ گار	ظَلَمُوْا	ظلم کیا	لَا يَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں
مَا لَبِثُوْا	نہیں ٹھہرے وہ	مَعْذِرَتُهُمْ (۱)	ان کی معذرت	فَاصْبِرْ	پس صبر کیجیے
غَيْرَ سَاعَةٍ	علاوہ ایک گھڑی کے	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	اِنَّ وَعْدَ	بے شک وعدہ
كَذٰلِكَ كَانُوْا	اسی طرح تھے وہ	يُسْتَعْتَبُوْنَ (۲)	معافی منگوائے جائیں گے	اللّٰهِ	اللہ کا
يُؤْفَكُوْنَ	پھیرے جاتے	وَلَقَدْ ضَرَبْنَا	اور البتہ تحقیق ماری ہم نے	حَقٌّ	سچا ہے
وَقَالَ	اور کہا	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ (۳)	اور نہ بھڑکائیں آپ کو
الَّذِيْنَ	جو	فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ	اس قرآن میں	الَّذِيْنَ	جو
اُوْتُوا	دیئے گئے	مِنْ كُلِّ مَثَلٍ	ہر طرح کی مثالیں	لَا يُوْقِنُوْنَ	یقین نہیں کرتے

(۱) معذرۃ: عذر، جمع معاذیر۔ (۲) استعتاب: کسی سے رضامند کرنے کی خواہش کرنا، مضارع مجہول ہے۔ (۳) اِسْتَخَفَّهٗ: بھڑکانا، مشتعل کرنا، اوچھا کرنا۔

آخرت کا تذکرہ اور آخری پانچ باتیں

چند آیات پہلے ضمناً یہ بات آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح مردہ زمین کو بارش برسا کر حیاتِ نو عطا فرماتے ہیں اسی طرح قیامت کے دن مُردوں کو زندہ کر کے زمین سے نکالیں گے، اللہ تعالیٰ اس کی پوری قدرت رکھتے ہیں، اب آخری آیات میں تفصیل سے آخرت کا تذکرہ فرماتے ہیں، ان آیات میں پانچ باتیں بیان فرمائی ہیں:

۱- دنیا میں انسان کا بدن ضعیف بنایا ہے

دنیا دارالاسباب ہے، یہاں احکام پر عمل کرنا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی باڈی ایسی قوی نہیں بنائی کہ ہمیشہ چلے، کمزور بدن بنایا ہے، تاکہ عمل کا زمانہ مختصر رہے، ایک وقت کے بعد بدن کمزور ہو کر ختم ہو جاتا ہے، آدمی مرجاتا ہے، پھر قیامت کے دن نہایت قوی بدن بنائیں گے جو ابد تک باقی رہے گا، تاکہ جزاء کا زمانہ طویل سے طویل ہو جائے، ارشاد فرماتے ہیں:

—— اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنھوں نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا —— یعنی کمزوری گویا انسان کا خمیر ہے، ایسا ناتواں بنایا کہ ابتداء میں ہل بھی نہیں سکتا —— پھر کمزوری کے بعد طاقت عطا فرمائی —— جوان ہوا، طاقت آئی، شیر کو بھی پچھاڑ سکتا ہے —— پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا آیا —— قویٰ نے جواب دیدیا، بالآخر مرگیا، اور بے قراری کو قرار آیا —— اور وہ سب کچھ جاننے والے بڑی قدرت والے ہیں —— وہ جانتے ہیں کہ اس زندگی میں کیسا بدن ہونا چاہئے، اس کو وہ بخوبی جانتے ہیں، اور وہ کمزور اور طاقت ور ہر طرح کے جسم کو بنانے پر قادر ہیں —— پس یہ آخرت کی ضرورت کا بیان ہے۔

۲- قیامت کے دن گنہ گاروں کو دنیا کی زندگی مختصر معلوم ہوگی

جب غم کا پہاڑ ٹوٹتا ہے تو خوشی کے دن بہت مختصر معلوم ہوتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور جس دن قیامت قائم ہوگی گنہ گار قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے —— یعنی قبر میں یا دنیا میں —— کفِ افسوس ملیں گے کہ بڑی جلدی دنیا کی اور برزخ کی زندگی ختم ہوگئی، کچھ بھی مہلت نہ ملی —— اسی طرح وہ الٹی چال چلائے جاتے تھے —— یعنی ان کے گروان کو الٹی بات بتاتے تھے کہ تمہیں دنیا میں سدا رہنا ہے۔

اور ان لوگوں نے جو علم اور ایمان عطا کئے گئے ہیں کہا: تم نوشتۂ الٰہی میں قیامت کے دن تک ٹھہرے ہو، پس یہ ہے قیامت کا دن، مگر تم جانتے نہیں تھے —— یعنی مؤمنین: مجرمین کی تردید کریں گے کہ تم جھوٹ کہتے ہو، تم لوح محفوظ کے نوشتہ کے مطابق قیامت کے دن تک ٹھہرے ہو، اور آج عین وعدہ کے موافق وہ دن آپہنچا ہے، اگر پہلے سے تم اس دن کا یقین کرتے، اور اس کے لئے تیاری کرتے تو آج مسرتوں سے ہمکنار ہوتے، اور کہتے کہ یہ دن بہت دیر میں آیا، آنکھیں

تھک گئیں! انتظار کی حد ہوگئی!

۳- قیامت کے دن مجرموں کی نہ معذرت قبول کی جائے گی نہ ان کو اصلاحِ حال کا موقعہ دیا جائے گا

پس آج ظالموں کے کام نہیں آئے گی ان کی معذرت، اور نہ وہ معافی منگوائے جائیں گے —— یعنی وہ نہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں گے اور نہ ان سے کہا جائے گا کہ اچھا اب توبہ اور اطاعت سے اللہ کو راضی کرلو، کیونکہ اس کا وقت گذر چکا، اب تو ہمیشہ کی سزا بھگتنے کے سوا چارہ نہیں۔

۴- اسلام کی صداقت جانچنے کے لئے قرآن کافی ہے، کسی اور معجزہ کی ضرورت نہیں

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں —— یعنی منکرین قیامت کے دن کفِ افسوس ملیں گے، آج اصلاح حال کا موقعہ ہے، قرآنِ کریم مثالیں اور دلیلیں بیان کر کے طرح طرح سے سمجھاتا ہے، پَر ان کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی، اور وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ کوئی نشانی دکھلاؤ، اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ —— اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں تو منکرین ضرور کہیں گے کہ تم نرے باطل گو ہو —— تم مل کر جھوٹ بنا لائے ہو، ایک نے جادو دکھلایا دوسرے اس پر ایمان لانے کو تیار ہوگئے! —— یوں مہر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو جانتے نہیں —— یعنی آدمی نہ سمجھے نہ سمجھنے کی کوشش کرے، ضد و عناد سے ہر بات کا انکار کرے، تو رفتہ رفتہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے، اور قبولِ حق کی صلاحیت ضائع ہو جاتی ہے۔

۵- صبر سے کام لو بے برداشت مت ہو جاؤ، اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا

آخری بات: —— سو آپ صبر کریں، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور بد یقین لوگ ہرگز آپ کو بے برداشت نہ کریں —— یعنی آپ معاندین کی شرارتوں سے رنجیدہ نہ ہوں، صبر و تحمل سے کام لیں، اور اصلاح میں لگے رہیں، اللہ نے جو آپؐ سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً پورا ہو کر رہے گا، اور یہ بد عقیدہ اور بے یقین لوگ ذرا بھی آپؐ کو بے برداشت نہ کریں، آپ کو ان کی حرکتوں پر طیش نہ آئے، کامیابی بڑھ کر آپ کے قدم چومے گی، وما ذلک علی اللہ بعزیز!

> معاندین سے انتقام لینا جائز ہے، مگر دعوت و تبلیغ کی مصلحت کے خلاف ہے اور جہاد کوئی انتقام نہیں، وہ راستہ کا روڑا ہٹانے کی کوشش ہے

﴿ الحمد للہ سورۃ الروم کی تفسیر مکمل ہوئی ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ لقمان

نمبر شمار ۳۱ نزول کا نمبر ۵۷ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۳۴ رکوع: ۴

یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، اس کا موضوع اثباتِ توحید، ابطالِ شرک اور معادو آخرت کا بیان ہے۔ اس سورت میں حضرت لقمان کی نصائح آئی ہیں، اس لئے سورت ان کے نام سے موسوم کی گئی ہے، یہ سورت اس بیان سے شروع ہوئی ہے کہ قرآنِ کریم سرمایۂ ہدایت ورحمت ہے، مگر بعض لوگ اللہ سے غافل کرنے والی باتوں میں لگتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ پھر توحید کا مضمون شروع ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی کسی چیز کا خالق نہیں، پھر شرکاء کہاں سے آگئے؟ پھر یہ بیان ہے کہ اللہ کی نعمتوں کی شکر گذاری توحید ہے، اور ناشکری کفر وشرک، اسی ذیل میں حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت آئی ہے کہ شرک سے بچ، شرک بڑا بھاری گناہ ہے، پھر یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد ماں باپ کا حق ہے، لیکن اگر وہ شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات نہ مانی جائے، پھر حضرت لقمان نے ایسے عقائد، اعمال اور اخلاقِ حسنہ بیان کئے ہیں جو ایک مسلمان میں ہونے چاہئیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان وانعام یاد دلا کر توحید کی طرف متوجہ کیا ہے۔ پھر یہ بیان ہے کہ توحید میں اختلاف محض بے دلیل اور اسلاف کی اندھی تقلید ہے، اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہیں، باقی سب بے بنیاد ہیں۔ اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ کائنات کے خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہیں، ان کا علم بے انتہاء ہے، اور وہ کائنات کی تجدید کریں گے، پس وہی معبود ہیں، اور توحید ہی فطرت کی آواز ہے۔

اور آخر میں یہ بیان ہے کہ آفات وبلیات میں تو اقرباء ہمدردی کر سکتے ہیں، مگر جب قیامت کا بھونچال آئے گا تو کوئی کسی کی ہمدردی نہیں کر سکے گا، اور قیامت کب آئے گی؟ یہ بات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اس کے ضمن میں چار باتیں بیان کی ہیں جو قیامت کے لئے تیاری کرنے سے غافل کرتی ہیں۔

آیاتہا ۳۴ (۳۱) سُوْرَۃُ لُقْمٰنَ مَکِّیَّۃٌ (۵۷) رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾

بِسْمِ	نام سے	لِلْمُحْسِنِيْنَ	نیکوکاروں کے لئے	اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ
اللّٰهِ	اللہ کے	الَّذِيْنَ	جو	عَلٰى هُدًى	ہدایت پر ہیں
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	يُقِيْمُوْنَ	اہتمام کرتے ہیں	مِّنْ رَّبِّهِمْ	ان کے رب کی طرف سے
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے	الصَّلٰوةَ	نماز کا	وَاُولٰٓئِكَ	اور یہ لوگ
الٓمّٓ	الف، لام، میم	وَيُؤْتُوْنَ	اور دیتے ہیں	هُمُ	ہی
تِلْكَ	یہ	الزَّكٰوةَ	زکات	الْمُفْلِحُوْنَ	کامیاب ہونے والے ہیں
اٰيٰتُ	باتیں ہیں	وَهُمْ	اور وہ	وَمِنَ النَّاسِ	اور بعض لوگ
الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ	حکمت بھری کتاب کی	بِالْاٰخِرَةِ	آخرت پر	مَنْ يَّشْتَرِيْ	جو خریدتے ہیں
هُدًى (۱)	ہدایت	هُمْ	وہی	لَهْوَ الْحَدِيْثِ (۲)	غافل کرنے والی باتیں
وَّرَحْمَةً	اور مہربانی	يُوْقِنُوْنَ	یقین رکھتے ہیں	لِيُضِلَّ	تاکہ گمراہ کریں

(۱) هدى ورحمة: آیات سے حال ہیں۔ (۲) لهو الحديث: مرکب اضافی (اضافت بواسطہ من ہے): فضول، بیہودہ، بے سروپا قصے (ناچ گانا بھی اس کا مصداق ہے)

عَنْ سَبِيْلِ(1)	راستے سے	وَلّٰى	پیٹھ پھیرتا ہے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
اللهِ	اللہ کے	مُسْتَكْبِرًا	غرور سے	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام
بِغَيْرِ عِلْمٍ	نادانی سے	كَاَنْ لَّمْ	گویا نہیں	لَهُمْ	ان کے لئے
وَيَتَّخِذَهَا(2)	اور بناتے ہیں ان کو	يَسْمَعْهَا	سنتا ان کو	جَنّٰتُ	باغات ہیں
هُزُوًا	ٹھٹھا (ہنسی)	كَاَنَّ	گویا	النَّعِيْمِ	نعمتوں کے
اُولٰۗىِٕكَ	یہ لوگ	فِيْٓ اُذُنَيْهِ	اس کے کانوں میں	خٰلِدِيْنَ	ہمیشہ رہنے والے
لَهُمْ	ان کے لئے	وَقْرًا	بوجھ ہے	فِيْهَا	ان میں
عَذَابٌ	عذاب ہے	فَبَشِّرْهُ	پس خوش خبری دے اس کو	وَعْدَ اللهِ	اللہ نے وعدہ کیا ہے
مُّهِيْنٌ	رسوا کرنے والا	بِعَذَابٍ	سزا کی	حَقًّا	سچا
وَاِذَا	اور جب	اَلِيْمٍ	دردناک	وَهُوَ	اور وہ
تُتْلٰى عَلَيْهِ	پڑھی جاتی ہیں اس پر	اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جنھوں نے	الْعَزِيْزُ	زبردست
اٰيٰتُنَا	ہماری آیتیں	اٰمَنُوْا	مان لیا	الْحَكِيْمُ	حکمت والے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قرآنِ کریم سرمایۂ ہدایت ورحمت ہے

یہ سورت قرآنِ کریم کی اہمیت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، قرآنِ کریم تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرۃ (آیت ۱۸۵) میں اس کا وصف: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ آیا ہے، یعنی قرآن سبھی لوگوں کے لئے راہ نما کتاب ہے، پھر جو اس کی ہدایت کی پیروی کریں ان کے لئے رحمت ومہربانی بھی ہے —— پھر قرآن کی راہ پر چلنے والوں کے اوصاف بیان کئے ہیں: وہ نماز کا اہتمام کرتے ہیں، زکات دیتے ہیں اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں، کامیابی انہی کا حصہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— الف، لام، میم —— یہ حروف مقطعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں —— یہ پُر حکمت کتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں، جو نیکوکاروں کے لئے ہدایت ورحمت ہے —— وہی اس سے منتفع ہوتے ہیں —— اور نیکوکار وہ ہیں —— جو نماز کی پابندی کرتے ہیں، اور زکات ادا کرتے ہیں، اور وہی آخرت کا یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ ان کے پروردگار کی ہدایت پر ہیں، اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

(۱) سبیل: واضح راستہ، یہ لفظ مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے (۲) ھا کا مرجع آیات یا سبیل ہے۔

بدکاروں کا وتیرہ: —— نیکوکاروں کے بالمقابل بدکاروں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے قرآنِ کریم کو چھوڑ کر رنگ رلیوں میں، کھیل تماشوں میں، واہیات وخرافات میں، ٹی وی، وی سی آر اور کھیلوں میں مستغرق رہتے ہیں، خود بھی احکام قرآنی سے غافل ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی ان ہی مشاغل وتفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اس کی یاد سے منحرف کردیں، ایسے بدراہوں کے بارے میں ارشاد ہے: —— اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی باتیں خریدتے ہیں، تاکہ وہ نادانی سے اللہ کی راہ (دین) سے ہٹادیں، اور وہ اللہ کی آیات کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

روایات میں ہے کہ نضر بن حارث: جورؤسائے کفار میں سے تھا، بغرض تجارت فارس جاتا، اور وہاں سے شاہانِ عجم کے قصے خرید کر لاتا، قریش کو سناتا، اور کہتا: محمد (ﷺ) تم کو عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں، آؤ میں تمہیں رستم واسفندیار کے واقعات سناؤں، یہ قصے قرآن سے زیادہ دلچسپ ہیں، نانہجار لوگ اس کی طرف مائل ہوجاتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور علماء نے لَهْوَ الحدیث میں ہر وہ چیز داخل کی ہے جو اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے ہٹانے والی ہے، مثلاً: ناول اور افسانے پڑھنا، ہنسی مذاق کی باتیں کرنا، واہیات مشغلوں میں لگنا، گانا بجانا اور ہمارے زمانہ کی خرافات ٹی وی، وی سی آر، انٹرنیٹ اور رنگین موبائلوں میں کھوجانا۔

انہی لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے —— شانِ نزول گو خاص ہے مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام ہے، جو بھی مشغلہ دین سے پھیر دے وہ حرام بلکہ کفر ہے، اور جو احکام ضروریہ سے باز رکھے وہ معصیت ہے، اور جو لایعنی ہو وہ خلافِ اولیٰ ہے، اور جس میں معتد بہ شرعی مصلحت ہو وہ مستثنیٰ ہے۔

اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ متکبرانہ منہ موڑ لیتا ہے، گویا اس نے سنا ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں ثقل (بھاری پن) ہے، پس آپ اس کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنایئے —— کیونکہ ایسا شخص نام کا بھی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

نیکوکاروں کا انجام: —— اب اشقیاء کے بالمقابل سُعداء (نیکوکاروں) کا اخروی انجام سنیں —— بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، ان کے لئے عیش کے باغات ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ فرمایا ہے، اور وہ زبردست حکمت آشنا ہیں! —— زبردست ہیں: کوئی طاقت ان کو ایفائے وعدہ سے روک نہیں سکتی، حکمت آشنا ہیں: جب وقت آئے گا فوراً وعدہ پورا فرمائیں گے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ

كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾

خَلَقَ	پیدا کیا	وَبَثَّ	اور پھیلائے	هٰذَا خَلْقُ	یہ بنانا ہے
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو	فِيْهَا	زمین میں	اللّٰهِ	اللہ کا
بِغَيْرِ عَمَدٍ	ستونوں کے بغیر	مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ	ہر قسم کے جانور	فَاَرُوْنِيْ	پس دکھلاؤ مجھے
تَرَوْنَهَا (۱)	دیکھتے ہو تم ان کو	وَاَنْزَلْنَا	اور اتارا ہم نے	مَاذَا	کیا
وَاَلْقٰى	اور ڈالے	مِنَ السَّمَآءِ	آسمان سے	خَلَقَ	بنایا ہے
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	مَآءً	پانی	الَّذِيْنَ	جو
رَوَاسِيَ	مضبوط پہاڑ	فَاَنْۢبَتْنَا	پس اگائی ہم نے	مِنْ دُوْنِهٖ	اس سے نیچے ہیں
اَنْ (۲)	(کہیں ایسا نہ ہو) کہ	فِيْهَا	زمین میں	بَلِ الظّٰلِمُوْنَ	بلکہ ناانصاف
تَمِيْدَ	ہلنے لگے	مِنْ كُلِّ زَوْجٍ	ہر قسم	فِيْ ضَلٰلٍ	گمراہی میں ہیں
بِكُمْ	تمہارے ساتھ	كَرِيْمٍ	عمدہ	مُّبِيْنٍ	صریح

اللہ کے علاوہ کوئی کسی چیز کا خالق نہیں، پھر شرکاء کہاں سے آگئے!

اب توحید کا مضمون شروع ہوتا ہے، اللہ پاک پوچھتے ہیں: بتاؤ! یہ بلند آسمان کی چھت ستونوں کے بغیر کس نے تانی ہے؟ جس کو لوگ ہر جگہ سے دیکھتے ہیں، زمین میں یہ بھاری پہاڑ کس نے ڈالے ہیں؟ سمندروں کی گہرائی کے مقابلہ میں پہاڑوں کی بلندیاں رکھی ہیں، پہاڑ نہ ہوتے تو بیلنس نہ رہتا، زمین ڈانواڈول ہوتی رہتی، یہ زمین میں بھانت بھانت کے جانور پیدا کر کے کس نے پھیلائے ہیں؟ آسمان سے پانی کون برساتا ہے؟ اور زمین سے ہر قسم کی عمدہ اقسام کون اگاتا ہے؟ —— یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں، جس کو مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں —— اب دکھاؤ: مشرکوں کے معبودوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ —— کچھ بھی نہیں! —— پس جو خالق نہیں وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں؟ جو ان کو معبود بناتے ہیں وہ ظالم (ناانصاف) ہیں، وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بلاستون بنایا، تم ان کو دیکھتے ہو، اور زمین میں بھاری پہاڑ ڈالے کہ زمین تم کو لے کر ڈانواڈول نہ ہونے لگے، اور اس میں ہر قسم کے جانور

(۱) ترونها: مستقل جملہ ہے دیکھیں ہدایت القرآن سورۃ الرعد آیت ۲ (۲) یہ اَنْ خاص قسم کا ہے: نحات نے اس کو بیان نہیں کیا۔

پھیلائے، اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا، پھر زمین میں ہر طرح کی عمدہ اقسام اُگائیں، یہ چیزیں اللہ نے بنائی ہیں، پس مجھے دکھاؤ: کیا پیدا کیا ہے اُن شرکاء نے جو اللہ سے کم رتبہ ہیں؟ بلکہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔

معبود وہی ہوسکتا ہے جس کے ہاتھ میں پیدا کرنا اور رزق پہنچانا ہے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ڼ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	فَاِنَّ اللّٰهَ	تو بے شک اللہ تعالیٰ	بِاللّٰهِ	اللہ کے ساتھ
اٰتَيْنَا	دی ہم نے	غَنِيٌّ	بے نیاز	اِنَّ الشِّرْكَ	بے شک شرک
لُقْمٰنَ	لقمان کو	حَمِيْدٌ	ستودہ ہیں	لَظُلْمٌ	یقیناً ظلم ہے
الْحِكْمَةَ	دانشمندی	وَاِذْ قَالَ	اور جب کہا	عَظِيْمٌ	بڑا بھاری
اَنِ اشْكُرْ (۱)	کہ شکر بجالا	لُقْمٰنُ	لقمان نے	وَوَصَّيْنَا	اور تاکید کی ہم نے
لِلّٰهِ	اللہ کا	لِابْنِهٖ	اپنے بیٹے سے	الْاِنْسَانَ (۲)	انسان کو
وَمَنْ يَّشْكُرْ	اور جو شکر بجالاتا ہے	وَهُوَ	درانحالیکہ وہ	بِوَالِدَيْهِ	اس کے والدین کے بارے میں
فَاِنَّمَا يَشْكُرُ	پس وہ بس شکر بجالاتا ہے	يَعِظُهٗ	اس کو نصیحت کر رہے تھے	حَمَلَتْهُ	اٹھایا اس کو
لِنَفْسِهٖ	اپنے لئے	يٰبُنَيَّ	اے پیارے بیٹے	اُمُّهٗ	اس کی ماں نے
وَمَنْ كَفَرَ	اور جس نے ناشکری کی	لَا تُشْرِكْ	مت شریک ٹھہرا	وَهْنًا	کمزوری سے

(۱) اَنْ تفسیر کے لئے ہے، اور اس پورے رکوع میں (دو آیتوں کے علاوہ) حضرت لقمان کی دانشمندانہ باتیں ہیں (۲) وصیت آگے ہے۔

عَلٰی وَھْنٍ	بالائے کمزوری	تُشْرِكَ	شریک ٹھہرائے تو	وَاتَّبِعْ	اور پیروی کر
وَّفِصٰلُهٗ	اور اس کا دودھ چھڑانا	بِیْ	میرے ساتھ	سَبِیْلَ	(اس کی) راہ کی
فِیْ عَامَیْنِ	دو سال میں ہے	مَا لَیْسَ	اس چیز کو کہ نہیں	مَنْ اَنَابَ	جو متوجہ ہوا
اَنِ اشْكُرْ لِیْ(۱)	کہ میرا حق مان	لَكَ بِهٖ(۲)	تیرے لئے اسکے بارے میں	اِلَیَّ	میری طرف
وَلِوَالِدَیْكَ	اور اپنے والدین کا	عِلْمٌ	کچھ علم	ثُمَّ اِلَیَّ	پھر میری طرف
اِلَیَّ الْمَصِیْرُ	میری طرف لوٹنا ہے	فَلَا تُطِعْهُمَا	پس نہ کہا مان دونوں کا	مَرْجِعُكُمْ	تمہارا لوٹنا ہے
وَاِنْ	اور اگر	وَصَاحِبْهُمَا	اور ساتھ رہ دونوں کے	فَاُنَبِّئُكُمْ	پس آگاہ کرونگا میں تم کو
جَاهَدٰكَ	دباؤ ڈالیں دونوں تجھ پر	فِی الدُّنْیَا	دنیا میں	بِمَا كُنْتُمْ	اس سے جو تھے تم
عَلٰٓی اَنْ	اس بات کے لئے کہ	مَعْرُوْفًا	دستور کے موافق	تَعْمَلُوْنَ	کرتے

اللہ کی نعمتوں کی شکر گذاری توحید ہے، اور کفران (ناشکری) شرک!

گذشتہ آیت کے آخر میں تھا کہ توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرنا کھلی گمراہی ہے، اور گذشتہ سے پیوستہ آیت میں اللہ کی چند نعمتوں کا ذکر آیا ہے، اب یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کو فہم وبصیرت عطا فرمائی، انھوں نے اپنی دانشمندی سے یہ بات جان لی کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر گذار بننا چاہئے، یہی توحید کا تقاضہ ہے ــــ اور اللہ کی نعمتوں کی شکر گذاری میں اللہ کا کچھ فائدہ نہیں، بندے ہی کا فائدہ ہے، دنیا میں نعمتیں بڑھتی ہیں، اور آخرت میں اجر وثواب ملتا ہے ــــ اور جو ناشکری کرتا ہے وہ اپنا نقصان کرتا ہے، اس کی نعمتوں میں برکت نہیں ہوتی، اور آخرت میں سخت سزا پاتا ہے ــــ اللہ تعالیٰ کو کسی کے شکر کی یا ناشکری کی کچھ پرواہ نہیں، وہ تو بے نیاز ستودہ ذات ہے، ساری مخلوق زبان حال سے اس کی تعریف کرتی ہے، کسی کی حمد یا شکر سے اس کے کمالات میں ذرہ بھر اضافہ نہیں ہوتا۔

فائدہ: اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ حضرت لقمانؒ پیغمبر نہیں تھے، کیونکہ رسول وحی سے باتیں بتاتے ہیں، اور حضرت لقمانؒ نے اپنی بصیرت سے حکمت کی باتیں بتائی ہیں، بلکہ وہ ایک پاکباز متقی انسان تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کا فہم عطا فرمایا تھا۔ ان کی حکمت کی باتیں لوگوں میں مشہور ہیں، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں کے اور کس زمانہ کے تھے، مشہور یہ ہے کہ وہ حبشی تھے، اور حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ واللہ اعلم

آیتِ کریمہ: ــــ اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر بجالا! اور جو شخص شکر

---

(۱) أن: تفسیر کے لئے ہے، یہ وصیت کی تفسیر ہے، اور حملتہ درمیان میں جملہ معترضہ ہے (۲) بہ: أی بکونہ شریکا۔

بجالاتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر بجالاتا ہے، اور جس نے ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ بے نیاز خوبیوں والے ہیں

شرک بھاری ظلم ہے

ظلم: کے اصل معنی ہیں: غیر کی ملک میں تصرف کرنا، پس اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہوسکتے، کیونکہ تمام عالم ان کی ملکیت ہے، پھر ظلم کا استعمال حق سے تجاوز کرنے کے لئے ہونے لگا، خواہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر، اسی لئے گناہ خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ: دونوں کے لئے اس کا استعمال ہوا ہے، آدم علیہ السلام کو بھی ان کی کوتاہی پر ظالم کہا گیا، اور ابلیس کے حق میں بھی یہی لفظ استعمال کیا گیا، جبکہ دونوں کے ظلموں میں آسمان زمین کا فرق ہے —— اور امام راغب رحمہ اللہ نے بعض حکماء سے نقل کیا ہے کہ ظلم تین طرح کا ہوتا ہے:

اول: وہ ناانصافی جو انسان اللہ تعالیٰ کے حق میں کرتا ہے، یعنی کفر و شرک اور نفاق، اس سے بڑا کوئی ظلم نہیں۔

دوم: وہ ناانصافی جو ایک انسان دوسرے انسان کے حق میں کرتا ہے، ظلم، زیادتی اور ستم اسی معنی میں مستعمل ہیں۔

سوم: وہ ناانصافی جو انسان اپنے ہی حق میں کرتا ہے، یعنی گناہ کرتا ہے، یہ اپنے پیروں پر تیشہ زنی ہے۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ شرک میں ملوث مت ہونا، شرک بڑی بھاری ناانصافی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حق تلفی ہے، عاجز مخلوق کو قادر خالق کے برابر کردینا کونسی عقلمندی ہے!

آیتِ کریمہ: —— اور (یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعد ماں باپ کا حق ہے

حضرت لقمانؒ نے بیٹے کو اللہ کا حق بتلایا، باپ کا حق نہیں بتلایا، کیونکہ اس میں خود غرضی کا شائبہ تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ حضرت لقمان کی نصیحتیں روک کر ماں باپ کا حق بتلاتے ہیں، مگر مقصود دوسری آیت ہے، پہلی آیت تمہید ہے یعنی اگر ماں باپ شرک کے لئے اصرار کریں تو ان کی بات نہ مانی جائے، توحید پر جما رہے، اس طرح یہ آیات بھی موضوع (شرک کی تردید) سے مربوط ہیں۔

اللہ کے حق کے بعد ماں باپ کا حق ہے، ماں کا حق خدمت میں زیادہ ہے، اور باپ کا اطاعت میں، ماں نو ماہ تک بچے کو پیٹ میں اٹھائے رہتی ہے، اور جوں جوں مدتِ حمل بڑھتی ہے کمزوری بڑھتی ہے، کمزوری بالائے کمزوری کا یہ مطلب ہے۔ پھر ولادت کی تکلیف سہتی ہے، پھر دو سال تک دودھ پلاتی ہے، دودھ ماں کے خون سے بنتا ہے، علاوہ ازیں: مختلف تکلیفیں جھیلتی ہے، اپنے آرام کو بچہ کے آرام پر قربان کرتی ہے، اس لئے خدمت میں ماں کا حق زیادہ ہے۔

اور یہ آدھی بات ہے، باپ کی تکلیفوں کا ذکر نہیں کیا، فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا، باپ بچہ کی خاطر اپنی پسند کو بالائے طاق رکھ کر دیندار عورت سے نکاح کرتا ہے، پھر جب حمل قرار پاتا ہے تو عورت کی ہر طرح دیکھ بھال کرتا ہے، اور بچہ کی ولادت کا سارا خرچہ برداشت کرتا ہے، پھر جب تک بچہ خود کفیل نہیں ہو جاتا رات دن خون پسینہ ایک کر کے کماتا ہے، اور بچہ کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

ان وجوہ سے اللہ کے حق کے بعد ماں باپ کا حق ہے، انسان کو چاہئے کہ پہلے اللہ کی عبادت کرے پھر ماں باپ کی خدمت واطاعت کرے —— اور اللہ کا حق مقدم اس لئے ہے کہ سب کو اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے، پس ان کے سامنے کیا منہ لے کر جائے گا: اس کی فکر کرے۔

آیت پاک: —— اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی، اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا، کمزوری بالائے کمزوری کے ساتھ، اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہے کہ شکر گذار بن میرا اور اپنے ماں باپ کا، میری طرف لوٹنا ہے۔

مسئلہ: چاروں ائمہ کے نزدیک دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہے، دو سال سے زیادہ دودھ پلانا حرام ہے، احناف کے یہاں بھی فتوی اسی پر ہے، البتہ حرمتِ رضاعت میں فتوی ڈھائی سال پر ہے، تفصیل سورۃ احقاف (آیت ۱۵) میں آئے گی۔

شرک اتنی بری چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اس کو اختیار نہیں کیا جاسکتا

ماں باپ کا حق بتانے کے بعد اب یہ بات بیان کرتے ہیں کہ شرک بڑا بھاری گناہ ہے، ماں باپ بھی اگر شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات ماننا جائز نہیں، البتہ دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے، اور بوقتِ تعارض مؤمنین کا راستہ اپنانا چاہئے، مشرکین کا راستہ اختیار کرنا درست نہیں —— پھر سب کو: ماں باپ اور اولاد کو: اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، وہاں پتہ چل جائے گا کہ ماں باپ کا اصرار صحیح تھا یا اولاد کا انکار۔

آیتِ کریمہ: —— اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے، جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کا کہنا مت مان، اور تو دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کر، اور اس شخص کی راہ پر چل جو میری طرف متوجہ ہوا، پھر تم کو میرے پاس آنا ہے، پس میں تم کو بتلاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝۱۶ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ

بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۷ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝۱۸ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝۱۹

يٰبُنَيَّ (۱)	اے میرے پیارے بیٹے	يٰبُنَيَّ	اے میرے پیارے بیٹے	لِلنَّاسِ	لوگوں سے
اِنَّهَآ (۲)	بیشک وہ (اچھی بری بات)	اَقِمِ	اہتمام کر	وَلَا تَمْشِ	اور مت چل
اِنْ تَكُ	اگر ہو وہ	الصَّلٰوةَ	نماز کا	فِي الْاَرْضِ	زمین میں
مِثْقَالَ (۳)	برابر	وَاْمُرْ	اور حکم دے	مَرَحًا (۶)	اترا کر
حَبَّةٍ	دانے	بِالْمَعْرُوْفِ	بھلے کاموں کا	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
مِّنْ خَرْدَلٍ (۴)	رائی کے	وَانْهَ	اور روک	لَا يُحِبُّ	پسند نہیں کرتے
فَتَكُنْ	پس ہو وہ	عَنِ الْمُنْكَرِ	برے کاموں سے	كُلَّ	ہر
فِيْ صَخْرَةٍ	پتھر میں	وَاصْبِرْ	اور صبر کر	مُخْتَالٍ	اترانے والے
اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ	یا آسمانوں میں	عَلٰى مَآ	اس پر جو	فَخُوْرٍ	شیخی بگھارنے والے کو
اَوْ فِي الْاَرْضِ	یا زمین میں	اَصَابَكَ	تجھے پہنچے	وَاقْصِدْ	اور میانہ رہ
يَاْتِ بِهَا	لائیں گے اس کو	اِنَّ ذٰلِكَ	بے شک یہ بات	فِيْ مَشْيِكَ	اپنی چال میں
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	مِنْ عَزْمِ	پختہ	وَاغْضُضْ	اور پست کر
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	الْاُمُوْرِ	کاموں سے ہے	مِنْ صَوْتِكَ	اپنی کچھ آواز
لَطِيْفٌ	باریک بیں	وَلَا تُصَعِّرْ (۵)	اور مت ٹیڑھا کر	اِنَّ	بے شک
خَبِيْرٌ	خبردار ہیں	خَدَّكَ	اپنا رخسار	اَنْكَرَ	بری سے بری

(۱) بُنَيَّ: ابن کی تصغیر پیار کے لئے ہے (۲) ھا کا مرجع الخصلة الحسنة أو السيئة ہے، آگے مؤنث ضمیروں کا بھی یہی مرجع ہے (۳) مثقال: ہم وزن، جمع مثاقیل (۴) خردل: رائی، سرسوں، ذرا سی مقدار (۵) صَعَّرَ خدَّه: غرور وتکبر سے رخسار کو ٹیڑھا کرنا، صَعِرَ (س) صَعَرًا: گردن یا منہ کا ٹیڑھا ہونا۔ (۶) مَرَحًا: اسم فعل: اکڑ کر، اترا کر، حال ہے۔

الْاَصْوَاتِ	آوازیں	لَصَوْتُ	البتہ آواز ہے	الْحَمِيْرِ[1]	گدھوں کی

عقائد، اعمال اور اخلاقِ حسنہ جو ایک مسلمان میں ہونے چاہئیں

حضرت لقمانؒ نے بیٹے کو نصیحت کی کہ شرک سے کنارہ کش رہنا، یعنی توحید پر جمے رہنا، ایک اللہ کو معبود ماننا کسی اور سے لو نہ لگانا، پھر انھوں نے توحید کے تقاضے سمجھائے، وہ عقائد، اعمال اور اخلاق بتائے جو ایک مسلمان میں ہونے چاہئیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ یہ رکھنا چاہئے کہ ان کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہے، کوئی ادنی بات ان کے علم سے باہر نہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں، ان کی قدرت کامل ہے، مثلاً: اچھا برا عمل خواہ رائی کے دانہ کے برابر ہو، پھر خواہ وہ کسی سخت چٹان میں، یا آسمانوں کی بلندی پر، یا زمین کی گہرائی میں ہو: اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو لا حاضر کریں گے، پس آدمی ہزار پردوں میں جو کام کرتا ہے وہ بھی اللہ کے سامنے ہے، فرمایا: —— بیٹے! اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو، پھر وہ کسی پتھر یا آسمانوں یا زمین میں ہو تو بھی اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کریں گے، بے شک اللہ تعالیٰ باریک بیں باخبر ہیں۔

تین اعمال: ایک: نماز کا اہتمام کرنا، کیونکہ نماز دین کا بنیادی ستون ہے۔ دوم: لوگوں کی اصلاح کی فکر کرنا، بھلی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔ سوم: سختیوں سے گھبرا کر ہمت نہ ہارنا، حوصلہ مندی سے کام لینا، زندگی میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے، شدائد پیش آئیں تو جی نہ چھوڑے، فرمایا: —— بیٹے! نماز پڑھا کر، اور اچھے کاموں کا حکم دیا کر، اور برے کاموں سے روکا کر، اور تجھ پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر، بے شک یہ (تینوں کام) ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔

چار اخلاقِ حسنہ: ایک: لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا، ان سے روگردانی نہ کرنا دوم: خاکساری اختیار کرنا، اترا کر نہ چلنا سوم: میانہ چال چلنا، نہ دوڑنا نہ خراماں خراماں چلنا چہارم: بے ضرورت حد سے زیادہ نہ چلانا، فرمایا: —— اور لوگوں سے اپنا چہرہ مت پھیر، اور زمین میں اترا کر مت چل، بے شک اللہ تعالیٰ کسی بھی تکبر کرنے والے، شیخی بگھارنے والے کو پسند نہیں کرتے، اور میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز کو پست رکھ، بے شک سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے! ——

گدھے ناراض نہ ہوں وہ یہ نہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا! یہ حضرت لقمانؒ کا قول ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے، جیسے: ﴿إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ﴾: بے شک تمہاری (عورتوں کی) چالاکیاں بھی غضب کی ہوتی ہیں! [یوسف ۲۸] یہ عزیز مصر کا قول ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

بہت زور سے بولنے میں بسا اوقات آدمی کی آواز بے ڈھنگی اور بے سُری ہو جاتی ہے

(۱) حمیر: حمار کی جمع ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْهُمْ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَی اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ؕ وَاِلَی اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا یَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۲۴﴾

اَلَمْ تَرَوْا	کیا نہیں دیکھا تم نے	وَمِنَ النَّاسِ	اور بعض لوگ	اللّٰهُ	اللہ نے
اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ نے	مَنْ یُّجَادِلُ	جو جھگڑتے ہیں	قَالُوْا	کہا انھوں نے
سَخَّرَ	بیگار میں لگایا ہے	فِی اللّٰهِ	اللہ میں (توحید میں)	بَلْ نَتَّبِعُ	(نہیں) بلکہ پیروی
لَكُمْ	تمہارے لئے جو کچھ	بِغَیْرِ عِلْمٍ	نادانی سے		کرتے ہیں ہم
مَّا فِی السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں ہے	وَّلَا هُدًى	اور راہ نمائی کے بغیر	مَا وَجَدْنَا	جو پایا ہم نے
وَمَا	اور جو کچھ	وَّلَا كِتٰبٍ	اور کتاب کے بغیر	عَلَیْهِ	اس پر
فِی الْاَرْضِ	زمین میں ہے	مُّنِیْرٍ	روشن کرنے والی	اٰبَآءَنَا	ہمارے اسلاف کو
وَاَسْبَغَ (۱)	اور کامل کی ہیں	وَاِذَا	اور جب	اَوَلَوْ كَانَ (۲)	کیا اگرچہ ہو
عَلَیْكُمْ	تم پر	قِیْلَ	کہا گیا	الشَّیْطٰنُ	شیطان
نِعَمَهٗ	اپنی نعمتیں	لَهُمُ	ان سے	یَدْعُوْهُمْ	بلاتا ان کو
ظَاهِرَةً	کھلی	اتَّبِعُوْا	پیروی کرو	اِلٰی عَذَابِ	عذاب کی طرف
وَّ بَاطِنَةً	اور چھپی	مَاۤ اَنْزَلَ	(اس کی) جو اتارا	السَّعِیْرِ	دوزخ کے

(۱) إسباغ: کامل کرنا، پورا کرنا۔ (۲) لو: وصلیہ ہے۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ[1]	اور جس نے جھکایا	عَاقِبَةُ	انجام ہے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
وَجْهَهٗٓ	اپنا چہرہ	الْاُمُوْرِ	کاموں کا	عَلِيْمٌۢ	خوب جانتے ہیں
اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف	وَمَنْ كَفَرَ	اور جس نے انکار کیا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ	سینوں کی باتوں کو
وَهُوَ مُحْسِنٌ	درانحالیکہ وہ نیکوکار ہے	فَلَا يَحْزُنْكَ	پس نہ غمگین کرے آپ کو	نُمَتِّعُهُمْ	فائدہ اٹھانے دے
فَقَدِ	پس بالتحقیق	كُفْرُهٗ	اس کا انکار کرنا		رہے ہیں ان کو
اسْتَمْسَكَ	مضبوط پکڑا اس نے	اِلَيْنَا	ہماری طرف	قَلِيْلًا	تھوڑا سا
بِالْعُرْوَةِ	کڑا	مَرْجِعُهُمْ	ان کا لوٹنا ہے	ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ	پھر مجبور کریں گے ہم ان کو
الْوُثْقٰى	مضبوط	فَنُنَبِّئُهُمْ	پس بتلائیں گے ہم ان کو	اِلٰى عَذَابٍ	عذاب کی طرف
وَاِلَى اللّٰهِ	اور اللہ کی طرف	بِمَا عَمِلُوْا	جو کچھ کیا انھوں نے	غَلِيْظٍ	گاڑھا (بھاری)

اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان وانعام یاددلا کرتوحید کی طرف متوجہ کیا

اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تمام چیزیں انسان کی مصلحت کے لئے بنائی ہیں، سورۃ البقرۃ (آیت ۲۹) میں ہے: ''اللہ نے تمہارے فائدے کے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس ان کے درست سات آسمان بنائے'' چنانچہ آسمان وزمین کی کل مخلوق انسان کے کام میں لگی ہوئی ہے، پھر یہ کیونکر زیبا ہے کہ انسان اللہ کی بندگی اور اطاعت میں نہ لگے:

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند ❁ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار ❁ شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

بادل، ہوا، چاند، سورج اور آسمان کام میں لگے ہوئے ہیں÷ تاکہ تو ایک روٹی ہاتھ میں لائے اور غفلت سے نہ کھائے

سب مخلوق تیرے لئے حیران اور فرمان بردار ہے÷ انصاف کی بات نہیں کہ تو فرمان بردار نہ ہوے

ارشاد فرماتے ہیں: —— کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ تعالیٰ نے کام میں لگارکھی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں، اور جو زمین میں ہیں، اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کررکھی ہیں؟ —— ظاہری نعمتیں وہ ہیں جو حواس سے مدرک ہوں، اور باطنی وہ ہیں جو عقل سے مدرک ہوں، اور مراد وہ نعمتیں ہیں جو تسخیر ارض وسماء پر مرتب ہوتی ہیں (بیان القرآن)

(۱) اِسلام: تابعدار ہونا، سرافگندہ ہونا۔

توحید میں اختلاف محض بے دلیل اور آباء کی اندھی تقلید ہے

اللہ تعالیٰ کے انعام واحسان کے باوجود بعض لوگ اللہ کی وحدانیت میں جھگڑتے ہیں، اور بے سند جھگڑتے ہیں، نہ کوئی علمی اور عقلی دلیل ان کے پاس ہے، نہ کسی ہادی کی ہدایت، نہ کسی روشن (آسمانی) کتاب کا حوالہ، محض باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں — اور بعض لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اپنی نادانی سے، کسی راہ نمائی اور روشن کتاب کے بغیر — اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اُس وحی کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے، تو کہتے ہیں: ہم اس طریقہ کی پیروی کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے اسلاف کو پایا ہے — تردید: — کیا اگرچہ شیطان ان کو اللہ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟ — یعنی اگر تمہارے باپ دادا گمراہ ہوں، دوزخ کی راہ چل رہے ہوں، تب بھی تم ان کے پیچھے چلو گے؟ اور جہاں وہ پہنچیں گے وہیں پہنچو گے؟ اندھی تقلید جائز نہیں، جس طرح مشرکین کرتے ہیں، البتہ بصیرت کے ساتھ تقلید ضروری ہے، جس طرح ائمہ اربعہ کی کی جاتی ہے۔

موحد اور مشرک کا انجام

سچا مسلمان جس نے اخلاص کے ساتھ نیکی کا راستہ اختیار کیا، اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا: اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا، وہ گرنے سے اور چوٹ کھانے سے محفوظ ہو گیا، اس کا انجام بخیر ہوگا — اور منکرین کا انجام آگے آ رہا ہے، پہلے مسلمانوں کو یہ بات بتلائی ہے کہ تم ان کے انکار وتکذیب کی پرواہ مت کرو، ان کو ہمارے ہی پاس آنا ہے، اس وقت ان کا کچا چٹھا ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا، وہ کسی جرم کو اللہ سے چھپا نہ سکیں گے، اللہ تعالیٰ کو سب رازہائے نہفتہ معلوم ہیں۔

منکرین کا انجام: منکرین کو چند دن کی مہلت ہے، وہ چند دن عیش کر لیں، پھر مہلت ختم ہوتے ہی کشاں کشاں سخت سزا (دوزخ) میں کھنچے چلے آئیں گے، وہ دوزخ سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں سکتے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور جو شخص اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو — منافق نہ ہو — تو اس نے بڑا مضبوط کڑا پکڑ لیا، اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کا انجام لوٹے گا — پس اللہ تعالیٰ اس کا انجام درست کر دیں گے۔

اور جس نے انکار کیا تو آپؐ اس کے انکار کا غم نہ کریں، ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہے، پس ہم ان کو بتلائیں گے جو وہ کیا کرتے تھے — اس وقت سب کیا ان کے سامنے آ جائے گا — بے شک اللہ تعالیٰ کو دلوں کی سب باتیں خوب معلوم ہیں — وہ کسی جرم کو اللہ سے چھپا نہ سکیں گے۔

ہم ان کو چند دن عیش کرنے دے رہے ہیں، پھر ان کو کشاں کشاں سخت عذاب کی طرف لے آئیں گے — مجال ہے کہ وہ چھوٹ کر بھاگ جائیں!

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۵ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۶ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۷ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۲۸ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۲۹ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۳۰

ع ۱۱/۱۲

وَلَئِنْ	اور بخدا! اگر	لَا يَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں	اَقْلَامٌ	قلمیں ہوں
سَاَلْتَهُمْ	آپ ان سے پوچھیں:	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہے	وَّالْبَحْرُ	اور سمندر:
مَّنْ خَلَقَ	کس نے پیدا کئے	مَا فِي السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں ہے	يَمُدُّهٗ (۲)	بڑھائیں اس کو
السَّمٰوٰتِ	آسمان	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں ہے	مِنْۢ بَعْدِهٖ	اس کے بعد
وَالْاَرْضَ	اور زمین؟	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	سَبْعَةُ	سات
لَيَقُوْلُنَّ	(تو) ضرور کہیں وہ	هُوَ	ہی	اَبْحُرٍ	سمندر
اللّٰهُ	اللہ نے	الْغَنِيُّ	بے نیاز	مَّا نَفِدَتْ	نہیں ختم ہونگی
قُلِ	کہو:	الْحَمِيْدُ	خوبیوں والے ہیں	كَلِمٰتُ	باتیں
الْحَمْدُ	تمام تعریفیں	وَلَوْ اَنَّ (۱)	اور اگر یہ بات ہو کہ	اللّٰهِ	اللہ کی
لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہیں	مَا فِي الْاَرْضِ	جو زمین میں ہے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ	بلکہ ان کے اکثر	مِنْ شَجَرَةٍ	درختوں سے	عَزِيْزٌ	زبردست

(۱) لو: شرطیہ، أن: حرف مشبہ بالفعل، ما فی الأرض: اسم، من شجرة: ما: کا بیان، أقلام: خبر، مانفدت: لو کا جواب۔ (۲) مَدَّ الشيئَ: کسی چیز میں اضافہ کرنا، بڑھانا، جیسے مَدَّ النُّهَيرُ النَّهْرَ: چھوٹی نہر نے دریا کو بڑھایا جملہ یمده: البحر کی صفت ہے

حَكِيْمٌ	حکمت والے ہیں	فِي النَّهَارِ	دن میں	خَبِيْرٌ	پوری طرح باخبر ہیں
مَا خَلْقُكُمْ	نہیں ہے تمہارا پیدا کرنا	وَيُوْلِجُ	اور داخل کرتے ہیں	ذٰلِكَ	یہ سب
وَلَا بَعْثُكُمْ	اور نہ تمہارا دوبارہ زندہ ہونا	النَّهَارَ	دن کو	بِاَنَّ اللّٰهَ	بایں وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
اِلَّا كَنَفْسٍ	مگر جیسے شخص	فِي الَّيْلِ	رات میں	هُوَ الْحَقُّ	ہی برحق ہیں
وَّاحِدَةٍ	ایک کا	وَسَخَّرَ	اور کام میں لگایا ہے	وَاَنَّ مَا	اور یہ کہ جن کو
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	الشَّمْسَ	سورج	يَدْعُوْنَ	پکارتے ہیں وہ
سَمِيْعٌ	سب کچھ سننے والے	وَالْقَمَرَ	اور چاند کو	مِنْ دُوْنِهِ	اللہ سے ورے
بَصِيْرٌ	ہر چیز دیکھنے والے ہیں	كُلٌّ يَّجْرِيْ	ہر ایک چل رہا ہے	الْبَاطِلُ	بے بنیاد ہیں
اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	اِلٰى اَجَلٍ	مدت تک	وَاَنَّ اللّٰهَ	اور یہ کہ اللہ تعالیٰ
اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ	مُّسَمًّى	مقررہ	هُوَ الْعَلِيُّ	ہی برتر
يُوْلِجُ	داخل کرتے ہیں	وَّاَنَّ اللّٰهَ [1]	اور یہ کہ اللہ تعالیٰ	الْكَبِيْرُ	سب سے بڑے ہیں
الَّيْلَ	رات کو	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	ان کاموں سے جو تم کرتے ہو	۞	۞

اللہ تعالیٰ ہی برحق معبود ہیں، باقی سب بے بنیاد ہیں

کائنات کے خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہیں، ان کا علم بے انتہا ہے، اور وہ کائنات کی تجدید کریں گے: اس لئے وہی معبود ہیں

کائنات کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں: —— اور اگر آپ ان (مشرکین) سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کئے ہیں آسمان اور زمین؟ تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے! کہو: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، مگر ان کے اکثر جانتے نہیں —— یعنی تم اعتراف کرتے ہو کہ آسمان وزمین اللہ نے پیدا کئے ہیں، جواہر کے خالق تمہارے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ ہیں، پھر اب کونسی خوبی رہ گئی جو ان کی ذات میں نہیں؟ اور معبود ہونا سب سے بڑی خوبی ہے، پس وہ بھی ان ہی کے لئے ہے، بات صاف ہے، مگر بہت لوگ سمجھتے نہیں۔

کائنات کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں: —— اللہ ہی کی ملکیت ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، بے شک اللہ تعالیٰ

(۱) وأن اللہ کا پہلے أن اللہ پر عطف ہے، اور یہ بھی الم تر کے تحت داخل ہے۔

بے نیاز خوبیوں والے ہیں ـــــ یعنی آسمان وزمین اور ان میں جو چیزیں ہیں: سب اللہ کی مملوک ہیں، کوئی دوسرا مالک نہیں، اور سب چیزیں وجود اور توابع وجود میں ان کی محتاج ہیں، اور وہ کسی کے محتاج نہیں، ان کا کوئی کمال کسی سے مستفاد نہیں، وہ بالذات خوبیوں کے مالک ہیں، پھر انہیں کسی کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے!

اللہ تعالیٰ کا علم بے انتہا ہے: ـــــ اور اگر یہ بات ہو کہ جو درخت زمین میں ہیں سب قلم بن جائیں، اور سمندر: بڑھائیں اس کو اس کے بعد سات سمندر اور: تو بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں نہ نمٹیں، بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں ـــــ یعنی تمام درختوں کو تراش کر قلم بنالیں، اور موجودہ سمندر سیاہی بن جائیں، پھر سات سمندر اور اس کی کمک کو آجائیں، اور لکھنے والے لکھنا شروع کریں تو سیاہی ختم ہوجائے گی، مگر اللہ کی باتیں پوری نہ ہوں گی ـــــ جس کا علم اتنا وسیع ہے، اس کے لئے کائنات کو سنبھالنا کیا مشکل ہے؟ وہ زبردست ہیں، حکمت کے تقاضوں کے موافق کائنات کو چلا رہے ہیں۔

کائنات دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے: ـــــ نہیں ہے تمہارا (پہلی بار) پیدا کرنا، اور تمہارا دوبارہ پیدا ہونا مگر ایک شخص (کے پیدا کرنے) کی طرح، بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے، سب کچھ دیکھنے والے ہیں ـــــ یعنی سارے جہاں کا پہلی بار پیدا کرنا، اسی طرح دوسری مرتبہ پیدا کرنا: ایک آدمی کے پیدا کرنے کی طرح ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے دونوں برابر ہیں، ان کی قدرت کے سامنے یکساں ہیں ـــــ پھر دوبارہ پیدا ہونے کے بعد سب کا رتی رتی کا حساب ہوگا، اس میں بھی اس کو کوئی دقّت نہ ہوگی، وہ سب اقوال سنتے ہیں اور سب افعال دیکھتے ہیں، کوئی ادنی بات ان سے پوشیدہ نہیں!

اللہ تعالیٰ کائنات کی تجدید کریں گے: ـــــ یہ کائنات ایک مقررہ وقت تک چلے گی، پھر ختم کردی جائے گی، پھر یہی کائنات دوبارہ پیدا کی جائے گی، اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وقت کو اِدھر اُدھر کرتے ہیں، کبھی رات بڑھ جاتی ہے کبھی دن، اسی طرح کائنات در کائنات کا عمل ہوگا۔ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ کیا دیکھتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتے ہیں، اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں؟ ـــــ اسی طرح ایک کائنات کو دوسری کائنات سے بدل دینا ان کے لئے کچھ مشکل نہیں ـــــ اور کام میں لگایا ہے سورج اور چاند کو، ہر ایک مقررہ وقت تک چلے گا ـــــ پھر یہ نظام رک جائے گا، اور نیا نظام شروع ہوگا ـــــ اور (کیا نہیں دیکھتا) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی پوری خبر رکھتے ہیں؟ ـــــ پس ان کو کائنات کی تجدید کے بعد حساب کتاب میں کیا دشواری ہوگی!

مذکورہ شئون وصفات والی ہستی ہی معبود ہے: ـــــ یہ بات ـــــ یعنی معبود ہونا ـــــ بایں وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

برحق ہیں ــــ ان کا وجود اور ان کی صفات وشئون واقعی ہیں ــــ اور جن کو لوگ اللہ سے وَرے پوجتے ہیں وہ بے بنیاد ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی عالی شان بڑے ہیں ــــ پس بندوں کی عبادت (پستی اور تذلّل) اسی کے لئے ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمْ مِّنْ اٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ۝۳۱ وَاِذَا غَشِیَھُمْ مَّوْجٌ کَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۥ فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ فَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا کُلُّ خَتَّارٍ کَفُوْرٍ ۝۳۲

اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا	شَکُوْرٍ	شکر گذار کے لئے	نَجّٰھُمْ	نجات دیتے ہیں ان کو
اَنَّ الْفُلْکَ	کہ کشتی	وَاِذَا	اور جب	اِلَی الْبَرِّ	خشکی کی طرف
تَجْرِیْ	چلتی ہے	غَشِیَھُمْ	ڈھانکتی ہے ان کو	فَمِنْھُمْ	تو بعض ان میں سے
فِی الْبَحْرِ	سمندر میں	مَّوْجٌ	موج	مُّقْتَصِدٌ(۲)	سیدھے راستہ پر قائم
بِنِعْمَتِ	فضل سے	کَالظُّلَلِ(۱)	سایوں کی طرح		رہنے والے ہیں
اللّٰہِ	اللہ کے	دَعَوُا	پکارتے ہیں وہ	وَمَا یَجْحَدُ	اور نہیں انکار کرتا
لِیُرِیَکُمْ	تاکہ دکھائے تم کو	اللّٰہَ	اللہ کو	بِاٰیٰتِنَآ	ہماری نشانیوں کا
مِّنْ اٰیٰتِہٖ	اپنی نشانیوں سے	مُخْلِصِیْنَ	خالص کرکے	اِلَّا کُلُّ	مگر ہر
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ	بے شک اس میں	لَہُ	اس کے لئے	خَتَّارٍ(۳)	عہد شکن
لَاٰیٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں	الدِّیْنَ	دین (بندگی) کو	کَفُوْرٍ	حق نہ ماننے والا
لِّکُلِّ صَبَّارٍ	ہر صبر شعار	فَلَمَّا	پس جب	❁	❁

توحید فطرت کی آواز ہے، کشتی جب سمندر میں جھکولے کھاتی ہے تو اللہ ہی کو پکارتے ہیں

سمندر کی طوفانی موجوں میں گھر کر مشرک بھی اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتا ہے، معلوم ہوا کہ یہ فطرت کی آواز ہے، مگر

(۱) ظلل: ظل کی جمع: سایہ (۲) مقتصد: اسم فاعل، اقتصد فی الأمر: کسی کام میں میانہ روی اختیار کرنا، نہ غلو کرنا نہ کوتاہی (۳) ختار: اسم مبالغہ، خَتَرَ (ن) فلانا: سخت بے وفائی کرنا، زبردست دھوکہ دینا۔

جب اللہ تعالیٰ طوفان سے نکال کر خشکی پر لے آتے ہیں تو کتے کی دم ٹیڑھی! کچھ ہی لوگ راہ اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔

ارشاد فرماتے ہیں: —— کیا تو دیکھا نہیں کہ اللہ کے فضل سے کشتی سمندر میں چلتی ہے، تاکہ تم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے، بے شک اس میں ہر صبر شعار شکر گذار کے لئے نشانیاں ہیں —— یہ آگے کی تمہید ہے —— اور جب ان کو موجیں سائبانوں کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد سے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں —— اس وقت جھوٹے سہارے یاد نہیں آتے —— پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی میں لے آتا ہے تو بعض سیدھی راہ پر قائم رہتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا انکار ہر بدعہد ناشکرا ہی کرتا ہے —— کشتی میں جو توحید کا عہد کیا تھا اس کو توڑ دیتا ہے، اور خشکی میں آنے کا مقتضا شکر تھا اس کو چھوڑ دیتا ہے!

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٝ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾

ع ۴ / ۱۴

يَاَيُّهَا النَّاسُ	اے لوگو!	وَالِدٌ	باپ	اِنَّ	بے شک
اتَّقُوْا	ڈرو	عَنْ وَّلَدِهٖ	اپنی اولاد کی طرف سے	وَعْدَ اللّٰهِ	اللہ کا وعدہ
رَبَّكُمْ	اپنے پروردگار سے	وَلَا مَوْلُوْدٌ	اور نہ اولاد	حَقٌّ	برحق ہے
وَاخْشَوْا (۱)	اور ڈرو	هُوَ جَازٍ (۳)	وہ بدلہ دینے والی ہے	فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ	پس نہ دھوکہ دے تم کو
يَوْمًا	اس دن سے	عَنْ وَّالِدِهٖ	اپنے باپ کی طرف سے	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگی
لَّا يَجْزِيْ (۲)	(کہ) نہیں بدلہ دے گا	شَيْـًٔا	کچھ بھی	وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ	اور نہ دھوکہ دے تم کو

(۱) تقوی اور خشیت ایک ہیں، پس یہ تفنن ہے (۲) جملہ لایجزی: یوما کی صفت ہے (۳) ھو: ضمیر فصل مبتدا خبر کے درمیان آئی ہے، اس سے حصر پیدا ہوا ہے، اور جازٍ: قاضٍ کی طرح اسم ناقص ہے، حالت رفعی میں ی گرتی ہے، اور شیئا: مفعول بہ ہے۔

بِاللّٰهِ[1]	اللہ کے بارے میں	الْغَيْثَ	بارش	وَمَا تَدْرِيْ	اور نہیں جانتا
الْغَرُوْرُ	بڑا دھوکہ باز	وَيَعْلَمُ	اور جانتے ہیں	نَفْسٌ	کوئی شخص
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مَا فِي الْاَرْحَامِ	جو بچہ دانیوں میں ہے	بِاَيِّ اَرْضٍ	کس زمین میں
عِنْدَهٗ	ان کے پاس	وَمَا تَدْرِيْ	اور نہیں جانتا	تَمُوْتُ	مرے گا
عِلْمُ	علم ہے	نَفْسٌ	کوئی شخص	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
السَّاعَةِ	قیامت کا	مَاذَا تَكْسِبُ	کیا کرے گا	عَلِيْمٌ	سب کچھ جاننے والے
وَيُنَزِّلُ	اور اتارتے ہیں	غَدًا	آئندہ کل	خَبِيْرٌ	ہر چیز سے باخبر ہیں

آفات وبلیات میں اقرباء ہمدردی کر سکتے ہیں، مگر قیامت کے بھونچال میں کوئی کسی کی ہمدردی نہیں کر سکے گا

سمندری طوفان کے وقت جہاز کے مسافروں میں سخت افراتفری کا عالم ہوتا ہے، ہر ایک پر اپنی جان بچانے کی فکر سوار ہوتی ہے، تاہم ماں باپ اولاد سے اور اولاد ماں باپ سے بالکل غافل نہیں ہوتی، ایک دوسرے کو بچانے کی فکر کرتا ہے، بلکہ کبھی ماں باپ بچہ کی مصیبت سر لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ــــــ لیکن ایک ہولناک اور ہوش رُبا دن آنے والا ہے، جب ہر طرف نفسی نفسی ہوگی، اولاد اور والدین میں سے کوئی دوسرے کی مصیبت اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں ہوگا، اور تیار ہو بھی جائے تو اس کا موقع نہیں ہوگا، اپنی کرنی اپنی بھرنی کا قانون نافذ ہوگا ــــــ پس آدمی کو چاہئے کہ اللہ سے ڈرے، اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرے، اور قیامت کے دن غضب الٰہی سے بچنے کا سامان کرے، دنیا کی چند روزہ بہار سے دھوکہ نہ کھائے، یہ چہل پہل ہمیشہ اسی طرح نہیں رہے گی، اور دغاباز شیطان کے فریب سے بھی ہوشیار رہے، وہ اللہ کا نام لے کر دھوکہ دے گا، کہے گا: اللہ غفور رحیم ہیں، بے شک! مگر ان کی پکڑ بھی سخت ہے اور کہے گا: بوڑھے ہو کر اکٹھی توبہ کر لینا، اللہ بخش دیں گے، بے شک! مگر موت کا وقت کس کو معلوم ہے! بڑھاپا آئے گا بھی یا نہیں؟ کون جانتا ہے؟ وہ یہ بھی کہے گا کہ تقدیر میں جنت لکھی ہے تو جنت میں ضرور جاؤ گے اور دوزخ لکھی ہے تو کسی طرح اس سے بچ نہیں سکتے، پھر کاہے کو دنیا کا مزہ چھوڑا! ــــــ حالانکہ تقدیر گول مول نہیں، کھول کر لکھا گیا ہے کہ جو یہ کرے گا جنت میں جائے گا اور جو برے کام کرے گا دوزخ میں جائے گا، جیسے رزق کو اسباب کے ساتھ جوڑا ہے، اسی لئے ہر شخص اسبابِ زرق اختیار کرتا ہے، اسی طرح جنت وجہنم کو بھی اعمال کے ساتھ جوڑا ہے اور اعمال میں گونہ بندے کا اختیار ہے پس اپنے اختیار سے اچھے

(۱) باللہ: یغرنکم سے متعلق ہے۔

اعمال کرواور برے اعمال سے بچو۔ خام خیالی میں مبتلانہ رہو، وقت پر جو کچھ کر سکتے ہو کرلو۔

آیتِ کریمہ: — لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو — یہ عام حکم ہے، پھر خاص حکم ہے — اور اس دن سے (بھی) ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنی اولاد کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا کر سکے گا، اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ مطالبہ اداء کر سکے گا — پہلا جملہ سادہ ہے، اس میں حصر نہیں، اور دوسرے جملہ میں تاکید ہے، اس میں ضمیر فصل لا کر حصر کیا ہے، اس لئے کہ اولاد کو حکم ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کریں، مگر اس کا دائرہ اس دنیا تک ہے، قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، اس لئے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ اولاد بھی ماں باپ کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا نہیں کر سکے گی — اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے — قیامت آ کر رہے گی — پس تمہیں دنیوی زندگانی ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے — یہ چار دن کی چاندنی ہے، پھر آگے اندھیری رات ہے — اور تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اللہ کا نام لے کر بڑا دھوکہ باز! — یعنی ملعون شیطان!

قیامت کب آئے گی؟ یہ بات اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں

قیامت آ کر رہے گی! کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ کے پاس ہے، نہ معلوم یہ کارخانہ کب توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے!

آدمی دنیا کے باغ و بہار اور تروتازگی پر ریجھتا ہے، مگر نہیں جانتا کہ زمین کی ساری رونق بارش کی وجہ سے ہے، سال دو سال بارش نہ برسے تو ہر طرف خاک اڑنے لگے، نہ سامانِ معیشت رہیں نہ اسبابِ راحت، چنانچہ فرمایا: ﴿وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾: اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں — اور شیطان انسان کو یہ دھوکہ دیتا ہے کہ تقدیر میں اگر جنت لکھی ہے تو خواہ کتنے ہی گناہ کرے گا جنت میں پہنچ جائے گا، اور دوزخ لکھی ہے تو اس میں پہنچ کر رہے گا، پس تقدیر پر بھروسہ کیوں نہیں کرتا؟ اس لئے فرمایا: ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾: جو کچھ بچہ دانیوں میں ہے اس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جب حمل مکمل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتہ کو چار باتیں لکھنے کا حکم دیتے ہیں، ان میں ایک بات یہ ہے کہ بچہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت؟ اس کو اللہ ہی جانتے ہیں، پس بغیر جانے اس پر اعتماد کرنا کونسی عقلمندی کی بات ہے؟ پھر جس طرح روزی: اسباب کے ساتھ جوڑی گئی ہے: جنت و جہنم کو بھی اعمال کے ساتھ جوڑا ہے۔

اور شیطان انسان کو یہ چکمہ بھی دیتا ہے کہ ابھی بہت دن جینا ہے، چند دن مزے اڑا لے، پھر توبہ کر لینا، سب گناہ دُھل جائیں گے، اس لئے فرمایا: ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾: کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، بلکہ 'کل' کس نے دیکھا ہے؟ کسی کو کل کی خبر نہیں، پس کل کل کرنا نفس کو دھوکہ دینا ہے۔

نیز آدمی یہ بھی سوچتا ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ کرلوں گا، پس فرمایا: ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾: کسی کو

نہیں معلوم کہ کس سرزمین میں کس وقت مرے گا؟ پس موت کے انتظار میں توبہ کو مؤخر کرنا کونسی عقلمندی ہے؟

پس آیت کے سب اجزاء باہم مربوط ہیں، اور غیب کی باتیں چار میں منحصر نہیں، غیوب بے شمار ہیں، اور حدیث میں ان چار کو مفاتیح الغیب: غیب کی چابیاں کہا گیا ہے، چابی سے دروازہ کھولو، اندر بے شمار غیوب ہیں۔

آیتِ کریمہ: —— بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے، اور وہ مینہ برساتے ہیں، اور وہ جانتے ہیں جو کچھ بچہ دانیوں میں ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ سب باتوں کو جانتے ہیں، پوری طرح باخبر ہیں۔

فائدہ: پہلے جملہ میں حرف تاکید اور تقدیم وتاخیر ہے، اس لئے اس میں حصر ہے، باقی جملے سادہ ہیں، ان میں حصر نہیں، اسی لئے ان کو 'غیب کی چابیاں' کہا گیا، غیب نہیں کہا گیا، غیوب ان کے پیچھے ہیں، جیسے بارش ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اور ہوگی تو کہاں ہوگی اور کتنی ہوگی؟ اور بابرکت ہوگی یا بے برکت ہوگی؟ اس طرح کی بہت سی باتیں اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

سوال (۱): اب محکمۂ موسمیات بتادیتا ہے کہ فلاں دن فلاں جگہ بارش ہوگی۔

جواب: جب مانسون (بارانی ہوا) چلتی ہے تب محکمۂ موسمیات بتاتا ہے، وہ ہوا کی رفتار اور رخ دیکھ کر بتاتا ہے، اور بارہا اس کی پیشین گوئی صحیح ثابت نہیں ہوتی، ہوا کا رخ بدل جاتا ہے، اور اسباب کے وجود میں آنے کے بعد بتانا کچھ مشکل نہیں، جیسے جب تک بخار نہ چڑھے تھرمامیٹر نہیں بتاسکتا کہ بخار آئے گا یا نہیں؟ اور ٹمپریچر کیا ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ ازل سے جانتے ہیں کہ بارش ہوگی یا نہیں؟ اور کہاں ہوگی اور کتنی ہوگی؟

سوال (۲): اسکین مشین بتادیتی ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا نہیں۔

جواب: آیت میں ما ہے، مَن نہیں، ما: غیر ذوی العقول کے لئے ہے، اس کے دائرہ میں اوصاف آتے ہیں، اور مَن: ذوی العقول کے لئے ہے، اس کے دائرہ میں جنس آتی ہے، حمل جب ما کے مرحلہ میں ہوتا ہے تو کوئی نہیں جانتا کہ یہ حمل رکے گا یا گرے گا؟ اور رکے گا تو زندہ پیدا ہوگا یا مردہ؟ کالا ہوگا یا گورا؟ صحت مند ہوگا یا اپاہج؟ نیک بخت ہوگا یا بدبخت؟ لمبی زندگی پائے گا یا مختصر؟ اس کی روزی کیا ہوگی؟ وہ کہاں رہے گا؟ اور کہاں مرے گا۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ اسی وقت سے جانتے ہیں جب وہ 'چیز' ہوتا ہے، پھر جب جنس بن گیا، اور مَن کے مرحلہ میں داخل ہوگیا، اور مشین نے بتادیا کہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ تو مشین نے کیا کمال کردیا!

﴿الحمد للہ! سورۃ لقمان کی تفسیر پوری ہوئی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ السجدۃ

نمبر شمار ۳۲ نزول کا نمبر ۷۵ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۳۰ رکوع: ۳

یہ سورت مکی دور کی آخری سورتوں میں سے ہے، اس کے نزول کا نمبر ۷۵ ہے، اس میں آیتِ سجدہ ہے، اس لئے اس کا نام سورۃ السجدۃ ہے، ایک دوسری سجدہ والی سورت پارہ ۲۴ کے آخر میں ہے، اس کو اس سورت سے ممتاز کرنے کے لئے حٰمٓ السجدۃ کہتے ہیں، اور اس کو مطلق سورۃ السجدۃ ـــــ اس سورت کی فضیلت میں متعدد روایات آئی ہیں، مگر ان کی اسنادی حالت مجہول ہے، البتہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں یہ سورت پڑھتے تھے، وکفی به فضیلةً! ـــــ اب ائمہ بھی یہ سورت اور سورۃ الدہر پڑھتے ہیں، مگر رواں پڑھتے ہیں، کیونکہ یہ دو سورتیں دوسرے دنوں کی قراءت سے زیادہ ہوجاتی ہیں، اس لئے لوگوں کے لئے قراءت بھاری ہوجاتی ہے اور دورِ نبوی میں دوسرے دنوں کی قراءت سے کم ہوتی تھیں، پس اگر ایک جمعہ میں یہ سورت دو رکعتوں میں اور دوسرے جمعہ میں سورۃ الدہر دو رکعتوں میں پڑھیں تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں، سنت ادا ہوجائے گی۔

اس سورت کا موضوع قرآنِ کریم ہے، پوری سورت میں یہی مضمون ہے، سب سے پہلے قرآن کی حقانیت اور اس کے نزول کا مقصد بیان کیا ہے، پھر اس کو دو دلیلوں سے ثابت کیا ہے: (۱) اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں، لوگوں کی روحانی تربیت کے لئے ہدایت بھیجنا ضروری ہے (۲) انسان اشرف المخلوقات ہے، اس کی روح کا بھی ایک تقاضہ ہے، اس کی تکمیل کے لئے قرآن نازل کیا گیا ہے، پھر منکرین قرآن کا حال ومآل بیان کیا ہے، اور اس کے بالمقابل مؤمنین کا حال ومآل بیان کیا ہے، پھر دونوں میں موازنہ کیا ہے کہ ایمان دار اور بے ایمان برابر نہیں ہوسکتے، پھر فرمایا ہے کہ منکرینِ قرآن کو آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے ـــــ اس کے بعد اہم مضمون ہے کہ قرآنِ کریم تمام جہانوں کے لئے راہ نما کتاب ہے، اور اس کی نشر واشاعت علمائے کرام کی ذمہ داری ہے، ضمناً یہ بات بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات کیوں دی؟ اور علماء کی ذمہ داری کیا ہے؟ اور پیشوائی کا مقام کب مل سکتا ہے؟

پھر یہ بات ہے کہ منکرینِ قرآن کو آخرت میں سزا ملے گی، اور دنیا میں بھی مل سکتی ہے، اور آخری مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کے ذریعہ مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں، جیسے بارش سے مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے، اور بالکل آخری آیتوں میں یہ ہدایت ہے کہ ضد وعناد کا جواب بے رخی برتنا ہے، جوابِ جاہلاں باشد خموشی!

الٓمّٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳

بِسْمِ	بنام	فِيْهِ	اس میں	مِنْ رَّبِّكَ	آپ کے رب کی طرف سے
اللّٰهِ	خدا	مِنْ رَّبِّ	رب کی طرف سے	لِتُنْذِرَ	تاکہ ڈرائیں آپ
الرَّحْمٰنِ	بے حد مہربان	الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے	قَوْمًا	ایسے لوگوں کو
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے	اَمْ يَقُوْلُوْنَ	کیا کہتے ہیں منکر:	مَّآ اَتٰىهُمْ (۳)	جن کے پاس نہیں آیا
الٓمّٓ	الف، لام، میم	افْتَرٰىهُ	گھڑ کر اس کو اللہ کے نام لگایا ہے اس نے	مِّنْ نَّذِيْرٍ	کوئی ڈرانے والا
تَنْزِيْلُ (۱)	اتارنا			مِّنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے
الْكِتٰبِ	کتاب کا	بَلْ هُوَ	(نہیں) بلکہ وہ	لَعَلَّهُمْ	شاید وہ
لَا رَيْبَ	کچھ شک نہیں	الْحَقُّ (۲)	برحق ہے	يَهْتَدُوْنَ	راہ پائیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قرآن کی حقانیت اور اس کے نزول کی غرض

پروردگارِ عالم نے انسان کو وجود بخشا اور اس کی راہ نمائی کی، مادی ضرورت پوری کرنے کے لئے عقل دی اور روحانی راہ نمائی کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم کیا، آسمان سے کتابیں نازل فرمائیں، پھر دورِ آخر میں اپنا کلام (قرآنِ کریم) نازل کیا، تاکہ لوگ راہ یاب ہوں، اور اپنی آخرت کو سنواریں۔

---

(۱) تنزیل الکتاب (مرکب اضافی) مبتدا، جملہ لاریب فیه: پہلی خبر، اور ضمیر کا مرجع تنزیل، من رب العالمین: دوسری خبر اور لاریب فیه: مستقل جملہ بھی ہوسکتا ہے، جس کو خبر پر مقدم کیا ہے، اب ضمیر کا مرجع الکتاب بھی ہوسکتا ہے (۲) الحق: پہلی خبر، اور من ربك: دوسری خبر (۳) جملہ ما أتھم: قوما کی صفت۔

الف، لام، میم —— ان حروف کے معانی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں —— کتاب (قرآن) کا نازل کرنا، اس میں کچھ شک نہیں، جہانوں کے پالنہار کی طرف سے ہے —— یعنی بے شک وشبہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے یا قرآن میں انگلی رکھنے کی جگہ نہیں، اس میں کھٹک، شبہ اور اعتراض کی کوئی بات نہیں، پس یہ دلیل ہے کہ یہ انسانی تصنیف نہیں، ورنہ ضرور اس میں ایسی ویسی بات ہوتی —— اور یہ کلام پاک اللہ تعالیٰ نے اس لئے نازل کیا ہے کہ وہ سارے جہانوں کے پروردگار ہیں، اور ربّ وہ ہوتا ہے جس میں تین باتیں ہوں: اول: وہ کسی چیز کو نیست سے ہست کرے، عدم سے وجود میں لائے۔ دوم: وہ اس کے بقاء کا سامان کرے، تاکہ مخلوق بجلی کی طرح کوند کر ختم نہ ہوجائے۔ سوم: اس مخلوق کو بتدریج بڑھا کر منتہائے کمال تک پہنچائے —— اور انسان کی دو ضرورتیں ہیں: مادی اور روحانی، مادی ضرورتوں کی کفیل عقل انسانی ہے، اور روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اللہ نے اپنی کتابیں نازل کی ہیں، اس کے لئے عقل کافی نہیں، ورنہ مذہبیات میں انسانوں میں اختلاف نہ ہوتا۔

کیا وہ (منکر) کہتے ہیں: اس نے (محمد ﷺ نے) اس کو (قرآنِ کریم کو) خود گھڑ کر اللہ کے نام لگایا ہے! —— (نہیں) بلکہ وہ برحق کتاب ہے، آپ کے پروردگار کی طرف سے، تاکہ آپ ان لوگوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کریں، جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شاید وہ لوگ راہ پر آجائیں —— یہ کتاب نازل کرنے کی غرض کا بیان ہے، عربوں میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئے تھے، اس لئے گمراہی گھٹا ٹوپ ہوگئی تھی، پس ضروری ہوا کہ اللہ کی عظیم کتاب نازل ہو جو عربوں کے لئے، پھر ان کے واسطے سے دوسروں کے لئے ہدایت کا سامان فراہم کرے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ⑥

اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	خَلَقَ	پیدا کیا	وَالْاَرْضَ	اور زمین کو
الَّذِیْ	جنھوں نے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو	وَمَا بَیْنَهُمَا	اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ(1)	چھ دنوں میں	يُدَبِّرُ	انتظام کرتا ہے	مِمَّا تَعُدُّوْنَ	ان دنوں سے جن
ثُمَّ اسْتَوٰى	پھر قائم ہوا	الْاَمْرَ	معاملہ کا		کو تم گنتے ہو
عَلَى الْعَرْشِ	تختِ شاہی پر	مِنَ السَّمَآءِ	آسمان سے	ذٰلِكَ	یہ اللہ تعالیٰ
مَا لَكُمْ	نہیں ہے تمہارے لئے	اِلَى الْاَرْضِ	زمین تک	عٰلِمُ	جاننے والے ہیں
مِّنْ دُوْنِهٖ	اس سے ورے	ثُمَّ يَعْرُجُ(2)	پھر چڑھتا ہے (معاملہ)	الْغَيْبِ	چھپے
مِنْ وَّلِيٍّ	کوئی کارساز	اِلَيْهِ	اس کی طرف	وَالشَّهَادَةِ	اور کھلے کے
وَّلَا شَفِيْعٍ	اور نہ کوئی سفارشی	فِيْ يَوْمٍ	ایک ایسے دن میں	الْعَزِيْزُ	زبردست ہیں
اَفَلَا	کیا پس نہیں	كَانَ مِقْدَارُهٗٓ	جس کا اندازہ	الرَّحِيْمُ	نہایت مہربان
تَتَذَكَّرُوْنَ	دھیان کرتے تم	اَلْفَ سَنَةٍ	ہزار سال ہے	❁	❁

عرش سے فرش تک اللہ تعالیٰ کا انتظام ہے، پس وہی رب العالمین ہیں

عرش سے فرش تک اللہ تعالیٰ کا انتظام ہے، پس وہی رب العالمین ہیں، اور اس انتظام میں انسان کی روحانی تربیت بھی شامل ہے، اور اسی مقصد سے قرآنِ کریم نازل کیا گیا ہے۔ ارشاد پاک ہے: —— اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں —— اللہ تعالیٰ نے کائنات کو یکدم نہیں بنایا، لمبے زمانوں میں بنایا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ربّ ہیں، اور رب: مخلوقات کو بہ تدریج منتہائے کمال تک پہنچاتا ہے —— پھر وہ تختِ شاہی پر قائم ہوئے —— یعنی اپنی پیدا کی ہوئی کائنات کا کنٹرول سنبھالا —— تخت نشیں ہونا محاورہ ہے، کہتے ہیں: فلاں بادشاہ مرا، اس کا بیٹا تخت نشیں ہوا یعنی اس نے ملک کا کنٹرول سنبھالا، یہاں تخت شاہی ماننا ہوگا، اور اس کے ساتھ نئے بادشاہ کا تعلق بھی ماننا ہوگا، مگر تخت اس کا مکان نہیں ہوگا کہ ہر وقت اس پر بیٹھا رہے —— اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بھی عرش ہے، قرآن میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے، اور عرش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلق بھی ہے، قرآن میں سات جگہ یہ بات آئی ہے، مگر عرش اللہ کا مکان نہیں، زمان و مکان مخلوق ہیں، اور خالق: مخلوق میں نہیں ہوسکتا، ورنہ سوال ہوگا کہ تخلیقِ عرش سے پہلے اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟ علم کلام کی کتابوں میں ہے: لایَتَمَکَّنُ فی مکان، ولا یَجْرِیْ علیه زمان: اللہ تعالیٰ زمانی ہیں نہ مکانی۔

---

(۱) یوم سے معروف دن مراد نہیں، بلکہ لمبا زمانہ مراد ہے أی فی بُرْهَةٍ متطاولةٍ من الزمان (روح) کیونکہ تخلیقِ ارض وسماء کے وقت معروف ایام نہیں تھے، اور چھ دنوں کی مقدار مراد لینا بے دلیل ہے، یوم کا لفظ مطلق زمانہ کے لئے آتا ہے، جیسے: ایام اللہ (ابراہیم آیت ۵) (۲) یعرج کی ضمیر کا مرجع الأمر ہے۔

اور اللہ کا تختِ شاہی پر قائم ہونا: مشرکین کی تردید ہے، مشرکین نے کائنات کے حصے کئے ہیں، اور ہر حصہ کا خدا الگ تجویز کیا ہے، بارش کا خدا الگ، ہوا کا الگ، دولت کا الگ، قرآن اس کی تردید کرتا ہے، وہ کہتا ہے: پوری کائنات کا کنٹرول اللہ تعالیٰ نے سنبھال رکھا ہے، تختِ شاہی پر وہی قائم ہیں، ساتوں آیتوں کو سیاق وسباق کے ساتھ پڑھیں تو یہ بات واضح ہے، اور بیچ سے ایک ٹکڑا الگ کرلیں تو غلط فہمی ہوگی۔

آگے فرماتے ہیں —— تمہارے لئے اللہ سے نیچے نہ کوئی کارساز ہے نہ کوئی سفارش کرنے والا —— یعنی اللہ کی اجازت کے بغیر، کیونکہ آخرت میں بہ اذنِ الٰہی سفارشیں ہونگی (آیت الکرسی) اور ملائکہ: مؤمنین کے کارساز بھی ہیں (حٰمٓ السجدۃ ۳۱) مگر وہ بہ اختیار خود کچھ نہیں کرسکتے، اس لئے آیت میں دونوں باتوں کی نفی کی ہے —— کیا پس تم سمجھتے نہیں! —— تم نے کارسازی اور سفارش کی بنیاد پر آلہہ کیوں تجویز کر رکھے ہیں؟

اللہ تعالیٰ معاملہ کا انتظام کرتے ہیں آسمان سے لے کر زمین تک —— یعنی پوری کائنات کا —— پھر وہ معاملہ ان کے حضور میں پہنچ جاتا ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار ہزار سال ہے، تمہاری گنتی کے اعتبار سے —— یعنی بڑے کاموں اور اہم انتظامات سے متعلق عرشِ عظیم سے مقرر ہوکر نیچے حکم اترتا ہے، سب اسبابِ حسّی ومعنوی، ظاہری وباطنی، آسمان وزمین سے جمع ہوکر اس کے انصرام میں لگ جاتے ہیں، وہ کام اور انتظام اللہ کی مشیت وحکمت سے مدتوں جاری رہتا ہے، پھر زمانہ دراز کے بعد اٹھ جاتا ہے، اس وقت اللہ کی طرف سے دوسرا رنگ اترتا ہے، جیسے بڑے بڑے پیغمبر جن کا اثر قرنوں رہا، یا کسی بڑی قوم میں سرداری جو نسلوں تک چلی، وہ ہزار برس اللہ کے ہاں ایک دن ہے (موضح بحوالہ فوائد)

اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہزار سال کے انتظامات وتدابیر فرشتوں کو القاء کرتا ہے، اور یہ اس کے ہاں ایک دن ہے، پھر فرشتے جب فارغ ہوجاتے ہیں تو آئندہ ہزار سال کے انتظامات القاء فرمادیتا ہے، یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا (فوائد) دیگر تفاسیر کے لئے فوائد شبیری دیکھیں۔

سوال: اتنا بڑا انتظام اللہ تعالیٰ اکیلے کیسے کرسکتے ہیں؟

جواب: —— وہ پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے زبردست نہایت مہربان ہیں —— یعنی انسان کے لئے بعض چیزیں پوشیدہ ہوتی ہیں، اللہ کے لئے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، انسان ضعیف ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں، اس لئے انسان ملک کا انتظام اکیلا نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ کرسکتے ہیں —— پھر وہ انتظام میں مہربانی کو ترجیح دیتے ہیں، ان کی مہربانی ان کی ناراضگی پر غالب ہے، ورنہ کائنات پنپ نہ سکتی، سورۃ الفاطر کی آخری آیت ہے: ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب (فوراً) دارو گیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک میعادِ معین تک

مہلت دے رکھی ہے"

الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَہٗ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ ۚ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىہُ وَ نَفَخَ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِہٖ وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۹﴾

الَّذِیۡ (۱)	جس نے	ثُمَّ جَعَلَ	پھر بنائی	مِنۡ رُّوۡحِہٖ	اپنی روح سے
اَحۡسَنَ	اچھا کیا	نَسۡلَہٗ	اس کی نسل (اولاد)	وَ جَعَلَ	اور بنائے
کُلَّ شَیۡءٍ	ہر چیز کو	مِنۡ سُلٰلَۃٍ	ایک جوہر سے	لَکُمُ	تمہارے لئے
خَلَقَہٗ (۲)	بنایا اس کو	مِّنۡ مَّآءٍ (۳)	پانی سے	السَّمۡعَ	کان
وَ بَدَاَ	اور شروع کی	مَّہِیۡنٍ	بے قدر	وَ الۡاَبۡصَارَ	اور آنکھیں
خَلۡقَ	پیدائش	ثُمَّ	پھر	وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ	اور دل
الۡاِنۡسَانِ	انسان کی	سَوّٰىہُ	ٹھیک کیا اس کو	قَلِیۡلًا مَّا	بہت ہی کم
مِنۡ طِیۡنٍ	مٹی سے	وَ نَفَخَ فِیۡہِ	اور پھونکی اس میں	تَشۡکُرُوۡنَ	شکر کرتے ہو تم

انسان اشرف المخلوقات ہے، اس لئے اس کی روح کا بھی ایک تقاضہ ہے

موضوع قرآن چل رہا ہے، انسان اشرف المخلوقات ہے، اللہ نے اس کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہے، دیگر حیوانات میں صرف جسم کے تقاضے ہیں، اور انسان میں جسم کے بھی تقاضے ہیں اور روح کے بھی، جسم کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو عقل دی ہے، اس سے وہ اپنی دنیوی ضرورت پوری کرتی ہے، اور انسان کی روح کی تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم نازل کیا ہے، پس انسان پر لازم ہے کہ وہ اس نعمت کا شکر بجالائے، اس کو اللہ کی کتاب مانے اور اس کے احکام پر عمل کرے، مگر انسان کا حال یہ ہے کہ بہت کم بندے اس نعمت کا شکر بجالاتے ہیں۔

ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اللہ نے جو چیز بنائی خوب بنائی، اللہ نے (خود) اس کو بنایا ـــــ یعنی کوئی چیز غیر موزون نہیں بنائی، ہر چیز کو جیسا ہونا چاہئے ویسا ہی بنایا، کیونکہ اللہ نے خود اس کو بنایا ہے، پھر اللہ کے بنانے میں کیا کمی رہ سکتی ہے؟ ـــــ

(۱) الذی: ماقبل کی صفت ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے (۲) خَلَقَ (لام کا زبر) فعل ماضی ہے، اور جملہ کل کی یا شیئ کی صفت ہے اور اس میں ضمیر پوشیدہ ہے (۳) من ماء مهين: بدل ہے بہ اعادۂ حرف جر۔

اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی ـــــ انسان کے جد امجد آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا ـــــ پھر اس کی نسل ایک جوہر سے بے قدر پانی سے بنائی ـــــ آدم علیہ السلام کی نسل کو بھی مٹی سے بنایا ہے، مگر مختلف مراحل سے گذار کر، مٹی سے غذا اگتی ہے، انسان اس کو کھاتا ہے پس بدن میں خون بنتا ہے، یہ مٹی کا جوہر ہے، پھر خون مادہ بنتا ہے، یہ بے قدر پانی ہے ـــــ پھر اس کو ٹھیک کیا ـــــ نطفہ: خونِ بستہ بنتا ہے، پھر خونِ بستہ: گوشت کی بوٹی بنتا ہے، پھر اس میں ہڈیاں بنتی ہیں، پھر باقی گوشت ہڈیوں پر تقسیم کرکے چڑھایا جاتا ہے ـــــ اور اس میں اپنی روح پھونکی ـــــ یعنی جب جسم ٹھیک بن گیا تو اس میں معزز و مبارک روح پھونکی، روح کی اللہ کی طرف اضافت تشریف (مرتبہ بڑھانے) کے لئے ہے، جیسے بیت اللہ (اللہ کا گھر) اور ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی) اس طرح اشرف المخلوقات انسان وجود میں آگیا ـــــ اور تمہارے لئے کان آنکھیں اور دل بنائے ـــــ یعنی فہم و بصیرت کا سامان کیا، اور وہ آسمان و زمین کے قلابے ملانے لگا، اسی علمی صلاحیت سے وہ اشرف المخلوقات بنا، پس چاہئے کہ وہ اس نعمت کا شکر بجالائے، مگر ـــــ تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو! ـــــ اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے، اور اللہ کی نعمت قرآنِ کریم پر ایمان نہیں لاتے!

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱

وَقَالُوْٓا	اور کہا انھوں نے	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ	الْمَوْتِ	موت کا
ءَاِذَا	کیا جب	بِلِقَاۗئِ	ملاقات کا	الَّذِيْ	جو
ضَلَلْنَا	ہم رَل گئے	رَبِّهِمْ	اپنے ربّ کی	وُكِّلَ	مقرر کیا گیا ہے
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	كٰفِرُوْنَ	انکار کرنے والے ہیں	بِكُمْ	تمہارے ساتھ
ءَاِنَّا	کیا بے شک ہم	قُلْ	کہو	ثُمَّ	پھر
لَفِيْ خَلْقٍ	البتہ پیدائش میں ہونگے	يَتَوَفّٰىكُمْ	وصول کرتا ہے تم کو	اِلٰى رَبِّكُمْ	اپنے رب کی طرف
جَدِيْدٍ	نئی	مَّلَكُ	فرشتہ	تُرْجَعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے تم

قرآنِ کریم نے آخرت کی خبر دی تو منکرین کو بڑا تعجب ہوا

ناشکرے بندے جو قرآن کا انکار کرتے ہیں جب قرآن نے ان کو آخرت کی خبر دی تو ان کو بڑا تعجب ہوا ـــــ اور

انھوں نے کہا: کیا جب ہم زمین میں رَل مل جائیں گے تو ہم نئے جنم میں ہونگے؟ —— حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلی مرتبہ زمین ہی سے پیدا کیا ہے، جبکہ وہ زمین میں رَلے ملے تھے: پھر ان کے لئے دوسری مرتبہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے! منکرین دنیا کی زندگی کو تو مانتے ہیں، پھر آخرت کی زندگی پر تعجب کیوں ہے؟

پہلا جواب: —— بلکہ وہ لوگ اپنے ربّ سے ملنے کے منکر ہیں —— یعنی زمین میں رَل مل جانے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں، درحقیقت جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ دیدارِ خداوندی کے منکر ہیں، وہ اللہ سے ملنا ہی نہیں چاہتے، کیونکہ دیدارِ خداوندی اس دنیا میں تو ممکن نہیں، آخرت میں ہوگا۔

دوسرا جواب: —— کہو: تمہاری جان قبض کرتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے —— یعنی مر کر بھی لوگ مرتے نہیں، روح مرتی نہیں مرگ بدن سے، بلکہ موت کا فرشتہ اس کو وصول کر کے لے جاتا ہے، اور بدن جو مٹی سے بنا تھا مٹی کے حوالے کر دیا جاتا ہے، پھر جب دوبارہ بدن مٹی سے بنے گا تو روح اس میں واپس آئے گی —— پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے —— اور اچھے برے اعمال کے نتائج سے ملاقات کرو گے۔

> انسان محض بدن کا نام نہیں کہ خاک میں رَل مل گئے تو ختم ہو گئے،
> بلکہ انسان جان کا نام ہے جس کو موت کا فرشتہ لے جاتا ہے

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

وَلَوْ تَرٰٓى	اور اگر دیکھتا تو	الْمُجْرِمُوْنَ	مجرم لوگ	رُءُوْسِهِمْ	اپنے سر
اِذِ	جب	نَاكِسُوْا (۱)	اوندھے کرنے والے ہونگے	عِنْدَ رَبِّهِمْ	اپنے رب کے سامنے

(۱) ناکسوا: اسم فاعل ہے، اصل ناکسون تھا، اضافت کی وجہ سے نون گرا ہے، پھر واو جمع کے واو کے مشابہ ہو گیا اس لئے الف لکھ دیا۔ نَكَسَ رأسَه: سر اوندھا کرنا، سرنگوں ہونا۔

رَبَّنَآ	اے ہمارے ربّ!	هُدٰىهَا	اس کی ہدایت	بِمَا نَسِيْتُمْ (۳)	تمہارے بھولنے کی وجہ سے
اَبْصَرْنَا	دیکھ لیا ہم نے	وَلٰكِنْ	لیکن	لِقَآءَ	ملاقات کو
وَسَمِعْنَا	اور سن لیا ہم نے	حَقَّ	ثابت ہوئی	يَوْمِكُمْ	تمہارے دن کی
فَارْجِعْنَا	پس پھیر دیجیے ہمیں	الْقَوْلُ	بات	هٰذَا	اس
نَعْمَلْ	کریں ہم	مِنِّيْ	میری طرف سے	اِنَّا (۴)	بے شک ہم
صَالِحًا	نیک کام	لَاَمْلَئَنَّ	ضرور بھروں گا میں	نَسِيْنٰكُمْ	بھلادیں گے تم کو
اِنَّا	بے شک ہم	جَهَنَّمَ	جہنم کو	وَذُوْقُوْا	اور چکھو
مُوْقِنُوْنَ (۱)	یقین کرنے والے ہیں	مِنَ الْجِنَّةِ (۲)	جنات سے	عَذَابَ	سزا
وَلَوْ شِئْنَا	اور اگر چاہتے ہم	وَالنَّاسِ	اور انسانوں سے	الْخُلْدِ	سدا کی
لَاٰتَيْنَا	(تو) ضرور دیتے ہم	اَجْمَعِيْنَ	اکٹھے (سب سے)	بِمَا كُنْتُمْ	اس کے بدلے جو تھے تم
كُلَّ نَفْسٍ	ہر شخص کو	فَذُوْقُوْا	پس چکھو تم	تَعْمَلُوْنَ	کرتے

قرآن کا انکار کرنے والوں کا حال ومآل

جولوگ قرآن کو نہیں مانتے، اور اس کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھاتے، ان مجرموں کا آخرت میں کیا انجام ہوگا؟ اور دنیا میں ان کا کیا حال ہے؟ —— اور (کیسا ہولناک منظر ہوگا) اگر تو دیکھے جب مجرم سرنگوں ہونگے اپنے رب کے سامنے (کہتے ہونگے:) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، پس ہمیں (دنیا کی طرف) لوٹادے تاکہ ہم نیک کام کریں، ہمیں یقین آگیا —— یعنی آج کے سر برآوردہ مجرم کل کو محشر میں ندامت سے سرنگوں ہونگے، کہیں گے: ہمارے کان اور آنکھیں کھل گئیں، قرآن نے جو خبر دی تھی اس کا مشاہدہ کرلیا، اب ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دیجئے، پھر دیکھیے ہم کیسے نیک کام کرکے آتے ہیں —— جواب دوسری جگہ آیا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں، کیونکہ محشر کا منظر یاد ہوتے ہوئے دنیا کی طرف لوٹائے جائیں گے یا بھلا کر؟ بصورتِ اول امتحان کہاں رہا؟ ایمان بالغیب ضروری ہے۔ اور بصورت ثانی کتے کی دم نلکی سے ٹیڑھی نکلے گی، پھر وہی اغوائے شیطانی اور شرارتیں ہونگی، وَمَن جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ فقد نَدِمَ: آزمائے ہوئے کو بار بار آزمانا بے فائدہ ہے۔

(۱) یہاں لو تمنی کا جواب لرأیتَ أمرا فظیعا محذوف ہے: تو بڑا گھبرادینے والا منظر دیکھتا! (۲) الجنة: الجن کی جمع ہے: جنات کی جماعت (۳) ما مصدریہ ہے (۴) إنا نسيناكم: مستقل جملہ ہے۔

سوال: دیگر مخلوقات کی طرح انسانوں کو بھی ہدایت کی راہ پر کیوں نہیں ڈالا؟

جواب: ــــ اور اگر ہمیں منظور ہوتا تو ہم ہر شخص کو اس کی راہ دکھا دیتے ــــ یعنی اللہ تعالیٰ کو قدرت تھی کہ تمام آدمیوں کی ایسی فطرت بناتے کہ وہ راہِ ہدایت پر قائم رہتے، مگر ایسا کرنا اللہ کی حکمت کے خلاف تھا، اللہ کی حکمت نے چاہا کہ انسان کو جزوی اختیار دیا جائے، پھر دیکھا جائے کہ کون بہترین عمل کر کے جنت کا حقدار بنتا ہے: ﴿وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ﴾: اللہ کی مہربانی کا حقدار بننے ہی کے لئے انسانوں کو پیدا کیا ہے (ہود آیت ۱۰۹) مگر لوگ ہیں کہ بھلا برا سوچے بغیر جہنم کی طرف بگ ٹٹ دوڑے جارہے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: ــــ لیکن میری یہ بات واقعہ بن گئی کہ میں ضرور جہنم کو جنات اور انسانوں سے اکٹھے بھروں گا ــــ دونوں ایک ہی جہنم میں ڈالے جائیں گے، دونوں کے لئے الگ الگ جہنم نہیں ہونگے، جیسے زمین پر دونوں اکٹھے رہتے ہیں جہنم میں بھی اکٹھے رہیں گے ــــ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کو جہنم بھرنے کے لئے پیدا نہیں کیا، مگر انھوں نے اپنے طرزِ عمل سے ثابت کر دیا کہ ان کو جہنم بہت پیاری ہے، وہ اسی میں جانا چاہتے ہیں، یوں فرمودۂ الٰہی ایک حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔

پس (ان سے کہا جائے گا: عذاب کا) مزہ چکھو تمہارے اس دن کی ملاقات کو بھولنے کی وجہ سے ــــ یعنی اگر آج کا دن تمہیں یاد رہتا، اور اس کے لئے تیاری کرتے تو یہ برادن نہ دیکھنا پڑتا ــــ ہم نے تم کو بھلا دیا ــــ اب کبھی تم رحمت سے یاد نہیں کئے جاؤ گے ــــ اور چکھو ابدی عذاب اپنے اعمال کی بدولت! (نعوذ باللہ من عذاب جھنم!)

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾

السجدۃ

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعۡرَضَ عَنۡهَا ؕ اِنَّا مِنَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

ع۲/۲۱ ۱۵

اِنَّمَا	صرف وہی	يَدۡعُوۡنَ	پکارتے ہیں وہ	مُؤۡمِنًا	ایمان دار
يُؤۡمِنُ	ایمان لاتے ہیں	رَبَّهُمۡ	اپنے پروردگار کو	كَمَنۡ كَانَ	مانند اس کے ہے جو تھا
بِاٰيٰتِنَا	ہماری آیتوں پر	خَوۡفًا (۳)	ڈر سے	فَاسِقًا	نافرمان
الَّذِيۡنَ	جو	وَّطَمَعًا	اور امید سے	لَا يَسۡتَوٗنَ	نہیں برابر ہو سکتے
اِذَا	جب	وَّمِمَّا	اور اس میں سے جو	اَمَّا الَّذِيۡنَ	رہے جو
ذُكِّرُوۡا	نصیحت کئے جاتے ہیں	رَزَقۡنٰهُمۡ	روزی دی ہم نے ان کو	اٰمَنُوۡا	ایمان لائے
بِهَا	ان (آیتوں) سے	يُنۡفِقُوۡنَ	خرچ کرتے ہیں	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
خَرُّوۡا	(تو) گر پڑتے ہیں	فَلَا تَعۡلَمُ	پس نہیں جانتا	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام
سُجَّدًا	سجدہ کرتے ہوئے	نَفۡسٌ	کوئی شخص	فَلَهُمۡ	پس ان کے لئے
وَّسَبَّحُوۡا	اور پاکی بیان کرتے ہیں	مَّاۤ اُخۡفِىَ	جو چھپایا ہے	جَنّٰتُ	باغات ہیں
بِحَمۡدِ	تعریف کے ساتھ	لَهُمۡ	ان کے لئے	الۡمَاۡوٰى (۴)	ٹھہرنے کے
رَبِّهِمۡ	ان کے پروردگار کی	مِّنۡ قُرَّةِ	ٹھنڈک سے	نُزُلًا (۵)	مہمانی کے طور پر
وَهُمۡ	اور وہ	اَعۡيُنٍ	آنکھوں کی	بِمَا	اس کی جو
لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ	گھمنڈ نہیں کرتے	جَزَآءًۢ	بدلہ	كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ	کیا کرتے تھے وہ
تَتَجَافٰى (۱)	علاحدہ رہتے ہیں	بِمَا	ان کاموں کا جو	وَاَمَّا الَّذِيۡنَ	اور رہے جو
جُنُوۡبُهُمۡ	ان کے پہلو	كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ	وہ کیا کرتے تھے	فَسَقُوۡا	اطاعت سے نکل گئے
عَنِ الۡمَضَاجِعِ (۲)	خواب گاہوں سے	اَفَمَنۡ كَانَ	کیا پس جو شخص تھا	فَمَاۡوٰىهُمُ	پس ان کا ٹھکانہ

(۱) تَجَافِي: دور ہونا، جَفَا الشيئُ (ن) جَفَاء: دور ہونا، اچٹنا (۲) المضاجع: المَضۡجَع کی جمع: اسم ظرف: خواب گاہ، سونے کی جگہ (۳) خوفا وطمعاً: حال ہیں (۴) المأوى: مصدر اور اسم ظرف: ٹھہرنا، ٹھکانہ أوَى يأوِي (ض) أوِيًّا: ٹھکانا بنانا، فروکش ہونا (جب کہ إلى صلہ ہو) (۵) نُزُلاً: جنات کا حال ہے۔

النَّارُ	آگ ہے	النَّارِ	آگ کی	يَرْجِعُوْنَ	لوٹیں
كُلَّمَآ	جب بھی	الَّذِيْ	جو (عذاب)	وَمَنْ اَظْلَمُ	اور کون بڑا ظالم ہے
اَرَادُوْٓا	چاہیں گے وہ	كُنْتُمْ بِهٖ	تھے تم اس کو	مِمَّنْ	اس سے جو
اَنْ يَّخْرُجُوْا	کہ نکلیں	تُكَذِّبُوْنَ	جھٹلاتے	ذُكِّرَ	نصیحت کیا گیا
مِنْهَآ	اس (آگ) سے	وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ	اور ضرور چکھائیں گے ہم ان کو	بِاٰيٰتِ	آیتوں سے
اُعِيْدُوْا	لوٹائے جائیں گے			رَبِّهٖ	اس کے رب کی
فِيْهَا	اس میں	مِّنَ الْعَذَابِ	عذاب سے	ثُمَّ اَعْرَضَ	پھر روگردانی کی اس نے
وَقِيْلَ	اور کہا جائے گا	الْاَدْنٰى	قریبی	عَنْهَا	ان (آیتوں) سے
لَهُمْ	ان سے	دُوْنَ الْعَذَابِ	ورے عذاب سے	اِنَّا	بے شک ہم
ذُوْقُوْا	چکھو	الْاَكْبَرِ	بڑے	مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ	گناہ گاروں سے
عَذَابَ	سزا	لَعَلَّهُمْ	شاید وہ	مُنْتَقِمُوْنَ	بدلہ لینے والے ہیں

قرآن پر ایمان لانے والوں کا حال ومآل

اب مجرمین کے مقابلہ میں مؤمنین کا حال ومآل بیان فرماتے ہیں: —— ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان آیتوں سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اور اپنے ربّ کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں، اور وہ گھمنڈ نہیں کرتے —— یعنی ان کے دلوں میں کبر وغرور اور بڑائی کا خیال نہیں آتا جو آیات اللہ کے سامنے جھکنے سے مانع بنے —— ان کے پہلو خواب گاہوں سے علاحدہ ہوتے ہیں، وہ اپنے ربّ کو امید اور خوف سے پکارتے ہیں —— یعنی میٹھی نیند اور نرم بستر چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، صبح کی یا عشاء کی نماز ادا کرتے ہیں یا اوابین پڑھتے ہیں، آیت سب کو شامل ہے، اور احادیث میں سب کا تذکرہ ہے، اور اللہ سے امید رکھنا اور ڈرنا ایمان کا تقاضہ ہے، ایمان خوف ورجاء کے درمیان ہے —— اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرتے ہیں —— یہ نماز کے بعد زکات خیرات کا ذکر کیا، قرآن میں بہت سی جگہوں میں دونوں کا حکم ایک ساتھ ہے —— اور یہ مؤمنین کا حال ہے۔

مؤمنین کا مآل: —— پس کسی شخص کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپائی گئی ہے، ان کے اعمال کے صلہ میں —— یعنی اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی عبادت کے بدلے میں جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان کا حال کسی کو معلوم نہیں، جس وقت وہ بدست آئیں گی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی اور دل باغ باغ ہو جائے گا۔

ایمان دار اور بے ایمان برابر نہیں ہوسکتے

ایمان داروں اور بے ایمانوں کا انجام برابر نہیں ہوسکتا، اللہ کی بادشاہت اندھیر نگری نہیں! اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں —— کیا پس جو شخص مؤمن ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو حد اطاعت سے نکلنے والا ہے؟ —— جواب: —— وہ برابر نہیں ہوسکتے! —— دونوں کا انجام مختلف ہوگا —— رہے وہ جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، تو اُن کے قیام کے لئے باغات ہیں، ان کے اعمال کی مہمانی میں! —— یعنی ان کے اعمال جنت کی مہمانی کا سبب بن جائیں گے، جنت ان کو اکرام میں ملے گی، بھیک کا لقمہ نہیں ہوگی —— اور رہے وہ لوگ جو حد اطاعت سے نکل گئے تو ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، جب بھی وہ اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے —— اور ان سے کہا جائے گا: دوزخ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے —— یعنی جب جہنم کی ہانڈی ابلے گی، اور جہنمی دہانے پر آئیں گے تو نکلنا چاہیں گے فرشتے دھکا دے کر اندر دھکیل دیں گے، اور کہیں گے: جاتے کہاں ہو، جس چیز کو جھٹلاتے تھے اس کا مزہ چکھو!

منکرین قرآن کو آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی سزا ملے گی

قرآن کے منکروں کا آخرت میں ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ سب سے بڑا عذاب ہے، مگر اس بڑے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ذرا کم درجہ کا عذاب دیا جائے گا، تا جسے رجوع کی توفیق ہو وہ ڈر کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور ہم ضرور ان کو قریبی سزا چکھائیں گے بڑی سزا سے پہلے، تاکہ وہ باز آئیں —— یہ دستورِ الٰہی ہے، گنہگار مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ تکلیفوں اور آزمائشوں سے دوچار کرتے ہیں، تاکہ وہ توبہ کریں، مگر آج کا مسلمان خود نہیں بدلتا، وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدل جائیں، بے دین بلکہ بددین مسلمان جو طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں: دعا کرانے آتے ہیں، حضرت! اللہ میاں سے کہئے کہ وہ اپنا طریقہ بدلیں، مجھ پر مہربانی کریں، اور میرے دِلدّر دور کریں! —— پس جان لو! اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں، اپنا طریقہ بدل کر تو دیکھو! —— اور دنیوی عذاب میں مصائب، بیماری، قحط، قتل، قید اور مال و اولاد کی تباہی شامل ہیں۔

اور اس سے بڑا ظالم کون جس کو اس کے ربّ کی آیتوں سے نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان آیتوں سے روگردانی کی؟ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں! —— جب تمام مجرموں کو سزا دی جاتی ہے تو یہ تو بڑے مجرم ہیں، ان کو دنیا میں بھی سزا دی جاسکتی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ

اِسۡرَآءِيۡلَ ۞ وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا ؕ وَكَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يُوۡقِنُوۡنَ ۞

وَلَقَدۡ	اور بخدا! واقعہ یہ ہے	وَجَعَلۡنٰهُ(۵)	اور بنایا ہم نے اس کو	يَّهۡدُوۡنَ	دین کی راہ دکھاتے ہیں
اٰتَيۡنَا	دی ہم نے	هُدًى	راہ نما	بِاَمۡرِنَا	ہمارے حکم سے
مُوۡسَى	موسیٰ کو	لِّبَنِىۡۤ	اولاد کے لئے	لَمَّا	جب
الۡكِتٰبَ(۱)	کتاب (تورات)	اِسۡرَآءِيۡلَ	یعقوب کی	صَبَرُوۡا	صبر کیا انھوں نے
فَلَا تَكُنۡ(۲)	پس نہ ہو تو	وَجَعَلۡنَا	اور بنائے ہم نے	وَكَانُوۡا	اور تھے وہ
فِىۡ مِرۡيَةٍ(۳)	ادنی شک میں	مِنۡهُمۡ	ان میں سے	بِاٰيٰتِنَا	ہمارے وعدہ کا
مِّنۡ لِّقَآئِهٖ(۴)	اس (کتاب) کے ملنے سے	اَئِمَّةً	پیشوا	يُوۡقِنُوۡنَ	یقین کرتے

قرآنِ کریم جہانوں کے لئے راہ نما ہے، اور اس کی نشر واشاعت علماء کریں گے

ماتحتوں کی تعداد جب تھوڑی ہوتی ہے تو ان کو سنبھالنے کے لئے دستور وآئین کی ضرورت نہیں ہوتی، مگر جب ان کی تعداد بڑھ جائے، بلکہ بہت زیادہ ہوجائے تو آئین ودستور ضروری ہوجاتا ہے، جن کے ذریعہ ان کو سنبھالا جاسکے۔

اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں ـــــ قرآنِ کریم کے بعد ـــــ اہم کتاب تورات شریف ہے، جو موسیٰ علیہ السلام کو عنایت ہوئی تھی، کیونکہ بنی اسرائیل کی تعداد بہت ہوگئی تھی، کہتے ہیں: سمندر سے پار ہونے کے بعد وادی سینا میں پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی مردم شماری کرائی، چھوٹے بڑے چھ لاکھ تھے، اتنی بڑی تعداد کو سنبھالنے کے لئے قانون ضروری ہے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بلا کر تورات شریف عنایت فرمائی۔

(۱) الکتاب کا ال عہدی ہے، مراد تورات ہے (۲) فلاتکن کا مخاطب عام ہے اور خاص طور پر منکرین قرآن ہیں، نبی ﷺ ہی مخاطب نہیں (۳) مریة کی تنوین تقلیل کے لئے ہے (۴) لقائه کی ضمیر کا مرجع بھی الکتاب ہے، وہ بہ نسبت موسیٰ کے اقرب ہے اور مرجع اقرب ہوتا ہے، اور اب الکتاب سے مراد قرآن ہے اور اس کا نام صنعتِ استخدام ہے۔ صنعتِ استخدام کے معنی ہیں: جب لفظ استعمال کیا جائے تو ایک معنی مراد لئے جائیں، پھر جب اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے تو دوسرے معنی مراد لئے جائیں، مثال مختصر المعانی کے تیسرے فن میں ہے، یہاں پہلے الکتاب سے تورات مراد لی ہے، اور لقائه کی ضمیر لوٹائی تو الکتاب سے قرآنِ کریم کو مراد لیا (۵) جعلناه کی ضمیر کا مرجع بھی الکتاب ہے، اور اب مراد تورات ہے، سب ضمائر کا مرجع ایک ہے اور مراد مختلف۔

اور خاتم النّبیین ﷺ کی امت کا حال یہ ہے کہ اگر آسمان کے تارے گنے جاسکتے ہیں، درختوں کے پتے گنے جاسکتے ہیں، اور ریت کے ذرے گنے جاسکتے ہیں تو آپ کی امت کو گنا جاسکتا ہے، اتنی بڑی امت کو سنبھالنے کے لئے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی کتاب عنایت نہیں فرمائی ہوگی؟ آئین کے بغیر آپ امت کو کیسے سنبھالیں گے؟ منکرین قرآن غور کریں: قرآن نازل کرنے کی ضرورت ان کی سمجھ میں آجائے گی۔

ارشاد فرماتے ہیں: —— اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) عنایت فرمائی، پس (اے مخاطب) تو ادنیٰ شک میں مت رہ اس کتاب (قرآن) کے ملنے سے —— یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو بھی حسب دستور کتاب عنایت فرمائی ہے، تجھے اس میں ذرا شک نہیں ہونا چاہئے۔ لقاء کے معنی ہیں: ملنا، کہا جاتا ہے: سُرِرْتُ بِلِقَائِكَ: میں آپ سے مل کر خوش ہوا، بلقائه: نبی ﷺ کو جو کتاب ملی ہے، لِقَاء: مصدر ہے، مفعول کی طرف اس کی اضافت ہے اور فاعل محذوف ہے۔ فلاتکن: اس میں تجھے اے منکر قرآن: ذرا شک نہیں ہونا چاہئے —— اور صحیح حدیث میں جو آیا ہے کہ شبِ معراج میں نبی ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی: اُس حدیث کا اِس آیت سے کچھ تعلق نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کو تورات کیوں دی؟ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور ہم نے اُس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے راہ نما بنایا —— یہ نزول تورات کی غرض ہے، اور یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا مضمون فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے، اور وہ ہے: وجعلنا هذا الكتاب هدىً للعالمين: اور ہم نے قرآن کو سارے جہانوں کے لئے راہ نما بنایا —— اب بات مکمل ہوئی۔

سوال: موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں نبوت کا سلسلہ جاری تھا، انبیاء تورات کی نشر واشاعت کا کام کرتے تھے۔ اور خاتم النّبیین ﷺ پر نبوت تکمیل پذیر ہوگئی، اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، اور نبی ﷺ حیاتِ جاوداں لے کر نہیں آئے، پس تمام روئے زمین پر اور اگلی نسلوں تک قرآن کون پہنچائے گا؟ اور دین کی نشر واشاعت کا کام کون کرے گا؟

جواب: —— گفتہ آید در حدیثِ دیگراں —— اور ہم نے اُن (بنی اسرائیل) میں پیشوا بنائے، جو ہمارے حکم سے/ ہمارے دین کی راہ دکھاتے تھے، جب انھوں نے برداشت کیا، اور وہ ہمارے وعدوں پر یقین رکھتے تھے۔

تفسیر: بنی اسرائیل میں انبیاء ضرور ہوتے تھے، مگر کتنے ہوتے تھے؟ ایک زمانہ میں ایک ساتھ: ایک دو ہوتے ہونگے ان سے کام کیسے چلے گا۔

ہوتا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل میں پیشوا (بڑے لوگ) بناتے تھے، وہ انبیاء کے ہاتھ پاؤں بنتے تھے، اور سب مل

کر دین کی گاڑی کھینچتے تھے ـــــ یہی سلسلہ اب بھی جاری ہوگا، نبی ﷺ کے بعد اس امت میں بھی اللہ تعالیٰ پیشوا بنائیں گے، اور ان سے دین کی نشر واشاعت کا کام لیں گے۔

بس فرق اتنا ہوگا کہ بنی اسرائیل کے پیشوا: انبیاء کی نگرانی میں کام کرتے تھے، اور نئی باتوں کے احکام وحی سے معلوم ہوتے تھے، اور اس امت میں پیشوا خود اپنے نگران ہونگے، اور نئی باتوں کے احکام اجتہاد سے نکالیں گے، کسی نے کہا ہے: **علماءُ الأمةِ کأنبیاء بنی إسرائیل**: اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں، اس میں امت کے پیشواؤں کی ذمہ داری بتائی گئی ہے، مقام ومرتبہ بیان نہیں کیا ـــــ پھر کسی نے **الأمة** کا الف لام ہٹا کر یاء بڑھادی، اور **علماءُ أمتی** کر دیا، تو یہ جملہ خود بخود حدیث بن گیا، حالانکہ یہ حدیث نہیں۔

علماء کی ذمہ داری: فرمایا: ﴿یَهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا﴾: وہ ہمارے حکم سے دین کی راہ دکھاتے تھے یعنی یہ علماء کا فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کی دینی راہ نمائی کریں، خواہ لوگ اس کا کوئی معاوضہ دیں یا نہ دیں، انبیاء کے ورثاء کی مزدوری انبیاء کی طرح اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اگر لوگ تھوڑی بہت تنخواہ دیں تو اس کو غنیمت سمجھیں ـــــ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے دین کی راہ دکھاتے تھے، پس علمائے سونکل گئے، جو جبہ قبہ پہن کر لوگوں کے سامنے آتے ہیں، اور ان کو غلط راستہ پر لے چلتے ہیں، لوگوں کو ایسے پیشواؤں سے دامن کشاں رہنا چاہئے۔

پیشوائی کا مقام کب ملتا ہے؟ فرمایا: ﴿لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِآيَاتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾: جب انھوں نے سہا، برداشت کیا، اور وہ ہمارے وعدوں پر یقین رکھتے تھے، یعنی پیشوائی دو شرطوں سے ملتی ہے:

اول: صبر کریں، پہلے تحصیل علم کے زمانہ میں برداشت سے کام لینا پڑتا تھا، اب یہ مرحلہ تو آسان ہوگیا، اب خدمتِ دین کے زمانہ میں صبر وہمت سے کام لینا پڑتا ہے، جو عالم معیشت سے گھبرا گیا وہ ہاتھ سے گیا، اور جس نے چادر کے مطابق پیر پھیلائے وہ کام سے جڑا رہا، پیشوائی پانچ پچیس سال میں نہیں ملتی، جب تک حنا رگڑی نہیں جاتی رنگ نہیں آتا، جو لوگ چند سال دین کی خدمت کر کے لائن بدل دیتے ہیں وہ پیشوائی کی منزل سے بہت دور رہ جاتے ہیں، زندگی پھر تنگی ترشی کے ساتھ خدمتِ دین میں لگا رہے تب پیشوائی بدست آتی ہے۔

دوم: خدمتِ دین پر آخرت میں اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے ہیں جس کو ان کا یقین ہو، وہی آخر تک خدمتِ دین میں لگا رہے گا اور سرخ رو ہوگا۔

> ایسے بھی علماء ہیں جو دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں، مگر اولاد کو دنیا کی تعلیم دلاتے ہیں
> ان کو اللہ کے وعدوں پر یقین نہیں، ایسوں کو پیشوائی کا مقام کہاں نصیب ہوگا؟

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانتَظِرْ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾

إِنَّ رَبَّكَ	بیشک آپ کے پروردگار	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے	إِلَى الْأَرْضِ	زمین کی طرف
هُوَ (۱)	وہ (ہی)	مِّنَ الْقُرُونِ	صدیاں (امتیں)	الْجُرُزِ (۴)	خشک افتادہ
يَفْصِلُ	فیصلہ کریں گے	يَمْشُونَ	چلتے ہیں وہ	فَنُخْرِجُ	پس نکالتے ہیں ہم
بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	فِي مَسَاكِنِهِمْ	ان کے مقامات میں	بِهِ	اس کے ذریعہ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن	إِنَّ فِي ذَٰلِكَ	بے شک اس میں	زَرْعًا	کھیتی
فِيمَا كَانُوا	ان باتوں میں کہ تھے وہ	لَآيَاتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں	تَأْكُلُ	کھاتے ہیں
فِيهِ	اس میں	أَفَلَا يَسْمَعُونَ	کیا پس سنتے نہیں وہ؟	مِنْهُ	اس سے
يَخْتَلِفُونَ (۲)	اختلاف کرتے	أَوَلَمْ يَرَوْا	کیا اور نہیں دیکھا	أَنْعَامُهُمْ	ان کے چوپایے
أَوَلَمْ	کیا اور نہیں		انھوں نے	وَأَنفُسُهُمْ	اور وہ خود
يَهْدِ (۳)	راہ دکھائی	أَنَّا	کہ ہم	أَفَلَا يُبْصِرُونَ	کیا پس نہیں دیکھتے وہ؟
لَهُمْ	ان کو	نَسُوقُ	چلاتے ہیں	وَيَقُولُونَ	اور کہتے ہیں وہ
كَمْ أَهْلَكْنَا	(کہ) کتنی ہلاک کیں ہم نے	الْمَاءَ	پانی کو	مَتَىٰ	کب ہوگا

(۱) ھو: ضمیر فصل ہے، اس سے حصر پیدا ہوا ہے (۲) اختلاف میں دو فریق ہوتے ہیں، ایک طرف نبی ﷺ ہیں، دوسری طرف قرآن کو اللہ کی کتاب نہ ماننے والے ہیں (۳) ھدی یھدی: راہ دکھانا، لم کی وجہ سے حرف علت گرا ہے۔ (۴) الجُرُز: بے آب وگیاہ، چٹیل بھی اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔

هٰذَا	یہ	لَا یَنْفَعُ	نہیں کام آئے گا	فَاَعْرِضْ	پس رخ پھیرلیں
الْفَتْحُ	فیصلہ	الَّذِیْنَ	جنھوں نے	عَنْهُمْ	ان سے
اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہوتم	كَفَرُوْٓا	انکار کیا	وَانْتَظِرْ	اور انتظار کریں
صٰدِقِیْنَ	سچے؟	اِیْمَانُهُمْ(۱)	ان کا ایمان لانا	اِنَّهُمْ	بے شک وہ (بھی)
قُلْ	کہو	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	مُّنْتَظِرُوْنَ	انتظار کرنے والے
یَوْمَ الْفَتْحِ	فیصلہ کے دن	یُنْظَرُوْنَ	ڈھیل دیئے جائیں گے		ہیں

جولوگ قرآن کواللہ کی کتاب نہیں مانتے ان کواللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھ لیں گے!

جولوگ نبی ﷺ سے اختلاف کرتے ہیں، نبی ﷺ کہتے ہیں: قرآن اللہ کا کلام ہے، منکرین آپؐ کی یہ بات نہیں مانتے، اس کا قیامت کے دن دوٹوک فیصلہ ہوجائے گا، ارشادفرماتے ہیں: —— بے شک آپؐ کے پروردگار ہی فیصلہ فرمائیں گے ان کے درمیان قیامت کے دن، اس میں جس میں وہ (نبی ﷺ سے) اختلاف کرتے ہیں —— یعنی دنیا میں تو اختلاف باقی رہے گا، دوٹوک فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کریں گے۔

جولوگ قرآن کواللہ کی کتاب نہیں مانتے ان کو دنیا میں بھی سزامل سکتی ہے

دنیا کی سزا فیصلہ کن نہیں ہوتی، لوگ اس کی تاویل کرلیتے ہیں، مگر اہل بصیرت کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو گوش ہوش سے بات سنتے ہیں عبرت کا سامان ہوتا ہے، ارشادفرماتے ہیں: —— کیا اور ان کو راہ نہیں ملی اس سے کہ کتنی ہی امتیں ہم نے ہلاک کیں ان سے پہلے، جن کی بستیوں میں وہ چلتے ہیں، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، کیا تو وہ لوگ سنتے نہیں؟ —— کیا عاد وثمود کے کھنڈرات منکروں نے نہیں دیکھے؟ جن پر شام وغیرہ کے اسفار میں ان کا گذر ہوتا ہے، ان کی ہلاکت میں کیا کوئی سبق نہیں؟ وہ قومیں اسی لئے تو ہلاک ہوئیں کہ انھوں نے نبیوں کی باتیں نہیں مانیں، پھر تم ہوش کے ناخن کیوں نہیں لیتے! تمہیں بھی تو سزامل سکتی ہے، تم بھی اپنے نبی کو جھٹلارہے ہو!

اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ مردہ دلوں کو زندہ کریں گے، جیسے بارش سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے

پھر ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے، کوئی سوچ سکتا ہے کہ قرآن کو کفار مکہ مان نہیں رہے، پھر اس کو نازل کرنے سے کیا فائدہ؟ جواب یہ ہے کہ ذرا انتظار کرو، قرآنِ کریم سے مردہ دلوں کو حیاتِ نو ملے گی، جیسے ویران زمین پر رحمت کی بارش برستی

(۱) ایمانھم: فاعل مؤخر ہے۔

ہے تو زمین سبزہ زار ہوجاتی ہے، کھیتیاں اُگتی ہیں، جن سے جانور اور انسان فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی طرح بعد چندے قرآنِ کریم کا فیضان ظاہر ہوکر رہے گا۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— کیا اور انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم پانی کو لے چلتے ہیں خشک زمین کی طرف، پھر اس کے ذریعہ کھیتی اُگاتے ہیں، جس میں سے ان کے مویشی اور وہ خود کھاتے ہیں، کیا تو ان کی آنکھیں کھلتی نہیں! —— وہ سمجھتے نہیں کہ اسی طرح قرآن کا فیضان ظاہر ہوکر رہے گا۔

ضد وعناد کا جواب بے رخی برتنا ہے

ابھی فرمایا تھا کہ اختلاف کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا، اس پر منکرین کہتے ہیں: قیامت کب آئے گی؟ لے آؤ اس کو اگر تم سچے ہو اس ضد وعناد کا جواب ارشاد فرماتے ہیں: —— اور وہ کہتے ہیں: کب ہوگا یہ فیصلہ اگر تم سچے ہو؟ جواب: فیصلہ کے دن منکروں کو ان کا مان لینا نفع نہیں دے گا —— کیونکہ اس وقت پردہ اٹھ جائے گا —— اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے —— البتہ ابھی موقع ہے، اللہ ورسول کی بات کا یقین کرو، اور اپنی زندگی سنوارو، کل جب قیامت سر پے آجائے گی ایمان لانا کام نہ آئے گا، نہ مہلت ملے گی کہ جاؤ دنیا میں دوبارہ اور چال چلن ٹھیک کرکے آؤ —— پس آج کی مہلت کو غنیمت سمجھو، تکذیب میں وقت ضائع مت کرو، جو گھڑی آنے والی ہے آنے والی ہے، کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی —— سو آپ ان سے رخ پھیر لیں، اور انتظار کریں وہ بھی منتظر ہیں! —— یعنی یہ مجرم سخت سزا کے مستحق ہیں، کیونکہ وہ مرغ کی ایک ٹانگ گائے جارہے ہیں، پس آپ ان کا خیال چھوڑیں، اور جس طرح وہ اپنی تباہی کے منتظر ہیں آپ بھی منتظر رہیں!

﴿الحمد للہ! سورۃ الٓمٓ السجدۃ کی تفسیر پوری ہوئی﴾
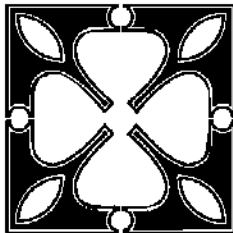
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الاحزاب

نمبر شمار ۳۳ نزول کا نمبر ۹۰ نزول کی نوعیت: مدنی آیات ۷۳ رکوع: ۹

یہ مدنی سورت ہے، گذشتہ سورت کا موضوع قرآنِ کریم تھا، اس سورت کا موضوع صاحبِ قرآن ہیں، پوری سورت نبی ﷺ کے احوال کے گرد گھومتی ہے، بات یہاں سے شروع ہوئی ہے کہ آپؐ کافروں اور منافقوں کی بات نہ سنیں، ان کو بکنے دیں، پھر ان کے تین معاملات ذکر کئے ہیں:

اول: منافقین نے 'دودِلا' کی پھبتی کسی تھی، جیسے 'دورخا' قرآن نے رد کیا کہ کسی کے سینہ میں دو دل نہیں ہوتے، اور ضمناً دو اور باتوں کی تردید کی، پھر دوسری بات یعنی لے پالک حقیقی اولاد نہیں ہوتی اس کو دو دلیلوں سے مؤید کیا ہے۔

دوم: غزوۂ احزاب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور اس میں منافقین کا کردار واضح کیا ہے، یہ غزوہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی آخری کوشش تھی، پھر نبی ﷺ اور مؤمنین کے عظیم کارنامے بیان کئے ہیں، اس کے بعد غزوۂ بنو قریظہ کا مختصر تذکرہ کر کے بتایا ہے کہ غزوۂ احزاب میں کفار تو نامراد لوٹے، مگر مسلمان آسودہ ہوگئے، جس سے نبی ﷺ نے استفادہ نہیں کیا، ازواج نے آسودگی چاہی تو آپؐ ناراض ہوگئے، اور ایک ماہ تک ان سے علاحدگی اختیار کرلی، اسی سلسلہ میں آیاتِ تخییر نازل ہوئی ہیں۔

سوم: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا معاملہ ہے، اس معاملہ میں منافقین کی ہرزہ سرائیاں ذکر کر کے مؤمنین کا تذکرہ کیا ہے، اور آیت ۴۸ پر یہ سلسلہ کلام پورا کیا ہے۔

پھر دیگر مضامین شروع ہوئے ہیں، نبی ﷺ کے لئے حلال عورتوں کا بیان ہے، اور یہ بیان ہے کہ آپؐ پر ازواج میں باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا، پھر حجاب کا بیان شروع ہوا ہے، ضمناً درود شریف کی آیت آئی ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کسی ضرورت سے نکلیں تو چہرہ ڈھانک کر نکلیں، آخر میں مؤمنین کو تنبیہ کی ہے کہ وہ نکاح زینب کے معاملہ میں نبی ﷺ کو نہ ستائیں، سیدھی سچی بات کہیں، اور بالکل آخر میں یہ مضمون ہے کہ انسان مکلّف ہے، اور جب اس نے بارِ امانت اٹھایا ہے تو اس کی لاج رکھے، ورنہ بارِ امانت اٹھانے کے نتیجہ کا انتظار کرے۔

❁ ❁ ❁

آیاتہا ۷۳ — (۳۳) سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ (۹۰) — رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۲ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۳

بِسْمِ	نام سے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	كَانَ	ہیں
اللّٰهِ	اللہ کے	كَانَ	ہیں	بِمَا	ان کاموں سے جو
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	عَلِيْمًا	سب کچھ جاننے والے	تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے	حَكِيْمًا	بڑی حکمت والے	خَبِيْرًا	پورے باخبر
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ	اے پیغمبر	وَّاتَّبِعْ	اور پیروی کریں	وَّتَوَكَّلْ	اور بھروسہ کریں
اتَّقِ اللّٰهَ	ڈریں اللہ سے	مَا يُوْحٰٓى	(اس کی) جو وحی کی گئی	عَلَى اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ پر
وَلَا تُطِعِ	اور نہ کہا مانیں	اِلَيْكَ	آپ کی طرف	وَكَفٰى	اور کافی ہیں
الْكٰفِرِيْنَ	کافروں کا	مِنْ رَّبِّكَ	آپ کے رب کی جانب سے	بِاللّٰهِ (۱)	اللہ تعالیٰ
وَالْمُنٰفِقِيْنَ	اور منافقوں کا	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَكِيْلًا	کارساز

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

کافروں اور منافقوں کی باتیں نہ سنیں

گذشتہ سورت کا موضوع قرآنِ کریم تھا، اس سورت کا موضوع صاحبِ قرآن ہیں، اور گذشتہ سورت کے آخر میں تھا کہ کفار کا یہ مطالبہ نظر انداز کردیں کہ فیصلہ کب ہوگا؟ اب یہ سورت اس حکم سے شروع ہورہی ہے کہ آپؐ کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں، ان کی باتوں کو نظر انداز کریں، وحی کی پیروی کریں، اور اللہ پر بھروسہ کریں، وہ زبردست کارساز ہیں، آپؐ کو فائز المرام کریں گے۔ اور مخالفین منہ کی کھائیں گے۔ ارشادِ پاک ہے:—— اے پیغمبر! اللہ تعالیٰ سے ڈریں

(۱) کفی کے فاعل پر باء زائد ہے، اور وکیلا: حال یا بدل ہے۔

—— یعنی ان کے احکام کے خلاف نہ چلیں —— اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں —— وہ آپ کو پریشان کرنے کی اور اللہ کی راہ سے بچلانے کی کوشش کریں گے، آپ ان کی چالوں کو کامیاب نہ ہونے دیں —— بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں —— وہ مخالفین کے احوال سے واقف ہیں، اور معاملات جس انداز پر چل رہے ہیں اس میں حکمت ہے —— اور اس وحی کی پیروی کریں جو آپ کی طرف کی گئی ہے آپ کے پروردگار کی جانب سے —— یہ پہلا ہی حکم دوسرے انداز سے دیا ہے، جب کافروں اور منافقوں کی بات نہیں مانیں گے تو کس کی مانیں گے؟ اللہ تعالیٰ کی، انھوں نے جو احکام دیئے ہیں اس کی پیروی کریں گے —— بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی خبر ہے —— کہ کون کتنی پیروی کر رہا ہے؟ —— اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، اور اللہ تعالیٰ بہترین کارساز ہیں —— یہ دونوں باتوں کی وجہ بیان کی کہ کافروں اور منافقوں کی بات اس لئے نہیں ماننی کہ وہ کام بگاڑو ہیں، اور اللہ کے احکام کی پیروی اس لئے کرنی ہے کہ وہ کارساز ہیں، بگڑی بنانے والے ہیں۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

مَا جَعَلَ	نہیں بنائے	مِّنْ قَلْبَيْنِ	دو دل	اَزْوَاجَكُمُ	تمہاری بیویوں کو
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے	فِي جَوْفِهٖ	اس کے اندر	الّٰٓـِٔيْ (۱)	جو
لِرَجُلٍ	کسی مرد کے لئے	وَمَا جَعَلَ	اور نہیں بنایا	تُظٰهِرُوْنَ (۲)	ظہار کرتے ہو تم

(۱) اللائی: اسم موصول، جمع مؤنث، التی کی جمع: جو عورتیں (۲) ظاہر مظاھرۃ: ظہار کرنا، شوہر کا بیوی سے کہنا: تو میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے یعنی تو مجھ پر حرام ہے، ظہار سے بیوی کفارہ ادا کرنے تک حرام ہوتی ہے، ہمیشہ کے لئے حرام نہیں ہوتی۔

مِنْهُنَّ	ان سے	يَهْدِي	دکھاتے ہیں	وَ لَيْسَ	اور نہیں
اُمَّهٰتِكُمْ	تمہاری مائیں	السَّبِيْلَ	سیدھی راہ	عَلَيْكُمْ	تم پر
وَمَا جَعَلَ	اور نہیں بنایا	اُدْعُوْهُمْ	پکارو ان کو	جُنَاحٌ	کچھ گناہ
اَدْعِيَآءَكُمْ[1]	تمہارے لے پالکوں کو	لِاٰبَآئِهِمْ	ان کے باپوں کے لئے	فِيْمَآ	اس میں جو
اَبْنَآءَكُمْ	تمہارے بیٹے	هُوَ اَقْسَطُ[2]	وہ زیادہ انصاف ہے	اَخْطَاْتُمْ	چوک گئے تم
ذٰلِكُمْ	یہ	عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے نزدیک	بِهٖ	اس کے ساتھ
قَوْلُكُمْ	تمہاری بات ہے	فَاِنْ لَّمْ	پس اگر نہ	وَ لٰكِنْ	لیکن
بِاَفْوَاهِكُمْ	تمہارے مونہوں کی	تَعْلَمُوْٓا	جانو تم	مَّا تَعَمَّدَتْ	جو ارادہ کیا
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	اٰبَآءَهُمْ	ان کے باپوں کو	قُلُوْبُكُمْ	تمہارے دلوں نے
يَقُوْلُ	فرماتے ہیں	فَاِخْوَانُكُمْ	تو تمہارے بھائی ہیں	وَ كَانَ اللّٰهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ
الْحَقَّ	ٹھیک بات	فِي الدِّيْنِ	دین میں	غَفُوْرًا	بڑے بخشنے والے
وَهُوَ	اور وہ	وَمَوَالِيْكُمْ[3]	اور تمہارے آزاد کردہ ہیں	رَّحِيْمًا	بڑے مہربان

سینہ میں کسی کے دو دل نہیں ہوتے اور بیوی کو ماں کے ساتھ تشبیہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی، اور منہ بولے بیٹے/ بیٹیاں حقیقی اولاد نہیں

اب منافقوں کی ایک مہمل بات کی مثال مارتے ہیں، انھوں نے نبی ﷺ کو 'دو دلا' کہا تھا، ترمذی (حدیث ۳۲۲۳ تفسیر سورہ احزاب) میں روایت ہے: ابوظبیان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیتِ کریمہ: ﴿وَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾: کی مراد معلوم کی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: نبی ﷺ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے، آپؐ کے دل میں کوئی بات کھٹکی، تو منافقوں نے جو آپؐ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، کہا: ألا ترى! أن له قلبين: قلبا معكم وقلبا معهم: کیا تم دیکھتے نہیں! ان کے دو دل ہیں: ایک دل تمہارے ساتھ ہے، اور دوسرا دل صحابہ کے ساتھ ہے، اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ نے کسی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے، یہ محض تمہاری کہی ہوئی بات ہے۔

(۱) أَدْعِيَاء: دَعِيّ کی جمع: لے پالک منہ بولا بیٹا/ بیٹی (۲) اقسط: اسم تفضیل: پورا انصاف کرنے والا، زیادہ انصاف والا (۳) مَوَالِي: مولیٰ کی جمع: آزاد کردہ غلام، اصل معنی ہیں: قُرب، خواہ کیسا ہی ہو۔

پھر اس کے ساتھ دو اور بے حقیقت باتیں ملائی ہیں:

ایک: جاہلیت میں اگر کوئی اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو سمجھتے کہ وہ ساری عمر کے لئے اس پر حرام ہوگئی یعنی وہ واقعی ماں بن گئی، سورۃ المجادلہ (آیت ۲) میں اس کو ناپسندیدہ اور جھوٹی بات قرار دیا، اور کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا، پس رہی وہ بہر حال بیوی، ماں نہیں بن گئی (ظہار کے احکام سورۃ المجادلہ کے شروع میں ہیں)

دوسری: جاہلیت میں کسی کے لڑکے/لڑکی کو بیٹا/بیٹی بنالیتے تھے، گود لینے کا رواج آج بھی ہے، جاہلیت قدیمہ اور جدیدہ میں ان کو سچ مچ بیٹا/بیٹی سمجھتے ہیں، ولدیت میں بھی گود لینے والے کا نام لکھتے ہیں، وارث بھی اس کو سمجھتے ہیں۔

اسلام نے ان آیات میں اس رسم کی اصلاح کی، فرمایا ــــ اللہ نے کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے ــــ سینہ چیر کر دیکھو ایک ہی دل نکلے گا ــــ اور تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہیں تمہاری مائیں نہیں بنایا ــــ ماں وہ ہے جس نے جنا ہے، بیوی نے شوہر کو کہاں جنا ہے؟ پھر وہ ماں کیسے بن سکتی ہے؟ ــــ اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا ــــ بیٹا وہ ہے جو نطفہ سے پیدا ہوا ہے، گود لیا ہوا بچہ گود لینے والے کے نطفہ سے کہاں پیدا ہوا ہے؟ پھر وہ حقیقی بیٹا کیسے بن سکتا ہے؟ ــــ یہ تمہاری منہ سے کہی ہوئی بات ہے ــــ یعنی زبانی جمع خرچ کرنے سے کیا ہوتا ہے! ــــ اور اللہ تعالیٰ کھری بات فرماتے ہیں، اور وہ سیدھا راستہ دکھاتے ہیں ــــ پس ریت رواج کی بات چھوڑو، اللہ کی ہدایت کی پیروی کرو۔

کھری بات اور سیدھا راستہ: ــــ ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرکے پکارو ــــ تاکہ نسبی تعلقات واحکام میں اشتباہ واقع نہ ہو ــــ نبی ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آزاد کرکے بیٹا بنایا تھا، لوگ جاہلیت کے دستور کے مطابق ان کو زید بن محمد کہتے تھے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو زید بن حارثہ کہنے لگے ــــ یہ اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے ــــ انصاف: ظلم کی ضد ہے، اور ظلم کے معنی ہیں: حق تلفی، کسی کا حق مارنا، اور انصاف کے معنی ہیں: حقدار کو اس کا حق دینا، پس جو حقیقی باپ ہے اس کا حق ہے کہ ولدیت میں اس کا نام لکھا جائے، یہ حق اس کو دینا چاہئے۔

پس اگر تم کو ان کے باپوں کا پتہ نہ ہو ــــ مثلاً وہ بچہ پڑا ہوا ملا تھا، اس کو پالا اور بیٹا بنالیا یا کوئی بچہ غلام بنالیا گیا، پھر وہ بڑا ہوا، اور کسی نے اس کو آزاد کرکے بیٹا بنالیا، اور معلوم نہیں کہ اس کا باپ کون ہے؟ ــــ تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے آزاد کردہ ہیں ــــ پس ان کو أخو فلان یا مولیٰ فلان کہو، اور فلاں کی جگہ گود لینے والے کا نام لو/لکھو ــــ اور تم پر کچھ گناہ نہیں بھول چوک سے پکارنے میں ــــ زبان پر چڑھی ہوئی بات کبھی بے خبری میں نکل جاتی ہے، پس اس میں کوئی گناہ نہیں ــــ ہاں ارادۃً پکارنے میں گناہ ہے ــــ کیونکہ وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے ــــ اور اللہ

تعالیٰ بڑے بخشنے والے نہایت مہربان ہیں ـــــ یعنی توبہ کرو، اللہ ضرور تمہارا گناہ بخش دیں گے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

ع ۸ / ۱۷

اَلنَّبِيُّ (۱)	یہ نبی	اِلَّآ	مگر	وَمُوْسٰى	اور موسیٰ سے
اَوْلٰى (۲)	اقرب ہیں	اَنْ تَفْعَلُوْٓا	یہ کہ کرو تم	وَعِيْسَى	اور عیسیٰ سے
بِالْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین سے	اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ	تمہارے دوستوں کے ساتھ	ابْنِ مَرْيَمَ	بیٹے مریم کے
مِنْ اَنْفُسِهِمْ	ان کی جانوں سے	مَّعْرُوْفًا	حسن سلوک	وَاَخَذْنَا	اور لیا ہم نے
وَاَزْوَاجُهٗٓ	اور ان کی بیویاں	كَانَ ذٰلِكَ	ہے یہ بات (بھی)	مِنْهُمْ	ان سے
اُمَّهٰتُهُمْ	ان کی مائیں ہیں	فِي الْكِتٰبِ	کتاب الٰہی میں	مِّيْثَاقًا	عہد
وَاُولُوا الْاَرْحَامِ	اور قرابت دار	مَسْطُوْرًا	لکھی ہوئی	غَلِيْظًا	پکا (گاڑھا)
بَعْضُهُمْ	ان کے بعض	وَاِذْ اَخَذْنَا	اور یاد کرو جب لیا ہم نے	لِّيَسْـَٔلَ	تاکہ پوچھیں اللہ
اَوْلٰى	اقرب ہیں	مِنَ النَّبِيّٖنَ	نبیوں سے	الصّٰدِقِيْنَ	سچوں سے
بِبَعْضٍ	بعض سے	مِيْثَاقَهُمْ (۴)	ان کا عہد	عَنْ صِدْقِهِمْ	ان کے سچ کے بارے میں
فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ	نوشتۂ الٰہی میں	وَمِنْكَ	اور آپ سے	وَاَعَدَّ	اور تیار کیا ہے
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۳)	مؤمنین سے	وَمِنْ نُّوْحٍ	اور نوح سے	لِلْكٰفِرِيْنَ	منکروں کے لئے
وَالْمُهٰجِرِيْنَ	اور مہاجرین سے	وَّاِبْرٰهِيْمَ	اور ابراہیم سے	عَذَابًا اَلِيْمًا	دردناک عذاب

(۱) النبی میں الف لام عہدی ہے، مراد نبی ﷺ ہیں (۲) اولیٰ: اسم تفضیل: زیادہ قریب، زیادہ لائق، زیادہ مستحق مادہ ولی، جس کے اصل معنی ہیں: پے درپے، مسلسل واقع ہونا، اس لحاظ سے قریب کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے (۳) المؤمنین سے انصار مراد ہیں (۴) میثاق: عہد، پیمان، وچن، پختہ وعدہ۔

روحانی قربت اور دینی اخوت پر نسب کے احکام جاری نہیں ہوتے

متبنّٰی (لے پالک) کے جو احکام بیان ہوئے اس پر جاہلیت قدیمہ وجدیدہ چیں بجبیں ہے، لوگ کہتے ہیں: ایک بچہ/بچی گود لی، اولاد کی طرح اس کو پالا پوسا، اولاد جیسا اس سے تعلق ہوگیا، پھر جب بڑا ہوا تو اجنبی ہوگیا، پردے کے احکام لازم ہوگئے، میراث سے محروم رہ گیا، اب کہاں وہ در بہ در ٹھوکریں کھائے گا؟ —— اللہ پاک ان کو دو مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ وہ احکام معقول ہیں، روحانی قرب خواہ کتنا بھی ہو اس پر نسب کے احکام جاری نہیں ہوتے، نبی ﷺ اور مؤمنین میں غایت درجہ قرب ہے، وہ امت کے باپ ہیں، اور ان کی ازواج امت کی مائیں ہیں، مگر یہ روحانی تعلق ہے، چنانچہ مؤمنات سے نبی ﷺ کا نکاح جائز ہے، حالانکہ وہ بیٹیاں ہیں، اور ازواج سے مؤمنین کو پردہ کا حکم ہے، حالانکہ وہ مائیں ہیں، کیونکہ یہ روحانی تعلق ہے، اس پر نسب کے احکام جاری نہیں ہوتے —— دوسری مثال: ہجرت کے بعد مہاجرین وانصار میں مواخات کرائی گئی، اور بھائیوں میں اس درجہ مودت ومحبت کا تعلق ہوگیا کہ ابتدا میں اس کی بنیاد پر میراث دلوائی گئی، مگر بعد میں یہ حکم ختم کر دیا، قرابت داروں کو میراث کا مستحق قرار دیا، کیونکہ دینی اخوت ومودت پر میراث کے احکام جاری نہیں ہوتے، نسبی تعلق میراث کی بنیاد ہے —— رہی متبنّٰی کی پریشانی تو حسن سلوک سے کس نے روکا ہے؟ زندگی میں جتنا چاہے دے اور موت کے بعد تہائی ترکہ سے وصیت کرے، اور کوئی رشتہ دار نہ ہو تو سارے ترکہ کی بھی وصیت کرسکتا ہے۔

آیت پاک: —— نبی (ﷺ) مؤمنین سے ان کی ذاتوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں —— وہ ہماری وہ ہمدردی فرماتے ہیں کہ ہم خود ہماری ویسی خیر خواہی نہیں کرسکتے، اس لئے آپ مؤمنین کے حق میں بمنزلۂ باپ کے ہیں، بلکہ اس سے بھی بہ مراتب بڑھ کر، سنن ابی داؤد میں ہے: إنما أنا لكم بمنزلة الوالد: میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے ہوں، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں: ﴿النَّبِیُّ أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ﴾ کے بعد وھو أَبٌ لھم بھی ہے —— اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں —— یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ آپ ﷺ مؤمنین کے باپ ہیں —— مگر یہ ایمانی اور روحانی تعلق ہے، اطاعت میں نبی ﷺ کا درجہ باپ سے بڑھا ہوا ہے اور خدمت میں امہات المؤمنین کا، مگر اس پر نسب کے احکام جاری نہیں ہونگے۔

دوسری مثال: —— اور قرابت دار ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں نوشتۂ الٰہی میں، بہ نسبت دوسرے مؤمنین اور مہاجرین کے —— نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد مہاجرین وانصار میں سے دو دو آدمیوں کو آپس میں بھائی بنادیا تھا، اور اس اخوت کی بنیاد پر میراث بھی ملتی تھی، بعد میں جب مہاجرین کے قرابت دار مسلمان ہوگئے تو ناتا کو بھائی

چارہ سے مقدم کردیا —— مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرو، یہ بات بھی نوشتۂ الٰہی میں لکھی ہوئی ہے —— یعنی ہدیہ دو یا تہائی ترکہ سے وصیت کرو، اس کی گنجائش ہے —— متبنیٰ کے ساتھ بھی اسی طرح حسن سلوک کیا جاسکتا ہے۔

مؤمنین نے بہ توسط انبیاء اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ وہ احکام پر عمل کریں گے

اب تبنّی (گود لینے) کی بحث ختم کرتے ہیں، اور نصیحت فرماتے ہیں کہ متبنّی کے سلسلہ میں جو احکام دیئے گئے ہیں ان پر عمل کرو، کیونکہ مؤمنین نے انبیاء کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کو پختہ وچن دیا ہے کہ وہ احکام الٰہی پر عمل کریں گے، چنانچہ قیامت کے دن اس کی جانچ ہوگی کہ کس نے عمل کیا اور کس نے نہیں کیا؟ جس نے عمل کیا اس کو انعامات سے نوازا جائے گا، اور جس نے انکار کیا اس کو دردناک عذاب سے سابقہ پڑے گا، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور (یاد کرو) جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا عہد لیا —— عہد الست میں یہ عہد تمام نبیوں کی امتوں سے بھی لیا گیا ہے، مگر اشرف کا ذکر فرمایا، جیسے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم تمام زمینی مخلوقات کو دیا تھا، مگر فرشتوں کا تذکرہ اس لئے کیا کہ وہ اشرف مخلوق تھے، اور بڑوں کو جو حکم دیا جاتا ہے وہ چھوٹوں کے لئے بھی ہوتا ہے، چنانچہ تمام انبیاء کے تذکرہ کے بعد پانچ اولوالعزم انبیاء کا تذکرہ فرماتے ہیں —— اور آپؐ سے، اور نوح وابراہیم وموسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور ہم نے ان سے خوب پختہ عہد لیا —— عیسیٰ کے ساتھ ابن مریم: عیسائیوں کے عقیدۃ کی تردید کے لئے بڑھایا ہے کہ جو بندہ جنا گیا وہ خدایا خدائی میں حصہ دار کیسے ہوسکتا ہے۔

عہد کا انجام: —— تاکہ سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں تحقیق کرے، اور منکروں کے لئے دردناک سزا تیار کی ہے —— لیسئل: میں لام عاقبت ہے، یعنی وچن دیا ہے تو تحقیق بھی ہوگی کہ پورا کیا یا توڑ دیا —— اسی عہد ومیثاق کو سورت کے آخر میں امانت سے تعبیر کیا ہے یعنی مکلّف ہونے کی صلاحیت انسان میں رکھی ہے، آخرت میں اسی کا جائزہ لیا جائے گا۔

ربط: اس سورت کی پہلی آیت میں ہے: اے پیغمبر! اللہ سے ڈریں یعنی اس کے احکام کی تعمیل کریں، اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں، یہ پوری سورت اسی آیت کی تفسیر ہے، ایک معاملہ بیان ہوچکا، منافقین نے نبی ﷺ کو 'دولہا' کہہ کر تھیکڑی اڑائی تھی، اس کا بیان پورا ہوا۔ اب غزوۂ احزاب وقریظہ کا بیان شروع ہوتا ہے، ان غزوات میں کفار ومنافقین کا کردار کیا رہا؟ یہ بات دور تک بیان کی گئی ہے، پہلے آپ ان دونوں غزوات کی تفصیل پڑھ لیں تاکہ آیات پاک کو سمجھنے میں مدد ملے۔

غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق

(مع غزوۂ بنو قریظہ)

أحزاب: حِزب کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: پارٹی، طاقت ور جماعت، ایسی جماعت جس میں یکساں اغراض ومقاصد کے لئے لوگ شامل ہوں، اس غزوہ میں چونکہ قریش، غطفان، کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل حملہ آور ہوئے تھے، اس لئے اس کا نام غزوہ احزاب ہے۔

الخندق: میدانِ جنگ میں دشمن کے حملہ سے حفاظت کے لئے کھودا ہوا گہرا اور لمبا گڑھا، چونکہ اس جنگ میں جبل سَلَع کے پاس دشمن کا دباؤ روکنے کے لئے لمبا گڑھا کھودا گیا تھا، اس لئے اس کا نام غزوۂ خندق بھی ہے۔

واقعات کا تسلسل:

۱- جب ابوسفیان اور اس کے رفقاء غزوۂ احد سے واپس ہونے لگے تو ابوسفیان نے کہا تھا: آئندہ سال بدر میں پھر لڑیں گے، رسول اللہ ﷺ نے جواب دلوایا: ٹھیک ہے، یہ بات ہمارے اور تمہارے درمیان طے رہی، چنانچہ اگلے سال نبی ﷺ نے جنگ کی تیاری شروع کی اور شعبان ۴ ہجری میں آپؐ نے طے شدہ جنگ کے لئے بدر کا رخ کیا، آپؐ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار فوج تھی، اور دس گھوڑے تھے، آپؐ بدر پہنچ کر مشرکین کے انتظار میں خیمہ زن ہوگئے۔

دوسری طرف ابوسفیان بھی پچاس سواروں سمیت دو ہزار مشرکین کی جمعیت لے کر روانہ ہوا اور مکہ سے ایک مرحلہ پر وادی مر الظہران پہنچ کر مِجَنَّہ نامی چشمہ پر خیمہ زن ہوا، مگر وہ مکہ سے بوجھل اور بد دل نکلا تھا، وہ خوف زدہ ہوگیا، مر الظہران میں اس کی ہمت جواب دے گئی، اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: جنگ اس وقت موزوں ہوتی ہے جب شادابی اور ہریالی ہو، جانور چرسکیں اور تم دودھ پی سکو، اِس وقت خشک سالی ہے، لہٰذا میں واپس جارہا ہوں، تم بھی واپس چلو، ابوسفیان کے اس اعلان کی کسی نے مخالفت نہیں کی، گویا سب اس اعلان کے منتظر تھے، مسلمانوں نے بدر میں آٹھ دن تک دشمن کا انتظار کیا، سامانِ تجارت بیچ کر نفع حاصل کیا اور اس شان سے مدینہ واپس آئے کہ دلوں پر ان کی دھاک بیٹھ چکی تھی، اور ماحول پر ان کی گرفت مضبوط ہوچکی تھی (یہ غزوۂ بدر دوم اور غزوۂ بدر صغری کہلاتا ہے)

۲- احد میں جیتی ہوئی جنگ قریش نے ہار دی تھی، جنگ کے آخر میں ان کا ہاتھ اوپر ہوگیا تھا، مگر وہ لوگ فتح کا کوئی فائدہ اٹھائے بغیر واپس ہوگئے، وہ مسلمانوں کا استیصال نہیں کرسکے، اس کا ان کو شدید افسوس تھا، اس لئے وہ چاہتے تھے کہ مدینہ والوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑیں اور مسلمانوں کی جڑ کاٹ دیں۔

۳- بنونضیر کے یہودی جو مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تھے اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے، ان کا دلوں کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا، جب دور دور تک مسلمانوں کی حکمرانی کا سکہ بیٹھ گیا تو انہیں سخت جلن ہوئی، انھوں نے نئے سرے سے سازش شروع کی اور مسلمانوں پر ایک ایسی آخری کاری ضرب لگانے کی تیاری شروع کی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا چراغ گل ہو جائے، چونکہ ان میں براہِ راست مسلمانوں سے ٹکر لینے کی جرأت نہیں تھی، اس لئے انھوں نے ایک خطرناک پلان بنایا، بنونضیر کے بیس سردار مکہ قریش کے پاس گئے، اور انہیں مسلمانوں کے خلاف آمادۂ جنگ کرنے کے لئے اپنی مدد کا پورا یقین دلایا، اس کے بعد یہود کا یہ وفد بنوغطفان کے پاس گیا اور قریش ہی کی طرح انہیں بھی آمادۂ جنگ کیا، وہ بھی تیار ہو گئے، پھر اس وفد نے باقی قبائل عرب میں گھوم کر لوگوں کو جنگ کی ترغیب دی، چنانچہ ان قبائل کے بھی بہت سے افراد تیار ہو گئے، اس طرح یہودی بازی گروں نے کامیابی کے ساتھ کفر کے بڑے بڑے گروہوں اور جتھوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کے لئے تیار کر لیا، چنانچہ شوال ۵ ہجری میں قریش، کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل نے مدینہ کی جانب کوچ کیا، ان کا سپہ سالار ابوسفیان تھا، اور ان کی تعداد چار ہزار تھی، جب یہ لشکر مرالظہر ان پہنچا تو بنوسلیم بھی اس میں آشامل ہوئے اور مشرق کی طرف سے غطفانی قبائل: فزارہ، مرّہ اور اشجع نے کوچ کیا، ان تمام قبائل نے ایک مقررہ وقت اور مقررہ پروگرام کے ماتحت مدینے کا رخ کیا، ان کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی، جو مدینہ کی پوری آبادی سے بھی زیادہ تھی، یہ سب یہ عزم مصمم لے کر چلے تھے کہ اس مرتبہ مسلمانوں کا استیصال کر کے ہی لوٹیں گے۔

۴- نبی ﷺ کو جب ان کی روانگی کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا، انھوں نے کہا: میدان میں مقابلہ مناسب نہیں، فارس میں جب زبردست لشکر حملہ آور ہوتا ہے تو خندق کھود کر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے، نبی ﷺ نے اور صحابہ نے اس رائے کو پسند کیا، چنانچہ آپؐ نے خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی اور کھدائی کا کام شروع ہو گیا، یہ قحط کا زمانہ تھا، سردی کا موسم تھا، راتیں ٹھنڈی تھیں، ٹھنڈی ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے، صحابہ پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے، تین ہزار صحابہ ذوق وشوق سے خندق کھودنے میں جُتے ہوئے تھے، جذبہ ایمانی پر جوش تھا، سب مل کر نغمہ زن تھے، سرکارِ مدینہ بذاتِ خود شریک کار تھے، شکم مبارک غبار سے اٹ گیا تھا، اور زبان پر حمد وشکر کا ترانہ تھا۔

۵- چھ دن میں کوہ سلع کے قریب خندق کی کھدائی مکمل ہوئی، اور لشکر اسلام وہاں خیمہ زن ہوا، کفار کا لشکر مدینہ پہنچا تو خندق نے ان کا استقبال کیا، وہ حیران رہ گئے، یہ صورتِ حال ان کے لئے نئی تھی، اور پریشان کن بھی، خندق عبور کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی، طرفین سے تیراندازی شروع ہو گئی، بیس دن یا ایک ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

۶-مشرکین خندق پار کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے، لیکن مسلمان تیروں سے ان کا مقابلہ کرتے تھے اور ایسی پامردی سے ان کا مقابلہ کرتے تھے کہ ان کی ہر کوشش ناکام ہو جاتی تھی، اُن پُر زور مقابلوں میں نبی ﷺ اور صحابہ کرام کی بعض نمازیں بھی فوت ہوگئیں، جو بعد میں قضا کی گئیں، اور اسی تیراندازی کے دوران صدیق الانصار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک تیر لگا جس سے ان کے بازو کی شہ رگ کٹ گئی، اور وہی بالآخر ان کی موت کا سبب بنی۔

۷-لشکر کفار کے شہسواروں کو گوارہ نہ تھا کہ اس طرح خندق کے پاس نتائج کے انتظار میں بے فائدہ محاصرہ کئے پڑے رہیں، چنانچہ ان کی ایک جماعت نے جن میں عمرو بن وُدّ، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب وغیرہ تھے، ایک تنگ مقام سے خندق پار کرلی اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا، ادھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کے ہمراہ نکلے، اور عمرو بن وُدّ کے مقابل ہوئے، دونوں میں پُر زور ٹکر ہوئی، ایک نے دوسرے پر بڑھ چڑھ کر وار کئے، بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کردیا، باقی مشرکین بھاگ کر خندق پار چلے گئے، وہ اس قدر حواس باختہ تھے کہ عکرمہ بھاگتے ہوئے اپنا نیزہ بھی چھوڑ گیا۔

۸-ایک طرف مسلمان محاذِ جنگ پر مشکلات سے دوچار تھے، دوسری طرف سازش جاری تھی، خیبر کے یہود اس کوشش میں تھے کہ مسلمانوں سے آخری بدلہ لے لیں، مجرم اکبر بنونضیر کا سردار حُیَیّ بن اخطب بنوقریظہ کے پاس آیا، اور ان کے سردار کعب بن اسعد کو ورغلایا، یہ شخص بنوقریظہ کی طرف سے عہد و پیمان باندھنے توڑنے کا مختار و مُجاز تھا، اور اسی نے نبی ﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ جنگ کے مواقع پر اس کا قبیلہ آپ کی مدد کرے گا، حیی: کعب کے پاس آیا اور طرح طرح کی باتیں کرکے اور سبز باغ دکھا کر کعب کو عہد توڑنے پر راضی کرلیا اور بنوقریظہ عملی طور پر جنگی کاروائیوں میں مصرف ہوگئے، اور مشرکین کے ساتھ اپنے اتحاد کا عملی ثبوت پیش کرنے کے لئے رسد رسانی شروع کردی، حتی کہ مسلمانوں نے ان کی رسد کے بیس اونٹوں پر قبضہ بھی کرلیا۔

۹-عورتوں کو 'فارع' نامی قلعہ میں حفاظت کی غرض سے جمع کیا گیا تھا، اور ان کی نگرانی کے لئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا تھا، ایک یہودی اس قلعہ کے اردگرد چکر کاٹنے لگا، یہ اس وقت کی بات ہے جب بنوقریظہ عہد و پیمان توڑ کر مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہوچکے تھے، اور عورتوں اور بچوں کی طرف سے کوئی دفاع کرنے والا نہ تھا، اس لئے نبی ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ یہودی قلعہ کا چکر کاٹ رہا ہے، اور مجھے اندیشہ ہے کہ باقی یہود ہماری کمزوری سے آگاہ ہوجائیں گے کہ قلعہ میں کوئی فوج نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمان ان کی مدد کو نہیں پہنچ سکتے، وہ اپنے معاملات میں الجھے ہوئے ہیں، پس ایسا نہ ہو کہ یہود قلعہ پر

چڑھائی کردیں، تم جا کر اس کو قتل کردو، حضرت حسانؓ نے کہا: تم جانتی ہو کہ میں اس کام کا آدمی نہیں ہوں، پس حضرت صفیہؓ نے خود کمر باندھی، ایک بھاری لکڑی لی، اور قلعے سے اتر کر اس یہودی کے پاس پہنچی اور اس کو لکڑی سے مار مار کر ختم کردیا، پھر واپس آئیں اور حضرت حسان سے کہا: جاؤ، اس کے ہتھیار اتار لاؤ، حضرت حسانؓ نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

۱۰- جب نبی ﷺ کو بنو قریظہ کی بدعہدی کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فوراً تحقیق حال کے لئے اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ کو اور خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادۃ کو روانہ کیا، اور اُن سے کہہ دیا کہ اگر نقض عہد کی خبر صحیح ہو تو مبہم خبر دینا، جب یہ دونوں حضرات ان کے قریب پہنچے تو ان کو انتہائی خباثت پر آمادہ پایا، انھوں نے علانیہ گالیاں بکیں اور رسول اللہ ﷺ کی اہانت کی، انھوں نے کہا: اللہ کا رسول کون ہوتا ہے؟ ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی عہد نہیں، یہ سن کر وہ دونوں حضرات واپس آئے، اور مبہم الفاظ میں کہا: عضل وقارہ! یعنی ان قبائل کی طرح بنو قریظہ نے بھی بدعہدی کی ہے، یہ بات اگرچہ اشارہ کنایہ میں کہی گئی تھی، مگر عام لوگوں کو صورتِ حال کا علم ہوگیا، اور اس طرح ایک خوفناک خطرہ ان کے سامنے مجسم ہوگیا۔

۱۱- اسی موقعہ پر منافقین نے بھی سر ابھارا، وہ کہنے لگے: محمد ہم سے وعدے کرتے تھے کہ ہم قیصر وکسری کے خزانے کھائیں گے، اور یہاں حالت یہ ہے کہ استنجے جانا بھی خطرہ سے خالی نہیں، اور بعض منافقین اپنے سرداروں سے یہ کہہ کر اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے گھروں کی خبر لیں۔

۱۲- ایک طرف لشکر کا یہ حال تھا، دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت تھی کہ آپ بنو قریظہ کی بدعہدی کی خبر سن کر اپنا سر اور چہرہ کپڑے سے ڈھانک کر چت لیٹ گئے، اور دیر تک لیٹے رہے، اس سے صحابہ کا اضطراب بڑھ گیا، مگر جلد ہی آپ ﷺ پر امید غالب آگئی، آپؐ اٹھ بیٹھے، اور فرمایا: مسلمانو! اللہ کی مدد اور فتح کی خوش خبری سن لو! اس کے بعد آپؐ نے پیش آمدہ حالات سے نمٹنے کی صورتوں پر غور شروع کیا، چنانچہ مدینہ کی حفاظت کے لئے فوج کا ایک حصہ روانہ فرمایا، تاکہ یہود کی طرف سے عورتوں اور بچوں پر اچانک کوئی حملہ نہ ہوجائے۔

علاوہ ازیں: ایک فیصلہ کن اقدام کی ضرورت تھی، جس سے دشمن کے مختلف گروہوں میں پھوٹ پڑ جائے اور ان کو ایک دوسرے سے الگ کردیا جائے، چنانچہ آپؐ نے سوچا کہ بنو غطفان کے دونوں سرداروں عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے مدینہ کی ایک تہائی پیداوار پر مصالحت کرلی جائے، تاکہ وہ اپنے قبیلوں کو لے کر واپس ہوجائیں اور تنہا قریش سے نمٹنا آسان ہوجائے۔

مگر جب آپؐ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو دونوں

سرداروں نے بیک زبان کہا: یارسول اللہ! اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر! اور اگر آپؐ محض ہماری خاطر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں، جب ہم مشرک تھے تب وہ لوگ میزبانی یا خرید وفروخت کے سوا ایک دانے کی بھی طمع نہیں کر سکتے تھے، اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دولتِ اسلام سے نوازا، اور آپؐ کے ذریعہ عزت بخشی، ہم اپنا مال ان کو کیسے دے سکتے ہیں؟ اب تو ہم ان کو اپنی تلواریں دیں گے! آپؐ نے فرمایا: جب میں نے دیکھا کہ سارا عرب تم پر پل پڑا ہے اور ایک کمان سے وار کیا ہے تو تمہاری خاطر میں نے یہ کام کرنا چاہا تھا۔

۱۳- پھر اللہ کا فضل ہوا، دشمن میں پھوٹ پڑ گئی، اور ان کی دھار کند ہو گئی، ہوا یہ کہ بنو غطفان کے ایک صاحب جن کا نام نُعیم بن مسعود بن عامر اشجعی تھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مسلمان ہوئے، اور عرض کیا کہ ابھی لوگوں کو میرے اسلام کا علم نہیں، آپ مجھے کوئی حکم دیں، میں اس کی تعمیل کروں گا، آپؐ نے فرمایا: تم فقط ایک آدمی ہو (اس لئے کوئی فوجی اقدام تو کر نہیں سکتے) ہاں تم دشمن میں پھوٹ ڈالو، اور ان کی حوصلہ شکنی کرو، کیونکہ جنگ خُدْعَةَ (چال چلنے کا نام) ہے۔

چنانچہ حضرت نُعیم رضی اللہ عنہ فوراً بنو قریظہ کے پاس پہنچے (زمانہ جاہلیت سے ان کا ان کے ساتھ بڑا میل جول تھا) وہاں پہنچ کر ان سے کہا: آپ لوگ جانتے ہیں: مجھے آپ لوگوں سے محبت اور خصوصی تعلق ہے، انھوں نے کہا: جی ہاں! نعیم نے کہا: پھر سنو! قریش کا معاملہ آپ لوگوں سے مختلف ہے، آپ لوگ یہاں کے ہیں، آپ لوگوں کا گھر بار یہاں ہے، مال ودولت اور کاروبار یہاں ہے، آپ لوگ اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتے اور قریش وغطفان باہر کے ہیں، وہ محمد سے جنگ کرنے آئے تو آپ لوگوں نے ان کا ساتھ دیا، کل کو اگر وہ بوریا بستر باندھ کر چل دیئے تو آپ لوگ ہونگے اور محمد ہونگے، وہ جس طرح چاہیں گے آپ لوگوں سے انتقام لیں گے، اس پر بنو قریظہ چونکے، انھوں نے کہا: بتایئے اب کیا کیا جائے؟ نعیم نے کہا: قریش جب تک آپ لوگوں کو اپنے آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں آپ ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں، بنو قریظہ نے کہا: آپ نے بہت مناسب رائے دی!

پھر نعیم سیدھے قریش کے پاس پہنچے اور ان سے کہا: آپ لوگوں سے مجھے جو محبت اور جذبہ خیر خواہی ہے، اسے آپ جانتے ہیں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! نعیم نے کہا: اچھا تو اب سنو! بنو قریظہ نے محمد کے ساتھ جو عہد شکنی کی ہے وہ اس پر نادم ہیں، اور اب ان لوگوں نے طے کیا ہے کہ وہ آپ لوگوں سے کچھ یرغمال حاصل کر کے محمد کے حوالے کریں گے، اور اس طرح محمد سے اپنا معاملہ استوار کر لیں گے، لہٰذا اگر وہ یرغمال طلب کریں تو آپ لوگ ہرگز اپنے آدمی نہ دیں، پھر غطفان کے پاس جا کر بھی یہی بات کہی، اس طرح ان کے بھی کان کھڑے کر دیئے۔

اس کے بعد جمعہ اور بار کی درمیانی رات میں قریش نے یہود کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا قیام کسی سازگار اور موزون جگہ میں نہیں ہے، گھوڑے اور اونٹ مر رہے ہیں، اس لئے ادھر سے ہم اور اُدھر سے آپ لوگ اٹھیں اور ایک ساتھ محمد پر حملہ کردیں، یہود نے جواب دیا: آج بار کا دن ہے، ہم آج کچھ نہیں کرسکتے، علاوہ ازیں جب تک آپ لوگ اپنے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہیں دیں گے ہم لڑائی میں شریک نہیں ہونگے، جب یہ جواب قریش اور غطفان کو پہنچا تو انھوں نے کہا: واللہ! نعیم نے سچ کہا تھا! چنانچہ انھوں نے یہود کو کہلا بھیجا کہ خدا کی قسم! ہم آپ کو کوئی آدمی نہیں دیں گے، بغیر کسی ضمانت کے آپ لوگ ہمارے ساتھ مل کر محمد سے لڑیں، یہ سن کر بنو قریظہ نے کہا: واللہ! نعیم نے ہم سے سچ ہی کہا تھا! اس طرح دونوں فریق کا اعتماد ایک دوسرے سے اٹھ گیا، اور ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی، اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔

۱۴- اِدھر رسول اللہ ﷺ اور مسلمان دعاؤں میں لگے ہوئے تھے: اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ آمِنْ رَوْعَاتِنَا: اے اللہ! ہماری پردہ پوشی فرما! اور ہمیں خطرات سے مامون فرما، اور نبی ﷺ یہ دعا فرما رہے تھے: اَللّٰهُمَّ! مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ: اے اللہ! اے قرآن کے اتارنے والے! اے جلدی حساب لینے والے! ان لشکروں کو شکست دیں، اے اللہ! انہیں شکست دیں اور انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیں!

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی اور مسلمانوں کی دعائیں سن لیں، اور تند و تیز ہواؤں کا طوفان بھیج دیا، جس نے کفار کے خیمے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں پلٹ دیں، طنابیں اکھاڑ دیں اور کسی چیز کو قرار نہ رہا، ساتھ ہی فرشتوں کا لشکر بھیج دیا جس نے ان کو ہلا کر رکھ دیا، اور ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا اور ان کے کمانڈر انچیف نے واپسی کا اعلان کردیا، صبح ہوئی تو میدان صاف تھا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے دشمن کو کسی خیر کے حصول کا موقعہ دیئے بغیر غیظ و غضب میں بھرے ہوئے واپس کردیا، اور اللہ تعالیٰ ان سے جنگ کے لئے کافی ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا، مسلمانوں کے لشکر کو عزت بخشی اور تن تنہا سارے لشکر کو شکست دیدی اور آپؐ لشکر کے ساتھ مظفر و منصور مدینہ واپس آئے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝٩ إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ ٱلْأَبْصَٰرُ وَبَلَغَتِ ٱلْقُلُوبُ ٱلْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِٱللَّهِ ٱلظُّنُونَا۠ ۝١٠ هُنَالِكَ ٱبْتُلِىَ ٱلْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا۟ زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝١١

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے جو	لَمْ تَرَوْهَا	جن کو تم نے دیکھا نہیں	الْقُلُوْبُ	دل
اٰمَنُوا	ایمان لائے	وَكَانَ اللّٰهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ	الْحَنَاجِرَ (۲)	گلوں تک
اذْكُرُوْا	یاد کرو	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	جو کچھ تم کرتے ہو	وَتَظُنُّوْنَ	اور گمان کرنے لگے تم
نِعْمَةَ اللّٰهِ	اللہ کا احسان	بَصِيْرًا	دیکھنے والے	بِاللّٰهِ	اللہ کے بارے میں
عَلَيْكُمْ	تم پر	اِذْ جَآءُوْكُمْ	جب آئے وہ تم پر	الظُّنُوْنَا	طرح طرح کے گمان
اِذْ جَآءَتْكُمْ	جب آئیں تم پر	مِّنْ فَوْقِكُمْ	تمہارے اوپر سے	هُنَالِكَ	اس جگہ
جُنُوْدٌ	فوجیں	وَمِنْ اَسْفَلَ	اور نیچے سے	ابْتُلِيَ	جانچے گئے
فَاَرْسَلْنَا	پس بھیجی ہم نے	مِنْكُمْ	تمہارے	الْمُؤْمِنُوْنَ	مؤمنین
عَلَيْهِمْ	ان پر	وَاِذْ زَاغَتِ (۱)	اور جب ٹیڑھی ہوگئیں	وَزُلْزِلُوْا	اور جھنجھوڑے گئے
رِيْحًا	ہوا	الْاَبْصَارُ	آنکھیں	زِلْزَالًا	جھنجھوڑنا
وَّجُنُوْدًا	اور ایسی فوجیں	وَبَلَغَتِ	اور پہنچ گئے	شَدِيْدًا	سخت

غزوۂ احزاب میں مشرکین کے تمام جتھوں نے مدینہ پر ہلّہ بول دیا

ارشادِ پاک ہے: —— اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، جب تم پر لشکر چڑھ آئے، پس ہم نے ان پر ہوا اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے دیکھا نہیں! —— یعنی فرشتوں کی فوجیں اتار دیں، جو کفار کے دلوں میں رعب ڈال رہی تھیں —— اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے دیکھ رہے تھے —— یعنی تم سخت جاڑے میں پیٹ پر پتھر باندھ کر اسلام کی حفاظت کے لئے خندق کھود رہے تھے، پھر جب دشمن نے ہلّہ بول دیا تو تم نے مردانہ وار مقابلہ کیا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے تھے، چنانچہ جب محاصرہ طویل ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے مدد بھیجی، سرد ہوا کے جھکّڑ چلے اور فرشتے اترے، جنھوں نے دشمن کے دلوں میں رعب ڈالا، جس سے ان کی ہوا اکھڑ گئی، اور وہ سر پے پیر رکھ کر بھاگے، اور تم مظفر و منصور لوٹے، یہ اللہ کا احسان یاد کرو، اور اس کا شکر بجالاؤ۔

(یاد کرو) جب لوگ تم پر چڑھ آئے، تمہاری اوپر کی جانب سے —— اِدھر مشرق کی جانب میں بنو قریظہ تھے —— اور تمہاری نیچے کی جانب سے —— اِدھر مغربی جانب میں قریش، اسد، غطفان اور سلیم تھے —— اور جب آنکھیں پھٹی

(۱) زاغ (ض) زیغا: اعتدال سے ہٹنا، کج ہونا (۲) الحناجر: حَنْجَرَة کی جمع: حلق، گلا، نرخرہ۔

کی پھٹی رہ گئیں، اور کلیجے منہ کو آ گئے، اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کر رہے تھے ـــــ یہ اسلام کے دعویدار منافقین کا حال ہے، وہ کیا کیا سوچ رہے تھے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اس موقع پر مسلمانوں کا امتحان کیا گیا، اور وہ سخت جھنجھوڑے گئے! ـــــ مگر وہ ثابت قدم رہے، یہ مخلص (کھرے) مسلمانوں کا حال ہے۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَي الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَاۗىِٕكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾

ع ۱۴

وَاِذْ یَقُوْلُ	(یاد کرو) جب کہہ رہے تھے	النَّبِیَّ	نبی (ﷺ) سے	عَاهَدُوا	پیمان باندھا انھوں نے
الْمُنٰفِقُوْنَ	منافقین	یَقُوْلُوْنَ	کہہ رہے ہیں وہ	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ سے
وَ الَّذِیْنَ	اور وہ جن کے	اِنَّ بُیُوْتَنَا	بے شک ہمارے گھر	مِنْ قَبْلُ	اس سے پہلے
فِیْ قُلُوْبِهِمْ	دلوں میں	عَوْرَةٌ (۱)	غیر محفوظ ہیں	لَا یُوَلُّوْنَ	(کہ) نہیں پھیریں گے وہ
مَّرَضٌ	روگ ہے	وَمَا هِیَ	اور نہیں ہیں وہ	الْاَدْبَارَ	پیٹھیں
مَّا وَعَدَنَا	نہیں وعدہ کیا	بِعَوْرَةٍ	غیر محفوظ	وَكَانَ	اور ہے
اللّٰهُ	اللہ نے	اِنْ یُّرِیْدُوْنَ	نہیں چاہتے وہ	عَهْدُ	پیمان
وَرَسُوْلُهٗ	اور اس کے رسول نے	اِلَّا فِرَارًا	مگر بھاگنا	اللّٰهِ	اللہ کا
اِلَّا غُرُوْرًا	مگر فریب کا	وَلَوْ دُخِلَتْ (۲)	اور اگر گھسا جائے	مَسْـُٔوْلًا	پوچھا ہوا
وَاِذْ قَالَتْ	اور (یاد کرو) جب کہا	عَلَیْهِمْ	ان پر	قُلْ	کہیں
طَّآئِفَةٌ	ایک جماعت نے	مِّنْ اَقْطَارِهَا	مدینہ کے اطراف سے	لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ	کام نہیں آئیگا تمہارے
مِّنْهُمْ	ان میں سے	ثُمَّ سُئِلُوا	پھر وہ مطالبہ کیے جائیں	الْفِرَارُ	بھاگنا
یٰٓاَهْلَ یَثْرِبَ	اے یثرب والو!	الْفِتْنَةَ (۳)	دنگا فساد کے	اِنْ فَرَرْتُمْ	اگر بھاگے تم
لَا مُقَامَ	ٹھہرنے کی جگہ نہیں	لَاٰتَوْهَا	تو آئیں وہ اس	مِّنَ الْمَوْتِ	موت سے
لَكُمْ	تمہارے لئے		(دنگے) میں	اَوِ الْقَتْلِ	یا قتل سے
فَارْجِعُوْا	پس لوٹ جاؤ	وَمَا تَلَبَّثُوْا	اور نہ رکیں وہ	وَاِذًا	اور تب
وَیَسْتَاْذِنُ	اور اجازت مانگ رہی ہے	بِهَآ	مدینہ میں	لَّا تُمَتَّعُوْنَ (۴)	نہیں پھل پاؤ گے تم
فَرِیْقٌ	ایک جماعت	اِلَّا یَسِیْرًا	مگر تھوڑا	اِلَّا قَلِیْلًا	مگر تھوڑا سا
مِّنْهُمْ	ان میں سے	وَلَقَدْ كَانُوْا	اور البتہ تحقیق تھے وہ	قُلْ	پوچھیں

(۱) عورۃ: انسان کی شرمگاہ، زن (عورت) اور وہ شگاف جو کپڑے اور گھر وغیرہ میں پڑ جاتا ہے، آیت میں یہ آخری معنی ہیں یعنی ہمارے گھروں میں جگہ جگہ گھسنے کی جگہ ہے کہ جو چاہے چلا آئے۔ (۲) دُخِلَت: آ گھسنا، دخول سے ماضی مجہول (۳) فتنۃ کے بہت معانی ہیں، یہاں دنگا فساد مراد ہے، جہاد: احوال سنوارنے کی محنت کا نام ہے، اور اس کا مقابل دنگا فساد باقی رکھنے کی محنت کا نام ہے (۴) لاتمتعون: تمتع سے مضارع منفی مجہول، تمتع: برتنا، فائدہ اٹھانا۔

مَنۡ ذَا	کون ہے یہ	لِاِخۡوَانِہِمۡ	اپنے بھائیوں سے	فَاِذَا	پس جب
الَّذِیۡ	جو	هَلُمَّ [۲]	چلے آؤ	ذَهَبَ	چلا گیا
يَعۡصِمُكُمۡ	بچائے تم کو	اِلَيۡنَا	ہماری طرف	الۡخَوۡفُ	ڈر
مِّنَ اللّٰهِ	اللہ سے	وَلَا يَاۡتُوۡنَ	اور نہیں آتے وہ	سَلَقُوۡكُمۡ [۴]	پھبتیاں کسیں گے
اِنۡ اَرَادَ	اگر چاہیں وہ	الۡبَاۡسَ	لڑائی میں	بِاَلۡسِنَةٍ	زبانوں سے
بِكُمۡ	تمہارے ساتھ	اِلَّا قَلِيۡلًا	مگر تھوڑا سا	حِدَادٍ	تیز
سُوۡٓءًا	کوئی برائی	اَشِحَّةً [۳]	بخیلی کرتے ہوئے	اَشِحَّةً	بخیلی کرتے ہوئے
اَوۡ اَرَادَ	یا چاہیں وہ	عَلَيۡكُمۡ	تم پر	عَلَى الۡخَيۡرِ	مال پر
بِكُمۡ	تمہارے ساتھ	فَاِذَا	پس جب	اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ
رَحۡمَةً	کوئی بھلائی	جَآءَ	آیا	لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا	نہیں ایمان لائے
وَلَا يَجِدُوۡنَ	اور نہیں پائیں گے وہ	الۡخَوۡفُ	ڈر	فَاَحۡبَطَ	پس اکارت کر دیئے
لَهُمۡ	اپنے لئے	رَاَيۡتَهُمۡ	دیکھے گا تو ان کو	اللّٰهُ	اللہ نے
مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ	اللہ سے ورے	يَنۡظُرُوۡنَ	دیکھ رہے ہیں وہ	اَعۡمَالَهُمۡ	ان کے اعمال
وَلِيًّا	کوئی کارساز	اِلَيۡكَ	آپ کی طرف	وَكَانَ ذٰلِكَ	اور ہے یہ بات
وَّلَا نَصِيۡرًا	اور نہ کوئی مددگار	تَدُوۡرُ	گھومتی ہیں	عَلَى اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ پر
قَدۡ يَعۡلَمُ	بالیقین جانتے ہیں	اَعۡيُنُهُمۡ	ان کی آنکھیں	يَسِيۡرًا	آسان
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	كَالَّذِيۡ	جیسے وہ جو	يَحۡسَبُوۡنَ	گمان کرتے ہیں وہ
الۡمُعَوِّقِيۡنَ [۱]	روکنے والوں کو	يُغۡشٰى	چھا رہی ہو	الۡاَحۡزَابَ	جتھوں کو
مِنۡكُمۡ	تم میں سے	عَلَيۡهِ	اس پر	لَمۡ يَذۡهَبُوۡا	نہیں گئے وہ
وَالۡقَآئِلِيۡنَ	اور کہنے والوں کو	مِنَ الۡمَوۡتِ	موت	وَاِنۡ يَّاۡتِ	اور اگر آ جائیں

(۱) الۡمُعَوِّق: اسم فاعل: خیر سے روکنے والا عَاقَه (ن) عن الشيء عَوۡقًا کے بھی یہی معنی ہیں (۲) هَلُمَّ: اسم فعل، بمعنی امر (۳) أشحة: شحيح کی جمع: حریص، بخیل، یأتون کے فاعل سے حال ہے (۴) سَلَقَ (ن) فلانا بلسانه: کسی کو زبان سے تکلیف پہنچانا، پھبتیاں کسنا۔

الْاَحْزَابُ	جتھے	فِی الْاَعْرَابِ	بدؤں میں	كَانُوْا	ہوتے وہ
يَوَدُّوْا	آرزو کریں وہ	يَسْاَلُوْنَ	پوچھتے وہ	فِيْكُمْ	تم میں
لَوْ اَنَّهُمْ	کاش ہوتے وہ	عَنْ اَنْۢبَآىِٕكُمْ	تمہاری خبریں	مَّا قٰتَلُوْٓا	(تو) نہ لڑتے
بَادُوْنَ[1]	زندگی گذارنے والے	وَلَوْ	اور اگر	اِلَّا قَلِيْلًا	مگر تھوڑا سا

غزوۂ احزاب میں منافقین کا کردار

اللہ ورسول کا وعدہ فریب تھا! —— اور (یاد کرو) جب منافقین اور وہ جن کے دلوں میں روگ ہے —— دونوں ایک ہیں —— کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے محض دھوکہ کا وعدہ کیا تھا —— خندق کی کھدائی میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک سنگلاخ زمین آئی، کدال کام نہیں کر رہا تھا، صحابہ نے نبی ﷺ سے صورتِ حال عرض کی، آپؐ خندق میں اترے اور اس سنگلاخ جگہ پر کدال مارا تو وہ جگہ ریت کا تودہ بن گئی۔

اور مسند احمد اور نسائی میں یہ اضافہ ہے کہ آپؐ نے جب پہلی بار بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو وہ چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی، آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھ کو ملک شام کی کنجیاں دی گئیں، خدا کی قسم! شام کے سرخ محلوں کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، پھر آپؐ نے دوسری بار کدال ماری تو دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ کر گرا، آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! فارس کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں، خدا کی قسم! مدائن کے قصر ابیض کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، تیسری بار آپؐ نے بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو بقیہ چٹان ٹوٹ گئی، آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! یمن کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں، خدا کی قسم! صنعاء کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے اس جگہ کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سند اس روایت کی حسن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی بار کدال مارنے سے ایک روشنی ہوئی جس میں شام کے محل نظر آئے، آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی، اور یہ ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھ کو خبر دی کہ امت ان شہروں کو فتح کرے گی (سیرۃ المصطفیٰ ۲: ۳۱۷)

اس کو وہ کہہ رہے ہیں کہ نبی صاحب کہتے تھے کہ فارس، روم، صنعاء کے محلات مجھے دیئے گئے، اور یہاں یہ حال ہے کہ مسلمان قضائے حاجت کو بھی نہیں نکل سکتے، وہ وعدے کیا ہوئے؟ وہ محض فریب اور دھوکہ تھے!

ناچنا نہیں آنگن ٹیڑھا! —— اور (یاد کرو) جب ان میں سے بعض لوگوں نے کہا: اے یثرب والو! تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقع نہیں، پس لوٹ چلو —— یثرب: مدینہ شریف کا پرانا نام تھا، نبی ﷺ کی ہجرت کے بعد وہ

(۱) بادون: بَادٍ کی جمع: صحرانشیں، جنگل میں رہنے والے۔

مدینة الرسول کہلانے لگا، منافق یہ نیا نام لینے کے لئے بھی تیار نہیں، اس سے ان کی نفرت کا اندازہ کرو — ٹھہرنے کا موقع نہیں! یعنی سارا عرب پل پڑا ہے، تم چندان کا کیا مقابلہ کروگے، مسلمانوں سے جدا ہوکر گھر لوٹ چلو — اور بعض ان میں سے نبی (ﷺ) سے اجازت مانگتے ہیں، کہتے ہیں: ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں — شہر میں ناکہ بندی کر کے مضبوط حویلیوں میں زمانے کو رکھ دیا گیا تھا، وہ بہانہ بنا رہے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، کہیں چور گھس کر لوٹ نہ لیں — وہ محض بھاگنا چاہتے تھے — چنانچہ جو اجازت مانگتا آپؐ اس کو اجازت دیدیتے، جمعیت کم ہوجائے گی اس کی پرواہ نہ کرتے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین سو نفوس آپؐ کے ساتھ باقی رہ گئے (فوائد)

اصلاح میں سست فساد میں چست: — اور اگر کوئی ان پر مدینہ کے اطراف سے آگھسے، پھر ان سے دنگا فساد میں شرکت کا مطالبہ کرے تو وہ اس کو منظور کرلیں اور وہ مدینہ میں بہت کم ٹھہریں — یعنی اگر لشکر کفار کے کچھ لوگ اِدھر اُدھر سے مدینہ میں گھس جائیں، اور ان سے مطالبہ کریں کہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو، تو وہ فوراً مطالبہ مان لیں اور یکدم مدینہ سے نکل کران کے ساتھ ہولیں، گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا عذر نہ کریں، کیونکہ ان کی دلچسپیاں ان کے ساتھ ہیں، مسلمانوں کا تو وہ بددلی سے ساتھ دے رہے ہیں۔

اپنا عہد پس پشت ڈال دیا: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اس (غزوہ) سے پہلے اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی باز پرس ہونی ہے — جنگ احد کے بعد منافقین نے عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کریں گے، اس کی پوچھ ہوگی کہ وہ قول وقرار کہاں گیا! — غزوۂ احد میں عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر مدینہ لوٹ گیا تھا، ان منافقین نے یہ عہد کیا تھا۔

بھاگ کر موت یا قتل سے نہیں بچ سکتے: — آپ کہیں: تمہارے لئے بھاگنا ہرگز مفید نہیں ہوگا، اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگ رہے ہو — کیونکہ جس کی قسمت میں موت ہے وہ بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا، قضائے الٰہی ہر جگہ پہنچ کر رہے گی، اور اگر ابھی موت مقدر نہیں تو میدان سے بھاگنا بے سود ہے، کیا میدانِ جنگ میں سب مارے جاتے ہیں؟ — اور تب پھل نہیں پاؤگے مگر چند ہی دن! — یعنی فرض کرو: بھاگنے سے بچاؤ ہوگیا تو کتنے دن؟ آخر موت آنی ہے، اب نہیں، چند روز کے بعد آئے گی، بچ کر کہاں جاؤگے!

اللہ سے کون بچا سکتا ہے؟ — اور آپ پوچھیں: وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچالے، اگر وہ تمہارے ساتھ برائی چاہیں یا تمہارے ساتھ بھلائی چاہیں؟ — یعنی اللہ کے ارادے کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی، نہ کوئی تدبیر اور حیلہ اس

کے مقابلہ میں کام آسکتا ہے، پس آدمی کو چاہئے کہ اس پر توکل کرے، اور ہر حال میں اس کی مرضی کا طلب گار رہے، ورنہ دنیا کی برائی بھلائی یا سختی نرمی تو یقیناً پہنچ کر رہے گی (فوائد) ـــــ اور نہیں پائیں گے وہ اپنے لئے اللہ سے وَرے کوئی کارساز اور نہ کوئی مددگار ـــــ یعنی عرب کی مخالفت سے ڈرتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ حکم دیں تو مسلمان تمہارا بھرتا بنادیں!

کبھی میدان میں اترتے ہیں تو مالِ غنیمت کے لئے: ـــــ بالتحقیق اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تم میں سے روکنے والوں کو اور اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو کہ ہمارے پاس آجاؤ ـــــ کیوں مفت میں جان گنواتے ہو! ـــــ اور وہ لڑائی میں بہت ہی کم شرکت کرتے ہیں، تمہارے حق میں بخیلی کرتے ہوئے ـــــ یعنی شرما شرمی میں کبھی میدان میں آ کھڑے ہوتے ہیں، ورنہ عموماً گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں، اور اپنی برادری کے لوگوں کو بھی جو سچے مسلمان ہیں روکتے ہیں، اور کبھی کبھی میدان میں اس لئے اترتے ہیں کہ تنہا تمہیں مالِ غنیمت نہ مل جائے۔

خوف میں حال اور، اور امن میں حال اور: ـــــ اور جب خوف پیش آتا ہے تو آپ ان کو دیکھیں گے: دیکھ رہے ہونگے وہ آپ کی طرف گھوم رہی ہونگی ان کی آنکھیں، جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو ـــــ یہ ان کی بزدلی کا حال ہے ـــــ پھر جب وہ خوف دور ہوجاتا ہے تو تیز زبان سے دل خراش باتیں کرتے ہیں، مال پر بخیلی کرتے ہوئے ـــــ کہتے ہیں: کیوں ہم جنگ میں شریک نہیں تھے! ہماری پُشتی سے تم کو یہ فتح ملی ہے، اور مارے حرص کے غنیمت پر گرے پڑتے ہیں۔

اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے: ـــــ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال اکارت کردیئے، اور یہ بات اللہ کے نزدیک بہت آسان ہے! ـــــ ایمان کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں، عمل کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے، بدوں ایمان عمل مردہ ہے، پھر قبول کس طرح ہو، بے ایمان کی سب محنت اکارت ہے۔

احزاب منافقین کے لئے ہوّا: ـــــ ان کا خیال ہے کہ کافروں کے جتھے نہیں گئے ـــــ یعنی کفار کی فوجیں ناکام واپس جاچکی ہیں، لیکن ان ڈرپوک منافقوں کو ان کے چلے جانے کا یقین نہیں ـــــ اور اگر لشکر لوٹ آئیں تو وہ پسند کریں: کاش یہ بات ہوتی کہ بدوؤں میں ان کی بود و باش ہوتی، تمہاری خبریں پوچھتے! ـــــ یعنی فرض کیجئے! کفار کی فوجیں پھر لوٹ کر حملہ کردیں تو ان کی تمنا یہ ہوگی کہ کاش وہ صحرا نشیں ہوں، وہیں سے آنے جانے والوں سے پوچھ لیا کریں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے، اور لڑائی کا نقشہ کیسا ہے؟ ـــــ اور اگر وہ تم میں ہوتے تو بس یونہی لڑائی میں شرکت کرتے! ـــــ یعنی فوجوں کی واپسی پر جو جنگ ہوتی اس میں بھی منافقین کا کردار یہی رہتا، مجبوری میں جنگ میں برائے نام شرکت کرتے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾

لَقَدْ	اور البتہ تحقیق	اللّٰهَ	اللہ کو	وَرَسُوْلُهٗ	اور اس کے رسول نے
كَانَ	ہے	كَثِيْرًا	بہت	وَمَا زَادَهُمْ	اور نہیں بڑھایا ان کو
لَكُمْ	تمہارے لئے	وَلَمَّا رَاَ	اور جب دیکھا	اِلَّآ اِيْمَانًا	مگر ایمان میں
فِيْ رَسُوْلِ	رسول میں	الْمُؤْمِنُوْنَ	مومنین نے	وَّتَسْلِيْمًا	اور اطاعت میں
اللّٰهِ	اللہ کے	الْاَحْزَابَ	لشکروں کو	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	مومنین میں سے
اُسْوَةٌ (۱)	نمونۂ عمل	قَالُوْا	کہا انھوں نے	رِجَالٌ	کچھ مرد ہیں
حَسَنَةٌ	بہترین	هٰذَا مَا	یہ وہ ہے جو	صَدَقُوْا	سچ کر دکھایا انھوں نے
لِّمَنْ	اس کے لئے جو	وَعَدَنَا	وعدہ کیا ہم سے	مَا عَاهَدُوا	جو عہد کیا تھا انھوں نے
كَانَ يَرْجُوا	امید رکھتا ہے	اللّٰهُ	اللہ نے	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ سے
اللّٰهَ	اللہ کی	وَرَسُوْلُهٗ	اور اس کے رسول نے	عَلَيْهِ	اس پر
وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ	اور آخری دن کی	وَصَدَقَ	اور سچ کہا	فَمِنْهُمْ	پس ان میں سے بعض
وَذَكَرَ	اور یاد کیا اس نے	اللّٰهُ	اللہ نے	مَّنْ قَضٰى	جنھوں نے پوری کی

(۱) الأسوة: قابل تقلید عمل جو باعث تسلی ہو التسلی به: وَتَأَسّٰى بِهٖ: نقش قدم پر چلنا، اتباع کرنا (مادّہ أسوٌ)

نَحْبَهٗ[1]	اپنی منت	اِنْ شَآءَ	اگر چاہیں وہ	بِغَيْظِهِمْ	ان کے غصہ کے ساتھ
وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض	اَوْ يَتُوْبَ	یا توجہ فرمائیں	لَمْ يَنَالُوْا	نہیں حاصل کی انھوں نے
مَّنْ يَّنْتَظِرُ	جو منتظر ہیں	عَلَيْهِمْ	ان پر	خَيْرًا	کوئی خیر
وَمَا بَدَّلُوْا	اور نہیں بدلا انھوں نے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَكَفَى	اور کافی ہو گئے
تَبْدِيْلًا	ذرا بدلنا	كَانَ	ہیں	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
لِّيَجْزِيَ	تاکہ بدلہ دیں	غَفُوْرًا	بڑے بخشنے والے	الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین کی طرف سے
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	رَّحِيْمًا	بڑے مہربان	الْقِتَالَ	لڑنے کے لئے
الصّٰدِقِيْنَ	سچوں کو	وَرَدَّ	اور پھیر دیا	وَكَانَ	اور ہیں
بِصِدْقِهِمْ	ان کے سچ کا	اللّٰهُ	اللہ نے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَيُعَذِّبَ	اور سزا دیں	الَّذِيْنَ	جنھوں نے	قَوِيًّا	زور آور
الْمُنٰفِقِيْنَ	منافقوں کو	كَفَرُوْا	انکار کیا	عَزِيْزًا	زبردست

غزوۂ احزاب میں رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کے عظیم کارنامے

رسول اللہ ﷺ کی پامردی: ــــ بخدا! واقعہ یہ ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لئے جو اللہ کی اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے، اور اس نے اللہ کو بہت یاد کیا ــــ یعنی پیغمبر کو دیکھو، ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں! حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر ان ہی پر ہے، مگر مجال ہے پائے استقلال ذرا جنبش کھا جائے، جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں، اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں: ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے، چاہیئے کہ ہر معاملہ، ہر ایک حرکت وسکون، اور نشست وبرخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں، اور ہمت واستقلال وغیرہ میں ان کی چال چلیں (فوائد)

آغازِ جنگ میں صحابہ کا حال: ــــ اور جب مؤمنین نے لشکروں کو دیکھا تو کہا: یہ تو وہی منظر ہے جس کا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے وعدہ کیا ہے، اور اللہ نے اور اس کے رسول نے سچ فرمایا! اور اُس منظر نے ان کے ایمان واطاعت میں اضافہ ہی کیا ــــ یعنی پکے مسلمانوں نے جب دیکھا کہ کفر کی فوجیں اکٹھی ہو کر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہیں تو بجائے مذبذب یا پریشان ہونے کے ان کی اطاعت شعاری کا جذبہ اور ان کا یقین اللہ ورسول کے وعدوں پر اور

(۱) النَّحب: نذر، منت، نَحَبَ (ن) فلانٌ: نذر ماننا، نَحَبَ بکذا: شرط یا بازی لگانا۔

زیادہ بڑھ گیا، وہ کہنے لگے: یہ تو وہی منظر ہے جس کی خبر اللہ ورسول نے پہلے سے دے رکھی ہے، اور جس کے متعلق ان کا وعدہ ہو چکا ہے (فوائد)

جنگ کے بعد صحابہ کا حال: ـــــ اور مؤمنین میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے سچ کر دکھایا اس بات کو جس کا انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی، اور ان میں سے بعض مشتاق ہیں، اور وہ لوگ ذرا نہیں بدلے ـــــ یعنی منافقین تو اپنا عہد توڑ بیٹھے، بے حیائی کے ساتھ میدانِ جنگ سے ہٹ گئے، ان کے برخلاف کتنے پکے مسلمان ہیں جنھوں نے اپنا عہد و پیمان سچا کر دکھایا، بڑی بڑی سختیاں جھیلیں، مگر پیغمبر ﷺ کی رفاقت سے قدم پیچھے نہیں ہٹایا، اللہ ورسول کو جو زبان دے چکے تھے پہاڑ کی طرح اس پر جمے رہے ـــــ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنا ذمہ پورا کر چکے یعنی جہاد میں جان دیدی، اور بہت مسلمان وہ ہیں جو نہایت اشتیاق کے ساتھ شہادت کا انتظار کر رہے ہیں ـــــ دونوں قسم کے مسلمانوں نے اپنے عہد و پیمان کی پوری حفاظت کی، اور اپنی بات سے ذرہ بھر نہیں بدلے (فوائد)

مخلص سرخ رو ہونگے اور منافقین کو اللہ دیکھیں گے: ـــــ تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کے سچ کا بدلہ دیں، اور منافقوں کو سزا دیں اگر چاہیں یا ان پر توجہ مبذول فرمائیں، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں ـــــ یعنی جو عہد کے پکے اور قول وقرار کے سچے رہے ان کو سچ پر جمے رہنے کا بدلہ ملے گا، اور منافقوں کو چاہے سزا دے اور چاہے توبہ کی توفیق دے کر معاف فرمادے، اس کی مہربانی سے کچھ بعید نہیں (فوائد) لام لامِ عاقبت ہے یعنی جنگ کا نتیجہ یہ ہوگا۔

مؤمنین کی طرف سے جنگ اللہ تعالیٰ نے لڑی! ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پھیر دیا جنھوں نے انکار کیا غصہ میں بھرا ہوا، ان کی کچھ مراد پوری نہیں ہوئی، اور مؤمنین کی طرف سے لڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ زور آور زبردست ہیں! ـــــ یعنی کفار کا لشکر ذلت و ناکامی سے پیچ وتاب کھاتا اور غصہ سے دانت پیستا میدان چھوڑ کر واپس ہوا، نہ فتح ملی نہ کچھ ہاتھ آیا ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت ہی نہ آنے دی، اللہ تعالیٰ نے ہوا کا طوفان اور فرشتوں کا لشکر بھیج کر سب کو سراسیمہ اور پریشان کر دیا، چنانچہ سب سروں پر پاؤں رکھ کر ایسے گئے جیسے گدھوں کے سر سے سینگ گئے، اللہ کی زبردست قوت کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے! آج سے پہلے مسلمان ان کو پسپا کرتے تھے اور وہ بار بار مدینہ پر حملہ آور ہوتے تھے، اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دفع کیا پس وہ آئندہ کبھی حملہ کی سوچ بھی نہ سکیں گے!

وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾

وَ اَنْزَلَ	اور اتارا	الرُّعْبَ	دھاک	وَ دِيَارَهُمْ	اور ان کے گھروں کا
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	فَرِيْقًا	کچھ کو	وَ اَمْوَالَهُمْ	اور ان کے مالوں کا
ظَاهَرُوْهُمْ (۱)	مدد کی ان کی	تَقْتُلُوْنَ	تم قتل کرتے ہو	وَ اَرْضًا	اور ایک ایسی زمین کا
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	اہل کتاب میں سے	وَتَاْسِرُوْنَ	اور قید کرتے ہو	لَّمْ تَطَـُٔوْهَا (۳)	جس کو تم نے روندا نہیں
مِنْ صَيَاصِيْهِمْ (۲)	ان کے قلعوں سے	فَرِيْقًا	کچھ کو	وَكَانَ اللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ ہیں
وَقَذَفَ	اور ڈالی	وَاَوْرَثَكُمْ	اور روارث بنایا تم کو	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
فِيْ قُلُوْبِهِمُ	ان کے دلوں میں	اَرْضَهُمْ	ان کی زمین کا	قَدِيْرًا	پوری قدرت رکھنے والے

غزوۂ احزاب میں کافروں کے ہاتھ کچھ نہ آیا، اور مسلمان آسودہ ہو گئے

غزوۂ احزاب کے بعد بنو قریظہ کی بربادی کا تذکرہ فرماتے ہیں، یہ تذکرہ ایک خاص فائدے کے لئے کیا ہے، غزوۂ احزاب میں عرب کے لشکر تو خالی ہاتھ لوٹ گئے، مگر مسلمانوں کو خوب غنیمت ملی، غزوۂ احزاب کے بعد متصلاً غزوۂ بنو قریظہ پیش آیا جس میں مسلمانوں کو یہود کی زمین، گھر اور اموال ملے، اور خیبر کی زمین کا وعدہ کیا، اس طرح مسلمان مالا مال اور خوب آسودہ ہو گئے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور جن اہل کتاب نے —— بنو قریظہ نے —— ان کی —— احزاب کی —— مدد کی —— لڑے بھڑے بغیر —— ان کو ان کے قلعوں سے اتار دیا، اور ان کے دلوں میں دھاک بٹھا دی، بعض کو تم نے قتل کیا اور بعض کو قید کیا —— تفصیل پہلے آئی ہے —— اور تمہیں ان کی زمین، ان کے گھر اور ان کے مالوں کا مالک بنایا —— سب غنیمت میں ملا —— اور ایک ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا —— خیبر کی زمین مراد ہے، جو دو سال بعد فتح ہوا —— اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

(۱) ظَاهَرَ مظاهرة: مدد کرنا، پشتیبانی کرنا (۲) صَيَاصِي: صِيصَة کی جمع: قلعہ، گڑھی، ہر وہ چیز جس کے ذریعہ تحفظ کیا جائے۔ (۳) تَطَـُٔوْا: تم نے روندا، پامال کیا، مضارع، صیغہ جمع مذکر حاضر، وَطِأً (س) روندنا، پاؤں سے ملنا۔

غزوۂ بنوقریظہ (۱)

مدینہ منورہ میں یہود کے تین بڑے قبائل تھے: بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ، ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے مدینہ کی تین قوموں میں یعنی مسلمانوں، مشرکوں اور یہود کے درمیان ایک معاہدہ کیا تھا، جس میں کئی امور طے پائے تھے، ایک یہ کہ وفاق میں شامل اقوام میں سے کوئی شر وفساد نہیں پھیلائے گا، دوم یہ کہ مدینہ پر کوئی حملہ آور ہوگا تو سب مل کر دفاع کریں گے۔

اور زمانۂ جاہلیت میں بنوقینقاع کا خزرج کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا، اور بنونضیر اور بنوقریظہ کا اوس کے ساتھ، پھر غزوۂ بدر کے موقع پر سب سے پہلے بنوقینقاع نے شر وفساد پھیلایا، ان کے بازار میں ایک مسلمان عورت دودھ بیچنے گئی تو اس کو ننگا کردیا، اس پر ایک مسلمان نے طیش میں آکر اس یہودی کو قتل کردیا جس نے یہ حرکت کی تھی، پھر یہود نے مل کر اس مسلمان کو قتل کردیا، جب نبی ﷺ بدر سے واپس آئے تو غزوۂ بنوقینقاع پیش آیا، اور ان کو جلاوطن کیا گیا، پھر بنونضیر نے نبی ﷺ کے قتل کا پلان بنایا جس کا وحی سے پتہ چل گیا، پس غزوۂ بنونضیر پیش آیا اور ان کو بھی جلاوطن کیا گیا، اب مدینہ میں صرف بنوقریظہ رہ گئے۔

غزوۂ احزاب میں انھوں نے نقض عہد کیا، بنونضیر کا سردار حیی بن اخطب خیبر سے بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس آیا اور اس سے ایسی ایسی باتیں کرتا رہا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا، بنوقریظہ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا عہد وپیمان توڑ دیا وہ برملا مشرکین کے ساتھ جنگ میں شریک ہوگئے۔

پھر احزاب اور بنوقریظہ کے درمیان نُعیم بن مسعودؓ نے پھوٹ ڈالی، پھر بادِ صرصر چلی اور احزاب نامراد واپس ہوگئے صبح نبی ﷺ اور مسلمان محاذ سے گھر لوٹے، ظہر کے وقت جب آپؐ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں غسل کی تیاری کررہے تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، انھوں نے کہا: کیا آپؐ نے ہتھیار رکھ دیئے، فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے! آپؐ نے پوچھا: اللہ کا کیا حکم ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: میں فرشتوں کے ساتھ بنوقریظہ کی طرف جارہا ہوں، ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کروں گا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالوں گا، چنانچہ نبی ﷺ نے مدینہ میں منادی کرائی کہ جو شخص سمع وطاعت پر قائم ہے وہ ظہر/عصر کی نماز بنوقریظہ میں پڑھے، صحابہ تیاری کرکے فوراً روانہ ہوگئے اور بنوقریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا، بنوقریظہ قلعہ بند ہوگئے ان کے پاس رسد کافی مقدار میں تھی، لیکن جب محاصرہ طویل ہوا تو وہ پریشان ہوگئے اور ان کے سردار کعب بن اسد نے قوم کے سامنے تین باتیں پیش کیں:

(۱) غزوۂ بنوقریظہ: غزوۂ احزاب کا تتمہ ہے، جیسا کہ تفصیلات سے معلوم ہوگا ۱۲

۱- سب مسلمان ہو جاؤ، کیونکہ اپنی کتابوں سے یہ بات واضح ہے کہ محمد ﷺ سچے نبی اور رسول ہیں۔

۲- بیوی بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کردو، پھر پوری قوت کے ساتھ اسلامی افواج سے ٹکرا جاؤ۔

۳- آئندہ کل سینچر کا دن ہے، مسلمان غافل ہونگے، انہیں اطمینان ہوگا کہ آج لڑائی نہیں ہوگی، اس لئے سینچر کو حملہ کردو۔

یہود نے ان میں سے کوئی تجویز منظور نہیں کی، اب ان کے لئے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ ہتھیار ڈال دیں اور اپنی قسمت کا فیصلہ نبی ﷺ کے حوالہ کردیں۔

لیکن انھوں نے چاہا کہ ہتھیار ڈالنے سے پہلے اپنے بعض مسلمان حلیفوں سے مشورہ کرلیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ ہتھیار ڈالنے کا نتیجہ کیا ہوگا؟ چنانچہ انھوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ کے لئے بلایا، وہ ان کے حلیف تھے، اور انہی کے علاقہ میں رہتے تھے، جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ آئے تو عورتیں اور بچے ان کے سامنے دھاڑیں مار کر رونے لگے اور ان سے پوچھا: کیا ہم محمد (ﷺ) کے فیصلہ پر ہتھیار ڈال دیں؟ انھوں نے کہا: ڈال دو! لیکن ساتھ ہی گلے کی طرف اشارہ کیا، یعنی ذبح کئے جاؤ گے! مگر ابولبابہؓ کو فوراً ہی احساس ہوا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی، چنانچہ وہ واپس لوٹ کر سیدھے مسجد نبوی میں گئے اور اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب نبی ﷺ اپنے دستِ مبارک سے کھولیں گے تب کھلیں گے، ورنہ بندھے رہیں گے، اور بھوکے پیاسے مر جائیں گے، جب نبی ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: اگر وہ سیدھے میرے پاس آتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا، اب جب کہ انھوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا ہے تو جب تک ان کی توبہ نازل نہیں ہوگی میں ان کو نہیں کھولوں گا۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے اشارہ کے باوجود بنوقریظہ نے طے کیا کہ وہ ہتھیار ڈال دیں، کیونکہ وہ طویل محاصرہ سے تنگ آگئے تھے، اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا، اور ان کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے، پھر جب انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے مردوں کو باندھ دیا جائے، اس وقت قبیلہ اوس کے لوگوں نے عرض کیا: آپؐ نے بنوقینقاع کے ساتھ جو سلوک فرمایا ہے وہی سلوک بنوقریظہ کے ساتھ کیا جائے، بنوقینقاع کے لئے خزرج نے سفارش کی تھی، ہم بنوقریظہ کے لئے سفارش کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: کیا آپ لوگ اس پر راضی نہیں کہ ان کے بارے میں آپ ہی کا ایک آدمی فیصلہ کرے؟ اوس نے کہا: کیوں نہیں، آپؐ نے فرمایا: یہ معاملہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالہ ہے، اوس نے کہا: ہم اس پر راضی ہیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیمار تھے، اور مدینہ میں تھے ان کو طلب کیا گیا، وہ

گدھے پر بیٹھ کر تشریف لائے، جب کیمپ کے قریب آئے تو آپؐ نے اوس سے فرمایا: اپنے سردار کی طرف اٹھو، یعنی وہ بیمار ہیں انہیں سنبھال کر سواری سے اتارو، جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: اے سعد! یہ لوگ آپؓ کے فیصلہ پر اتر آئے ہیں، حضرت سعدؓ نے کہا: کیا میرا فیصلہ ان پر نافذ ہوگا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، انھوں نے کہا: مسلمانوں پر بھی؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، پھر انھوں نے کہا: جو یہاں ہیں ان پر بھی؟ ان کا اشارہ رسول اللہ ﷺ کی قیام گاہ کی طرف تھا، مگر انھوں نے چہرہ تعظیماً دوسری طرف کر رکھا تھا، نبی ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں مجھ پر بھی، حضرت سعدؓ نے کہا: ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال تقسیم کر دیئے جائیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی تھا، کیونکہ بنو قریظہ نے خطرناک لمحات میں مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی تھی، اور اس کی سزا تورات میں یہی تھی، سفر استثناء (باب ۲۰، آیت ۱۰) میں ہے: ''نقض عہد کرنے والے جب تیرے قبضہ میں آجائیں تو تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر، مگر عورتوں، لڑکوں اور مویشی کو، پس جو کچھ اس شہر میں ہے سب اپنے لئے لوٹ لے، وہ تیرے خدا نے تجھے دیا ہے''

چنانچہ فیصلہ کے مطابق بنو قریظہ کے بالغ مرد قتل کئے گئے، جن کی تعداد چار سو تھی، چند حضرات فیصلہ سے پہلے مسلمان ہو گئے ان کی جان اور مال محفوظ رہا، اور بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب اپنے وعدہ کے مطابق بنو قریظہ کے پاس قلعہ میں آگیا تھا اس کی بھی گردن ماردی گئی۔ (۱)

---

(۱) بنو قریظہ کی تباہی کے ساتھ بنو نضیر کا شیطان اور جنگ احزاب کا ایک بڑا مجرم حیی بن اخطب بھی اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا، یہ شخص ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ تھا، قریش وغطفان کی واپسی کے بعد جب بنو قریظہ کا محاصرہ کیا گیا اور انھوں نے قلعہ بندی اختیار کی تو یہ بھی ان کے ہمراہ قلعہ بند ہو گیا، کیونکہ غزوۂ احزاب کے ایام میں یہ شخص جب کعب بن اسد کو غدر وخیانت پر آمادہ کرنے کے لئے آیا تھا تو اس سے وعدہ کر رکھا تھا، اور اب اسی وعدہ کو نباہ رہا تھا، اسے جس وقت خدمتِ نبوی میں لایا گیا، ایک جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھا جسے خود ہی ہر جانب سے ایک ایک انگل پھاڑ رکھا تھا تاکہ اسے مالِ غنیمت میں نہ رکھوالیا جائے، اس کے دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے رسّی سے بندھے ہوئے تھے، اس نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا: سنئے! میں نے آپؐ کی عداوت پر اپنے آپ کو ملامت نہیں کیا، لیکن جو اللہ سے لڑتا ہے مغلوب ہو جاتا ہے، پھر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: لوگو! اللہ کے فیصلے میں کوئی حرج نہیں، یہ تو نوشتۂ تقدیر ہے اور ایک بڑا قتل ہے جو اللہ نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا تھا، اس کے بعد وہ بیٹھا اور اس کی گردن ماردی گئی (الرحیق المختوم ۲: ۴۹۳)

سوال: غزوۂ احزاب میں قبائل کے چلے جانے کے بعد فوراً ہی بنوقریظہ پر چڑھائی کا حکم کیوں دیا گیا؟ اس میں کیا حکمت تھی؟

جواب: اس میں متعدد حکمتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً:

۱- دشمن بے خبر ہو، اس کے گمان میں بھی نہ ہو کہ اس پر حملہ ہوسکتا ہے، ایسے وقت حملہ کیا جائے تو اس کو تیاری کا موقع نہیں مل سکتا، اور یہ بات جنگی مصلحت سے قریب ہے۔

۲- غزوۂ احزاب اعصابی جنگ تھی، فریقین نے نہ کچھ کھویا نہ پایا، مگر کفار کے اعصاب پر شکستگی چھا گئی، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اب وہ چڑھائی نہیں کرسکیں گے، اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے'' پھر بنوقریظہ پر فوراً چڑھائی سے مشرکین کے اعصاب پر مزید چوٹ پڑی کہ مسلمان ابھی ایسے تازہ دم ہیں کہ فوراً ہی نئی کاروائی شروع کردی، پس یہ استعجال: احزاب (قبائل) کے اعصاب پر ایک اور خاموش وار تھا۔

۳- غزوۂ احزاب میں اسلامی فوج کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس امت کے لئے غنیمت کی حلت کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ گذشتہ انبیاء کا جہاد وقتی اور محدود قوم کے ساتھ تھا، اس لئے مجاہدین کے پاس کھانے کمانے کے لئے وقت تھا، اس لئے ان کے لئے غنیمت حلال نہیں کی گئی تھی، اور اس امت کا جہاد عالمگیر اور ہر وقت جاری رہنے والا ہے، اس لئے مجاہدین کے پاس کھانے کمانے کا وقت نہیں ہوگا، اس لئے اس امت کے لئے غنیمت حلال کی گئی (تفصیل کے لئے دیکھیں: رحمۃ اللہ الواسعہ ۲: ۴۰۵-۴۱۰)

اور غزوۂ احزاب میں چونکہ مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا اس لئے غزوۂ بنوقریظہ کو غزوۂ احزاب کا تتمہ بنایا گیا، گویا دونوں ایک غزوے ہیں، پس اس دوسرے غزوے میں مسلمانوں کے ہاتھ جو غنیمت آئے گی، اس کو غزوۂ احزاب ہی کی غنیمت سمجھنا چاہئے، جیسے صلح حدیبیہ کے موقع پر مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آیا، اس لئے فوراً غزوۂ خیبر کا حکم دیا اور فرمایا: ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جس کو تم لوگے، پس تم کو یہ (خیبر کی غنیمت) جلدی دیدی، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: خیبر میں وہی چلے گا جو صلح حدیبیہ میں تھا، کوئی نیا آدمی نہیں چلے گا۔

غزوۂ بنوقریظہ بہ حکم الٰہی ہوا

جب نبی ﷺ غزوۂ احزاب سے لوٹے تو بہ حکم الٰہی بنی قریظہ کی طرف نکلے اور ان کا محاصرہ کیا۔

حدیث: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب نبی ﷺ غزوۂ خندق سے لوٹے اور ہتھیار اتار دیئے اور نہالئے تو

آپؐ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا: آپؐ نے ہتھیار اتار لئے! بخدا ہم نے ہتھیار نہیں اتارے! ان پر چڑھائی کیجئے، نبی ﷺ نے پوچھا: کس پر؟ جبرئیل علیہ السلام نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ نبی ﷺ نے ان پر چڑھائی کی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ	اے پیغمبر!	فَتَعَالَيْنَ	پس آؤ	وَرَسُوْلَهٗ	اور اس کے رسول کو
قُلْ	کہیں	اُمَتِّعْكُنَّ (۱)	فائدہ پہنچاؤں تم کو	وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ	اور آخرت کے گھر کو
لِّاَزْوَاجِكَ	اپنی بیویوں سے	وَاُسَرِّحْكُنَّ (۲)	اور چھوڑ دوں تم کو	فَاِنَّ اللّٰهَ	تو بے شک اللہ نے
اِنْ كُنْتُنَّ	اگر ہو تم	سَرَاحًا	چھوڑنا	اَعَدَّ	تیار کیا ہے
تُرِدْنَ	چاہتی	جَمِيْلًا	خوبصورت	لِلْمُحْسِنٰتِ	نیکی کرنے والیوں کے لئے
الْحَيٰوةَ	زندگی	وَاِنْ كُنْتُنَّ	اور اگر ہو تم	مِنْكُنَّ	تم میں سے
الدُّنْيَا	دنیا کی	تُرِدْنَ	چاہتی	اَجْرًا	ثواب
وَزِيْنَتَهَا	اور اس کی رونق	اللّٰهَ	اللہ کو	عَظِيْمًا	بڑا

نبی ﷺ نے آسودگی سے استفادہ نہیں کیا، ازواج نے چاہا بھی،

مگر آپؐ ناراض ہو گئے اور ایک ماہ تک ازواج سے علاحدہ ہو گئے

بنو قریظہ کی زمین ہاتھ آئی تو نبی ﷺ نے مہاجرین پر تقسیم کردی، ان کے گذران کا ٹھکانا ہو گیا، اور انصار پر سے ان کا خرچ ہلکا ہو گیا، پھر دو برس بعد خیبر کی زمین ہاتھ آئی، اس سے سب صحابہ آسودہ ہو گئے، ازواج مطہرات نے دیکھا کہ سب لوگ آسودہ ہو گئے ہیں تو انھوں نے بھی نبی ﷺ سے گفتگو کی کہ ہمیں مزید نفقہ اور سامان دیا جائے تاکہ آرام کی

(۱) امتعکن: تمتیع سے مضارع واحد متکلم، کُنَّ: ضمیر جمع مؤنث حاضر: تھوڑا بہت فائدہ پہنچانا، کچھ مال سامان دینا۔
(۲) تسریح: چھوڑ دینا، رخصت کرنا۔

زندگی بسر کرسکیں، نبی ﷺ کو یہ بات شاق گذری، آپ سادہ متوکلانہ زندگی گذارنا چاہتے تھے، تاکہ امت کے لئے نمونہ بنیں، امت کی اکثریت غریب ہے، چنانچہ آپ نے قسم کھالی کہ ایک ماہ تک گھر میں نہیں جائیں گے، اور آپ مسجد کے قریب ایک بالاخانہ میں فروکش ہوگئے ——— ایک ماہ بعد یہ آیاتِ تخییر نازل ہوئیں، آیاتِ تخییر بس یہی دو آیتیں ہیں، باقی آیات (رکوع سے ایک آیت بعد تک کی آیات) متعلقات ہیں، آپ نے ان آیات کے ذریعہ ازواج سے صاف کہہ دیا کہ اگر دنیا کی عیش و بہار اور ٹھاٹھ چاہتی ہو تو میرا تمہارا نباہ نہیں ہوسکتا، آؤ، میں تمہیں کچھ دے دلا کر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کردوں، اور اگر اللہ و رسول کی خوشنودی اور آخرت کی نعمتیں چاہتی ہو تو اللہ کے یہاں اس کی کیا کمی ہے! ——— نزولِ آیت کے بعد نبی ﷺ گھر میں تشریف لائے، اول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کا حکم سنایا، انھوں نے اللہ و رسول کو اختیار کیا، پھر سب ازواج نے ایسا ہی کیا، دنیا کے عیش کا تصور دل سے نکال دیا، اور اختیاری فقر اختیار کیا۔

آیاتِ پاک: ——— اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیں: اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ، میں تم کو کچھ مال سامان دیدوں اور خوبصورتی کے ساتھ رخصت کردوں ——— پھر تم جہاں چاہو چلی جاؤ، جس سے چاہو نکاح کرلو ——— اور اگر تم اللہ کو، اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک کرداروں کے لئے بڑا ثواب تیار کررکھا ہے ——— سب ازواج نیک کردار تھیں، مگر صاف خوش خبری نہیں سنائی تاکہ نڈر نہ ہوجائیں، خاتمہ کا ڈر لگا رہے، یہی قرآن کا انداز ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝۳۱ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۳۲ۚ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝۳۳ۚ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝۳۴ۧ

یٰنِسَآءَ	اے عورتو	صَالِحًا	نیک کام	مَرَضٌ	روگ ہے
النَّبِیِّ	نبی کی	نُّؤْتِهَآ	دیں گے ہم اس کو	وَّقُلْنَ	اور کہو تم
مَنْ	جو	اَجْرَهَا	اس کا ثواب	قَوْلًا	بات
یَّاْتِ	لائے	مَرَّتَیْنِ	دو بار	مَّعْرُوْفًا	دستور کے موافق
مِنْكُنَّ	تم میں سے	وَاَعْتَدْنَا	اور تیار کی ہے ہم نے	وَقَرْنَ	اور ٹھہری رہو
بِفَاحِشَةٍ(۱)	بیہودگی	لَهَا	اس کے لئے	فِیْ بُیُوْتِكُنَّ	اپنے گھروں میں
مُّبَیِّنَةٍ	کھلی	رِزْقًا	روزی	وَلَا تَبَرَّجْنَ(۲)	اور بناؤ سنگار مت دکھاؤ
یُّضٰعَفْ	بڑھائی جائے گی	كَرِیْمًا	عزت کی	تَبَرُّجَ	بناؤ سنگار
لَهَا	اس کے لئے	یٰنِسَآءَ	اے عورتو	الْجَاهِلِیَّةِ	جاہلیت
الْعَذَابُ	سزا	النَّبِیِّ	نبی کی	الْاُوْلٰی	قدیمہ کا
ضِعْفَیْنِ	دوہری	لَسْتُنَّ	نہیں ہو تم	وَاَقِمْنَ	اور اہتمام کرو
وَكَانَ ذٰلِكَ	اور ہے یہ بات	كَاَحَدٍ	جیسے ایک	الصَّلٰوةَ	نماز کا
عَلَی اللّٰهِ	اللہ پر	مِّنَ النِّسَآءِ	عورتوں سے	وَاٰتِیْنَ	اور دو
یَسِیْرًا	آسان	اِنِ اتَّقَیْتُنَّ	اگر پرہیزگاری	الزَّكٰوةَ	زکات
وَمَنْ	اور جو		اختیاری کی تم نے	وَاَطِعْنَ	اور کہا مانو
یَّقْنُتْ	اطاعت کرے	فَلَا تَخْضَعْنَ	تو ملائمت مت کرو	اللّٰهَ	اللہ کا
مِنْكُنَّ	تم میں سے	بِالْقَوْلِ	بات میں	وَرَسُوْلَهٗ	اور اس کے رسول کا
لِلّٰهِ	اللہ کی	فَیَطْمَعَ	پس لالچ کرے	اِنَّمَا	یہی
وَرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول کی	الَّذِیْ	جو	یُرِیْدُ	چاہتے ہیں
وَتَعْمَلْ	اور کرے وہ	فِیْ قَلْبِهٖ	اس کے دل میں	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ

(۱) فاحشة کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے 'بے حیائی' کیا ہے، اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے 'بیہودگی' کیا ہے، دونوں ترجمے صحیح ہیں، مگر ثانی انسب ہے، کیونکہ یقنت سے مقابلہ ہے، اور قنوت کے معنی ہیں: اطاعت، پس فاحشہ کے معنی ہونگے نشوز، نافرمانی، یہی بیہودگی کا حاصل ہے (۲) تَبَرَّجَتِ المرأة: غیر شوہر کے سامنے زیبائش کرنا۔

لِيُذْهِبَ	کہ دور کریں	تَطْهِيرًا	خوب پاک کرنا	اللهِ	اللہ کی
عَنْكُمُ	تم سے	وَاذْكُرْنَ	اور یاد کرو	وَالْحِكْمَةِ	اور دانائی کی باتیں
الرِّجْسَ	گندگی	مَا يُتْلَىٰ	جو تلاوت کی جاتی ہیں	إِنَّ اللَّهَ كَانَ	بے شک اللہ تعالیٰ ہیں
أَهْلَ الْبَيْتِ (۱)	اے نبی کے گھر والو!	فِي بُيُوتِكُنَّ	تمہارے گھروں میں	لَطِيفًا	باریک بیں
وَيُطَهِّرَكُمْ	اور پاک کریں تم کو	مِنْ آيَاتِ	آیتوں سے	خَبِيرًا	خبردار

نبی ﷺ کو اختیار کرنے کے بعد ازواج کا طرز عمل دیکھا جائے گا

تخییر کے بعد شوہر کو اختیار کرنا دو طرح سے ہوتا ہے: دل کی خوشی سے اور کسی مجبوری سے، پہلی صورت میں اطاعت میں اضافہ ہوتا ہے، اور دوسری صورت میں دل کا میل ظاہر ہوکر رہتا ہے، اس لئے دو آیتوں میں ازواج مطہرات سے کہا جارہا ہے کہ تم نے نبی ﷺ کو پسند تو کرلیا ہے، مگر آگے تمہارا طرز عمل دیکھا جائے گا، بیہودگی (عدم اطاعت) کروگی تو دوہری سزا پاؤگی، اور فرمان برداری کروگی تو دو مرتبہ اجر پاؤگی، ارشاد فرماتے ہیں: —— اے نبی کی بیویو! جو کوئی تم میں سے کھلی بیہودگی کرے: اس کو دوہری سزا دی جائے گی، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے! —— فاحشة: بیہودگی یعنی عدم اطاعت، نافرمانی۔ سوال: نافرمانی کے لئے اتنا بھاری لفظ کیوں استعمال کیا ہے؟ جواب: نافرمانی کی سنگینی ظاہر کرنے کے لئے، اور کبھی نافرمانی بے حیائی تک پہنچ جاتی ہے —— اور 'کھلی' سے ناز والی عدم اطاعت نکل گئی —— دوہری سزا: یہ بڑکپن کا لازمہ ہے، بڑے کی غلطی بڑی ہوتی ہے، جن کے رتبے ہیں سوا ان کو مشکل سوا ہے! کیونکہ اس کے اثرات دور رس ہوتے ہیں —— اور اللہ پر یہ کام آسان ہے: یعنی تمہاری وجاہت اور نسبت سزا ہی سے اللہ کو روک نہیں سکتی —— اور جو تم میں سے اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرے گی، اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو اس کا ثواب دو مرتبہ دیں گے، اور ہم نے اس کے لئے عزت کی روزی تیار کی ہے —— دوہرا اور دو مرتبہ: تفنن (انداز بدلنا) ہے، مطلب ایک ہے یعنی نیکی اور اطاعت پر جتنا اجر دوسروں کو ملتا ہے، اس سے دوگنا ملے گا —— اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو شوہروں کی اطاعت کا بھی ثواب ملتا ہے، کیونکہ یہ اطاعت اللہ کی اطاعت کی فرع ہے —— عزت کی روزی: یعنی جنت جو مہمانی ہے، بھیک کا لقمہ نہیں!

ازواج کی حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں

ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین ﷺ کی زوجیت (بیوی ہونے) کے لئے منتخب فرمایا ہے، اور ان

(۱) أهلَ: منصوب علی النداء۔

کو امہات المؤمنین (مسلمانوں کی مائیں) بنایا ہے، یہ کوئی معمولی فضیلت نہیں، پس ان کو چند باتوں کی ہدایت دی جاتی ہے:

۱- اگر تقوی اور اللہ کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں کے ساتھ بات چیت نرم اور دل کش لہجہ میں مت کرو، عورتوں کی آواز میں قدرت نے نرمی اور نزاکت رکھی ہے، لیکن پاک باز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہئے کہ غیر مردوں سے بات چیت کی نوبت آئے تو لب ولہجہ میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہو، تاکہ کسی بد باطن کا ان کی طرف میلان نہ ہو، مگر لٹھ بھی نہ ماریں، عرف کا لحاظ رکھیں اور بھلی اور معقول بات کہیں، جیسے ماں بیٹے سے بات کرتی ہے اس طرح بات کریں۔

۲- ازواج مطہرات کو چاہئے کہ گھر کی زینت بنی رہیں، زمانۂ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتی تھیں، بدن اور لباس کی آرائش کا علانیہ اظہار کرتی تھیں، امہات المؤمنین کو اس سے غایت درجہ احتیاط کرنی چاہئے۔

۳- نماز کا اہتمام کریں، نماز دین کا بنیادی ستون ہے، جو اس کا اہتمام کرتا ہے وہ سارے دین کا اہتمام کرتا ہے۔

۴- مال ہو تو اس کی زکات دیں، اس کی طرف سے غفلت نہ برتیں، اللہ نے مالدار بنایا ہے تو اس کا شکر ادا کریں۔

۵- اللہ کے تمام احکام کی اطاعت کریں اور خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی یعنی شوہر کی فرماں برداری کریں، اللہ کو بھی خوش رکھیں، اور شوہر (ﷺ) کو بھی۔

ان پانچ احکام کا مقصد: اللہ تعالیٰ کو منظور یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر خوب پاک صاف کردیں، اور ان کے رتبہ کو دوسروں سے ممتاز کردیں۔

ایک اور حکم: ازواج مطہرات کو چاہئے کہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کریں اور حدیثوں کو بھی یاد کریں، قرآن وسنت میں جو دانائی کی باتیں ہیں انہیں سیکھیں سکھلائیں، نبی کے گھر میں ان کے اجتماع کا ایک مقصد یہ بھی ہے۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: ــــ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو ــــ سب انسان اپنی ذات میں کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں، مگر خارجی چیزوں سے تفاوت ہوتا ہے، جیسے نبی اور غیر نبی، صحابی اور غیر صحابی، مؤمن اور کافر کے درجات مختلف ہیں، اسی طرح نبی کی بیوی اور ایک عام مسلمان بیوی کا درجہ مختلف ہے ــــ اگر تم تقوی اختیار کرو ــــ یعنی پہلے سے پرہیزگار ہو یا پرہیزگار بننا چاہو ــــ تو بولنے میں نزاکت اختیار مت کرو ــــ دل کش انداز مت اپناؤ ــــ کہ اس شخص کو فاسد خیال آنے لگے جس کے دل میں روگ ہے ــــ یعنی جو بد باطن ہے وہ معلوم نہیں کیا خیال پکائے ــــ اور عرف کے موافق بات کرو ــــ یعنی لٹھ بھی مت مارو ــــ دوسرا حکم: ــــ اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو ــــ یعنی دل کی خوشی سے گھروں میں رہو ــــ اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے موافق بناؤ

سنگار دکھاتی مت پھرو ـــــ یعنی ضرورت کے لئے گھر سے نکلو تو سلیقہ سے نکلو، حسن وزیبائش کا مظاہرہ نہ ہو ـــــ تیسرا حکم ـــــ اور نماز کا اہتمام کرو ـــــ چوتھا حکم: ـــــ اور زکات دو ـــــ پانچواں حکم: ـــــ اور اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو ـــــ اللہ کا ذکر تمہید ہے، اور رسول اللہ ﷺ سے مراد عام ہے یعنی شوہر کا حکم مانو ـــــ احکام خمسہ کی غرض: ـــــ اللہ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے گندگی کو دور کرے، اور تم کو خوب پاک صاف کرے ـــــ یعنی تمہارے نفوس کو سنوارے، تمہارے دلوں کو مجلّی کرے اور تمہارے باطن کو چمکائے، تاکہ اعلیٰ مرتبہ پاؤ۔

ایک اور حکم: ـــــ اور اُن آیات کو یاد کرو جو تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں ـــــ خواہ ناظرہ پڑھو یا حفظ کرو ـــــ اور حکمت کی باتوں کو بھی ـــــ حکمت سے حدیثیں مراد ہیں، یعنی احادیث بھی محفوظ کرو ـــــ بے شک اللہ تعالیٰ باریک بیں باخبر ہیں ـــــ ان کو تمہارے چھوٹے بڑے ہر عمل کی خبر ہے، اس پر جزائے خیر عطا فرمائیں گے۔

ملحوظہ: مذکورہ احکام ازواج مطہرات کے تعلق سے دیئے ہیں، مگر وہ عام احکام ہیں العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد، تمام مسلمان معزز خواتین کے لئے یہی احکام ہیں، اگلی آیت اسی سلسلہ میں ہے۔

چارتن کی اہل البیت میں شمولیت دعائے نبوی کی برکت سے ہے

چہارتن یعنی حضرات فاطمہ، حسن، حسین، اور علی رضی اللہ عنہم کی اہل البیت میں شمولیت دعائے نبوی ﷺ کی برکت سے ہوئی ہے، اہل البیت کا اصل مصداق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں، کیونکہ آیاتِ تخییر کی بعد کی آیات میں ازواج ہی کے لئے ہدایات اور نصائح ہیں، انہی آیات کے درمیان اہل البیت والی آیت آئی ہے، اور البیت کا الف لام عہدی ہے، مراد نبی ﷺ کا گھر ہے، اور آپؐ کے گھر والوں سے مراد آپؐ کی ازواج ہیں، اور اس کا ایک قرینہ یہ ہے کہ سورۃ ہود رکوع سات میں بھی أهل البيت سے مراد حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ ہیں ـــــ مگر چونکہ عنکم اور یطھر کم میں مذکر ضمیریں ہیں اس لئے نزولِ قرآن کے ساتھ ہی نبی ﷺ نے چارتن کو ایک کمبل میں لے کر دعا کی: ''الٰہی! یہ بھی میرے گھر والے ہیں!'' یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی، اور دعا کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ چارتن آیت کا مصداق اولیں نہیں، آپؐ کی دعا کی برکت سے ان کو بھی آیت میں شامل کرلیا (تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی جلد دوم صفحہ ۴۳ اور جلد ہفتم صفحہ ۳۹۶)

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ

وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾

اِنَّ	بے شک	وَالْخٰشِعِیْنَ	اور دبے رہنے والے مرد	وَالذّٰكِرِیْنَ	اور یاد کرنے والے مرد
الْمُسْلِمِیْنَ	عمل پیرا مرد	وَالْخٰشِعٰتِ	اور دبی رہنے والی عورتیں	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ کو
وَالْمُسْلِمٰتِ	اور عمل پیرا عورتیں	وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ	اور خیرات کرنے والے مرد	كَثِیْرًا	بہت زیادہ
وَالْمُؤْمِنِیْنَ	اور ایماندار مرد	وَالْمُتَصَدِّقٰتِ	اور خیرات کرنے	وَّالذّٰكِرٰتِ	اور یاد کرنے والی عورتیں
وَالْمُؤْمِنٰتِ	اور ایماندار عورتیں		والی عورتیں	اَعَدَّ	تیار کی ہے
وَالْقٰنِتِیْنَ	اور اطاعت شعار مرد	وَالصَّآئِمِیْنَ	اور روزہ دار مرد	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے
وَالْقٰنِتٰتِ	اور اطاعت شعار عورتیں	وَالصّٰٓئِمٰتِ	اور روزہ دار عورتیں	لَهُمْ	ان کے لئے
وَالصّٰدِقِیْنَ	اور راستباز مرد	وَالْحٰفِظِیْنَ	اور نگہداشت کرنے والے مرد	مَّغْفِرَةً	بخشش
وَالصّٰدِقٰتِ	اور راستباز عورتیں	فُرُوْجَهُمْ	اپنی شرمگاہوں کی	وَّاَجْرًا	اور ثواب
وَالصّٰبِرِیْنَ	اور صبر شعار مرد	وَالْحٰفِظٰتِ	اور نگہداشت کرنے	عَظِیْمًا	بڑا
وَالصّٰبِرٰتِ	اور صبر شعار عورتیں		والی عورتیں	۞	۞

ازواج مطہرات اور مسلمان خواتین کی دس خوبیاں

بعض نیک بخت عورتوں کو خیال ہوا کہ آیاتِ سابقہ میں ازواج نبی کا ذکر تو آیا، عام عورتوں کا کچھ حال بیان نہ ہوا، اس پر یہ آیت اتری، تاکہ تسلی ہو جائے کہ عورت ہو یا مرد کسی کی محنت اور کمائی اللہ کے یہاں ضائع نہیں جاتی، اور جس طرح مردوں کو روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لئے بھی یہ میدان کشادہ ہے، یہ طبقہ اناث کی دل جمعی کے لئے تصریح فرمادی، ورنہ جو احکام مردوں کے لئے قرآن میں آئے ہیں وہی عموماً عورتوں پر عائد ہوتے ہیں، جداگانہ نام لینے کی ضرورت نہیں، ہاں خصوصی احکام الگ بتلا دیئے ہیں (فوائد)

اس آیت میں مردوں اور عورتوں کی دس خوبیوں کا تذکرہ ہے، جن میں یہ خوبیاں ہونگی آخرت میں ان کی چاندی ہو جائے گی:

۱- اسلام کے معنی ہیں: سرافگندگی، اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر ڈال دینا، اسلام کا جب ایمان سے مقابلہ ہوتا

ہے تو ظاہری احکام پر عمل کرنا مراد ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث جبرئیل میں ہے۔ آخرت میں نجات کے لئے ارکانِ اربعہ پر مضبوطی سے عمل کرنا اور کبیرہ گناہوں سے بالکلیہ بچنا ضروری ہے۔

۲- ایمان کے معنی ہیں: دل سے مان لینا، جب ایمان کا اسلام سے مقابلہ ہوتا ہے تو تصدیق قلبی مراد ہوتی ہے، اور اصطلاح میں ایمان: عقائد کا نام ہے، حدیث جبرئیل میں ایمان کے سوال کے جواب میں سات عقیدے ذکر کئے ہیں، انہی کو ایمانِ مفصل میں لیا گیا ہے، آخرت میں نجات کے لئے اہل السنہ والجماعۃ کے عقائد پر ہونا ضروری ہے۔

۳- قنوت کے معنی ہیں: فرماں برداری اور اطاعت شعاری، یعنی اللہ کے احکام کو خوش دلی سے قبول کرنا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے احکام کی پیروی کا حکم دیا ہے، مثلاً: بادشاہ، باپ اور شوہر کی بات ماننا بھی قنوت میں داخل ہے۔

۴- صدق کے معنی ہیں: سچ بولنا، اور صادق کے معنی ہیں: راست باز یعنی جو ہمیشہ سچ بولے، جھوٹ کے قریب بھی نہ جائے، جو سچ بولنے کا اہتمام کرتا ہے وہ کسی دن صدیق (بڑا راست باز) بن جاتا ہے، نبوت کے بعد صدیقیت سب سے اونچا مقام ومرتبہ ہے۔

۵- صبر کے معنی ہیں: برداشت کرنا، سہنا، کیسے ہی حالات پیش آئیں ان کا مردانہ وار مقابلہ کرنا، خواہ دین کے تعلق سے حالات پیش آئیں خواہ دنیا کے تعلق سے: آدمی کبھی ہمت نہ ہارے، ہمتِ مرداں مدد خدا!

۶- خشوع کے معنی ہیں: انکساری، عاجزی یعنی خود کو چھوٹا اور بے حیثیت سمجھنا، اس کی ضد تکبر ہے، اور حدیث میں تکبر کی تعریف آئی ہے: بَطَرُ الحق و غَمطُ الناس: حق کے سامنے اکڑنا اور لوگوں کو نظروں سے گرادینا، خشوع: اس کی ضد ہے، اس کے لئے دوسرا لفظ تواضع ہے، خاکساری: خود کو مٹی جیسا سمجھنا، جو شخص خود کو لمبا کھینچتا ہے وہ سر کے بل گرتا ہے، اور جو فروتنی اختیار کرتا ہے وہ سر بلند ہوتا ہے۔

۷- تصدق کے معنی ہیں: خیرات کرنا، غریبوں کی خبر گیری کرنا، زکات وصدقات واجبہ کے علاوہ بھی خرچ کرنا۔

۸- روزہ دار سے مراد بکثرت نفل روزے رکھنے والا ہے، مگر شوہر والی عورت کے لئے بے اجازت نفل روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

۹- شرمگاہوں کی حفاظت مردوں کی بھی ذمہ داری ہے اور عورتوں کی بھی۔ اور حفاظت میں زنا، لواطت (اغلام) سحاقہ (چپٹی، فرج سے فرج لڑھانا) جلق (ہاتھ سے منی نکالنا) اور بدنظری سے بچنا شامل ہے، بدنظری کی ممانعت شرمگاہ کی حفاظت کے لئے ہے، یہ گناہ نفس کو خراب کرتے ہیں۔

۱۰- اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے، جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ ہر نیک عمل کرے گا، اور ہر برے عمل

سے بچے گا، اور بکثرت اللہ کو یاد کرنے کا آخری درجہ پاس انفاس ہیں یعنی ہر سانس کے ساتھ اللہ کہے، کوئی سانس خالی نہ جائے، اور کم سے کم درجہ پابندی سے پانچ نمازیں پڑھنا ہے، جو پابندی سے نماز نہیں پڑھتا وہ اللہ سے غافل ہوجاتا ہے۔

مذکورہ صفات والوں/ والیوں سے اللہ تعالیٰ نے دو وعدے کئے ہیں: ایک: ان کی چھوٹی کوتاہیاں اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔ دوسری: ان کو بڑا اجر یعنی جنت عنایت فرمائیں گے، یہی چاندی ہونا ہے۔

آیتِ کریمہ: —— بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں اور فرمان بردار مرد اور فرمان بردار عورتیں، اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں، اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور خاکساری کرنے والے مرد اور خاکساری کرنے والی عورتیں، اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں: اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

وَمَا كَانَ	نہیں ہے	اَنْعَمَ اللّٰهُ	احسان کیا اللہ نے	زَوَّجْنٰكَهَا	نکاح کردیا ہم نے
لِمُؤْمِنٍ(۱)	مسلمان آدمی کے لئے	عَلَيْهِ	اس پر		آپؐ کا اس سے
وَّلَا مُؤْمِنَةٍ	اور نہ مسلمان عورت کے لئے	وَاَنْعَمْتَ	اور احسان کیا آپؐ نے	لِكَيْ لَا يَكُوْنَ	تاکہ نہ ہو
اِذَا	جب	عَلَيْهِ	اس پر	عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	مسلمانوں پر
قَضَى	طے کردیں	اَمْسِكْ عَلَيْكَ	روک اپنے پاس	حَرَجٌ	تنگی
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	زَوْجَكَ	اپنی بیوی کو	فِيْٓ اَزْوَاجِ	بیویوں میں
وَرَسُوْلُهٗٓ	اور اس کے رسول	وَاتَّقِ	اور ڈر	اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ	ان کے لے پالکوں کی
اَمْرًا	کسی کام کو	اللّٰهَ	اللہ سے	اِذَا قَضَوْا	جب پورا کرلیں وہ
اَنْ	کہ	وَتُخْفِيْ	اور چھپائے ہوئے تھے آپؐ	مِنْهُنَّ	ان سے
يَّكُوْنَ	ہو	فِيْ نَفْسِكَ	اپنے دل میں	وَطَرًا(۳)	غرض (حاجت)
لَهُمُ	ان کے لئے	مَا اللّٰهُ	وہ بات جو اللہ	وَكَانَ اَمْرُ	اور ہے معاملہ
الْخِيَرَةُ(۲)	اختیار	مُبْدِيْهِ	اس کو ظاہر کرنے	اللّٰهِ	اللہ کا
مِنْ اَمْرِهِمْ	اپنے معاملہ میں		والے ہیں	مَفْعُوْلًا	ہوا ہوا (ہوکر رہنے والا)
وَمَنْ يَّعْصِ	اور جو نافرمانی کرے	وَتَخْشَى	اور ڈر رہے تھے آپؐ	مَا كَانَ	نہیں ہے
اللّٰهَ	اللہ کی	النَّاسَ	لوگوں سے	عَلَى النَّبِيِّ	نبی پر
وَرَسُوْلَهٗ	اور اس کے رسول کی	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	مِنْ حَرَجٍ	کچھ تنگی
فَقَدْ ضَلَّ	تو بالیقین گمراہ ہوا وہ	اَحَقُّ	زیادہ حقدار ہیں	فِيْمَا فَرَضَ	اس میں جو مقرر کیا
ضَلٰلًا مُّبِيْنًا	گمراہ ہونا کھلا	اَنْ تَخْشٰىهُ	کہ آپ اس سے ڈریں	اللّٰهُ لَهٗ	اللہ نے اس کے لئے
وَاِذْ تَقُوْلُ	اور (یاد کرو) جب	فَلَمَّا قَضٰى	پس جب پوری کرلی	سُنَّةَ اللّٰهِ(۴)	دستور ہے اللہ کا
	کہہ رہے تھے آپؐ	زَيْدٌ	زید نے	فِي الَّذِيْنَ	ان میں جو
لِلَّذِيْٓ	اس سے جو	مِّنْهَا وَطَرًا	اس سے غرض (حاجت)	خَلَوْا	گذرے

(۱) المؤمن: کان کی خبر مقدم ہے اور أن یکون: اسم مؤخر (۲) الخیرۃ: مصدر ہے بمعنی اختیار (۳) وَطَر: قابل توجہ حاجت، غرض، ضرورت، جمع أوطار۔ (۴) سنة الله: منصوب بنزع خافض ہے أی کسنة الله۔

مِنْ قَبْلُ	آپ سے پہلے	وَلَا يَخْشَوْنَ	اور نہیں ڈرتے وہ	مِّنْ رِّجَالِكُمْ	تمہارے مردوں سے
وَكَانَ	اور ہے	اَحَدًا	کسی سے	وَلٰكِنْ (۱)	لیکن
اَمْرُ اللّٰهِ	اللہ کا معاملہ	اِلَّا اللّٰهَ	اللہ کے سوا	رَّسُوْلَ	رسول ہیں
قَدَرًا	تجویز کیا ہوا	وَكَفٰى	اور کافی ہیں	اللّٰهِ	اللہ کے
مَّقْدُوْرَا	ہو کر رہنے والا	بِاللّٰهِ	اللہ تعالیٰ	وَخَاتَمَ (۲)	اور مُہر ہیں
الَّذِيْنَ	وہ جو	حَسِيْبًا	حساب کرنے کے لئے	النَّبِيّٖنَ	نبیوں کی
يُبَلِّغُوْنَ	پہنچاتے ہیں	مَا كَانَ	نہیں ہیں	وَكَانَ	اور ہیں
رِسٰلٰتِ	پیغامات	مُحَمَّدٌ	محمد (ﷺ)	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
اللّٰهِ	اللہ کے	اَبَآ	باپ	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
وَيَخْشَوْنَهٗ	اور ڈرتے ہیں اس سے	اَحَدٍ	کسی کے	عَلِيْمًا	خوب جاننے والے

مسلمان کی بڑی خوبی فرمان برداری

غزوۂ احزاب کے تعلق سے جو باتیں شروع ہوئی تھیں وہ گذشتہ آیت پر پوری ہوگئیں، اب نیا مضمون شروع ہورہا ہے، نکاحِ زینب رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں بھی منافقین نے نبی ﷺ کو بہت پریشان کیا تھا، اب اس کا بیان شروع ہورہا ہے ـــــ گذشتہ آیت میں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی دس خوبیوں کا ذکر آیا ہے، ان کا خلاصہ فرمان برداری ہے، مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ اللہ و رسول کا مطیع رہنا چاہئے، کسی معاملہ میں اپنی مرضی نہیں چلانی چاہئے، کیونکہ نافرمانی بڑی گمراہی ہے، اب پہلی آیت میں یہی مضمون ہے، بایں اعتبار آیت ماسبق سے مربوط ہے، اور شانِ نزول کے اعتبار سے آئندہ سے مربوط ہے۔

شانِ نزول: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کے اعلی خاندان سے تھیں، نبی ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کرنا چاہا، زیدؓ اصل سے عرب تھے، لڑکپن میں دشمن قبیلہ نے ان کو غلام بنا کر مکہ کے بازار میں بیچ دیا تھا، وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے خرید لئے گئے، نکاح کے بعد حضرت خدیجہؓ نے وہ غلام نبی ﷺ کو بخش دیا، پھر جب ان کے والد، چچا اور بھائی ان کو لینے آئے تو آپؐ نے ان کو

(۱) لکن: حرف استدراک ہے، سابق کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرتا ہے (۲) خاتم: مہر، جمع خواتم، مہر آخر میں لگائی جاتی ہے۔

اختیار دیا، حضرت زیدؓ نے نبی ﷺ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی، حضرت ﷺ نے ان کو آزاد کر کے بیٹا بنالیا، مگر چونکہ ان پر غلامی کا داغ لگ چکا تھا اس لئے حضرت زینب اور ان کے بھائی عبداللہ نے نکاح کی پیش کش کو منظور نہ کیا، لیکن اللہ ورسول کو منظور تھا کہ یہ نکاح ہو، تاکہ موہوم امتیازات نکاح کے راستہ میں حائل نہ ہوں، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی، اوران لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ ورسول کی مرضی پر قربان کردیا، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوگیا۔

آیتِ کریمہ: — کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کے لئے — جب اللہ اور اس کے رسول کوئی بات طے کردیں — اپنے معاملہ میں اختیار نہیں رہتا — سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے — اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ یقیناً صریح گمراہی میں پڑگیا!

نکاح زینب رضی اللہ عنہا اور منافقین کی ہرزہ سرائیاں

آئندہ آیت کا پس منظر: حضرت زیدؓ کا حضرت زینبؓ سے نکاح تو ہوگیا، مگر بیل منڈھے نہ چڑھی، ہر وقت خرخشہ رہنے لگا، حضرت زیدؓ باپ ہونے کے ناتے نبی ﷺ سے شکایت کرتے، آپؐ سمجھاتے کہ میری خاطر اور اللہ ورسول کے حکم سے اس نے تجھ کو اپنی مرضی کے خلاف قبول کیا ہے، اب چھوڑ دے گا تو اس کی رسوائی ہوگی، لوگ طعنہ دیں گے کہ تجھے غلام نے بھی نہ رکھا، پس اللہ سے ڈر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بگاڑ مت کر۔

مگر جب معاملہ کسی طرح قابو میں نہ آیا، جھگڑا بار بار پیش آتا رہا، اور صاف نظر آنے لگا کہ دونوں میں نباہ مشکل ہے تو نبی ﷺ کے لئے لمحۂ فکریہ پیدا ہوا کہ اگر زید زینب کو چھوڑ دیتے ہیں تو ان کی دل جوئی کی ایک ہی صورت ہے کہ آپؐ ان کو قبول کرلیں، اس سے ان کا سر فخر سے اونچا ہوجائے گا، مگر ڈر یہ تھا کہ کفار ومنافقین آپؐ کے اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کریں گے، کہیں گے: لو جی! بہو کو گھر میں بسالیا! اور ممکن ہے عشق کی داستان تصنیف کریں۔

آپؐ اسی اُدھیڑبُن میں تھے کہ ایک دن حضرت زیدؓ کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا، اور انھوں نے طلاق دیدی، حضرت زینبؓ عدت میں بیٹھ گئیں، زمانہ عدت میں بھی آپ یہی بات سوچتے رہے مگر کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا، عدت گذرتے ہی وحی آئی کہ ہم نے زینب کا نکاح آپؐ سے کردیا (تفصیل تحفۃ الالمعی ۷: ۳۹۸ میں ہے)

آیتِ کریمہ: اور (یاد کرو) جب آپؐ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے احسان کیا — اس کو دولتِ ایمان سے سرفراز کیا — اور جس پر آپؐ نے احسان کیا — آزاد کیا اور بیٹا بنالیا — کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھے رہ، اور اللہ سے ڈر — بگاڑ پیدا مت کر — اور آپؐ اپنے دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جس کو اللہ تعالیٰ

ظاہر کرنے والے تھے ـــــ یعنی نکاح کرنے کی بات ـــــ اور آپؐ (نکاح کرتے ہوئے) لوگوں سے ڈر رہے تھے، اور اللہ تعالیٰ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپؐ ان سے ڈریں ـــــ یعنی نبی کی پہلی ترجیح اللہ کے احکام کو روبعمل لانے کی ہونی چاہئے، لوگ خواہ کچھ بھی کہیں، نبی کو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔

پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کرلی ـــــ یعنی طلاق کے بعد عدت بھی گذر گئی، کیونکہ مطلقہ کی عدت بھی شوہر کا حق ہے ـــــ تو ہم نے اس کا آپؐ سے نکاح کردیا ـــــ مسلم شریف میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زید ہی کے ذریعہ منگنی ڈالی تھی ـــــ اس نکاح کی حکمت: ـــــ تاکہ مسلمانوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے، جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کرلیں ـــــ یعنی اس نکاح سے جاہلیت کی ایک رسم ٹوٹے گی، اور ایک غیر اسلامی تصور کا بالکلیہ خاتمہ ہوجائے گا، چنانچہ اس نکاح سے یہ مسئلہ دو اور دو کی طرح واضح ہوگیا کہ لے پالک تمام احکام میں اجنبی کی طرح ہے، وہ حقیقی بیٹے اور بیٹی کی طرح نہیں ـــــ اور اللہ کا معاملہ ہوکر رہنے والا ہے ـــــ ولو کرہ الکافرون والمنافقون! ـــــ اور نبی کو اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں جھجک نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ ـــــ نبی پر کچھ تنگی (گناہ) نہیں اس میں جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کیا ہے، اللہ کا یہی طریقہ رہا ہے آپؐ سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں میں، اور اللہ کا حکم تجویز کردہ طے شدہ ہے ـــــ اور گذرے ہوؤں سے مراد ـــــ وہ ہیں جو اللہ کے احکامات پہنچایا کرتے تھے، اور اس سے ڈرتے تھے، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے ـــــ یعنی گذشتہ انبیاء مراد ہیں، اور آپؐ بھی اللہ کے نبی ہیں، پس ان انبیاء کے نقش قدم پر چلیں، اور کسی سے نہ ڈریں ـــــ اور اللہ تعالیٰ کافی حساب لینے والے ہیں ـــــ وہ آپؐ سے بھی حساب لیں گے کہ آپ لوگوں سے ڈرے یا نڈر ہوکر کام کیا۔

آخری آیت: ـــــ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ـــــ یعنی آپؐ نے زید کو بیٹا بنالیا ہے وہ آپؐ کے حقیقی بیٹے نہیں، پس ان کی بیوی آپؐ کی بہو نہیں، اس لئے آپؐ ان کی مطلقہ سے نکاح کرسکتے ہیں ـــــ نبی ﷺ کے صاحبزادے ہوئے ہیں، مگر وہ بچپن میں گذر گئے ہیں، سن بلوغ کو کوئی نہیں پہنچا، پس آپؐ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، ہاں صاحبزادیاں بلوغ کو پہنچیں، اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی ذریت دنیا میں پھیلی۔

لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں ـــــ لکن استدراک کے لئے آتا ہے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو رفع کرنے کے لئے آتا ہے، جب اس بات کی نفی کی کہ آپ ﷺ کا کوئی صاحبزادہ حد بلوغ کو نہیں پہنچا، پس کوئی عورت آپؐ کی بہو نہیں ہوسکتی، تو وہم پیدا ہوا کہ اس میں تو آپؐ کی کسر شان ہے، بالغ مذکر اولاد کا ہونا فخر وعزت کی بات ہے، آپ ﷺ کو اس سے محروم کیوں رکھا گیا؟ لکن سے اس کا جواب دیا:

اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مصلحت سے آپ ﷺ کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی تو کیا حرج ہے، آپؐ کی روحانی اولاد بے حساب ہے، آپ کی امت کے مؤمنین آپؐ کے روحانی بیٹے ہیں، کیونکہ ان کو ایمان آپؐ کی بدولت ملا ہے، اور گذشتہ تمام امتوں کے مؤمنین آپؐ کے روحانی پوتے ہیں، کیونکہ گذشتہ نبیوں کو فیض نبوت آپؐ سے پہنچا ہے، آپ وصفِ نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور وہ بالعرض، کیونکہ آپ خاتم النّبیین (نبیوں کی مہر) بھی ہیں، پس ان کی امتیں آپؐ کی بالواسطہ امتیں ہیں۔ پس جس کے اتنے روحانی بیٹے پوتے ہوں: اگر اس کی دو چار نسبی اولاد زندہ نہ رہی تو اس میں کیا کسرِ شان ہے؟! (اس کی تفصیل حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کے ''فتوی تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس'' میں، اور میرے رسالے: ''قادیانی وسوسے'' میں ہے)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	ذِكْرًا	یاد کرنا	وَّاَصِيْلًا (۲)	اور زوال سے رات گئے تک
اٰمَنُوا	ایمان لائے	كَثِيْرًا	بہت	هُوَ الَّذِيْ	وہی ہیں جو
اذْكُرُوا	یاد کرو	وَّسَبِّحُوْهُ	اور پاکی بیان کرو اس کی	يُصَلِّيْ (۳)	بے حد مائل ہیں
اللّٰهَ	اللہ کو	بُكْرَةً (۱)	دن کے شروع میں	عَلَيْكُمْ	تمہاری طرف

(۱) بُکرۃ کے معنی ہیں: دن کا شروع حصہ، صبح صادق سے طلوعِ شمس تک کا وقت (۲) أصیل اور عَشِی ہم معنی ہیں، لسان العرب (مادہ أصل) میں ہے الأصيل والعشي سواء، اور مفردات امام راغب میں ہے: العشي من زوال الشمس إلى الصباح: سورج ڈھلنے سے صبح تک کا وقت (۳) سہیلی نے صلاۃ کے معنی: غایت انعطاف کئے ہیں، یعنی آخری درجہ کا میلان، اور نسبتوں کے اختلاف سے میلان مختلف ہوتا ہے، اللہ کا انتہائی میلان: بے پایاں رحمتیں نازل کرنا ہے، اور فرشتوں کا استغفار کرنا

وَمَلٰٓئِكَتُهٗ	اور اس کے فرشتے (بھی)	يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ	اے پیغمبر	بِاَنَّ لَهُمْ	اس بات کی کہ انکے لئے
لِيُخْرِجَكُمْ	تاکہ نکالیں وہ تم کو	اِنَّآ	بے شک ہم نے	مِّنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے
مِّنَ الظُّلُمٰتِ	تاریکیوں سے	اَرْسَلْنٰكَ	بھیجا آپ کو	فَضْلًا	مہربانی (انعام) ہے
اِلَى النُّوْرِ	روشنی کی طرف	شَاهِدًا	احوال بتانے والا	كَبِيْرًا	بڑی
وَكَانَ	اور ہیں وہ	وَّمُبَشِّرًا	اور خوشخبری سنانے والا	وَلَا تُطِعِ	اور نہ کہنا مانئے آپ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین پر	وَّنَذِيْرًا	اور نتائج اعمال سے	الْكٰفِرِيْنَ	کافروں
رَحِيْمًا	بڑے مہربان		آگاہ کرنے والا	وَالْمُنٰفِقِيْنَ	اور منافقوں کا
تَحِيَّتُهُمْ	ان کی سلامتی کی دعا	وَّدَاعِيًا	اور بلانے والا	وَدَعْ	اور خیال چھوڑیئے
يَوْمَ	جس دن	اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف	اَذٰىهُمْ	ان کی ایذا دہی کا
يَلْقَوْنَهٗ	وہ ان سے ملیں گے	بِاِذْنِهٖ	ان کے حکم سے	وَتَوَكَّلْ	اور بھروسہ کیجئے
سَلٰمٌ	سلام ہے	وَسِرَاجًا	اور چراغ	عَلَى اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ پر
وَاَعَدَّ لَهُمْ	اور تیار کیا ہے انکے لئے	مُّنِيْرًا	روشنی کرنے والا	وَكَفٰى	اور کافی ہیں
اَجْرًا	ثواب	وَبَشِّرِ	اور خوش خبری سنایئے	بِاللّٰهِ	اللہ تعالیٰ
كَرِيْمًا	احترام والا	الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین کو	وَكِيْلًا	کارساز

کافروں اور منافقوں کے بعد مؤمنین کا تذکرہ

قرآنِ کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ کافروں کے تذکرہ کے بعد مؤمنین کا تذکرہ کرتا ہے، سورت کی پہلی آیت تھی: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ﴾: اے نبی! اللہ سے ڈریں، اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں، چنانچہ شروع سورت سے ان دو جماعتوں کے ساتھ گفتگو چل رہی تھی، اب اسی طرح کی آیت پر یہ گفتگو ختم کی جائے گی، پھر متعلقہ مضامین شروع ہونگے، اب آخر میں کافروں کے بالمقابل مؤمنین کا ذکر کرتے ہیں، پھر نبی ﷺ کا مقام ومرتبہ بیان کریں گے، پھر ایمان لانے والوں اور ستانے والوں کا تذکرہ کرکے گفتگو ختم کریں گے۔

ارشادِ پاک ہے: —— اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو —— یہ مُحْسِنِیْن (نیکوکاروں) کا نصاب ہے، سالکین (اللہ کی راہ پر چلنے والوں) کو بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے، کسی حال میں غفلت نہ ہو، ایک صحابی نے پوچھا: کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا: أَنْ تُفَارِقَ الدنيا ولسانُك رطبٌ من ذكر الله: جب تیری موت آئے تو تیری زبان

اللہ کے ذکر سے تر ہو (مشکات ح ۲۲۷۰) ایک دوسرے شخص نے پوچھا: احکام اسلام بہت ہیں، مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس کو میں مضبوط پکڑوں، فرمایا: لایزال لسانُك رَطْبًا من ذكر الله: تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے (مشکات ح ۲۲۷۹) اور یہ بھی دریافت کیا گیا کہ کونسا بندہ افضل ہے؟ اور قیامت کے دن کس کا درجہ سب سے اونچا ہوگا؟ فرمایا: الذاکرون الله کثیرا والذاکرات: بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کا (مشکات ح ۲۲۸۰)

اور پہلے بیان کیا ہے کہ بکثرت ذکر کا کم سے کم درجہ متعین نہیں، اور زیادہ سے زیادہ پاس انفاس ہیں یعنی ہر سانس کے ساتھ اللہ نکلے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے زبان پر نامِ پاک جاری رہے، مگر اس کے لئے مشق وتمرین ضروری ہوگی، اس کے بعد یہ ملکہ حاصل ہوگا۔

اور اس کی پاکی بیان کرو —— یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے: اس کی تعریف کے ساتھ، نماز دونوں اذکار کا مجموعہ ہے —— دن کے شروع حصہ میں —— شریعت میں دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، پس اس کا شروع کا حصہ طلوعِ آفتاب تک ہے، یہ فجر کی نماز کا وقت ہے —— اور زوال سے رات گئے تک —— اس میں چار نمازیں ہیں اور دو وقت خالی رکھے ہیں: (۱) طلوع سے زوال تک کاروبار کے لئے خالی رکھا ہے (۲) عشاء کے بعد سے صبح صادق تک آرام کے لئے خالی رکھا ہے —— مگر مُحسنین کے لئے ان دونوں وقتوں میں بھی اشراق چاشت اور تہجد کی نمازیں رکھی ہیں —— یہ عام مسلمانوں کا نصاب ہے، ان کے لئے پابندی سے پانچ نمازیں پڑھنا کافی ہے۔

نمازوں کا دنیوی فائدہ: —— وہی ہیں جو غایت درجہ تمہاری طرف مائل ہیں، اور ان کے فرشتے بھی، تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالیں، اور اللہ تعالیٰ مؤمنین پر بے حد مہربان ہیں —— صلاۃ کے معنی ہیں: غایتِ انعطاف، آخری درجہ کا میلان، اور میلان نسبت کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، بیوی کی طرف میلان، اولاد کی طرف میلان، اللہ کے رسول کی طرف میلان اور اللہ کی طرف میلان کی صورتیں مختلف ہیں، اور اللہ کا بندوں کی طرف میلان: بے پایاں رحمتیں نازل کرنا ہے، درود: فارسی لفظ ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں، اور بندوں کا اللہ کی طرف میلان: نماز ہے، جو اذکار مخصوصہ اور ارکانِ مخصوصہ کا مجموعہ ہے، اور فرشتوں کا مؤمنین کی طرف آخری درجہ کا میلان: استغفار ہے —— تاریکیاں: جمع ہے، گمراہی کی اندھیریاں بہت ہیں اور روشنی: مفرد ہے، کیونکہ ہدایت کی روشنی ایک ہے۔ نماز سے بندے ہدایت کی روشنی میں آتے ہیں، اور اس کے علاوہ بھی نماز بے شمار اللہ کی رحمتوں کا سبب ہے، جس سے بے نمازی محروم ہیں۔

آخرت میں نماز کا صلہ: —— اور ان کی (نمازی بندوں کی) زندہ رہنے کی دعا جس دن وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے السلام علیکم ہے —— یعنی اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام بولا جائے گا، خواہ فرشتوں کے

ذریعہ یا جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے بلاواسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائیں گے، اس وقت کی عزت ولذت کا کیا کہنا! (فوائد لیس آیت ۵۸) —— اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عزت کا بدلہ تیار کیا ہے —— مراد جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔

نبی ﷺ کا مقام ومرتبہ: —— اے نبی! ہم نے آپؐ کو گواہ (احوال بتانے والا) اور خوش خبری سنانے والا، اور نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والا، اور اللہ کی اجازت سے اللہ کی طرف بلانے والا، اور روشنی پھیلانے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے —— ان دو آیتوں میں نبی ﷺ کے پانچ اوصاف بیان کئے ہیں:

پہلا وصف: آپؐ شاہد ہیں۔ شاہد کے معنی ہیں: گواہ، احوال بتانے والا، قاضی کے سامنے گواہ دعوی کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں، نبی ﷺ قیامت کے دن اپنے زمانہ کے لوگوں کے احوال بتائیں گے کہ کس نے بات مانی اور کس نے نہیں مانی؟ (تفصیل کے لئے دیکھیں رحمۃ اللہ الواسعہ ۲: ۵۰-۵۵، ہدایت القرآن سورۃ النحل آیت ۸۹ اور سورۃ الحج کی آخری آیت)

دوسرا وصف: آپؐ بشیر ہیں، دعوت قبول کرنے والوں کو بہترین انجام کی خوش خبری سناتے ہیں۔

تیسرا وصف: آپؐ نذیر ہیں، دعوت قبول نہ کرنے والوں کو نتائج اعمال سے خبردار کرتے ہیں کہ سنبھل جاؤ، ورنہ تمہارا بیڑا غرق ہوگا!

چوتھا وصف: آپؐ داعی ہیں، اللہ کی توحید سکھاتے ہیں، اور اس کا راستہ بتاتے ہیں، مگر راہ راست پر وہ آئے گا جس کو توفیق ملے، رسول کے اختیار میں ہدایت سے بہرہ ور کرنا نہیں، اس لئے بإذنہ بڑھایا۔

پانچواں وصف: آپؐ روشنی پھیلانے والا چراغ یعنی آفتابِ نبوت ہیں، سورج کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہتی، سب روشنیاں اس میں مدغم ہوجاتی ہیں۔

ملحوظہ: یہ پانچوں اوصاف کفار ومنافقین کو سنائے گئے ہیں کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو قیامت کے دن ہمارا رسول تمہاری پول کھولے گا، اور ایمان لائے تو خوش خبری سنائے گا، ورنہ وارننگ دے گا، اور رسول کا کام اللہ کے راستہ کی طرف بلانا ہے، ہدایت گھول کر پلانا اس کے بس میں نہیں، یہ کام اللہ کے اختیار کا ہے، مگر اس میں بندوں کے اختیار کا بھی کچھ دخل ہے، اور آپؐ آفتابِ نبوت ہیں، اگر سورج نکلنے پر چمگادڑ اندھے ہوجائیں تو ان کی آنکھوں کا قصور ہے، آفتاب کا اس میں کیا گناہ؟

ایسی عظیم نعمت کے قدرداں اور ناقدرے: —— اور مؤمنین کو خوش خبری سنایئے کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے —— یعنی دنیا وآخرت میں ان کو برتری حاصل ہوگی —— اور آپؐ کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ

مانئے، اور ان کی ایذا رسانی کا خیال چھوڑ یئے، اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں ـــــ وہ آپ کی بگڑی بنادیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَكَحۡتُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ فَمَا لَـكُمۡ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ عِدَّةٍ تَعۡتَدُّوۡنَهَا‌ۚ فَمَتِّعُوۡهُنَّ وَسَرِّحُوۡهُنَّ سَرَاحًا جَمِيۡلًا ﴿۴۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَحۡلَلۡنَا لَـكَ اَزۡوَاجَكَ الّٰتِىۡۤ اٰتَيۡتَ اُجُوۡرَهُنَّ وَمَا مَلَـكَتۡ يَمِيۡنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِىۡ هَاجَرۡنَ مَعَكَ وَامۡرَاَةً مُّؤۡمِنَةً اِنۡ وَّهَبَتۡ نَفۡسَهَا لِلنَّبِىِّ اِنۡ اَرَادَ النَّبِىُّ اَنۡ يَّسۡتَنۡكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ‌ؕ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِىۡۤ اَزۡوَاجِهِمۡ وَمَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ لِكَيۡلَا يَكُوۡنَ عَلَيۡكَ حَرَجٌ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۵۰﴾ تُرۡجِىۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَ تُـــْٔوِىۡۤ اِلَيۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ‌ؕ وَمَنِ ابۡتَغَيۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكَ‌ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَنۡ تَقَرَّ اَعۡيُنُهُنَّ وَلَا يَحۡزَنَّ وَيَرۡضَيۡنَ بِمَاۤ اٰتَيۡتَهُنَّ كُلُّهُنَّ‌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَلِيۡمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَـكَ النِّسَآءُ مِنۡۢ بَعۡدُ وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ حُسۡنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَـكَتۡ يَمِيۡنُكَ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ رَّقِيۡبًا ﴿۵۲﴾

ع ۴

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ	اے وہ لوگو جو	ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ	پھر چھوڑ دو ان کو	عَلَيۡهِنَّ	ان پر
اٰمَنُوۡۤا	ایمان لائے	مِنۡ قَبۡلِ	اس سے پہلے	مِنۡ عِدَّةٍ	کوئی عدت
اِذَا نَكَحۡتُمُ	جب نکاح کرو تم	اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ (۱)	کہ ہاتھ لگاؤ تم ان کو	تَعۡتَدُّوۡنَهَا (۲)	گنتی میں لاؤ تم اس کو
الۡمُؤۡمِنٰتِ	مسلمان عورتوں سے	فَمَا لَـكُمۡ	پس نہیں تمہارے لئے	فَمَتِّعُوۡهُنَّ (۳)	پس متعہ دو ان کو

(۱) مَسَّ (س) مَسًّا: چھونا، ہاتھ لگانا: ﴿لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ﴾: اس کو پاک لوگوں کے علاوہ کوئی ہاتھ نہیں لگاتا (۲) جملہ تعتدونھا: عدۃ کی صفت ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ عدت شوہر کا حق ہے (۳) مَتِّعُوۡا تمتیع سے امر حاضر: دنیوی سامان دینا۔

وَسَرِّحُوْهُنَّ	اور چھوڑ دو ان کو	خَالِكَ	آپ کے ماموں کی	اَيْمَانُهُمْ	ان کے دائیں ہاتھ
سَرَاحًا	چھوڑنا	وَبَنٰتِ	اور بیٹیاں	لِكَيْلَا يَكُوْنَ	تاکہ نہ ہوے
جَمِيْلًا	خوبصورت	خٰلٰتِكَ	آپ کی خالہ کی	عَلَيْكَ	آپ پر
يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ	اے نبی	الّٰتِيْ	جنھوں نے	حَرَجٌ	کچھ تنگی
اِنَّآ	بے شک ہم نے	هَاجَرْنَ	ہجرت کی	وَكَانَ اللّٰهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ
اَحْلَلْنَا	حلال کیں	مَعَكَ	آپ کے ساتھ	غَفُوْرًا	بڑے بخشنے والے
لَكَ	آپ کے لئے	وَامْرَاَةً	اور عورت	رَّحِيْمًا	بڑے مہربان
اَزْوَاجَكَ	آپ کی (وہ) بیویاں	مُّؤْمِنَةً	مسلمان	تُرْجِيْ	مؤخر کریں
الّٰتِيْٓ	جن کو	اِنْ وَّهَبَتْ	اگر بخش دے	مَنْ تَشَآءُ	جس کو چاہیں
اٰتَيْتَ	آپ نے دیدیا	نَفْسَهَا	اپنی ذات	مِنْهُنَّ	ان میں سے
اُجُوْرَهُنَّ	ان کا مہر	لِلنَّبِيِّ	نبی کو	وَتُؤْوِيْٓ	اور ٹھکانا دیں
وَمَا	اور جو	اِنْ اَرَادَ	اگر چاہیں	اِلَيْكَ	اپنی طرف
مَلَكَتْ	مالک ہوا	النَّبِيُّ	نبی	مَنْ تَشَآءُ	جس کو چاہیں
يَمِيْنُكَ	آپ کا دایاں ہاتھ	اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا	کہ نکاح میں لائیں اسکو	وَمَنِ ابْتَغَيْتَ	اور جس کو چاہیں آپ
مِمَّآ	ان میں سے جو	خَالِصَةً	مخصوص	مِمَّنْ عَزَلْتَ	ان میں سے جن کو
اَفَآءَ	لوٹائی	لَّكَ	آپ کے لئے		کنارہ کیا آپ نے
اللّٰهُ	اللہ نے	مِنْ دُوْنِ	نہ کہ	فَلَا جُنَاحَ	تو کوئی گناہ نہیں
عَلَيْكَ	آپ پر	الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین کے لئے	عَلَيْكَ	آپ پر
وَبَنٰتِ	اور بیٹیاں	قَدْ عَلِمْنَا	تحقیق جانا ہم نے	ذٰلِكَ اَدْنٰٓى	یہ بات قریب تر ہے
عَمِّكَ	آپ کے چچا کی	مَا فَرَضْنَا	جو مقرر کیا ہم نے	اَنْ تَقَرَّ	(اس سے) کہ ٹھنڈی ہوں
وَبَنٰتِ	اور بیٹیاں	عَلَيْهِمْ	ان پر	اَعْيُنُهُنَّ	ان کی آنکھیں
عَمّٰتِكَ	آپ کی پھوپھی کی	فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ	ان کی بیویوں میں	وَلَا يَحْزَنَّ	اور نہ غمگین ہوں وہ
وَبَنٰتِ	اور بیٹیاں	وَمَا مَلَكَتْ	اور جن کے مالک ہیں	وَيَرْضَيْنَ	اور خوش رہیں وہ

بِمَآ	اس پر جو	حَلِيْمًا	بڑے بردبار	مِنْ اَزْوَاجٍ	اور بیویوں کو
اٰتَيْتَهُنَّ	دیا آپ نے ان کو	لَا يَحِلُّ	نہیں جائز ہیں	وَّلَوْ اَعْجَبَكَ	اگرچہ بھلی لگے آپ کو
كُلُّهُنَّ(۱)	سبھی	لَكَ	آپ کے لئے	حُسْنُهُنَّ	ان کی خوبی
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	النِّسَاۗءُ	عورتیں	اِلَّا مَا مَلَكَتْ	مگر جو مالک ہو
يَعْلَمُ	جانتے ہیں	مِنْۢ بَعْدُ	اس کے بعد	يَمِيْنُكَ	آپ کا دایاں ہاتھ
مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ	جو ان کے دلوں میں ہے	وَلَآ اَنْ	اور نہ یہ بات کہ	وَكَانَ اللّٰهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ
وَكَانَ اللّٰهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ	تَبَدَّلَ	بدلیں آپ	عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
عَلِيْمًا	خوب جاننے والے	بِهِنَّ	ان سے	رَّقِيْبًا	نگہبان

نکاح میں مہر مقرر نہ ہوا ہو، اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق ہوجائے تو عدت واجب نہیں اور متعہ واجب ہے

ارتباط: شروع سورت سے جو سلسلۂ بیان چل رہا تھا وہ گذشتہ آیت پر پورا ہوگیا۔ اس میں نبی ﷺ اور کفار ومنافقین پیش نظر تھے، اس کے آخر میں نکاح زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر آیا تھا۔ اب سورت کے آخر تک نبی ﷺ، ازواج مطہرات اور مؤمنین پیش نظر ہیں، درمیان میں حجاب کے فائدے کے ذیل میں منافقین کا کچھ ذکر آئے گا۔

اور اب بیان اس حکم سے شروع ہو رہا ہے کہ اگر کسی نکاح میں مہر مقرر نہ ہوا ہو، اور بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے یعنی خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دیدے تو عدت واجب نہیں، کیونکہ بچہ دانی کی مشغولیت کا احتمال نہیں، اور متعہ واجب ہے یعنی ایک جوڑا کپڑا دے کر بیوی کو رخصت کرے ـــــ اور مہر مقرر ہوا ہو تو آدھا مہر دے، یہ حکم سورۃ البقرۃ (آیت ۲۳۷) میں ہے۔

اور یہ حکم نبی اور غیر نبی کے لئے عام ہے، اس لئے بیان تو نبی کا چل رہا ہے اور خطاب مؤمنین سے ہے، اور جو حکم مؤمنات کا ہے وہی حکم کتابیات کا ہے۔ اور آیت میں 'مسلمان عورت' کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ مسلمان کو یہودی اور عیسائی عورت سے نکاح نہیں کرنا چاہئے، اس سے اولاد کا دین خطرہ میں پڑجاتا ہے، مسلمان کو مسلمان عورت ہی سے نکاح کرنا چاہئے، اس کے مادّہ کے لئے بہترین جگہ یہی ہے۔

اور خلوت کے معنی ہیں: تنہائی، اور خلوتِ صحیحہ ایسی تنہائی ہے جس میں جماع کے لئے کوئی جسمانی، شرعی اور طبعی رکاوٹ نہ ہو (تفصیل کتبِ فقہ میں ہے) احناف کے نزدیک ایسی خلوت جماع کے حکم میں ہے، اور یہ بات اسی آیت

(۱) كُلُّهُنَّ: يَرْضَيْنَ کے فاعل کی تاکید ہے

سے ثابت ہے ﴿تَمَسُّوْهُنَّ﴾ کا یہی مفاد ہے، اور تُمَاسُّوْهُن کی قراءت مستقل آیت ہے، جماع سے بھی بدرجۂ اولی نکاح مؤکد ہوجاتا ہے، اور اس سلسلہ میں سنن بیہقی و دار قطنی میں ضعیف مرفوع حدیث بھی ہے، اور حضرت عمر و علی وزید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے صحیح سندوں سے فتاوی بھی مروی ہیں کہ خلوتِ صحیحہ سے پورا مہر اور عدت واجب ہوتی ہے، اس سے پہلے عدت نہیں، اور متعہ (ایک جوڑا کپڑا) واجب ہے۔ روایات میں جَوْنِیّہ کا واقعہ ہے، جب اس نے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی تو آپؐ نے اس کو ایک جوڑا دے کر رخصت کر دیا۔

آیتِ کریمہ: ـــــ اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر ان کو طلاق دیدو، ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے، پس تمہارے لئے ان کے ذمہ کوئی عدت نہیں، جس کو تم شمار کرو ـــــ معلوم ہوا عدت شوہر کے حق کی وجہ سے ہے ـــــ پس ان کو کچھ فائدہ پہنچاؤ ـــــ ایک جوڑا کپڑا وغیرہ مال سامان دو ـــــ اور ان کو خوبی کے ساتھ رخصت کرو ـــــ یعنی ترکِ تعلقات بھی ہوں تو خوشی کے ساتھ، تا کہ آئندہ کے لئے نکاح کی راہ باقی رہے۔

نبی ﷺ کے لئے حلال عورتیں

یہ بیان اس مناسبت سے آیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا: نبی ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، اور آپؐ کے لئے حلال تھیں، پس آپؐ نے ان سے نکاح کیا تو آسمان کیوں ٹوٹ پڑا؟ اور وہ آپؐ کی بہو نہیں تھیں، کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ لے پالک تھے، حقیقی بیٹے نہیں تھے۔ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اے نبی! ہم نے آپؐ کے لئے آپؐ کی یہ بیویاں حلال کی ہیں، جن کو آپؐ ان کا مہر دے چکے ہیں ـــــ یعنی نزولِ آیت کے وقت جو ازواج نکاح میں تھیں وہ سب حلال ہیں ـــــ اور وہ باندیاں (بھی حلال ہیں) جو آپؐ کی ملکیت میں ہیں، اس مالِ غنیمت میں سے جو اللہ نے آپؐ پر لوٹایا ہے ـــــ یعنی جو عورتیں اسلامی جہاد میں ہاتھ آئی ہیں اور ان کو باندی بنالیا گیا ہے ـــــ پس آج کل جو عورتیں اغوا کر کے بیچی جاتی ہیں وہ نکاح کے بغیر حلال نہیں ـــــ اور آپؐ کی چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں، جنھوں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت کی ہے ـــــ ان میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی ہیں ـــــ اور وہ مسلمان عورت جو اپنی ذات نبی کو ہبہ کردے، اگر نبی اس کو نکاح میں لانا چاہیں ـــــ تو مہر کے بغیر بھی اس سے نکاح جائز ہے ـــــ یہ (مہر کے بغیر نکاح) مخصوص حکم ہے آپؐ کے لئے، نہ کہ مؤمنین کے لئے، ہم کو معلوم ہیں وہ احکام جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور ان کی باندیوں کے سلسلہ میں مقرر کئے ہیں ـــــ مؤمنین چار سے زیادہ بیویوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتے، نبی ﷺ کے لئے یہ قید نہیں، مؤمنین پر نکاح میں مہر لازم ہے، نبی ﷺ پر یہ شرط نہیں، باندیوں میں مسلمان یا کتابی کی شرط ہے، اور دو بہنوں کو ملکِ یمین کے طور پر بھی صحبت میں جمع نہیں کر سکتے، یہ احکام نبی ﷺ کے لئے بھی ہیں ـــــ تا کہ

آپؐ پر کسی قسم کی تنگی نہ رہے ــــ اسی لئے چار کی تحدید ختم کردی ــــ اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

نبی ﷺ کے لئے نکاح میں چار کی تحدید نہ ہونے کی وجہ

نبی ﷺ کے لئے جائز تھا کہ جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح کریں۔آپؐ کے لئے چار میں انحصار نہیں تھا۔ کیونکہ نکاح میں تحدید کا مقصد عام طور پر پیش آنے والی احتمالی خرابی کا سدّباب ہے۔کسی معین اور واقعی خرابی کو ہٹانا پیش نظر نہیں یعنی چونکہ چار سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں اندیشہ ہے کہ ان کی حق تلفی ہو،اس لئے تحدید کی گئی ہے۔ایسا نہیں ہے کہ زیادہ بیویاں ہونگی تو ضرور حق تلفی ہوگی۔کچھ لوگ چار سے زیادہ کے حقوق بھی مکمل طور پر ادا کرسکتے ہیں۔

اور نبی ﷺ میں دو باتیں ایسی تھیں جو امت میں نہیں ہیں: ایک: کسی بیوی کی حق تلفی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اس کو آپؐ جانتے تھے۔کیونکہ آپؐ صاحب وحی تھے۔پس آپؐ کے لئے احتمال واندیشہ پر حکم دائر کرنے کی حاجت نہیں۔دوم: آپؐ اطاعتِ الٰہی اور امتثالِ امر خداوندی میں مامون ومحفوظ تھے کیونکہ آپ معصوم تھے۔ازواج کی حق تلفی کا گناہ آپؐ سے صادر ہو ہی نہیں سکتا۔اس لئے آپ کو نکاح کے باب میں تحدید سے مستثنیٰ رکھا گیا۔

نبی ﷺ نے آخر عمر میں جو نکاح کیے وہ ملّی، ملکی اور شخصی مصالح سے کیے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے ۲۵ برس کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پہلا نکاح کیا۔پھر ۲۵ سال تک جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آپؐ نے دوسرا کوئی نکاح نہیں کیا۔حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد چونکہ گھر میں چھوٹی بچیاں تھیں اور رسالت کی ذمہ داری، اس لئے آپؐ نے خاندان کی عورتوں کے اصرار پر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، جو بیوہ تھیں۔اس وقت آپؐ کی عمر مبارک ۵۰ سال تھی۔اسی زمانہ میں آپؐ کو خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دکھلائی گئیں۔اور کہا گیا کہ یہ آپؐ کی بیوی ہیں۔چونکہ اس وقت عائشہؓ کی عمر پانچ چھ سال تھی، اس لئے اس خواب کی صورت واضح نہیں ہوئی۔پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات ڈالی گئی (۱) اور انھوں نے اس نکاح کی تحریک کی تو آپؐ نے ان سے نکاح کرلیا۔مگر ابھی وہ گھر آباد نہیں کرسکتی تھیں، اس لئے عملاً آپؐ کے گھر میں ایک ہی بیوی رہی۔یہی ایک نکاح آپؐ نے کنواری عورت سے کیا ہے۔باقی سب نکاح بیوہ عورتوں سے کئے ہیں۔اور ہجرت کے بعد کئے ہیں جبکہ آپؐ کی عمر مبارک ۵۶ تا ۶۰ سال تھی۔اور یہ نکاح ملّی، ملکی اور شخصی مصالح کے پیش نظر کئے ہیں۔مثلاً: (۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح لے پالک کی رسم مٹانے کے لئے کیا ہے۔اور اس نکاح کا حکم اللہ

(۱) انھوں نے سوچا ہوگا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بوڑھی عورت ہیں۔زیادہ دنوں تک وہ بھی آپؐ کا ساتھ نہیں دے سکیں گی۔ پس ان کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا گھر بسانے کے قابل ہوجائیں گی ۱۲

تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں نازل فرمایا ہے۔ یہ ملّی مصلحت ہے (۲) اور حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے نکاح ملکی مصلحت سے کیا ہے۔ تاریخ کا طالب علم جانتا ہے کہ بدر کے بعد اسلام کے خلاف تمام جنگوں کی کمان ابوسفیانؓ کے ہاتھ میں رہی ہے۔ مگر حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح کے بعد انھوں نے کوئی اہم فوج کشی نہیں کی۔ یہ اس نکاح کا فائدہ تھا (۳) اور چند خواتین کی اسلام کے لئے بڑی قربانیاں تھیں، جیسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، جب وہ بیوہ ہوگئیں تو ان کی دلداری کیلئے آپؐ نے ان سے نکاح کیا۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دل جوئی کے لئے کیا۔ یہ شخصی مصلحت ہے ـــــ غرض سبھی نکاح انہی مقاصد ثلاثہ سے کئے ہیں۔ جن کی تفصیل طویل ہے۔ کوئی نکاح آپؐ نے اپنی ضرورت کے لئے نہیں کیا۔ کیونکہ آپؐ کی چہیتی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے گھر میں تھیں۔ اور یہ عمر طبعی ضرورت کی بھی نہیں تھی۔ وہ تو جوانی کا زمانہ ہے، جو آپؐ نے ایک بیوی کے ساتھ بسر کیا ہے۔ اور چونکہ یہ تینوں مصالح ایسے تھے کہ ان کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی، اس لئے آپ ﷺ کے لئے نکاح کی تحدید نہیں کی گئی۔

نبی ﷺ پر ازواج میں باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا

اگر دو یا زیادہ بیویاں ہوں تو امت پر باری مقرر کرنا واجب ہے، مگر نبی ﷺ پر باری باری سے ازواج کے پاس رہنا واجب نہیں تھا، آپؐ جسے چاہیں باری میں آگے پیچھے کر سکتے تھے، اور جسے کنارے پر کر دیا ہے اُسے دوبارہ واپس لینے کا بھی اختیار تھا، مگر آپؐ نے مدت العمر ان اختیارات کو استعمال نہیں کیا۔ معاملات میں اس قدر عدل وانصاف کی رعایت فرماتے تھے کہ بڑے سے بڑا محتاط آدمی بھی نہیں کرسکتا ـــــ اور حضرت ﷺ پر یہ واجب اس لئے نہیں تھا کہ عورتیں باری کو اپنا حق نہ سمجھیں، جو دیں راضی ہو کر قبول کرلیں، ورنہ روز روز کی جھنجھٹ رہا کرتی، اور دین کے کاموں میں خلل پڑتا، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ ان میں سے جس کو چاہیں مؤخر کریں، اور جس کو چاہیں اپنے سے نزدیک کریں، اور جس کو آپ چاہیں ان میں سے جن کو دور کیا ہے تو بھی آپؐ پر کوئی گناہ نہیں، یہ حکم قریب تر ہے اس سے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، اور وہ آزردہ خاطر نہ ہوں، اور وہ سبھی خوش رہیں اس پر جو آپ ان کو دیں، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو تمہارے دلوں میں ہے ـــــ یعنی ازواج کے دلوں کی کیفیات سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہیں، باری لازم ہونے کی صورت میں ان میں تنافس (حصولِ مقصد میں مقابلہ بازی) رہتا، اس لئے جھگڑوں کی جڑ ہی کاٹ دی ـــــ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے بڑے بردبار ہیں!

ازواج کی دلداری کے لئے نبی ﷺ پر ایک پابندی

نبی ﷺ پر باری واجب نہ ہونے میں ازواج کی دل شکنی کا پہلو تھا، اس لئے ان کی دلداری کے لئے نبی ﷺ پر

ایک پابندی لگائی گئی کہ جتنی قسمیں ایک آیت سے اوپر کی آیت میں بیان ہوئی ہیں: ان سے زیادہ حلال نہیں، اور جو ازواج اب موجود ہیں ان کو بدلنا بھی جائز نہیں، یعنی ان میں سے کسی کو اس لئے چھوڑ دیں کہ اس کی جگہ دوسری لائیں یہ جائز نہیں، یہ پابندی عائد کی تاکہ ازواج مطمئن ہو جائیں کہ اب وہ ہمیشہ حبالۂ زوجیت میں رہیں گی۔

اور حضرت عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ پابندی آخر میں اٹھادی گئی تھی، مگر واقعہ یہ ہے کہ آپؐ نے نہ اس کے بعد کوئی نکاح کیا، نہ موجودہ ازواج میں سے کسی کو بدلا، وفات تک سب ازواج نکاح میں رہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— ان کے علاوہ اور عورتیں آپؐ کے لئے حلال نہیں، اور نہ یہ بات درست ہے کہ آپؐ ان بیویوں کی جگہ دوسری بیویاں کرلیں، گو آپؐ کو ان کا حسن بھلا لگے، البتہ جو آپ کی مملوکہ ہیں —— ان کا تبادلہ ہوسکتا ہے —— اور ﴿أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ سے معلوم ہوا کہ نکاح میں پسندیدگی کا لحاظ ہونا چاہئے، پھر پسندیدگی کی حدود ہیں: جائز اور ناجائز، ظاہر ہے نبی حدود سے نہیں بڑھ سکتا، عصمت کا یہی تقاضہ ہے۔

اور حسن و جمال میں فرق: فی نفسہ موزونیت کا نام جمال ہے جملہ کو جملہ اسی وقت کہتے ہیں جب وہ ٹھیک ہو جائے، اور جمال اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے، اور فی نفسہ موزونیت اعتبار معتبر کے تابع نہیں ہوتی —— اور پسندیدگی دوسرا اوڑھاتا ہے، کہتے ہیں: اِسْتَحْسَنْتُهٗ: میں نے اس کو پسند کیا، اور ایک چیز ایک کے لئے پسندیدہ ہو اور دوسرے کو ناپسند ہو ایسا ہوسکتا ہے، پس ہر ایک نکاح میں اپنی پسند کو ترجیح دے، اور جو ایک کو پسند نہیں اس کو کوئی دوسرا پسند کرے گا —— اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگراں ہیں —— کون حدود کی پابندی کرتا ہے کون خلاف ورزی کرتا ہے: اس کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، پس اس کا خیال رکھ کر کام کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ اِنْ تُبْدُوْا شَـيْــــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلِیْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِیْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۵۵﴾

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ	اے لوگو جو	طَعِمْتُمْ	کھا چکو	فَسْـَٔلُوْهُنَّ	تو مانگو ان سے
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	فَانْتَشِرُوْا	تو پھیل جاؤ	مِنْ وَّرَآءِ	پیچھے سے
لَا تَدْخُلُوْا	نہ جاؤ	وَلَا	اور نہ	حِجَابٍ	پردہ کے
بُیُوْتَ	گھروں میں	مُسْتَاْنِسِیْنَ (۲)	دل لگانے والے	ذٰلِكُمْ	یہ
النَّبِیِّ	نبی کے	لِحَدِیْثٍ	باتوں میں	اَطْهَرُ	خوب ستھرائی ہے
اِلَّآ اَنْ	مگر یہ کہ	اِنَّ ذٰلِكُمْ	بے شک یہ	لِقُلُوْبِكُمْ	تمہارے دلوں کے لئے
یُّؤْذَنَ	اجازت دی جائے	كَانَ یُؤْذِی	تکلیف دیتا ہے	وَقُلُوْبِهِنَّ	اور ان کے دلوں کے لئے
لَكُمْ	تم کو	النَّبِیَّ	نبی کو	وَمَا كَانَ	اور نہیں ہے
اِلٰی طَعَامٍ	کھانے کی طرف	فَیَسْتَحْیٖ (۳)	پس شرم کرتے ہیں	لَكُمْ اَنْ	تمہارے لئے کہ
غَیْرَ	نہ	مِنْكُمْ	تم سے	تُؤْذُوْا	تکلیف دو
نٰظِرِیْنَ	دیکھنے والے	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	رَسُوْلَ اللّٰهِ	اللہ کے رسول کو
اِنٰىهُ (۱)	اس کے پکنے کو	لَا یَسْتَحْیٖ	نہیں شرم کرتے	وَلَآ اَنْ	اور نہ یہ کہ
وَلٰكِنْ اِذَا	لیکن جب	مِنَ الْحَقِّ	کھری بات سے	تَنْكِحُوْٓا	نکاح کرو
دُعِیْتُمْ	بلائے جاؤ	وَاِذَا	اور جب	اَزْوَاجَهٗ	ان کی بیویوں سے
فَادْخُلُوْا	تو داخل ہوؤ	سَاَلْتُمُوْهُنَّ	مانگو ان سے	مِنْۢ بَعْدِهٖٓ	ان کے بعد
فَاِذَا	پس جب	مَتَاعًا	کوئی سامان	اَبَدًا	کبھی بھی

(۱) اِنٰی: مصدر، ضمیر طعام کی طرف راجع، أنٰی (ض) إِنًی: پک جانا، تیار ہونا، کہیں گے: اِنْتَظِرْ إِنَی الطعام: کھانا تیار ہونے کا انتظار کرو (۲) مُسْتَأْنِسٌ: اسم فاعل، اِسْتِیناس: مصدر: جی لگانا، دلچسپی لینا، عامل امکثوا محذوف ہے (۳) یستحی: اصل میں یَسْتَحْیِیُ تھا، ایک یاء حذف کی ہے۔

إِنَّ ذٰلِكُمْ	بے شک یہ	عَلِيْمًا	خوب جاننے والے	وَلَا نِسَآئِهِنَّ	اور نہ ان کی (مسلمان)
كَانَ	ہے	لَا جُنَاحَ	کچھ گناہ نہیں		عورتوں میں
عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے نزدیک	عَلَيْهِنَّ	ان پر	وَلَا مَا مَلَكَتْ (۱)	اور نہ جن کے مالک ہیں
عَظِيْمًا	بڑا گناہ	فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ	ان کے باپوں میں	اَيْمَانُهُنَّ	ان کے دائیں ہاتھ
إِنْ تُبْدُوْا	اگر ظاہر کرو تم	وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ	اور نہ ان کے بیٹوں میں	وَاتَّقِيْنَ	اور ڈرتی رہو
شَيْئًا	کوئی چیز	وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ	اور نہ ان کے بھائیوں میں	اللّٰهَ	اللہ سے
اَوْ تُخْفُوْهُ	یا چھپاؤ اس کو	وَلَآ اَبْنَآءِ	اور نہ بیٹوں میں	إِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ
فَإِنَّ اللّٰهَ	تو بے شک اللہ تعالیٰ	اِخْوَانِهِنَّ	ان کے بھائیوں کے	كَانَ	ہیں
كَانَ	ہیں	وَلَآ اَبْنَآءِ	اور نہ بیٹوں میں	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو	اَخَوٰتِهِنَّ	ان کی بہنوں کی	شَهِيْدًا (۲)	دیکھنے والے

بڑوں کے پاس ناوقت مت جاؤ ان کے پاس کرنے کے بہت کام ہیں

ازواج النبی کے بعد بیوت النبی کے احکام ذکر کرتے ہیں، اُن بیوت میں ازواج ہیں، بات یہاں سے شروع کی ہے کہ بعض لوگ بڑوں کے پاس ناوقت ملاقات کے لئے آدھمکتے ہیں، اور فضول باتوں میں وقت ضائع کرتے ہیں، ان سے پوچھا جائے: کیسے تشریف لائے؟ تو کہتے ہیں: زیارت کے لئے! حالانکہ زیارت تو مردوں کی کی جاتی ہے! زندوں سے تو ملاقات کی جاتی ہے۔ پھر جب تک ان کو کچھ کھلا و پلا ؤ نہیں ٹلتے نہیں، اس طرح سارا کام بگاڑ دیتے ہیں، اس لئے فرمایا:

—— اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو —— پھر پہلا استثناء فرمایا: —— مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے —— پس جاؤ، اور لفظ 'دعوت' استعمال نہیں کیا، بڑوں کے یہاں دعوت نہیں ہوتی، بلایا جاتا ہے، بلکہ بلایا بھی نہیں جاتا، اجازت دی جاتی ہے، یہی بڑی سعادت ہے —— پھر دوسرا استثناء ہے (غیر بھی حرفِ استثناء ہے) —— نہ انتظار کرنے والے اس کے پکنے کا، لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جاؤ —— بعض لوگ گھنٹہ پہلے آ کر بیٹھ جاتے ہیں، کہتے ہیں: چلو حضرت سے باتیں کریں گے! پوچھتے ہیں: کیوں آئے؟ کہتے ہیں: آپ نے کھانے پر بلایا ہے! ارے بھئی! کھانے پر گیارہ بجے بلایا ہے، تم آٹھ بجے ہی آگئے! اس لئے فرمایا: جس وقت بلایا جائے اس وقت جاؤ،

(۱) آزاد غیر مسلم عورت سے پردہ ہے، البتہ باندی اگرچہ غیر مسلم ہو اس سے پردہ نہیں۔ (۲) شَهِدَ الشيئَ: دیکھنا ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾: پس جو شخص تم میں سے ماہ رمضان کو یعنی اس کے چاند کو دیکھے وہ اس کا روزہ رکھے۔

اس سے بہت پہلے مت جاؤ ـــــ پھر جب کھا چکو تو بکھر جاؤ، اور باتوں میں دل لگا کر بیٹھے مت رہو ـــــ نہ حضرت سے باتوں میں لگو، نہ آپس میں گپ شپ کرو ـــــ حکم کی وجہ: ـــــ بے شک یہ بات نبی کو تکلیف پہنچاتی ہے، پس وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ ہم نبی ﷺ کے گھر میں کوئی سامان لینے آئے ہیں؟

جواب: ـــــ اور جب تم ازواج سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو ـــــ اس کے لئے بھی گھر میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں ـــــ یہ بات زیادہ پاکیزہ ہے تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے ـــــ یہ پردہ کی اوٹ سے سامان مانگنے کی حکمت ہے۔

پھر قاعدہ بیان کیا: ـــــ اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو ستاؤ! ـــــ یعنی کافر منافق جو چاہیں کریں، مؤمنین کے لئے لائق نہیں کہ کسی طرح بھی نبی ﷺ کو ستائیں ـــــ پھر ان تکلیف دہ حرکات میں سے ایک سخت اور بھاری بات بطور مثال بیان کرتے ہیں: ـــــ اور نہ یہ بات جائز ہے کہ ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو ـــــ یہ ممانعت عظمتِ نبی اور عظمتِ امہات کی وجہ سے ہے ـــــ بے شک یہ (نکاح) اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے ـــــ یعنی بہت بڑا گناہ ہے، پس زبان سے کہنا تو کجا دل میں کبھی ایسا وسوسہ بھی مت لاؤ، فرمایا: ـــــ اگر تم کوئی چیز ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو ہر چیز خوب معلوم ہے!

سوال: مردوں کو جو نبی ﷺ کے گھروں میں آنے کی ممانعت کی ہے یہ حکم ازواجِ مطہرات کے محارم کے لئے بھی ہے؟

جواب: نہیں، محارم کا آنا منع نہیں، اس سلسلہ میں جو حکم عام مستورات کا ہے وہی حکم ازواجِ مطہرات کا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ ان (ازواج) پر کوئی گناہ نہیں ان کے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، مسلمان عورتوں اور ان کی لونڈیوں کے سلسلہ میں ـــــ اس آیت میں جن محارم کا ذکر ہے ان میں حصر نہیں، تمام نسبی، رضاعی اور سببی محارم مراد ہیں، سببی محرم: جیسے خسر، شوہر کا دوسری بیوی سے بیٹا ـــــ اور اللہ سے ڈرتی رہو ـــــ کیونکہ محارم کے ساتھ بھی کبھی نامناسب بات پیش آجاتی ہے، ہاں دل میں اللہ کا ڈر ہو تو پیش نہیں آتی ـــــ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ سے انسان کا کوئی حال چھپا ہوا نہیں، وہ آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے بھیدوں کو بھی جانتے ہیں۔

فائدہ: اس آیت میں اور سورۃ النور کی آیت ۳۱ میں: ﴿مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ﴾ ﴿نِسَائِهِنَّ﴾ کے بعد آیا ہے، اور ﴿نِسَائِهِنَّ﴾ سے مسلمان عورتیں مراد ہیں، مسلمان عورت کے حق میں مسلمان عورتیں تو محرم کی طرح ہیں، اور غیر مسلم عورتیں اجنبی مردوں کی طرح ہیں ـــــ اگرچہ مسلمان عورتیں اب اس مسئلہ پر عمل نہیں کرتیں، یہ کوتاہی ہے ـــــ پس ما سے مراد

باندیاں ہیں، وہ اگرچہ غیر مسلم ہوں ان سے پردہ نہیں، کیونکہ ان سے گھر میں کام لینا پڑتا ہے ـــــ رہے غلام تو ان سے مرد کام لیتے ہیں، عورتیں کام نہیں لیتیں، اور کوئی غلام کسی عورت کا ہو تو اس کو بھی پس پردہ کام بتایا جاسکتا ہے، اس لئے غلام آیت کا مصداق نہیں ـــــ اور جن حضرات نے ما کے عموم میں غلام کو بھی لیا ہے ان کی بات پردہ کے مقصد کو فوت کرتی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ع

إِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	يُؤْذُوْنَ	ستاتے ہیں	وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ
وَمَلٰٓئِكَتَهٗ	اور اس کے فرشتے	اللّٰهَ	اللہ کو	يُؤْذُوْنَ	ستاتے ہیں
يُصَلُّوْنَ (۱)	بے پایاں رحمت بھیجتے ہیں	وَرَسُوْلَهٗ	اور اس کے رسول کو	الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین کو
عَلَى النَّبِيِّ (۲)	اس نبی پر	لَعَنَهُمُ	پھٹکارا ان کو	وَالْمُؤْمِنٰتِ	اور مؤمنات کو
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو! جو	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے	بِغَيْرِ	بدوں
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	فِي الدُّنْيَا	دنیا میں	مَا	اس کے جو
صَلُّوْا	درود بھیجو	وَالْاٰخِرَةِ	اور آخرت میں	اكْتَسَبُوْا	کیا انھوں نے
عَلَيْهِ	ان پر	وَاَعَدَّ	اور تیار کیا	فَقَدِ احْتَمَلُوْا	تو یقیناً اٹھایا انھوں نے
وَسَلِّمُوْا	اور سلام کرو	لَهُمْ	ان کے لئے	بُهْتَانًا	بہتان
تَسْلِيْمًا (۳)	خوب سلام کرنا	عَذَابًا	عذاب	وَّاِثْمًا	اور گناہ
إِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جو لوگ	مُّهِيْنًا	رسوا کن	مُّبِيْنًا	کھلا

مسلمانوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم غایت درجہ لازم ہے

ابھی قاعدہ بیان کیا ہے کہ تمہارے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو ستاؤ، یہ قاعدہ منفی پہلو سے تھا، اب مثبت پہلو سے

(۱) صلاۃ: بے پایاں مہربانی، آخری درجہ کا میلان، صورتیں اس کی مختلف ہیں (۲) النبی میں الف لام عہدی ہے، مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (۳) تسلیما: مفعول مطلق برائے تاکید ہے۔

قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ہر مسلمان پر نبی ﷺ کی تعظیم غایت درجہ لازم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کی غایت درجہ تعظیم کرتے ہیں، پس مسلمانوں کو بھی آپؐ کی آخری درجہ تک تعظیم کرنی چاہئے، ارشاد فرماتے ہیں: —— بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بے پایاں رحمت بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر رحمت بھیجو، اور خوب سلام بھیجو!

صلاۃ کے معنی: علماء بیان کرتے ہیں: صلاۃ کے معنی اللہ کے تعلق سے رحمت، فرشتوں کے تعلق سے استغفار اور مؤمنین کے تعلق سے دعا ہیں، مگر علامہ ابن القیم نے بدائع الفوائد میں فرمایا ہے کہ صلاۃ کے معنی رحمت تین وجوہ سے غلط ہیں، اور صلاۃ کے معنی دعا بھی تین وجوہ سے مشکل ہیں (ان کی بات تفصیل سے مشکات کی شرح التعلیق الصبیح ۱: ۲۶۱ کتاب الصلاۃ کے شروع میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس سرہ نے نقل کی ہے) پھر ابن القیم نے سہیلی رحمہ اللہ سے صلاۃ کے معنی: حُنُوّ اور عَطف بیان کئے ہیں، یعنی شفقت و مہربانی (سہیلی کی بات بھی تفصیل سے التعلیق الصبیح میں نقل کی گئی ہے) میں نے اس کی تعبیر کی ہے: غایتِ انعطاف: آخری درجہ کا میلان، اور میلان: نسبتوں کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، اللہ کا مؤمنین کی طرف میلان (سورۃ الاحزاب آیت ۴۳) اور نبی ﷺ کی طرف میلان (یہ آیت) مختلف ہیں، اسی طرح فرشتوں کا اور مؤمنین کا نبی ﷺ کی طرف میلان: اللہ تعالیٰ کے میلان سے مختلف ہیں، مگر سب کا مفاد غایتِ تعظیم ہے، اور تعظیم کی صورت بھی نسبتوں کے اختلاف سے بدلتی ہے، پھر غایت تعظیم کی حد بھی ملحوظ رکھنی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے فخر موجودات کا رتبہ عبدُہٗ و رسولُہٗ ہے، اور درود بھیجنے کا جو حکم ہے وہ اس مقام و مرتبہ کی حفاظت کے لئے ہے، یہ بات امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ میں بیان کی ہے، جو درج ذیل ہے:

درود شریف بھیجنے کی حکمتیں

نبی ﷺ پر صلاۃ و سلام بھیجنے میں تین حکمتیں ہیں:

پہلی حکمت —— رحمت کے جھونکوں سے استفادہ —— انسانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ رحمتِ الٰہی کے جھونکوں کے سامنے آئیں اور ان سے بہرہ ور ہوں۔ حدیث میں ہے کہ: ''رحمتِ الٰہی کے جھونکوں کے درپے ہوؤ۔ اللہ کی رحمت کے جھونکے ضرور چلتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں ان سے بہرہ ور فرماتے ہیں'' (درمنثور ۳: ۳۱۸ و ۴: ۲۵) اور اللہ کی رحمت کے جھونکوں کے درپے ہونے کی بہترین صورت: شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ اور بڑے شعائر اللہ چار ہیں: قرآن، کعبہ، نبی اور نماز۔ تفصیل رحمۃ اللہ ۱: ۲۰۴-۲۱۷ میں ہے۔ کعبہ شریف: انوار و تجلیات کے اترنے کی جگہ اور زمین میں اللہ کے دین کی امتیازی نشانی ہے، اس لئے اس کی تعظیم ضروری ہے۔ اور اس کی تعظیم کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے پاس پہنچا جائے

یعنی حج یا عمرہ کیا جائے۔ اور اس کے پاس ہاتھ پسار کر دعائیں مانگی جائیں۔ اس کے پاس ٹھہرا جائے یعنی اعتکاف وطواف کیا جائے تو ضرور رحمت کے جھونکوں سے حصہ ملے گا۔

اور نبی ﷺ کی روح پاک کا ملأ اعلیٰ میں بزرگ ترین مقام ہے۔ آپؐ زمین والوں پر جودِ الٰہی کے نزول کا واسطہ ہیں، اس لئے آپؐ کی تعظیم بھی واجب ہے۔ اور آپؐ کی تعظیم کا طریقہ یہ ہے کہ عظمت ومحبت کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے آپؐ کے حق میں دعا کی جائے۔ اور آپؐ کی ذات سے اپنی ایمانی وابستگی اور وفا کیشی کا اظہار کیا جائے۔ ایسا مؤمن بھی رحمتِ الٰہی کے جھونکوں سے ضرور بہرہ ور ہوگا۔

دوسری حکمت — درود شریف دین کو تحریف سے بچاتا ہے — اس سے شرک کی جڑ کٹتی ہے۔ درود بھیجنے سے یہ بات ذہن نشیں ہوتی ہے کہ سید کائنات ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت اور نظر کرم کے محتاج ہیں۔ اور محتاج ہستی: بے نیاز ذات کی شریک وسہیم نہیں ہوسکتی۔ تحریف ہی کے سدّ باب کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ قبر اطہر کی زیارت ضرور کی جائے مگر اس زیارت کو میلا ٹھیلا نہ بنایا جائے (مشکوٰۃ حدیث ۹۲۶) جس طرح یہود ونصاری نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ (اور جاہل مسلمانوں نے اولیاء کی قبروں کے ساتھ) یہ معاملہ کر رکھا ہے۔ موسم حج کی طرح یعنی جس طرح سال میں ایک مرتبہ کعبہ شریف کی زیارت کے لئے حج کیا جاتا ہے: یہود ونصاری اور جہلاء مسلمین نے بھی ان قبور کی زیارت کے لئے عرس تجویز کر رکھے ہیں، جو دین میں بگاڑ کا باعث ہیں، اس لئے مذکورہ ارشاد کے ذریعہ اور درود شریف کے ذریعہ اس کا سدّ باب کیا گیا ہے۔

تیسری حکمت — روح نبوی سے استفادہ — کاملین کی ارواح اپنے جسموں سے جدا ہونے کے بعد یعنی موت کے بعد رکی ہوئی موج کی طرح ہوجاتی ہیں۔ اب ان میں جدید ارادہ اور عارضی داعیہ کوئی تحریک پیدا نہیں کرتا یعنی جس طرح پانی کی موج کو کوئی پہاڑ وغیرہ روک دے تو اس کا تموّج ختم ہوجاتا ہے، اسی طرح موت کے بعد کاملین کی ارواح مشاہدۂ حق میں مشغول ہوجاتی ہیں۔ اب کسی چیز کی طرف ان کا التفات نہیں رہتا — اور جو نفوس ان سے ورے ہیں یعنی زندہ ہیں وہ اس بات کے محتاج ہیں کہ توجہ تام کے ذریعہ ان کاملین کی ارواح سے استفادہ کریں۔ درود شریف: روح پاک کے ساتھ ارتباط کی ایسی ہی ایک کوشش ہے۔ جب مؤمن بندہ درود بھیجتا ہے تو درود روح نبوی سے نور اور مناسب حالت درود بھیجنے والے کی طرف ہانک لاتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ”جب بھی کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس کرتے ہیں، تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں“ (مشکوٰۃ حدیث ۹۲۵) یعنی روح پاک جو مشاہدۂ حق میں مشغول ہے اور جس کا کسی طرف التفات باقی نہیں رہا، باذنِ الٰہی وہ سلام پیش کرنے والے کی طرف ملتفت ہوتی ہے، اور جواب دیتی ہے یعنی روح پاک سے سلام کرنے والے کو فیض پہنچتا ہے۔ شاہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں: میں نے

۱۴۲۴ھ میں جب میرا قیام مدینہ منورہ میں تھا، اس بات کا بار بار مشاہدہ کیا ہے۔ یعنی روح نبوی سے فیض پایا ہے۔

سلام کے معنی: سلام کے معنی: سلامتی کے ہیں، جیسے مسلمان باہم سلام کرتے ہیں، کہتے ہیں: السلام علیکم: تم سلامت رہو، ہر گزند سے بچے رہو، اسی طرح نبی ﷺ پر سلام بھیجنا بھی مامور بہ ہے، اور اس کا طریقہ التحیات میں سکھلایا ہے، ہم کہتے ہیں: السلام علیك أیها النبی ورحمة الله وبرکاته، اور درود شریف کے بہت سے صیغے حدیثوں میں مروی ہیں، اور افضل درود: درودِ ابراہیمی ہے، جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔

مسئلہ: صَلُّوْا اور سَلِّموا: امر قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہیں، اور امر تکرار کو متقضی نہیں، اس لئے زندگی میں ایک مرتبہ صلاۃ وسلام بھیجنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور جب بھی کسی مجلس میں آپ کا تذکرہ آئے ایک مرتبہ درود بھیجنا فضیلت کا اعلیٰ درجہ ہے، اور ہر بار درود بھیجنا بڑا ثواب کا کام ہے۔

تنبیہ: ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں، ہم اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے حبیب ﷺ پر بے پایاں رحمتیں نازل فرمائیں، تاکہ آخرت میں ان کا درجہ بلند ہو، اور دنیا میں ان کی شان بڑھے، اور یہ بات اشاعتِ دین کی مرہونِ منت ہے، پس دین کو پھیلانے کے لئے محنت کرنا درود شریف کا تتمہ ہے۔

اللہ ورسول کو ایذا دینے والے دنیا وآخرت میں ملعون

اوپر مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ایذا کا سبب نہ بنیں، بلکہ ان کی انتہائی تعظیم وتکریم کریں، جس کی ایک صورت صلاۃ وسلام بھیجنا ہے۔ اب یہ بتلاتے ہیں کہ اللہ ورسول کو ایذا دینے والے دنیا وآخرت میں ملعون ومطرود اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہونگے (فوائد) پس یہ گذشتہ کلام کا تتمہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا وآخرت میں پھٹکار دیا ہے، اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔

مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایذا پہنچانا بھی جائز نہیں

مضمون میں سے مضمون نکلا کہ اللہ ورسول کی طرح مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایذا پہنچانا بھی جائز نہیں، اور یہ مضمون حکم حجاب کی تمہید بھی ہے، پردہ کا حکم اس لئے ہے کہ شریف عورتیں ستائی نہ جائیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور جو لوگ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو ستاتے ہیں، بدوں اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو، وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار اٹھاتے ہیں —— ﴿بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا﴾ کے ذریعہ تادیب وسیاست کا استثناء کیا ہے، کسی جرم کی سزا دینا / دلوانا جائز ہے —— بہتان: جھوٹی تہمت بھی صریح گناہ ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُونِينَ ۛ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿۶۲﴾

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ	اے نبی	أَنْ يُعْرَفْنَ	(اس سے) کہ پہچانی جائیں وہ	وَّالْمُرْجِفُونَ (۴)	اور افواہیں اڑانے والے
قُلْ	کہیں	فَلَا يُؤْذَيْنَ	پس نہ ستائی جائیں وہ	فِي الْمَدِينَةِ	نبی کے شہر میں
لِّأَزْوَاجِكَ	اپنی بیویوں سے	وَكَانَ اللَّهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ	لَنُغْرِيَنَّكَ (۵)	تو ضرور مسلط کریں
وَبَنَاتِكَ	اور اپنی بیٹیوں سے	غَفُورًا	بڑے بخشنے والے		گے ہم آپ کو
وَنِسَاءِ	اور عورتوں سے	رَّحِيمًا	بڑے مہربان	بِهِمْ	ان پر
الْمُؤْمِنِينَ	مسلمانوں کی	لَئِنْ لَّمْ	بخدا! اگر نہ	ثُمَّ	پھر
يُدْنِينَ (۱)	قریب کرلیں	يَنْتَهِ (۳)	باز آئے (رکے)	لَا يُجَاوِرُونَكَ (۶)	نہ ساتھ رہ سکیں گے
عَلَيْهِنَّ	اپنے اوپر	الْمُنَافِقُونَ	منافقین		وہ آپ کے
مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ (۲)	اپنی چادروں سے	وَالَّذِينَ	اور جو	فِيهَا	شہر میں
ذَٰلِكَ	یہ بات	فِي قُلُوبِهِمْ	ان کے دلوں میں	إِلَّا قَلِيلًا	مگر تھوڑا سا
أَدْنَىٰ	زیادہ قریب ہے	مَّرَضٌ	روگ ہے	مَّلْعُونِينَ (۷)	پھٹکارے ہوئے

(۱) يُدنين: مضارع، جمع مؤنث غائب، مصدر إدناء: نزدیک کرنا دُنُوّ: نزدیک ہونا (۲) جلابیب: جِلْبَاب کی جمع: بڑی چادر جو کرتے پر اوڑھی جاتی ہے (۳) يَنْتَهِ: مضارع، واحد مذکر غائب، مصدر انْتِهَاء: باز آنا، رکنا، اصل میں يَنْتَهِي تھا، لم کی وجہ سے یاء گرگئی ہے (۴) مُرْجِف: اسم فاعل، مصدر إِرْجَاف، مادہ رَجْفٌ جھوٹی خبریں جو لوگوں کے دلوں کو لرزادیں، رَجَفَتِ الأَرْضُ: زمین ہل گئی، بھونچال آگیا، لرزنے لگی (۵) نُغْرِيَنَّ: مضارع جمع متکلم، بانون تاکید، مصدر اغْرَاء: مسلط کرنا۔ (۶) يُجَاوِرُوْنَ: مضارع، جمع مذکر، مصدر مُجَاوَرَةٌ: پڑوس میں رہنا، ساتھ رہنا (۷) ملعونین: لایجاورونك کے فاعل سے حال ہے

اَيْنَمَا	جہاں بھی	سُنَّةَ	دستور	وَلَنْ تَجِدَ	اور ہرگز نہیں پائیں
ثُقِفُوْٓا (۱)	پائے جائیں	اللّٰهِ	اللہ کا		گے آپ
اُخِذُوْا	پکڑے جائیں	فِي الَّذِيْنَ	ان میں جو	لِسُنَّةِ	دستور کو
وَقُتِّلُوْا	اور قتل کیے جائیں	خَلَوْا	گذرے	اللّٰهِ	اللہ کے
تَقْتِيْلًا (۲)	بری طرح قتل کرنا	مِنْ قَبْلُ	اس سے پہلے	تَبْدِيْلًا	بدلنا

مسلمان عورتیں کسی ضرورت سے نکلیں تو چہرہ چھپا کر نکلیں (آیت حجاب)

گذشتہ آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ستائی جاتی تھیں، اس لئے آیتِ حجاب کے ذریعہ بعض ایذاؤں کے انسداد کا بندوبست کیا، روایات میں ہے کہ مسلمان خواتین جب ضروریات کے لئے باہر نکلتیں تو بدمعاش منافق تاک میں رہتے، اور چھیڑ چھاڑ کرتے، جب پکڑے جاتے تو کہتے: ہم نے سمجھا نہیں کہ یہ شریف عورت ہے، باندی سمجھ کر چھیڑ دیا! اس کا پہلا علاج یہی ہے کہ عورتیں ایسی وضع (حالت) اختیار کریں جس سے شرافت ٹپکے، اور وہ حالت عورت کا باپردہ نکلنا ہے، پھر بھی بدقماش باز نہ آئیں تو ان کو بچایا جائے، ان آیات میں یہی مضمون ہے۔

آیاتِ کریمہ: —— اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے، اپنی بیٹیوں سے اور مسلمان عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنے اوپر اپنے کچھ اوڑھنے قریب کرلیں، یہ بات زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں، پس وہ ستائی نہ جائیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں! —— دورِ نبوی میں عورتیں اون کے بڑے اوڑھنے اوڑھتی تھیں، وہ کانوں کی طرف سے اوڑھنوں کو کھینچ کر ناک پر لے آئیں، ناک پر ایک لکیر رہے گی، جس سے راستہ نظر آئے گا، میں نے دبئ کے ایک میوزیم میں دیکھا جس میں قدیم عربوں کا کلچر دکھایا گیا ہے، عورتیں راستوں میں اسی طرح چل رہی تھیں، پس کتابوں میں جو لکھا ہے کہ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر لٹکالیویں، یہ بات صحیح نہیں، اس صورت میں راستہ کیسے نظر آئے گا؟ اور جو عورتیں ڈھاٹا باندھتی ہیں، اور دونوں آنکھیں کھلی رکھتی ہیں، وہ بھی حجاب کے مقصد کو فوت کرتا ہے، لڑھتی آنکھیں ہیں، ناک، گال اور ہونٹ تھوڑے لڑھتے ہیں! —— اسی طرح جو لوگ سورۃ النور کی (آیت ۳۱) کو حجاب کی آیت سمجھتے ہیں: وہ بھی غلط فہمی ہے، اُس آیت میں تو یہ بیان ہے کہ عورت کو محارم اور محارم جیسوں کے درمیان کس طرح رہنا چاہئے؟ سورۃ النور کا موضوع اصلاح معاشرہ ہے —— حجاب کی آیت تو یہ ہے، اس میں چہرہ چھپانے ہی کا حکم ہے، اور ہتھیلیاں اور پاؤں کے بارے

(۱) ثَقِفَ يَثْقَفُ (س) ثَقْفًا: پانا، ملنا، اسی کے معنی ہیں: ادراک کرنا، اسی سے مُثَقَّف: مہذب ہے، مگر قرآن میں صرف پانے کے معنی میں مستعمل ہے (۲) تَقْتِيْلًا: أی قُتِلُوْا أبلغَ قتلٍ (روح) مفعول مطلق ہے نوعیت بیان کرنے کے لئے۔

میں سکوت ہے، پس احتیاط ان کے چھپانے میں ہے۔

پہچانی جائیں کہ یہ شریف عزت دار خاتون ہے، پس بدنیت لوگ اس پر بری نظر نہیں ڈالیں گے، یورپ اور امریکہ میں میں نے دیکھا ہے: باپردہ خاتون عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، اور نیم عریاں نگاہوں کا نشانہ بنتی ہے، مگر اب برقعے بھی ایسے چمک دمک کے نکل آئے ہیں کہ بے ارادہ بھی لوگ دیکھتے ہیں، جبکہ اندر نانی ماں ہوتی ہے، ایسے برقعوں سے عورتوں کو احتراز کرنا چاہئے، یہ برقع میں چھچھڑے لگانا ہے، نیک چلنی کے پردے میں بدچلنی کرنا ہے!

اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں: یعنی باوجود اہتمام کے کچھ کوتاہی ہوجائے گی تو اللہ کی مہربانی سے بخشش کی توقع ہے —— آگے عام چھیڑ چھاڑ کی نسبت دھمکی ہے، خواہ بی بی سے ہو یا لونڈی سے، ارشاد فرماتے ہیں: ——

بخدا! اگر باز نہ آئے منافقین اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے تو ہم ضرور آپؐ کو ان پر مسلط کریں گے، پھر وہ لوگ مدینہ میں آپؐ کے پاس بہت ہی کم رہنے پائیں گے (وہ بھی) پھٹکارے ہوئے، جہاں بھی ملیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح قتل کئے جائیں گے! —— (یہی) دستورِ الٰہی ہے ان لوگوں میں جو آپؐ سے پہلے ہوئے ہیں، اور آپ قانونِ خداوندی میں ہرگز تبدیلی نہیں پائیں گے —— یہ منافقوں اور بدمعاشوں کی دنیوی سزا کا بیان ہے، آخرت کی سزا قیامت کے دن ملے گی، قیامت کا بیان اگلی آیات میں ہے —— پھر ہوا یہ کہ دنیا میں سخت سزا کی دھمکی سن کر عقل ٹھکانے آگئی، وفاتِ نبوی کے وقت صرف بارہ منافق رہ گئے تھے، اتنے تھوڑے کیا شرارت کرتے، اس لئے شہر بدر کرنے کی نوبت نہیں آئی —— قولہ: مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے: یعنی پاک دامن عورتوں کے بارے میں بے پرکی اڑانے والے، جیسے صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں کیا —— قولہ: پھٹکارے ہوئے: یعنی جو بدقماش عورتوں کو چھیڑتے ہیں وہ معاشرہ میں اچھی نظر سے نہیں دیکھے جاتے، اگرچہ معاشرہ غیر مسلموں کا ہو، وہ بھی بداطواروں کو برا سمجھتے ہیں —— قولہ: جہاں بھی ملیں پکڑے جائیں: یعنی فسادِ معاشرہ کے اس سوراخ پر حکومت کی نظر رہنی چاہئے، ترہیب بھی ضروری ہے، لوگوں کی پکڑ دھکڑ ہوگی تو بدمعاش اپنی حرکتوں سے باز آئیں گے —— قولہ: بری طرح قتل کئے جائیں: یعنی اس جرم میں قتل بھی کیا جاسکتا ہے، مگر یہ حد نہیں، تعزیر وسیاست ہے، جس کا قاضی کو اختیار ہے —— قولہ: یہی دستورِ الٰہی ہے: یعنی حجاب اور اصلاحِ معاشرہ کے یہ احکام نئے نہیں، قدیم ہیں، ہر شریعت میں یہ احکام رہے ہیں، احکام پر زمانہ کی تبدیلی کا اثر پڑتا ہے، مگر سب پر نہیں، بعض احکام تمام شرائع میں یکساں رہے ہیں۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا

يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ

وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾

ع ۵

يَسْئَلُكَ	پوچھتے ہیں آپ سے	خٰلِدِيْنَ	ہمیشہ رہنے والے	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے
النَّاسُ	لوگ	فِيْهَآ اَبَدًا	اس میں سدا	رَبَّنَآ	اے ہمارے ربّ!
عَنِ السَّاعَةِ	قیامت کے بارے میں	لَا يَجِدُوْنَ	نہیں پائیں گے وہ	اِنَّآ اَطَعْنَا	بیشک ہم نے اطاعت کی
قُلْ	کہو	وَلِيًّا	کوئی کارساز	سَادَتَنَا (۳)	ہمارے سرداروں کی
اِنَّمَا عِلْمُهَا	بس اس کا علم	وَّلَا نَصِيْرًا	اور نہ کوئی مددگار	وَكُبَرَآءَنَا	اور ہمارے بڑوں کی
عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس ہے	يَوْمَ	جس دن	فَاَضَلُّوْنَا	پس بچلا دیا انھوں نے ہم کو
وَمَا يُدْرِيْكَ (۱)	اور تجھے کیا پتہ	تُقَلَّبُ (۲)	اوندھے کیے جائیں گے	السَّبِيْلَا	سیدھے راستہ سے
لَعَلَّ السَّاعَةَ	شاید قیامت	وُجُوْهُهُمْ	ان کے چہرے	رَبَّنَآ	اے ہمارے ربّ!
تَكُوْنُ قَرِيْبًا	نزدیک ہو	فِي النَّارِ	دوزخ میں	اٰتِهِمْ	دیجیے ان کو
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ نے	يَقُوْلُوْنَ	کہیں گے وہ	ضِعْفَيْنِ	دونا
لَعَنَ	پھٹکارا ہے	يٰلَيْتَنَآ	اے کاش ہم نے	مِنَ الْعَذَابِ	عذاب
الْكٰفِرِيْنَ	کافروں کو	اَطَعْنَا اللّٰهَ	اطاعت کی ہوتی اللہ کی	وَالْعَنْهُمْ	اور پھٹکاریے ان کو
وَاَعَدَّ لَهُمْ	اور تیار کی ہے انکے لئے	وَاَطَعْنَا	اور اطاعت کی ہوتی	لَعْنًا	پھٹکارنا
سَعِيْرًا	دہکتی آگ	الرَّسُوْلَا	رسول کی	كَبِيْرًا	بڑا

قیامت قریب ہے

منافقین میں گرو گھنٹال (بدمعاشوں کے سرغنے) بھی تھے اور چیلے بھی، بڑے خود کچھ نہیں کرتے تھے، چھوٹوں سے کرواتے تھے، وہ مسلمان عورتوں کو چھیڑتے اور ستاتے تھے، سابقہ آیات میں ان کو دھمکی دی ہے کہ اپنی حرکتوں سے باز آؤ

(۱) يُدْرِيْ: فعل مضارع معروف، إدراء: مصدر: جاننا (۲) تقلب: مضارع مجہول، واحد مؤنث غائب، تَقْلِيْب: اوندھا ڈالنا، ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھیرنا (۳) سَادَة: سَيِّد کی جمع: سردار۔

ورنہ شہر بدر کئے جاؤ گے، اور باہر جا کر بھی شرارتیں کرو گے تو وہاں بھی پکڑے جاؤ گے، اور سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔

پھر معاملہ دنیا کی سزا پر ہی ختم نہیں جائے گا آخرت میں بھی سزا پاؤ گے، مگر انھیں آخرت کا یقین کہاں تھا؟ وہ استہزاءً پوچھتے ہیں: قیامت کب آئے گی؟ ان کو جواب دیا جارہا ہے کہ قیامت تو آئے گی اور آکر رہے گی، و کلُّ ماھو آتٍ فھو قریب: جو بات ہونے والی ہے وہ تو ہونے والی ہے، تمہارے جاننے کی بات یہ ہے کہ قیامت کے دن چھوٹے کہیں گے: بڑوں نے ہمیں راستہ سے بھٹکایا، کاش ہم اللہ ورسول کی اطاعت کرتے! آج اس کا موقع ہے، کل کفِ افسوس ملنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

آیاتِ پاک: (منکرین) آپؐ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپؐ بتادیں: اس کا علم بس اللہ کے پاس ہے، اور (اے منکر) تجھے کیا پتہ! شاید قیامت قریب ہی ہو ــــ پس اپنے انجام کی فکر کر ــــ بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کردیا ہے، اور ان کے لئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، نہ کوئی یار پائیں گے نہ کوئی مددگار! ــــ اس دن کی فکر کر، فضول سوال سے کیا فائدہ؟ ــــ (یاد کر) جس دن اُلٹ دیئے جائیں گے ان کے چہرے دوزخ میں ــــ یعنی اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے ــــ کہیں گے وہ: اے کاش! ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور کہا مانا ہوتا اللہ کے رسول کا! ــــ مگر اب کیا ہوتا ہے جب چڑیا چگ گئی کھیت! ــــ اور وہ کہیں گے: اے ہمارے ربّ! ہم نے اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا، پس انھوں نے ہمیں سیدھے راستہ سے ہٹادیا! اے ہمارے ربّ! اُن کو دوہری سزا دیجئے، اور ان پر بڑی لعنت بھیجئے! ــــ تاکہ ہمارا کلیجہ ٹھنڈا ہو! ــــ ہائے زود پشیماں کی پشیمانی!

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۞ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۞ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۞ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۞ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ

اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے وہ لوگو جو	سَدِيْدًا(۲)	سیدھی	فَاَبَيْنَ	پس انکار انھوں نے
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	يُّصْلِحْ	سنوار دیں گے	اَنْ يَّحْمِلْنَهَا(۴)	اس کو اٹھانے سے
لَا تَكُوْنُوْا	نہ ہو	لَكُمْ	تمہارے لئے	وَاَشْفَقْنَ	اور سہم گئے
كَالَّذِيْنَ	ان کی طرح جنھوں نے	اَعْمَالَكُمْ	تمہارے کاموں کو	مِنْهَا	اس سے
اٰذَوْا	ستایا	وَيَغْفِرْ	اور بخشیں گے	وَحَمَلَهَا	اور اٹھایا اس کو
مُوْسٰى	موسیٰ کو	لَكُمْ	تمہارے لئے	الْاِنْسَانُ	انسان نے
فَبَرَّاَهُ	پس بری کیا ان کو	ذُنُوْبَكُمْ	تمہارے گناہوں کو	اِنَّهٗ	بے شک وہ
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے	وَمَنْ يُّطِعِ	اور جو کہا مانے	كَانَ	ہے
مِمَّا	اس عیب سے جو	اللّٰهَ	اللہ کا	ظَلُوْمًا	بڑا ظالم
قَالُوْا	لگایا انھوں نے	وَرَسُوْلَهٗ	اور اس کے رسول کا	جَهُوْلًا	بڑا ناداں
وَكَانَ	اور تھے وہ	فَقَدْ فَازَ	وہ یقیناً کامیاب ہوا	لِّيُعَذِّبَ	تاکہ سزا دیں
عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس	فَوْزًا	کامیاب ہونا	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَجِيْهًا(۱)	آبرو وار	عَظِيْمًا	بڑا	الْمُنٰفِقِيْنَ	منافق مردوں
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے وہ لوگو جو	اِنَّا	بے شک ہم نے	وَالْمُنٰفِقٰتِ	اور منافق عورتوں
اٰمَنُوا	ایمان لائے	عَرَضْنَا	پیش کی	وَالْمُشْرِكِيْنَ	اور مشرک مردوں
اتَّقُوا	ڈرو	الْاَمَانَةَ(۳)	امانت (ذمہ داری)	وَالْمُشْرِكٰتِ	اور مشرک عورتوں کو
اللّٰهَ	اللہ سے	عَلَى السَّمٰوٰتِ	آسمانوں پر	وَيَتُوْبَ	اور توجہ فرمائیں
وَقُوْلُوْا	اور کہو	وَالْاَرْضِ	اور زمین پر	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
قَوْلًا	بات	وَالْجِبَالِ	اور پہاڑوں پر	عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	ایماندار مردوں

(۱) وجیه: آبرو والا، صاحب قدر و منزلت، عالی مرتبت (۲) سَدَّ (ض) سَدَادًا: سیدھا اور درست ہونا، سَدَّ قوله و فعله: قول و فعل کا درست ہونا، فالقول و الفعل سدید و أَسَدُّ (۳) الأمانة: مصدر کے معنی ہیں مطمئن ہونا اور اسم کے معنی ہیں: حفاظت کے لئے سپرد کی ہوئی چیز، مراد تکلیف شرعی ہے (۴) اَن مصدریہ ہے۔

وَالْمُؤْمِنٰتِ	اور ایماندار عورتوں پر	اللہُ	اللہ تعالیٰ	رَّحِيْمًا	بڑے مہربان
وَكَانَ	اور ہیں	غَفُوْرًا	بڑے بخشنے والے	۞	۞

اس امت کے مؤمنین بنی اسرائیل کے مؤمنین کی راہ نہ اپنائیں

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے تعلق سے منافقین کا حال بیان ہوا تھا، اب مؤمنین کو فہمائش کی جاتی ہے، مگر منافقین کے بجائے بنی اسرائیل کے مؤمنین کا تذکرہ فرماتے ہیں، صحیحین میں ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا کی وجہ سے تنہائی میں غسل کرتے تھے، لوگوں نے کہا: ان کے بدن میں کوئی عیب ہے، برص کا داغ ہے یا اُدرۃ (خصیہ پھولا ہوا) ہے، ایک دن ندی تالاب پر موسیٰ علیہ السلام اکیلے نہا رہے تھے، کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے تھے، جب نہا کر کپڑوں کے پاس آئے تو پتھر کپڑے لے کر بھاگا، موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑے، یہ کہتے ہوئے کہ پتھر! میرے کپڑے! وہ ایسی جگہ جا کر ٹھہرا جہاں لوگ تھے، سب نے آپ کو برہنہ دیکھ کر معلوم کرلیا کہ آپ بے داغ ہیں، پتھر کی یہ حرکت بطور خرق عادت تھی، اور موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب اضطراراً تھا، ان کو خیال بھی نہ تھا کہ پتھر مجمع میں لے جا کر کھڑا کردے گا، چونکہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک جلیل القدر تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بے عیب ثابت کردیا۔

اس واقعہ کا حوالہ دے کر مؤمنین کو فہمائش کی جاتی ہے کہ تم بھی ایسا ناکردہ گناہ نبی ﷺ کے سر مت تھوپو، منافقوں کی چال سے ہوشیار رہو، نبی ﷺ اللہ کے نزدیک عظیم المرتبت ہیں، ان کو تو اللہ تعالیٰ بے عیب ثابت کردیں گے، اور تمہاری شامت آجائے گی، ارشاد فرماتے ہیں: —— اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہوؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کردیا اس الزام سے جو انھوں نے لگایا، اور وہ اللہ کے نزدیک آبرومند تھے!

سیدھی سچی بات کہنے سے معاملات سنور جاتے ہیں

اب اُسی سلسلہ میں ایک اصولی ہدایت دی جاتی ہے کہ سیدھی سچی بات کہو، اس سے معاملات سنور جائیں گے، اور کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نکل گئی تو اللہ تعالیٰ درگذر فرمائیں گے اور مؤمن کی کامیابی اطاعت میں ہے، اللہ ورسول کی اطاعت کرو کامیابی سے ہمکنار ہوؤ گے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو! —— اللہ کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو، مثلاً: —— سیدھی سچی بات کہو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے اعمال سنوار دیں گے، اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دیں گے، اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانتا ہے وہ یقیناً بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ دو آیتیں نکاح کے خطبہ میں پڑھی جاتی ہیں، اس لئے کہ نکاح کے بعد دو شخصوں میں اور دو خاندانوں میں

جوڑ پیدا ہوتا ہے، اور کبھی نزاع بھی پیش آتا ہے، پس اگر ساس بہو کے جھگڑے میں شوہر یا خسر سیدھی بات بولے تو نزاع نمٹ جائے گا، اور اگر کوئی ایک رسّی کا سانپ بنائے تو بات بڑھے گی، اسی طرح دو خاندانوں کے جھگڑے میں بھی ثالث کا یہی کردار ہونا چاہئے، یہ بات سمجھانے کے لئے نکاح کے خطبہ میں یہ آیات شامل کی گئی ہیں۔

انسان نے بار امانت اٹھایا ہے تو اس کی لاج رکھے!

اللہ تعالیٰ کی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کیوں ضروری ہے؟ اس لئے کہ انسان مکلّف ہے، اس کو احکام دیئے گئے ہیں، پس اگر وہ اطاعت نہیں کرے گا تو آسمان وزمین اور پہاڑ اطاعت کریں گے؟ ان میں تو مکلّف ہونے کی صلاحیت نام کو بھی نہیں، اور انسان میں وافر صلاحیت ہے، اس لئے اسی کو مکلّف بنایا ہے، پس اطاعت اس کی ذمہ داری ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— بے شک ہم نے امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی، پس انھوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کیا، اور وہ اس سے ڈر گئے، اور انسان نے اس کو اٹھایا، بے شک وہ بڑا ظالم بڑا نادان ہے۔

تفسیر: امانت سے مراد تکلیف کی ذمہ داری ہے، اور پیش کرنے سے مراد مخلوقات کی استعداد سے موازنہ کرنا ہے، اور آسمان وزمین اور پہاڑوں سے مراد بڑی مخلوقات ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری تمام مخلوقات کے سامنے پیش کی یعنی سب کی صلاحیتوں سے موازنہ کر کے دیکھا، کسی میں صلاحیت نہیں پائی، پس یہ پیش کش اور انکار فطری تھا، حسّی اور قولی نہیں تھا، یعنی جس طرح جانور کے سامنے گھاس چارہ پیش کرتے ہیں، اس قبیل سے نہیں تھا، اور ڈر جانے کا مطلب ہے: ان میں قطعاً صلاحیت نظر نہ آئی، تمام مخلوقات کی استعدادوں اور امانت (تکلیف) میں کوئی جوڑ نظر نہ آیا۔

اور جب امانت کا انسان کی صلاحیت اور استعداد سے موازنہ کیا گیا تو پوری پوری مطابقت نظر آئی، یہی مطلب ہے انسان کے امانت کو اٹھانے کا۔ اور انسان میں وافر صلاحیت کے موجود ہونے کی دلیل اس کا ظلوم وجہول ہونا ہے۔ ظلوم وجہول مبالغہ کے صیغے ہیں اور ظالم وجاہل وہ ہوتا ہے جس میں جاننے اور انصاف کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، مگر نہ جانے یا انصاف نہ کرے، چنانچہ دیوار، اینٹ، پتھر کو ہم نہ ظالم کہہ سکتے ہیں نہ جاہل، کیونکہ ان میں انصاف کرنے کی اور جاننے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اور انسان نہ صرف یہ کہ عالم وعادل ہوسکتا ہے، بلکہ وہ علیم وعدول بھی ہوسکتا ہے، اسی طرح وہ نہ صرف ظالم وجاہل ہوسکتا ہے بلکہ ظلوم وجہول بھی ہوسکتا ہے۔

غرض انسان میں دونوں طرح کی وافر صلاحیتیں موجود ہیں اور انسان کے علاوہ فرشتے ہیں ان میں صرف یک طرفہ صلاحیت ہے، وہ ظلوم وجہول نہیں ہوسکتے، اور بہائم میں عالم وعادل ہونے کی صلاحیت نہیں۔

یہاں سے یہ سوال بھی حل ہوگیا کہ انسان نے کام وہ کیا جو کوئی نہیں کرسکا، اور صلہ یہ ملا کہ وہ ظلوم وجہول ہے! اس کا

جواب یہ ہے کہ ظلوم وجہول صرف صفات ذم نہیں، ان میں صفات مدح بھی مضمر ہیں، یعنی اگر وہ چاہے تو علیم وعدول بھی بن سکتا ہے، اس میں اس کی بھی وافر صلاحیت موجود ہے اور نہ چاہے تو ظلوم وجہول ہوگا۔

بار امانت اٹھانے کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

ارشاد فرماتے ہیں: —— تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دیں، اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں پر عنایت فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

تفسیر: لیعذب میں لام: لام عاقبت ہے یعنی تکلیف شرعی کا انجام یہ ہوگا، یہ لام: لام علت نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے ثواب وعقاب کی غرض سے انسان کو پیدا نہیں کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں، ان کے کاموں میں حکمت تو ضرور ملحوظ ہوتی ہے، مگر ان کے کام مُعلل بالاغراض نہیں ہوتے یعنی وہ کوئی بھی کام کسی غرض سے نہیں کرتے، کیونکہ کسی غرض کے لئے کام کرنا خود غرضی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہیں۔

یہاں سے یہ سوال بھی حل ہوگیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ثواب وعقاب کے لئے انسانوں کو بار امانت اٹھوایا ہے تو منشأ خداوندی ضرور پورا ہوگا، پھر بے چارے انسان کا کیا قصور؟ جواب یہ ہے کہ یہ سوال لام علت ہونے کی صورت میں متوجہ ہوگا، لام عاقبت ہونے کی صورت میں سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

اور لام عاقبت کی مثال یہ ہے کہ دنیا کے تمام تعلیمی ادارے اعلیٰ تعلیم دینے کے لئے قائم کئے جاتے ہیں، طلبہ کو فیل کرنے کے لئے کوئی ادارہ قائم نہیں کیا جاتا، مگر نتیجہ بہر حال دونوں طرح کا سامنے آتا ہے، بدشوق طلبہ فیل ہوجاتے ہیں، مگر ادارہ ان کو فیل کرنے کے لئے قائم نہیں کیا گیا۔ اسی طرح سورۃ الملک آیت ۲ میں اور سورۃ الکہف آیت ۷ میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کارخانۂ حیات ان لوگوں کو الگ کرنے کے لئے قائم کیا ہے جو بہترین کام کرتے ہیں گو نتیجہ یہ نکلے گا کہ کچھ لوگوں سے جہنم بھر جائے گی۔

﴿الحمد للہ! ۱۴ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ = ۳۰ اگست ۲۰۱۵ء کو سورۃ الاحزاب کی تفسیر پوری ہوئی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ سبا

نمبر شمار ۳۴ نزول کا نمبر ۵۸ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۵۴ رکوع: ۶

یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اس میں قوم سبا کی ناشکری اور سزایابی کا تذکرہ ہے، اس لئے اس کا یہ نام رکھا ہے، اس سورت میں توحید، رسالت (مع دلیل رسالت) اور آخرت زیر بحث ہیں، یہی عقائد بنیادی امانت (تکلیف شرعی) ہیں، سب سے پہلے دو آیتوں میں توحید کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہیں: اس دنیا میں بھی اور آنے والی دنیا میں بھی، پھر آخرت کا بیان ہے، اس کے آخر میں اللہ کی طرف رجوع ہونے والے بندوں کا ذکر آیا ہے، اس لئے دو شاکر بندوں (داؤد و سلیمان علیہما السلام) کا تذکرہ کیا ہے، یہ دونوں حضرات عظیم بادشاہ تھے، ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے دو دو عظیم اور عجیب انعامات سے نوازا تھا، جس کا انھوں نے شکر ادا کیا، اور کامیاب ہوئے، پھر ناشکری کرنے والی قوم سبا کا تذکرہ کیا ہے، یہ بھی عظیم قوم تھی، ان کا تمدن بام عروج پر پہنچا ہوا تھا، مگر جب انھوں نے اللہ کی نعمت کی ناشکری کی تو عرم کے سیلاب نے ان کو تباہ کر دیا، اس کے بعد ابطالِ شرک کا مضمون شروع ہوا ہے، اور اس کے بعد رسالت کا بیان ہے، اور یہ بات بیان کی ہے کہ دولت اور اولاد کا نشہ بہت برا ہے، انکارِ قرآن کا سبب یہی ہے، اور قرآنِ کریم کا خاص اسلوب: بیان کیا ہے، اور وعید بھی کہ منکرینِ قرآن جب دوزخ میں پکڑے آئیں گے تو وہاں ان کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا، اس کے بعد رسول، قرآن اور اس کی تعلیمات پر کفار کا تبصرہ اور اس کا جواب ہے، اور آخر میں بطور نصیحت چھ باتیں ذکر کر کے سورت ختم کی ہے۔

آیاتہا ۵۴ (۳۴) سُوْرَةُ سَبَاٍ مَّكِّيَّةٌ (۵۸) رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ②

بِسْمِ	نام سے	وَلَهُ	اوران کے لئے	مِنْهَا	اس سے
اللّٰهِ	اللہ کے	الْحَمْدُ	تمام تعریفیں ہیں	وَمَا	اور جو
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	فِي الْاٰخِرَةِ	پچھلی دنیا میں	يَنْزِلُ	اترتا ہے
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے	وَهُوَ	اور وہ	مِنَ السَّمَاۗءِ	آسمان سے
اَلْحَمْدُ	تمام تعریفیں	الْحَكِيْمُ	بڑی حکمت والے	وَمَا	اور جو
لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہیں	الْخَبِيْرُ	بڑے باخبر ہیں	يَعْرُجُ	چڑھتا ہے
الَّذِيْ	جو	يَعْلَمُ	جانتے ہیں	فِيْهَا	اس میں
لَهٗ مَا	ان کے لئے ہے جو	مَا يَلِجُ	جو داخل ہوتا ہے	وَهُوَ	اور وہ
فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	الرَّحِيْمُ	نہایت مہربان
وَمَا	اور جو	وَمَا	اور جو	الْغَفُوْرُ	بڑے بخشنے والے ہیں
فِي الْاَرْضِ	زمین میں ہے	يَخْرُجُ	نکلتا ہے	۞	۞

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اس سورت کا موضوع توحید، رسالت اور آخرت (معاد) ہے، گذشتہ سورت امانت کے بیان پر ختم ہوئی تھی، امانت: تکلیفِ شرعی کا نام ہے، اللہ تعالیٰ نے جب امانت کسی مخلوق کو سونپنے کا ارادہ کیا تو مخلوقات کی صلاحیتوں سے موازنہ کیا، بڑی سے بڑی مخلوق میں اس بارِ امانت کو اٹھانے کی صلاحیت نہیں پائی، انسان میں اس کی کافی صلاحیت تھی، چنانچہ اس کو مکلّف بنایا، یہ امانت عقائد واعمال کا مجموعہ ہے، اور عقائد میں بنیادی عقیدے تین ہیں: توحید، رسالت اور آخرت، یہی

عقائد اس سورت میں زیرِ بحث ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی معبود ہیں اس دنیا میں بھی اور آنے والی دنیا میں بھی

پہلی آیت میں یہ مضمون ہے کہ اس عالم میں اور آخرت (آنے والے عالم) میں معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، کیونکہ دونوں عالموں میں مقام حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ساری کائنات کے وہی مالک ہیں، کوئی کسی چیز کا مالک نہیں، اور جو کائنات کا مالک نہیں وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے؟ —— علاوہ ازیں: معبود ہونا سب سے بڑی خوبی ہے، اور خوبی ہی پر تعریف ہوتی ہے، اور تعریفیں سب اللہ کے لئے ہیں، پس وہی معبود برحق ہیں۔ ارشادِ پاک ہے: —— تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جن کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے —— یعنی اس دنیا میں معبود برحق اللہ تعالیٰ ہی ہیں —— اور انہی کے لئے سب تعریفیں ہیں پچھلی دنیا میں —— یعنی آنے والی دنیا میں بھی وہی معبود ہیں، کیونکہ اس میں نام کو بھی کسی کی ملکیت نہیں ہوگی —— اور وہ بڑی حکمت والے بڑے باخبر ہیں —— نہایت حکمت اور خبرداری سے کائنات کی تدبیر (انتظام) کر رہے ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ اکیلے پوری کائنات کا انتظام کیسے سنبھال سکتے ہیں؟ چھوٹے سے ملک کا انتظام بادشاہ اکیلا نہیں کرسکتا، اس کو اعوان وانصار کی ضرورت ہوتی ہے۔

جواب: دوسری آیت میں اس کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے، آسمان وزمین کی کوئی چھوٹی بڑی چیز ان کے علم سے باہر نہیں، جو چیز زمین کے اندر جاتی ہے، جیسے کیڑے مکوڑے، بیج بارش کا پانی، اور جو اس کے اندر سے نکلتی ہے، جیسے گھاس کھیتی اور معدنیات وغیرہ، اور جو آسمان سے اترتی ہے، جیسے بارش فرشتے وغیرہ، اور جو اوپر چڑھتی ہے، جیسے ارواح اور ملائکہ وغیرہ سب کو اللہ کا علم شامل ہے، پس ان کے لئے اکیلے کائنات کا نظم کرنا کیا مشکل ہے؟ ان کو مددگاروں کی ضرورت نہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— وہ جانتے ہیں جو زمین میں داخل ہوتا ہے، اور جو اس سے نکلتا ہے، اور جو آسمان سے اترتا ہے، اور جو اس میں چڑھتا ہے، اور وہ بڑے مہربان بڑے بخشنے والے ہیں —— ان کی رحمت سے دنیا چل رہی ہے، وہ خطاؤں کو بخشتے ہیں، اگر کوتاہیوں پر فوراً گرفت کرنے لگیں تو دنیا ایک لمحہ میں ختم ہوجائے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝٤ وَالَّذِينَ سَعَوْ فِي آيٰتِنَا مُعٰجِزِينَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝٥ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيٓ إِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝٦ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝٧ أَفْتَرٰى عَلَى اللهِ كَذِبًا أَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيدِ ۝٨ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلٰى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنْ نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝٩ ع

وَقَالَ	اور کہا	عَنْهُ	ان سے	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	مِثْقَالُ	مقدار	وَعَمِلُوْا	اور کئے انھوں نے
كَفَرُوْا	انکار کیا	ذَرَّةٍ	ذرہ کی	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام
لَا تَاْتِيْنَا	نہیں آئے گی ہم پر	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	اُولٰٓئِكَ لَهُمْ	انہی لوگوں کے لئے
السَّاعَةُ	قیامت	وَلَا فِي الْاَرْضِ	اور نہ زمین میں	مَّغْفِرَةٌ	بخشش ہے
قُلْ	کہہ	وَلَآ اَصْغَرُ(۳)	اور نہ چھوٹی چیز	وَّرِزْقٌ	اور روزی
بَلٰى	کیوں نہیں!	مِنْ ذٰلِكَ	اس (ذرہ) سے	كَرِيْمٌ	عزت کی
وَرَبِّيْ	میرے رب کی قسم!	وَلَآ اَكْبَرُ	اور نہ بڑی چیز	وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ
لَتَاْتِيَنَّكُمْ	ضرور آئے گی تم پر	اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ	مگر نوشتہ میں ہے	سَعَوْ(۴)	دوڑے
عٰلِمِ(۱)	جاننے والے	مُّبِيْنٍ	واضح	فِيْٓ اٰيٰتِنَا	ہماری آیتوں میں
الْغَيْبِ	غیب کے	لِّيَجْزِيَ	تاکہ بدلہ دیں	مُعٰجِزِيْنَ(۵)	ہرانے کے لئے
لَا يَعْزُبُ(۲)	نہیں غائب ہے	الَّذِيْنَ	ان کو جو	اُولٰٓئِكَ لَهُمْ	وہ لوگ، ان کے لئے

(۱)عالِم: رب کی صفت ہے، غیب: جو انسانوں کے لئے پوشیدہ ہے (۲)عزَبَ (ن) عُزُوبًا: دور ہونا، مخفی ہونا (۳)ولا أصغرُ: مبتدا، إلا في كتاب: خبر (۴)سَعَوْ: میں جمع کا الف نہیں لکھا گیا (۵)معاجزین: سعوا کے فاعل سے حال ہے۔

عَذَابٌ	عذاب ہے	هَلْ نَدُلُّكُمْ	کیا بتلائیں ہم تم کو	الْبَعِيدِ	دور کی
مِّن رِّجْزٍ (۱)	سخت	عَلَىٰ رَجُلٍ	ایسا شخص	أَفَلَمْ يَرَوْا	کیا پس نہیں دیکھتے وہ
أَلِيمٌ	دردناک	يُنَبِّئُكُمْ	جو خبر دیتا ہے تم کو	إِلَىٰ مَا	اس چیز کی طرف جو
وَيَرَى	اور دیکھتے ہیں	إِذَا مُزِّقْتُمْ	(کہ) جب ٹکڑے کردیئے جاؤ گے تم	بَيْنَ أَيْدِيهِمْ	ان کے سامنے ہے
الَّذِينَ	جو لوگ			وَمَا خَلْفَهُمْ	اور ان کے پیچھے ہے
أُوتُوا	دیئے گئے	كُلَّ مُمَزَّقٍ	پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے	مِّنَ السَّمَاءِ	آسمان سے
الْعِلْمَ	علم	إِنَّكُمْ	بے شک تم	وَالْأَرْضِ	اور زمین سے
الَّذِي (۲)	(کہ) جو	لَفِي خَلْقٍ	یقیناً پیدائش میں ہوگے	إِن نَّشَأْ	اگر چاہیں ہم
أُنزِلَ	اتارا گیا	جَدِيدٍ	نئی	نَخْسِفْ	دھنسادیں
إِلَيْكَ	آپ کی طرف	أَفْتَرَىٰ (۴)	کیا گھڑا اس نے	بِهِمُ	ان کے ساتھ
مِن رَّبِّكَ	آپ کے رب کی جانب سے	عَلَى اللَّهِ	اللہ پر	الْأَرْضَ	زمین کو
هُوَ الْحَقَّ (۳)	وہی برحق ہے	كَذِبًا	جھوٹ	أَوْ نُسْقِطْ	یا گرادیں
وَيَهْدِي	اور لے جاتا ہے وہ (قرآن)	أَم بِهِ	یا اس کو	عَلَيْهِمْ	ان پر
إِلَىٰ صِرَاطِ	راہ کی طرف	جِنَّةٌ (۵)	سودا (جنون) ہے	كِسَفًا	کوئی ٹکڑا
الْعَزِيزِ	زبردست	بَلِ الَّذِينَ	بلکہ جو	مِّنَ السَّمَاءِ	آسمان کا
الْحَمِيدِ	ستودہ کی	لَا يُؤْمِنُونَ	ایمان نہیں رکھتے	إِنَّ فِي ذَٰلِكَ	بے شک اس میں
وَقَالَ	اور کہا	بِالْآخِرَةِ	آخرت پر	لَآيَةً	البتہ نشانیاں ہیں
الَّذِينَ	جنھوں نے	فِي الْعَذَابِ	عذاب میں ہیں	لِّكُلِّ عَبْدٍ	ہر بندے کے لئے
كَفَرُوا	انکار کیا	وَالضَّلَالِ	اور گمراہی میں	مُّنِيبٍ (۶)	رجوع ہونے والے

(۱) رجز: گندہ، سخت۔ (۲) الذی أنزل: یری کا مفعول اول ہے اور پہلا الذی فاعل ہے (۳) ھو الحقَّ: یری کا مفعول ثانی ہے، اور ھو ضمیر فصل ہے۔ (۴) أفتری میں ہمزۂ استفہام ہے اور ہمزہ وصل محذوف ہے (۵) جِنة: جَنّ سے ہے، جس کے معنی چھپانے کے ہیں یعنی دیوانگی جو عقل کو چھپا دیتی ہے (۶) مُنیب: اسم فاعل، إنابة مصدر: اللہ کی طرف رجوع ہونا، خلوص کے ساتھ توبہ کرنا۔

قیامت کا بیان

اسلامی نظریہ یہ ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ نہیں چلے گی، ایک وقت آئے گا جب اس کو ختم کردیا جائے گا، پھر یہی کائنات نئے سرے سے پیدا کی جائے گی، اس کے بعد جزاؤ سزا کا مرحلہ شروع ہوگا، اسی کا نام قیامت ہے ـــــ اب توحید کے بعد آخرت (پچھلی زندگی) کا بیان شروع کرتے ہیں، اصولاً توحید کے بعد رسالت کا ذکر آنا چاہئے، مگر چونکہ توحید کی دلیل میں آخرت کا تذکرہ آیا ہے: ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ﴾ اس لئے رسالت کے موضوع کو مؤخر کرکے آخرت کا بیان شروع کرتے ہیں اور منکرین: آخرت کا چونکہ قوت سے انکار کرتے ہیں، اس لئے قوت سے ان کا رد کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ـــــ اور منکرین نے کہا: ہم پر قیامت نہیں آئے گی! جواب دو: کیوں نہیں! میرے پوشیدہ باتوں کو جاننے والے پروردگار کی قسم! تم پر قیامت ضرور آئے گی ـــــ قیامت کا علم مخلوقات کے لئے غیب ہے، مگر اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں کو بھی جانتے ہیں، اس لئے قسم کھا کر جواب دیا کہ قیامت ضرور آئے گی ـــــ اس کے بعد اللہ کے شمولِ علم کا بیان ہے: ـــــ ان سے پوشیدہ نہیں ذرہ بھر چیز آسمانوں میں اور زمین میں ــ اور نہ اس (ذرہ) سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ کوئی بڑی چیز ہے مگر وہ واضح نوشتہ (لوح محفوظ) میں ہے ـــــ اس میں منکرین کے اس خیال کا جواب بھی آگیا کہ دنیا میں چھوٹی بڑی ان گنت چیزیں ہیں، سب کو دوبارہ کیسے وجود میں لایا جاسکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ نہ صرف اللہ کے علم میں ہے، بلکہ لوح محفوظ میں ریکارڈ ہے، پھر ان کو دوبارہ وجود میں لانا کیا مشکل ہے!

آخرت کیوں ضروری ہے؟ ـــــ تاکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، انہی لوگوں کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے ـــــ اور جو لوگ ہماری باتوں کو مات دینے کی کوشش کرتے ہیں انہی کے لئے بہت بری دردناک سزا ہے ـــــ یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو ان کی نیکی اور بدی کا بدلہ دیا جائے، کیونکہ اس دنیا میں جزاؤ سزا حکمت کے خلاف ہے ـــــ مات دینا: یعنی لوگوں کو قولاً وفعلاً اللہ کی باتوں سے روکنا۔

آخرت اور قرآن کے متعلق اہل علم کا خیال: ـــــ اور جو لوگ علم دیئے گئے ـــــ خواہ مسلمان ہوں یا اہل کتاب ـــــ وہ کہتے ہیں کہ جو آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے اتارا گیا وہی برحق ہے، اور وہ (قرآن) ستودہ زبردست کا راستہ دکھاتا ہے ـــــ بے شک قرآن ہی وہ کتاب ہے جو زبردست تعریف کئے ہوئے اللہ تک پہنچنے کا ٹھیک راستہ بتاتا ہے، اور قیامت کے متعلق اس کا جو بیان ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

آخرت کا انکار پرلے درجہ کی گمراہی ہے: ـــــ اور منکرین نے کہا: کیا ہم تم کو ایک ایسا شخص بتائیں جو تم کو خبر

دیتا ہے کہ جب تم پارہ پارہ کردیئے جاؤ گے —— یعنی مٹی ریزہ ریزہ کردے گی —— تو تم ضرور ایک نئے جنم میں ہوؤ گے، معلوم نہیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس پر سودا سوار ہے! —— یعنی اس کی ایسی مہمل بات کون قبول کرسکتا ہے؟ یہ شخص یا مفتری ہے یا سودائی، اس کا دماغ چل گیا ہے، اس لئے بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔

جواب: رسول کی بات نہ جھوٹ ہے نہ جنون —— بلکہ جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے وہ عذاب میں اور لمبی گمراہی میں ہیں —— یعنی انکارِ آخرت کا عقیدہ خود عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی ہے، جیسے حسد کی سزا خود حسد ہے، اور آخرت کا عقیدہ ہی راستی کا سبب ہے، جو آخرت کو نہیں مانتا وہ نہ اچھے عمل کرتا ہے نہ برے عمل سے بچتا ہے، نہ توحید ورسالت اس کی سمجھ میں آتی ہے۔

منکرین کو اللہ تعالیٰ سزا دے سکتے ہیں: —— کیا وہ دیکھتے نہیں آسمان وزمین کی ان چیزوں کو جو ان کے سامنے ہیں اور جو ان کے پیچھے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ان کے ساتھ زمین کو دھنسا دیں، یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادیں —— پس وہ صفحۂ ہستی سے مٹ کر رہ جائیں —— بے شک اس میں رجوع ہونے والے بندے کے لئے بڑی نشانی ہے! —— وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح سزا دینے پر قادر ہیں، مگر ان کی رحمت پنپنے کا موقع دے رہی ہے!

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿١٢﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿١٣﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿١٤﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ واقعہ یہ ہے:	اٰتَيْنَا	دی ہم نے	دَاوٗدَ	داؤدؑ کو	

مِنَّا(۱)	اپنی طرف سے	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	جو کچھ تم کرتے ہو	رَبِّهٖ	ان کے ربّ کی
فَضْلًا	بڑی نعمت (دولت)	بَصِيْرٌ	دیکھنے والا ہوں	وَمَنْ يَّزِغْ(۱۰)	اور جو ٹیڑھا ہوگا
يٰجِبَالُ	اے پہاڑو	وَلِسُلَيْمٰنَ	اور (مسخر کیا) سلیمان کیلئے	مِنْهُمْ	ان میں سے
اَوِّبِيْ(۲)	آواز کو لوٹاؤ	الرِّيْحَ	ہوا کو	عَنْ اَمْرِنَا	ہمارے حکم سے
مَعَهٗ	ان کے ساتھ	غُدُوُّهَا	اس کا صبح کا چلنا	نُذِقْهُ	چکھائیں گے ہم اس کو
وَالطَّيْرَ(۳)	اور اے پرندو (تم بھی)	شَهْرٌ	ایک ماہ ہے	مِنْ عَذَابِ	عذاب سے
وَاَلَنَّا(۴)	اور نرم کیا ہم نے	وَرَوَاحُهَا	اور اس کا شام کا چلنا	السَّعِيْرِ	آگ کے
لَهُ	ان کے لئے	شَهْرٌ	ایک ماہ ہے	يَعْمَلُوْنَ	بناتے ہیں وہ
الْحَدِيْدَ	لوہے کو	وَاَسَلْنَا(۸)	اور بہایا ہم نے	لَهٗ	ان کے لئے
اَنِ اعْمَلْ(۵)	کہ بناؤ	لَهٗ	ان کے لئے	مَا يَشَآءُ	جو چاہتے ہیں وہ
سٰبِغٰتٍ	کشادہ زرہیں	عَيْنَ	چشمہ	مِنْ مَّحَارِيْبَ(۱۱)	بڑے محلات
وَّقَدِّرْ(۶)	اور اندازہ رکھو	الْقِطْرِ(۹)	تانبے کا	وَتَمَاثِيْلَ(۱۲)	اور نقشے
فِي السَّرْدِ(۷)	جوڑنے میں	وَمِنَ الْجِنِّ	اور جنات میں سے	وَجِفَانٍ(۱۳)	اور بڑے پیالے
وَاعْمَلُوْا	اور کرو تم	مَنْ يَّعْمَلُ	بعض کام کرتے ہیں	كَالْجَوَابِ(۱۴)	جیسے گول بڑا گھڑا
صَالِحًا	نیک کام	بَيْنَ يَدَيْهِ	ان کے سامنے	وَقُدُوْرٍ(۱۵)	اور دیگیں
اِنِّيْ	بے شک میں	بِاِذْنِ	اجازت سے	رّٰسِيٰتٍ(۱۶)	جمی رہنے والی

(۱) مِنَّا: کائن محذوف سے متعلق ہو کر فضلاً (مفعولِ ثانی) کی صفت ہے (۲) اَوِّبِیْ: فعل امر، واحد مؤنث حاضر أوَّب تأویبا: آواز کو لوٹانا، آواز کے ساتھ ملا کر پڑھنا آب یئوب: لوٹنا (۳) و الطیر: الجبال کے محل پر عطف ہے، جبال: محلاً منصوب ہے ای ادعو الجبال (۴) اَلَنَّا: ماضی، جمع متکلم، إلانة: نرم کرنا (۵) أن: مصدریہ، حرف جر لام محذوف ای لعمل سابغات (۶) قَدَّر الشیئَ: اندازہ لگانا (۷) سَرَدَ (ن) سَرْدًا: الدرع: ایک حلقہ کو چیر کر اس میں دوسرا حلقہ فٹ کرنا یعنی زرہ کی تیاری میں سمجھ بوجھ سے کام لو۔ اور سَرَدَ الشیئَ کے معنی ہیں: لگاتار کرنا، جیسے سَرَدَ الحدیثَ: مسلسل حدیثیں پڑھنا (۸) أسَالَهُ: بہانا، جاری کرنا، پگھلانا سَالَ (ض) سَیْلًا: بہنا، اُمنڈ آنا (۹) القِطْر: پگھلا ہوا تانبا، القَطْر: بارش (۱۰) الزَّیغ: اعتدال سے ہٹنا (۱۱) مِحْراب: محل (۱۲) التمثال: نقش جو کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر بنا ہوا ہو، فی ثوبه تماثیل: اس کے کپڑے میں نقش ہیں (۱۳) الجَفْنة: بڑا پیالہ، ڈونگا (۱۴) الجَوْبَة: گول بڑا گڑھا (۱۵) القِدْر: ہانڈی، دیگ (۱۶) الرَّاسِیَة: ایک جگہ گڑی ہوئی دیگ جس کو منتقل کرنا آسان نہ ہو۔

اِعۡمَلُوۡٓا	عمل کرو تم	الۡمَوۡتَ	موت کا	تَبَيَّنَتِ[4]	تو معلوم کرلیا
اٰلَ دَاوٗدَ	اے خاندانِ داؤد	مَا دَلَّهُمۡ	(تو) نہیں آگاہ کیا ان کو	الۡجِنُّ	جنات نے
شُكۡرًا[1]	بطور شکر	عَلٰى مَوۡتِهٖٓ	ان کی موت سے	اَنۡ لَّوۡ كَانُوۡا	کہ اگر ہوتے وہ
وَقَلِيۡلٌ	اور کم ہیں	اِلَّا دَآبَّةُ[2]	مگر جانور نے	يَعۡلَمُوۡنَ	جانتے
مِّنۡ عِبَادِىَ	میرے بندوں میں سے	الۡاَرۡضِ	زمین کے	الۡغَيۡبَ	چھپی چیزوں کو
الشَّكُوۡرُ	شکر گذار	تَاۡكُلُ	کھا رہا ہے	مَا لَبِثُوۡا	(تو) نہ ٹھہرتے وہ
فَلَمَّا قَضَيۡنَا	پس جب فیصلہ کیا ہم نے	مِنۡسَاَتَهٗ[3]	ان کی لاٹھی کو	فِى الۡعَذَابِ	تکلیف میں
عَلَيۡهِ	ان پر	فَلَمَّا خَرَّ	پس جب گر پڑے وہ	الۡمُهِيۡنِ	ذلیل کرنے والی

اللہ کی طرف رجوع ہونے والے دو بندوں: داؤد وسلیمان علیہما السلام کا تذکرہ

حضرت داؤد علیہ السلام: مشہور اسرائیلی پیغمبر ہیں، زبور آپ ہی پر نازل ہوئی ہے، یہ کتاب تورات کا تتمہ ہے، اس میں اللہ کی حمد وثنا، عبدیت کا اعتراف، پند ونصائح اور بصائر وحِکَم ہیں، اور بعض بشارات اور پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام شجاعت وبسالت، اصابتِ رائے اور قوتِ فکر وتدبر کے مالک تھے، اللہ نے آپ کو بڑی حکومت عنایت فرمائی تھی، قرآن میں آپ کو 'خلیفہ' کہا گیا ہے، آپ عبادت وشکر گذاری کا مجسمہ تھے، سورۂ ص میں اس کا ذکر ہے، یہاں آپ کی دو خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے:

ایک: لحنِ داؤدی، آپ اس قدر خوش الحان تھے کہ جب زبور پڑھتے یا تسبیح وتقدیس میں مشغول ہوتے تو وحوش وطیور بھی وجد میں آجاتے، اور آپ کی ہمنوائی کرتے، اور صرف یہی نہیں پہاڑ بھی اللہ کی حمد میں آپ کا ساتھ دیتے۔

دوم: آپ اپنی محنت کی کمائی سے کھاتے تھے، حکومت سے کچھ نہیں لیتے تھے، زرہیں بُنتے، ان سے جو آمدنی ہوتی اس سے گھر کا خرچ چلاتے۔

تمہید: ـــــ اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی ـــــ نبوت سے سرفراز کیا، زبور

---

(۱) شکرا: مفعول لہ ہے (۲) الدّابة: زمین پر چلنے والا جانور دابة الأرض: زمین کا جانور، کسی نے دیمک ترجمہ کیا ہے، دیمک کو أرَضَة، سُرْفَة اور سُوْسَة الخشب کہتے ہیں، اور کسی نے گھن ترجمہ کیا ہے: یہ ایک کیڑا ہے جو لکڑی یا غلہ کو کھاتا ہے، لکڑی کھانے والے کیڑے کے لئے اردو میں کوئی خاص لفظ نہیں، گجراتی میں اس کو ڈوڑ کہتے ہیں، اور غلہ کھانے والے کیڑے کو سُرسری کہتے ہیں۔
(۳) مِنْسَاة (اسم آلہ): چرواہے کی لاٹھی (۴) تبیَّنَ الشیئ: واضح اور ظاہر ہونا۔

عنایت فرمائی، بڑی حکومت کا سربراہ بنایا اور ذاتی کمالات سے نوازا ــــ آگے مثال کے طور پر دو انعامات کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

پہلا انعام: ــــ اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ آواز ملاؤ، اور اے پرندو (تم بھی) ــــ یہ لحن داودی کا ذکر ہے، اور پتھروں میں بھی شعور ہوتا ہے، سورۃ البقرۃ (آیت ۷۴) میں ہے: ﴿وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ﴾: بعض پتھر اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں، اور پرندوں کے شعور کا تو کون انکار کرسکتا ہے؟ ــــ یہ لحن داؤدی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھی ملا تھا، اور آج بھی بعض قراء جب قرآن پڑھتے ہیں تو ماحول وجد میں آجاتا ہے۔

دوسرا انعام: ــــ اور نرم کیا ہم نے ان کے لئے لوہے کو (اور حکم دیا کہ) پوری زرہیں بناؤ، اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو ــــ نرم کرنے کا مطلب ہے: جس طرح چاہتے استعمال کرتے، موم کی طرح: ایک تعبیر ہے۔ آپ زرہیں تیار کر کے فروخت کرتے تھے، اور اس سے گھر کا خرچ چلاتے تھے، بیت المال پر بار نہیں ڈالتے تھے ــــ کہتے ہیں: کڑیوں کی زرہ سب سے پہلے آپ نے بنائی، پہلے لوہے کی پلیٹوں کی زرہیں بنتی تھیں، جو بہت وزنی ہوتی تھیں، آپ نے فراخ اور کشادہ زرہیں تیار کیں، اور اس کے حلقے اور کڑیاں خوب اندازے سے جوڑیں، اور شاندار بکتر تیار کئے۔

عام نصیحت: ــــ اور نیک کام کرو، بے شک میں تم جو کچھ کررہے ہو اس کو دیکھ رہا ہوں ــــ یعنی اس کاریگری میں اتنے نہ لگو کہ اللہ کی طرف سے غفلت ہوجائے، سب نیک کام کرو، اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب کاموں کو دیکھتے ہیں۔

> دینی کاموں کی اجرت (تن خواہ) لینا جائز ہے، اور نہ لینا داؤد علیہ السلام کا اسوہ ہے، اور جب تک ضرورت رہے لینا، پھر گنجائش ہوجائے تو واپس کردینا اسوۂ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام: آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحب زادے ہیں، بڑے دبدبہ کی حکومت کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار انعامات سے نوازا تھا، یہاں دو انعامات کا تذکرہ کیا ہے:

پہلا انعام: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثال حکومت عنایت فرمائی تھی، چرند و پرند اور جنات وانسان سب پر آپ کی حکومت تھی، ہوا آپ کے لئے مسخر کی گئی تھی اور تانبے کا چشمہ پانی کی طرح ابلتا تھا، جس سے جنات مصنوعات تیار کرتے تھے، ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اور سلیمانؑ کے لئے ہوا کو (مسخر کیا) اس کی صبح کی رفتار مہینہ بھر کی اور اس کی شام کی رفتار مہینہ بھر کی، اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہایا ــــ ہوا تخت سلیمانی کو اڑا کر شام سے یمن اور یمن سے شام لے جاتی تھی، اونٹ کی سواری سے ایک ماہ کی مسافت آدھے دن میں طے ہوجاتی تھی ــــ اور یمن میں تانبے کا چشمہ نکلا تھا،

اس کو سانچوں میں ڈال کر جنات برتن تیار کرتے تھے۔

سوال: ہوا سے عام ہوا مراد ہے یا خاص، جیسے بھاپ اسٹیم وغیرہ؟ اگر عام ہوا مراد ہے تو وہ شام و یمن کے درمیان ہی کیوں آمد و رفت کرتی تھی؟ معروف ہوا تو ہر جگہ جا سکتی ہے، اور تانبا جامد (ٹھوس) مادہ ہے چشمہ کا کیا مطلب؟

جواب: تانبا، پیتل، لوہا رانگ اور سونا چاندی وغیرہ جامد ہی زمین سے نکلتے ہیں، پھر ان کو پگھال کر چیزیں تیار کی جاتی ہیں، پس اگر کوئی دھات زمین سے پگھلی ہوئی نکلے تو اس میں کیا استبعاد ہے؟

رہی ہوا تو اس کی حقیقت نہیں سمجھائی جا سکتی، قاعدہ ہے: دوسری دنیا کی چیزوں، ماضی بعید کی چیزوں اور آئندہ زمانہ کی چیزوں کی حقیقت نہیں جانی جا سکتی، اللہ کا عرش پر قائم ہونا، یاجوج ماجوج کے تیر اور آدم علیہ السلام کی کھنکھناتی مٹی سے تخلیق کون سمجھا سکتا ہے؟ پس اُس ہوا کی نوعیت بھی نہیں جانی سکتی، کیونکہ یہ ماضی بعید کا معاملہ ہے۔

دوسرا انعام: —— جنات سلیمان علیہ السلام کے بے دام غلام تھے —— جنات انسان سے کہیں زیادہ طاقت ور ہیں، فرشتے ان سے بھی زیادہ طاقت ور ہیں، بایں ہمہ وہ سلیمان علیہ السلام کی بیگار کرتے تھے، اور ان کے سرکشوں کو تو آپ نے پابند سلاسل کر دیا تھا، یہ سلیمان علیہ السلام پر اللہ کا انعام تھا، ان کا کوئی ذاتی کمال نہیں تھا، ارشاد فرماتے ہیں:

—— اور بعض جنات ان کے آگے کام کرتے تھے ان (سلیمانؑ) کے رب کے حکم سے، اور جو ان میں سے ہمارے حکم سے سرتابی کرے، ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے، بناتے ہیں وہ ان کے لئے جو ان کو منظور ہوتا ہے یعنی بڑے محلات، نقش و نگار، بڑے پیالے گھڑے جیسے اور دیگیں ایک جگہ جمی رہنے والی۔

خاص نصیحت: —— اے داؤد کے خاندان کے لوگو! تم شکر میں نیک کام کرو، اور میرے بندوں میں شکر گذار کم ہیں —— یعنی اللہ کے عظیم الشان انعامات و احسانات کا شکر ادا کرتے رہو، اور محض زبان سے نہیں، بلکہ عمل سے وہ کام کرو جن سے اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری ٹپکے، کیونکہ پورے شکر گذار بندے بہت تھوڑے ہیں، پس تم کامل شکر گذار بن کر اپنی قدر و منزلت بڑھاؤ (فوائد)

سلیمان علیہ السلام خدائی اختیارات کے مالک نہیں تھے، نہ جنات غیب داں ہیں: —— سلیمان علیہ السلام پر اللہ نے جو دو انعامات کئے تھے، جن کا ذکر اوپر آیا، ان سے کسی کو غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ آپ خدائی اختیارات کے مالک تھے، چنانچہ جنات کو یہ دو غلط فہمیاں ہوئیں: ایک: وہ سمجھتے تھے کہ سلیمان علیہ السلام خدائی اختیارات کے مالک ہیں، جس سے انھوں نے جنات کو مسخر کیا ہے۔ دوم: وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ جنات غیب داں ہیں، مخفی باتوں کو جانتے ہیں —— مگر دونوں باتوں کی حقیقت اس وقت کھلی جب سلیمان علیہ السلام کی اچانک موت واقع ہوگئی، آپ لاٹھی کے سہارے کھڑے

جنات کے کاموں کی نگرانی کررہے تھے کہ موت کا وقت آگیا، موت کے بعد بھی آپ لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے، یہاں تک کہ زمین کا کوئی جانور آیا، اوراس نے لاٹھی کا زیریں حصہ کھالیا اور آپ گر پڑے، اب جنات کی دونوں غلط فہمیاں دور ہوئیں وہ سمجھ گئے کہ سلیمان علیہ السلام خدائی اختیارات کے مالک نہیں تھے، کیونکہ ان کی اچانک موت واقع ہوگئی، خود ان کو بھی اپنی موت کا وقت معلوم نہیں تھا۔ اور جنات نے یہ بھی جان لیا کہ وہ غیب داں نہیں، ورنہ زندگی بھر بے دام کے غلام بنے نہ رہتے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— پھر جب ہم نے ان کی موت کا فیصلہ کیا تو نہیں آگاہ کیا جنات کو ان کی موت سے مگر زمین کے جانور نے جو ان کی لاٹھی کو کھاتا تھا، پھر جب وہ گر پڑے تو جنات کے لئے حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب داں ہوتے تو ذلت کی تکلیف میں نہ ٹھہرتے!

سوال: وہ زمین کا جانور کیا تھا جس نے لاٹھی کھائی تھی؟

جواب: معلوم نہیں، اور لایعنی باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

سوال: زمین کے اس جانور نے لاٹھی کتنی دیر میں کھائی تھی؟

جواب: معلوم نہیں، اور جو سال بھر کھڑے رہنے کی حدیث ہے وہ صحیح نہیں، ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں لکھا ہے: وقد ورد فی ذلك حدیث مرفوع غریب، وفی صحته نظر: کیونکہ سوال ہوگا کہ کیا سال بھر آپ نے نماز نہیں پڑھائی، مقتدیوں نے آپ کی خبر کیوں نہیں لی، اور کیا سال بھر آپ نے کھانا نہیں کھایا، گھر والوں نے آپ کی خبر کیوں نہیں لی؟ آپ کے تو سو گھر تھے! اس لئے عقل یہ کہتی ہے کہ یہ چند گھنٹوں کی بات تھی۔ واللہ اعلم

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ

ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾

لَقَدْ كَانَ	البتہ تحقیق تھی	الْعَرِمِ	عرم کا	فِيْهَا	ان میں
لِسَبَاٍ	قوم سبا کے لئے	وَبَدَّلْنٰهُمْ	اور بدل دیئے ہم نے ان کو	قُرًى	بستیاں
فِيْ مَسْكَنِهِمْ	ان کی بستی میں	بِجَنَّتَيْهِمْ	ان کے دو باغوں کے عوض	ظَاهِرَةً	نظر آنے والی
اٰيَةٌ	بڑی نشانی	جَنَّتَيْنِ	دوسرے دو باغ	وَّقَدَّرْنَا	اور اندازہ کیا ہم نے
جَنَّتٰنِ	دو باغ	ذَوَاتَيْ اُكُلٍ	پھل والے	فِيْهَا	ان میں
عَنْ يَّمِيْنٍ	دائیں جانب	خَمْطٍ	کسیلے	السَّيْرَ	سفر کا
وَّشِمَالٍ	اور بائیں جانب	وَّاَثْلٍ	اور جھاؤ والے	سِيْرُوْا	چلو
كُلُوْا	کھاؤ	وَّشَيْءٍ	اور کچھ	فِيْهَا	ان میں
مِنْ رِّزْقِ	روزی سے	مِّنْ سِدْرٍ	بیری والے	لَيَالِيَ	راتیں
رَبِّكُمْ	اپنے رب کی	قَلِيْلٍ	تھوڑی	وَّاَيَّامًا	اور دن
وَاشْكُرُوْا	اور شکر بجالاؤ	ذٰلِكَ	یہ	اٰمِنِيْنَ	اطمینان سے
لَهٗ	ان کا	جَزَيْنٰهُمْ	بدلہ دیا ہم نے ان کو	فَقَالُوْا	پس کہا انھوں نے
بَلْدَةٌ	علاقہ	بِمَا كَفَرُوْا	ان کے کفر کی وجہ سے	رَبَّنَا	اے ہمارے ربّ!
طَيِّبَةٌ	ستھرا	وَهَلْ نُجٰزِيْٓ	اور نہیں بدلہ دیتے ہم	بٰعِدْ	دوری کردیں
وَّرَبٌّ	اور پروردگار	اِلَّا الْكَفُوْرَ	مگر ناشکروں کو	بَيْنَ اَسْفَارِنَا	ہمارے سفروں میں
غَفُوْرٌ	بڑا بخشنے والا	وَجَعَلْنَا	اور بنائی ہم نے	وَظَلَمُوْٓا	اور ظلم کیا انھوں نے
فَاَعْرَضُوْا	پس سرتابی کی انھوں نے	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	اَنْفُسَهُمْ	اپنی جانوں پر
فَاَرْسَلْنَا	پس چھوڑا ہم نے	وَبَيْنَ الْقُرَى	اور ان بستیوں کے درمیان	فَجَعَلْنٰهُمْ	پس بنا دیا ہم نے ان کو
عَلَيْهِمْ	ان پر	الَّتِيْ	جو	اَحَادِيْثَ	واقعات
سَيْلَ	سیلاب	بٰرَكْنَا	برکت رکھی ہم نے	وَمَزَّقْنٰهُمْ	اور پارہ پارہ کردیا ہم نے ان کو

كُلَّ مُمَزَّقٍ	ہر طرح سے ٹکڑے	ظَنَّهٗ	اپنا گمان	مَنْ يُّؤْمِنُ	اس کو جو یقین رکھتا ہے
	ٹکڑے کرنا	فَاتَّبَعُوْهُ	پس پیروی کی انھوں	بِالْاٰخِرَةِ	آخرت پر
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں		نے اس کی	مِمَّنْ هُوَ	اس سے جو کہ وہ
لَاٰيٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں	اِلَّا فَرِيْقًا	مگر کچھ لوگوں نے	مِنْهَا	اس سے
لِّكُلِّ صَبَّارٍ	ہر صبر شعار کے لئے	مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین میں سے	فِيْ شَكٍّ	شک میں ہے
شَكُوْرٍ	شکر گذار	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا	وَرَبُّكَ	اور آپ کا ربّ
وَلَقَدْ صَدَّقَ	اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا	لَهٗ عَلَيْهِمْ	اس کے لئے ان پر	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کا
عَلَيْهِمْ	ان پر	مِّنْ سُلْطٰنٍ	کچھ زور	حَفِيْظٌ	نگہبان ہے
اِبْلِيْسُ	شیطان نے	اِلَّا لِنَعْلَمَ	مگر تا کہ جانیں ہم	۞	۞

ناشکری قوم سبا کا تذکرہ

دو شکر گذار بندوں کے تذکرہ کے بعد ایک ناشکری قوم کا تذکرہ کرتے ہیں۔ سبا: قحطانی نسل کی ایک مشہور شاخ تھی، اس کا وطن عرب کے جنوب میں یمن کا مشرقی علاقہ تھا، ان کے دار الحکومت کا نام مآرب تھا، ان کا تمدن عظیم الشان اور حکومت کی بنیادیں مضبوط تھیں، ان کا آخر زمانہ ۵۵۰ قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔

عرب میں دریا (بڑی ندیاں) نہیں ہیں، بارش کا پانی بہہ کر ریگستانوں میں ضائع ہوجاتا ہے، سبا والوں نے پہاڑوں اور وادیوں میں متعدد بند باندھے تھے، ان کے بڑے اور مشہور بند کا نام عَرِم اور سدّ مآرب تھا، اور ان کا تجارتی تعلق ملک شام سے تھا، ایک شارع عام یمن سے شام جاتی تھی، اس کے دائیں بائیں سینکڑوں میل تک گھنے باغات تھے، جن کی تعریف میں مؤرخین رطب اللسان ہیں، اور شارع عام پر قریب قریب بستیاں تھیں، جس سے سفر بہ اطمینان ہوتا تھا، یہ دو نعمتیں ان کو حاصل تھیں: مقامی خوش حالی اور سفر کی آسانی۔

جب سبا والوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کی تو بند ٹوٹ گیا، اور پانی پھیل گیا، جس سے وہ ہرے بھرے باغات اجڑ گئے، ان کی جگہ جنگلی درختوں نے لے لی، اور لوگ یا تو ہلاک ہوگئے یا تتر بتر ہوگئے، اور شارع عام پر جو بستیاں تھیں وہ بھی اجڑ گئیں۔

پہلی نعمت: ——— مقامی خوش حالی ——— بخدا! واقعہ یہ ہے کہ قوم سبا کے لئے ان کے وطن میں بڑی نشانی ہے (شہر کے/ بند کے/ شارع عام کے) دائیں بائیں دو باغ تھے، اپنے پروردگار کی روزی کھاؤ، اور اس کا شکر بجالاؤ، ستھرا علاقہ اور

بڑا بخشنے والا پروردگار ـــــ یعنی اگر بہ مقتضائے بشریت کوئی کوتاہی ہوجائے گی تو اپنی رحمت سے بخش دیں گے، خردہ گیری نہیں کریں گے۔

نعمت کی ناشکری اور اس کا نتیجہ: ـــــ سو انھوں نے سرتابی کی، پس ہم نے ان پر عرم کے بند کا سیلاب چھوڑ دیا، اور ہم نے ان کے دورویہ باغوں کو بدل دیا دوسرے دو باغوں سے: کسیلے (بدمزہ) پھلوں والے، جھاؤ والے اور تھوڑے بیری کے درخت والے ـــــ جھاؤ: ایک قسم کا پودا ہے، جو دریاؤں کے کنارے پر اگتا ہے، اور جس سے ٹوکریاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں/ ایک جنگلی درخت ہے جس کی لکڑی فرنیچر میں استعمال ہوتی ہے ـــــ یہ ہم نے ان کو ان کی ناسپاہی کے سبب سزا دی، اور ہم ناشکروں ہی کو سزا دیا کرتے ہیں!

دوسری نعمت: ـــــ سفر میں آسانی ـــــ اور بنائی ہم نے ان کے درمیان ـــــ مراد یمن ہے ـــــ اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی ہے ـــــ مراد شام ہے، بیت المقدس پہلے شام میں تھا ـــــ بستیاں نظر آنے والی ـــــ جعلنا کا مفعول ہے یعنی یمن سے شام تک عام راستہ پر دیہات بسے ہوئے تھے، جس سے راستے مامون تھے ـــــ اور اندازہ ٹھہرایا ہم نے ان میں سفر کا ـــــ یعنی دن بھر چلنے کے بعد منزل آتی تھی، جہاں کھانا، پانی اور آرام کرنے کا موقع ملتا تھا ـــــ چلو ان میں شب وروز بے خطر! ـــــ یعنی آبادیوں کے قریب قریب ہونے سے چور ڈاکوؤں کا خوف نہیں تھا، اور سفر کیا تھا ایک طرح کی تفریح تھی۔

نعمت کی بے قدری اور اس کا انجام: ـــــ پس انھوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفروں کے درمیان دوری کردیجئے ـــــ اس طرح سفر میں لطف نہیں آتا، منزلیں دور ہوں، راستہ میں آبادیاں نہ ملیں، بھوک پیاس ستائے تب سفر کا مزہ آئے! ـــــ اور انھوں نے اپنی ذاتوں پر ظلم کیا ـــــ منّ وسلوا چھوڑ کر لہن پیاز مانگی! ـــــ پس ہم نے ان کو افسانے بنا دیا ـــــ سبا والوں کی اور ان کی عیش وعشرت کی صرف کہانیاں باقی رہ گئیں! ـــــ اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کرکے تتر بتر کردیا ـــــ کوئی کہیں جا بسا، کوئی کہیں جا گھسا، مدینہ کے قبائل اوس وخزرج وہیں سے آئے تھے ـــــ بے شک اس میں یقیناً عبرتیں ہیں ہر صبر شعار شکر گذار کے لئے ـــــ یعنی سبا کے حالات سن کر عقل مند عبرت حاصل کریں، اللہ فراخی اور عیش دے تو شکر بجالائیں اور کوئی تکلیف آئے تو صبر سے کام لیں اور اللہ سے مدد مانگیں (فوائد)

شیطان کا نام انسان کا کام: اب ایک سوالِ مقدر کا جواب دیتے ہیں کہ سبا سے ناسپاسی شیطان نے کرائی، پس سزا اس کو ملنی چاہئے، سبا کو سزا کیوں ملی؟ جواب: شیطان کا تو نام ہوتا ہے، کام انسان کرتا ہے، شیطان تو شیرہ لگاتا ہے، خون خرابہ انسان کرتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور بخدا واقعہ یہ ہے کہ شیطان نے ان پر اپنا گمان صحیح ثابت کردیا، پس

انھوں نے اس کی پیروی کی، البتہ کچھ مؤمنین بچ گئے، اور ابلیس کا ان پر کچھ زور نہیں تھا —— ابلیس کا گمان تھا کہ وہ انسانوں کی اکثریت کو اپنے قابو میں کرلے گا (بنی اسرائیل ۶۲) سواس نے کرلیا، سب لوگ اس کے پیچھے چل دیئے، کچھ ہی نفوس قدسیہ بچ گئے —— آیت سبا کے ساتھ خاص نہیں، تمام انسانوں کو عام ہے —— اور اگر خاص ہے تو ان میں سات ہادی آئے تھے، مگر شیطان کو یہ قدرت نہ تھی کہ وہ لوگوں کو زبردستی راہ حق سے روک دیتا، اس کا کام صرف بہکانا پھسلانا ہے، پھر انسان اپنی مرضی سے اس کے پیچھے چلتا ہے، اور اتنی قدرت اس کو اس لئے دی گئی ہے کہ بندوں کا امتحان ہو —— مگر اس لئے کہ ہم جانیں کہ کون آخرت پر یقین رکھتا ہے ان سے جدا کر کے جو آخرت کے بارے میں شک میں ہیں، اور آپ کا پروردگار ہر چیز کا نگران ہے —— یعنی ایسا نہیں ہے کہ اللہ کو کچھ خبر نہیں، شیطان اللہ کی بے خبری میں بندوں کو اچک لیتا ہے۔ خوب سمجھ لو! سب کچھ اللہ کی نگاہ میں ہے اور شیطان کو جتنی آزادی دی ہے وہ حکمت ومصلحت سے ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

قُلْ	کہو	مِثْقَالَ	بقدر	مِنْ شِرْكٍ	کچھ ساجھا
ادْعُوا	پکارو	ذَرَّةٍ	ذرہ کے	وَّمَا لَهٗ	اور نہیں اس کے لئے
الَّذِيْنَ	جن کو	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	مِنْهُمْ	ان سے
زَعَمْتُمْ	گمان کرتے ہو تم	وَلَا فِي الْاَرْضِ	اور نہ زمین میں	مِّنْ ظَهِيْرٍ	کوئی مددگار
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے نیچے	وَمَا لَهُمْ	اور نہیں ان کے لئے	وَلَا تَنْفَعُ	اور نہیں کام آئے گی
لَا يَمْلِكُوْنَ	نہیں مالک ہیں وہ	فِيْهِمَا	دونوں میں	الشَّفَاعَةُ	سفارش

عِنْدَهٗ	اس کے پاس	وَالْاَرْضِ	اور زمین سے؟	بَيْنَنَا	ہمارے درمیان
اِلَّا لِمَنْ	مگر جس کے لئے	قُلِ	کہو:	رَبُّنَا	ہمارے رب
اَذِنَ لَهٗ	اجازت دیں اس کے لئے	اللّٰهُ	اللہ!	ثُمَّ يَفْتَحُ	پھر فیصلہ کریں گے
حَتّٰٓى اِذَا	یہاں تک کہ جب	وَاِنَّآ (۳)	اور بے شک ہم	بَيْنَنَا	ہمارے درمیان
فُزِّعَ (۱)	گھبراہٹ دور کی گئی	اَوْ اِيَّاكُمْ	یا تم	بِالْحَقِّ	برحق
عَنْ قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں سے	لَعَلٰى هُدًى	ضرور ہدایت پر ہیں	وَهُوَ	اور وہ
قَالُوْا	پوچھا انھوں نے	اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ	یا گمراہی میں ہیں	الْفَتَّاحُ	انصاف سے فیصلہ کرنے والے
مَاذَا قَالَ	کیا فرمایا	مُّبِيْنٍ	صریح		
رَبُّكُمْ	تمہارے ربّ نے؟	قُلْ	کہو:	الْعَلِيْمُ	خوب جاننے والے ہیں
قَالُوا	جواب دیا انھوں نے	لَّا تُسْـَٔلُوْنَ	نہیں پوچھے جاؤ گے تم	قُلْ اَرُوْنِيَ	کہو دکھلاؤ مجھے
الْحَقَّ (۲)	برحق (فرمایا)	عَمَّآ	ان سے جو	الَّذِيْنَ	جن کو
وَهُوَ	اور وہ	اَجْرَمْنَا	گناہ ہم نے کئے	اَلْحَقْتُمْ	ملایا ہے تم نے
الْعَلِيُّ	برتر	وَلَا نُسْـَٔلُ	اور نہیں پوچھے جائیں گے ہم	بِهٖ	اللہ کے ساتھ
الْكَبِيْرُ	بڑے ہیں	عَمَّا	ان سے جو	شُرَكَآءَ (۴)	شریک بنا کر
قُلْ مَنْ	پوچھو: کون	تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو	كَلَّا بَلْ هُوَ	ہرگز نہیں، بلکہ وہی
يَرْزُقُكُمْ	روزی دیتا ہے تم کو	قُلْ	کہو	اللّٰهُ الْعَزِيْزُ	اللہ زبردست
مِّنَ السَّمٰوٰتِ	آسمانوں سے	يَجْمَعُ	اکٹھا کریں گے	الْحَكِيْمُ	بڑے حکمت والے ہیں

ربط: سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اس کے بعد رسالت کا بیان آنا چاہئے تھا، مگر دوسری آیت میں آخرت (پچھلی زندگی) کا ذکر آیا، اس لئے آخرت کا موضوع شروع ہوگیا، پھر اس کے آخر میں آیت ۹ میں اللہ کی طرف رجوع ہونے والے بندوں کا ذکر آیا، اس لئے دو بندوں (داؤد وسلیمان علیہما السلام) کا تذکرہ کیا، جو دونوں بڑی حکومتوں

---

(۱) فُزِّعَ: ماضی مجہول، واحد مذکر غائب، مصدر تفزیع: ڈرانا اور خوف دور کرنا، اضداد میں سے ہے، یہاں ثانی معنی مراد ہیں (۲) الحقَّ کی تقدیر عبارت ہے: قال ربنا القولَ الحق: ہمارے رب نے برحق بات فرمائی (۳) وإنّا: مماشات مع الخصم ہے (۴) شرکاء: حال، تمیز اور أرونی کا تیسرا مفعول ہوسکتا ہے، کیونکہ رویت علمی مراد ہے۔

کے مالک تھے، ان پر اللہ کی دو دو نعمتوں کا تذکرہ کیا، جن کے وہ شکر گذار رہے، پھر ان کے بالمقابل سبا کا ذکر کیا، یہ بھی خوش حال قوم تھی، ان پر بھی اللہ کے دوانعامات کا ذکر کیا جن کی انھوں نے ناشکری کی، پس وہ برباد کردیئے گئے اور وہ قصۂ پارینہ بن گئے۔ اب پھر شروع کی طرف لوٹتے ہیں، اور توحید کی ضد شرک کو باطل کرتے ہیں، تاکہ یہ بیان رسالت کے بیان کے ساتھ متصل ہوجائے۔

ابطالِ شرک

جو نہ مالک ہو، نہ شریک، نہ مددگار وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے؟

مشارکہ (پارٹنر شپ) کے کاروبار میں ہر شریک کسی حصہ کا مالک ہوتا ہے، پس اس کو بولنے کا حق ہوتا ہے، اور مالک نہ ہو مگر کاروبار سنبھالنے میں ساجھی یا مددگار ہو تو اس کا بھی کچھ نہ کچھ حق ہوتا ہے، مگر مشرکین کے معبودوں کو تو ان میں سے کوئی چیز حاصل نہیں، نہ وہ کائنات کے کسی ذرہ کے مالک، نہ کائنات کے سنبھالنے میں حصہ دار، نہ مددگار: پھر وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں؟ ذرا کسی کو نامزد تو کرو جسے ان میں سے کوئی بات حاصل ہو؟ ارشاد فرماتے ہیں: —— کہو: پکارو ان کو —— یعنی مشخص کرو —— جن کو تم نے اللہ سے نیچے (خدائی میں شریک) سمجھ رکھا ہے، وہ ایک ذرہ کے مالک نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں —— یعنی کائنات کے —— اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی بھاگی داری ہے، اور نہ اس کا ان میں سے کوئی مددگار ہے —— اللہ تعالیٰ اکیلے ہی کائنات کے خالق و مالک ہیں اور وہی تنہا اس کو سنبھالے ہوئے ہیں، پھر خدائی میں ان کا شریک وسہیم کہاں سے آگیا؟

مشرکین اپنی مورتیوں کو اللہ کے یہاں سفارشی سمجھتے ہیں

مشرکین کہتے ہیں: ہم مورتیوں کی پوجا صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے نزدیک کردیں (الزمر آیت ۳) کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں، ان کو جواب دیا جاتا ہے: —— اور اللہ کے یہاں سفارش سودمند نہیں مگر جس کے لئے وہ (شفاعت کی) اجازت دیں —— اور شفاعت کی اجازت صرف مؤمنین کے لئے ملے گی، پس تم کس خام خیالی میں مبتلا ہو!

جب آسمانوں میں وحی نازل ہوتی ہے تو فرشتے تھرّا جاتے ہیں

مشرکوں کا اور جاہل مسلمانوں کا خیال ہے کہ انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کا اللہ کے یہاں ایک مقام ہے، وہ اپنے جاہ سے کام لیں گے، اور ہمیں عذاب سے بچالیں گے، ان سے خطاب ہے کہ مقبولانِ بارگاہ کی اللہ کے نزدیک جاہ وعزت تو ہے:

﴿وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾: مگر جاہ وجلال کسی کا نہیں، مثلاً: ملائکہ: جب آسمانوں میں وحی نازل ہوتی ہے تو تھرا جاتے ہیں، ان کے ہوش ٹھکانے نہیں رہتے، یہی کچھ حال انبیاء اور اولیاء کا ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: فرشتوں کی اللہ کے یہاں جاہ وعزت ہے، مگر ایک حد تک: ـــــ یہاں تک کہ جب ان (فرشتوں) کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں: تمہارے ربّ نے کیا فرمایا؟ (بالائی فرشتے) جواب دیتے ہیں: برحق (فرمایا) وہ برتر بڑے ہیں ـــــ اس کی تفصیل بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۴۷۰۱) میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتے ہیں (اور فرشتوں کو اس امر کی وحی کی جاتی ہے) تو فرشتے اپنے پَر پھڑپھڑاتے ہیں، وحی کے سامنے عاجزی اور فروتنی ظاہر کرنے کے لئے، گویا وہ چکنے پتھر پر لوہے کی زنجیر ہے (یہ پَر پھڑپھڑانے کی آواز ہے) اور تحفۃ القاری ۹:۳۲۵ میں جو ہے کہ وہ وحی کی آواز ہوتی ہے وہ صحیح نہیں۔

پس جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ (اور پوچھنا اس لئے پڑتا ہے کہ وحی سن کر وہ مدہوش سے ہوجاتے ہیں) پس اوپر والے فرشتے یعنی مقرب فرشتے جواب دیتے ہیں کہ برحق فرمایا! یعنی اوپر والے فرشتے نیچے والے فرشتوں کو امر الٰہی سے آگاہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ کا فرمان برحق ہے اور وہ برتر وبڑے ہیں!

اور شفاعتِ کبری کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جب تمام امتوں کے نیک لوگ انبیاء کی خدمت میں حاضر ہوکر شفاعت کبری کے لئے عرض کریں گے تو سید المرسلین ﷺ کے علاوہ سب حضرات انکار کردیں گے، ان پر اپنا فکر سوار ہوگا، تا بہ اولیاء چہ رسد!

روزی صرف اللہ دیتا ہے، پس اسی کی عبادت کرو

عابدوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری معبود کی ہے، بوس (سیٹھ) نوکروں کی کفالت کرتا ہے، اور کفالت میں سب سے اہم رزق رسانی ہے، اب مشرکین اور جاہل مسلمانوں سے پوچھو: تمہیں روزی کون دیتا ہے؟ جواب میں شاید ان کی زبان لڑکھڑائے، کیونکہ مشرکین جواہر کا خالق تو اللہ کو مانتے ہیں، مگر روزی پہنچانا ایک عارض ہے، چنانچہ وہ روزی مورتیوں سے بھی مانگتے ہیں، اور جاہل مسلمان بھی آستانوں پر دستِ سوال دراز کرتے ہیں، اس لئے تم خود جواب دو کہ روزی اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں، اور مرزوق: رزاق کا ممنون احسان ہوتا ہے، اور عبادت نیازمندی کا نام ہے، پس رزاق ہی کی عبادت کرو، غیروں کی چوکھٹ پر جبہ سائی مت کرو۔ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ پوچھو: تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ ـــــ یعنی اسبابِ رزق کس نے پیدا کئے ہیں؟ ـــــ جواب دو: اللہ! (رزق رساں ہے)

ابھی سوچنے کا موقع ہے، سوچ کر فیصلہ کرو، کل جب اللہ فیصلہ کریں گے تو سوچنے کا وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوگا

یہ مماشات مع الخصم ہے یعنی مخالف کو تھوڑی دیر ساتھ لے کر چلنا ہے: —— اور بے شک ہم یا تم ضرور راہِ راست پر یا صریح گمراہی میں ہیں —— یعنی دونوں سچے نہیں ہوسکتے کہ یہ اجتماعِ نقیضین ہے، ضرور ایک سچا اور ایک جھوٹا ہے، پس لازم ہے کہ سوچو اور صحیح فیصلہ کرو —— کہو: تم سے باز پرس نہیں ہوگی ان گناہوں کی جو ہم نے کیے، اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس ہوگی —— یعنی ہر ایک کو اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہئے، کوئی شخص دوسرے کے قصور کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ اور بلاغت دیکھو: اہل حق کی طرف أجرمنا فرمایا، اور اہل باطل کی طرف تعملون، تاکہ وہ بدک نہ جائیں! —— کہو: ہم سب کو اللہ تعالیٰ ایک جگہ جمع کریں گے —— قیامت کے میدان میں —— پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک (عملی) فیصلہ کریں گے، اور وہ انصاف سے فیصلہ کرنے والے سب کچھ جاننے والے ہیں!

بات جہاں سے چلی تھی اسی پر بحث ختم کرتے ہیں: —— کہو: دکھلاؤ مجھے —— یعنی متعین کرو —— جن کو تم نے اللہ کے ساتھ شریک بنا کر ملا رکھا ہے؟ —— یعنی ذرا سامنے کرو: کون سی ہستی خدائی میں ساجھادار ہے؟ —— ہرگز نہیں —— یعنی کوئی شریک نہیں —— بلکہ اللہ ہی زبردست حکمت والے ہیں!

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ؀

وَمَآ	اور نہیں	عَنْهُ سَاعَةً	اس سے ایک گھڑی	لِلَّذِيْنَ	ان سے جنھوں نے
اَرْسَلْنٰكَ	بھیجا ہم نے آپ کو	وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ	اور نہیں آگے بڑھو گے	اسْتَكْبَرُوْٓا	گھمنڈ کیا
اِلَّا كَاۗفَّةً (۱)	مگر سبھی	وَقَالَ الَّذِيْنَ	اور کہا جنھوں نے	لَوْلَآ اَنْتُمْ	اگر نہ ہوتے تم
لِّلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	كَفَرُوْا	انکار کیا	لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ	تو ہم ضرور ایماندار ہوتے
بَشِيْرًا (۲)	خوشی سنانے	لَنْ نُّؤْمِنَ	ہرگز نہیں ایمان لائیں گے ہم	قَالَ الَّذِيْنَ	جواب دیا جنھوں نے
وَّنَذِيْرًا	اور ڈرانے کے لئے	بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ	اس قرآن پر	اسْتَكْبَرُوْا	گھمنڈ کیا
وَّلٰكِنَّ	مگر	وَلَا بِالَّذِيْ	اور نہ اس پر جو	لِلَّذِيْنَ	ان کو جو
اَكْثَرَ النَّاسِ	بیشتر لوگ	بَيْنَ يَدَيْهِ	اس سے پہلے ہے	اسْتُضْعِفُوْٓا	کمزور سمجھے گئے
لَا يَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں	وَلَوْ تَرٰٓى	اور اگر دیکھے تو	اَنَحْنُ	کیا ہم نے
وَيَقُوْلُوْنَ	اور وہ کہتے ہیں:	اِذِ الظّٰلِمُوْنَ	جب ظالم	صَدَدْنٰكُمْ	روکا تم کو
مَتٰى هٰذَا	کب یہ	مَوْقُوْفُوْنَ	کھڑے کئے ہوئے ہونگے	عَنِ الْهُدٰى	ہدایت سے
الْوَعْدُ (۳)	وعدہ ہے	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے ربّ کے پاس	بَعْدَ اِذْ	اس کے بعد کہ جب
اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	يَرْجِعُ	لوٹائے گا	جَاۗءَكُمْ	پہنچی وہ تم کو
صٰدِقِيْنَ	سچے	بَعْضُهُمْ	ان کا بعض	بَلْ كُنْتُمْ	بلکہ تم ہی تھے
قُلْ لَّكُمْ	کہو: تمہارے لئے	اِلٰى بَعْضِ	بعض کی طرف	مُّجْرِمِيْنَ	گنہگار
مِّيْعَادُ (۴)	وعدہ ہے	الْقَوْلَ	بات کو	وَقَالَ الَّذِيْنَ	اور کہا انھوں نے جو
يَوْمٍ	ایک دن کا	يَقُوْلُ الَّذِيْنَ	کہیں گے جو	اسْتُضْعِفُوْا	کمزور سمجھے گئے
لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ	نہیں پیچھے رہو گے تم	اسْتُضْعِفُوْا	کمزور سمجھے گئے	لِلَّذِيْنَ	ان سے جنھوں نے

(۱) كافة: الناس کا حال ہے، اہتمام کے لئے مقدم کیا ہے (۲) بشيرا ونذيرا: أرسلناك کے کاف سے حال ہیں (۳) الوعد: قیامت (۴) ميعاد: اسم مصدر: وعدہ۔

اسْتَكْبَرُوْا	گھمنڈ کیا	اَنْدَادًا	ہم سر	فِيْٓ اَعْنَاقِ	گردنوں میں
بَلْ مَكْرُ	بلکہ چال	وَاَسَرُّوا	اور چھپائی انھوں نے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	ان کے جنھوں نے
الَّيْلِ وَالنَّهَارِ	شب وروز کی	النَّدَامَةَ	پشیمانی		انکار کیا
اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ	جب تم ہم کو حکم دیتے تھے	لَمَّا رَاَوُا	جب دیکھا انھوں نے	هَلْ يُجْزَوْنَ	نہیں بدلہ دیئے
اَنْ نَّكْفُرَ	کہ انکار کریں ہم	الْعَذَابَ	عذاب		جاتے وہ
بِاللّٰهِ	اللہ کا	وَجَعَلْنَا	اور بنائے ہم نے	اِلَّا مَا كَانُوْا	مگر اس کا جو تھے وہ
وَنَجْعَلَ لَهٗٓ	اور بنائیں ان کے لئے	الْاَغْلٰلَ	طوق	يَعْمَلُوْنَ	کرتے

رسالت کا بیان

عمومِ بعثت: توحید (ابطالِ شرک) کے بعد رسالت کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، پہلی آیت میں عمومِ بعثت کا بیان ہے یعنی آپؐ صرف عربوں کی طرف نہیں، بلکہ سبھی لوگوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں، عمومِ بعثت کے تعلق سے یہ آیت نہایت صریح ہے، اور قرآن وحدیث میں بار بار یہ بات بیان کی گئی ہے۔

مقصدِ بعثت: انذار وتبشیر ہے۔ جو لوگ بات مان لیں، حلقہ بگوش ہو جائیں، اور قرآن کے احکام پر عمل کریں، انہیں آخرت میں اچھے انجام کی، جنت کی نعمتوں کی اور رضائے خداوندی کی خوش خبری سنائی جائے، اور جو اکڑ دکھائیں، منقاد نہ ہوں، رسول اور دلیلِ رسالت پر ایمان نہ لائیں ان کو آخرت میں نتائجِ اعمال سے آگاہ کیا جائے کہ ان کے لئے دوزخ اور اللہ کی پھٹکار ہے ـــــ مگر اکثر لوگ بات نہیں سمجھتے، کچھ ہی نیک بخت نفع نقصان سوچتے ہیں، اور ایمان لاتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور ہم نے آپؐ کو سبھی لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا، لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں! ـــــ یعنی لوگوں میں اکثریت ناسمجھوں کی ہے، انہیں کون سمجھے!

نتائجِ اعمال کی گھڑی کب آئے گی؟ ـــــ ناسمجھ کار آمد باتیں تو سمجھتے نہیں، الٹے پوچھتے ہیں: جس گھڑی سے ڈراتے ہو وہ کب آئے گی؟ اگر سچے ہو تو جلدی لے آؤ! ان کو جواب دیتے ہیں: ـــــ اور کہتے ہیں: کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو؟ کہو: تمہارے لئے ایک وعدہ کا دن ہے، تم اس سے ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو ـــــ یعنی جلدی مت مچاؤ، جس دن کا وعدہ ہے وہ آ کر رہے گا، اور جب آئے گا تو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے گی، پس اس کے آنے سے پہلے تیاری کر لو۔

دلیلِ رسالت (قرآن) کا انکار: ـــــ آخرت کے تعلق سے قرآنِ کریم جو باتیں بیان کرتا ہے وہ سابقہ کتابوں

میں بھی ہیں، منکرین کہتے ہیں: ہم نہ قرآن کو مانتے ہیں نہ سابقہ کتابوں کو، ان کو یہ پٹی ان کے گرو پڑھاتے ہیں، مگر قیامت کے دن چیلوں اور گروؤں میں جو بات چیت ہوگی اس کو سنو: —— اور منکرین نے کہا: ہم نہ اس قرآن کو مانتے ہیں، نہ اس سے پہلے والی کتابوں کو! —— اور اگر آپ دیکھیں: جب یہ ظالم ان کے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے، ان کا ایک دوسرے پر بات ڈالے گا —— ناکامی کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے، ہر ایک دوسرے کو ناکامی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے —— ادنی درجہ کے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور (قرآن پر) ایمان لاتے! —— اور یہ برادن ہمیں نہ دیکھنا پڑتا! —— بڑے لوگ ادنی لوگوں کو جواب دیں گے: کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا جب وہ تمہیں پہنچی تھی؟ —— یعنی کیا ہم نے زبردستی کی تھی، کیا ہم نے تمہارے دلوں پر مہر لگادی تھی، تم سمجھدار تھے، جب حق بات پہنچی تھی تو سمجھ کر اس پر ایمان لے آتے، پس قصور ہمارا نہیں —— بلکہ تم ہی قصوروار تھے! —— اور کردہ خود را علاج نیست! —— اور ادنی لوگوں نے بڑے لوگوں سے کہا: بلکہ رات دن کا چکر! جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کریں، اور اس کا ہم سر بنائیں —— یعنی تم نے زبردستی تو نہیں کی تھی، مگر تم ہمیں رات دن لیکچر پلاتے تھے، ہمیں بہکاتے پھسلاتے تھے کہ صرف اللہ کو مت مانو، مورتیوں کو بھی ان کا ہم سر بناؤ، ان باتوں کا اثر تو ہونا تھا جو ہوا، پس ذمہ دار تم ہو۔

انکارِ قرآن کا انجام: —— اور وہ پشیمانی کو چھپائیں گے جب عذاب کو دیکھیں گے —— یعنی چیلے اور گرو دونوں پچھتائیں گے، ہر ایک خود کو مجرم سمجھے گا، مگر شرم کے مارے ایک دوسرے پر ظاہر نہ کریں گے —— اور ہم منکروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے، وہ نہیں بدلہ دیئے جائیں گے مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے —— جیسا کرنا ویسا بھرنا!

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۙ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

وَمَآ اَرْسَلْنَا	اور نہیں بھیجا ہم نے	الرِّزْقَ	روزی	الضِّعْفِ	دونا (بہت زیادہ)
فِیْ قَرْیَةٍ	کسی بستی میں	لِمَنْ یَّشَآءُ	جس کے لئے چاہتا ہے	بِمَا عَمِلُوْا	انکے کاموں کے عوض میں
مِّنْ نَّذِیْرٍ	کوئی ڈرانے والا	وَیَقْدِرُ	اور تنگ کرتا ہے	وَهُمْ	اور وہ
اِلَّا قَالَ	مگر کہا	وَلٰكِنَّ	لیکن	فِی الْغُرُفٰتِ (۳)	بالا خانوں میں
مُتْرَفُوْهَآ (۱)	اسکے خوش عیش لوگوں نے	اَكْثَرَ النَّاسِ	اکثر لوگ	اٰمِنُوْنَ	چین سے ہونگے
اِنَّا بِمَآ	بے شک ہم اس کا جو	لَا یَعْلَمُوْنَ	سمجھتے نہیں	وَالَّذِیْنَ	اور جو لوگ
اُرْسِلْتُمْ	بھیجے گئے ہو تم	وَمَآ اَمْوَالُكُمْ	اور نہیں تمہارے اموال	یَسْعَوْنَ	دوڑتے ہیں
بِهٖ	اس کے ساتھ	وَلَآ اَوْلَادُكُمْ	اور نہ تمہاری اولاد	فِیْٓ اٰیٰتِنَا	ہماری آیتوں میں
كٰفِرُوْنَ	انکار کرنے والے ہیں	بِالَّتِیْ	وہ جو	مُعٰجِزِیْنَ	ہرانے کے لئے
وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	تُقَرِّبُكُمْ	نزدیک کرے تم کو	اُولٰٓئِكَ	وہ لوگ
نَحْنُ	ہم	عِنْدَنَا	ہم سے	فِی الْعَذَابِ	عذاب میں
اَكْثَرُ	زیادہ ہیں	زُلْفٰی (۲)	درجہ میں	مُحْضَرُوْنَ	حاضر کئے ہوئے ہیں
اَمْوَالًا	اموال	اِلَّا مَنْ	ہاں جو	قُلْ	کہو
وَّاَوْلَادًا	اور اولاد کے اعتبار سے	اٰمَنَ	ایمان لایا	اِنَّ رَبِّیْ	بے شک میرا رب!
وَّمَا نَحْنُ	اور نہیں ہیں ہم	وَعَمِلَ	اور کیا اس نے	یَبْسُطُ	کشادہ کرتا ہے
بِمُعَذَّبِیْنَ	عذاب دیئے ہوئے	صَالِحًا	نیک کام	الرِّزْقَ	روزی
قُلْ	کہو	فَاُولٰٓئِكَ	پس وہ لوگ	لِمَنْ	جس کے لئے
اِنَّ رَبِّیْ	بے شک میرا رب	لَهُمْ	ان کے لئے	یَّشَآءُ	چاہتا ہے
یَبْسُطُ	کشادہ کرتا ہے	جَزَآءُ	بدلہ ہے	مِنْ عِبَادِهٖ (۴)	اپنے بندوں میں سے

(۱) مترفوا: اصل میں مترفون تھا، اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گرا ہے، مُتْرَف: اسم مفعول: خوش عیش، فارغ البال، مصدر إتراف: عیش دینا، آرام دینا (۲) زُلفی: مصدر: درجہ، مرتبہ، اور ترکیب میں مفعول مطلق ہے، تقربکم کے معنی میں ہے (۳) الغُرفة: مکان کی بالائی منزل۔ (۴) عبادہ میں اضافت تشریف کے لئے ہے، مراد مؤمن بندے ہیں، پہلے یہ اضافہ نہیں تھا، وہاں کفار مراد تھے، عبادنا اور عباداً لنا کا فرق ہدایت القرآن (۵:۴۰) میں بیان کیا ہے۔

وَيَقْدِرُ	اور تنگ کرتا ہے	اَنْفَقْتُمْ	خرچ کیا تم نے	يُخْلِفُهٗ	اس کا عوض دے گا
لَهٗ	اس کے لئے	مِّنْ شَيْءٍ	کچھ بھی	وَهُوَ خَيْرُ	اور وہ بہترین
وَمَآ	اور جو	فَهُوَ	پس وہ	الرّٰزِقِيْنَ	روزی رساں ہیں

دولت وثروت اور آل اولاد کا نشہ انکارِ قرآن کا سبب

ان آیات میں یہ بات بیان کی ہے کہ دولت وثروت اور آل اولاد کا نشہ آدمی کو مغرور بنا دیتا ہے، اب وہ کسی کے سامنے سر جھکانا نہیں جانتا، اور یہ آج کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ دین کے داعیوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:
—— اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوش عیش لوگوں نے کہا: ہم اُس کو نہیں مانتے جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو، اور انھوں نے (یہ بھی) کہا: ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں، اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا! —— یعنی اللہ تعالیٰ ہم سے راضی اور خوش ہیں، اسی لئے ہمیں اتنا مال اور اولاد دی ہے، پھر اندیشہ کس بات کا؟ تم فضول عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو!

جواب: روزی (اولاد بھی روزی ہے) کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں، اور مال واولاد کی زیادتی قربِ الٰہی کی علامت بھی نہیں، بلکہ کافر کے حق میں وہ قُرب حاصل کرنے کا سبب بھی نہیں، ہاں مؤمن اگر مال وجوہِ خیر میں خرچ کرے اور اولاد کی اچھی تربیت کرے تو وہ دارین میں مفید ہے، آخرت میں یہ چیز جنت کا وارث بناتی ہے اور دنیا میں اس کا عوض ملتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— کہو: بے شک میرا رب روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے، اور تنگ کرتا ہے، لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں —— کہ تنگی ترشی اور خوش حالی دوسری مصالح اور حکمتوں سے ہے، جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، کتنے بدمعاش مزے اڑاتے ہیں، حالانکہ ان کو کوئی بھی اچھا نہیں سمجھتا —— اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد وہ نہیں جو تم کو ہمارا مقرب بنادیں —— یعنی کافر کے لئے وہ حصولِ قرب کا ذریعہ بھی نہیں —— ہاں جو ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیا تو ان کے لئے بہت زیادہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو انھوں نے کئے، اور وہ (جنت کے) بالاخانوں میں چین سے ہونگے —— یعنی مال اور اولاد نیک مؤمنین کے لئے آخرت کی کامیابی کا سبب بن سکتے ہیں، اگر وہ مال میں اور اولاد میں نیک کام کریں۔ اور دونا کے معنی ہیں: بہت زیادہ، نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا تو ملے گا ہی! —— اور جو لوگ ہماری آیتوں (ہمارے دین) کو مات دینے میں لگے ہوئے ہیں —— اور اس کے لئے بے تحاشا دولت خرچ کر رہے ہیں —— وہ عذاب میں حاضر کئے ہوئے ہیں! —— ان میں سے ایک بھی دوزخ کے عذاب سے بچ نہیں سکے گا۔

اور مؤمنین مال اور اولاد کے ذریعہ نہ صرف آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں، بلکہ دنیا میں بھی وہ گھاٹے میں نہیں رہیں گے، ان کو عوض ملے گا، ارشاد فرماتے ہیں: —— کہو: میرے پروردگار روزی کشادہ کرتے ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں اپنے (مؤمن) بندوں میں سے اور اس کے لئے تنگ کرتے ہیں —— یعنی یہ اصول مؤمن و کافر کے حق میں یکساں ہے —— اور تم نے جو کچھ بھی خرچ کیا —— تھوڑا یا زیادہ —— تو وہ اس کا عوض دیں گے، اور وہ بہترین روزی رساں ہیں —— پس مؤمنین یہ بات سمجھ لیں کہ خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، بلکہ وجوہ خیر میں خرچ کرنے سے برکت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کا عوض دیتے ہیں، خواہ مال کی صورت میں یا قناعت کی شکل میں، دنیا پر نظر ڈالو: کوئی غریبوں پر خرچ کر کے بھوکا نہیں مرا، اور کتنے دولت مند ہیں جو آخر میں اپنی دولت کا غم کھاتے ہیں!

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۗ وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿٤٢﴾

وَيَوْمَ	اور جس دن	أَنْتَ	آپ	لَا يَمْلِكُ	نہیں مالک ہے
يَحْشُرُهُمْ	جمع کرے گا ان کو	وَلِيُّنَا	ہمارے کارساز ہیں	بَعْضُكُمْ	تمہارا بعض
جَمِيعًا	سبھی کو	مِنْ دُونِهِمْ	نہ کہ وہ	لِبَعْضٍ	بعض کے لئے
ثُمَّ يَقُولُ	پھر پوچھے گا وہ	بَلْ كَانُوا	بلکہ تھے وہ	نَّفْعًا	کسی نفع کا
لِلْمَلٰٓئِكَةِ	فرشتوں سے	يَعْبُدُونَ	پوجتے	وَّلَا ضَرًّا	اور نہ کسی نقصان کا
أَهٰٓؤُلَآءِ	کیا یہ لوگ	الْجِنَّ	جنات کو	وَنَقُولُ	اور کہیں گے ہم
إِيَّاكُمْ	تمہاری	أَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر	لِلَّذِينَ	ان سے جنھوں نے
كَانُوا يَعْبُدُونَ	پوجا کیا کرتے تھے	بِهِمْ	ان پر	ظَلَمُوا	ظلم کیا
قَالُوا	جواب دیا انھوں نے	مُّؤْمِنُونَ	ایمان رکھنے والے تھے	ذُوقُوا	چکھو
سُبْحٰنَكَ	آپ کی ذات پاک ہے	فَالْيَوْمَ	پس آج	عَذَابَ	سزا

النَّارِ	دوزخ کی	کُنۡتُمۡ	تھے تم	تُکَذِّبُوۡنَ	جھٹلایا کرتے
الَّتِیۡ	جس کو	بِهَا	اس کو	۞	۞

قرآنِ کریم کا ایک خاص اسلوبِ بیان

قرآنِ کریم جب کسی چیز کے متعلق دو مختلف باتیں بیان کرتا ہے تو تمہید مکرر لاتا ہے، ایسی جگہ تکرار کا وہم ہوتا ہے، وہ تکرار نہیں ہوتی، وہ قرآنِ کریم کا انوکھا اسلوبِ بیان ہے۔ جیسے کفار عذاب کی جلدی مچاتے تھے، عذاب دو ہیں: دنیوی اور اخروی، قرآنِ کریم نے جواب دیا: دنیوی عذاب کے لئے ایک وقت مقرر ہے، ورنہ وہ فوراً آجاتا، اور جب وہ آئے گا تو اچانک آئے گا، تمہیں سان گمان بھی نہیں ہوگا، اور رہا اخروی عذاب تو جہنم کفار کو گھیرے ہوئے ہے، یہ دو باتیں بیان کرنے کے لئے تمہید: ﴿وَیَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ﴾ کو مکرر لایا گیا، یہ تکرار نہیں، یہ مثال تفسیر کی اسی جلد میں آئی ہے (سورۃ العنکبوت آیات ۵۳ و ۵۴) اس کے علاوہ بھی قرآن میں متعدد مثالیں ہیں۔

یہاں اس کی ایک مثال ہے۔ مال اور اولاد کفار کے لئے سببِ قرب نہیں، جب یہ بات بیان کی تو مؤمنین کا استثناء کیا: ﴿إِلَّا مَنۡ آمَنَ﴾ یعنی مؤمنین کے لئے مال اور اولاد آخرت میں قربِ الٰہی کا سبب بن سکتے ہیں، پھر دوسری بات بیان کی کہ مؤمن جو مال وجوہِ خیر میں خرچ کرے گا: اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں اس کا عوض دیں گے، یہ بات تمہید: ﴿قُلۡ: إِنَّ رَبِّیۡ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ﴾ لوٹا کر بیان کی ہے، مگر کفار کے سلسلہ کی آیت میں ﴿مِنۡ عِبَادِهٖ﴾ اور ﴿لَهٗ﴾ نہیں ہے، مؤمنین کے سلسلہ کی آیت میں یہ اضافہ ہے، پس یہ تکرار نہیں —— اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اب جو آیات ہیں وہ: ﴿أُولٰٓئِكَ فِی الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ﴾ سے جڑی ہوئی ہیں۔

منکرینِ قرآن جب دوزخ میں پکڑے ہوئے لائے جائیں گے تو وہاں ان کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا

میدانِ حشر بپا ہے، سب عابد و معبود جمع ہیں، مشرکوں نے اپنے خیال میں فرشتوں کی بھی پرستش کی ہے، پس وہ افضل معبود ہیں، ان سے سوال ہوگا تاکہ دوسرے معبود سنیں: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ فرشتے جواب میں پہلے اللہ کی شرک سے پاکی بیان کریں گے، پھر اللہ سے اپنا تعلق ظاہر کریں گے، پھر عرض کریں گے: یہ لوگ شیاطین کی پوجا کیا کرتے تھے، اور نام ہمارے لگایا کرتے تھے، ہمارا ان سے کچھ تعلق نہیں، اس دن نہ کوئی کسی کو نفع پہنچائے گا نہ نقصان، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ظالمو! اس دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

آیاتِ پاک: —— اور (یاد کرو) جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو —— عابدوں اور معبودوں کو میدانِ حشر میں —— جمع کریں گے، پھر فرشتوں سے پوچھیں گے: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: آپ پاک ہیں! ——

یعنی آپ کا کوئی شریک ہو ہی نہیں سکتا ـــــ آپ ہمارے کارساز ہیں، نہ کہ وہ ـــــ یعنی ہمارا ان مجرموں سے کیا واسطہ! ہم تو آپ کے ہیں، آپ ہی سے ہمارا تعلق ہے ـــــ بلکہ وہ جنات (شیاطین) کی پوجا کیا کرتے تھے ـــــ اور نام ہمارا لیتے تھے ـــــ ان کے اکثر انہی کے معتقد تھے ـــــ ہم سے ان کا کچھ واسطہ نہیں، اسی طرح جو کسی نبی یا ولی کی پرستش کرتے ہیں وہ بھی حقیقت میں شیطان کی پرستش کرتے ہیں، ان نیک بندوں کا ان گمراہوں سے کچھ تعلق نہیں، قیامت کے دن وہ ان سے بیزاری ظاہر کریں گے ـــــ پس آج تمہارا ایک: دوسرے کے لئے نہ نفع کا مالک ہے نہ نقصان کا، اور ہم ظالموں سے کہیں گے: اس دوزخ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ـــــ یہ ماسیق لاجلہ الکلام (غرضِ کلام) ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ ۭ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ ع

وَاِذَا	اور جب	عَمَّا	اس سے جس کی	لَمَّا جَآءَهُمْ	جب پہنچا وہ ان کو
تُتْلٰى	پڑھی جاتی ہیں	كَانَ يَعْبُدُ	پوجا کرتے تھے	اِنْ هٰذَآ	نہیں ہے یہ
عَلَيْهِمْ	ان پر	اٰبَآؤُكُمْ	تمہارے اسلاف	اِلَّا سِحْرٌ	مگر جادو
اٰيٰتُنَا	ہماری آیتیں	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	مُّبِيْنٌ	کھلا
بَيِّنٰتٍ	کھلی کھلی	مَا هٰذَآ	نہیں ہے یہ	وَمَآ	اور نہیں
قَالُوْا	کہا انھوں نے	اِلَّآ اِفْكٌ	مگر جھوٹ	اٰتَيْنٰهُمْ	دی ہم نے ان کو
مَا هٰذَآ	نہیں ہے یہ	مُّفْتَرًى	گھڑا ہوا	مِّنْ كُتُبٍ	کوئی کتاب
اِلَّا رَجُلٌ	مگر ایک آدمی	وَقَالَ الَّذِيْنَ	اور کہا جنھوں نے	يَّدْرُسُوْنَهَا	جس کو وہ پڑھتے ہوں
يُّرِيْدُ	چاہتا ہے وہ	كَفَرُوْا	انکار کیا	وَمَآ اَرْسَلْنَآ	اور نہیں بھیجا ہم نے
اَنْ يَّصُدَّكُمْ	کہ روک دے تم کو	لِلْحَقِّ	دینِ حق کے بارے میں	اِلَيْهِمْ	ان کی طرف

قَبْلِكَ	آپ سے پہلے	وَمَا بَلَغُوْا	اور نہیں پہنچے وہ	رُسُلِىْ	میرے رسولوں کو
مِنْ نَّذِيْرٍ	کوئی ڈرانے والا	مِعْشَارَ	دسویں حصہ کو	فَكَيْفَ كَانَ	پس کیسا تھا
وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ	اور جھٹلایا ان لوگوں نے جو	مَآ اٰتَيْنٰهُمْ	اسکے جو دیا ہم نے ان کو	نَكِيْرِ	میرا انکار
مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	فَكَذَّبُوْا	پس جھٹلایا انھوں نے	❁	❁

رسول، قرآن اور اس کی تعلیمات پر کفار کا تبصرہ اور اس کا جواب

اب یہ گفتگو آخر سورت تک چلے گی، کفار نے رسول پر، قرآن پر اور تعلیماتِ اسلام پر تبصرے کئے:

۱- رسول کے حق میں کہا: یہ شخص اسلاف کے طریقہ سے ہٹانے آیا ہے، ہمارے باپ دادا ہمیشہ سے بتوں کی پرستش کرتے چلے آئے ہیں، ہم ان کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں!

۲- قرآن کے بارے میں کہا: یہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے، اللہ کی کتاب نہیں، محض اعتباریت پیدا کرنے کے لئے اللہ کی طرف اس کو منسوب کیا ہے، ورنہ حقیقت میں وہ خود ساختہ کلام ہے۔

۳- تعلیماتِ اسلام پر تبصرہ کیا کہ وہ کھلا جادو ہے، اس نے باپ بیٹے کو، میاں بیوی کو اور بھائی بھائی کو جدا کر دیا، اس کی یہ غیر معمولی تاثیر جادو کی وجہ سے نہیں تو اور کیا ہے؟

آیتِ کریمہ: —— اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: یہ ایک شخص ہے جو چاہتا ہے کہ تم کو ان مورتیوں سے روک دے جن کی پوجا کرتے آئے ہیں تمہارے باپ دادا —— اور کہا انھوں نے: نہیں ہے یہ (قرآن) مگر جھوٹ گھڑا ہوا —— اور منکروں نے دینِ حق کے بارے میں کہا: یہ کھلا جادو ہے!

پہلی دو باتوں کا جواب: —— عرب کے لوگ اُمّی تھے، کوئی آسمانی کتاب ان کے ہاتھ میں نہیں تھی، جس کو وہ پڑھتے ہوں، اور عرصہ دراز سے ان میں کوئی نبی بھی نہیں آیا تھا، اب اللہ نے عظیم الشان رسول بھیجا، اور اس پر جلیل القدر کتاب نازل کی، پس لوگ ان کو غنیمت جانیں اور انعام الٰہی کی قدر کریں، باتیں نہ چھانٹیں، ورنہ نتیجہ بھگتیں گے —— اور تیسری بات نظر انداز کر دی، کیونکہ تعلیماتِ اسلام کو جادو کون باور کرے گا؟

تکذیب کا نتیجہ: —— رسول کی تکذیب آج کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ لوگ تکذیب کرتے آئے ہیں، اور ہلاک کئے گئے ہیں، اور وہ قومیں مال و دولت میں ان مکہ والوں سے کہیں بڑھی ہوئی تھیں، اِن کو تو اُس کا معشر عشیر بھی نہیں ملا، پھر دیکھ لو! ان کا انجام کیا ہوا، پس تم کس بِرتے (طاقت) پر اکڑتے ہو؟

آیاتِ پاک: —— اور ہم نے ان کو (مکہ والوں کو) کوئی کتاب نہیں دی جس کو وہ پڑھتے ہوں، اور ہم نے ان کی

طرف آپؐ سے پہلے کوئی ڈرانے والا بھی نہیں بھیجا ——— اور اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے ہوئے، اور یہ اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دیا تھا، پس انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا، پس کیسا تھا میرا اعتراض! ——— خوب تھا! ان کا سب ساز وسامان دھرا رہ گیا، اور وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے، پس سبق لو ان سے اگر دیدہ عبرت ہو!

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

قُلْ	کہو	وَفُرَادٰی	اور اکیلے	بَيْنَ يَدَيْ	پہلے
اِنَّمَآ	بس	ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا	پھر سوچو	عَذَابٍ	عذاب
اَعِظُكُمْ	نصیحت کرتا ہوں میں تم کو	مَا بِصَاحِبِكُمْ	نہیں تمہارے ساتھی کو	شَدِيْدٍ	سخت کے
بِوَاحِدَةٍ (۱)	ایک بات کی	مِّنْ جِنَّةٍ	کچھ جنون	قُلْ	کہو
اَنْ تَقُوْمُوْا	کہ اٹھو تم	اِنْ هُوَ	نہیں وہ	مَا سَاَلْتُكُمْ	جو مانگا میں نے تم سے
لِلّٰهِ	اللہ کے لئے	اِلَّا نَذِيْرٌ	مگر ڈرانے والے	مِّنْ اَجْرٍ	کوئی اجر
مَثْنٰى	دو دو	لَّكُمْ	تمہارے فائدے کے لئے	فَهُوَ لَكُمْ	تو وہ تمہارے لئے ہے

(۱) بواحدة: أى بخصلة واحدة۔

إِنْ أَجْرِيَ	نہیں میرا بدلہ	عَلٰى نَفْسِيْ	اپنی ذات پر	مِنْ مَّكَانٍ	جگہ سے
إِلَّا عَلَى اللّٰهِ	مگر اللہ پر	وَإِنِ اهْتَدَيْتُ	اور اگر راہ پائی ہے میں نے	بَعِيْدٍ	دور
وَهُوَ	اور وہ	فَبِمَا	تو بہ طفیل اس کے ہے جو	وَقَدْ كَفَرُوْا	اور تحقیق انکار کیا انھوں نے
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	يُوْحِيْ	وحی کی ہے	بِهٖ	اس (قرآن) کا
شَهِيْدٌ	نگاہ رکھنے والے ہیں	إِلَيَّ رَبِّيْ	میری طرف میرے رب نے	مِنْ قَبْلُ	اس سے پہلے
قُلْ	کہو	إِنَّهٗ	بے شک وہ	وَيَقْذِفُوْنَ	اور پھینک رہے ہیں
إِنَّ رَبِّيْ	بے شک میرا ربّ	سَمِيْعٌ	سب کچھ سننے والے	بِالْغَيْبِ	نشانہ دیکھے بغیر
يَقْذِفُ	پھینکتا ہے	قَرِيْبٌ	نزدیک ہیں	مِنْ مَّكَانٍ	جگہ سے
بِالْحَقِّ (۱)	حق کو	وَلَوْ تَرٰى	اور اگر دیکھے تو	بَعِيْدٍ	دور
عَلَّامُ (۲)	خوب جاننے والا	إِذْ فَزِعُوْا	جب گھبرا جائیں گے وہ	وَحِيْلَ (۴)	اور آڑ بنا گیا
الْغُيُوْبِ	چھپی چیزوں کو	فَلَا فَوْتَ	پس ہاتھ سے نکل نہیں سکیں گے	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان
قُلْ	کہو			وَبَيْنَ مَا	اور اس کے درمیان جو
جَاءَ	آیا	وَأُخِذُوْا	اور پکڑے جائیں گے وہ	يَشْتَهُوْنَ	چاہتے ہیں وہ
الْحَقُّ	حق	مِنْ مَّكَانٍ	جگہ سے	كَمَا فُعِلَ	جیسا کیا گیا
وَمَا يُبْدِئُ	اور نہ ابتدا کرے	قَرِيْبٍ	نزدیک	بِأَشْيَاعِهِمْ (۵)	ان کی پارٹیوں کے ساتھ
الْبَاطِلُ	باطل	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	مِنْ قَبْلُ	اس سے پہلے
وَمَا يُعِيْدُ	اور نہ لوٹائے	اٰمَنَّا	ایمان لائے ہم	إِنَّهُمْ كَانُوْا	بے شک تھے وہ
قُلْ	کہو	بِهٖ	اس (قرآن) پر	فِيْ شَكٍّ	تردد میں
إِنْ ضَلَلْتُ	اگر بہک گیا ہوں میں	وَأَنّٰى لَهُمُ	اور کہاں ان کے لئے	مُّرِيْبٍ	بے چین کرنے والے
فَإِنَّمَا أَضِلُّ	تو بس بہکا ہوں میں	التَّنَاوُشُ (۳)	لینا	۞	۞

(۱) بالحق: باء زائد ہے، اور حق کا مقابل باطل مقدر ہے (۲) علام: إن کی دوسری خبر ہے یا مبتدا محذوف ھو کی خبر ہے (۳) التناوش: مصدر: لینا، مادہ نَوْش: چلنا، تیزی سے اٹھ کھڑا ہونا (۴) حِیل: ماضی مجہول، واحد مذکر غائب: حائل کر دیا گیا، جدائی ڈال دی گئی، مصدر حَوْل (ن): جدائی ڈالنا۔ (۵) أشیاع: شیعة کی جمع: پارٹی، طریقہ والے، متبعین وانصار۔

اب آخر میں چھ باتیں بیان کرتے ہیں

۱- نبی ﷺ کچھ دیوانے نہیں

تعصب وعناد چھوڑو، اخلاص کے ساتھ اٹھو، اور اکیلے یا دو دو مل کر سوچو، تمہارے رفیق ﷺ پر کچھ سودا سوار نہیں، وہ محض تمہاری خیر خواہی کے لئے محنت کر رہے ہیں، تم کو سخت عذاب سے قبل از وقت آگاہ کر رہے ہیں، تمہارا بھلا برا سمجھا رہے ہیں، پھر تم سمجھتے کیوں نہیں ہو، کیا تمہاری عقلیں چرنے گئی ہیں! ارشاد فرماتے ہیں: —— آپ کہئے: میں تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے واسطے دو دو اور اکیلے اٹھو، پھر سوچو —— تین یا زیادہ اکٹھا مت ہونا، ورنہ بک بک جھک جھک کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا —— تمہارے اِن ساتھی کو کچھ جنون نہیں، وہ تم کو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں!

۲- انبیاء علیہم السلام بے غرض کام کرتے ہیں

ارشادِ پاک ہے: —— آپؐ کہئے: اگر میں نے تم سے کچھ معاوضہ مانگا ہے تو وہ تم ہی رکھو —— یعنی میں تم سے اپنی محنت کا کچھ صلہ نہیں چاہتا، اگر تمہارے خیال میں کچھ معاوضہ طلب کیا ہے تو وہ سب تم اپنے پاس رکھو، مجھے ضرورت نہیں (فوائد) —— میرا معاوضہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے، اور وہ ہر چیز کو نگاہ میں رکھنے والے ہیں —— یعنی میں معاوضہ کا خواہشمند ہوں یا نہیں؟ اور میں نے بے غرض کام کیا اور کتنی محنت کی ہے: سب ان کے سامنے ہے، وہ مجھے اس کا صلہ ضرور دیں گے۔

۳- دین اسلام غالب ہو کر رہے گا

آپؐ کہئے: بالیقین میرا رب حق کو پھینکتا ہے، وہ علّام الغیوب ہے —— حق کو پھینکتا ہے: یعنی باطل پر: یعنی اس کو مٹا کر رہے گا، وہ علام الغیوب ہیں: سب مخفی باتوں کو جانتے ہیں، وہ خبر دے رہے ہیں کہ حق غالب ہو کر رہے گا، پس اس میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ جس زور سے اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر مار رہے ہیں اس سے اندازہ کرو: باطل اس کے سامنے کئی دن ٹھہر سکے گا؟ جلد ملیامیٹ ہو کر رہے گا، اور آفاق میں دین کا ڈنکا بجے گا۔

۴- حق کے سامنے باطل ٹھہر نہیں سکتا

دین حق آپہنچا ہے، اب اس کا زور رکنے والا نہیں، سب پر غالب ہو کر اور باطل کو زیر کر کے رہے گا، جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، وہ حق کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا —— آپ کہئے: حق آیا، اور باطل نہ شروع کرے نہ لوٹائے —— یعنی نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا، وہ آیا گیا ہوا! —— ما یبدئ و ما یعید: محاورہ ہے، جیسے لایموت و لا یحیی: نہ جیئے نہ مرے،

لا یاکل ولا یشرب: نہ کھائے نہ پیئے یعنی مرا۔

۵- نبی ﷺ بہ برکتِ وحی راہ یاب ہیں

آپ کہئے: اگر میں بہک گیا ہوں تو اس کا وبال مجھی پر پڑے گا، اور اگر میں راہِ راست پر ہوں تو یہ اس قرآن کی برکت ہے جو میرا رب میری طرف وحی کررہا ہے، بے شک وہ سب کچھ سننے والے نزدیک ہیں —— یعنی اگر میں نے ڈھونگ رچا ہے تو اس کا وبال مجھی پر پڑے گا، تمہارا کچھ نقصان نہ ہوگا —— لیکن اگر میں سیدھے راستہ پر ہوں، جیسا کہ واقعی ہوں تو یہ وحی الٰہی کی برکت ہے، اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے ہیں، اور اپنے علم سے بالکل نزدیک ہیں، وہ میری ضرور مدد کریں گے، اور اپنے دین کو چار دانگِ عالم پھیلائیں گے —— مگر اس صورت میں جو تم میری مخالفت کررہے ہو، اور قرآن کا انکار کررہے ہو تو سوچو تم اپنا کتنا بڑا نقصان کررہے ہو؟ اور تمہارا انجام کیا ہوگا؟

۶- ایمان لانے کا اب وقت نہیں رہا

اور اگر آپ دیکھیں: جب وہ گھبرا جائیں گے —— یعنی آج تو ڈینگیں مار رہے ہیں، مگر میدانِ حشر دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں —— اور وہ نزدیک جگہ سے پکڑے جائیں گے —— میدانِ محشر میں گرفتاری کے لئے ان کو تلاش نہیں کرنا پڑے گا، نہایت آسانی سے ہاتھ آجائیں گے —— اور وہ کہیں گے: ہم قرآن پر ایمان لائے —— نبی ﷺ کی بات کا ہمیں یقین آگیا، اب ہم قرآن کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں —— اور کہاں ایمان ان کے ہاتھ آسکتا ہے دور جگہ سے —— یعنی موقع دور گیا، ایمان کی جگہ دنیا تھی —— جبکہ وہ قبل ازیں انکار کرتے تھے —— یعنی موقع کھودیا —— اور نشانہ دیکھے بغیر تیر چلاتے تھے —— سوچے سمجھے بغیر انکار کرتے تھے، اور کہتے تھے: قرآن خود ساختہ ہے اور دیوانے کی بڑ ہے! —— اور آڑ کردی جائے گی ان کے درمیان اور اس چیز کے درمیان جس کو وہ چاہتے ہیں —— یعنی اب وہ کبھی ایمانِ مقبول تک نہیں پہنچ سکتے —— جیسا قبل ازیں دوسرے ان کے ہم مشربوں کے ساتھ کیا گیا —— یعنی گذشتہ لوگوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا ہے، موت کے بعد وہ بھی پچھتائے ہیں، اور ایمان لانے کے لئے تیار ہوگئے ہیں، مگر ان میں اور ایمان مقبول میں آڑ کردی گئی —— بے شک وہ بے چین کرنے والے شک میں ہیں —— یعنی آج ان کا قرآن پر ایمان نہیں ہے اور ایمانِ مقبول وہی ہے جو موت سے پہلے اس دنیا میں حاصل ہو، کل جب موت کے بعد آنکھ کھل جائے گی تو سبھی کو یقین آجائے گا، اس میں کیا کمال ہوا!

(الحمد للہ! ۲۵ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ = ۶ ستمبر ۲۰۱۵ء کو سورۂ سبا کی تفسیر پوری ہوئی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۂ فاطر

نمبر شمار ۳۵ نزول کا نمبر ۴۳ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۴۵ رکوع: ۵

یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اور توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیغام رساں بنایا ہے، فرشتوں کے کئی کئی بازو ہیں، اور وحی اللہ کی ایک نعمت ہے، جیسے روزی نعمت ہے، اور ہر نعمت کا شکر بجالانا ضروری ہے ـــــ پھر رسالت اور قیامت کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے، اور قیامت کا وعدہ سچا ہے، لوگوں کو چاہئے کہ اس کی تیاری کریں، پھر یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن ہیرے اور خزف برابر نہیں ہونگے، پھر بعث بعد الموت کی ایک نظیر پیش کی ہے، اس کے بعد توحید کی تین دلیلیں بیان کی ہیں، اور خاص بات یہ بیان کی ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے، اور اس کی رونق نیک اعمال سے ہے، پھر توحید کے تعلق سے پانچ باتیں بیان کی ہیں ـــــ پھر ایک سوال کا جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بوقلموں بنائی ہے، اسی سے ہیرے نکل آتے ہیں ـــــ پھر مؤمنین کا کام اور ان کا انجام بیان کیا ہے ـــــ پھر ایک اہم مضمون ہے کہ قرآن برحق کتاب ہے، اور قرآن کے تعلق سے امت کی تین قسمیں ہیں، پھر سابقین کی جزائے خیر بیان کی ہے، اس کے بعد قرآنِ کریم کا انکار کرنے والوں کی سزا کا بیان ہے ـــــ پھر ابطالِ شرک اور اثباتِ توحید کا عنوان شروع ہوا ہے، اس کے بعد رسالت کا بیان ہے، لوگ رسول کے منتظر تھے، مگر جب وہ آئے تو لوگ بدک گئے، اور لگے بری بری چالیں چلنے! پھر منکر رسالت کو فہمائش کر کے سورت ختم کی ہے۔

آیاتہا ۴۵ (۳۵) سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ (۴۳) رکوعاتہا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ② يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③

بِسْمِ اللّٰهِ	نام سے اللہ کے	الْمَلٰٓئِكَةِ	فرشتوں کو	عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	رُسُلًا	پیغام رساں	قَدِيْرٌ	پورے قادر ہیں
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے	اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ (۳)	بازوؤں والے	مَا يَفْتَحِ	جو کھولیں
اَلْحَمْدُ (۱)	تمام تعریفیں	مَّثْنٰى وَثُلٰثَ	دو دو اور تین تین	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہیں	وَرُبٰعَ (۴)	اور چار چار	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
فَاطِرِ (۲)	(جو) پیدا کرنے والے ہیں	يَزِيْدُ	اضافہ کرتے ہیں	مِنْ رَّحْمَةٍ (۵)	مہربانی سے
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کے	فِي الْخَلْقِ	بناوٹ میں	فَلَا مُمْسِكَ	تو نہیں کوئی روکنے والا
وَالْاَرْضِ	اور زمین کے	مَا يَشَاۗءُ	جو چاہتے ہیں	لَهَا	اس کو
جَاعِلِ	(جو) بنانے والے ہیں	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَمَا	اور جو (مہربانی)

(۱) الحمدُ: میں الف لام استغراقی ہیں، جس کا ترجمہ ہے: تمام، سب (۲) فاطر اور جاعل: اللہ کی صفتیں ہیں (۳) أَجْنِحَة: جَناح کی جمع: بازو، پَر بھی ترجمہ کرتے ہیں، مگر اس سے ذہن پرندوں کے پَروں کی طرف جاتا ہے، ہندو ایک دیوی کی مورتی کئی ہاتھوں والی بناتے ہیں: وہ بازوؤں کا پیکر ہے (۴) مثنی، ثلاث اور رُباع: اسمائے معدولہ ہیں، مثنی: اثنین اثنین سے، ثُلاث: ثلاثة ثلاثة سے اور رُباع: أربعة أربعة سے معدول ہیں، اور اصح قول کے مطابق اس کے بعد اسمائے معدولہ نہیں۔
(۵) من رحمة: ما موصولہ کا بیان ہے۔

یُمۡسِكۡ	روک لیں وہ	اذۡكُرُوۡا	یاد کرو	مِّنَ السَّمَآءِ	آسماں سے
فَلَا مُرۡسِلَ	تو نہیں کوئی بھیجنے والا	نِعۡمَتَ اللّٰهِ	احسان اللہ کا	وَالۡاَرۡضِ	اور زمین سے
لَهٗ (۱)	اس کو	عَلَیۡكُمۡ	تم پر	لَآ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں
مِنۢ بَعۡدِهٖ (۲)	اللہ کے بعد	هَلۡ	کیا	اِلَّا هُوَ	مگر وہی
وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ	اور وہ زبردست	مِنۡ خَالِقٍ	کوئی پیدا کرنے والا ہے	فَاَنّٰی	پس کہاں
الۡحَكِیۡمُ	بڑی حکمت والے ہیں	غَیۡرُ اللّٰهِ	اللہ کے علاوہ	تُؤۡفَكُوۡنَ (۳)	الٹے جا رہے ہو تم؟
یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ	اے لوگو!	یَرۡزُقُكُمۡ	(جو) روزی دیتا ہو تم کو	۞	۞

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

توحید کا بیان

کائنات اللہ تعالیٰ کی ہے: ــــ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں ــــ یعنی مقامِ حمد (الوہیت) اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، کیونکہ کائنات کے وہی خالق ہیں، پس وہی مالک ہیں، اور مملوک کی نیازمندی (عبادت) مالک ہی کے لئے ہوتی ہے ــــ اور آسمانوں اور زمین سے مراد پوری کائنات ہے۔

فرشتے پیغام رساں ہیں: ــــ جو فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والے ہیں ــــ یعنی فرشتوں کی معرفت اللہ تعالیٰ انسانوں کے پاس وحی بھیجتے ہیں، تاکہ ان کی روحانی ضرورت پوری ہو ــــ روحانی ضرورت پوری کرنے کے لئے عقلِ انسانی کافی نہیں، اس کی تکمیل کے لئے بالائی ہدایات ضروری ہیں، اور اللہ تعالیٰ بندوں سے دوبدو کلام نہیں کرتے، انسان اللہ کی تجلی سہار نہیں سکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی ہدایات فرشتوں کے ذریعہ بھیجتے ہیں ــــ یہی ہدایت اللہ کی رحمت ہے، جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

فرشتوں کی ہیئتِ کذائی: جن کے دو دو، تین تین اور چار چار بازو ہیں ــــ بعض فرشتوں کے اس سے زیادہ بھی بازو ہیں، حدیث میں ہے: حضرت جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو بازو ہیں ــــ وہ بناوٹ میں جو چاہتے ہیں اضافہ کرتے ہیں ــــ جیسے پیروں کا معاملہ ہے، کسی کو کوئی پیر نہیں دیا، وہ پیٹ کے بل دوڑتا ہے، جیسے سانپ، کسی کو دو پیر دیئے ہیں،

(۱) لہ کی ضمیر ما موصولہ کی طرف لوٹتی ہے اور اس سے مراد رحمۃ ہے (۲) بعدہ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹتی ہے (۳) تؤفکون: مضارع مجہول، جمع مذکر حاضر، مصدر إفك (ض، س): اصلی رخ سے پھرنا، یہاں حق سے باطل کی طرف پھرنا مراد ہے۔

جیسے ہم، کسی کو چار پیر دیئے ہیں، جیسے چوپایے، اور کسی کو اس سے زیادہ پیر دیئے ہیں، جیسے کن کھجورا —— بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

قرآنِ کریم کا ایک خاص اسلوبِ بیان

قرآنِ کریم جب کوئی بات (دلیل) بیان کرتا ہے تو دلیل کے اجزاء کی کچھ تفصیل بھی کرتا جاتا ہے، قاری کا ذہن کبھی اس تفصیل کی طرف چلا جاتا ہے، پس اصل مدعی سے ذہول ہوجاتا ہے۔ مثلاً: سورۃ الذاریات کے آخری رکوع میں 'جوڑی' کے قانون سے آخرت پر استدلال کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی جوڑی بنائی، دونوں مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتے ہیں، آسمان برستا ہے، زمین اگاتی ہے اور جانوروں کے گذارہ کا سامان ہوتا ہے، اگر آسمان برسے اور زمین نہ اگائے تو حیوانات کیا کھائیں اور کیسے جئیں! —— اسی طرح اس دنیا کی جوڑی آخرت ہے، یہاں عمل ہے اور آخرت میں اس کا بدلہ ہے، اگر یہی دینا ہو، اور اس کے ساتھ آخرت نہ ہو تو تکلیف کی غرض کیسے پوری ہو؟ —— یہ دلیل قرآنِ کریم نے اس طرح بیان کی ہے: ﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ ۝ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾: اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا، اور بے شک ہم (آسمان) کو بہت وسیع بنانے والے ہیں، اور ہم نے زمین کو بچھایا، پس ہم بہترین بچھانے والے ہیں، اور ہم نے ہر چیز کی جوڑی بنائی تاکہ تمہیں یاد آئے (کہ اس دنیا کی بھی جوڑی ہے) اس دلیل میں آسمان وزمین کی کچھ تفصیل بھی کی ہے —— اسی طرح یہاں یہ بات بیان کرنی ہے کہ رب کائنات انسانوں کی تربیت کے لئے فرشتوں کے ذریعہ وحی بھیجتے ہیں، ساتھ ہی فرشتوں کی ساخت کی تفصیل بھی کردی۔

نکاح میں چار سے زیادہ ازواج کو جمع کرنا جائز نہیں

یہاں ایک نکتہ ہے، رُباع سے آگے اعداد: معدول نہیں، اس لئے: ﴿يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَايَشَاءُ﴾: بڑھایا، کیونکہ فرشتوں کے چار سے زیادہ بھی بازو ہیں، اور سورۃ النساء (آیت ۳) میں رُباع سے آگے کچھ نہیں بڑھایا، معلوم ہوا نکاح میں چار سے زیادہ ازواج کو جمع کرنا جائز نہیں، ورنہ آگے کچھ بڑھاتے، اور اس پر امت کا اجماع ہے، پس مستنبط بات پختہ ہوگئی، اور غیر مقلدین کا اختلاف اجماع کو متاثر نہیں کرتا، کیونکہ وہ اہل السنہ والجماعہ سے خارج ہیں۔

وحی اللہ کی ایک نعمت ہے، اور نعمتوں کے بارے میں قاعدہ کلیہ: —— اللہ تعالیٰ جو مہربانی لوگوں کے لئے کھول دیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں، اور جس کو روک لیں اس کو ان کے علاوہ کوئی جاری کرنے والا نہیں —— اور 'مہربانی'

جسمانی بھی ہوتی ہے، جیسے تندرستی، بارش اور روزی وغیرہ اور روحانی بھی ہوتی ہے، جیسے نبوت ورسالت اور علم وفہم وغیرہ، قاعدہ سب کو شامل ہے:—— اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں!

نعمتِ رزق کا شکر بجالاؤ، اور اللہ ہی کی بندگی کرو:—— روزی اللہ کی بڑی رحمت ہے، اور روزی رساں اللہ تعالیٰ ہیں، انھوں نے اوپر تلے رزق کے اسباب پیدا کئے ہیں، ہم اللہ ہی کا رزق کھاتے ہیں، پس انہی کی بندگی چاہئے، کسی اور کی چوکھٹ پر سر ٹیکنے کا کوئی مطلب نہیں! ارشاد فرماتے ہیں:—— اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کے احسانات کو یاد کرو —— یہ حکم ہر احسان کو شامل ہے، پھر اپنا ایک خاص احسان یاد دلاتے ہیں:—— کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہو؟—— کوئی نہیں! پس —— ان کے سوا کوئی معبود نہیں —— خالق ورازق ہی معبود ہے —— پھر تم کہاں الٹے جارہے ہو؟—— اللہ کی طرف لوٹو، اور اسی کی بارگاہ میں نذر و نیاز پیش کرو۔

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَٰلِكَ النُّشُورُ ۝

ع ۱۲

وَإِنْ	اور اگر	رُسُلٌ	رسول	الْأُمُورُ[1]	سب امور
يُكَذِّبُوكَ	جھٹلاتے ہیں وہ آپ کو	مِّنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے	يَا أَيُّهَا النَّاسُ[2]	اے لوگو!
فَقَدْ	تو بالیقین	وَإِلَى اللَّهِ	اور اللہ کی طرف	إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ	بے شک اللہ کا وعدہ
كُذِّبَتْ	جھٹلائے گئے	تُرْجَعُ	لوٹیں گے	حَقٌّ	سچا ہے

(۱) الأمور: میں الف لام استغراقی ہیں (۲) یأیھا الناس سے خطاب درحقیقت کفار کو ہوتا ہے۔

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ	پس دھوکہ میں نہ ڈالے تم کو	شَدِيْدٌ	سخت	نَفْسُكَ	آپ کی جان
الْحَيٰوةُ	زندگی	وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	عَلَيْهِمْ	ان پر
الدُّنْيَا	دنیا کی	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	حَسَرٰتٍ (۲)	پچھتا پچھتا کر
وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ	اور نہ دھوکہ دے تم کو	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
بِاللّٰهِ	اللہ کے نام سے	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے ہیں
الْغَرُوْرُ	بڑا دھوکے باز	لَهُمْ	ان کے لئے	بِمَا	ان کاموں کو جو
اِنَّ الشَّيْطٰنَ	بے شک شیطان	مَّغْفِرَةٌ	بخشش	يَصْنَعُوْنَ	کرتے ہیں وہ
لَكُمْ	تمہارا	وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ	اور بڑا بدلہ ہے	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ:
عَدُوٌّ	دشمن ہے	اَفَمَنْ (۱)	کیا تو جو شخص	الَّذِيْٓ	جنھوں نے
فَاتَّخِذُوْهُ	پس بناؤ اس کو	زُيِّنَ	مزین کیا گیا	اَرْسَلَ	چلائی
عَدُوًّا	دشمن	لَهٗ	اس کے لئے	الرِّيٰحَ	ہوائیں
اِنَّمَا يَدْعُوْا	وہ اسی لئے بلاتا ہے	سُوْٓءُ عَمَلِهٖ	اس کا برا عمل	فَتُثِيْرُ	پس ابھارتی ہیں وہ
حِزْبَهٗ	اپنی پارٹی کو	فَرَاٰهُ	پس دیکھا اس نے اس کو	سَحَابًا	بادل کو
لِيَكُوْنُوْا	کہ ہوں وہ	حَسَنًا	اچھا	فَسُقْنٰهُ	پس ہانک لے چلتے ہیں ہم اس کو
مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ	دوزخ والوں میں سے	فَاِنَّ اللّٰهَ	پس بے شک اللہ تعالیٰ		
		يُضِلُّ	بھٹکاتے ہیں	اِلٰى بَلَدٍ	علاقہ کی طرف
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں	مَّيِّتٍ	مردہ (ویران)
كَفَرُوْا	انکار کیا	وَيَهْدِيْ	اور راہ راست دکھاتے ہیں	فَاَحْيَيْنَا	پس زندہ کرتے ہیں ہم
لَهُمْ	ان کے لئے	مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں	بِهٖ (۳)	اس (بارش) کے ذریعہ
عَذَابٌ	سزا ہے	فَلَا تَذْهَبْ	پس نہ جائے	الْاَرْضَ	زمین کو

(۱) من: مبتدا ہے، اور خبر کمن هداه الله: محذوف ہے، جس پر فإن الله: دلالت کرتا ہے، اور جواب لا ہے۔ (۲) حسرات: مفعول لہ ہے، اور جمع کثرتِ اہتمام پر دلالت کرتا ہے، اس لئے دو مرتبہ پچھتا پچھتا کر ترجمہ کیا ہے۔ (۳) بہ: کا مرجع سحاب ہے، اور اب بارش مراد ہے، یہی صنعتِ استخدام ہے۔

بَعْدَ مَوْتِهَا	اس کے مرنے کے بعد	كَذٰلِكَ	اسی طرح ہوگا	النُّشُوْرُ	جی اٹھنا

رسالت اور قیامت کا بیان

رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے! ـــــ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے عظیم الشان رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے، لوگوں کو ان کی قدر کرنی چاہئے، جو لوگ ان کی تکذیب پر تلے ہوئے ہیں، وہ جان لیں کہ تمام امور کا مرجع اللہ کی ذات ہے، جب وہ اللہ کے پاس پہنچیں گے اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ لیں گے! ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بالیقین آپ سے پہلے رسول جھٹلائے گئے ـــــ پس آج یہ کوئی نئی بات نہیں ـــــ اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹیں گے ـــــ پس آپ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کیجئے، جب وہ اللہ کے پاس پہنچیں گے، اللہ ان کو تکذیب کی سزا دیں گے۔

قیامت کا وعدہ سچا ہے، اس کی تیاری کرو: ـــــ دنیا کی باغ و بہار زندگی غفلت میں نہ ڈالے، اور شیطان اللہ کا نام لے کر دھوکا نہ دے، وہ کہے گا: کر جو کرنا ہے، اللہ غفور رحیم ہیں! اور جان لو کہ وہ تمہارا دشمن ہے، اس کو دشمن سمجھو، اس کی چال کو کامیاب مت ہونے دو، وہ تو اپنے چیلوں کو جہنم کا ایندھن ہی بنانا چاہتا ہے، پس سن لو! جو لوگ رسول ﷺ کا انکار کریں گے، اور شیطان کی پیروی کریں گے: وہ سخت عذاب سے دوچار ہونگے، اور جو لوگ رسول ﷺ کی بات مانیں گے، اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں گے: وہ اللہ کی مغفرت اور اجر عظیم (جنت) کے حقدار ہونگے۔

آیاتِ پاک: ـــــ اے لوگو! اللہ کا (قیامت کا) وعدہ بالیقین سچا ہے، پس (اس کے لئے تیاری کرنے سے) دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے (غفلت میں نہ رکھے) اور تمہیں اللہ کا نام لے کر بڑا دھوکہ باز (شیطان) بھی دھوکہ میں نہ ڈالے، شیطان بالیقین تمہارا دشمن ہے، پس تم اس کو اپنا دشمن سمجھو، وہ اپنی پارٹی کو محض اس لئے بلاتا ہے کہ وہ دوزخ کا ایندھن بنیں! ـــــ وہ تمہیں جہنم میں پہنچا کر دم لے گا، سنو! ـــــ جن لوگوں نے انکار کیا ـــــ اللہ کے رسول پر ایمان نہیں لائے ـــــ ان کے لئے سخت عذاب ہے ـــــ اور جنھوں نے مان لیا اور نیک کام کئے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے ـــــ آخرت میں ان کے وارے نیارے ہوجائیں گے۔

قیامت کے دن ہیرا اور خزف (ٹھیکری) برابر نہیں ہونگے: ـــــ شیطان نے جس کی نگاہ میں برے کام کو بھلا کر دکھایا، کیا وہ شخص اُس کے برابر ہوسکتا ہے جو اللہ کے فضل سے بھلے برے کی تمیز رکھتا ہے، نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتا ہے؟ جب دونوں برابر نہیں ہوسکتے تو انجام دونوں کا یکساں کیونکر ہوسکتا ہے؟ ـــــ اور یہ خیال مت کرو کہ کوئی آدمی دیکھتی آنکھوں برائی کو بھلائی کیوں کر سمجھ لے گا؟ اللہ جس کو سوء استعداد اور سوء اختیار کی بنا پر بھٹکانا چاہے اس کی عقل اسی

طرح اوندھی ہو جاتی ہے، اور جس کو حسن استعداد اور حسن اختیار کی وجہ سے ہدایت پر لانا چاہے: شیطان کی طاقت نہیں جو اُسے غلط راستہ پر ڈال دے، یا الٹی بات سُجھا دے (فوائد)

آیاتِ پاک: ـــ کیا پس جس کے لئے اس کا برا عمل اچھا کر کے دکھایا، پس اس نے اس کو اچھا سمجھ لیا: ـــ اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو برے عمل کو برا سمجھتا ہے، اور اس سے بچتا ہے؟ ـــ پس بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بھٹکاتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں راہِ راست دکھاتے ہیں ـــ پس آپ اُن پر پچھتا پچھتا کر اپنی جان نہ کھودیں! ـــ ان معاندین کے غم میں اپنے کو نہ گھلائیں! ـــ اللہ تعالیٰ کو بالیقین ان کے سب کرتوتوں کی خبر ہے ـــ وہ خود ان کا بھگتان کردیں گے!

بعث بعد الموت کی نظیر: ـــ ویران زمین کا بارش کے پانی سے ہرا ہو جانا ہے ـــ اللہ کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں، اور جس ملک کا رقبہ مردہ پڑا تھا، کھیتی و سبزہ کچھ نہ تھا، چاروں طرف خاک اڑ رہی تھی، بارش کے پانی سے اس میں جان پڑ جاتی ہے، اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی میرے پیچھے جلا کر کھڑا کردیں گے، روایات میں ہے کہ جب اللہ مُردوں کو زندہ کرنا چاہے گا، عرش کے نیچے سے ایک (خاص قسم کی) بارش ہوگی، جس کا پانی پڑتے ہی مُردے اس طرح جی اٹھیں گے جیسے ظاہری بارش ہونے پر دانہ زمین سے اُگ آتا ہے (فوائد)

آیاتِ پاک: ـــ اور اللہ تعالیٰ وہ ہیں جو ہوائیں چلاتے ہیں، پس وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پس ہم اس کو ہانک لے چلتے ہیں مردہ زمین کی طرف، پھر ہم بارش کے ذریعہ زمین کو مرجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں، اسی طرح جی اٹھنا ہے! ـــ زمین میں نباتات کے دانے اور گھاس کی جڑیں ہوتی ہیں، بارش کے پانی سے وہ اُگ آتی ہیں، اسی طرح زمین میں حیوانات اور انسانوں کی مٹی ہے، جو خاص قسم کی بارش ہوتے ہی زمین سے بشکل اجسام نکل آئیں گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَاۗىِٕغٌ

شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ ۫ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ع

مَنْ (۱)	جو شخص	الطَّيِّبُ	پاکیزہ	وَمَكْرُ	اور چال
كَانَ يُرِيْدُ (۲)	چاہتا ہے	وَالْعَمَلُ	اور عمل	اُولٰٓئِكَ	ان لوگوں کی
الْعِزَّةَ	عزت	الصَّالِحُ	نیک	هُوَ (۵)	ہی
فَلِلّٰهِ	پس اللہ کے لئے ہے	يَرْفَعُهٗ (۴)	اٹھاتا ہے اس کو	يَبُوْرُ (۶)	ہلاک ہوگی
الْعِزَّةُ	عزت	وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	وَاللّٰهُ	اور اللہ نے
جَمِيْعًا	ساری	يَمْكُرُوْنَ	چالیں چلتے ہیں	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو
اِلَيْهِ	اس کی طرف	السَّيِّاٰتِ	بری بری	مِّنْ تُرَابٍ	مٹی سے
يَصْعَدُ	چڑھتی ہے	لَهُمْ عَذَابٌ	ان کے لئے سزا ہے	ثُمَّ	پھر
الْكَلِمُ (۳)	بات	شَدِيْدٌ	سخت	مِنْ نُّطْفَةٍ	مادہ سے

(۱) مَن: موصولہ، متضمن معنی شرط، كان يريد العزة: جملہ شرطیہ، اور للّٰہ العزة جمیعا: جملہ جزائیہ، اور جزاء پر فاء جزائیہ، اور دوسرے العزة میں ال استغراق کے لئے ہے، اور جمیعا: حال ہے، جو استغراق کی تاکید کے لئے ہے (۲) مضارع پر کان داخل ہوتا ہے تو استمرار و دوام کا مفہوم پیدا ہوتا ہے (۳) الکَلِم: الکلمة کی جمع، اس پر الف لام جنسی ہے، اور ایسی صورت میں جمعیت باطل ہو جاتی ہے اور جمع بحکم مفرد ہو جاتی ہے، اور لفظ الکلم مذکر ہے اس لئے یصعد: مذکر صیغہ اور الطیب مذکر صفت ہے، اور بات سے مراد: کلمہ طیبہ یعنی ایمان ہے اور صعود اور رفع معنوی ہیں، صعود بمعنی قبول اور رفع بمعنی قدر افزائی ہے (۴) یرفعه: فاعل ضمیر محذوف ہے، جس کا مرجع العمل الصالح ہے اور مفعول کی ضمیر الکلم الطیب کی طرف لوٹتی ہے (۵) ھو: ضمیر فصل برائے حصر ہے (۶) بَارَ يَبُوْرُ بَوْرًا: ہلاک ہونا، مندا اور ٹھپ ہو جانا۔

ثُمَّ جَعَلَكُمْ	پھر بنایا تم کو	وَهٰذَا	اور یہ	وَيُوْلِجُ	اور داخل کرتے ہیں
اَزْوَاجًا	جوڑا جوڑا	مِلْحٌ	شور	النَّهَارَ	دن کو
وَمَا تَحْمِلُ	اور نہیں اٹھاتی	اُجَاجٌ	تلخ ہے	فِي الَّيْلِ	رات میں
مِنْ اُنْثٰى	کوئی مادہ	وَمِنْ كُلٍّ	اور ہر ایک سے	وَسَخَّرَ	اور کام میں لگایا ہے
وَلَا تَضَعُ	اور نہیں جنتی	تَاْكُلُوْنَ	کھاتے ہو تم	الشَّمْسَ	سورج
اِلَّا بِعِلْمِهٖ	مگر ان کے علم سے	لَحْمًا	گوشت	وَالْقَمَرَ	اور چاند کو
وَمَا يُعَمَّرُ	اور نہیں عمر پاتا	طَرِيًّا	تازہ	كُلٌّ	ہر ایک
مِنْ مُّعَمَّرٍ	کوئی بڑی عمر والا	وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ	اور نکالتے ہو تم	يَّجْرِيْ	چلتا ہے
وَّلَا يُنْقَصُ	اور نہیں گھٹائی جاتی	حِلْيَةً	زیور	لِاَجَلٍ	مدت کے لئے
مِنْ عُمُرِهٖٓ	اس کی زندگی سے	تَلْبَسُوْنَهَا(۱)	پہنتے ہو تم اس کو	مُّسَمًّى	متعین
اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ	مگر نوشتہ میں ہے	وَتَرَى	اور دیکھتا ہے تو	ذٰلِكُمُ	یہی
اِنَّ ذٰلِكَ	بے شک یہ بات	الْفُلْكَ	کشتیوں کو	اللّٰهُ	اللہ
عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر	فِيْهِ	اس (دریا) میں	رَبُّكُمْ	تمہارے رب ہیں
يَسِيْرٌ	آسان ہے	مَوَاخِرَ(۲)	چیرنے والی (پانی کو)	لَهُ	ان کے لئے
وَمَا يَسْتَوِي	اور نہیں ہوتے یکساں	لِتَبْتَغُوْا	تاکہ تلاش کرو تم	الْمُلْكُ	سلطنت ہے
الْبَحْرٰنِ	دو دریا	مِنْ فَضْلِهٖ	اس کی روزی سے	وَالَّذِيْنَ	اور جن کو
هٰذَا	یہ	وَلَعَلَّكُمْ	اور تاکہ	تَدْعُوْنَ	تم پکارتے ہو
عَذْبٌ	شیریں	تَشْكُرُوْنَ	شکر بجالاؤ تم	مِنْ دُوْنِهٖ	اس کے سوا
فُرَاتٌ	پیاس بجھانے والا	يُوْلِجُ	داخل کرتے ہیں	مَا يَمْلِكُوْنَ	نہیں مالک ہیں وہ
سَآئِغٌ	خوش گوار ہے	الَّيْلَ	رات کو	مِنْ قِطْمِيْرٍ(۳)	گٹھلی کی جھلی کے
شَرَابُهٗ	اس کا پینا	فِي النَّهَارِ	دن میں	اِنْ تَدْعُوْهُمْ	اگر پکارو تم ان کو

(۱)تلبسونها: جملہ حلیة کی صفت ہے (۲)مَوَاخِر: کشتیاں، مفرد المَاخِرَة، مَخَرَتِ السفینةُ (ن) مَخْرًا: کشتی یا جہاز کا پانی کو چیرنا۔ (۳)القطمیر: کھجور کی گٹھلی پر چڑھی ہوئی باریک جھلی، حقیر و معمولی چیز۔

لَا يَسْمَعُوْا	نہ سنیں وہ	لَكُمْ	تم کو	وَلَا يُنَبِّئُكَ	اور نہیں آگاہ کرتا
دُعَاءَكُمْ	تمہاری پکار	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اور قیامت کے دن		تجھ کو
وَلَوْ سَمِعُوْا	اور اگر سن لیں	يَكْفُرُوْنَ	انکار کریں گے	مِثْلُ	مانند
مَا اسْتَجَابُوْا	تو نہ جواب دیں وہ	بِشِرْكِكُمْ	تمہارے شریک ٹھہرانے کا	خَبِيْرٍ	باخبر کے

دلائل توحید

پہلی دلیل: مقام عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس لئے وہی معبود ہیں، کیونکہ معبود ہونا سب سے بڑی عزت ہے

مقام: مرتبہ، رتبہ۔ عزت: وہ حالت جو مغلوب ہونے سے بچائے۔ مقام حمد کی طرح مقام عزت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، بالذات (حقیقۃً) عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اور بالعرض (بالواسطہ) انبیاء اور مؤمنین کے لئے ہے یعنی وہ اللہ کی بخشی ہوئی ہے، اور معبود وہی ہے جس کے لئے بالذات مقام عزت ہے، کیونکہ معبودیت ہی سب سے بڑی عزت ہے، وہ بالعرض معزز کے لئے نہیں ہوسکتی۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— جو شخص عزت چاہتا ہے پس عزت ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے —— وہی عزیز و غالب ہیں، پس وہی معبود ہیں —— اور جو عزت چاہتا ہے یعنی بالعرض معزز ہونا چاہتا ہے وہ اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کرے، اللہ تعالیٰ اس کو عزت بخشیں گے، سورۃ المنافقون (آیت ۸) میں ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾: عزت (بالذات) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اور (بالعرض) اس کے رسول کے لئے اور مؤمنین کے لئے ہے۔ رسولہ اور المؤمنین پر لام جارّہ لاکر فرق مراتب کی طرف اشارہ کیا ہے (دلیل پوری ہوئی)

ایمان تصدیق کا نام ہے اور اس کی رونق نیک اعمال سے ہے: —— ان کی طرف اچھا کلام چڑھتا ہے، اور نیک عمل: وہ اٹھاتا ہے اس (اچھے کلام) کو —— چڑھتا ہے اور اٹھاتا ہے: یہ معنوی چڑھنا اور اٹھانا ہے، سورۃ النور (آیت ۳۶) میں ہے: ﴿فِيْ بُيُوْتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ﴾: ایسے گھروں میں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے۔ اور سورۃ المجادلہ (آیت ۱۱) میں ہے: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ﴾: تم میں سے جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا درجہ بلند کرتے ہیں، پس چڑھنے اور اٹھانے سے مراد قبولیت اور کمالیت ہے، اور اچھے کلام سے مراد کلمہ طیبہ: لا إلٰه إلا الله ÷ محمد رسول الله ہے، یہ کلمۂ ایمان ہے، یہ چڑھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں (کلمۂ شرک مقبول نہیں) پھر اعمال صالحہ سے کلمۂ ایمان کی شان بڑھتی ہے، نیک اعمال سے ایمان کو جلا ملتی ہے، یہی اٹھانا ہے۔

مؤمنین کے بالمقابل مخالفین کا تذکرہ: ـــــ اور جو لوگ بری بری چالیں چلتے ہیں ان کے لئے سخت سزا ہے، اور ان کی بری چالیں نابود ہونگی ـــــ وہ ذلیل وخوار ہونگے، ان کے داؤ گھات باطل و بے کار ثابت ہونگے، عزت اور غلبہ اسلام اور مسلمانوں کو ملے گا، اور کفر وشرک دفع ہوگا۔

دوسری دلیل: جو ہستی انسان کے سارے احوال سے واقف ہو وہی معبود ہوسکتی ہے

اللہ تعالیٰ ہر انسان کے جملہ احوال سے واقف ہیں، الف تا یاء ایک ایک جزئیہ سے باخبر ہیں، اور ہر چیز لوح محفوظ میں ریکارڈ ہے، ایسی ہی ہستی معبود ہوسکتی ہے۔ ہر انسان کی تخلیق مٹی سے ہوتی ہے، زمین سے غذا پیدا ہوتی ہے، اس سے مرد وزن کے جسم میں خون بنتا ہے، یہ زمین کا ست ہے، پھر خون سے مادّہ بنتا ہے، پھر دو مادّے بچہ دانی میں پہنچتے ہیں، اور مختلف اطوار سے گذرتے ہیں، پھر ایک ہی مادہ سے لڑکا/لڑکی بناتے ہیں، غرض: حمل سے وضع حمل تک سارے مراحل سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہیں، پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو کون لمبی عمر پائے گا کون مختصر؟ اس کو بھی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، ان کے لئے یہ سب کچھ جاننا مشکل نہیں، وہ نہ صرف جانتے ہیں بلکہ لوح محفوظ میں ریکارڈ بھی کر رکھا ہے، ایسی ہی ہستی معبود ہوسکتی ہے، اسی کی بندگی کرنی چاہئے۔

آیتِ کریمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ـــــ یعنی ہر انسان کو ـــــ مٹی سے پیدا کیا، پھر ـــــ ایک مرحلہ کے بعد ـــــ نطفہ سے، پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا ـــــ یعنی کبھی اسی مادہ سے لڑکا اور کبھی لڑکی پیدا ہوتی ہے ـــــ اور کسی عورت کو حمل نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے، مگر سب کچھ اللہ کے علم سے ہوتا ہے ـــــ یعنی حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک جو ادوار واطوار گذرتے ہیں سب کی خبر اللہ تعالیٰ کو ہے، ماں بھی نہیں جانتی کہ اندر کیا احوال پیش آرہے ہیں، مگر اللہ کو سب کچھ معلوم ہے ـــــ اور نہ کوئی بڑی عمر والا زیادہ عمر پاتا ہے اور نہ اس کی عمر سے کچھ گھٹایا جاتا ہے، مگر وہ لوح محفوظ میں ہے، بے شک ـــــ جزئیات کا احاطہ ـــــ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے!

قرآنِ کریم کا ایک خاص اسلوب

قرآنِ کریم میں کبھی خاص آیت ہوتی ہے، اور مراد عام ہوتی ہے، جیسے سورۃ الاحزاب (آیت ۳۷) میں ہے: ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا﴾: جب زیدؓ نے زینبؓ سے اپنی غرض پوری کرلی۔ آیت حضرت زیدؓ کے ساتھ خاص ہے، مگر حکم ہر لے پاک کو عام ہے، ایسی مثالیں قرآن میں کم ہیں، اور ایسی مثالیں بکثرت ہیں کہ آیت میں دلیل خاص کے ضمن میں عام بات آتی ہے، اُس جگہ اگر عام کے ضمن میں جو خاص ہے اس کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو استدلال واضح نہیں ہوگا، جیسے مذکورہ

آیت میں: ﴿ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا﴾: عام بات ہے کہ اللہ نے انسانوں کی جوڑیاں (نر و مادہ) بنائیں، اور اس کے ضمن میں یہ بات ہے کہ ایک مادّہ سے کبھی لڑکا اور کبھی لڑکی بناتے ہیں، اسی طرح وما تحمل اور وما یعمر عام ہیں، لیکن اگر ان کو عام لیا جائے گا تو استدلال سمجھ میں نہیں آئے گا۔

تیسری دلیل: معبود برحق کے شئون اور مورتیوں کے احوال میں غور کرنے سے اندازہ ہوگا کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ ہیں

شئون: اہم معاملات، شَأْن کی جمع: ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾: اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی نہ کسی اہم کام میں ہوتے ہیں [الرحمٰن ۲۹] اس کے بعد جاننا چاہئے کہ زمین کا تین چوتھائی زیر آب ہے، اس میں سمندر اور جھیلیں ہیں، جھیلوں کا پانی میٹھا ہوتا ہے، جیسے ملاوی کی جھیل (افریقہ میں) اور شکاگو کی جھیل (امریکہ میں) اور اون ٹریو کی جھیل (کناڈا میں) یہ اتنی بڑی جھیلیں ہیں کہ سمندر معلوم ہوتی ہیں، یہ دو دریا یکساں نہیں، جھیل کا پانی شیریں، پیاس بجھانے والا اور پینے میں خوش گوار ہوتا ہے، اور سمندروں کا پانی شور تلخ ہوتا ہے، پینے کے قابل نہیں ہوتا، مگر مچھلیاں دونوں سے نکلتی ہیں، اور لوگ تازہ گوشت کھاتے ہیں اور سمندر سے مچھلی کے علاوہ موتی مونگے بھی نکلتے ہیں، جن سے زیور بنتے ہیں اور لوگ پہنتے ہیں۔

علاوہ ازیں: کشتیاں سمندروں کو چیرتی ہوئیں ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچتی ہیں، ان کے ذریعہ لوگ بڑی بڑی تجارتیں کرتے ہیں اور خوب نفع کماتے ہیں، غور کرو! پانی پر ایک ڈھیلا نہیں رکتا، یہ لاکھوں ٹن کے جہاز کیسے پانی پر دندنا رہے ہیں، بلکہ اب تو اللہ نے فضا کو بھی مسخر کر دیا ہے، اس راہ سے ایسی بڑی تجارتیں ہو رہی ہیں جن کا پہلے انسان تصور بھی نہیں کر سکتا تھا ـــــ اس نعمت کا بھی شکر واجب ہے۔

اور خشکی کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موسم بدلتے ہیں، کبھی رات چھوٹی ہو جاتی ہے تو کبھی دن، جب دن بڑا ہو جاتا ہے تو موسم گرما شروع ہوتا ہے، اور جب رات بڑی ہوتی ہے تو موسم سرما کا آغاز ہوتا ہے، اور دونوں موسموں میں الگ الگ فصلیں اگتی ہیں (عرب میں بارش کا سیزن نہیں) ـــــ علاوہ ازیں: اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہے، سورج کی تابانی پھل اور غلّہ پکاتی ہے، اور چاند کی چاندنی رنگ اور مٹھاس پیدا کرتی ہے، بارہ گھنٹے سورج کا راج رہتا ہے، پھر وہ چھپ جاتا ہے، پھر چاند نمودار ہوتا ہے اور وہ اپنا کام کرتا ہے، ہر ایک کے لئے مدتِ کار مقرر ہے، اگر یہ نظام شمس وقمر نہ ہوتا تو انسان کو خشکی سے رزق کیسے میسر آتا؟

یہ اللہ کے شئون ہیں، پوری کائنات پر ان کی سلطنت ہے، وہ جس طرح چاہتے ہیں کائنات میں ہیر پھیر کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ سے کم رتبہ مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں: وہ بتائیں! ان کے خدا ان میں سے کیا کام کرتے ہیں، وہ

کائنات کی حقیر و معمولی چیز کے بھی مالک نہیں، اور پجاری ان سے جو التجائیں کرتے ہیں: اول تو وہ ان کو سنتے نہیں، اور سنیں تو ان کے اختیار میں مطلب برآری نہیں، اور قیامت کے دن وہ اپنی بھاگی داری کا صاف انکار کردیں گے، پس مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہوکر رہ جائے گا ـــــ اور مورتیوں کے یہ احوال اللہ تعالیٰ بتارہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بخوبی واقف ہیں، ان سے بہتر کون بتا سکتا ہے!

دلیل کا خلاصہ: اللہ تعالیٰ کے ان شئون و معاملات میں غور کرو جن کا انسانوں سے تعلق ہے، خشکی اور تری میں روزی کے کیا کیا اسباب پیدا کئے ہیں، اور معبودانِ باطل کا انسانی حاجات سے کیا تعلق ہے؟ اس کو بھی دیکھو، وہ اول تو انسانوں کی پکار سنتے ہی نہیں، اور سنیں بھی تو کچھ کر نہیں سکتے، ان دونوں میں موازنہ کروگے تو اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ معبود اور پروردگار ایک اللہ ہیں، وہی سلطنت کے مالک ہیں، باقی سب نقش بر آب ہیں۔

آیاتِ پاک: ـــــ اور یکساں نہیں دو دریا: یہ شیریں، پیاس بجھانے والا، جس کا پینا خوش گوار ہے، اور یہ شور تلخ ہے، اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو ـــــ یعنی مچھلی! یہاں کسی فقیہ نے تعمیم نہیں کی ـــــ اور زیور نکالتے ہو، جس کو پہنتے ہو ـــــ اس کا و من کل سے تعلق نہیں ـــــ اور آپ کشتیوں کو دریا میں دیکھتے ہیں: پانی پھاڑتی ہوئی چلی جارہی ہیں ـــــ تاکہ تم اللہ کی روزی تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر گذار بنو!

اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتے ہیں ـــــ پس دن بڑا ہوجاتا ہے اور گرمی شروع ہوجاتی ہے ـــــ اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں ـــــ پس رات بڑی ہوجاتی ہے اور موسم سرما شروع ہوجاتا ہے ـــــ اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہے، ہر ایک چلتا ہے مقررہ وقت تک ـــــ دن میں سورج کام کرتا ہے، رات میں چاند ـــــ یہی اللہ تمہارے پروردگار ہیں، انہی کے لئے سلطنت ہے!

اور جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ کھجور کی گٹھلی کی جھلّی کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے! ـــــ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار سنیں گے نہیں، اور اگر سن لیں تو تم کو جواب نہیں دیں گے ـــــ اور قیامت کے دن وہ تمہارے شریک ٹھہرانے کا انکار کردیں گے ـــــ اور آپ کو خبر رکھنے والے کی طرح کوئی نہیں بتا سکتا!

يَآأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللهِ ۚ وَاللهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿١٥﴾ إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٦﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ ﴿١٧﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ۭ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ إِنَّمَا تُنْذِرُ

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۚ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ
وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾
وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ
يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا
وَّنَذِيْرًا ۚ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ ع ۳/۱۵

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ	اے لوگو!		مخلوق	اِلٰى حِمْلِهَا	اس بوجھ کو اٹھانے کیلئے
اَنْتُمُ	تم ہی			لَا يُحْمَلْ	(تو) نہیں اٹھایا جائے گا
الْفُقَرَآءُ	محتاج ہو			مِنْهُ	اس میں سے
اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف	عَلَى اللّٰهِ			کچھ بھی
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	بِعَزِيْزٍ	کچھ بھی		اگرچہ ہو وہ (مدعو)
هُوَ	ہی	وَلَا تَزِرُ (۱)	اور نہیں اٹھائے گا	ذَا قُرْبٰى	رشتہ دار
الْغَنِيُّ	بے نیاز	وَازِرَةٌ (۲)	کوئی بوجھ اٹھانے والا	اِنَّمَا	صرف
الْحَمِيْدُ	ستودہ ہیں	وِّزْرَ	بوجھ	تُنْذِرُ	ڈراتے ہیں آپ
اِنْ يَّشَاْ	اگر وہ چاہیں	اُخْرٰى	دوسرے کا	الَّذِيْنَ	ان کو جو
يُذْهِبْكُمْ	لے جائیں تم کو	وَاِنْ تَدْعُ (۳)	اور اگر پکارے	يَخْشَوْنَ	ڈرتے ہیں
وَيَاْتِ	اور لائیں	مُثْقَلَةٌ	کوئی بوجھ میں لدا ہوا	رَبَّهُمْ	ان کے رب سے

(۱) لاتزر: مضارع منفی، صیغہ واحد مؤنث غائب، فاعل وازرة (مؤنث) ہے (۲) وازرة: أی نفس وازرة...... أخری: أی نفس أخری: دوسری ذات...... وَزَرَ يَزِرُ (ض) وِزْرًا: بھاری بوجھ اٹھانا، گنہگار ہونا (۳) تدعُ: مضارع، واحد مؤنث غائب، إن: شرطیہ کی وجہ سے آخر سے واو حذف ہوا ہے...... مثقلة: (اسم مفعول) فاعل ہے۔

بِالْغَیْبِ	بغیر دیکھے	الْاَحْیَآءُ	زندے	اِلَّا خَلَا	مگر گذرا ہے
وَاَقَامُو	اور اہتمام کرتے ہیں	وَلَا الْاَمْوَاتُ	اور نہ مردے	فِیْهَا	اس میں
الصَّلٰوةَ	نماز کا	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	نَذِیْرٌ	کوئی ڈرانے والا
وَمَنْ تَزَكّٰى	اور جو ستھرا ہوا	یُسْمِعُ	سناتے ہیں	وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ	اور اگر جھٹلاتے ہیں وہ آپ کو
فَاِنَّمَا	تو بس	مَنْ یَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں	فَقَدْ كَذَّبَ	تو یقیناً جھٹلایا
یَتَزَكّٰى	ستھرا ہوتا ہے	وَمَآ اَنْتَ	اور نہیں آپ	الَّذِیْنَ	ان لوگوں نے جو
لِنَفْسِهٖ	اپنے نفع کے لئے	بِمُسْمِعٍ	سنانے والے	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے
وَاِلَى اللّٰهِ	اور اللہ کی طرف	مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ	ان کو جو قبروں میں ہیں	جَآءَتْهُمْ	لائے ان کے پاس
الْمَصِیْرُ	لوٹنا ہے	اِنْ اَنْتَ	نہیں آپ	رُسُلُهُمْ	ان کے پیغامبر
وَمَا یَسْتَوِے	اور نہیں یکساں	اِلَّا نَذِیْرٌ	مگر ڈرانے والے	بِالْبَیِّنٰتِ	واضح دلیلیں
الْاَعْمٰى	نابینا	اِنَّآ	بے شک ہم نے	وَبِالزُّبُرِ	اور صحیفے
وَالْبَصِیْرُ	اور بینا	اَرْسَلْنٰكَ	بھیجا آپ کو	وَبِالْكِتٰبِ	اور کتاب
وَلَا الظُّلُمٰتُ	اور نہ تاریکیاں	بِالْحَقِّ	سچے دین کے ساتھ	الْمُنِیْرِ	روشنی پھیلانے والی
وَلَا النُّوْرُ	اور نہ روشنی	بَشِیْرًا	خوشخبری سنانے والا	ثُمَّ اَخَذْتُ	پھر پکڑا اس نے
وَلَا الظِّلُّ	اور نہ سایہ	وَّنَذِیْرًا	اور ڈرانے والا بنا کر	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا	ان کو جنھوں نے انکار کیا
وَلَا الْحَرُوْرُ (۱)	اور نہ دھوپ	وَاِنْ	اور نہیں ہے	فَكَیْفَ كَانَ	پس کیسا تھا
وَمَا یَسْتَوِی	اور نہیں یکساں	مِّنْ اُمَّةٍ	کوئی امت	نَكِیْرِ	میرا انکار!

توحید کے تعلق سے چند اہم باتیں

۱- اللہ پر ایمان لاؤ، ورنہ کوئی دوسری قوم تمہاری جگہ لے لیگی

مکہ والوں سے خطاب ہے کہ تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو، اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں، وہ بے نیاز ہیں، اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ قادر ہیں، وہ تم کو ہٹا کر کسی دوسری قوم کو اپنے حبیب ﷺ کی امتِ اجابہ بننے کے لئے کھڑا

(۱) الحَرُوْر: آفتاب کی تپش، دھوپ۔

کردیں گے، اورتم بیک بنی ودو گوش ہٹادیئے جاؤ گے، مثلاً: فارس کے لوگ تمہاری جگہ لے لیں، ایک موقعہ پر نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''اگر علم/ دین ثریا پر ہوتا تو بھی فارس کے کچھ لوگ وہاں سے اس کو لے آتے'' ارشاد فرماتے ہیں: ——

اے لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز تعریفوں والے ہیں، اگر وہ چاہیں تو تم کو لے جائیں، اور کوئی نئی مخلوق لے آئیں، اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں!

۲- جو ایمان نہیں لائے گا وہ آخرت میں اپنے گناہ کا خود ذمہ دار ہوگا

اے مکہ والو! آخرت کے تعلق سے ایک قاعدہ سنو! —— اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور اگر بلائے کوئی بوجھ کالدا اس کے اٹھانے کے لئے تو بھی اس میں سے کچھ نہیں اٹھایا جائے گا، اگرچہ وہ (مدعوّ) رشتہ دار ہو —— یعنی آخرت میں سب کو نفسی نفسی پڑی ہوگی، کوئی دوسرے کا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوگا، اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو —— اور یہ جواب بھی ہے کفار کے اس قول کا جو سورۃ العنکبوت (آیت ۱۲) میں آیا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ﴾: اور کفار: مسلمانوں سے کہتے ہیں: تم ہماری راہ پر آجاؤ، ہم تمہارے گناہ کے ذمہ دار ہیں! —— وہ جھوٹے ہیں، قیامت کے دن کوئی کسی کا معمولی گناہ بھی اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں ہوگا —— پس اے مکہ والو! اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو آخرت میں اپنے گناہ کے خود ذمہ دار ہوؤ گے!

۳- نبی ﷺ کا کام صرف انذار و تبشیر ہے، اور ایمان اسی کو ملتا ہے جس میں بالقوۃ اس کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس کا صلہ آخرت میں ملے گا

انذار: ڈرانا، نتائج اعمال سے آگاہ کرنا، تبشیر: خوش خبری سنانا، جو لوگ ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ پر پڑ جائیں، ان کو آخرت میں اچھے انجام کی خبر دینا۔ بالقوۃ: فی نفسہ صلاحیت کا ہونا، اس کا مقابل بالفعل ہے یعنی سر دست صلاحیت کا ہونا۔

فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے پاس کوئی پاور (طاقت) نہیں کہ لوگوں کو زبردستی منوا دیں، یہ اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے، اور وہ اسی کو دولتِ ایمان سے مالا مال کرتے ہیں جس میں ایمان کی بالقوۃ صلاحیت ہوتی ہے، وہ اللہ پر مشاہدہ کے بغیر ایمان لاسکتا ہے، اور نماز اور زکات کا اہتمام کرسکتا ہے، اور ایسے بندوں کو ان کے ایمان کا صلہ آخرت میں ملے گا۔

آیاتِ پاک: —— آپ صرف ان لوگوں کو ڈراتے ہیں جو اپنے ربّ سے بن دیکھے ڈرتے ہیں، اور نماز کا اہتمام کرتے ہیں، اور جو شخص پاکیزہ ہوتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے پاکیزہ ہوتا ہے —— یہ زکات کا تذکرہ اس کے فائدے

کی شکل میں کیا ہے ـــــ اور اللہ کی طرف لوٹنا ہے ـــــ ان کے پاس پہنچ کر ایمان واعمال کا صلہ ملے گا ـــــ جاننا چاہئے کہ زکات وخیرات سے مال اور مالدار: دونوں ستھرے ہوتے ہیں، مال کا میل زائل ہوتا ہے اور مال والے کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور رذیلۂ بخل زائل ہوتا ہے، یہ انفاق کا فائدہ ہے، اس فائدے کے ذریعہ زکات کا ذکر کیا ہے۔

۴- آخرت میں صلہ کی طرف اشارہ

کافر: دین قبول نہ کرنے والا نابینا ہے، اور مؤمن: دین قبول کرنے والا بینا ہے، تاریکیاں: گمراہی جس کی مختلف شکلیں ہیں، اس لئے ظلمات: جمع لائے، اور روشنی: یعنی ہدایت جوایک ہے، اس لئے النور مفرد لائے، اور سایہ: آخرت میں ایمان کی برکات ہیں، اور دھوپ: آخرت میں کفر کی نحوست ہے، اور زندے: یعنی بابصیرت لوگ، مؤمنین، اور مردے: یعنی بے بصیرت، کافر ـــــ یہ دودو آخرت میں یکساں نہیں، نابینا اور بینا برابر نہیں ہوتے، نہ گمراہیاں اور ہدایت کی روشنی یکساں ہے، نہ سایہ اور دھوپ، اسی طرح مردے اور زندے کیسے برابر ہوسکتے ہیں؟ اس سے آخرت کے صلہ کو سمجھ لو، مگر سمجھے گا وہی جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کی بات سنائیں گے، نبی ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے، جن میں صلاحیت ہی نہیں ان کو کون سنا سکتا ہے؟ نبی ﷺ کا کام صرف نتائج اعمال سے آگاہ کرنا ہے، قبول کرنا نہ کرنا لوگوں کا کام ہے۔

آیاتِ پاک: ـــــ اور (آخرت میں) یکساں نہیں نابینا اور بینا، اور نہ تاریکیاں اور نہ روشنی، اور نہ سایہ اور نہ دھوپ، اور یکساں نہیں زندے اور مُردے، بے شک اللہ تعالیٰ سناتے ہیں جس کو چاہتے ہیں، اور آپؐ نہیں سنانے والے ان کو جو قبروں میں ہیں، آپؐ صرف ڈرانے والے ہیں!

۵- رسولوں کو بھیجنے کا سلسلہ زمانۂ قدیم سے جاری ہے، اور تکذیب بھی، اور تکذیب کرنے والوں کو ہمیشہ سزا ملتی رہی ہے

نبی ﷺ کی رسالت آج کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ ہی اللہ کے نمائندے دین حق لے کر آتے رہے ہیں، وہ ماننے والوں کو اچھے انجام کی خبر سناتے ہیں اور نہ ماننے والوں کو برے انجام سے ڈراتے ہیں، ہر امت میں نذیر (نبی یا اس کا قائم مقام) ضرور آیا ہے ـــــ اور تکذیب کا سلسلہ بھی قدیم سے جاری ہے، آج یہ لوگ آپؐ کو جھٹلاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں، اور ہمیشہ تکذیب کرنے والوں کو سزا ملتی رہی ہے، پس اِن مکذبین کو بھی سزا مل سکتی ہے، وہ چوکنا ہوجائیں۔

آیاتِ پاک: ـــــ بے شک ہم نے آپؐ کو بھیجا ہے دینِ حق کے ساتھ، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر ـــــ نبی کا اتنا ہی کام ہے ـــــ اور کوئی امت ایسی نہیں گذری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو ـــــ ربّ کی

ذمہ داری ہے کہ مربوب کو سنبھالے ـــــ اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بالیقین اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا جو اِن سے پہلے گذرے، اُن کے پاس ان کے پیغامبر واضح دلائل کے ساتھ، اور صحیفوں (چھوٹی کتابوں) کے ساتھ، اور روشنی پھیلانے والی (بڑی) کتاب کے ساتھ پہنچے ـــــ پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑا جنھوں نے نہیں مانا، پس کیسا رہا میرا اعتراض! ـــــ خوب رہا! جھٹلانے والے کیفر کردار کو پہنچے!

فائدہ: بعض انبیاء کو چھوٹے مختصر صحیفے دیئے گئے، اور بعض کو بڑی مفصل کتابیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی جو بڑی اور اہم کتاب تھی، اور داؤد علیہ السلام کو زبور اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی جو چھوٹی اور مختصر کتابیں تھیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۗ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا	مُخْتَلِفًا	طرح طرح کے ہیں	وَغَرَابِيْبُ (۳)	اور گہرے
اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ نے	اَلْوَانُهَا	ان کے رنگ	سُوْدٌ	کالے
اَنْزَلَ	اتارا	وَمِنَ الْجِبَالِ	اور پہاڑوں میں	وَمِنَ النَّاسِ	اور لوگوں میں
مِنَ السَّمَآءِ	آسمان سے	جُدَدٌ (۱)	خطے ہیں	وَالدَّوَآبِّ (۴)	اور جانوروں میں
مَآءً	پانی	بِيْضٌ (۲)	سفید	وَالْاَنْعَامِ	اور چوپایوں میں
فَاَخْرَجْنَا	پس نکالے ہم نے	وَّحُمْرٌ	اور سرخ	مُخْتَلِفٌ	طرح طرح کے ہیں
بِهٖ	اس کے ذریعہ	مُّخْتَلِفٌ	طرح طرح کے ہیں	اَلْوَانُهٗ (۵)	اس کے رنگ
ثَمَرٰتٍ	پھل (میوے)	اَلْوَانُهَا	ان کے رنگ	كَذٰلِكَ (۶)	اسی طرح

(۱) جُدَد: الجُدّة کی جمع: کسی چیز کا وہ حصہ جو باقی ماندہ سے رنگ میں الگ ہو، پورا پہاڑ سفید نہیں ہوتا، اس کا کچھ حصہ سفید ہوتا ہے (۲) بِیْض: البَیْضَاء کی جمع: الأبیض کا مؤنث (۳) الغرابیب: اسم صفت: بہت کالا، یہ سود کی صفت ہے جو مقدم لائی گئی ہے، یہ الغُراب (کوّا) کی جمع نہیں، اس کی جمع الغِرْبان آتی ہے (۴) الدواب: زمین پر رینگنے والے کیڑے (۵) ألوانه کی مذکر ضمیر کل واحد محذوف کی طرف لوٹتی ہے۔ (۶) کذلك پر وقف تام ہے۔

اِنَّمَا	بس	مِنْ عِبَادِهِ	اس کے بندوں میں سے	عَزِيْزٌ	زبردست
يَخْشَى	ڈرتے ہیں	الْعُلَمٰٓؤُا[1]	جاننے والے	غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے ہیں
اللهَ	اللہ سے	إِنَّ اللهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	❁	❁

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بوقلموں (رنگارنگ) بنائی ہے، اسی میں سے ہیرے نکلتے ہیں

یہ دو آیتیں ایک سوال کا جواب ہیں۔ سوال: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں، کافروں کو منوا کیوں نہیں دیتے، بار باران کو سمجھانا کیوں پڑتا ہے؟ جواب: یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے صدرنگی بنائی ہے، تم دیکھو! بادلوں سے ایک طرح کا پانی برستا ہے، خطہ بھی ایک ہوتا ہے، اور اس سے مختلف رنگوں اور مزوں کے میوے پیدا ہوتے ہیں، اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ خطے ہیں، اور ان کے بھی رنگ مختلف ہیں، اور بعض کالے بھجنگے ہیں، اسی طرح انسانوں کے، جانوروں کے اور چوپایوں کے رنگ مختلف ہیں، اور رنگ کے علاوہ جسامت اور شکل وصورت میں کتنا اختلاف ہے؟ رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن!

غرض: اللہ تعالیٰ نے یہ بوقلموں دنیا بنائی ہے، یہاں خیر وشر، ایمان وکفر اور نیکی بدی ساتھ ساتھ ہیں، آنے والی دنیا یک رنگی ہوگی، اس میں مؤمن وکافر جدا کردیئے جائیں گے، اس دنیا میں وہ رلے ملے ہیں، انہیں میں اللہ سے ڈرنے والے بندے (مؤمن) بھی ہیں، یہ وہ بندے ہیں جن کو اللہ کی معرفت حاصل ہے، انہی بندوں کو چھانٹنے کے لئے یہ عالم بنایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں، وہ اس دنیا کو بھی یک رنگی بنا سکتے تھے، مگر ان کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ یہ دنیا بوقلموں ہو، اور وہ بڑے بخشنے والے ہیں، اگر مؤمنین سے کچھ کوتاہی ہوجائے گی تو وہ بخش دیں گے، خردہ گیری نہیں کریں گے۔

آیاتِ پاک: —— کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ مختلف رنگوں کے پھل نکالے، اور پہاڑوں میں سفید خطے ہیں اور سرخ، جن کے رنگ مختلف ہیں، اور نہایت گہرے کالے، اور لوگوں میں اور جانوروں میں اور چوپایوں میں اسی طرح مختلف رنگ ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو ان کو جانتے ہیں —— یعنی ان پر ایمان لائے ہیں وہ ان کے احکام کی خلاف ورزی سے بچتے ہیں —— بے شک اللہ تعالیٰ زبردست بڑے بخشنے والے ہیں۔

فائدہ (۱): خشیت: معرفت کی فرع ہے، ایک طالب علم آتا ہے، دور سے باادب ہوجاتا ہے، وہ مجھے جانتا ہے، دوسرا سگریٹ پیتا ہوا آتا ہے، اور میرے منہ پر دھواں نکال کر جاتا ہے، یہ عدم معرفت کی وجہ سے ہے۔

فائدہ (۲): معروف علماء اور اللہ کی معرفت رکھنے والوں میں من وجہٍ کی نسبت ہے، وہ عامی جو اللہ کی معرفت رکھتا

(۱) العلماء: العالِم کی جمع: جاننے والے، مولوی مولانا مراد نہیں، وہ بعد کی اصطلاح ہے۔

ہے: وہ اللہ سے ڈرتا ہے، اور گناہوں سے بچتا ہے (یہ مادّۂ افتراقی ہے) —— اور وہ مولوی جو موالی (یار دوست) ہے: وہ سب کچھ کرتا ہے، حالانکہ وہ سند یافتہ ہے (یہ بھی مادّۂ افتراقی ہے) اور عام طور پر علماء صالحین سے بہتر ہوتے ہیں (یہ مادۂ اجتماعی ہے) جن کو اللہ کی معرفت بھی حاصل ہے اور وہ سند یافتہ بھی ہیں، ان کا مقام بہت بلند ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَٰبَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَٰرَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	رَزَقْنَٰهُمْ	روزی دی ہم نے ان کو	أُجُورَهُمْ	ان کا بدلہ
يَتْلُونَ	تلاوت کرتے ہیں	سِرًّا (۱)	پوشیدہ طور پر	وَيَزِيدَهُم	اور زیادہ دیں
كِتَٰبَ اللَّهِ	اللہ کی کتاب کی	وَعَلَانِيَةً	اور برملا	مِّن فَضْلِهِ	اپنے فضل سے
وَأَقَامُوا	اور اہتمام کرتے ہیں	يَرْجُونَ (۲)	امید رکھتے ہیں وہ	إِنَّهُ	بے شک وہ
الصَّلَوٰةَ	نماز کا	تِجَٰرَةً	ایسی تجارت کی	غَفُورٌ	بڑے بخشنے والے
وَأَنفَقُوا	اور خرچ کرتے ہیں	لَّن تَبُورَ (۳)	جو ہرگز ہلاک نہیں ہوگی	شَكُورٌ	بڑے قدر دان ہیں
مِمَّا	اس میں سے جو	لِيُوَفِّيَهُمْ (۴)	تاکہ پورا دیں ان کو	❁	❁

مؤمنین کا کام اور ان کا انجام

علماء: یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں، اور ان پر ایمان لائے ہیں، ان کے مہتم بالشان کام تین ہیں:

۱- قرآن کی تلاوت کرنا۔ تلاوت: قراءت سے خاص ہے، وجوبِ عمل کے اعتقاد کے ساتھ پڑھنا تلاوت ہے۔ اور مطلق کوئی چیز پڑھنا قراءت ہے، اسی لئے تلاوت کا لفظ آسمانی کتابوں کے ساتھ خاص ہے۔

۲- نماز کا اہتمام کرنا، پابندی سے پڑھنا، اور آداب وارکان کی رعایت رکھنا۔

۳- حلال وطیب آمدنی سے وجوہِ خیر میں پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرنا، رزقنا میں اضافت سے حلال کی شرط نکلتی ہے اور وجوہِ خیر کی قید دلالتِ عقل سے نکلتی ہے، اور کبھی پوشیدہ خرچ کرنا افضل ہوتا ہے، جبکہ ریاء کا احتمال ہو، اور کہیں علانیہ خرچ

(۱) سرا و علانیة: انفقوا کے فاعل کے احوال ہیں (۲) جملہ یرجون: إن کی خبر ہے (۳) بَار (ن) بَوْرًا: ہلاک ہونا (۴) لیوفیهم: لام: لامِ عاقبت ہے۔

کرنا افضل ہوتا ہے، جبکہ نمونۂ عمل بننے کا موقع ہو۔

یہ تین کام ایسی تجارت ہیں جو کبھی گھاٹے میں نہیں جاتی، اور اس کا صلہ آخرت میں ملے گا، اور مزید برآں بھی، اور ان کی معمولی کوتاہیاں معاف کردی جائیں گی، اور ان کے اعمال کی قدر افزائی کی جائے گی۔

آیاتِ پاک: —— بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب (قرآن) کی تلاوت کرتے ہیں، اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں: وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ہلاک نہیں ہوگی، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی اجرتیں دیں، اور اپنے فضل سے زیادہ بھی دیں، بے شک وہ بڑے بخشنے والے بڑے قدردان ہیں!

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ؀ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ؀

وَالَّذِيْٓ	اور جو	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	فَمِنْهُمْ	پس کوئی ان میں سے
اَوْحَيْنَآ	وحی کی ہم نے	بِعِبَادِهٖ	اپنے بندوں سے	ظَالِمٌ	نقصان کرنے والا ہے
اِلَيْكَ	آپ کی طرف	لَخَبِيْرٌ	پورے باخبر	لِّنَفْسِهٖ	اپنی ذات کا
مِنَ الْكِتٰبِ [1]	یعنی قرآن	بَصِيْرٌ	بابصیرت ہیں	وَمِنْهُمْ	اور کوئی ان میں سے
هُوَ	وہی	ثُمَّ اَوْرَثْنَا	پھر وارث بنایا ہم نے	مُّقْتَصِدٌ [4]	میانہ رو ہے
الْحَقُّ	برحق ہے	الْكِتٰبَ [3]	قرآن کا	وَمِنْهُمْ	اور کوئی ان میں سے
مُصَدِّقًا [2]	تصدیق کرنے والی	الَّذِيْنَ	ان کو جن کو	سَابِقٌ	آگے بڑھنے والا ہے
لِّمَا	ان کتابوں کی جو	اصْطَفَيْنَا	چن لیا ہم نے	بِالْخَيْرٰتِ	نیکی کے کاموں کے ذریعہ
بَيْنَ يَدَيْهِ	اس سے پہلے ہیں	مِنْ عِبَادِنَا	اپنے بندوں میں سے	بِاِذْنِ	توفیق سے

(۱) من الکتاب: من بیانیہ (۲) مصدقا: الکتاب کا حال (۳) الکتاب: أورثنا کا مفعولِ اول، اور الذی: موصول صلہ مل کر مفعول ثانی (۴) مقتصد: اسم فاعل، مصدر اقتصاد: سیدھے راستہ پر قائم رہنا۔

اللّٰہِ	اللہ کی	ھُوَ	ہی	الْکَبِیْرُ	بڑی
ذٰلِكَ	یہ	الْفَضْلُ	مہربانی ہے	۞	۞

قرآن برحق کتاب ہے، اور قرآن کے تعلق سے امت کی تین قسمیں

تلاوتِ قرآن کا ذکر آیا، اس لئے اب بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ پر جو کتاب نازل کی گئی ہے وہ برحق کتاب ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، کیونکہ سب کتابیں ایک سرچشمہ سے نکلی ہوئی نہریں ہیں، پس ایک دوسری کو جھٹلا نہیں سکتی۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے: وہ برحق ہے، اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں (کے احوال) سے پوری طرح باخبر سب کچھ دیکھنے والے ہیں —— اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کس کتاب کو کس وقت نازل کرنا بندوں کی مصلحت سے ہم آہنگ ہے۔

اور نبی ﷺ کے بعد قرآنِ کریم کی وارث آپ کی امت بنے گی، یہ امت مجموعی حیثیت سے چنیدہ ہے یعنی تمام امتوں سے بہتر ہے، مگر اس کے سب افراد یکساں نہیں، تین طرح کے لوگ ہیں: کچھ مؤمن ہیں، مگر گناہوں میں مبتلا ہیں، فرائض کے تارک ہیں، یہ اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے والے ہیں، آج امت کی اکثریت ایسی ہی ہے، ایمان کے ساتھ گناہوں کو مضر نہیں سمجھتے، اور ترکِ فرائض ان کے نزدیک معمولی بات ہے، پھر بھی وہ جنت کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائیں —— اور کچھ میانہ رو ہیں، نہ اگاڑی والے نہ پچھاڑی والے! یہ وہ لوگ ہیں جو ارکانِ اربعہ (نماز، زکات، روزہ اور حج) پر مضبوطی سے عمل پیرا ہیں، اور سات ہلاک کرنے والے گناہوں (شرک، جادو کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، سود لینا، یتیم کا مال کھانا، مڈبھیڑ کے دن پیٹھ پھیرنا اور مسلمان گناہ سے بے خبر پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا) ان گناہوں سے کلّی طور پر بچے ہوئے ہیں، یہ مؤمنین کا درمیانی طبقہ ہے، اور یہی صالحین (نیک لوگ) ہیں —— اور کچھ کامل اور اعلی درجہ کے مؤمنین ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی توفیق سے بڑھ بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے ہیں، نوافلِ اعمال کے ذریعہ جنت کے بلند درجات حاصل کرتے ہیں، خوب تلاوت کرتے ہیں، نفل نمازیں پڑھتے ہیں، اور زکات کے علاوہ بھی خیر خیرات کرتے ہیں، یہی اللہ کے ولی (دوست) ہیں، انہی لوگوں کی آگے جزاء بیان کی جائے گی۔

آیاتِ پاک: —— پھر ہم نے قرآن کا وارث بنایا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا —— اس میں مسلمانوں کی تینوں قسمیں آگئیں، وہ کفار کے اعتبار سے چنیدہ ہیں، ان کو ایمان کی دولت ملی ہے، اس لئے سب درجہ بہ درجہ جنتی ہیں —— پھر بعضے ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں —— ترکِ فرائض اور ارتکابِ کبائر میں اپنا ہی نقصان ہے، اللہ کا کیا نقصان ہے! —— اور بعضے میانہ رو ہیں، اور بعضے بہ توفیقِ الٰہی نیکیوں میں آگے بڑھنے

والے ہیں ــــــ مستحبات پر بھی عمل کرتے ہیں، اور مکروہ تنزیہی سے بھی بچتے ہیں ــــــ یہی بڑی فضیلت ہے ــــــ اے اللہ! ہمیں بھی نیکیوں میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرما (آمین)

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

جَنّٰتُ (۱)	باغات	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	اَحَلَّنَا	اتارا ہمیں
عَدْنٍ	ہمیشہ رہنے کے	الْحَمْدُ	سب تعریف	دَارَ	گھر میں
يَّدْخُلُوْنَهَا	داخل ہونگے وہ ان میں	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہے	الْمُقَامَةِ (۶)	رہنے کے
يُحَلَّوْنَ (۲)	زیور پہنائے جائیں گے وہ	الَّذِيْٓ	جنھوں نے	مِنْ فَضْلِهٖ	اپنی مہربانی سے
فِيْهَا	ان میں	اَذْهَبَ	دور کیا	لَا يَمَسُّنَا	نہیں چھوتی ہمیں
مِنْ اَسَاوِرَ (۳)	کچھ کنگن	عَنَّا	ہم سے	فِيْهَا	ان میں
مِنْ ذَهَبٍ (۴)	سونے کے	الْحَزَنَ	غم	نَصَبٌ	مشقت
وَّلُؤْلُؤًا (۵)	اور موتی	اِنَّ رَبَّنَا	بے شک ہمارا ربّ	وَّلَا	اور نہیں
وَلِبَاسُهُمْ	اور ان کی پوشاک	لَغَفُوْرٌ	یقیناً بڑا بخشنے والا	يَمَسُّنَا	چھوتی ہمیں
فِيْهَا	ان میں	شَكُوْرُ	بڑا قدر دان ہے	فِيْهَا	ان میں
حَرِيْرٌ	ریشمی ہے	الَّذِيْٓ	جنھوں نے	لُغُوْبٌ	تھکن

سابقین کی جزائے خیر

اب سابقین کی جزاء بیان فرماتے ہیں، باقی دو قسموں کی جزاء بیان نہیں کی، یہ قرآن کا خاص اسلوب ہے، تاکہ ان

(۱) جنات: مبتدا، یدخلونها: خبر (۲) یحلون: مضارع مجہول، جمع مذکر غائب، تَحْلیة مصدر: زیور پہنانا (۳) من أساور: میں من تبعیضیہ یا بیانیہ (۴) من ذهب: میں من بیانیہ (۵) لؤلؤا کا من أساور کے محل پر عطف، وہ درحقیقت نائب فاعل ہے جو منصوب کی جگہ میں ہے۔ (۶) المقامة: مصدر میمی، بمعنی الإقامة۔

کے طریقہ کی حوصلہ افزائی نہ ہو، سورۃ الاعراف (آیات ۱۶۳-۱۶۶) میں بھی یہی انداز ہے، بار کے دن مچھلی پکڑنے کا حیلہ کرنے والے ذلیل بندر بنا دیئے گئے، ان کو منع کرنے والے عذاب سے بچ گئے، اور خاموشی اختیار کرنے والوں کا تذکرہ نہیں کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''انھوں نے بھی نجات پائی'' —— مگر ان کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا کہ ان کے طرز عمل کی حوصلہ افزائی نہ ہو، یہاں بھی یہی انداز ہے۔

آیاتِ پاک: —— ہمیشہ رہنے کے باغات: جن میں وہ داخل ہونگے، ان کو جنت میں کچھ سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے، اور ان کی پوشاک وہاں ریشم کی ہوگی، اور وہ کہیں گے: اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کیا، بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور بڑا قدر دان ہے! جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا، جہاں ہمیں نہ کوئی کلفت پہنچتی ہے، اور نہ ہمیں کوئی تھکن محسوس ہوتی ہے!

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝۳۶ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝۳۷ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۳۸ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝۳۹

وَالَّذِيْنَ	اور جن لوگوں نے	فَيَمُوْتُوْا	پس مر جائیں وہ	وَهُمْ	اور وہ
كَفَرُوْا	انکار کیا	وَلَا يُخَفَّفُ	اور نہیں ہلکا کیا جائے گا	يَصْطَرِخُوْنَ (۱)	چلائیں گے
لَهُمْ	ان کے لئے	عَنْهُمْ	ان سے	فِيْهَا	دوزخ میں
نَارُ	آگ ہے	مِّنْ عَذَابِهَا	دوزخ کا عذاب	رَبَّنَآ	اے ہمارے ربّ
جَهَنَّمَ	دوزخ کی	كَذٰلِكَ	اسی طرح	اَخْرِجْنَا	نکالیں ہمیں
لَا يُقْضٰى	نہیں فیصلہ کیا جائے گا	نَجْزِيْ	بدلہ دیتے ہیں ہم	نَعْمَلْ	کریں ہم
عَلَيْهِمْ	ان پر (موت کا)	كُلَّ كَفُوْرٍ	ہر کٹر منکر کو	صَالِحًا	نیک کام

(۱) يصطرخون: باب افتعال، اِصْطِرَاخ: چلاّنا، شور مچانا، چیخیں مارنا، باب افتعال کی تاء کو طاء سے بدلا ہے۔

غَيْرَ الَّذِيْ	علاوہ ان کے جو	مِنْ نَّصِيْرٍ	کوئی بھی مددگار	فَمَنْ كَفَرَ	پس جس نے انکار کیا
كُنَّا نَعْمَلُ	کیا کرتے تھے ہم	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	فَعَلَيْهِ	تو اسی پر ہے
اَوَلَمْ	کیا اور نہیں	عٰلِمُ	جاننے والے ہیں	كُفْرُهٗ	اس کا انکار
نُعَمِّرْكُمْ	زندگی دی ہم نے تم کو	غَيْبِ	پوشیدہ چیزوں کو	وَلَا يَزِيْدُ	اور نہیں بڑھایا
مَّا	اتنی کہ	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کی	الْكٰفِرِيْنَ	منکروں کو
يَتَذَكَّرُ	یاد کرے	وَالْاَرْضِ	اور زمین کی	كُفْرُهُمْ	ان کے انکار نے
فِيْهِ	اس میں	اِنَّهٗ	بے شک وہ	عِنْدَ رَبِّهِمْ	انکے پروردگار کے پاس
مَنْ تَذَكَّرَ	جو یاد کرے	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے ہیں	اِلَّا	مگر
وَجَآءَكُمُ	اور آیا تمہارے پاس	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ	سینوں کی باتوں کو	مَقْتًا	شدید ناراضگی کو
النَّذِيْرُ	ڈرانے والا	هُوَ الَّذِيْ	وہی ہیں جنھوں نے	وَلَا يَزِيْدُ	اور نہیں بڑھاتا
فَذُوْقُوْا	پس چکھو تم	جَعَلَكُمْ	بنایا تم کو	الْكٰفِرِيْنَ	منکروں کو
فَمَا	پس نہیں ہے	خَلٰٓئِفَ	جانشیں	كُفْرُهُمْ	ان کا انکار
لِلظّٰلِمِيْنَ	ناانصافوں کے لئے	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	اِلَّا خَسَارًا	مگر گھاٹے کو

قرآنِ کریم کا انکار کرنے والوں کی سزا

قرآنِ کریم کا اسلوبِ بیان یہ ہے کہ مؤمنین کے بعد منکرین کا تذکرہ کرتا ہے، چنانچہ قرآن پر ایمان لانے والوں کا ذکر آیا تو اب منکرین کی سزا بیان فرماتے ہیں ــــ اور جن لوگوں نے (قرآنِ کریم کو) نہیں مانا ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے، (اس میں) نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ مر ہی جائیں، اور نہ دوزخ کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا ــــ کہ کچھ راحت ملے ــــ ہم ہر کٹر منکر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

دوزخیوں کی ایک درخواست: ــــ اور وہ دوزخ میں چلّائیں گے ــــ یعنی پکار کر درخواست کریں گے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے دور کیے ہوئے ہونگے ــــ اے ہمارے پروردگار! ہمیں دوزخ سے نکال ــــ یعنی ایک مرتبہ اور دنیا میں بھیج دے ــــ ہم نیک کام کریں گے ان کاموں کے علاوہ جو ہم کیا کرتے تھے ــــ یعنی ہم خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں گے، اور فرمان بردار بن کر حاضر ہونگے۔

جواب: ــــ ایک ہزار سال بعد دیا جائے گا ــــ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جو سمجھنا چاہتا سمجھ جاتا؟ ــــ

ساٹھ ستر سال کی زندگی دی تھی، اتنے طویل عرصہ میں جو نیک و بد کو سوچ کر سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہتا کر سکتا تھا ـــــ اور تمہارے پاس نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والا پیغمبر بھی پہنچا تھا ـــــ مگر تم نے اس کی ایک نہ سنی، اب بتاؤ قصور کس کا! ـــــ پس مزہ چکھو، اب ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ـــــ یعنی کسی کی طرف سے مدد کی امید مت رکھو، دوزخ میں پڑے سڑتے رہو اور عذاب کا مزہ چکھتے رہو!

ایک سوال: اگر دوزخیوں کی درخواست قبول کر لی جائے، اور ایک مرتبہ اور دنیا میں بھیج دیا جائے اور وہ حسب وعدہ سنور کر آجائیں تو کیا حرج ہے؟ ان کا بھلا ہو جائے گا!

جواب: ایسا کرنا بے فائدہ ہوگا، کیونکہ قیامت کا منظر یاد ہوتے ہوئے ان کو لوٹایا جائے گا تو امتحان کیا ہوگا، اور سب کچھ بھلا کر بھیجا جائے گا تو کتّے کی دُم نلکی سے ٹیڑھی نکلے گی، پھر وہی عناد اور شرارتیں ہونگی، پس آزمائے ہوئے کو بار بار آزمانے سے کیا فائدہ؟ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو خوب جانتے ہیں، بے شک وہ دلوں کی باتوں کو بھی خوب جاننے والے ہیں ـــــ یعنی اللہ تعالیٰ کو بندوں کے سب کھلے چھپے احوال وافعال اور دلوں کے بھید معلوم ہیں، وہ جانتے ہیں کہ جو لوگ درخواست کر رہے ہیں وہ اپنے وعدے میں جھوٹے ہیں، اگر ستّر دفعہ لوٹائے جائیں گے تب بھی شرارت سے باز نہیں آئیں گے، پس لوٹانا لا حاصل ہے!

علاوہ ازیں: درخواست کرنے والے زمین میں پہلی امت نہیں تھے، ان سے پہلے اور امتیں گذری ہیں، جو تکذیب کے نتیجہ میں تباہ کی گئیں، یہ تو ان کے جانشیں تھے، پھر انھوں نے گذشتہ امتوں کی بربادی سے سبق کیوں نہیں لیا؟ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ وہی ہیں جنھوں نے تم کو زمین میں جانشیں بنایا ـــــ یعنی ہلاک شدہ امتوں کی جگہ تم کو زمین میں بسایا، ان سے سبق لیتے! ـــــ اب آخری بات سنو! ـــــ پس جس نے انکار کیا اس کے انکار کا وبال اسی پر پڑے گا، اور کافروں کے لئے ان کا کفران کے پروردگار کے نزدیک شدید ناراضگی کا باعث ہوگا، اور کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ ہی کا باعث ہوگا!

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰي بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝۴۰ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ڬ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝۴۱

قُلْ	پوچھو	اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ	یا دی ہم نے ان کو	يُمْسِكُ	تھامے ہوئے ہیں
اَرَءَيْتُمْ (۱)	کیا دیکھا تم نے	كِتٰبًا	کوئی کتاب	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو
شُرَكَآءَكُمُ	اپنے شریکوں کو	فَهُمْ	پس وہ	وَالْاَرْضَ	اور زمین کو
الَّذِيْنَ	جن کو	عَلٰى بَيِّنَتٍ	کسی واضح دلیل پر ہیں	اَنْ تَزُوْلَا (۴)	ٹل جانے سے
تَدْعُوْنَ	تم پکارتے ہو	مِّنْهُ	اس (کتاب) سے	وَلَئِنْ	اور بخدا! اگر
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے ورے	بَلْ اِنْ (۳)	بلکہ نہیں	زَالَتَآ	ٹل جائیں دونوں
اَرُوْنِيْ (۲)	مجھے دکھلاؤ	يَّعِدُ	وعدہ کرتے	اِنْ اَمْسَكَهُمَا	(تو) نہیں تھام سکتا ان کو
مَاذَا خَلَقُوْا	کیا پیدا کیا انھوں نے	الظّٰلِمُوْنَ	ظالم (مشرک)	مِنْ اَحَدٍ	کوئی بھی
مِنَ الْاَرْضِ	زمین سے	بَعْضُهُمْ	ان کے بعض	مِّنْۢ بَعْدِهٖ	اللہ کے بعد
اَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے	بَعْضًا	بعض سے	اِنَّهٗ كَانَ	بے شک وہ ہیں
شِرْكٌ	ساجھا ہے	اِلَّا غُرُوْرًا	مگر دھوکے کا	حَلِيْمًا	بڑے بردبار
فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	غَفُوْرًا	بڑے بخشنے والے

ابطالِ شرک اور اثباتِ توحید

۱۔ شرک کی نہ عقلی دلیل ہے نہ نقلی، مشرکین کے بڑے: چھوٹوں کو فریب ہی دیتے آرہے ہیں

مشرکین اپنے معبودوں کے احوال میں غور کریں، اور بتائیں: زمین کا کونسا حصہ انھوں نے بنایا ہے؟ یا آسمانوں کے بنانے/تھامنے میں ان کی حصہ داری ہے؟ ہرگز نہیں! یا ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے: جس سے کوئی سندر کھتے ہیں؟ کچھ نہیں! اور آسمانی کتاب میں شرک کا جواز کیسے ہوسکتا ہے؟ غرض: عقلی یا نقلی دلیل کوئی نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ بڑے چھوٹوں کو دھوکہ دیتے آرہے ہیں کہ یہ مورتیاں اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں گی، اور ہمیں اللہ سے قریب کریں گی، اس لئے ان کی پوجا کرو، یہ خالص دھوکہ اور فریب ہے۔

---

(۱) أرأيتم: کا محاورہ میں ترجمہ ہے: بتلاؤ (۲) أروني: أرأيتم کا اعادہ ہے، فاصلہ ہوگیا ہے اس لئے لفظ بدل کر مکرر لایا گیا ہے (۳) إن: نافیہ ہے، اور اثبات إلا آگے ہے، دونوں نے حصر پیدا کیا ہے (۴) أن: مصدریہ، من حرف جر محذوف، اور من أن تزولا: یمسك کا مفعول ثانی۔

۲- آسمانوں اور زمین کو اللہ نے تھام رکھا ہے، اگر وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں تو اللہ کے سوا کوئی ان کو تھام نہیں سکتا، پس وہی معبود ہیں

آسمانوں اور زمین کو ان کے مراکز میں اللہ تعالیٰ نے تھام رکھا ہے، وہ ان کو ان کے مقام ونظام سے سرکنے نہیں دیتے، اگر خدانخواستہ یہ کرّات اپنی جگہ چھوڑ دیں تو کون طاقت ہے جو ان کو قابو میں کرلے؟ کوئی نہیں! پس وہی معبود برحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ: بڑے بردبار ہیں، لوگوں کے کفر وعصیان کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس نظام کو تہ وبالا کردیا جائے، مگر ان کی بردباری سے یہ نظام برقرار ہے ـــــ اور وہ بڑے بخشنے والے ہیں: ایماندار بندے آس نہ توڑیں، اللہ تعالیٰ خردہ گیری نہیں کریں گے، وہ معمولی گناہوں کو معاف کردیں گے۔

آیاتِ پاک: ـــــ آپ پوچھیں: بتاؤ! تمہارے وہ شریک (مورتیاں) جن کو تم پوجتے ہو اللہ سے وَرے: مجھے بتاؤ! انھوں نے زمین کا کونسا حصہ پیدا کیا ہے یا ان کا آسمانوں میں کچھ ساجھا ہے، یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے، پس وہ اس سے کسی واضح دلیل پر ہیں؟ (نہیں) بلکہ ظالم (مشرک) ایک دوسرے سے فریب ہی کا وعدہ کرتے ہیں!

یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہیں، اس سے کہ وہ ٹل جائیں، اور اگر وہ اپنی موجودہ حالت کو چھوڑ دیں تو اللہ کے سوا ان کو کوئی تھام نہیں سکتا ـــــ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بردبار بڑے بخشنے والے ہیں!

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

وَاَقْسَمُوْا	اور قسمیں کھائیں انھوں نے	لَئِنْ	بخدا! اگر	اَهْدٰى (۲)	زیادہ راہ یاب
بِاللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کی	جَآءَهُمْ	آیا ان کے پاس	مِنْ اِحْدَى (۳)	ہر ایک امت سے
جَهْدَ (۱)	زور لگا کر	نَذِيْرٌ	کوئی ڈرانے والا	الْاُمَمِ	
اَيْمَانِهِمْ	اپنی قسموں میں	لَيَكُوْنُنَّ	(تو) ضرور ہونگے وہ	فَلَمَّا	پس جب

(۱) جهدَ: مفعول مطلق، جهد: انتہائی کوشش (۲) أهدى: اسم تفضیل: مضاف (۳) إحدى: أحد کا مؤنث: مضاف الیہ مضاف۔

جَآءَهُمْ	آیا ان کے پاس	السَّيِّئِ	بری	الْاَوَّلِيْنَ	اگلوں کے
نَذِيْرٌ	ڈرانے والا	وَلَا يَحِيْقُ	اور نہیں گھیرتی	فَلَنْ تَجِدَ	پس ہرگز نہیں پائے گا تو
مَّا زَادَهُمْ	نہیں بڑھایا (اس	الْمَكْرُ	چال	لِسُنَّتِ اللّٰهِ	اللہ کے دستور کو
	نے) ان کو	السَّيِّئُ	بری	تَبْدِيْلًا	بدلنا
اِلَّا نُفُوْرَا	مگر نفرت میں	اِلَّا بِاَهْلِهٖ	مگر چلنے والوں کو	وَلَنْ تَجِدَ	اور ہرگز نہیں پائے گا تو
اسْتِكْبَارًا (۱)	گھمنڈ کرتے ہوئے	فَهَلْ	پس نہیں	لِسُنَّتِ اللّٰهِ	اللہ کے دستور کو
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	يَنْظُرُوْنَ	انتظار کرتے وہ	تَحْوِيْلًا	ٹلنا
وَمَكْرَ (۲)	اور چال چلتے ہوئے	اِلَّا سُنَّتَ	مگر دستور کا	۞	۞

رسالت کا بیان

لوگ رسول کے منتظر تھے، پھر جب وہ آئے تو لوگ بدک گئے، اور لگے بری بری چالیں چلنے!

قریش جب سنتے کہ یہود نے اپنے نبیوں کو ستایا تو وہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے: اگر ہم میں کوئی نبی آئے تو دنیا دیکھے گی: ہم کیسی اطاعت کرتے ہیں! پھر جب اللہ نے عظیم الشان نبی کو بھیجا تو وہ بدک گئے، ان کے تکبر نے اجازت نہ دی کہ گردن جھکائیں، اور اطاعت کے بجائے عداوت پر کمربستہ ہوگئے، اور طرح طرح کی مکروہ تدبیریں کرنے لگے، تاکہ اسلام کو بڑھنے اور پھیلنے سے روک دیں —— حالانکہ دستور ہے: چاہ کن را چاہ درپیش: جو کنواں کھودتا ہے وہی اس میں گرتا ہے، قریش کے داؤ گھات انہیں پر الٹ جائیں گے۔

اللہ پاک فرماتے ہیں: وہ اس کے منتظر ہیں کہ گذشتہ مجرموں کے ساتھ جو معاملہ ہوا اُن کے ساتھ بھی ہو، سو وہ ہو کر رہے گا، اللہ کا دستور نہ بدلتا ہے نہ ٹلتا ہے!

آیاتِ پاک: —— اور کفار نے زور لگا کر اللہ کی قسمیں کھائیں —— مشرکین مورتیوں کی قسمیں کھاتے تھے، لیکن اگر مؤکد قسم کھانی ہوتی تو اللہ کی قسم کھاتے تھے —— بخدا! اگر آیا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا —— یعنی پیغمبر —— تو ضرور ہونگے وہ زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہر کوئی امت سے —— یعنی ہم دوسری قوموں سے بہتر نبی کی اطاعت ورفاقت کا ثبوت دیں گے —— پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو نہیں بڑھایا اس نے مگر ان کی نفرت کو، زمین میں گھمنڈ کرتے ہوئے اور بری چالیں چلتے ہوئے —— اور بری چال نہیں گھیرتی مگر چلنے والوں کو —— پس نہیں منتظر ہیں

(۱) استکبارًا: زادھم کا مفعول لہٗ (۲) مکر: استکبارًا پر معطوف۔

وہ مگر اگلوں کے دستور ہی کے ـــــ پس ہرگز نہیں پائیں گے آپ اگلوں کے دستور میں کوئی تبدیلی ـــــ اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ اگلوں کے دستور کو ٹلتا! ـــــ یعنی مجرموں کو سزا دینے کے بجائے ان کا انعام واکرام کیا جائے: ایسا نہیں ہوگا ـــــ اور مجرموں کی جگہ دوسرے مجرموں کو یا غیر مجرموں کو دھر لیا جائے، ایسا بھی نہیں ہوگا۔

اَوَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَكَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعۡجِزَهٗ مِنۡ شَىۡءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيۡمًا قَدِيۡرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوۡ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوۡا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهۡرِهَا مِنۡ دَآبَّةٍ وَّلٰـكِنۡ يُّؤَخِّرُهُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيۡرًا ﴿۴۵﴾

اَوَلَمۡ	کیا اور نہیں	وَمَا كَانَ اللّٰهُ	اور نہیں ہیں اللہ تعالیٰ	بِمَا كَسَبُوۡا	ان کی کمائی کی وجہ سے
يَسِيۡرُوۡا	چلے پھرے وہ	لِيُعۡجِزَهٗ	کہ عاجز کرے ان کو	مَا تَرَكَ	(تو) نہ چھوڑیں
فِى الۡاَرۡضِ	زمین میں	مِنۡ شَىۡءٍ	کوئی چیز	عَلٰى ظَهۡرِهَا	زمین کی پیٹھ پر
فَيَنۡظُرُوۡا	پس دیکھتے وہ	فِى السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	مِنۡ دَآبَّةٍ	کسی ہلنے چلنے والے کو
كَيۡفَ كَانَ	کیسا ہوا	وَلَا فِى الۡاَرۡضِ	اور نہ زمین میں	وَّلٰـكِنۡ يُّؤَخِّرُهُمۡ	مگر مؤخر کرتے ہیں وہ انکو
عَاقِبَةُ	انجام	اِنَّهٗ كَانَ	بے شک وہ ہیں	اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى	ایک مقررہ مدت تک
الَّذِيۡنَ	ان کا جو	عَلِيۡمًا	ہر چیز جاننے والے	فَاِذَا جَآءَ	پھر جب آئے گی
مِنۡ قَبۡلِهِمۡ	ان سے پہلے ہوئے	قَدِيۡرًا	بڑی قدرت والے	اَجَلُهُمۡ	ان کی مدت
وَكَانُوۡۤا اَشَدَّ	حالانکہ وہ زیادہ تھے	وَلَوۡ يُؤَاخِذُ	اور اگر پکڑیں	فَاِنَّ اللّٰهَ	تو بے شک اللہ تعالیٰ
مِنۡهُمۡ	ان (مکہ والوں) سے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	كَانَ بِعِبَادِهٖ	ہیں اپنے بندوں کو
قُوَّةً	طاقت میں	النَّاسَ	لوگوں کو	بَصِيۡرًا	خوب دیکھنے والے

منکرین رسالت کو فہمائش

آخر میں مکہ والوں سے کہا جارہا ہے کہ سرزمین عرب میں نکلو، اور دیکھو: بڑے بڑے زور آور عاد وثمود وغیرہ اللہ کی

گرفت سے بچ نہ سکے، تمہاری ان کے سامنے حیثیت ہی کیا ہے؟ اور خوب سمجھ لو کہ آسمان وزمین کی کوئی چیز اللہ کو عاجز نہیں کرسکتی، ان کا علم محیط اور قدرت کامل ہے، مگر وہ تمہیں مہلت دے رہے ہیں، کیونکہ اگر وہ بات بات پر انسانوں کی داروگیر کرنے لگیں تو زمین میں کوئی پنپ نہیں سکتا، اس لئے وہ ایک مقررہ میعاد تک بندوں کو ڈھیل دیتے ہیں، پھر جب تمہارا وقت موعود آجائے گا تو یادرکھو! تم ان کی نگاہ میں ہو، وہ تمہارا تیا پانچا کردیں گے!

آیاتِ پاک: — اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے: اُن لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے ہوئے، حالانکہ وہ اِن سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے، اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں کہ کوئی چیز ان کو عاجز کرے آسمانوں میں اور زمین میں، بے شک وہ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں — اور اگر اللہ تعالیٰ پکڑنے لگیں لوگوں کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے تو روئے زمین پر کسی متنفس کو نہ چھوڑیں، لیکن اللہ تعالیٰ اِن کو ایک میعادِ معین تک مہلت دے رہے ہیں، پس جب اِن کی میعاد آئے گی تو بالیقین اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہے ہیں!

﴿اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عنایتوں سے بروز اتوار ۲۸/ذی قعدۃ ۱۴۳۶ھ = ۱۳/ستمبر ۲۰۱۵ء کو رات میں ڈیڑھ بجے سورۃ الفاطر کی تفسیر پوری ہوئی، یہ جلد اسی پر ختم ہے، اگلی جلد سورۃ یٰس سے ان شاء اللہ شروع ہوگی﴾